اضافہ شدہ جدید کمپیوٹر ایڈیشن

علم الفقہ

چھ حصے کامل

وہ تمام اسلامی احکام و مسائل کہ جن کی ہر مسلمان کو دن رات ضرورت پیش آتی ہے اس کتاب میں عربی کی ضخیم اور مستند کتابوں کے تمام مضامین سہل اور آسان اردو میں منتقل کر دیے گئے ہیں۔

مصنف

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

اردو

چھ حصے کامل

وہ تمام اسلامی احکام و مسائل کہ جن کی ہر مسلمان کو دن رات ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کتاب میں عربی کی ضخیم اور مستند کتابوں کے تمام مضامین سہل اور آسان اردو میں منتقل کر دیئے گئے ہیں

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی

علم الفقہ

پیش لفظ

یہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند کے علماء اسلام نے اگر ایک طرف اپنے مذہب کی گرانقدر اور بے پایاں خدمات انجام دی ہیں تو دوسری طرف برصغیر میں اردو زبان کی تشکیل اور اس کے بعد اس کی ترویج میں بھی نمایاں اور ٹھوس خدمات سرانجام دی ہیں۔

اردو زبان پر علماء کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے عربی و فارسی زبان کی اہم اور بلند پایہ کتب کو اردو میں منتقل کیا ہے اور قرآن وحدیث، فقہ، تاریخ اور دوسرے اسلامی علوم پر اب تک اردو میں جس قدر ذخیرہ عوام کے سامنے آچکا ہے وہ یقیناً ہندو پاک کے مسلمانوں کے لئے باعث فخر وامتنان ہے۔

ہندو پاک کے مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اپنے دین و مذہب سے اردو زبان کے ذریعہ مکمل واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔

مذہبی نقطہ نظر سے سب سے زیادہ اہم عقائد وعبادت و معاملات ہیں جن کے مسائل و احکام سے واقف اور روشناس ہونا ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں علماء نے مختلف چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ اس دور میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بہشتی زیور کو جو مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی وہ کسی دوسری کتاب کا حصہ نہ بن سکی۔ لیکن بہشتی زیور صرف فقہی مسائل پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس میں فقہی مسائل واحکام کے علاوہ اور بھی بہت سی معلومات ہیں لیکن اس کے حواشی اور ضمیموں نے اس کی ضخامت اتنی بڑھا دی ہے کہ ہر شخص کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا مشکل ہو گیا ہے۔ احقر کی دیرینہ خواہش اور تمنا تھی کہ کوئی ایسی کتاب پورے اہتمام کے ساتھ شائع کی جائے کہ جس میں نہایت آسان فقہی ترتیب کے مطابق مکمل مسائل درج ہوں اور علماء کے نزدیک معتبر و مستند ہونے کے ساتھ عام فہم بھی ہوتا کہ ہر شخص اس سے استفادہ کر سکے۔

کافی تلاش وجستجو کے بعد مولانا عبدالشکور صاحبؒ فاروقی لکھنوی کی مشہور کتاب علم الفقہ پر نظر پڑی جو مستند ہونے کے ساتھ ساتھ اعمال وعبادات اور تمام دینی ضروریات پر مفصل معلومات کی حامل ہے۔ کافی عرصہ ہوا یہ انمول کتاب ہندوستان میں شائع ہوئی تھی۔ لیکن پاکستان میں کسی

ادارہ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ یہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ ہر شخص کو یہ کتاب اپنے گھر میں رکھنا چاہیئے۔

تا کہ ہماری قوم کا ہر فرد اسلامی احکام کا پورا پورا علم حاصل کر سکے اور ہماری آئندہ نسل صحیح معنی میں مسلمان کہلانے کی مستحق بن سکے۔

اس کتاب علم الفقہ میں فقہ کی ان تمام ضخیم اور مستند کتابوں کے مضامین سہل اور آسان اردو میں منتقل کر دیئے گئے ہیں جنہیں عربی میں ہونے کی وجہ سے اردو داں طبقہ نہیں پڑھ سکتا۔

علم الفقہ اسلامی احکام و مسائل کی ایسی جامع اور مستند کتاب ہے کہ لوگ اس کی موجودگی میں دوسروں سے مسائل پوچھنے کی زحمت سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ اس لئے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا انتہائی ضروری ہے تا کہ وہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا خود ہی حل تلاش کر کے اس پر عمل پیرا ہو سکے۔ اسی لئے اس کتاب کی اشاعت میں انتہائی اہتمام اور احتیاط برتی گئی ہے۔ چنانچہ اصل نسخہ پر نظر ثانی کرائی گئی اور پھر اس کے بعد کتابت کرائی گئی ہے تا کہ کتاب صحیح چھپے اور یہ پاکستانی نسخہ اغلاط سے پاک ہو۔ حتی الامکان کتابت و طباعت میں بھی پورا اہتمام کیا گیا ہے اور کاغذ بھی سفید گلیز استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ پوری کتاب چھ حصوں پر مشتمل ہے جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) علم الفقہ حصہ اول (مسائل طہارت)

اس حصہ میں پاکی ناپاکی، وضوء غسل وغیرہ کے تمام احکام درج کیے گئے ہیں۔

(۲) علم الفقہ حصہ دوم (مسائل نماز)

اس حصہ میں فرض نماز، سنتیں، نوافل اور ہر قسم کی نمازوں اور ان کے احکام درج ہیں۔

(۳) علم الفقہ حصہ سوم (مسائل روزہ و رمضان)

جس میں رمضان کے فضائل اور روزہ کے تمام مسائل اور اعتکاف رویت ہلال کا تفصیلی بیان ہے۔

(۴) علم الفقہ حصہ چہارم (مسائل زکوٰۃ و صدقات)

اس حصہ میں مسائل زکوٰۃ و صدقات کی تفصیل قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ کن لوگوں پر اور کس صورت میں واجب ہے اور کن صورتوں میں نہیں اور یہ کہ زکوٰۃ و صدقات کے کون لوگ مستحق ہیں۔

(۵) علم الفقہ حصہ پنجم (مسائل حج)

اس میں حج اور عمرہ کے تمام احکام و مسائل درج کیے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حج کن لوگوں پر فرض ہے اور اس کے شرائط کیا ہیں؟ اور ساتھ ہی تمام مقامات زیارت کے احکام اور طریقے تفصیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

(۶) علم الفقہ حصہ ششم (مسائل معاشرت)

اس حصہ میں نکاح، طلاق، خلع، مہر و میراث وغیرہ کے مسائل و احکام درج ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے ایسے تمام مسائل جو روزمرہ زندگی سے متعلق ہیں۔ کتاب کا یہ ایک مجمل خاکہ ہے۔ تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ امید ہے کہ لوگ اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کریں گے۔ دارالاشاعت کراچی کی ابتداء ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ عام مسلمانوں کے فائدے کے لئے مفید اسلامی کتابیں اعلیٰ معیار پر شائع کی جائیں کہ جو عرصہ سے نایاب ہیں اور جن کی فی زمانہ ہر شخص کو ضرورت ہے لیکن یہ ایک مشکل اور صبر آزماں کام ہے۔ اس کو صرف اللہ تعالیٰ کی مدد اور احباب و اہل ذوق حضرات کا تعاون ہی پورا کرسکتا ہے۔

تقریظ

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی دامت برکاتہم کی تصنیف لطیف علم الفقہ اردو زبان میں مکمل فقہ اسلامی کی بہترین کتاب ہے اس کے مستند اور معتبر ہونے کے لئے تو خود حضرت مصنف کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے جو اپنے علم و فضل اور خدمات کی بناء پر محتاج تعارف نہیں کتاب کی ترتیب سہل اور عام لوگوں کے فائدہ کے لئے عبارت آسان کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے تاکہ عام اردو خواں حضرات بآسانی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

جمادی الاول ۱۳۸۱ھ

فہرست مضامین علم الفقہ چھ حصے کامل اردو

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ
تیسرا نقشہ	۲۶۴
نماز میں سہو کا بیان	۲۶۶
قضا نمازوں کا بیان	۲۷۰
مریض اور معذور کی نماز	۲۷۶
مسافر کی نماز	۲۸۰
خوف کی نماز	۲۸۳
نماز جمعہ کا بیان	۲۸۶
جمعہ کے فضائل	۲۸۷
جمعہ کے آداب	۲۹۰
نماز جمعہ کی فضیلت اور تاکید	۲۹۲
نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں	۲۹۲
نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں	۲۹۶
خطبے کے مسائل	۲۹۷
نبی ﷺ کا خطبہ جمعہ کے دن	۳۰۰
نماز کے مسائل	۳۰۳
عیدین کی نماز کا بیان	۳۰۵
کعبہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان	۳۰۹
قرآن مجید کے نزول جمع و ترتیب کے حالات	۳۱۱
قرآن مجید کے فضائل اور اس کی تلاوت کا ثواب	۳۱۵
قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے آداب	۳۲۲
سجدہ تلاوت کا بیان	۳۲۶
(جنازہ کی نماز وغیرہ کا بیان)	۳۳۵
بیمار کی عیادت کا بیان	۳۳۵
قریب المرگ کے احکام	۳۳۷

مضامین	صفحہ
غسل میت کے مسائل	۳۳۸
کفن کے مسائل	۳۴۲
نماز جنازہ کے مسائل	۳۴۵
دفن کے مسائل	۳۵۲
شہید کے احکام	۳۵۶
متفرق مسائل	۳۵۹
ایصال ثواب کے مسائل	۳۶۱
مسجد کے احکام	۳۶۸
نماز کے اذکار غیر عربی زبان میں پڑھے جاسکتے ہیں یا نہیں	۳۷۰
پہلا مسئلہ۔ نماز میں قرآن کی اصل عبارت کا پڑھنا فرض ہے یا اس کا ترجمہ بھی پڑھ سکتے ہیں	۳۷۰
دوسرا مسئلہ۔ اذان واقامت غیر عربی زبان میں جائز ہے یا نہیں	۳۷۷
تیسرا مسئلہ۔ نماز کی نیت صرف عربی میں کرے یا اپنی زبان میں	۳۷۷
چوتھا مسئلہ۔ تکبیر تحریمہ اور اسی طرح دوسری تکبیرات غیر عربی میں کہنا جائز ہے یا نہیں	۳۷۷
چہل حدیث متعلق نماز	۳۷۸
چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۳۹۳
علم الفقہ حصہ سوم (مسائل روزہ رمضان)	۴۰۵
روزے کی فضیلت تاکید اور رمضان کی بزرگی	۴۰۷
رویت ہلال کے احکام	۴۱۶
روزے کے واجب ہونے کی شرطیں	۴۲۰
روزے کے صحیح ہونے کی شرطیں	۴۲۱
روزے کے اقسام	۴۲۳
روزے کے فرائض	۴۲۴

مضامین	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم الفقہ حصہ اول

الحمد للہ کما یلیق بجلالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ مظہر کمالہ عبدہ ورسولہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ المتحلین بخصالہ

چونکہ اس کتاب کے مقدمہ میں فقہ کی تعریف اور اس کے پڑھانے کی فضیلت اور اس کی احتیاج اور ضرورت جو ہر مسلمان کو ابتدائے پیدائش سے آخر وقت تک رہتی ہے نہایت دلچسپ تقریر اور بہت دلکش تحریر میں ہدیہ ناظرین ہوگی اور اس کے متعلق دوسری مفید اور کارآمد بحثیں نہایت عمدہ تفصیل سے پیش کی جائیں گی۔ اس لئے اس مقام پر صرف بعد ظاہر کرنے ان امور کے جن کا التزام اس کتاب میں کیا گیا ہے اصل مقصود کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

اس کتاب میں جن امور کا لحاظ کیا گیا ہے

۱۔ ہر شئے کے متعلق جس قدر احکام ہیں وہ سب ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں تاکہ ہر شخص کو مسئلہ نکالنے میں آسانی ہو۔

۲۔ ہر مسئلہ میں وہی قول لکھا جائے گا جس پر فتویٰ ہے۔ مختلف اقوال اور روایات کا ذکر نہ کیا جائے گا تاکہ دیکھنے والے کے ذہن کو انتشار نہ ہو۔

۳۔ وہ بہت سے مسائل جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہیں حالانکہ ان کے نہیں یا بعض کمزور مسائل کو مفتی بہ لکھ دیا گیا ہے اس کی بھی تحقیق کی جائے گی۔

۴۔ بعض مسائل کی بلحاظ ضرورت دلیل بھی بیان کی جائے گی۔

۵۔ زمانہ کے بدلنے سے جو احکام بدل گئے ہیں اور تجارت کے نئے اسباب مثل ریل، تار، ڈاک ٹکٹ، اسٹامپ، نوٹ وغیرہ کے احکام کا بھی بیان ہوگا۔

۶۔ جب کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے کہ جس کا حکم کتب فقہ میں نہیں یا سخت اختلاف کی وجہ

سے ایک دو شخص فیصلہ نہ کر سکیں تو علمائے عرب وعجم سے مشورہ کر کے محقق قول لکھ دیا جائے گا۔
۷۔ جن کتب معتبرہ سے مسائل نقل کئے جائیں گے ان کے نام بحوالہ صفحہ وسطر یا فصل و باب لکھ دیئے جائیں گے تا کہ اگر کسی کو اصل کا دیکھنا منظور ہو تو اس کو دقت نہ ہو۔ ہاں جن مسائل میں اتفاق ہے یا مشہور ہیں ان کا حوالہ نہ دیا جائے گا۔
۸۔ اردو عام فہم ہوگی۔ لغت اور اصطلاح کی بھرت نہ ہوگی تا کہ عام لوگ بھی سمجھ لیں۔ میں خداوند تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے پوری امید رکھتا ہوں کہ میری اس کتاب سے عام اہل اسلام کو نفع ہوگا۔ علم والوں کو بھی اور بے علموں کو بھی، عورتوں کو بھی، مردوں کو بھی، اس لئے کہ اس کی عبارت اس قدر آسان اور سادی ہے جس کا سمجھنا کسی جاہل کو بھی مشکل نہیں ہے۔ وہ معتبر نایاب کتابیں جن سے اس کتاب میں کام لیا گیا ہے غالباً ہر شخص کو نہیں مل سکتیں۔ خدا نے چاہا تو اس کتاب کے بعد مفتی بہ اور محقق مسئلہ دریافت کرنے کے لئے پھر کسی اور فقہ کی کتاب کی ضرورت نہ رہے گی۔ چونکہ فقہ میں عبادات اور عبادات میں نماز کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور وہ بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی اور طہارت پانی پر موقوف ہے اس لئے پہلے پانی کے مسائل لکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ آمین۔

پانی کے مسائل

مقدمہ:۔ اس میں ان اصطلاحی الفاظ کے معنی بیان کئے جائیں گے جو پانی کے مسائل میں بولے جاتے ہیں۔ پانی کو عربی میں ماء کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ مطلق، مقید۔

۱۔ مطلق:۔ وہ پانی جس کو محاورہ میں پانی کہتے ہیں اور پانی کے لفظ سے بغیر کسی خصوصیت کے جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔

پانی:۔ لطیف شے ہے۔ اگر گرد و غبار کی آمیزش اس میں نہ ہو تو جس برتن میں رکھا جاتا ہے اس کی تمام اندرونی چیزیں اس میں دکھلائی دیتی ہیں۔ رقیق اور پتلا ایسا ہے جس کو کپڑے سے بخوبی نچوڑ سکتے ہیں اور جسم اور اعضاء پر بہت آسانی سے بہا سکتے ہیں۔ جاندار چیزوں کی زندگی اور زمین سے اشیاء کا اگنا، بڑھنا باقی رہنا اس پر موقوف ہے۔ بیرنگی اس کا رنگ ہے۔ مزہ اس کا اس سے پوچھئے جس نے گرمی کی شدت اور پیاس کی حالت میں اس کو پیا ہو۔

۲۔ مقید:۔ یہ وہ پانی ہے جس کو محاورہ میں پانی نہیں کہتے، جیسے گلاب، کیوڑہ، رس، سرکہ یا پانی کے ساتھ کوئی اور خصوصیت لگاتے ہیں۔ جیسے تربوز کا پانی، ناریل کا پانی۔

مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں

۱۔ طاہر مطہر غیر مکروہ:۔ وہ پانی جو خود پاک ہو اور اس سے وضو اور غسل وغیرہ بغیر کراہت کے درست ہے۔

۲۔ طاہر مطہر مکروہ:۔ وہ پانی جو خود پاک ہو مگر طاہر مطہر غیر مکروہ کے ہوتے ہوئے اس سے وضو، غسل وغیرہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر وہ نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

۳۔ طاہر غیر مطہر:۔ وہ پانی جو خود پاک ہے مگر وضو یا غسل اس سے جائز نہیں۔

۴۔ مشکوک:۔ وہ پانی جو خود پاک ہے مگر مطہر یا غیر مطہر ہونا اس کا یقینی نہیں۔ یعنی اگر اس سے وضو یا غسل کیا جائے تو اس کو نہ جائز کہہ سکتے ہیں نہ ناجائز۔

ف۔ طاہر غیر مطہر اور مشکوک میں فرق یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس پانی طاہر غیر مطہر ہو تو اس کو صرف تیمّم کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اس پانی سے وضو اور غسل کا ناجائز ہونا یقینی ہے اور اگر کسی کے پاس ماء مشکوک ہو تو اس کو وضو تیمّم دونوں کرنا چاہئیں۔ اس لئے کہ ماء مشکوک ہے وضو اور غسل کا جائز یا ناجائز ہونا یقینی نہیں۔

پانی کی یہ چاروں قسمیں ناپاک کو پاک کر دیتی ہیں۔ مذکورہ بالا فرق صرف وضو اور غسل کے احکام میں ہے۔

۵۔ نجس:۔ وہ پانی جو خود ناپاک ہو اور وضو اور غسل اس سے جائز نہیں ناپاک چیزیں اس سے پاک نہیں ہوتیں بلکہ پاک چیزوں کو ناپاک کر دیتا ہے۔ چونکہ اس کی تین قسموں کا سمجھنا پانی کی دوسری قسموں کے معلوم کر لینے پر موقوف ہے۔ اس واسطے پہلے وہ دوسری قسمیں لکھی جاتی ہیں۔

پانی کی دوسری قسمیں

۶۔ جاری:۔ وہ پانی جو بہتا ہوا ہو جس کو عام طور پر محاورہ میں بہتا پانی کہتے ہیں۔

ا۔ کثیر:۔ اس (۱) قدر پانی کہ جس کی نجاست ایک طرف گرے تو دوسری طرف اس کا کچھ اثر نہ ہو نجاست کا رنگ، بو، مزہ پانی کے اور طرفوں میں معلوم نہ ہو۔

۲۔ قلیل:۔ وہ پانی جو کثیر نہ ہو یعنی اگر اس کے ایک طرف نجاست گرے تو دوسری کسی طرف نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ معلوم ہو۔

نجس پانی کی تینوں قسمیں

ا۔ وہ ماء جاری جس کے رنگ، بو، مزہ کو نجاست نے بدل دیا ہو۔

کثیر راکد:۔ جس کے تمام طرفوں کے رنگ، بو، مزہ کو نجاست نے بدل دیا ہو۔

قلیل راکد:۔ جس میں نجاست گری ہو، خواہ تھوڑی یا بہت اور پانی کے رنگ، بو، مزہ میں (۲) فرق ہو یا نہ ہوا ہو۔

مستعمل:۔ وہ پانی جس سے زندہ آدمی فرض ادا کرنے یا ثواب حاصل کرنے کے لئے وضو کرے یا نہائے یا کسی عضو کو دھوئے بشرطیکہ وہ پانی اس کے جسم سے ٹپک چکا ہو اور جسم پر کوئی نجاست (۳) حقیقیہ نہ ہو۔

نبیذ تمر:۔ وہ پانی جو کھجوروں کے بھیگنے سے شیریں ہو گیا ہو مگر اس کی اصل رقت وسیلان

---

(۱) علماء نے کثیر کی تعریفیں لکھی ہیں۔ لیکن امام اعظمؒ اور ان کے صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے (شامی جلد ا)

(۲) (شامی جلد نمبر ا) اور آج کل جو مشہور ہے کہ جو پانی دس گز طول دس گز عرض مربع ہو وہ کثیر ہے اس سے کم ہو تو قلیل۔ یہ قول متاخرین کا ہے۔ اصل مذہب میں اس کا کچھ پتہ نہیں نہ حدیث سے کوئی سند ہے۔

(۳) جیسے پیشاب پاخانہ اور نجاست حقیقہ کی تعریف انشاء اللہ نجاستوں کے بیان میں آئے گی۔

میں کوئی فرق نہ ہوا ہو اور نہ اس کے پینے سے نشہ پیدا ہو۔

دریائی جانور:۔ جن کی پیدائش اور زندگی پانی میں ہو۔ خواہ پانی سے جدا ہو کہ زندہ رہ سکیں یا نہیں جیسے گھڑیال اور مچھلی وغیرہ۔

خشکی کے جانور:۔ جن کی پیدائش اور زندگی پانی میں ہو۔ خواہ پانی سے جدا ہو کر زندہ رہ سکیں یا نہیں جیسے بط وغیرہ۔

دموی جانور:۔ جن میں ذبح کرنے یا کسی عضو کے کاٹنے سے خون بہے یا ٹپکے۔

غیر دموی جانور:۔ جن میں بالکل خون نہ ہو یا ایسا خون ہو جو بہے بلکہ گاڑھا ہو جو بہہ نہ سکے۔

کنواں:۔ پانی کا وہ چشمہ جو کثیر کی حد تک نہ پہنچا ہو۔

اسراف:۔ بے ضرورت یا ضرورت سے زائد پانی کو خرچ کرنا۔

پانی کے مسائل میں کارآمد اصول

(اصل ۱):۔ الاصل فی الماء الطھارۃ

ترجمہ: اصل پانی میں پاکی ہے۔

پانی اصل میں پاک ہے اور جب تک کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو پاک سمجھا جائے گا۔

مثال:۔ جنگل میں گڑھوں میں جو پانی بھرا رہتا ہے تاوقتیکہ قرائن سے اس کے ناپاک ہونے کا یقین ہو جائے پاک ہے۔

(اصل ۲):۔ الیقین لا یزول بالشک

یقین شک سے نہیں جاتا۔

جس بات کا یقین ہو اس کو محض وہم یا شک سے چھوڑنا نہ چاہئے۔

مثال:۔ کسی مکان میں پاک پانی رکھا ہوا ہے وہاں سے کتا نکلتے ہوئے دیکھا، کتے کو پانی پیتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ کسی قرینہ سے اس کا پینا معلوم ہوا۔ اگر گمان ہوتا ہے کہ شاید کتے نے پانی پی لیا ہو تو وہ پاک ہے اس لئے کہ پانی کا پاک ہونا یقینی ہے۔ ناپاک ہونے کا شک ہوا تو اس شک سے یقین نہ جائے گا۔

(اصل۳):۔ غالب الظن ملحق بالیقین

گمان غالب یقین کا حکم رکھتا ہے

یقین کی طرح گمان غالب بھی محض وہم وخیال سے چھوڑا نہ جائے گا۔

مثال:۔ کسی پانی کو دو مسلمان پاک کہیں اور ایک عورت یا کافر اس کو ناپاک بتائے تو وہ پانی پاک ہے۔ دو مسلمانوں کے کہنے سے اس کے پاک ہونے کا گمان غالب ہے اور ایک عورت یا کافر کے کہنے سے اس کے ناپاک ہونے کا شک ہے۔ اس لئے اس کے پاک ہونے کا حکم دیں گے۔

(اصل۴):۔ الاصل بقاء ما کان علیٰ ما کان

اصل یہ ہے کہ ہر چیز اپنی پہلی حالت پر باقی رہتی ہے۔

ہر چیز اپنی پہلی حالت پر باقی سمجھی جائے گی جب تک کہ اس کی پہلی حالت کا چلا جانا کسی دلیل سے معلوم نہ ہو۔

مثال:۔ گھڑے سے گلاس میں پانی لیا۔ گلاس کے پانی میں نجاست دیکھی تو گھڑے کے پانی کو ناپاک نہ کہیں گے۔ گھڑے کا پانی پاک تھا۔ اب بھی پاک رہے گا اور نجاست شاید گلاس میں ہو۔ ہاں گلاس دھو کر دیکھ کر پانی لیا جائے تو پھر یقیناً نجاست گھڑے میں سمجھی جائے گی۔

(اصل۵):۔ الاصل اضافة الحادث الی قرب اوقاته

اصل یہ ہے کہ نئی پیدا ہوئی چیز کو کہیں گے کہ اسی وقت پیدا ہوئی ہے۔

جو چیز کہ نئی پیدا ہوئی ہو اور اس کے پیدا ہونے کا وقت معلوم نہ ہو تو اس کو سمجھیں گے کہ ابھی پیدا ہوئی ہے۔

مثال:۔ کنویں میں مرا ہو چوہا دیکھا جائے اور گرنے کا وقت کسی قرینہ سے معلوم نہ ہو تو اس کنویں کے پانی کو دیکھنے کے وقت سے ناپاک کہیں گے اور اس سے پیشتر اس پانی سے جو وضو یا غسل کیا گیا سب کو جائز رکھیں گے۔

(اصل۶):۔ المشقة تجلب التیسیر

سختی سے آسانی ہو جاتی ہے۔

قیاسی احکام ضرورت اور حرج کے وقت بدل سکتے ہیں۔

مثال:۔ پرندوں کی بیٹ ناپاک ہے۔ کنویں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا، اس

لئے کہ اگر کنویں کے پانی کو ناپاک کہیں تو بہت دقت ہوگی کیونکہ پرندوں کی بیٹ سے کنویں کی حفاظت مشکل ہے۔

(اصل ۷):۔ لا مساغ للاجتهاد فی مورد النص

شرعی حکم میں عقل کو دخل نہیں۔

مثال:۔ کنویں میں مرا ہوا چوہا نکلے تو بیس ڈول کھینچنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ بیس ڈول سے تمام پانی کا پاک ہونا سمجھ میں نہیں آتا تو یوں نہ کہیں گے کہ بیس ڈول سے پانی پاک نہیں ہوتا۔

(اصل ۸):۔ ما ثبت علیٰ خلاف القیاس فغیره لایقاس علیه

جو حکم قیاس کے خلاف ہو اس کو دوسری جگہ جاری نہیں کرتے۔

شریعت کا جو حکم خلاف قیاس کے ہو اس کو دوسری چیزوں کے لئے ثابت نہیں کر سکتے۔

مثال:۔ پانی سے وضو اور غسل درست ہے۔ عرق سے جو پانی کے مثل ہے۔ وضو اور غسل کو درست نہ کہیں گے۔

(اصل ۹):۔ الضرورات تبیح المحذورات

حاجت ناجائز چیزوں کو جائز کر دیتی ہے۔

ممنوع اور ناجائز چیزیں ضرورت کے وقت جائز ہو جاتی ہیں۔

مثال:۔ تشنگی میں جان پر آ بنے تو ناپاک پانی پینا درست ہے۔

(اصل ۱۰):۔ العبرة للغالب لا للمغلوب

اعتبار غالب کا ہوتا ہے نہ مغلوب کا

چند چیزیں جب مل جائیں تو ان میں جو غالب ہے اس کا حکم اور مجموعہ کا حکم ایک ہی ہے۔

مثال:۔ مستعمل اور مطہر پانی اگر مل جائیں اور مستعمل زیادہ ہو تو یہ کل پانی مستعمل سمجھا جائے گا اور اگر مطہر زیادہ ہو تو یہ کل پانی مطہر سمجھا جائے گا۔

پاک شے اگر پانی میں مل جائے اور پانی کی رقت وسیلان کو کھودے یا پانی کے مزے اور رنگ یا رنگ اور بو یا بو اور مزے کو بدل دے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شے پانی پر غالب ہے اور اس پانی کو ماء مطلق نہ کہیں گے۔

ماء مطلق طاہر مطہر غیر مکروہ کا بیان

مسائل

مسئلہ ۱:۔ بارش (۱)، دریا، سمندر، نہر، تالاب، چشمہ، کنویں کا پانی، شبنم، برف اور اولہ کا پانی جو گرمی سے پگھل کر ٹپکے، یہ تمام پانی پاک ہیں۔ وضو اور غسل ان سے بلا کراہت درست ہے۔

مسئلہ ۲:۔ نجاست جیسے پاخانہ، گوبر، لید وغیرہ سے پانی اگر گرم کیا جائے تو اس سے پانی میں کچھ نقصان نہ آئے گا۔ وضو اور غسل بلا کراہت درست ہے۔

مسئلہ ۳:۔ پانی کا زیادہ ٹھہرے رہنے، رکنے، بند رہنے یا برتن میں بہت دن رکھنے سے رنگ بدل جائے یا بدمزہ ہو جائے یا بو کرنے لگے تو وضو اور غسل بلا کراہت اس سے جائز ہے۔ جیسے تالاب، حوض کا پانی زیادہ روز رکھنے سے بو کرنے لگتا ہے۔ حاجی پیپوں میں زمزم کو لاتے ہیں تو اس کا رنگ و مزہ بدل جاتا ہے۔

مسئلہ ۴:۔ جنگل میں چھوٹے گڑھوں میں جو پانی بھرا رہتا ہے تاوقتیکہ قرائن سے اس کے ناپاک ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو اس وقت تک اس کو پاک ہی کہیں گے۔

مسئلہ ۵:۔ راستوں پر مٹکے گھڑے وغیرہ میں پانی پینے کو رکھ دیتے ہیں اور اس سے ہر قسم کے لوگ شہری، دیہاتی، چھوٹے بڑے مرد و عورت پانی لے کر پیتے ہیں اور احتیاط نہیں کرتے تو یہ پانی پاک ہے، ہاں اگر ناپاک ہونے کا کسی طور سے یقین ہو جائے تو پھر پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۶:۔ کافروں کے برتن کا پانی بھی پاک ہے، اس لئے کہ نجاست سے ہر مذہب و ملت کے لوگ بچتے ہیں۔ ہاں جو کافر کہ نجاست سے نہیں بچتے اور کسی طرح قرائن سے معلوم

---

(۱) وینزل علیکم من السمآء مآءً لیطھر کم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان دوسرے مقام میں ہے وانزل من السمآء مآءً طھوراً دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ خدا نے تمہارے پاک کرنے کو مینہ برسایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بارش کا پانی پاک ہے اور ناپاک چیزوں کو پاک کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام میں ہے فان لم تجدوا مآءً فتیمموا صعیداً طیباً تمہیں پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانی پاک ہے۔ اس سے وضو غسل درست ہے۔ یہ اگر نہ ہو تو تیمم کرنا چاہئے۔ حدیث میں ہے الماء طھور پانی پاک کر دیتا ہے۔ ۱۲ منہ

ہو جائے کہ ان کے برتن پاک نہیں تو پھر ان کے برتن کا پانی پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۷:۔ چھوٹے بچے جن کے ہاتھوں کا کچھ اعتبار نہیں نجاست سے وہ احتیاط نہیں کرتے، اگر پانی میں ہاتھ ڈال دیں تو پانی پاک ہے۔ ہاں اگر ان کے ہاتھ کا ناپاک ہونا یقینی طور سے معلوم ہو جائے تو پانی ناپاک ہے۔

مسئلہ ۸:۔ وہ کنویں جن سے ہر قسم کے لوگ پانی بھرتے ہیں اور میلے گرد و غبار آلود برتن اور ہاتھوں سے بھرتے ہیں ان کا پانی پاک ہے تاوقتیکہ برتنوں اور ہاتھوں کا ناپاک ہونا یقیناً معلوم نہ ہو۔

مسئلہ ۹:۔ گھڑے یا مٹکے سے لوٹے یا آبخورے میں پانی لیا جائے اور پانی پیتے وقت اور اس کے قبل لوٹے اور آبخورے کو نہ دیکھا جس سے معلوم ہوتا کہ ان میں کچھ تھا یا نہیں، ہاں پانی لینے کے بعد دیکھا تو لوٹے میں یا آب خورے میں نجاست پائی تو ایسی حالت میں مٹکے اور گھڑے کا پانی پاک (۱) ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں اس کا یقین نہیں کہ یہ نجاست گھڑے یا مٹکے میں تھی۔ ممکن ہے کہ لوٹے یا گلاس ہی میں ہو اور اسی طرح ڈول سے بلا دیکھے ہوئے پانی بھرا جائے اور کھینچنے کے بعد ڈول میں نجاست نکلے تو پانی کنویں کا پاک ہے۔

مسئلہ ۱۰:۔ درخت (۲) کی پتی گرنے کی وجہ سے پانی اگر بو کرنے لگے یا بدمزہ ہو جائے یا رنگ بدل جائے یا مزہ اور رنگ اور بو تینوں بدل جائیں تو یہ پانی پاک ہے وضو اور غسل اس سے درست ہے۔

غیر مستعمل پانی

مسئلہ ۱۱:۔ باوضو شخص بلا نیت وضو کے ہاتھ پیر ٹھنڈا کرنے یا گرد و غبار دھونے کی غرض سے یا دوسرے شخص کو وضو سکھلانے کے لئے اگر وضو کرے تو اس وضو کا پانی مستعمل نہ ہوگا اور استعمال شدہ پانی سے وضو اور غسل درست ہے۔

---

(۱) جس پانی کے ناپاک ہونے کا شبہ ہو اور پاک ہونا یقینی ہو اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ اچھا پانی موجود ہو۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے دع مایریبک الیٰ مالا یریبک مشتبہ چیز کو چھوڑ دو اور یقینی غیر مشتبہ کو لے لو (شامی صفحہ ۱۵ ج ۱)

(۲) بعض کتابوں میں ہے کہ اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔ یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ پتوں کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اور محاورے میں لوگ اس کو پانی کہتے ہیں اور جب یہ پانی مطلق اور مطہر ہوا تو پھر وضو اور غسل اس سے درست نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اسی طرح گرد و مٹی پانی میں ملی ہو جیسے بارش کا پانی برسات میں دریا کے پانی سے ہو جاتا ہے وہ بھی عرفاً پانی کہلاتا ہے۔ ۱۲ منہ

مسئلہ ۱۲:۔ باوضو مرد یا عورت جس کو نہانے کی ضرورت نہ ہو اور غسل نہ کرنا مسنون ہو اور نہ جسم پر کسی جگہ نجاست لگی ہو اور پھر نہائے تو یہ پانی مستعمل نہ ہوگا اور اس سے وضو اور غسل درست ہے اور اسی طرح وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت نہ ہو، اگر اس عضو کو جو وضو میں نہیں دھویا جاتا بشرطیکہ یہ عضو پاک ہو تو یہ پانی بھی مستعمل نہیں۔ خواہ وہ سر کے بال ہی کیوں نہ دھوئے۔

مسئلہ ۱۳:۔ حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔

مسئلہ ۱۴:۔ چار(۱) پانچ سال کا ایک ایسا لڑکا جو وضو کو نہیں سمجھتا وہ اگر وضو کرے یا دیوانہ وضو کرے تو یہ پانی مستعمل نہیں۔

مسئلہ ۱۵:۔ پاک کپڑا، برتن اور دوسری پاک چیزیں جس پانی سے دھوئی جائیں اس سے وضو اور غسل درست ہے۔ بشرطیکہ محاورے میں اس کو ماء مطلق کہتے ہوں اور پانی کے تین وصفوں میں سے دو وصف باقی ہوں اور اگر دو وصف بدل جائیں تو پھر درست نہیں۔ مثلاً چاول دھوئے جائیں یا ترکاری وغیرہ دھوئیں تو اگر رنگ، بو، مزہ تینوں بدل جائیں یا رنگ، مزہ بدل جائے یعنی دو وصف بدل جائیں تو وضو اور غسل درست نہیں۔ ہاں اگر کچھ نہ بدلے یا ایک بدلے تو درست ہے۔

مسئلہ ۱۶:۔ سور، کتے کے علاوہ کوئی زندہ جانور جس پانی سے نہلایا جائے وہ پاک ہے۔ بشرطیکہ جسم پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور لعاب دہن نہ ملا ہو اور اسی طرح سور، کتے کے سوا زندہ جانور جس پانی میں جائے یا گر پڑے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے اور جسم پر نجاست بھی نہ ہو تو یہ پانی پاک ہے اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔ ہاں گھوڑا اور وہ جانور جن میں دم سائل نہیں اور وہ جانور جن کا گوشت درست ہے ان کا لعاب دہن بھی اگر پانی میں مل جائے تو پانی پاک ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۱۷:۔ بدن (۲) یا کپڑا صاف کرنے کے لئے یا خود پانی ہی صاف کرنے کی غرض سے کوئی شے مثل صابن وغیرہ کے پانی میں جوش دی جائے تو اس سے وضو اور غسل درست ہے

---

(۱) پاک ہونا ان کے جسم کا اگر پہلے سے مشتبہ ہو تو پھر اس کا مکروہ طاہر پانی کا حکم ہوگا۔۱۲۔

(۲) اس لئے کہ محاورے میں اس کو ماء مطلق بولتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ مردے کو بیری کی پتی پانی میں جوش دے کر غسل دو اور ظاہر ہے کہ اس سے تینوں وصف بھی بدل جائیں گے۔

بشرطیکہ پانی کی اصل رقت میں کچھ فرق نہ ہوا ہو اور پانی گاڑھا نہ ہو جائے، خواہ مزہ، بو، رنگ تینوں جاتے رہے ہوں۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۱۸:۔ پاک پانی میں خشک چیز مثل آٹے، ستو، اناج وغلہ کے ڈال دی جائے یا خشک روٹی بھگودی جائے یا گاڑھی چیز مثل شربت بنفشہ نیلوفر، معجون، گلقند کے ڈال دی جائے اور پانی کے تینوں وصف مزہ، بو، رنگ جاتے رہیں لیکن جوش نہ دیا جائے اور پانی کی رقت (۱) وسیلان اصلی میں کچھ فرق نہ آئے اور محاورے میں اس کو پانی بھی کہتے ہیں تو اس سے وضو درست ہے اور اگر محاورے میں پانی اس کو نہ کہیں بلکہ اس کا دوسرا نام ہو تو وضو درست نہیں۔ خواہ رقت و سیلان پانی کا سا ہو۔

مثال:۔ شکر گھول کر پانی میں شربت بنائیں تو اس سے وضو درست نہیں، اگرچہ اس میں پانی کی سی رقت باقی ہو۔ اس لئے کہ اس کو محاورے میں پانی نہیں کہتے بلکہ شربت کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱۹:۔ ایسی رقیق (۲) سیال شے جو پانی سے رنگ، بو، مزہ تینوں وصفوں میں مخالف ہو جیسے سرکہ، دودھ، رس کہ اس کا مزہ، بو، رنگ تینوں مخالف ہیں۔ اگر پانی میں مل جائے اور پانی کے کسی ایک وصف کو کھودے، خواہ مزہ بدل جائے یا رنگ یا بو تو اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے۔ ہاں اگر دو وصف جاتے رہیں تو درست نہیں اور جو رقیق شے پانی سے دو وصف یا ایک میں مخالف ہو اور ایک یا دو میں موافق ہے جیسے عرق بادیان، کیوڑہ وغیرہ کہ جن کی بو، مزہ مخالف ہے اور رنگ میں موافق ہے تو یہ اگر پانی میں مل جائیں اور پانی کے مزہ، رنگ اور بو میں کچھ تغیر نہ ہو تو اس سے وضو درست ہے ورنہ نہیں۔ یعنی اگر وصف بدل جائے گا تو وضو درست نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۰:۔ رقیق (۳) وسیال شے جو پانی سے کسی وصف میں مخالف نہیں اس کا مزہ، رنگ، بو، سب پانی کا سا ہے تو یہ اگر قلیل پانی میں مل جائے اور اس سے قلیل پانی وزن میں زیادہ ہو۔ مثلاً یہ رقیق اگر ایک سیر ہو اور قلیل سوا سیر ڈیڑھ سیر ہو تو اس وقت اس قلیل سے وضو درست ہے۔

---

(۱) رقت کے باقی رہنے کی یہ علامت ہے کہ کپڑے سے نچوڑیں تو نچڑ جائے اور سیلان کی علامت یہ ہے کہ اعضاء پر پانی کی طرح بہے۔۱۲

(۲) پانی سے تینوں وصف میں جو مخالف ہیں۔ اگر وہ دو وصف کو کھودے تو سمجھا جائے گا کہ وہ پانی غالب ہے اور پانی فنا ہو کر یہی بن گیا اور جب پانی فنا ہو گیا تو پھر اس کا پانی کا حکم نہ رہے گا جیسے پانی برف بن کر جم جائے۔۱۲

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت ہے اگر حوض یا کنویں میں نہائے اور اس کے جسم پر نجاست نہ ہو تو پانی کنویں کا پاک ہے اور اسی طرح وضو کے وقت کنویں میں مستعمل پانی کے قطرے ٹپکیں تو بھی کچھ حرج نہیں اس لئے کہ مستعمل پانی بہ نسبت غیر مستعمل کے تھوڑا ہے اور اس تھوڑے پر فقہاء نے جو نجس ہونے کو لکھا ہے وہ مفتی بہ نہیں۔

مثال:۔ مستعمل پانی ایک سیر جو کہ پانی سے کسی وصف میں مخالف نہیں دو سیر پانی میں مل جائے تو تمام پانی غیر مستعمل ہوگا اور اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

مسئلہ ۲۱:۔ جس جانور میں دم (۱) سائل نہ ہو یا دریائی جانور پانی میں مر جائے یا پھول کر پھٹ جائے تو یہ پانی پاک ہے وضو اور غسل اس سے درست ہے۔

مسئلہ ۲۲:۔ کثیر یا جاری پانی میں نجاست گرے یا کوئی جانور گر کر مر جائے اور پانی کا مزہ، رنگ، بو ان تینوں میں سے ایک بھی نہ بدلے اور پانی اپنی اصلی حالت پر رہے تو ان سے وضو اور غسل درست ہے، ہاں اگر تینوں میں سے ایک بھی بدل جائے تو درست نہیں۔

مسئلہ ۲۳:۔ جاری یا کثیر پانی میں مستعمل یا نجس پانی جو کہ جاری اور کثیر سے زیادہ ہو مل جائے تو اس سے جاری اور کثیر ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۴:۔ کنواں، چشمہ ناپاک اگر خشک ہو جائے اور پھر دوبارہ اس میں خشک ہونے کے بعد پانی نکلے تو یہ پانی پاک ہے۔ بشرطیکہ اس میں اس وقت نجاست نہ ہو۔

مسئلہ ۲۵:۔ نجس پانی گھڑے، پیالے، گلاس وغیرہ میں ہو اور نجاست کی وجہ سے پانی کا رنگ، مزہ، بو تینوں میں سے کوئی بھی نہ بدلا ہو تو ایسی حالت میں پاک پانی اوپر سے برسے یا ان برتنوں میں اس قدر ڈالا جائے کہ پانی کنارے سے نکل کر نیچے نہ جائے تو اس سے پانی و برتن دونوں پاک ہو جائیں گے۔ (شامی، صفحہ ۱۴۳، ج ۱)

مسئلہ ۲۶:۔ ناپاک زمین پر اگر اس قدر پانی ڈالا جائے کہ ایک گز بہہ جائے یا اس قدر بارش ہو کہ ایک گز بہہ جائے تو زمین اور پانی دونوں پاک ہیں (شامی، صفحہ ۱۳۷، ج ۱)

مسئلہ ۲۷:۔ جاری پانی سے چند آدمیوں کو برابر متصل ہو کر وضو غسل کرنا درست ہے، خواہ یہ پانی جاری کسی چھوٹے سے نالے میں ہو جیسا کہ ہندوستان میں چھوٹے چھوٹے بڑے نالے ہوتے ہیں جن سے کھیتوں کو پانی دیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۲۸:۔ جاری (۲) پانی اگر ناپاک ہو جائے یعنی نجاست اس کے کسی وصف کو بدل

---

(۱) ایسا جانور اگر پانی میں پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا تو اس کا پینا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی، صفحہ ۱۳۵، ج ۱۲)

(۲) کثیر اور جاری پانی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا، اس لئے کہ اگر اس کو ناپاک ہونے کا حکم دیں تو انسان کی معاشرت بہت دشوار ہو جائے گی۔ دوسری نجاست کا مدار طبائع نفیسہ پر ہے۔ نفیس طبیعت والے میں پانی کے استعمال کو برا جانیں اور گوارہ نہ کریں تو وہ ناپاک ہے اور ظاہر ہے کہ کثیر یا جاری پانی میں اگر نجاست گرے اور اس کا اثر معلوم نہ ہو تو ایسی طبیعت کے لوگ اس کے استعمال سے احتراز نہ کریں گے۔ ہاں اگر نجاست پانی کے کسی وصف کو بدلے تو ضرور اس کے استعمال سے کراہت ہوگی اور اس وقت یہ بھی ناپاک ہے۔ اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی نہر میں اگر جانور مر جائے اور سر کے پانی کا اکثر حصہ جانور پر ہوتا ہوا بہے اور پانی کا کوئی وصف اس کی وجہ سے متغیر نہ ہو تو یہ پانی پاک ہے اور جانور کے پیچھے کی طرف وضو اور غسل کرنا درست ہے جو اس کے خلاف لکھتے ہیں اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

دے تو نجاست کا جب اثر جاتا رہے گا پانی پاک ہوجائے گا۔

مسئلہ ۲۹:۔ طاہر (۱) مطہر پانی میں مستعمل پانی برابر یا زیادہ مل جائے تو تمام پانی کو مستعمل کا حکم ہوگا۔ ہاں اگر مطہر زیادہ ہو تو تمام کو مطہر کہیں گے۔

مسئلہ ۳۰:۔ حائضہ یا نفساء عورت خون بند ہونے کے بعد نہائے تو یہ پانی مستعمل ہے۔

مسئلہ ۳۱:۔ جس شخص کو نہانے کی ضرورت ہو اور جسم پر اس کے کہیں نجاست نہ ہو وہ اگر نہائے یا اپنے کسی پاک عضو کو دھوئے یا کلی کرے یا ناک میں پانی ڈالے یا بلا ضرورت پیر کو یا ہاتھ کو پانی میں ڈال دے تو یہ مستعمل ہوجائے گا، لیکن ہاتھ یا پیر کو اگر پانی میں ڈالے گا تو اسی قدر پانی مستعمل ہوگا جس قدر ہاتھ یا پیر کو لگا ہے نہ تمام، اگر کسی ضرورت سے ہاتھ کو یا پیر کو اگر پانی میں ڈالے مثلاً پانی نکالنے کے لئے یا رکھنے کی وجہ سے تو پانی مستعمل نہ ہوگا اور اسی طرح سنت ادا کرنے کے واسطے اگر نہائے جیسے عیدین، جمعہ، حج، طواف وغیرہ کے لئے تو یہ بھی مستعمل ہوگا۔

مسئلہ ۳۲:۔ بے وضو اگر وضو کرے یا اپنے کسی عضو کو دھوئے جس کا وضو میں دھونا فرض یا سنت ہو تو یہ پانی مستعمل ہوگا۔ اور اسی طرح باوضو، وضو کے ارادے سے اگر وضو کرے لیکن دونوں وضو ایک مقام پر نہ ہوں تو یہ پانی بھی مستعمل ہوجائے گا۔ ہاں اگر ایک جگہ وضو کیا اور پھر بلا فصل اسی جگہ دوسرا وضو کیا تو دوسرے وضو کا پانی مستعمل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۳۳:۔ جس جگہ پانی کا استعمال مسنون یا مستحب ہے وہاں جو پانی استعمال کیا جائے گا وہ مستعمل کہلائے گا۔ مثلاً کھانے سے پہلے یا پیچھے ہاتھ دھونا مسنون ہے تو جس پانی سے کھانے سے پہلے یا پیچھے ہاتھ دھویا جائے وہ مستعمل ہے۔

مسئلہ ۳۴:۔ کافر کے بدن پر نجاست نہ ہو لیکن نہانے کی ضرورت ہو تو وہ جس پانی سے نہائے وہ مستعمل ہوگا، ہاں اگر نہانے کی ضرورت نہ ہو اور باوضو پھر نہائے تو مستعمل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۳۵:۔ باوضو شخص وضو کے ارادہ سے دوبارہ وضو کرے یا بے وضو شخص بے ارادہ وضو کے اعضائے وضو کو دھوئے تو وہ پانی مستعمل ہوگا۔

---

(۱) ہمارے فقہاء نے یہاں بہت جزئیات بیان کئے جن کا مدار اس پر ہے کہ مستعمل پانی ناپاک ہے۔ مثلاً یہ لکھتے ہیں کہ ایسا شخص جو نہانے کی ضرورت رکھتا ہے اور اس کے جسم پر کہیں نجاست نہیں اگر کنویں میں داخل ہو تو تمام پانی ناپاک ہے۔ بے وضو شخص اگر برتن میں پہنچے سے زیادہ ہاتھ ڈالے تو تمام پانی ناپاک ہے۔ وضو کے برتن میں اگر مستعمل پانی ٹپکے تو سب پانی نجس ہوگیا۔ اسی قسم کے اور بہت مسائل ہیں اور فقہاء نے یہاں بڑی طبع آزمائیاں کی ہیں۔ اور لاطائل بحثیں چھیڑی ہیں۔ زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ جب مستعمل پانی خود پاک ہے اگر مطہر میں جو زیادہ ہے مل جائے تو لکھتے ہیں کہ مفتی بہ یہ ہے کہ سب مطہر ہوگا۔ ایسی بحثوں کا کیا موقع تھا۔ ۱۲

راکد قلیل

مسئلہ ۳۶:۔ قلیل پانی تھوڑی نجاست سے ناپاک ہوجاتا ہے۔ مثلاً ایک قطرہ شراب یا پیشاب یا خون نجس پانی کا پڑ جائے یا ایک رتی پاخانہ گر جائے تو سب پانی نجس ہوجائے گا اگرچہ نجاست سے پانی کا رنگ، بو، مزہ میں کچھ فرق نہ آیا ہو۔

مسئلہ ۳۷:۔ خون سائل جن جانوروں میں ہوتا ہے ان کا بدن مرجانے کے بعد ناپاک ہوجاتا ہے تو اگر ایسا جانور قلیل پانی میں گر کر مرجائے تو پانی ناپاک ہوجائے گا اور جن جانوروں میں خود خون سائل نہیں ہوتا مگر جب دوسرے جانوروں کا مثل انسان وغیرہ کے خون پیتے ہیں تب ان کا خون سائل ہوجاتا ہے۔ جیسے بڑا کھٹمل، جونک، بڑا مچھر، پسو وغیرہ۔ پس اگر یہ جانور ایسے وقت میں کہ ان میں خون سائل ہو قلیل پانی میں گر کر مرجائیں تو پانی ناپاک ہوجائے گا۔ جنگلی مینڈک جن میں خون سائل ہو پانی میں مرجائیں یا مرے ہوئے گر جائیں تو پانی ناپاک (۱) ہوجائے گا۔

مسئلہ ۳۸:۔ پاخانہ اور کسی نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے وہ نجس ہے، قلیل پانی میں گر جائے تو ناپاک ہوجائے گا۔ (شامی صفحہ ۱۲۵ ج ۱)

مسئلہ ۳۹:۔ قلیل ناپاک پانی میں اس قدر پانی چھوڑا جائے کہ وہ کثیر ہوجائے تو وہ پانی پاک نہ ہوگا بلکہ ناپاک ہوجائے گا اور اسی طرح نجس حوضوں میں پانی نہ ہو تھوڑا تھوڑا آجائے یا حوض میں نالی کے ذریعہ سے پانی بھرا جائے تو ان دونوں حالتوں میں پانی ناپاک ہوگا۔ حاصل یہ کہ تھوڑا پانی نجس پانی یا کسی دوسری نجس چیز سے ملے تو کل ناپاک رہے گا۔

---

(۱) ہدایہ میں ہے کہ یہ پانی پاک نہیں ہوتا لیکن یہ صحیح نہیں۔ جنگلی مینڈک کی علامت یہ ہے کہ اس کے پیر کی انگلیوں میں جھلی اور کھال نہ ہو، البتہ وہ جانور جن میں خون سائل نہ ہو ان کے مرنے سے پانی نجس نہیں ہوگا۔ ۱۲

طاہر مطہر مکروہ پانی

مسئلہ ۴۰:۔ دھوپ سے جو پانی گرم ہوگیا ہو اس سے وضو، غسل مکروہ ہے۔ (شامی صفحہ ۳۲، ج ۱)

مسئلہ ۴۱:۔ جس قلیل پانی میں آدمی کا تھوک یا ناک مل جائے اس سے وضو غسل مکروہ ہے۔ (خزانۃ المفتین)

مسئلہ ۴۲:۔ مستعمل پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے اور وضو غسل اس سے درست نہیں۔ (شامی، صفحہ ۴۷، ج ۱)

مسئلہ ۴۳:۔ جس پانی کے ناپاک ہونے کا یقین اور گمان غالب نہ ہو محض شک ہو اس سے وضو غسل مکروہ ہے۔

مثال:۔ چھوٹا بچہ جس پانی میں ہاتھ ڈال دے اور اس کے ہاتھوں کا ناپاک ہونا یقینی نہ ہو بلکہ ناپاک ہونے کا شک ہو تو اس سے وضو و غسل مکروہ ہے۔

مسئلہ ۴۴:۔ مرد کو خوبصورت لڑکے اور غیر محرم عورت کا جھوٹا پانی پینا مکروہ ہے بشرطیکہ اس پانی کے پینے سے شہوت کا گمان ہو، اس میں وہ لطف ملے جو محبوبوں کے جھوٹے میں ملتا ہے اور اسی طرح عورت کو بھی غیر مرد کا جھوٹا پینا مکروہ ہے۔ (طحطاوی و مراقی الفلاح)

مسئلہ ۴۵:۔ زمزم کے پانی سے بے وضو کو وضو نہ کرنا چاہئے اور اسی طرح وہ شخص جس کو نہانے کی حاجت ہو اس سے غسل نہ کرے اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۱۲)

مسئلہ ۴۶:۔ عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو و غسل مکروہ ہے۔ (شامی)

مسئلہ ۴۷:۔ دریائی یا غیر دموی جانور پانی میں مر کر پھٹ جائے اور ریزہ ریزہ ہو کر پانی میں مل جائے تو اس پانی کا پینا مکروہ ہے۔ ہاں وضو، غسل اس سے درست ہے۔ اس لئے کہ ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ شامی، صفحہ ۱۳۵، ج ۱)

مسئلہ ۴۸:۔ وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۴۹:۔ جن مقاموں پر خدا کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے ثمود اور عاد کی قوم اس مقام کے پانی سے وضو اور غسل مکروہ ہے۔ (شامی، صفحہ ۹۰، ج ۱)

جانوروں کا جھوٹا پانی

مسئلہ ۵۰:۔ آدمی کا جھوٹا پانی مطہر غیر مکروہ ہے۔ خواہ مسلمان کا ہو یا کافر کا ہو، چھوٹے کا ہو یا بڑے کا۔ مرد کا ہو یا ایسے شخص کا جس کو نہانے کی ضرورت ہو یا حیض اور نفاس والی عورت کا بشرطیکہ کوئی ناپاک چیز مثل شراب اور سور کے کھا کر فوراً نہ پیا ہو۔ (طحطاوی شرح مراقی الفلاح)

مسئلہ ۵۱:۔ گھوڑے کا جھوٹا، حلال جانوروں کا جھوٹا، چرند ہوں یا پرند، غیر دموی جانوروں کا جھوٹا حرام ہوں یا حلال، دریائی جانوروں کا جھوٹا حرام ہوں یا حلال، طاہر مطہر غیر مکروہ ہے۔ بشرطیکہ ان کا منہ اس وقت ناپاک نہ ہو۔ یعنی نجاست کھا پی کر فوراً پانی نہ پیا ہو اور ایسا بھی نہ ہو کہ نجاست اکثر کھایا کرتے ہوں جیسا کہ بعض جانوروں کو نجاست کھانے کی عادت ہوتی ہے اور دوسری چیزوں سے اس کو زیادہ کھاتے ہیں۔ (شامی)

مسئلہ ۵۲:۔ جو جانور حرام ہیں اور مکانوں میں رہتے ہیں جیسے بلی، چوہا، سانپ اور حرام پرند اور اسی طرح وہ حلال جانور جو چھوٹے پھرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ کھاتے ہیں جس چیز میں چاہتے ہیں منہ ڈال دیتے ہیں ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ ۵۳:۔ پرندوں کے سوا حرام جانور جو مکانوں میں نہیں رہتے جنگل میں رہتے ہیں۔ جیسے شیر، بھیڑ، چیتا، گوہ، ہاتھی وغیرہ، ان کا جھوٹا ناپاک ہے۔

مسئلہ ۵۴:۔ جن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے اگر وہ ناپاک چیز کھا کر فوراً پانی پئیں تو یہ جھوٹا ناپاک ہے۔ اس لئے کہ ناپاک چیز کے لگنے سے زبان، ہونٹ وغیرہ ناپاک ہو جاتے ہیں۔ ہاں کچھ توقف کے بعد جس میں دو ایک دفعہ لعاب نکلنے سے منہ صاف ہو جائے اگر کسی پانی کو پئیں تو ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۵۵:۔ جس خچر کی پیدائش گدھی یعنی مادۂ خر سے ہو اس کا جھوٹا اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے۔

کنویں (۱) کے احکام

کنویں میں گرنے والی چیزوں کی تین قسمیں ہیں۔
پہلی قسم وہ ہے جس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔
دوسری قسم وہ ہے جس سے کل پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔
تیسری قسم وہ ہے جس سے کل پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا پانی۔

پہلی قسم

مسئلہ ۵۶:۔ پاک چیز کے کنویں میں گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور وضو، غسل اس کے پانی سے اس وقت تک درست ہے کہ اس کو پانی مطلق کہیں۔

مثال:۔ کنویں میں شکر چھوڑ دی جائے تو اس سے وضو اس وقت تک درست ہے جب تک کہ وہ شربت نہ ہو جائے۔

مسئلہ ۵۷:۔ حیوان غیر دموی یا دریائی کے کنویں میں گر کر مر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا بشرطیکہ ان کے جسم پر نجاست نہ ہو۔

مثال:۔ مچھلی، گھڑیال، وہ سانپ جس میں خون نہ ہو، اگر کنویں میں گر کر مر جائیں یا مر کر گر جائیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۵۸:۔ مسلمان (۲) کی لاش نہلانے کے بعد اگر کنویں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور لاش پھٹی نہ ہو۔

---

(۱) فقہاء نے کنویں کے پانی کو راکد قرار دیا ہے اور راکد کی دو قسمیں ہیں۔ کثیر، قلیل، لیکن چونکہ کثیر کا حکم یہاں بھی وہی ہے جو دوسرے کثیر پانیوں کا ہے۔ لہذا فقہاء نے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ بخلاف کنویں کے قلیل پانی کے کہ یہ دوسرے قلیل پانیوں کے مخالف ہے۔ دوسرے قلیل پانی ناپاک ہونے کے بعد پاک نہیں ہوتے اور یہ پاک ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے فقہاء نے کنویں کے قلیل پانی کے احکام علیحدہ بیان کئے ہیں اور کنویں سے ان کی مراد وہی کنواں ہے جس میں قلیل پانی ہو۔ ۱۲

(۱) حیوان دموی کا جسم مرنے کے بعد نجس ہو جاتا ہے۔ اسی کے موافق چاہئے تھا کہ مسلمان کا جسم بھی مثل کافر اور دوسرے دموی حیوانات کے ایسا نجس ہو جاتا ہے کہ نہلانے سے بھی پاک نہ ہوتا۔ لیکن اسلام نے اس کے دل و جسم کو ایسا پاک کر دیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی ایسا نجس نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۵۹:۔ شہید نہلانے کے قبل بھی گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور خون اس کا پانی میں نہ ملے۔

مسئلہ ۶۰:۔ زندہ آدمی کنویں میں گر جائے یا غوطہ لگائے اور پھر زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور استنجا پانی سے کئے ہوئے ہو۔ کافر ہو یا مسلمان، مرد ہو یا عورت یا وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت ہو یا حیض و نفاس والی عورت بشرطیکہ گرتے وقت خون بند ہو۔

مسئلہ ۶۱:۔ سور کے سوا کل جانوروں کی خشک ہڈی یا ناخن یا بال کے گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ (قاضی خان)

مسئلہ ۶۲:۔ جن (۱) جانوروں کا جھوٹا پاک ہے وہ اگر کنویں میں گر جائیں اور زندہ نکل آئیں تو پانی ناپاک نہ ہوگا تاوقتیکہ ان کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہوگا اور یہی حکم ان جانوروں کا ہے جن کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں احتیاطاً اگر بیس تیس ڈول نکال کر ڈالے جائیں تو بہتر ہے۔ (قاضی خان)

مسئلہ ۶۳:۔ سور کے سوا جو جانور ایسے ہیں کہ ان کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے وہ اگر کنویں میں گر جائیں اور زندہ نکل آئیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ ان کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور منہ ان کا پانی میں نہ ڈوبے۔ پانی سے علیحدہ رہے، جس سے ان کے منہ کا لعاب پانی میں نہ ملنے پائے۔ ہاں احتیاطاً بیس تیس ڈول نکال ڈالے جائیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ ۶۴:۔ طاہر مطہر مکروہ پانی یا مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ ایسا چھوٹا لڑکا جو نجاست سے احتیاط نہیں کرتا اور اس کے جسم کا پاک یا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو اگر کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی پاک ہے۔ ہاں احتیاطاً دس بیس ڈول نکال ڈالے جائیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ ۶۵:۔ مرغی یا کسی ایسے جانور کا انڈا جن کا گوشت حلال ہے اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں پاک ہے۔ (قاضی خان)

مسئلہ ۶۶:۔ زندہ عورت بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر خون یا اور کسی قسم کی نجاست نہ ہو۔ (شامی)

---

(۱) جانوروں کا جسم بالخصوص پیر، ران وغیرہ گو نجاست سے خالی ہوں مگر چونکہ ان کے نجس ہونے کا یقین یا ظن غالب ہے اس لئے پانی ناپاک ہوگا۔

مسئلہ ۶۷:۔ مرغی اور بطخ کے سوا کسی پرند کے پاخانہ پیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ (طحطاوی، حاشیہ مراقی الفلاح)

مسئلہ ۶۸:۔ چوہے(۱) اور بلی کے پاخانہ پیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۶۹:۔ اونٹ یا بکری کی تھوڑی (۲) مینگنی کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، خواہ جنگل کے کنویں میں گرے یا آبادی کے پانی میں گر کر ٹوٹ جائے یا نہ ٹوٹے۔

مسئلہ ۷۰:۔ جس کنویں میں لید اور گوبر سے احتیاط دشوار ہے جیسے ان لوگوں کا کنواں جو گائے بھینس پالتے ہیں یا وہ کنواں جس سے ہر قسم کے لوگ پانی بھرتے ہیں جن میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے برتنوں میں گوبر یا لید لگی ہوتی ہے یا وہ کنواں جس کے قریب جانور اٹھتے بیٹھتے ہیں تو ان سب صورتوں میں تھوڑی لید گوبر سے کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح۔ شامی)

مسئلہ ۷۱:۔ آدمی کا گوشت یا کھال، ناخن سے کم اگر گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ (طحطاوی شرح مراقی الفلاح)

مسئلہ ۷۲:۔ جس شے کے ناپاک ہونے کا گمان غالب یا یقین نہ ہو وہ اگر کنویں میں چھوڑ دی جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔

مثال:۔ آج کل کنویں میں انگریزی دوائیں چھوڑی جاتی ہیں اور ان کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اس میں شراب ہو تو محض اتنے خیال سے پانی ناپاک نہ ہوگا تاوقتیکہ اس میں شراب ہونے کا یقین نہ ہو۔

مسئلہ ۷۳:۔ بکری شیر سے بھاگ کر یا چوہا بلی سے یا وہ جانور جس کا ذکر نہیں ہوا کسی جانور سے ڈر کر کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ (شامی)

مسئلہ ۷۴:۔ نلوں کا پانی جو آج کل ہندوستان کے اکثر شہروں میں رائج ہے جاری پانی کے حکم میں ہے۔ یعنی جاری کی طرح نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوتا جب تک کہ مزہ، رنگ، بو میں فرق نہ آئے۔

---

(۱) ان کے پاخانہ پیشاب کے پاک ہونے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ ناپاک ہے۔۱۲

(۲) تھوڑی کی مقدار میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دیکھنے میں اور عرف میں جس کو لوگ تھوڑی کہیں وہ تھوڑی ہے۔۱۲

دوسری قسم

مسئلہ ۷۵:۔ جن جانوروں کا بیان اور جو صورتیں نمبر ۷۰ سے نمبر ۷۲ تک ہو چکی ہیں، ان کے سوا اور کسی جانور کا پاخانہ، پیشاب کنویں میں گر جائے، تھوڑا پانی ہو یا بہت کنواں ناپاک ہو جائے گا اور اسی طرح نمبر ۷۲ میں جن جانوروں کا ذکر ہوا ہے ان کا پاخانہ زیادہ گر جائے تب بھی کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۷۶:۔ نجاست تھوڑی ہو یا بہت، خفیفہ ہو یا غلیظہ کنویں میں گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

مثال (۱):۔ ایک قطرہ خون کا یا شراب کا یا پیشاب یا پاخانہ کا گر جائے۔

مثال (۲):۔ ایسا زخمی جانور جس کے زخم سے خون یا پیپ جاری ہو کنویں میں گر جائے۔ زندہ نکلے یا نہیں۔

مثال (۳):۔ ناپاک شے جیسے ناپاک کپڑا، برتن کنویں میں گر جائے۔

مثال (۴):۔ آدمی یا کسی جانور کے جسم پر نجاست ہو اور وہ غوطہ لگائے یا پانی سے استنجا نہ کئے ہوئے کنویں میں داخل ہو۔

مسئلہ ۷۷:۔ جو بچہ کہ مرا ہوا پیدا ہو کنویں میں گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ وہ بچہ انسان کا ہو یا کسی اور کا۔

مسئلہ ۷۸:۔ دموی (۱) غیر دریائی جانور کنویں میں گر کر پھول (۲) پھٹ جائیں یا پھولے پھٹے ہوئے کنویں میں گر جائیں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۷۹:۔ سور کے گرنے سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ خواہ مرا ہوا نکلے یا زندہ نکل آئے۔ اس لئے کہ سور کا بدن پیشاب یا پاخانہ کی طرح نجس ہے۔

مسئلہ ۸۰:۔ آدمی (۳) جوان ہو یا بچہ کنویں میں گر کر مر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائیگا

---

(۱) پھولنے پھٹنے سے ان کے اندر کی نجاست پانی میں مل جائے گی جس سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(۲) پھولنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں گرنے سے اس کا جسم اپنے اصلی حجم سے بڑھ گیا ہو اور پھٹ جانے کی علامت یہ ہے کہ اس کے بال گر گئے ہوں یا شق ہو گیا ہو۔

(۳) کنویں میں گرنے والے جانور کی شریعت میں تین قسمیں ہیں۔ بکری، بلی، چوہا، جو جانور بکری سے بڑے ہیں یا بکری کے برابر وہ بکری کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح جو جانور بلی کے برابر یا بڑے ہوں وہ بلی کے حکم میں ہے۔ بشرطیکہ بکری سے چھوٹے ہوں اور جو جانور چوہے کے برابر ہیں یا بڑے بشرطیکہ بلی سے چھوٹے ہوں وہ چوہے کے حکم میں ہیں۔

اور اسی طرح بکری یا بکری کا بچہ یا بکری سے بڑا جانور جیسے ہاتھی، گھوڑا، اونٹ، بیل یا ان کا بچہ اگر کنویں میں گر جائے تب بھی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۸۱:۔ دو بلیاں (۱) یا دو سے زیادہ ایک بلی اور تین چوہے یا چھ سے زیادہ اگر کنویں میں گر کر مر جائیں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اگر چہ ان میں سے کوئی بھی پھولا پھٹا نہ ہو۔

مسئلہ ۸۲:۔ مشکوک پانی جیسے گدھے خچر کا جھوٹا پانی کنویں میں گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (شامی، صفحہ ۱۰۶ ج ۱)

مسئلہ ۸۳:۔ جس کنویں کا تمام پانی ناپاک ہو گیا تھا اس کا پانی اگر کسی کنویں میں گر جائے تو اس کا بھی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (قاضی خان)

مسئلہ ۸۴:۔ کنویں کے قریب اگر کوئی نالہ یا گڑھا ایسا ہو جس میں ناپاک پانی جمع رہتا ہے اور اس کا اثر کنویں کے پانی میں معلوم ہو تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اسی طرح اگر پاخانہ وغیرہ کسی گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہو اور کسی طرح اس کا اثر کنویں میں معلوم ہو تو ناپاک ہو جائے گا۔

تیسری قسم

مسئلہ ۸۵:۔ چوہا یا اس کے برابر کوئی اور جانور یا اس سے چھوٹا یا اس سے بڑا لیکن بلی سے چھوٹا اگر کنویں میں گر کر مر جائے تو تمام پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ تھوڑا پانی اور یہی حکم ہے دو چوہوں کا۔ ان سب صورتوں میں بیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۸۶:۔ بلی یا کبوتر یا ان کے برابر کوئی دوسرا جانور کنویں میں گر کر مر جائے یا مرا ہوا گر جائے مگر پھولا پھٹا نہ ہو تو تمام پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ تھوڑا پانی چالیس ڈول نکالنے سے پاک ہو جائے گا اور یہی حکم (۲) ہے اگر ایک بلی اور ایک چوہا گر جائے۔

مسئلہ ۸۷:۔ جس کنویں کا کل پانی ناپاک نہیں ہوا بلکہ تھوڑا پانی ناپاک ہوا ہے اس کا پانی اگر کسی کنویں میں گر جائے تو اس کنویں سے بھی اسی قدر پانی نکالنا چاہئے جس قدر اس کنویں سے نکالنا واجب ہے۔ مثلاً ایک کنویں میں چوہا گرا تو اس سے بیس ڈول نکالنا واجب ہے۔ اب

---

(۱) اس لئے کہ دو بلیوں کو ایک بکری کا حکم ہے اور اسی طرح چھ چوہوں کو ایک بکری کا حکم ہے۔ ۱۲

(۲) چھوٹا جانور اگر بڑے جانور کے ساتھ گرے تو اس کا اعتبار نہیں۔ بڑے جانور کے گرنے سے جتنا پانی نکالنا چاہئے تھا اب بھی اتنا ہی نکالنا ہوگا۔

اگر اس کنویں کا پانی کسی دوسرے کنویں میں گر جائے تو اس سے بھی بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر پہلے کنویں سے دس ڈول نکل چکے تھے صرف دس اور نکالنا باقی تھے اس وقت اس کا پانی دوسرے کنویں میں گرا تو اس دوسرے کنویں سے بھی صرف دس ہی ڈول نکالے جائیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ پانی گرتے وقت جس قدر ڈول ناپاک کنویں سے نکالنا واجب ہوگا اسی قدر اس دوسرے کنویں سے بھی نکالا جائے گا۔ جس میں اس کا پانی گرا ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۸۸:۔ جو(۱) کنواں کسی چیز کے گرنے سے ناپاک ہوا ہے اس کو گرنے کے وقت سے ورنہ جس وقت سے دیکھا ہے ناپاک کہیں گی اور اس سے پہلے اس کو پاک سمجھیں گے۔ اگرچہ اس میں کوئی پھولا پھٹا جانور ہی کیوں نہ نکلے۔

---

(۱) یہ مذہب صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا ہے اور بعض فقہاء کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ چونکہ یہ روایت درایت کے موافق ہے اور اس پر عمل کرنے میں سہولت ہے اس لئے یہی روایت اختیار کی گئی۔ ۱۲

کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ ۸۹:۔ جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے پہلے اس چیز کو نکالنا چاہئے بعد اس کے شریعت کے حکم کے موافق اس کا پانی نکالنا چاہئے۔ جب تک وہ چیز نہ نکالی جائے گی کنواں پاک نہ ہوگا۔ اگرچہ کتنا ہی پانی کیوں نہ نکالا جائے۔ (درمختار خزانۃ المفتین)

مسئلہ ۹۰:۔ اگر وہ نجاست ایسی ہے جو نکل نہیں سکتی تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی ناپاکی دوسرے کی وجہ سے نہ ہو بلکہ خود ہی ناپاک ہو۔ جیسے مردہ جانور کا گوشت یا وہ جانور جو کنویں میں گر کر مر گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ناپاک چیز خود ناپاک نہ ہو بلکہ دوسرے کی وجہ سے ناپاک ہوگئی ہو۔ جیسے ناپاک کپڑا اور لکڑی وغیرہ۔

پہلی صورت میں کنویں کو اتنی مدت تک چھوڑ دینا چاہئے جس میں وہ ناپاک چیز مٹی ہو جائے جس کی مقدار فقہاء چھ مہینے لکھتے ہیں۔ پھر اس مدت کے بعد بقدر واجب پانی نکال ڈالا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا۔ (شامی)

دوسری صورت میں اسی وقت پانی نکال ڈالنے سے کنواں پاک (۱) ہو جائے گا۔ (شامی)

مسئلہ ۹۱:۔ جن صورتوں میں تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان میں کنویں کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ کل پانی نکال (۲) ڈالا جائے۔ یعنی کنویں سے اس قدر پانی نکال ڈالا جائے کہ پھر اس میں اگر ڈول ڈالیں تو آدھا ڈول نہ بھر سکے۔ اس کے بعد کنواں ڈول رسی کھینچنے والوں کے ہاتھ پیر پاک ہو جائیں گے۔ دھونے کی حاجت نہیں۔ (شامی۔ قاضی خان)

مسئلہ ۹۲:۔ جس کنویں کا تمام پانی نہ نکل سکے اس سے تین (۳) سو ڈول نکال دیئے جائیں تو پاک ہو جائے گا۔

---

(۱) اس لئے کہ یہ شے خود ناپاک نہیں ہے بلکہ دوسری چیز کی وجہ سے ناپاک ہوگئی ہے۔ پس جیسے بقدر واجب پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے و [illegible] ہی چیز بھی پاک ہو جائے گی۔ اور اگر یہ چیز خود ناپاک ہوتی تو البتہ پاک نہ ہو سکتی۔ اس لئے کہ نجاست کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔ ۱۲

(۲) تمام پانی نکال ڈالنے سے فقہاء کی مراد یہی ہے کہ اس قدر پانی نکل جائے کہ بعد اس کے آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے۔

(۳) اس مسئلہ میں دو اختلاف ہیں۔ پہلا یہ کہ آیا تین سو ڈول نکال ڈالنے سے کنواں پاک ہوگا یا نہیں۔ بعضے فقہاء اس طرف ہیں کہ پاک نہ ہوگا اس لئے کہ جب اس کا تمام پانی ناپاک ہو چکا ہے تو تین سو ڈول نکالنے سے کیا نتیجہ۔ جب تک کل پانی نہ نکالا جائے اور کل پانی نکالنے کی ان لوگوں نے چند صورتیں لکھی ہیں: (۱) دو آدمیوں سے جن کو پانی پہچاننے میں مہارت ہو اندازہ کرا لیا جائے، جتنے ڈول وہ بتائیں اتنے ڈول نکال دیئے جائیں (۲) کنویں میں رسی ڈال کر ناپا جائے کہ کتنے ہاتھ پانی ہے، پھر کچھ ڈول پانی نکال کر رسی ڈالی جائے کہ کتنے ہاتھ پانی کم ہو گیا (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

مسئلہ ۹۳:۔ تیسرے قسم نمبر ۸۶ میں ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجائے گا اوراس میں یہ شرط نہیں کہ بیس ڈول ایک ہی وقت میں نکال دیئے جائیں بلکہ مختلف وقتوں میں بھی تیس ڈول اگر نکال دیئے جائیں تب بھی پانی پاک ہوجائے گا اوراسی طرح ایک دفعہ اتنی بڑی چیز سے جس میں تیس ڈول پانی سماتا ہو پانی نکال دیا جائے تب بھی پاک ہوجائے گا اور یہی حکم ہے تمام ان صورتوں کا جن میں گنتی اور شمار سے ڈول نکالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اختیار ہے کہ ایک ساتھ سب ڈول نکال دیئے جائیں یا مختلف وقتوں میں یا ایک ہی دفعہ اتنی بڑی چیز سے جس میں اس قدر ڈول پانی سماتا ہو۔ (شامی)

مسئلہ ۹۴:۔ تیسرے قسم نمبر ۸۷ میں چالیس ڈول پانی نکالنا چاہئے۔

مسئلہ ۹۵:۔ جس قدر پانی نکالنا واجب ہے۔ اگر اس قدر پانی کسی نالے کے ذریعہ سے نکال دیا جائے تب بھی کنواں پاک ہوجائے گا۔ (درمختار)

مسئلہ ۹۶:۔ ناپاک کنواں اگر بالکل خشک ہوجائے تب بھی پاک ہوجائے گا۔ اس کے بعد اگر اس سے پانی نکلے تو وہ ناپاک نہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

متفرق احکام

مسئلہ ۹۷:۔ طاہر مطہر پانی کو ہر قسم کی ضرورت میں استعمال کرنا درست ہے۔ مگر اسراف (۱) مکروہ ہے۔ اگرچہ وضو اور غسل میں ہو۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گزشتہ) اسی حساب سے پانی نکال ڈالا جائے۔ مثلاً رسی ڈال کر دیکھا تو دس ہاتھ پانی ہے سو ڈول نکالنے کے بعد پھر رسی ڈال کر دیکھا تو ایک ہاتھ پانی کم ہوگیا تو نو سو ڈول اور نکال دیئے جائیں تو کل پانی کنویں کا نکل جائے گا۔ (۳) کنویں میں جس قدر پانی ہے اتنا ہی گہرا لانبا چوڑا گڑھا کھودا جائے اور اس قدر پانی نکالا جائے کہ وہ گڑھا بھر جائے۔ (۴) آدمی پانی کھینچنا شروع کردیں جب وہ تھک جائیں تو کل پانی نکل جائے گا اور بعض اس طرف ہیں کہ تین سو ڈول نکالنے سے پاک ہوجائے گا۔ جیسا کہ کتاب میں لکھا گیا ہے اور یہی قول صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور امام صاحب اس سے بھی اکثر کتب فقہ میں مثل وکنز وملتقی وخلاصہ تاتارخانیہ ومعراج الدرایہ وعنادیہ وغیرہ کے یہی منقول ہے۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ جس ڈول سے پانی نکالا جائے وہ کتنا بڑا ہونا چاہئے۔ صحیح یہ ہے کہ جس ڈول سے اس کنویں کا پانی بھرا جاتا ہے اسی ڈول سے تین سو ڈول نکال دیئے جائیں بشرطیکہ ڈول بہت بڑا نہ ہو اور اگر کنویں کا کوئی ڈول نہیں یا بڑا ڈول ہے یا بہت ہی چھوٹا اس کنویں کے مختلف ڈول ہیں تو ان سب صورتوں میں اس ڈول سے پانی نکالنا چاہئے جس میں ساڑھے تین سیر پانی آجائے۔ امام محمد کی کتابوں میں امام صاحب سے یہی منقول ہے۔ ۱۲

حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا۔

(۱) حدیث کی کتابوں میں مثل ابن ماجہ وغیرہ کے ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک نہر سے وضو کررہے تھے اور ضرورت سے زیادہ پانی خرچ ہورہا تھا اسی درمیان میں حضرت نبی ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے سعد اسراف نہ کرو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وضو میں بھی اسراف ہے؟ ارشاد ہوا کہ ہاں خیال کرنا چاہئے کہ جب وضو میں جو خود بھی عبادت اور نماز جیسی عبادت کی شرط ہے اسراف ناجائز ہوا تو اور چیزوں میں اسراف کرنا کیسا ہوگا۔ ۱۲

مسئلہ ۹۸:۔ ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں، نہ جانوروں کو پلانا درست ہے، نہ مٹی میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے اور اگر تینوں وصف نہیں بدلتے تو اس کا جانوروں کو پلانا اور مٹی میں ڈال کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکنا درست ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۹۹:۔ دریا، ندی وہ تالاب جو کسی کی زمین میں نہ ہو اور وہ جس کو بنانے والے نے وقف کر دیا ہو تو اس تمام پانی سے عام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو اس کے استعمال سے منع کرے یا اس کے استعمال میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے عام لوگوں کو نقصان ہو جیسے کوئی شخص دریا یا تالاب سے نہر کھود کر لائے اور اس سے وہ دریا یا تالاب خشک ہو جائے یا کسی گاؤں یا زمین کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہو تو یہ طریقہ استعمال کا درست نہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس ناجائز طریقہ کے استعمال سے منع کرے۔

مسئلہ ۱۰۰:۔ جو تالاب یا کنواں کسی کی زمین میں ہو اس سے انسان اور دوسرے حیوانوں کو پانی پینے کا حق ہے اور مالک کو اس سے منع کرنے کا اختیار نہیں۔ ہاں پانی پینے کے سوا اور کسی ضرورت میں بے اجازت مالک کے استعمال کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۰۱:۔ دریا، تالاب، کنویں وغیرہ سے جو شخص اپنے کسی برتن میں مثل گھڑے، مشک وغیرہ کے پانی بھر لے تو وہ اس پانی کا مالک ہو جائے گا۔ اس پانی سے بغیر اس شخص کی اجازت کے کسی کو استعمال کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۰۲:۔ جو کنواں تالاب کسی کی زمین میں ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ لوگوں کو اس کنویں تالاب سے پانی نہ بھرنے دے۔ بشرطیکہ اس کے قریب زیادہ سے زیادہ ایک میل کی دوری پر کہیں اور پانی نہ ہو تو پھر نہیں منع کر سکتا۔

مسئلہ ۱۰۳:۔ جس شخص کا پیاس سے دم نکلتا ہو اور دوسرے شخص کے پاس پانی ہو جو اس کے پینے کی ضرورت سے زیادہ ہو اور وہ خوشی سے نہ دے تو اس سے زبردستی چھین لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۰۴:۔ راکد قلیل میں پاخانہ پیشاب کرنا اور بلا ضرورت اس کا نجس کرنا اور اس میں نجاست ڈالنا حرام ہے اور راکد کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۱۰۵:۔ بلا ضرورت پانی میں تھوکنا، ناک صاف کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار، صفحہ ۹۸، ج ۱)

مسئلہ ۱۰۶:۔ صرف ڈھیلے سے جس نے استنجا کیا ہو اس کو راکد قلیل میں غوطہ لگانا، اس میں گھس کر نہانا حرام ہے اور راکد کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ ۱۰۷:۔ دریا کے سفر کرنے والوں کو دریا میں پاخانہ پیشاب درست ہے۔

مسئلہ ۱۰۸:۔ ناپاک پانی جیسے پاخانہ کی نالیاں ان کو نہر تالاب میں لانا اور چھوڑنا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۰۹:۔ لوگوں کے پینے کے لئے جو پانی رکھا ہو جیسے گرمیوں میں پانی رکھ دیتے ہیں اس سے وضو غسل درست نہیں اور نہ دوسری ضرورت میں استعمال کرنا جائز ہے۔ ہاں اگر زیادہ ہو تو مضائقہ نہیں اور جو پانی وضو کے واسطے رکھا ہو اس سے پینا درست ہے۔

نجاستوں کا بیان اور ان سے پاکی کے طریقے

مقدمہ اس میں ان اصطلاحی الفاظ کے معنی بیان کئے جائیں گے جو نجاست کے مسائل میں بولے جاتے ہیں۔

(۱) نجاست کی دو قسمیں ہیں حکمیہ اور حقیقیہ۔

(۲) حکمیہ انسان کی وہ حالت جس میں نماز اور قرآن مجید درست نہیں اور اس کو حدث بھی کہتے ہیں اور حدث کی دو قسمیں ہیں۔ حدثِ اکبر، حدثِ اصغر۔

(۳) حدثِ اکبر انسان کی وہ حالت جس میں بغیر نہائے یا تیمّم کئے نماز یا قرآن مجید کا پڑھنا درست نہیں۔

(۴) حدث اصغر انسان کی وہ حالت جس میں بغیر وضو یا تیمّم کئے نماز پڑھنا درست نہیں۔ ہاں قرآن مجید پڑھنا درست ہے۔

(۵) نجاست حقیقیہ وہ چیز جس سے انسان نفرت کرتا ہے اور اپنے بدن اور کپڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کو اس سے بچاتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت میں اس سے بچنے کا حکم ہوا اور اگر کسی چیز میں لگ جائے تو اس کے دور کرنے اور اس چیز کے پاک کرنے کا حکم کیا گیا۔ (حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ ۱۹۸)

اور نجاست حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں۔ غلیظہ اور خفیفہ۔ (اور غلیظ) اور خفیفہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اس لحاظ

سے نجاست حقیقیہ کی چار قسمیں ہوئیں۔

(۶) غلیظہ وہ چیز جس کے ناپاک ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ تمام دلیلوں سے اس کا ناپاک ہی ہونا ثابت ہو۔ کوئی دلیل ایسی نہ ہو جس سے اس کا پاک ہونا نکلے اور اس سے بچنے میں انسان کو کچھ دقت نہ ہو۔ جیسے آدمی کا پاخانہ یا شراب وغیرہ۔ (خزانۃ المفتیین)

خفیفہ (۱) وہ چیز جس کا نجس ہونا یقینی نہ ہو کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہے اور کسی دلیل سے اس کے پاک ہونے کا شبہ ہوتا ہو۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۸۲)

(۸) نجاست مرئیہ وہ ہے جو سوکھنے اور خشک ہونے کے بعد نظر آئے۔ خواہ وہ خود ہی ایسی ہو جو خشک ہونے کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ جیسے پاخانہ، خون، سائل یا خود ایسی نہ ہو۔ مگر جب کوئی دوسری چیز اس پر تری کی حالت میں پڑ جائے اور جم جائے وہ خشک ہونے کے بعد معلوم ہو اور اگر کوئی چیز نہ پڑے تو نہ معلوم ہو۔ جیسے ناپاک پانی اگر کپڑے وغیرہ پر پڑ جائے تو خشک ہونے کے بعد معلوم نہ ہوگا۔ ایسی حالت میں وہ نجاست مرئیہ میں داخل نہ ہوگا اور تری کی حالت میں اس پر مٹی وغیرہ پڑ جائے اور سوکھنے کے بعد معلوم ہو تو ایسی حالت میں وہ نجاست مرئیہ میں داخل ہوگا۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۸۷)

(۹) نجاست غیر مرئیہ وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسے نجس پانی۔

(۱۰) جسم و کپڑے کا چوتھا حصہ اگر کپڑے میں اجزاء نہ ہوں جیسے عمامہ، دری، رومال، چادر وغیرہ تو کل کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا۔ اور اگر کپڑے میں اجزاء ہوں اور چند اجزاء سے جوڑ کر بنایا گیا ہو جیسے کرتہ، پاجامہ کہ ان میں کلی، آستین، آگا، پیچھا اور پائنچے وغیرہ ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں جس چیز پر نجاست لگی ہو اسی کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا نہ پورے کرتہ کا اور اسی طرح پاجامہ کے ایک پائنچہ میں نجاست لگ جائے تو اسی پائنچہ کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا نہ پورے پاجامہ کا اور اسی طرح جسم کے جس عضو پر لگی ہو اسی کا چوتھا حصہ معتبر ہو بشرطیکہ عرف میں مستقل عضو سمجھتے ہوں۔ (شامی، صفحہ ۲۳۲، ج ۱)

(۱۱) درہم (۲) وزن اس کا تین ماشہ اور ایک رتی ہے اور پیمائش اس کی یہ ہے کہ آدمی اپنے

---

(۱) خفیفہ غلیظہ کے یہ معنی امام صاحب کہتے ہیں اور قاضی ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ غلیظہ وہ ہے جس کو تمام علماء ناپاک کہیں اور خفیفہ وہ ہے جس کو تمام علماء پاک بھی کہیں۔

(۲) زکوٰۃ کے مسائل میں درہم کا وزن دو ماشہ اور ایک رتی ہے۔ لیکن یہاں مثقال یعنی دینار کے برابر جو درہم ہو وہ معتبر ہے۔ یعنی تین تین ماشہ اور ایک رتی۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سو جو کے برابر ایک دینار ہوتا ہے اور چار جو کی ایک رتی ہوتی ہے اور آٹھ رتی کا ایک ماشہ ہوتا ہے تو اسی حساب سے ایک دینار تین ماشہ اور ایک رتی کا ہوا۔ ۱۲

ہاتھ کی ہتھیلی کو خوب اچھی طرح تان کر پھیلائے اور اس پر پانی ٹھہرتا ہے جتنی دور تک پانی ٹھہرے وہی درہم کی پیائش ہے۔ یہ پیائش قریب قریب روپیہ مروجہ کے برابر ہوتی ہے اس سے کم نہیں۔

(۱۲) منی (۱) وہ پانی جس کے نکلنے سے انسان کی طبعی خواہش کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان کی اس جنبش واضطراب خاص کو سکون ہو جاتا ہے۔ مرد کی منی سپید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی مائل بہ زردی اور پتلی۔

(۱۳) مذی وہ سپید اور پتلا پانی جو انسان کے عین خواہش نفسانی اور خاص جنبش اور اضطراب کے وقت نکلتا ہے اور چونکہ انسان کو اس وقت ایک قسم کی بے خودی ہوتی ہے لہذا اس کے نکلنے کی خبر نہیں ہوتی اور اس کے بعد جب منی نکلتی ہے تو اس کا نکلنا بند ہو جاتا ہے۔

(۱۴) ودی وہ گاڑھا پانی جو اکثر پیشاب کے بعد نکلتا ہے اور منی، مذی کے نکلنے کے جو اوقات ہیں اس میں نہیں نکلتا۔

(۱۵) حیض وہ خون جو جوان عورت غیر حاملہ کو کم سے کم تین روز آئے اور کسی مرض یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو۔

(۱۶) نفاس وہ خون جو عورت کو بعد بچہ پیدا ہونے کے آئے۔

(۱۷) استحاضہ (۲) وہ خون جو حیض ونفاس کے علاوہ عورتوں کو آئے۔

(۱۸) منہ بھر قے وہ ہے جو آدمی کے منہ میں بلا تکلف نہ سما سکے۔ (مراقی الفلاح)

(۱۹) دباغت کھال کی بدبو اور رطوبت کے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ خواہ مٹی سے ہو یا کسی دوسری چیز سے، جیسے ببول کی چھال وغیرہ یا دھوپ میں رکھ کر اور جس کھال کو دباغت دیں اس کو مدبوغ کہتے ہیں۔

(۲۰) استنجا جو نجاست کہ انسان کے اعضائے مخصوصہ سے نکلے اس کے انہیں اعضاء سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔

---

(۱) یہ لفظ ایسا مشہور اور متعارف ہے کہ جس کو تمام لوگ جانتے ہیں اور ہم کو اس کے معنی بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن مذی، ودی کی مناسبت سے اس کے معنی بھی لکھ دیئے گئے۔۱۲

(۲) ان تینوں کی تفصیل حکمی نجاست کے بیان میں ہوگی اور وہیں ان کے احکام لکھے جائیں گے۔۱۲

نجاست کے مسائل میں کارآمد اصول

اصل ۱:۔ المشقة والحرج انما یعتبر فیما لانص فیه

مشقت وحرج کا اعتبار ان احکام میں ہے جو منصوصہ نہیں ہیں۔

جو احکام دلیلِ قطعی (جیسے قرآن مجید) سے ثابت ہیں وہ مشقت وحرج کی وجہ سے نہیں بدل سکتے۔

مثال:۔ سور، شراب، خون کا ناپاک ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے۔ لہذا یہ کسی وقت پاک نہ ہوں گے۔

اصل ۲:۔ المشقة تجلب التیسیر

سختی سے آسانی ہو جاتی ہے۔

احکام قیاسی کو ایسے وقت میں کہ ان پر عمل کرنے سے حرج یا مشقت ہو چھوڑ دینا درست ہے۔

مثال:۔ مردہ آدمی اگر نہلایا جائے تو اس کے جسم سے جو پانی گرے وہ ناپاک ہے۔ لیکن نہلانے والے کے اوپر اس کی چھینٹیں پڑ جائیں تو چونکہ اس کا اس سے بچنا دشوار تھا اس لئے معاف ہیں۔

اصل ۳:۔ عموم البلوئ من المشقة

جس امر میں عام لوگ مبتلا ہوں اور اس کا چھوڑنا دشوار ہو۔

وہ بھی مشقت ہے۔ تمام لوگ جس کام کو کرتے ہوں اور قیاس سے ناجائز ہو اس کا ترک کرنا دشوار ہو تو اس حکم پر عمل نہ کریں گے۔

مثال:۔ بارش کے موسم میں راستہ کے پانی اور کیچڑ سے بچنا دشوار ہے۔ لہذا وہ اگر کپڑے وغیرہ پر لگ جائے تو معاف ہے۔

اصل ۴:۔ المعدوم لایعود

جو شے زائل ہو گئی ہو وہ پھر عود نہ کرے گی۔

شارع نے جس چیز کے چلے جانے کا حکم دے دیا ہے وہ پھر دوبارہ نہیں لوٹتی۔

مثال:۔ کپڑے سے منی کھرچ دی جائے تو کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کپڑا پانی میں بھیگ جائے یا پانی میں گر جائے تو کپڑا اور پانی ناپاک نہ ہوگا۔

اسی طرح نجس زمین خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اگر زمین بھیگ جائے تو پھر اس کی ناپاکی نہ لوٹے گی۔

اصل ۵:۔ ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا

ضرورت سے جو شے ناجائز کی گئی وہ وہیں جائز ہوگی جہاں ضرورت ہے۔

جو امور کہ ناجائز ہیں اور ضرورت کی وجہ سے جائز ہو گئے وہ وہیں جائز ہوں گے جہاں ضرورت ہو اور بلا ضرورت جائز نہ ہوں گے۔

مثال:۔ کھلیان ماڑنے کے وقت اگر بیل غلہ پر پیشاب کر دیں تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے۔ یعنی غلہ اس سے ناپاک نہ ہوگا اور کھلیان کے ماڑنے کے سوا دوسرے وقت میں پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں۔

اصل ۶:۔ اذا جتمعا الحاظر والمبیح رجح الحاظر

جب منع کرنے والی اور اجازت دینے والی دلیلیں جمع ہو جائیں تو منع کرنے والی دلیل کو ترجیح دی جائے گی۔

جس چیز کے جائز اور ناجائز، حرام اور حلال، پاک اور ناپاک ہونے کی دلیلیں ہر طرح سے برابر ہوں تو منع کرنے والی دلیل (جس سے ناجائز، حرام، ناپاک ہونا نکلتا ہے) کا اعتبار ہوگا۔

مثال:۔ نجاست پاک چیز میں اگر مل جائے تو تمام کو ناپاک کہیں گے۔ اسی طرح نجاست غلیظہ اور خفیفہ دونوں ایک شے پر لگ جائیں تو نجاست غلیظہ کا اعتبار ہوگا یعنی اس کے پاک کرنے میں وہی شروط معتبر ہوں گے جو غلیظہ میں ہیں، بشرطیکہ خفیفہ غلیظہ سے زیادہ نہ ہو۔

اصل ۷:۔ الحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ عامۃ کانت او خاصۃ

حاجت اور ضرورت کا ایک حکم ہے۔ وہ عام لوگوں کی ہو یا خاص لوگوں کی۔

ناجائز شے ضرورت کے وقت جیسے ناجائز ہو جاتی ہے اسی طرح حاجت کے وقت بھی جائز ہو جاتی ہے۔ حاجت عام لوگوں کی ہو یا خاص لوگوں کی۔

مثال:۔ نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کا دھونا واجب ہے۔ لیکن جب اس قدر پانی ہو کہ جو پینے کی ضرورت سے زائد ہو اور اگر اس پانی کو دھونے میں صرف کیا جائے تو تشنگی سے اسے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں حاجت کی وجہ سے یہ معاف ہے۔

اصل ۸:۔ لاعتبرة للتوهم

یقین اور ظن کے مقابلے میں وہم اور شک کا اعتبار نہیں۔

جس شے کے پاک ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو یا اس کے ناپاک ہونے کا یقین اور ظن غالب نہ ہو تو محض وہم وشک سے اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہ دیں گے۔

مثال:۔ کافر کھانے کی شے جو بناتے ہیں یا ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے تاوقتیکہ اس کا ناپاک ہونا کسی دلیل سے یا قرینہ سے معلوم نہ ہو۔

اصل ۹:۔ الثابت بالبرهان كالثابت بالعيان

جو شے دلیل سے ثابت ہو جائے وہ واقع میں ثابت ہو جائے گی۔

جن چیزوں کا ہونا دلیل سے معلوم ہو جائے تو وہ حقیقت میں موجود سمجھی جائیں گی۔

مثال:۔ ناپاک ہوتے ہوئے ہم نے کسی شے کو نہیں دیکھا لیکن دو شخصوں نے اس کے ناپاک ہونے کی گواہی دی۔ یا قرائن اور آثار سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوا تو وہ شے واقع میں ناپاک سمجھی جائے گی۔

اصل ۱۰:۔ العادة محكمة

عادت سے بھی حکم معلوم ہو جاتا ہے۔

رواج اور عادت جیسی ہو اسی کے موافق حکم دیا جائے گا۔

مثال:۔ عادت یہ ہے کہ اکثر آدمی طبعاً کھانے کو اور نیز دیگر چیزوں کو ناپاکی سے بچاتے ہیں تو کفار کی چیزوں کو ناپاک نہ کہیں گے تاوقتیکہ قرینہ یا دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو۔

مسائل

ان چیزوں کا بیان جن میں نجاست غلیظہ ہے

مسئلہ ۱:۔ جاندار چیزوں میں سور نجس ہے، زندہ ہو یا مردہ۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۲:۔ جن جاندار چیزوں میں خون سائل ہے وہ مرنے کے بعد نجس ہو جاتی ہیں بشرطیکہ دریائی نہ ہوں، خواہ انسان ہو یا دوسرا حیوان، مگر وہ مسلمان جو شہید ہوا ناپاک نہیں ہوتا۔ (شامی مصری، صفحہ ۱۵۴، ج ۱)

مسئلہ ۳:۔ وہ مردہ بچہ جس میں جان پڑی ہو انسان کا ہو یا کسی دوسرے حیوان کا اور اسی طرح خون بستہ اور وہ گوشت کا لوتھڑا جس میں اعضاء نہیں ہیں۔ (شامی، صفحہ ۱۵۵، ج ۱)

مسئلہ ۴:۔ (۱) جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے ان کا پسینہ اور لعاب دہن بھی ناپاک ہے۔ (منیۃ المصلی)

مسئلہ ۵:۔ مردہ جانور یعنی جو جانور بلا ذبح کے مرجائے اس کی ہڈی، سینگ، بال جو کاٹے گئے ہوں، پر، چونچ، کھر، پنجے، دانت کے سوا یعنی ان اعضاء کے سوا جن میں خون سرایت نہیں کرتا تمام نجس ہیں جیسے گوشت، چربی، پٹھ، کھال مگر کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ بخلاف گوشت وغیرہ کے۔

مسئلہ ۶:۔ (۲) جو چیزیں اور اعضاء مردہ جانور کے پاک ہیں وہ حرام دموی جانور کے بھی پاک ہیں اور اس کے سوا تمام ناپاک ہیں۔ جیسے گوشت، چربی وغیرہ اور جو ناپاک ہیں وہ شرعی طور سے ذبح کے بعد پاک ہو جاتی ہیں اور کھال سب کی سور کے سوا دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔ (شامی مصری، صفحہ ۱۵۱، ج ۱)

---

(۱) مشکوک پانی چونکہ پاک ہے لہذا جن جانوروں کا جھوٹا مشکوک ہے ان کا پسینہ اور لعاب دہن بھی پاک ہوگا۔ جیسے خچر جس کو پانی کے احکام کے نمبر ۵۵ میں بیان کیا ہے۔ ۱۲

(۲) بعض لوگ جو چربی شیر وغیرہ کی استعمال کرتے ہیں اور اس کو پاک جانتے ہیں یہ درست نہیں۔ ہاں اگر طبیب حاذق کی رائی ہو کہ اس مرض کا علاج سوا چربی کے اور کچھ نہیں تو ایسی حالت میں درست ہے۔

مسئلہ ۷:۔ خون سائل نجس ہے خواہ انسان کا ہو یا اور کسی حیوان کا اور اس میں یہ شرط نہیں کہ بالفعل سیال ہو بلکہ اگر بالفعل منجمد ہو لیکن ایسا ہو کہ اگر رقیق ہوتا تو بہہ جاتا تب بھی نجس ہے۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۸۳)

مسئلہ ۸:۔ زندہ حیوان دموی کا کوئی عضو کٹ جائے یا ٹوٹ کر علیحدہ ہو جائے تو نجس ہے بشرطیکہ ان اعضاء میں سے ہو جن میں خون سرایت کرتا ہے جیسے ہاتھ، پیر، کان، ناک اور اگر ایسا عضو ہو جس میں خوان سرایت نہ کرتا ہو تو وہ نجس نہیں۔ جیسے بال، ناخن وغیرہ۔

مسئلہ ۹:۔ حرام جانور کا دودھ مردہ ہو یا زندہ اور مردہ جانور کا دودھ حرام ہو یا حلال نجس ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰:۔ حیوان دموی کے جسم سے مرنے کے بعد جو رطوبت نکلے وہ نجس ہے۔ (شامی، صفحہ ۱۵۵، ج ۱)

مسئلہ ۱۱:۔ انسان کا پاخانہ، پیشاب، منی (۱) مذی، ودی نجس ہے اور اسی طرح تمام جانوروں (۲) کی منی۔

مسئلہ ۱۲:۔ عورت (۳) کی شرم گاہ سے جو رطوبت نکلے وہ نجس ہے۔ (شامی)

مسئلہ ۱۳:۔ منہ بھر (۴) قے بڑے کی ہو یا بچہ کی اور حیض و نفاس و استحاضہ کا خون نجس ہے۔

مسئلہ ۱۴:۔ ہر دموی جانور کا جگال ریا گر کرتے وقت جو کف منہ سے نکلتا ہے ناپاک ہے۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۱۵:۔ انسان کے جسم سے دم سائل یا پیپ وغیرہ نکلے یا کوئی رقیق یا غلیظ سے جو وضو کو توڑ دے وہ نجس ہے۔

مسئلہ ۱۶:۔ شہید کا خون جب اس کے جسم سے بہہ کر گر جائے تو نجس ہے۔

مسئلہ ۱۷:۔ جانور کے ذبح کرنے کے بعد رگوں، پٹھوں میں گوشت اور ہڈی پر جو خون سائل لگ جائے وہ نجس ہے بشرطیکہ جما ہوا اور اسی عضو کا نہ ہو۔

---

(۱) مرد اور عورت کی منی میں کچھ فرق نہیں۔

(۲) جانوروں کی منی حرام ہے یا حلال نجس ہے اور بعضوں نے سوا سور اور کتے کے باقی جانوروں کی منی کو پاک لکھا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ (درمختار و شامی) ۱۲

(۳) یہ مذہب صاحبین کا ہے اور امام صاحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہے۔ ۱۲

(۴) منہ بھر قے سے کم اگر ہو تو نجس نہیں ۱۲۔

مسئلہ ۱۸:۔ حرام جانوروں کا پیشاب (۱) اور انڈا نجس ہے۔ پرند ہوں یا غیر پرند، چھوٹے ہوں یا بڑے۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح، صفحہ ۱۸۹، شامی، صفحہ ۱۳۲، ج ۱)

مسئلہ ۱۹:۔ پرندوں کے سوا تمام جانوروں کا پاخانہ نجس ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۲۰:۔ جو پر (۲) والے جانور اڑتے نہیں ان کا پاخانہ نجس ہے۔ جیسے مرغی، بطخ وغیرہ۔

مسئلہ ۲۱:۔ شراب اور تمام ایسی رقیق وسیال اشیاء جو نشہ لاتی ہیں نجس ہیں۔ (شامی، صفحہ ۲۳۳، ج ۱، مراقی الفلاح، صفحہ ۳، ج ۱)

مسئلہ ۲۲:۔ نجاستوں سے جو عرق کھینچا جائے یا ان کا جوہر نکالا جائے وہ نجس ہے۔ (شامی، صفحہ ۲۳۲، ج ۱)

مسئلہ ۲۳:۔ جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے۔ خواہ پانی پہلی دفعہ کا ہو یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا۔

مسئلہ ۲۴:۔ مردہ انسان جس پانی سے نہلایا جائے وہ پانی نجس ہے۔

مسئلہ ۲۵:۔ سانپ کی کھال نجس ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶:۔ مردہ انسان کے منہ کا لعاب نجس ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷:۔ نجاست غلیظہ اور خفیفہ اگر مل جائیں تو مجموعہ کو غلیظہ (۳) کہیں گے اور اسی طرح پاک چیز میں اگر نجاست غلیظہ مل جائے تب بھی مجموعہ کو غلیظہ کہیں گے۔

مسئلہ ۲۸:۔ کسی چیز پر مثل کپڑے وغیرہ کے ایک جگہ نجاست غلیظہ ہو اور دوسری جگہ نجاست خفیفہ ہو اور ہر نجاست تنہا اسی قدر ہو جس قدر شریعت میں معاف ہے یا اس سے کم لیکن اگر دونوں کو ملالیں تو اس قدر سے بڑھ جائے تو ایسی (۴) حالت میں اگر نجاست غلیظہ خفیفہ کی برابر یا زیادہ ہو تو وہ خفیفہ بھی غلیظہ سمجھی جائے گی۔ یعنی دونوں کا مجموعہ ایک درہم سے کم یا برابر ہو تو معاف ہے ورنہ نہیں اور اگر نجاست خفیفہ غلیظہ سے زیادہ ہے تو کل خفیفہ سمجھی جائے۔ یعنی کپڑے کے چوتھائی حصہ تک معاف ہے اور اس سے زیادہ نہیں۔

---

(۱) چوہے بلی کے پیشاب کو بعض علماء نے پاک لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ناپاک ہے اور وہاں ضرورت کی وجہ سے بعض چیزوں میں معاف کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) اور ان کے پاخانہ میں اکثر بدبو آیا کرتی ہے تو اگر یوں کہا جائے کہ جن پرندوں کے پاخانہ میں بدبو آئے وہ نجس ہے تو بھی صحیح ہے۔ ۱۲

(۳) آج کل جو انگریزی دوائیں شراب کا جوہر ہیں یا جن میں شراب پڑتی ہے وہ نجس ہیں۔ اس کا استعمال درست نہیں تاوقتیکہ طبیب حاذق مسلمان یہ نہ کہہ دے کہ اس کا علاج سوا اس کے اب کچھ نہیں ہے۔ ۱۲

(۴) یہ قید اس واسطے لگائی گئی کہ اگر اس مقدار سے زیادہ ہو اس کا حکم کھلا ہوا ہے۔ یعنی معاف نہیں۔ ۱۲

جن چیزوں میں نجاست خفیفہ ہے ان کا بیان

مسئلہ ۱:۔ حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے اور اسی طرح گھوڑے کا پیشاب بھی۔
مسئلہ ۲:۔ حرام پرند جو اڑتے ہیں ان کا پاخانہ نجس ہے اور ایسا ہی حلال پرندوں کا بشرطیکہ بدبودار ہو۔

معافی جو شریعت نے کی

شریعت کے احسانات اور اس کی معافیاں بے شمار ہیں۔ نمونہ کی طور پر چند مسئلے یہاں لکھے جاتے ہیں۔ کلیہ قاعدہ ان معافیوں کا اصل ۲۰۲ میں بیان ہو چکا ہے۔

(۱) نجاست غلیظہ مرئیہ ہو تو درہم کی برابر وزن معاف ہے اور غیر مرئیہ ہو تو درہم کی برابر پیمائش میں معاف ہے۔ یعنی کسی شخص کے جسم یا کپڑے پر اس قدر نجاست لگی ہو اور وہ بغیر اس کے دور کیے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ (۱) لیکن دھونا بہتر ہے بشرطیکہ دھونے پر قدرت ہو اور باوجود قدرت کے نہ دھونا مکروہ ہے اور یہی حکم ہے اس نجاست غلیظہ کا جو درہم سے کم ہو۔ (شامی، صفحہ ۲۳۰، ج ۱)

(۲) نجاست خفیفہ مرئیہ یا غیر مرئیہ اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو چوتھائی حصہ کے بقدر معاف ہے۔

(۳) نجاست اسی قدر لگے جس قدر معاف ہے یا اس سے بھی کم مگر پھیل کر اس سے بڑھ جائے تو وہ معاف نہیں اور اس کا وہی حکم ہے جو اس نجاست کا ہے جو پہلے ہی سے زیادہ لگ جائے۔ (شامی، صفحہ ۲۳۱، ج ۱)

(۴) اکہرے کپڑے میں ایک طرف مقدار معافی سے کم نجاست لگے اور دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس قدر سے بڑھ جائے تو وہ کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی۔ ہاں اگر کپڑا دوہرا ہو یا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف نہ ہوگی۔ (خزانۃ المفتیین)

---

(۱) یہاں تک کہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ درہم کی برابر نجاست ہو تو نماز توڑ کر دھوئے۔ ۱۲

(۵) نجاست غلیظہ مرئیہ وزن میں درہم سے کم ہو مگر پیمائش میں درہم سے زیادہ ہو تو کچھ حرج نہیں، اس لئے کہ اس میں درہم کا وزن معتبر ہے۔ پیمائش کا اعتبار نہیں۔

(۶) کھلیان چلاتے وقت جو جانور غلہ پر پیشاب کر دے وہ معاف (۱) ہے۔

(۷) کسی نجاست کی چھینٹیں اگر کپڑے یا بدن پر پڑ جائیں اور اس قدر باریک ہوں جیسے سوئی کی نوک تو وہ معاف ہیں۔ اگرچہ مجموعہ ان کا اس مقدار سے زیادہ ہو جو شریعت میں معاف نہیں ہے اور اسی طرح جو لوگ گائے، بیل، بھینس وغیرہ پالتے ہیں جیسے گاڑی بان، یکہ بان وغیرہ تو ان پر بھی اگر ان کا پاخانہ، پیشاب قلیل متفرق طور پر لگ جائے کہ جس کا مجموعہ درہم سے زیادہ ہو تو معاف ہے۔ (شامی، صفحہ ۱۳۸)

(۸) مردہ کو کوئی شخص نہلائے اور نہلانے والے پر اس کے پاس کی چھینٹیں پڑیں تو یہ معاف ہے۔

(۹) راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ اس میں نجاست کا اثر نہ معلوم ہو۔ (مراقی الفلاح)

(۱۰) فرش یا مٹی یا اور کسی ناپاک چیز پر بھیگے بدن سے لیٹ جائے یا ناپاک زمین پر قدم رکھے یا کسی ناپاک فرش پر سونے کی حالت میں پسینہ نکلے تو یہ سب معاف ہے بشرطیکہ نجاست کا اثر بدن پر نہ معلوم ہو۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۸۵)

(۱۱) ناپاک چیز پر اگر تر کپڑا اپھیلا دیا جائے تو معاف ہے بشرطیکہ نجاست کا اثر اس پر نہ پایا جائے۔

(۱۲) دودھ دوہتے وقت دو ایک مینگنی دودھ میں پڑ جائیں یا تھوڑا سا گوبر گر جائے تو معاف ہے بشرطیکہ گرتے ہی نکال ڈالا جائے۔ (خزانۃ المفتین)

(۱۳) چوہے کی مینگنی آٹے میں پس جائے تو معاف ہے بشرطیکہ اس کا اثر آٹے میں نہ معلوم ہو اور اسی طرح اگر روٹی میں پک جائے وہ بھی معاف ہے بشرطیکہ گھلی نہ ہو اور ویسی ہی سخت ہو۔ (خزانۃ المفتین)

---

(۱) یہاں فقہاء لکھتے ہیں کہ جب اس غلہ سے کچھ علیحدہ کر دیا جائے تو تمام پاک ہو جائے گا اور یہی اس کے پاک کرنے کا طریقہ ہے اس لئے کہ جب اس کے دو حصے کر دے تو کسی ایک کو بالتخصیص ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ لیکن یہ اس وجہ سے صحیح نہیں پاک ہونا یقینی ہے اور پاک ہونے کا شک یقین سے نہ جائے گا۔ بحکم اصل (۷) مسائل اب بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ بحکم اصل (۳) حرج ومشقت کی وجہ سے شریعت نے معاف کر دیا۔ ۱۲

یہاں اگرچہ ناپاک چیزوں کا بیان ہے مگر بعض وہ چیزیں جو پاک نہیں ہیں اوران کا معلوم ہو جانا مفید ہے لکھی جاتی ہیں۔

(۱) شہید کا خون جو اس کے بدن پر لگا ہو پاک ہے۔(شامی، صفحہ ۲۳۲، ج ۱)

(۲) خون، پیپ وغیرہ جو جسم یا زخم سے نکلے اور اس قدر نہ ہو جو بہہ سکے پاک ہے۔ خواہ وہ چند بار کے لگنے سے زیادہ درہم سے ہو جائے۔(شامی، صفحہ ۲۳۲، ج ۱)

(۳) حلال ذبح کئے ہوئے جانور کے گوشت وغیرہ پر جو اسی جگہ کا خون ہوتا ہے وہ پاک ہے۔

(۴) خون سائل جن جانوروں میں نہیں ہوتا جیسے مچھر، مکھی، پسو وغیرہ ایسے جانور اگر انسان کا خون پئیں تو وہ پاک ہے۔ بشرطیکہ سائل نہ ہو۔(شامی، صفحہ ۱۳۵، ج ۱)

(۵) دریائی جانور اور وہ جانور جن میں دم سائل نہیں مرنے کے بعد بھی ناپاک نہیں ہوتے، حرام ہوں یا حلال، جیسے مچھلی، بچھو بعضے سانپ، چھپکلی، بھڑ۔(مراقی الفلاح، صفحہ ۸۳)

(۶) یہ صحیح ہے کہ کتا اور ہاتھی نجس نہیں۔ (۱)

(۷) حلال پرندوں کا پاخانہ پاک ہے بشرطیکہ بودار نہ ہو۔(خزانۃ المفتیین وعالمگیری)

(۸) جن کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے۔ جیسے آدمی مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، خواہ حائضہ ہو یا نفساء یا وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت ہو۔(شامی، صفحہ ۲۳۷، ج ۱)

(۹) نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں پاک ہے وہ اگر جم جائے اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے تو وہ پاک ہے۔ جیسے نوشادر کو کہتے ہیں کہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے۔(شامی، صفحہ ۲۳۷، ج ۱)

(۱۰) نجاست کے اوپر جو گرد وغبار ہو وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری نے اس پر اثر کر کے اس کو تر نہ کر دیا ہو۔(شامی، صفحہ ۲۳۷، ج ۱)

(۱۱) نجس چیز جیسے پاخانہ، سور وغیرہ نمک کی کان میں گر کر نمک ہو جائے تو وہ پاک ہے اور اسی طرح مٹی ہو جائے یا جل کر راکھ ہو جائے تو بھی پاک ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نجس چیز کی اگر حقیقت بدل کر دوسری چیز بن جائے یا جل کر راکھ ہو جائے تو وہ بھی پاک ہو جائے گا جیسے شراب سرکہ بن جائے یا نجاست جل کر راکھ ہو جائے۔(شامی، صفحہ ۲۳۷، ج ۱)

---

(۱) قاضی ابو یوسف اور امام صاحب رحمہما اللہ نجس کہتے ہیں۔۱۲

(۱۲) نجاستوں سے جو بخارات اٹھیں وہ پاک ہیں۔ (شامی، صفحہ ۲۳۷، ج ۱)

(۱۳) پھل وغیرہ کے کیڑے پاک ہیں۔ (شامی، صفحہ ۲۵۵)

(۱۴) کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور بو کرنے لگیں تو ناپاک (۱) نہیں ہوتیں، جیسے گوشت، حلوا وغیرہ مگر نقصان کے خیال سے ان کا کھانا درست نہیں۔ (شامی، صفحہ ۲۵۵، ج ۱)

(۱۵) نجاستوں سے جو کیڑے پیدا ہوتے ہیں جیسے پاخانہ شراب وغیرہ سے وہ نجس ہیں (شامی، صفحہ ۱۴۵، ج ۱)

(۱۶) سور کے سوا تمام جانوروں کے سینگ، بال، ہڈی، پٹھے، کھر، دانت یعنی وہ شے جن میں خون نہیں سرایت کرتا پاک ہے بشرطیکہ جسم کی رطوبت اس پر نہ ہو، خواہ یہ چیزیں مردہ جانوروں کی ہوں یا مذبوح کی۔ (شامی، صفحہ ۱۵۱)

(۱۷) مشک اور اس کا نافہ پاک ہے اور اسی طرح عنبر وغیرہ۔

(۱۸) منہ بھر قے سے کم قے پاک ہے۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۲۸)

(۱۹) سوتے میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔ (خزانۃ المفتیین و عالمگیری)

(۲۰) گندا انڈا حلال جانور کا پاک ہے۔ (خزانۃ المفتیین)

(۲۱) سانپ کی کیچلی پاک ہے۔ (عالمگیری)

(۲۲) گدھی کا دودھ پاک ہے مگر اس کا کھانا درست نہیں۔ (عالمگیری)

جو چیزیں نجس ہیں وہ کبھی پاک نہیں ہوسکتیں۔ ہاں ان کی حقیقت اگر بدل جائے تو پاک ہو جائیں گی۔ جیسے پاخانہ مٹی بن جائے۔ البتہ جو پاک چیزیں کہ نجس چیز کے لگنے سے ناپاک ہو جاتی ہیں پاک کرنے سے پاک ہوسکتی ہیں اور یہ پاک چیزیں چونکہ مختلف اقسام پر ہیں اور ہر قسم کے پاک کرنے کا طریقہ جدا جدا ہے اس لئے پہلے ان پاک چیزوں کی قسمیں لکھی جاتی ہیں جو نجاست سے ناپاک ہوں۔ پھر ہر ایک کے پاک کرنے کا طریقہ لکھا جائے گا۔

---

(۱) مگر ان کا کھانا درست نہیں۔ ۱۲

ناپاک ہونے والی چیزوں کی قسمیں

(۱) زمین اور زمین سے اگنے والی چیزیں جو کہ اس پر لگی ہوئی ہیں جیسے درخت، گھاس وغیرہ اور وہ چیزیں جو زمین سے چسپاں کردی گئی ہوں جیسے دیوار، اینٹ، پتھر وغیرہ۔
(۲) وہ چیزیں جن میں مسام نہیں یعنی اس قسم کی چیزیں جو پانی کو جذب نہیں کرتیں جیسے لوہا، چاندی، تانبا، پیتل، شیشہ وغیرہ۔
(۳) وہ چیزیں جن میں کم مسام ہیں اور رطوبت کو جذب کرتی ہیں۔ جیسے چمڑا وغیرہ۔
(۴) وہ چیزیں جن میں بہت مسام ہیں اور رطوبت کو خوب جذب کرتی ہیں جیسے کپڑا وغیرہ۔
(۵) رقیق چیزیں جیسے شربت، شہد، دودھ، تیل، گھی، عرق، سرکہ وغیرہ۔
(۶) گاڑھی اور بستہ چیزیں جیسے جما ہوا گھی، جما ہوا دہی، گلقند، گوندھا ہوا آٹا وغیرہ۔
(۷) کھال۔
(۸) جسم۔
(۹) پانی۔(۱)

زمین وغیرہ کی پاکی کا طریقہ

۱۔ زمین اگر ناپاک ہوجائے خواہ نجاست مرئیہ سے یا غیر مرئیہ سے تو خشک ہونے سے پاک ہوجائے گی۔ دھوپ سے خشک ہو یا ہوا سے یا آگ سے اور خشک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی تری اور نمی جاتی رہے نہ یہ کہ سوکھ جائے۔
۲۔ ناپاک زمین اگر خشک ہونے سے پہلے دھوڈالی جائے تب بھی پاک ہوجائے گی۔ لیکن اس کے دھونے کا یہ طریقہ ہے کہ اس پر اس قدر پانی چھوڑا جائے کہ پانی بہہ جائے اور اس پانی میں کسی طرح نجاست کا اثر معلوم نہ ہو یا پانی ڈال کر اس کو کپڑے وغیرہ سے جذب کریں۔ اسی طرح تین بار کریں۔ (شامی، صفحہ ۲۲۷، ج۱)

---

(۱) اس کے احکام چونکہ تفصیل کے ساتھ پہلے لکھ دیئے گئے ہیں اس لئے یہاں نہ بیان کئے جائیں گے۔۱۲

۳۔مٹی کے ڈھیلے، ریت، کنکر بھی خشک ہونے سے پاک ہوجاتے ہیں اوراسی طرح وہ پتھر جو چکنا نہیں اور پانی کو جذب کرلیتا ہے خشک ہونے سے پاک ہوجاتا ہے۔(شامی،صفحہ۲۲۲، ج۱)

۴۔زمین سے اگنے والی چیزیں جواس پر جمی ہوئی کھڑی ہیں جیسے درخت، گھاس وغیرہ بھی خشک ہونے سے پاک ہوجاتے ہیں۔(شامی،صفحہ۲۲۲،ج۱)

۵۔زمین پر جو چیزیں قائم ہیں جیسے دیوار،لکڑی کے ستون،ٹٹی وغیرہ یاوہ چیزیں جوزمین سے چسپاں ہیں جیسے اینٹ، پتھر، چوکھٹ کی لکڑی وغیرہ تو یہ بھی خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہیں۔(شرح مراقی الفلاح،صفحہ۲۲۲،ج۱)

۶۔ ناپاک زمین کی مٹی اوپر کی نیچے اور نیچے کی اوپر کردینے سے پاک ہوجاتی ہے۔(شامی،صفحہ۲۲۱،ج۱)

۷۔تنوراگرناپاک ہوجائے تواس میں آگ جلانے سے پاک ہوجائے گابشرطیکہ بعدگرم ہونے کے نجاست کااثر نہ رہے۔(شامی،صفحہ۲۳۱،ج۱)

۸۔ناپاک مٹی سے جو برتن بنایا جائے وہ پکانے سے پاک ہوجاتا ہے،بشرطیکہ پکانے کے بعدنجاست کااثر نہ معلوم ہو۔(شامی،صفحہ۲۳۱،ج۱)

۹۔ناپاک زمین پرمٹی وغیرہ ڈال کرنجاست چھپادی جائے اس طرح کہ نجاست کی بو نہ آئے تووہ پاک ہے۔(خزانۃ المفتیین)

جن چیزوں میں مسام نہیں ان کی پاکی کا طریقہ

۱۔آئینہ،تلوار،چھری،چاقواورتمام وہ چیزیں جولوہے سے بنتی ہیں یاچاندی سے جیسے زیور وغیرہ یاسونے یاتانبے،پیتل سے یااورکسی ایسی چیز سے جس میں مسام نہیں ہوتے یاچکنا پتھر جو رطوبت کونہیں جذب کرتایاروغن یالک کئے ہوئے مٹی کے برتن میں پانی جذب نہیں ہوتایاپرانے استعمال کئے ہوئے برتن ایسے جو پانی کو جذب نہ کریں تو یہ سب چیزیں اگرنجس ہوجائیں خواہ نجاست مرئیہ سے یاغیر مرئیہ سے توزمین پررگڑنے یاترکپڑے سے پونچھنے سے پاک ہوجائیں گی بشرطیکہ نجاست ترہواوراس قدررگڑی یاپونچھی جائے کہ نجاست کااثر جاتارہےاوراگرنجاست خشک ہوتومرئیہ رگڑنے اور پونچھنے دونوں سے اور غیر مرئیہ صرف پونچھنے سے پاک ہوگی اوران

تمام صورتوں میں یہ شرط ہے کہ یہ چیز نقشین نہ ہوں۔ (شامی، صفحہ ۲۲۶، ج ۱)

اور نجاست غیر مرئیہ تین بار دھونے سے بھی پاک ہو جائے گی اور اس میں یہ شرط نہیں کہ ہر مرتبہ دھونے کے بعد خشک بھی کر لیا جائے بلکہ وقفہ دھونے سے بھی پاک ہو جائے گی اور نجاست مرئیہ اس قدر دھونے سے پاک ہو جائے گی کہ اس کا اثر جاتا رہے۔ (شامی، صفحہ ۲۴۳، ج ۱)

۲۔ وہ چیزیں جو منقش ہوں جیسے زیور یا نقشین برتن وغیرہ تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔ پس اگر ان میں نجاست مرئیہ لگ جائے تو اس قدر دھونی چاہئیں کہ وہ نجاست دور ہو جائے اور اگر غیر مرئیہ لگ جائے تو تین مرتبہ دھو ڈالی جائیں۔ (شرح مراقی الفلاح، صفحہ ۸۸)

۳۔ چٹائی اگر نجس ہو جائے تو نجاست غیر مرئیہ تین بار دھونے سے اور مرئیہ تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جائے گی۔ (خزانۃ المفتیین)

جن (۱) چیزوں میں کم مسام ہیں ان کی پاکی کا طریقہ

۱۔ موزہ یا جوتا اور کوئی ایسی چیز جو چمڑے سے بنائی گئی ہو یا پوستین اس طرف سے جس طرف بال نہ ہوں یا دباغت دی ہوئی کھال نجاست مرئیہ سے ناپاک ہو جائیں تو یہ نجاست چھیل کر یا مل کر دور کر دی جائے تو پاک ہو جائیں گی۔ نجاست خشک ہو یا تر اور اگر نجاست غیر مرئیہ سے ناپاک ہو جائیں تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی اور ان کے دھونے کا یہ طریقہ ہے کہ تین مرتبہ دھوئی جائیں اور ہر مرتبہ اتنا توقف کیا جائے کہ خشک ہو جائیں اور پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ (شامی، صفحہ ۲۲۶، ج ۱)

۲۔ مٹی کے نئے برتن یا ایسے پتھر کے برتن جو نجاست کو جذب کرتا ہو یا ایسی لکڑی کے برتن جو نجاست کو جذب کریں تین مرتبہ اس طرح دھونے سے پاک ہو جائیں گے کہ ہر مرتبہ خشک کر لئے جائیں کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے اور اگر کوئی چیز اس میں رکھی جائے تو اس پر نمی نہ آئے اور یہ شرط اس وقت ہے کہ جب یہ چیزیں کسی برتن میں ڈال کر دھوئی جائیں اور اگر جاری پانی میں دھوئی جائیں یا پانی اوپر سے ڈالا جائے تو یہ شرط نہیں بلکہ جاری پانی میں صرف اتنی دیر تک رکھ دینا کافی ہے کہ پانی ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائے اور اوپر سے پانی چھوڑنے میں صرف اسی قدر کافی ہے کہ سب دھل جائے اور پانی بالکل ٹپک جائے۔ (طحطاوی شرح مراقی الفلاح)

---

(۱) نجاست مرئیہ کا حکم یہاں بھی وہی ہے جو ان چیزوں کا ہے جن میں مسام نہیں، البتہ غیر مرئیہ کا حکم یہاں دوسرا ہے۔ ۱۲

اور اگر مٹی یا پتھر کے برتن کو آگ میں ڈال دیں تب بھی پاک ہو جائے گا۔

۳۔ غلہ اگر ناپاک ہو جائے تو تین مرتبہ دھوڈالا جائے اور ہر مرتبہ خشک کرلیا جائے بشرطیکہ نجاست غیر مرئیہ ہو، اگر نجاست مرئیہ ہو تو نجاست دور کردی جائے۔ خواہ دھونے سے یا اور کسی طرح سے۔ (خزانۃ المفتیین)

مسام والی چیزوں کی پاکی کا طریقہ

۱۔ کپڑے میں اگر منی لگ جائے تو مسلنے اور منی کے کھرچنے سے پاک (۱) ہو جائے گا بشرطیکہ منی خشک ہو، کپڑا نیا ہو یا پرانا اکہرا ہو یا دوہرا روئی کا ہو یا بے روئی کا اور پھر اگر یہ کپڑا پانی میں بھیگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا اور اگر منی کے سوا کوئی دوسری نجاست لگ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا۔

نجاست مرئیہ سے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس نجاست کو پاک پانی یا اور کسی ایسی رقیق سیال شے سے جو چکنی نہ ہو دور کردیں خواہ ایک دفعہ دھونے سے یا کئی دفعہ دھونے سے اور جب تک وہ دور نہ ہوگی کپڑا پاک نہ ہوگا اور اگر نجاست کا دھبہ جس کو دور کرنا دشوار ہے باقی رہ جائے تو کچھ حرج نہیں، صرف نجاست کی ذات کا دور کردینا کافی ہے۔ مثلاً منی لگ جائے اور اس کو دھوڈالیں مگر اس کا دھبہ باقی رہ جائے یا کوئی نجس رنگ لگ جائے یا خون لگ جائے تو صرف اس قدر دھوڈالنا چاہئے کہ پانی صاف نکلنے لگے۔ (شامی، صفحہ ۲۱)

اور نجاست غیر مرئیہ سے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کو تین مرتبہ دھوئیں اور اگر جاری پانی میں اتنی دیر تک ڈال دیں کہ وہ بھیگ جائے اور پانی ایک جانب سے دوسری جانب سرایت کر کے نکل جائے تو ایک مرتبہ دھوڈالنا بھی کافی ہے۔ (مراقی الفلاح)

۲۔ باریک یا پرانے کپڑے میں اگر نجاست غیر مرئیہ لگ جائے اور زور سے نچوڑنے میں کپڑے کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو صرف تین مرتبہ دھوڈالنا کافی ہے۔ زور سے نچوڑنے کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) منی خواہ پتلی ہو یا گاڑھی ملنے سے پاک ہو جاتی ہے بشرطیکہ خشک ہو اور بعض فقہاء نے یہ شرط بھی لکھی ہے کہ منی نکلتے وقت جہاں سے نکلی ہے کسی دوسری نجاست سے مل کر ناپاک نہ ہوئی ہو۔۱۲

۳۔نجاست غیر مرئیہ اگر ایسی چیز میں لگ جائے جس کا نچوڑنا دشوار ہے جیسے ٹاٹ، چٹائی، بڑی دری تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتی ہے، اس طرح کہ ہر مرتبہ پانی خشک ہو جائے، خشک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس پر کوئی چیز رکھ دیں تو وہ تر نہ ہو۔(شامی، صفحہ ۲۴۳، ج ۱)

۴۔ناپاک تیل یا ناپاک گھی اگر کسی کپڑے میں لگ جائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اگر چہ اس کی چکناہٹ باقی ہو اس لئے کہ تیل اور گھی خود ناپاک نہیں بلکہ کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہوا ہے اور وہ نجاست تین مرتبہ دھونے سے جاتی رہے گی بخلاف مردار کی چربی کے کہ وہ خود ناپاک ہے لہذا جب تک اس کی چکناہٹ نہ جائے گی پاک نہ ہوگا۔(مراقی الفلاح، صفحہ ۸٦)

رقیق وسیّال چیز کی پاکی کا طریقہ

۱۔ناپاک تیل یا چربی کا صابن (۱) بنالیا تو پاک ہو جائے گا۔(شامی، صفحہ ۲۳۰)

۲۔تیل یا گھی ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی ڈالا جائے۔جب یہ تیل یا گھی پانی کے اوپر آجائے تو وہ اتارلیا جائے۔اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے پاک ہو جائے گا۔(مراقی الفلاح، صفحہ ۸٦)

۳۔شہد یا شربت اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی ڈال کر جوش دیا جائے۔جب تمام پانی خشک ہو جائے اور وہ اپنی اصلی حالت میں آجائے تو پھر پانی ڈال کر جوش دیا جائے، اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے پاک ہو جائے گا۔(مراقی الفلاح، صفحہ ۸٦)

گاڑھی اور بستہ چیزوں کی پاکی کا طریقہ

۱۔صابن یا اور کوئی گاڑھی جمی ہوئی چیز ناپاک ہو جائے تو جس قدر ناپاک ہے اسی قدر علیحدہ کر دینے سے پاک ہو جائے گی جیسے جما ہوا گھی وغیرہ۔

---

(۱) اس لئے کہ صابن بنانے سے اس کی حقیقت بدل گئی اور حقیقت بدل جانے سے ناپاک چیز پاک ہو جائے گی۔۱۲

کھال کی پاکی کا طریقہ

۱۔سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال حرام کی ہوں یا حلال کی، دباغت سے پاک ہوجاتی ہیں۔خواہ کافر دباغت دے یا مسلمان اور اگر حلال جانوروں کی کھال ہو تو صرف ذبح سے پاک ہوجائے گی، دباغت کی ضرورت نہ ہوگی۔(شامی، صفحہ ۲۳۰، ج۱)

۲۔سور کی چربی اور ناپاک چیز سے کھال کو دباغت دیں تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجائے گی۔

جسم کی پاکی کا طریقہ

انسان کا جسم دونوں طرح کی نجاست سے نجس ہوتا ہے۔یعنی نجاستِ حکمیہ اور حقیقیہ۔ نجاستِ حقیقیہ سے پاکی کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے اور نجاستِ حکمیہ سے پاکی کا طریقہ آئندہ بیان ہوگا۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔آدمی کی انگلی یا اور کوئی عضو اگر نجاست غیر مرئیہ سے ناپاک ہوجائے تو وہ عضو تین بار پانی کے دھونے سے پاک ہوجائے گا اور اسی طرح اگر اس عضو کو تین بار کوئی شخص چاٹ (۱) لے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان تو وہ پاک ہوجائے گا اور اگر نجاست مرئیہ سے ناپاک ہوا ہے تو تین بار دھونا یا چاٹنا شرط نہیں بلکہ اس قدر دھونا یا چاٹنا کافی ہے کہ وہ نجاست دور ہوجائے۔
(خزانۃ المفتین، شامی، صفحہ ۲۲۵)

۲۔اگر آدمی کا منہ کسی نجس چیز جیسے شراب، سور وغیرہ کے کھانے پینے سے نجس ہوجائے تو تین مرتبہ لعاب نکالنے سے پاک ہوجائے گا۔(خزانۃ المفتین وشامی، صفحہ ۲۲۵)

۳۔آدمی کے کسی ناپاک عضو کو اگر کوئی ایسا جانور جس کا جھوٹا ناپاک نہیں چاٹ لے تب بھی پاک ہوجائے گا۔

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا کیا جائے تو پاک ہوجائے گا نہ یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے اس لئے کہ جب وہ عضو نجس ہے تو اس کا چاٹنا مسلمان کو کسی طرح جائز نہیں۔۱۲

۴۔عورت کے سرپستان پر اگر کوئی نجاست غیر مرئیہ لگ جائے تو جب لڑکا اس کو تین مرتبہ چوس (۱) لے تو پاک ہو جائے گا اور نجاست مرئیہ میں صرف اس قدر چوسنا کافی ہے کہ وہ نجاست دور ہو جائے۔تین مرتبہ کی شرط نہیں۔(خزانۃ المفتیین وشامی،صفحہ ۲۲۵،ج ۱)

۵۔انسان کے جسم پر اگر منی لگ جائے تو کھرچ ڈالنے سے بھی پاک ہو جائے گا اور یہ طریقہ صرف منی کے پاک کرنے کا ہے اور دوسری نجاست بغیر دھوئے یا چاٹے پاک نہ ہوگی۔(شامی،صفحہ ۲۲۶،ج ۱)

۶۔فصد کے مقام یا اور کسی عضو کو جو خون،پیپ کے نکلنے سے نجس ہو گیا اور دھونا نقصان کرتا ہو تو صرف تر کپڑے سے پونچھ دینا کافی ہے۔(شامی،صفحہ ۲۲۶،ج ۱)

۷۔ناپاک رنگ اگر جسم میں لگ جائے یا بال اس ناپاک رنگ سے رنگین ہو جائیں تو صرف اس قدر دھونا کہ پانی صاف نکلنے لگے کافی ہے اگرچہ رنگ دور نہ ہو۔شامی،صفحہ ۲۴۰،ج ۱)

۸۔ناپاک چیز اگر جلد کے اندر بھر دی جائے جیسا کہ ہندو اور بعض دیہات کے جاہل مسلمان کیا کرتے ہیں،جس کو ہمارے عرف میں گودنا کہتے ہیں تو وہ صرف دھوڈالنے سے پاک ہو جائے گا۔جلد چھیل کر اس رنگ کو نکالنا نہ چاہئے۔(شامی،صفحہ ۲۴۱،ج ۱)

۹۔اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہے اس کی جگہ پر رکھ کر جمایا جائے خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم پر کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اس کو نکالنا نہ چاہئے بلکہ وہ (۲) خود بخود پاک ہو جائے گا۔(شامی،صفحہ ۲۴۱،ج ۱)

اگرچہ ہم ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ اور ان کی پاک کرنے والی چیزیں نہایت عمدہ تفصیل سے لکھ چکے ہیں جس کے دیکھنے کے بعد ہر چیز کی پاکی و ناپاکی اور اس کے کرنے کے متعدد طریقے ہر شخص کو بہت آسانی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔اب ہم چاہتے ہیں کہ ایک نقشہ اس قسم کا بنا دیں جس کو دیکھ کر ہر شخص کو پاک کرنے کے طریقوں کی تعداد اور جو چیز جس جس طریقہ سے پاک ہو سکتی ہے اس کی کیفیت سے بخوبی واقف ہو جائے اور وہ مضامین جو اوپر لکھے گئے ہیں ایک اچھی صورت میں صفحہ دل پر نقش ہو جائیں۔

---

(۱) لیکن بلاعذر لڑکے کے منہ میں نجس پستان بغیر دھوئے دینا جائز نہیں اس لئے کہ مسلمانوں کو نجس چیز سے خود بچنا اور اپنے بچوں کو بچانا واجب ہے۔

(۲) اگرچہ یہ ناپاک ہے لیکن چونکہ اس کے علیحدہ کرنے سے تکلیف اور نقصان ہوگا اس لئے معاف ہے۔۱۲

وہ نقشہ یہ ہے

نمبر شمار	پاک کرنے والی چیزیں	پاک ہونے والی چیزیں
۱	**دھونا** خواہ پاک پانی سے ہو یا کسی ایسے بہنے والی چیز سے جو نجاست کو دور کر دے جیسے کیوڑہ گلاب اور دوسرے عرقیات بخلاف دودھ تیل وغیرہ کے کہ یہ بوجہ چکناہٹ کے نجاست کو دور نہیں کر سکتے	اس طریقے سے وہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں جن کی نجاست ذاتی نہیں ہے بلکہ کسی دوسری نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جاتی ہیں، نجاست غیر مرئیہ میں یہ طریقہ تین مرتبہ عمل لانا چاہئے اور مرئیہ میں صرف اسی قدر کہ وہ نجاست دور ہو جائے
۲	**حقیقت کا بدل جانا** خواہ جلانے سے یا کسی دوا سے یا اور کسی ترکیب سے	اس طریقہ سے تمام نجس چیزیں پاک ہو جاتی ہیں خواہ ان کی نجاست ذاتی ہو یا عارضی یعنی کسی دوسری نجاست کی وجہ سے
۳	**چاٹنا** خواہ انسان چاٹے کافر ہو یا مسلمان، عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بوڑھا یا کوئی ایسا جانور چاٹے جس کا جھوٹا پاک ہے	اس طریقہ سے صرف وہ ناپاک چیزیں پاک ہوتی ہیں کہ جن کی نجاست عارضی ہو جیسی عورت کا پستان ناپاک ہو جائے تو بچہ کے چاٹ نے سے پاک ہو جاتا ہے
۴	**آگ سے جلا دینا**	مٹی اور پتھر کی چیزیں یا وہ چیزیں جن میں مسام نہیں۔
۵	**تحت (چھیلنا)** خواہ چاقو، چھری، کھرپی وغیرہ سے یا ناخن سے یا اور کسی چیز سے یا رگڑ ڈالنے سے	اس طریقہ سے وہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں جو چمڑے سے بنی ہوں جیسے موزہ وغیرہ

۶	**مسح (پوچھنا)** تر کپڑے سے یا تر ہاتھ سے یا اور کسی تر چیز سے مثل روئی وغیرہ کے	اس سے وہ ناپاک چیزیں پاک ہو جاتی ہیں جن کو دھو نہ سکتے ہوں مثل اس زخم کے جس کو دھونا نقصان کرتا ہو۔
۷	**دلک (ملنا)** زمین پر ڈال کر یا خود اس پر مٹی چھوڑ کر	اس سے وہ ناپاک چیزیں جو چمڑے کے قسم سے ہوں پاک ہو جاتی ہیں۔
۸	**فرک (ہاتھ سے کھرچنا)**	یہ طریقہ صرف جسم اور کپڑے کو پاک کرتا ہے جو بوجہ منی لگ جانے کے ناپاک ہو گیا ہو منی خواہ مرد کی ہو یا عورت کی"
۹	**قلب (الٹ دینا)** یعنی نیچے کے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کر دینا بشرطیکہ نجاست کی بدبو باقی نہ رہے	اس طریقہ سے صرف ناپاک زمینیں پاک ہوتی ہیں
۱۰	**یبس (سوکھ جانا)** خواہ دھوپ سے یا آگ سے یا ہوا وغیرہ سے	یہ طریقہ صرف ان ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کا ہے جو زمین سے اگنے والی چیزیں ہوں بشرطیکہ اس پر لگی ہوں جیسے درخت، گھاس، ستون، دروازہ کی چوکھٹ، بازو وغیرہ۔
۱۱	**نزح (کنویں سے پانی نکالنا)**	اس طریقہ سے صرف کنویں کا باقی پانی اور کنویں کی مٹی اور اس کی اینٹیں اور وہ ڈول جس سے پانی نکالا گیا ہے اور پانی نکالنے والوں کے ہاتھ پیر پاک ہو جاتے ہیں۔

۱۲	ذبح (کسی جانور کو حلال کرنا)۔	اس طریقہ سے سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال پاک ہوجاتی ہے حرام ہوں یا حلال اور حلال جانوروں کا گوشت بھی پاک ہوجاتا ہے۔
۱۳	دباغت (چمڑے کی رطوبات کا دور کرنا) خواہ کسی دوا سے یا بغیر دوا کے اس طرح کہ اس کی بو جاتی رہے۔	اس طریقہ سے سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال پاک ہوجاتی ہے، حرام ہوں یا حلال، مردہ کی کھال ہو یا زندہ کی۔

متفرق مسائل

مسئلہ ۱:۔ جو چیزیں بغیر دھوئے پاک ہوجاتی ہیں، خواہ ملنے سے یا خشک ہونے سے وہ اگر کسی طرح تر ہوجائیں تو ناپاک نہ ہوں گی اور اسی طرح اگر یہ چیزیں کسی قلیل پانی میں گر جائیں وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔ (شامی، صفحہ ۲۲۹، ج ۱)

مسئلہ ۲:۔ نجاست نمازی کے جسم پر نہ ہو اور نہ اس کے جسم سے ملی ہوئی ہو اور نہ اس کپڑے پر ہو جس کو وہ پہنے ہوئے ہے اور نہ ایسی چیز پر ہو جس کا قیام وقرار نمازی کے جسم کی وجہ سے ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔

مثال (۱):۔ کسی جانور کے جسم پر نجاست ہو اور وہ نمازی کے سر پر آبیٹھے۔

مثال (۲):۔ خشک نجاست زمین پر ہو اور نمازی کا کپڑا اس پر پڑ جائے۔

مثال (۳):۔ بڑا لڑکا جو خود اٹھ بیٹھ سکتا ہو اور اس کے جسم پر نجاست ہو وہ نمازی کی گود میں آکر بیٹھ جائے۔ (شامی، صفحہ ۲۳۲، ج ۱، وطحطاوی، مراقی الفلاح، صفحہ ۸۵)

مسئلہ ۳:۔ کوئی چیز اگر ناپاک ہوجائے اور نجاست کا مقام یاد نہ رہے اور نہ کسی مقام خاص پر گمان غالب ہو تو ایسی صورت میں وہ چیز پوری دھونی چاہئے۔ (شامی، صفحہ ۲۳۹، ج ۱)

مسئلہ ۴:۔ ناپاک چیز ایسی کہ جو چکنی ہو جیسے تیل، گھی، مردار کی چربی، اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہوجائے گی۔ اگرچہ اس ناپاک چیز

کی چکناہٹ باقی ہو۔ (شامی، صفحہ ۲۴۱، ج ۱)

مسئلہ ۵:۔ ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے چھینٹیں اڑ کر کسی پر پڑ جائیں تو وہ پاک ہیں بشرطیکہ نجاست کا کچھ اثر ان چھینٹوں میں نہ ہو۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۸۵)

مسئلہ ۶:۔ کپڑا اگر ناپاک اور تر ہو مگر ایسا تر نہ ہو کہ نچوڑ سکیں تو اس میں اگر کوئی خشک کپڑا لپیٹ جائے تو وہ ناپاک نہ ہوگا۔ بشرطیکہ وہ ناپاک کپڑا عین نجاست سے ناپاک نہ ہو بلکہ ایسی چیز سے جس کو نجاست نے ناپاک کر دیا ہو جیسے ناپاک پانی اور اگر عین نجاست جیسے پیشاب وغیرہ سے ناپاک ہوا ہو تو پھر وہ خشک کپڑا جو اس سے لپٹ گیا ہے ناپاک ہو جائے گا۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۸۵)

مسئلہ ۷:۔ زمین یا اور کسی نجس چیز پر بھیگا کپڑا سوکھنے کو ڈال دیں یا ویسے ہی رکھ دیں تو ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ نجاست کا اثر اس میں نہ معلوم ہو، خواہ زمین وغیرہ خشک ہو یا تر۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۸۵ و عالمگیری)

مسئلہ ۸:۔ بکری یا اور جانوروں کے سر اور پیر پر ذبح کرنے کے بعد جو خون ہوتا ہے وہ جلا دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ ۹:۔ کتے کا لعاب اگر کسی برتن میں لگ جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ برتن خواہ مٹی کا ہو یا اور کسی چیز کا، لیکن سات بار دھونا بہتر ہے اور ایک بار اسی سات بار میں مٹی سے دھونا چاہیے۔

مسئلہ ۱۰:۔ دوہرا کپڑا یا روئی کا کپڑا اگر ایک جانب نجس ہو جائے اور ایک جانب پاک ہو تو کل ناپاک سمجھا جائے گا۔ نماز اس پر درست نہیں۔ (خزانۃ المفتین)

مسئلہ ۱۱:۔ پکتے ہوئے گوشت یا اور کسی پکتی ہوئی چیز میں نجاست پڑ جائے تو پاک نہیں ہو سکتا۔ (مراقی الفلاح، صفحہ ۸۶)

مسئلہ ۱۲:۔ مرغی یا اور کوئی پرند بیٹ چاک کرنے اور اس کی آلائش نکالنے سے پہلے پانی میں جوش دی جائے جیسا کہ آج کل انگریزوں اور ان کے ہم مشن ہندوستانیوں کا دستور ہے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔

استنجا کے (۱) مسائل

انسان کے اعضائے مخصوصہ پر پاخانہ پیشاب کے نکلنے سے جو نجاست لگ جاتی ہے اس کے پاک کرنے کے طریقے اور دوسری پاک چیزوں کے پاک کرنے کے طریقے میں کچھ فرق ہے۔اس لئے اس کے مسائل اور ان کے آداب علیحدہ بیان کئے جاتے ہیں۔

پیشاب پاخانہ جہاں درست نہیں

مسجد میں یا مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے۔ایسی جگہ پاخانہ یا پیشاب کرنا جہاں قبلہ (۲) کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا پڑے مکروہ تحریمی ہے خواہ جنگل ہو یا آبادی اور ایسی جگہ استنجا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔(شامی، خزانۃ المفتیین، مجمع الانہر)

چھوٹے بچوں کو پاخانہ پیشاب کے لئے ایسی جگہ بٹھلانا جہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ ہو ناجائز ہے اور اس کا گناہ بٹھلانے والے پر ہے۔(شامی، خزانۃ المفتیین، طحطاوی)

چاند، سورج کی طرف پاخانہ پیشاب کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔(شامی)

راکد قلیل پانی میں پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے اور راکد کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔(مراقی الفلاح، صفحہ ۲۹ و شامی و درمختار)

برتن میں پاخانہ پیشاب کر کے پانی میں ڈالنا یا ایسی جگہ پاخانہ پیشاب کرنا جہاں سے بہہ کر پانی میں چلا جائے مکروہ (۳) ہے۔(شامی)

نہر اور تالاب وغیرہ کے کنارے پاخانہ پیشاب کرنا مکروہ ہے۔اگر نجاست اس میں نہ گرے اور اسی طرح ایسے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں اور اسی طرح پھل پھول والے درخت کے نیچے جاڑوں میں جس جگہ دھوپ لینے کو لوگ بیٹھتے ہوں، جانوروں کے درمیان میں مسجد اور عیدگاہ کے اس قدر قریب جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہو، قبرستان میں یا

(۱) اس بیان میں بعضے الفاظ اس قسم کے آئیں گے جن کے معنی بیان کئے گئے جیسے سنت، مکروہ وغیرہ ان کے معنی نجاست حکمیہ کے بیان میں لکھے جائیں گے۔

(۲) حاصل یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص بھولے سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھ جائے اور درمیان میں یاد آئے تو اسی حالت میں اس کو چاہئے کہ دوسری طرف پھر کر بیٹھ جائے۔قبلہ کی طرف ایسی حالت میں منہ یا پیٹھ کرنا قبلہ کی بے تعظیمی ہے۔۱۲(شامی)

(۳) البتہ جو لوگ دریا کا سفر کرتے ہیں ان کو بوجہ مجبوری جائز ہے۔۱۲(شامی)

ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں، راستہ (۱) میں ہوا کے رخ پر، سوراخ میں، راستہ کے قریب اور قافلہ یا کسی مجمع کے قریب مکروہ تحریمی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ایسی جگہ جہاں لوگ بیٹھتے اٹھتے ہوں اور ان کو تکلیف ہو اور ایسی جگہ جہاں سے بہہ کر اپنی طرف آئے مکروہ ہے۔ (شامی، خزانۃ المفتیین)

پیشاب پاخانہ کے وقت جن اُمور سے بچنا چاہئے

بات کرنا، بلاضرورت کھانسنا، کسی آیت یا حدیث اور متبرک چیز کا پڑھنا، ایسی چیز جس پر خدا یا نبی یا کسی فرشتہ یا کسی معظم کا نام ہو یا کوئی آیت یا حدیث یا دعا لکھی ہوئی ہو اپنے ساتھ رکھنا، بلاضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا، تمام کپڑے اتار کر برہنہ ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا، داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا۔ (خزانۃ المفتیین، شامی، مراقی الفلاح)

جن چیزوں سے استنجا درست نہیں

ہڈی، کھانے کی چیزیں، لید اور کل ناپاک چیزیں، وہ ڈھیلہ یا پتھر جس سے ایک مرتبہ استنجا ہو چکا ہو، پختہ اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، لوہا، چاندی، سونا، پیتل وغیرہ، کوئلہ، چونا۔ (مراقی الفلاح)

اور ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جو نجاست کو صاف نہ کرے جیسے سرکہ وغیرہ۔ (طحطاوی و خزانۃ المفتیین)

وہ چیزیں جس کو جانور وغیرہ کھاتے ہوں، جیسے بھس اور گھاس وغیرہ اور ایسی چیزیں جو قیمت (۱) والی ہوں۔ خواہ تھوڑی قیمت ہو یا بہت ہو۔ جیسے کپڑا، عرق (۲) وغیرہ۔ آدمی کے اجزاء جیسے بال، ہڈی، گوشت وغیرہ، حیوان کا وہ جز جو اس سے متصل ہو، مسجد کی چٹائی یا کوڑا یا جھاڑو وغیرہ، درختوں کے پتے، کاغذ، خواہ لکھا (۳) ہوا ہو یا سادہ، زمزم کا پانی، وضو کا بچا ہوا پانی، دوسرے کے مال سے بلا اس کی اجازت و رضامندی کے خواہ وہ پانی ہو یا کپڑا یا اور کوئی چیز، روئی تمام ایسی چیزیں جن سے انسان یا ان کے جانور نفع اٹھائیں۔

ان تمام چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ (شامی و طحطاوی)

---

(۱) اس سے عام راستہ مراد ہے۔ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ بہت لوگ اس راستہ سے گزرتے ہوں یا کم۔ ۱۲

(۱) قیمتی چیز سے استنجا کرنا اس وقت مکروہ ہے جب یہ خیال ہو کہ استنجا کرنے سے وہ چیز بالکل بیکار ہو جائے گی یا اس کی قیمت کم ہو جائے گی اور اگر استنجا کرنے کے بعد دھونے سے وہ چیز کام میں آسکے اور قیمت اس کی کم نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

(۲) عرق سے استنجا اگر کر لیا جائے تو درست ہے، لیکن چونکہ اس میں مال ضائع ہوتا ہے اس وجہ سے مکروہ ہے۔ ۱۲

(۳) خواہ اس پر انگریزی لکھی ہو یا ناگری یا فلسفہ یا کوئی چیز ہو ہر حال میں اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ ۱۲

جن چیزوں سے استنجا بلا کراہت درست ہے

پانی، مٹی کا ڈھیلا(۱)، پتھر، کپڑا اور کل وہ چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کر دیں۔ بشرطیکہ مال اور محترم نہ ہوں۔ (درمختار و مراقی الفلاح و خزانۃ المفتیین)

استنجا کا طریقہ

جس شخص کو پاخانہ یا پیشاب کی ضرورت ہو اس کو چاہئے کہ اس سے پہلے کہ وہ اس کو مجبور کر دے اٹھے اور کسی علیحدہ مکان میں جائے اور اگر جنگل میں جائے تو اتنی دور نکل جائے کہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جائے اور ننگے سر نہ ہو۔ جب پاخانہ کے دروازے پر پہنچے تو بسم (۱) اللہ انی اعوذ بک من الخبث والخبائث پڑھے اور پاخانہ میں پہلے بایاں پیر رکھے اور بیٹھنے کے بعد اپنے جسم کو کھولے اور بائیں پیر پر زور دے کر پیر پھیلا کر بیٹھے اور اپنے خیال کو پاخانہ کے سوا اور کسی طرف نہ لے جائے۔ خاص کر دین کی باتوں کی طرف اور اس حالت میں کسی سے بات نہ کرے۔ یہاں تک کہ سلام یا سلام کا جواب یا چھینک کے بعد الحمد اللہ بھی نہ کہے اور اذان کا جواب بھی نہ دے اور اپنے جسم خصوصاً شرم گاہ کو نہ دیکھے اور نہ پاخانہ پیشاب کو اور پاخانہ پیشاب میں نہ تھوکے اور بلا ضرورت زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے اور نہ اپنے بدن سے شغل کرے اور نہ نگاہ کو اونچا اٹھائے بلکہ نہایت شرم و حیا کی حالت میں بیٹھے اور اس امر کی کوشش کرے کہ اپنی ضرورت سے اچھی طرح فارغ ہو جائے اور فارغ ہونے کے بعد بقدر ضرورت ڈھیلوں کا استعمال کرے اور اس طرح کہ پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کو اور تیسرا پھر پہلے کی طرح بشرطیکہ گرمی کا زمانہ ہو ورنہ ڈھیلا پیچھے سے آگے کو اور دوسرا اس کے خلاف اور تیسرا پہلے کی طرح اور یہ صورتیں مردوں کے لئے ہیں۔ عورتوں کو ہر زمانہ میں دوسری صورت کے موافق کرنا چاہئے اور کھڑے ہونے سے پہلے اپنے جسم کو بند کر لے اور نکلتے وقت پہلے داہنا پیر نکالے اور بعد نکلنے کے یہ دعا پڑھے غفرانک (۲) اللّٰھم الحمد للہ الذی اذھب عنی مایوذینی

---

(۱) اس میں یہ شرط ہے کہ نہ بہت کھردرا ہو جو تکلیف دے نہ ایسا چکنا جو نجاست کو دور نہ کر سکے۔ (مراقی الفلاح)

(۱) ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے وسیلے سے ناپاکی اور ناپاک چیزوں سے۔

(۲) ترجمہ اس کا یہ ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری بخشش چاہتا ہوں۔ سب تعریفیں اسی اللہ کو، جس نے دور کر دی مجھ سے وہ چیز جو مجھ کو تکلیف دیتی اور باقی رکھی وہ چیز جو مجھ کو فائدہ کرتی ہے۔ انسان جو غذا کھاتا ہے اس کا فضلہ دفع ہو جاتا ہے اور اگر نہ دفع ہو تو بیماری کا خوف ہے اور خون وغیرہ جو اس سے بنتا ہے باقی رہتا ہے اگر نہ رہے تو زندگی کی کوئی صورت نہیں۔

وامسک مایعنی اس کے بعد ڈھیلے سے اتنی دیر تک استنجا کرے کہ پھر قطرہ آنے کا شبہ نہ رہے اور پورا اطمینان ہو جائے خواہ حرکت کرنے اور چلنے سے یا اور کسی طرح، پھر جب ڈھیلے سے استنجا کر چکے تو پانی سے استنجا کرے۔ پانی سے استنجا کرنے کے لئے کسی دوسری جگہ جائے اور پہلے اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے اور جسم کھلنے سے پہلے یہ دعا پڑھے بسم (۱) اللہ العظیم وبحمدہ الحمد للہ علی دین الاسلام اللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۔ پھر پانی سے پہلے اپنے پاخانہ کے مقام کو دھوئے۔ اس کے بعد پیشاب کے مقام کو اور مبالغہ کے ساتھ استنجا کرے۔ اس طرح کہ نجاست کی بو جاتی رہے اس کے بعد اپنا ہاتھ زمین یا مٹی سے مل کر تین مرتبہ دھوئے اور کوئی کپڑا وغیرہ ہو تو اس سے اپنے جسم کے پانی کو صاف کرے۔ پھر پاجامہ یا ازار باندھ لے اور اس کے بعد نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔ الحمد للہ (۲) الذی جعل الماء طھوراً فالاسلام نوراً قائد او دلیلا الی اللہ والی جنات النعیم اللّٰھم حصن فرجی وطھر قلبی ومحض ذنوبی۔ (شامی)

(استنجا کے احکام)

(۱) استنجا کرنا سنت موکدہ ہے بشرطیکہ اپنے نکلنے کی جگہ سے نہ بڑھے اور اگر اپنی جگہ سے بڑھ جائے خواہ درہم (۳) سے یا زیادہ تو اس کا دھونا فرض ہے۔ (مراقی الفلاح)

(۲) جس جگہ پاخانہ پیشاب کیا جائے اگر وہاں سے کوئی شخص بے استنجا کئے اٹھ جائے اور اس وجہ سے نجاست اپنی جگہ سے بڑھ جائے تو استنجا کرنا واجب ہے اور اگر نہ بڑھے تو مسنون (۴) ہے۔

(۳) فصد اور خروج ریح اور سونے کے بعد استنجا کرنا بدعت ہے۔

---

(۱) بزرگ خدا کا نام لے کر اور اس کی تعریف کر کے اللہ کا شکر ہے کہ دین اسلام پر اے اللہ مجھ کو اس گروہ سے کر جو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور نجاستوں سے پاک رہتے ہیں اور نہ ان کو کچھ خوف ہوتا ہے نہ رنج۔۱۲

(۲) اللہ کا شکر ہے کہ اس نے پانی کو پاک کرنے والا بنایا اور اسلام کو ایسی روشنی بنایا کہ جس کے ذریعہ سے اس کی بارگاہ تک رسائی ہوتی ہے اور جنت ملتی ہے۔ اے اللہ شرمگاہ کو گناہ سے بچا اور میرے دل کو پاک کر اور میرے گناہوں کو معاف فرما۔۱۲

(۳) یہ مذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور قاضی ابو یوسف اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہما درہم سے کم کو فرض نہیں سمجھتے تاوقتیکہ درہم سے زیادہ نہ ہو۔۱۲

(۴) بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ اگر بغیر استنجا کئے ہوئے اٹھ جائے تو اس کو استنجا کرنا واجب ہے۔ خواہ نجاست بڑھے یا نہ بڑھے صحیح نہیں۔۱۲

(۴) جو پاک چیز پاخانہ کے مقام سے نکلے جیسے کوئی کنکری یا دانہ وغیرہ تو اس کے بعد استنجا کرنا بدعت ہے بشرطیکہ اس پر نجاست نہ لگی ہو۔ (۱)

(۵) جب کوئی ناپاک چیز پاخانہ پیشاب کے مقام سے نکلے تو اس کے بعد استنجا کرنا چاہئے، خواہ وہ پاخانہ پیشاب ہو یا اس کے سوا جیسے خون، پیپ وغیرہ۔

(۶) پاخانہ پیشاب کے مقام پر کسی دوسرے کی نجاست لگ جائے تو اس کا دھونا پانی سے فرض ہے اور اگر ڈھیلا، پتھر وغیرہ سے استنجا کرے تو درست نہیں۔

(۷) نجاست اگر ایسی خشک ہو جائے جو ڈھیلے سے نہ چھوٹ سکے تو پھر صرف پانی سے استنجا کرنا چاہئے۔

(۸) استنجا میں طاق عدد کا استعمال مسنون ہے۔ خواہ وہ تین ہوں یا پانچ یا سات، لیکن کم سے کم اس قدر ضرور ہوں جن سے وہ نجاست دور ہو جائے اور یہ شرط ہے کہ تین سے کم نہ ہوں اگرچہ اس سے کم میں بھی نجاست دور ہو سکتی ہے۔

(۹) بعد ڈھیلے کے پانی سے استنجا (۲) کرنا مسنون (۳) ہے۔

نجاستِ حکمیہ سے پاک ہونے کا طریقہ

نجاست حکمیہ کی ایک قسم یعنی حدث اصغر کی طہارت وضو اور تیمّم سے ہوتی ہے اور دوسری قسم یعنی حدث اکبر کی طہارت غسل اور تیمّم سے ہوتی ہے اس لئے پہلے ایک مقدمہ لکھا جاتا ہے جس میں وضو، تیمّم اور غسل کے اصطلاحی (۴) الفاظ کے معانی ظاہر کئے جائیں گے۔ اس کے بعد ہر ایک کا بیان بہ تفصیل لکھا جائے گا۔

---

(۱) اور اگر اس پر نجاست لگی ہوئی ہو تو بوجہ اس نجاست کے استنجا کرنا ہوگا۔ ۱۲

(۲) پانی اور ڈھیلے دونوں سے استنجا کرنا مسنون ہے اور اگر دونوں سے نہ ہو سکے تو پانی سے استنجا کرنا بہ نسبت ڈھیلے وغیرہ کے بہتر ہے۔ ۱۲

(۳) اس میں یہ شرط ہے کہ تنہائی میں استنجا کیا جائے تاکہ دوسرا کوئی اس کے جسم کو نہ دیکھے اور اگر کہیں اتفاق سے ایسا موقع ہو کہ تنہائی نہ ہو سکے تو پھر پانی سے استنجا کرنا چاہئے اس لئے کہ ستر کا دوسرے شخص کو دکھلانا حرام ہے۔ البتہ مرد کو اپنی عورت اور عورت کو اپنے شوہر کے سامنے استنجا کرنا جائز ہے۔ ۱۲

(۴) چند الفاظ کا استعمال نواقض وضو میں ہوتا ہے ان کو وہیں بیان کریں گے۔ ۱۲

مقدمہ

جو احکام الٰہی بندوں کے افعال و اعمال کے متعلق ہیں۔ ان کی آٹھ قسمیں ہیں۔

(۱) فرض، (۲) واجب، (۳) سنت، (۴) مستحب، (۵) حرام، (۶) مکروہ تحریمی، (۷) مکروہ تنزیہی، (۸) مباح

(۱) فرض وہ فعل ہے جس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق مستحق عذاب اور اس کا منکر کافر ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ فرض عین اور کفایہ۔

(۲) فرض عین۔ جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے اور جو شخص بلا عذر چھوڑ دے وہ فاسق اور مستحق عذاب ہے جیسے پنج وقتی اور جمعہ کی نماز وغیرہ۔

(۳) فرض کفایہ۔ جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی نہ کرے تو سب گناہگار ہوں گے۔ جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ۔

(۴) واجب وہ فعل ہے جس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ بشرطیکہ بلا کسی تاویل اور شبہ کے چھوڑے اور جو شخص اس کو ہلکا سمجھ کر چھوڑ دے وہ گمراہ ہے اور منکر اس کا کافر نہیں۔

(۵) سنت۔ وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ۔

(۶) سنت موکدہ۔ وہ فعل جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو لیکن ترک کرنے والے پر کسی قسم کا رجز اور تنبیہ نہ کی ہو اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب ہے۔ یعنی بلا عذر چھوڑنے والا اور اس کی عادت کرنے والا فاسق اور گناہگار ہے اور نبی ﷺ کی شفاعت (۱) سے محروم رہے گا۔ ہاں اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں مگر واجب کے چھوڑنے میں بہ نسبت اس کے چھوڑنے کے گناہ زیادہ ہے۔

---

(۱) حدیث شریف میں ہے من ترک سنتی لم ینل شفاعتی (جس نے میری سنت چھوڑ دی وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔) ۱۲

۷۔سنت غیر موکدہ۔وہ فعل جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور بلاعذر کبھی ترک بھی کیا ہو اور اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں اور اس کو سنت زائد اور سنت عادیہ بھی کہتے ہیں۔

۸۔مستحب۔وہ فعل جس کو نبی ﷺ نے کیا لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اس کو فقہاء کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔

۹۔حرام۔وہ فعل جس کا عذر کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق اور منکر اس کا مثل فرض (۱) کا منکر کافر ہے۔

۱۰۔مکروہ تحریمی۔وہ فعل جس کا بغیر عذر کے کرنا باعث گناہ اور اس کا منکر واجب کے منکر کی طرح کافر نہیں بہ لحاظ عمل کے واجب اور مکروہ تحریمی برابر ہیں۔فرق صرف اعتقاد کا ہے۔یعنی انکار حرام کفر ہے اور مکروہ تحریمی کا انکار کفر نہیں۔

۱۱۔مکروہ تنزیہی (۲)۔وہ فعل جس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں عذاب نہیں۔

۱۲۔مباح۔وہ نفل جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

۱۳۔جنابت۔مرد یا عورت کی وہ حالت جس میں اس پر غسل فرض ہو جائے بشرطیکہ حیض و نفاس سے نہ ہو۔

ف۔ہم مرد اور عورت کے عضو مخصوص کو خاص حصہ میں لکھیں گے اور پاخانہ کے مقام کو مشترکہ حصہ میں۔

---

(۱) فرض مثل حرام کے ہے۔فرق اتنا ہے کہ فرض کا کرنا ضروری ہے اور حرام کا نہ کرنا اسی طرح واجب ہے اور مکروہ تحریمی یکساں ہیں اور مستحب اور مکروہ تنزیہی یکساں ہیں۔۱۲

(۲) مستحب کا چھوڑنا مکروہ تنزیہی نہیں یعنی یہ کلیہ نہیں کہ مستحب کا ترک مکروہ تنزیہی ہو ہاں اگر کراہت کی کوئی دلیل ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔۱۲

وضو کا بیان

صحیح یہ ہے کہ وضو اگلی امتوں میں بھی تھا، اس امت کے ساتھ نہیں۔(۱)(عمدۃ القاری)

(۱) نبی ﷺ نے طہارت کو (جس کا ایک فرد وضو ہے) نصف ایمان فرمایا۔(ترمذی)

ایمان کے دو حصے ہیں۔(۱) اعتقاد اور (۲) عمل۔ عمل کا بڑا حصہ یعنی نماز طہارت پر موقوف ہے، اس لئے اس کو نصف ایمان فرمایا گیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ وضو کرنے سے اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں کو معاف کرتا ہے اور آخرت میں بڑے مرتبے دیتا ہے اور وضو کرنے سے تمام بدن (۲) کے گناہ نکل جاتے ہیں۔(بخاری و مسلم)

(۳) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مسنون طریقے سے وضو کرے اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، جس دروازے سے چاہے جائے۔(مسلم)

(۴) نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کہہ کر پکاری جائے گی۔ یہ اس لئے کہ وضو کا پانی جن اعضاء پر پڑتا ہے وہ اعضاء قیامت کے دن نہایت چمکدار روشن ہو جائیں گے۔(بخاری و مسلم)

بعض احادیث میں ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کو قیامت کے دن پہچان لوں گا۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت　　اتنے کثیر مجمع میں آپ کیسے پہچان لیں گے؟ ارشاد ہوا کہ ایک پہچان ہوگی وہ یہ کہ وضو کی وجہ سے ان کے ہاتھ پیر چمکتے ہوں گے۔

(۵) باوضو رہنے سے آدمی شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ احادیث میں ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا سوائے مومن کامل کے اور کسی سے نہیں ہو سکتا۔

---

(۱) ہاں اعضائے وضو کا روشن ہو جانا اس امت کے ساتھ خاص ہے۔۱۲

(۲) بعض احادیث میں ہے کہ منہ دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو آنکھ سے ہوئے تھے اور ہاتھ دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو ہاتھ سے ہوئے تھے اور پیر دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو پیر سے ہوئے تھے۔ گویا میل کے ساتھ گناہ بھی ڈھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آدمی وضو کے بعد گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور حدیث سے آنکھ اور پیر ہاتھ کی تخصیص سے یہ گمان نہ ہونا چاہئے کہ اور اعضائے گناہ معاف نہیں ہوتے اس لئے کہ بعد میں یہ فرمایا گیا ہے کہ بعد وضو کے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری حدیثوں میں بدن کا لفظ ہے جو تمام اعضاء پر بولا جاتا ہے۔۱۲

(۶) باوضو نماز کے لئے مسجد جانے میں ہر قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور ثواب ملتا ہے۔
(۷) باوضو مسجد میں نماز کا انتظار کرنے سے جتنا وقت انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے اور نماز کا ثواب ملتا ہے۔

وضو کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان (۱) ہونا، کافر پر وضو واجب نہیں۔
(۲) بالغ ہونا، نابالغ پر وضو واجب نہیں۔
(۳) عاقل ہونا، دیوانہ، مست اور بے ہوش پر وضو واجب نہیں۔
(۴) پانی کے استعمال (۲) پر قادر ہونا، جس شخص کو پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو اس پر وضو واجب نہیں۔
(۵) نماز کا اس قدر وقت باقی رہنا کہ جس میں وضو اور نماز کی گنجائش ہو۔ اگر کسی شخص کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر وضو واجب نہیں۔ مثلاً کوئی کافر ایسے وقت اسلام لایا کہ وضو اور نماز دونوں کی گنجائش نہیں کوئی نابالغ ایسے تنگ وقت بالغ ہوا۔

وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ تمام اعضاء پر پانی کا پہنچ جانا، اگر کوئی جگہ بال کے برابر بھی خشک رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔
۲۔ جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جس کی وجہ سے جسم پر پانی نہ پہنچ سکے۔
مثلاً اعضائے وضو پر چربی یا خشک موم لگا ہو۔ انگلی میں تنگ انگوٹھی ہو۔
۳۔ جن حالتوں میں وضو جاتا رہتا ہے اور جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں، حالت وضو میں ان چیزوں کا ہونا بشرطیکہ وہ شخص معذور (۳) نہ ہو۔ حیض یا نفاس والی عورت وضو کرے تو درست نہیں۔ جنب اگر وضو کرے تو نہ ہوگا، پاخانہ، پیشاب کرتے وقت کرے تو نہ ہوگا۔

---

(۱) اس لئے کہ وضو عبادت ہے اور کافروں کو عبادت کا حکم نہیں دیا گیا نہ ان کی عبادت قبول ہوتی ہے۔ جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔۱۲
(۲) پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورتیں تیمم کے بیان میں آئیں گی۔۱۲
(۳) معذور کا وضو ان حالتوں کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے جیسے کسی کو پیشاب کا مرض ہو کہ ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہے تو اس کا وضو اسی حالت میں درست ہے۔۱۲

(وضو کے احکام)

وضو فرض ہے نماز کے لئے۔ نفل ہو یا سنت، واجب ہو یا فرض، جنازہ کی نماز ہو یا سجدہ تلاوت۔

واجب ہے کعبہ مکرمہ کے طواف کے لئے۔ قرآن مجید چھونے کے لئے۔

سنت ہے سوتے وقت، غسل سے پہلے۔

مستحب ہے اذان، تکبیر کے وقت، خطبہ پڑھتے وقت، خواہ نکاح کا ہو یا جمعہ کا یا اور کسی چیز کا اور علم دین کی تعلیم کے وقت، دین کی کتابیں چھوتے وقت، سلام یا سلام کا جواب دیتے وقت، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے وقت، سوا ٹھنے کے بعد، اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد، میت کو غسل دینے کے بعد، جنازہ اٹھانے کے لئے، ہر وقت باوضو رہنا، نبی ﷺ کی زیارت کے لئے، عرفات (۱) میں ٹھہرنے کے لئے، سعی، صفا (۲) مروہ کے لئے، جنب کو قبل غسل کھانا کھانے کے لئے اور اپنی زوجہ سے خواہش پوری کرنے کے لئے وہ حالتیں (۳) ہیں جن میں ہمارے نزدیک وضو نہیں جاتا اور دوسرے ائمہ کے نزدیک جاتا رہتا ہے۔ حیض یا نفاس والی عورت کو ہر نماز کے وقت وضو کرنا۔

وضو کا مسنون و مستحب طریقہ

وضو کے لئے کسی مٹی کے برتن میں پانی لے کر اونچے مقام پر قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ وضو خاص اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ثواب کے لئے کرتا ہوں۔ بدن کا صاف کرنا، منہ ہاتھ کا دھونا مجھے مقصود نہیں۔ یہی ارادہ ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت رہے۔ پھر بسم (۴) اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام پڑھ کر داہنے چلو میں پانی لے اور دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک مل مل کر دھوئے، اسی طرح تین بار کرے۔ پھر داہنے ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر کلی کرے اور مسواک کو داہنے ہاتھ میں اس طرح پکڑ کر چھوٹی انگلی مسواک کے ایک سرے پر اور انگوٹھا مسواک کے دوسرے سرے کے قریب اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر ہوں،

---

(۱) عرفات کے قریب ایک مقام ہے، حاجی لوگ نویں تاریخ کو وہاں ٹھہرتے ہیں۔ ۱۲

(۲) صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں، ان کے درمیان میں حاجی دوڑتے ہیں۔ اسی دوڑ نے کو صفا مروہ کہتے ہیں۔ ۱۲

(۳) صورتیں وہاں ذکر کی جائیں گی جہاں وہ چیزیں لکھی جائیں گی جن سے وضو نہیں جاتا۔ ۱۲

(۴) اللہ کا نام لے کر اور اس کا شکر ہے اپنے مسلمان ہونے پر۔ ۱۲

اوپر کے دانتوں کے طول میں داہنی طرف سے ملتا ہوا بائیں طرف لائے، پھر اسی طرح نیچے کے دانتوں کو ملے۔ پھر مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑ ڈالے اور دھو کر اسی طرح ملے۔ اس طرح تین بار کرے۔ اس کے بعد دو کلیاں اور کرے تاکہ تین کلی پوری ہو جائیں، تین سے زیادہ بھی نہ ہوں۔ کلی اس طرح کرے کہ پانی حلق (۱) تک پہنچ جائے اگر روزہ دار نہ ہو۔ کلی کرتے وقت بعد بسم اللہ کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے۔ **اللّٰھم** (۲) **اعنی علی تلاوۃ القرآن وذکرک وشکرک وحسن عبادتک**۔ ناک میں پانی لیتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے **اللّٰھم** (۳) **ارحنی رائیحۃ الجنۃ ولا ترحنی رائیحۃ النار** پھر داہنے ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ناک میں اس طرح کہ نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے، اگر روزہ دار نہ ہو اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔ اس طرح تین بار کرے اور ہر بار نیا پانی ہو پھر دونوں چلوؤں میں پانی لے کر تمام منہ کو مل کر دھوئے، اس طرح کہ کوئی جگہ بال برابر بھی چھوٹنے نہ پائے۔ پھر اگر محرم نہ ہو تو داڑھی کا خلال کرے۔ اس طرح کہ داہنے چلو میں پانی لے کر داڑھی کی جڑ کو تر کرے اور ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب لے جائے۔ اسی طرح دو مرتبہ اور منہ دھوئے اور داڑھی کا خلال کرے تاکہ تین مرتبہ دھل جائے اور تین بار داڑھی کا خلال ہو جائے۔ تین بار سے زیادہ نہ ہونے پائے اور منہ دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے۔ **اللھم** (۴) **بیض وجھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ** پھر داہنے چلو میں پانی لے، کہنیوں تک بہادے اور مل کر دھوئے کہ ایک بال برابر بھی خشک نہ رہ جائے اور مرد کے ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو وہ اس کو حرکت دے لے، اگرچہ انگوٹھی ڈھیلی ہو اور اسی طرح عورت اپنے چھلوں، آرسی، کنگن، چوڑی وغیرہ کو اس طرح دو بار داہنے ہاتھ کو اور دھوئے، پھر اسی طرح تین بار بائیں ہاتھ کو دھوئے اور داہنا ہاتھ دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے **اللھم اعطنی** (۵) **کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسرا** بایاں ہاتھ دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے۔ **اللھم** (۶) **لاتعطنی**

---

(۱) اس کو ہمارے عرف میں غرغرہ کہتے ہیں۔ ۱۲

(۲) اے اللہ میری مدد کر قرآن کے پڑھنے اور تیرا ذکر و شکر اور تیری عبادت کرنے میں۔ ۱۲

(۳) اے اللہ مجھ کو جنت کی خوشبو سنگھا اور دوزخ کی بدبو سے بچا۔ ۱۲

(۴) اے اللہ میرا منہ روشن کر جس دن کہ بعضوں (ایمانداروں) کے منہ روشن ہوں گے۔ یعنی قیامت کے دن۔ ۱۲

(۵) اے اللہ میرا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان کرنا۔ یہ نیکوں کے لئے ہوگا۔ ۱۲

(۶) اے اللہ میرا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں اور پیچھے سے نہ دینا۔ ۱۲

کتابی بشمالی ولا من وراء ظهری ۔ پھر دونوں ہاتھوں کوتر کر کے پورے سر کا مسح اس طرح کرے کہ دونوں ہتھیلیاں معہ انگلیوں کے سر کے اگلے حصے پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جائے اور پھر پیچھے سے آگے لے آئے اور انہیں ہاتھوں سے اگر خشک نہ ہو گئے ہوں تو دوسری دفعہ تر کر کے کانوں کا مسح کرے ۔ اس طرح کہ چھوٹی انگلی دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالے اور سر کا مسح کرتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے ۔ اللھم (۱) اظلنی تحت عرشک یوم لاظل الاظل عرشک اور سر کا مسح ایک ہی بار کرے اور کانوں کے مسح کے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے ۔ اللھم (۲) اجعلنی من الذین یسمعون القول فیتبعون احسنه ۔ پھر داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے پہلے داہنا پیر تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کا بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال کرتا جائے بائیں پیر کا خلال بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کرے ۔ داہنا پیر دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے ۔ اللھم (۳) ثبت قدمی علی الصراط المستقیم یوم تنزل الاقدم ۔ اور بایاں پیر دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے ۔ اللھم (۴) اجعل ذنبی مغفورا وسعی مشکوراً وتجارتی لن تبوراً اب وضو تمام ہو چکا اور وضو خود ہی کرے ، کسی دوسرے سے نہ کرائے اور ایک عضو دھونے کے بعد فوراً دوسرا عضو دھو ڈالے کہ پہلا عضو باوجود ہوا اور جسم کے معتدل ہونے کے خشک نہ ہونے پائے ۔ اگر وضو سے کچھ پانی بچ جائے تو کھڑے ہو کر پی لے اور کلمہ شہادت پڑھ کر یہ دعا پڑھے ۔ اللھم (۵) اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین اور انا انزلناہ کی سورت پڑھے ۔ یہی وضو ہے کہ جس کی نسبت نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی میرا ایسا وضو کرے اور اگر کوئی میرا (۶) ایسا وضو کرے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۔

یہ نقشہ اس لئے کھینچا جاتا ہے کہ ناظرین کو اجمالی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس طریقے میں کون کون امور فرض ہیں اور کون واجب اور کون سنت اور کون مستحب ۔ اس نقشہ کے بعد انشاء اللہ ہر ایک کا بیان بالتفصیل بھی کیا جائے گا ۔

---

(۱) اے اللہ مجھ کو قیامت میں اپنے عرش کے زیر سایہ رکھ ۔۱۲
(۲) اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر کہ جو باتیں سن کر نیک بات پر عمل کرتے ہیں ۔۱۲
(۳) اے اللہ قیامت میں مجھے ثابت قدم رکھ ۔۱۲
(۴) اے اللہ میرے گناہوں کو معاف اور میری کوشش قبول کر اور میری تجارت کو ترقی دے ۔۱۲
(۵) اے اللہ مجھے توبہ اور طہارت نصیب کر ۔۱۲
(۶) اسی طرح مکرر بخاری میں ہے ۔۱۲

نقشہ

مکروہات ۹ ہیں	(۱) جو چیزیں مستحب ہیں ان کے خلاف کرنا (۲) پانی میں اسراف (۳) پانی میں کمی (۴) وضو میں بلا عذر دنیاوی بات کرنا (۵) اعضائے وضو کے علاوہ اعضاء کا بلا ضرورت دھونا (۶) اعضائے وضو پر زور سے چھینٹا مارنا (۷) تین بار سے زیادہ اعضاء کو دھونا (۸) نئے پانی سے تین بار سر کا مسح (۹) وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی جھٹکنا
مستحبات پندرہ ہیں	(۱) وضو کرنے کے لئے اونچے مقام پر بیٹھنا (۲) قبلہ رو ہونا (۳) مٹی کے برتن سے وضو کرنا (۴) خود ہی کرنا (۵) فرض واجب کی حد سے زیادہ اعضاء کو دھونا (۶) داہنے ہاتھ سے کلی اور ناک میں پانی لینا (۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۸) ڈھیلی انگوٹھی کا حرکت دینا (۹) کانوں کے مسح کے وقت چھوٹی انگلی کانوں کے سوراخ میں ڈالنا (۱۰) ہر عضو دھوتے یا مسح کرتے وقت بسم اللہ اور کلمۂ شہادت پڑھنا (۱۱) وضو میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں ان کا پڑھنا (۱۲) بعد وضو کے دعائے ماثورہ اور انا انزلنا پڑھنا (۱۳) پیر دھوتے وقت بائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا (۱۴) اور داہنے ہاتھ سے ملنا (۱۵) جاڑوں میں پہلے ہاتھ پاؤں کا تر کر لینا۔
سنتیں پندرہ ہیں	(۱) وضو کی نیت کرنا (۲) بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ کر وضو کرنا (۳) منہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹو تک دھونا (۴) تین بار کلی کرنا (۵) مسواک کرنا (۶) تین بار ناک میں پانی لینا (۷) غیر محرم کو تین مرتبہ ڈاڑھی کا خلال کرنا (۸) ہاتھوں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا (۹) ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال (۱۰) پیر کی انگلیوں کا خلال (۱۱) پورے سر کا مسح (۱۲) کانوں کا مسح (۱۳) ہر عضو کا تین بار پے در پے اعضاء کا دھونا (۱۴) دھونے کے وقت اعضاء کا ملنا (۱۵) ترتیب وار وضو کرنا

واجبات ۴ ہیں	(۱) اعضائے وضوء کو جن بالوں سے چھپایا ہوا ان کا دھونا (۲) کہنیوں کا دھونا (۳) ٹخنوں کا دھونا (۴) چوتھائی سر کا مسح
فرائض ۴ ہیں	(۱) تمام منہ ایک مرتبہ دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک ایک مرتبہ دھونا (۳) سر کے کسی جزء کا مسح کرنا (۴) دونوں پیروں کا ٹخنوں تک ایک مرتبہ دھونا۔

وضو کے فرائض

وضو میں چار فرض ہیں۔ (۱) منہ کا دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کا دھونا۔ (۳) سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پیروں کا دھونا۔ انہیں چاروں چیزوں کا نام وضو ہے۔

پہلا فرض:۔ تمام (۱) منہ کا ایک مرتبہ دھونا، خواہ وضو کرنے والا خود دھوئے یا کوئی دوسرا دھوئے۔ یا خود بخود دھل جائے۔ جیسے کوئی شخص دریا میں غوطہ لگائے یا مینہ کا پانی چہرے پر پڑ جائے اور تمام منہ دھل جائے۔

(۱) تمام منہ سے مراد وہ سطح ہے جو ابتدائے پیشانی سے ٹھوڑی تک اور دونوں کانوں کے بیچ میں ہے۔

(۲) آنکھ کا جو گوشہ ناک کے قریب ہے اس کا دھونا فرض ہے اور اکثر اس پر میل آ جاتا ہے اس کو دور کر کے پانی پہنچانا چاہیے۔

(۳) جو سطح رخسار اور کان کے درمیان میں ہے اس کا دھونا فرض ہے۔ خواہ داڑھی نکلی ہو یا نہیں۔

(۴) ٹھوڑی کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ داڑھی کے بال اس پر نہ ہوں یا ہوں تو اس قدر کم ہوں کہ جلد نظر آئے۔

(۵) ہونٹ کا جو حصہ کہ ہونٹ بند ہونے کے بعد دکھلائی دیتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

دوسرا فرض:۔ (۱) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک ایک مرتبہ دھونا، خواہ وضو کرنے والا خود دھوئے یا کوئی دوسرا دھوئے یا اور کسی طریقہ سے دھل جائیں دونوں ایک مرتبہ ملا کر دھوئے یا علیحدہ علیحدہ۔

---

(۱) دھونا فقہا کے نزدیک اس کا نام ہے کہ پانی عضو کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر بہہ جائے اور کم سے کم دو قطرے عضو سے دھونے کے بعد فوراً ٹپک جائیں۔۱۲ (شامی)

(۲) انگلیوں کی گھائی میں بغیر خلال کے پانی نہ پہنچے تو خلال کرنا فرض ہے۔

(۳) کسی شخص کے ایک جانب میں پورے دو پیر یا دو ہاتھ ہوں تو وہ اگر دونوں ہاتھوں میں ہر ایک سے کام لیتا ہے یعنی چیزوں کو پکڑ سکتا ہے اور اٹھا سکتا ہے تو دونوں ہاتھوں کا دھونا فرض ہے۔ اسی طرح اگر دونوں پیروں میں ہر ایک سے پیر کا کام لیتا ہے چل سکتا ہے تو دونوں کا دھونا فرض ہے اور اگر دونوں سے کام نہیں لے سکتا تو اگر دونوں جڑے ہوئے انگوٹھے ہوں تب بھی دونوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ملے ہوئے نہ ہوں بلکہ جدا ہوں تو صرف اسی کا دھونا فرض ہے جو کام دیتا ہے۔

ہاتھ یا پیر کے درمیان سے اگر دوسرا ہاتھ یا پیر جما ہو تو اس کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ اس مقام سے جما ہو جس کا دھونا وضو میں فرض ہے۔ مثلاً ہاتھ میں کہنی یا کہنی کے نیچے سے جما ہوا پیر میں ٹخنے کے نیچے سے جما ہو اور اگر کہنی یا ٹخنے کے اوپر سے جما ہو تو اس قدر حصہ کا دھونا فرض ہے جو کہنی یا ٹخنے کے نیچے حصہ کے مقابلہ میں ہو۔

تیسرا فرض:۔ سر کے کسی جزو کا مسح

چوتھا فرض:۔ دونوں پیروں کا ٹخنوں تک ایک مرتبہ دھونا بشرطیکہ موزہ پہنے ہوئے نہ ہو۔ اگر انگلیوں کی گھائی میں بغیر خلال کے پانی نہ پہنچے تو خلال بھی فرض ہے۔

فرض نہیں:۔ (۱) آنکھ، ناک، منہ کے اندر کا دھونا۔ (۲) داڑھی یا مونچھ یا بھوؤں اگر اس قدر گھنی ہوں کہ جلد نظر نہ آئے تو اس جلد کا دھونا جو اس سے چھپی ہوئی ہے فرض نہیں۔ (۳) وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے اگر ان پر کوئی چیز لگ جائے جو جلد تک پانی پہنچنے سے منع نہ کرے تو اس کا چھڑانا فرض نہیں۔ مثلاً منہ یا ہاتھ یا پیر پر مٹی وغیرہ لگ جائے تو اس کا چھڑانا فرض نہیں۔

وضو کے واجبات (۱)

وضو میں چار واجب ہیں۔ (۱) بھنویں یا داڑھی یا مونچھ اگر اس قدر گھنی ہوں کہ اس کے نیچے کی جلد چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اس قدر بالوں کا دھونا واجب ہے جن سے جلد چھپی ہوئی ہے۔ باقی بال جو جلد کے آگے بڑھ گئے ہیں ان کا دھونا واجب نہیں۔

(۲) کہنیوں کا دھونا اگر ایک ہی جانب کسی کے دو ہاتھ ہوں تو اسے دوسرے ہاتھ کی کہنیاں دھونا بھی واجب ہے بشرطیکہ دونوں سے کام لے سکتا ہے ورنہ اگر دونوں ہاتھ ملے ہوئے ہوں تب بھی دوسرے ہاتھ کی کہنی کا دھونا واجب ہے اور اگر ملے ہوئے نہ ہوں تو صرف اسی ہاتھ کی کہنی کا دھونا واجب ہے جو کام دیتا ہے۔ ہاتھ کے درمیان سے اگر دوسرا ہاتھ نکلا ہو تو اس کی کہنی یا حصہ کا جو کہنی کے مقابل ہو دھونا واجب ہے۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے۔ اگر سر پر بال ہوں تو صرف انہیں بالوں کا مسح کرنا واجب ہے جو چوتھائی سر پر ہوں۔

(۴) دونوں پیروں کے ٹخنوں کا دھونا واجب ہے اگر موزہ نہ پہنے ہو اگر ایک ہی جانب میں کسی شخص کے دو پیر ہوں تو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو کہنی کے بیان میں گذری۔

---

(۱) اگرچہ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہ نے وضو اور غسل کے احکام میں فرض اور واجب کی تفصیل نہیں کی ہے۔ دونوں کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے بلکہ بعض نے واجبات کو بھی فرض ہی کے عنوان سے بیان کیا ہے اور بعض نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں ہے مگر اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ وضو اور غسل میں واجب اور فرض عمل یکساں ہیں جیسا فرض کے ترک ہونے سے وضو اور غسل نہیں ہوتا ویسا ہی واجب کے ترک ہونے سے بھی نہیں ہوتا۔ مگر ہم نے اس کتاب میں ناظرین کی آسانی کے لئے علیحدہ فرائض بیان کئے ہیں اور واجبات کو علیحدہ لکھا ہے۔ مثلاً فقہاء کرام نے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا فرض لکھا ہے۔ ہم نے فرائض میں صرف ہاتھوں کا دھونا لکھا ہے کہنیوں کا دھونا واجبات میں لکھا ہے۔

وضو کی سنتیں

وضو میں سنت موکدہ پندرہ ہیں۔

(۱) وضو اور اس کے متعلقات مثل استنجا وغیرہ کے پہلے وضو کی نیت کرنا اور نیت یہ نہیں ہے کہ زبان سے کچھ کہے بلکہ محض یہ ارادہ کرے کہ میں وضو محض ثواب اور خدا کی خوشی کے لئے کرتا ہوں نہ اپنے ہاتھ منہ صاف کرنے کے لئے۔ (درمختار)

(۲) **بسم** (۱) **اللہ العظیم و الحمد للہ علی دین الاسلام** پڑھ کر شروع کرنا۔

(۳) منہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا مع گٹوں کے ایک بار دھونا اور واجب ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے تو ہاتھوں کو پھر یہیں سے دھونا چاہئے۔

(۴) تین بار کلی کرنا لیکن پانی ہر بار نیا ہو اور منہ بھر کر ہو اور کلی میں اس قدر مبالغہ کرے کہ پانی حلق کے قریب تک پہنچ جائے بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو۔ اگر روزہ دار ہو تو اس قدر مبالغہ نہیں کرنا چاہئے۔

(۵) کلی کرتے وقت مسواک کرنا، مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح لے کہ مسواک کے ایک سرے کے قریب انگوٹھا اور دوسرے سرے کے نیچے آخر کی انگلی اور درمیان میں اوپر کی جانب اور انگلیاں رکھے اور مٹھی باندھ کر نہ پکڑے اور پہلے اوپر کے دانتوں کے طول میں داہنی طرف کرے، پھر بائیں طرف، اسی طرح پھر نیچے کے دانتوں میں اسی طرح اور ایک بار مسواک کرنے کے بعد مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑ دے اور از سر نو پانی سے بھگو کر پھر کرے۔ اسی طرح تین بار کرے۔ اس کے بعد مسواک کو دھو کر دیوار وغیرہ سے کھڑی کر کے رکھ دے۔ زمین پر ویسے ہی نہ رکھ دے۔ دانتوں کی عرض میں مسواک نہ کرنا چاہئے۔

مسواک ایسی خشک اور سخت لکڑی کی نہ ہو جو دانتوں کو نقصان پہنچائے اور نہ ایسی تر اور نرم کہ میل کو صاف نہ کر سکے بلکہ متوسط درجے کی ہو نہ بہت سخت نہ بہت نرم۔ زہریلے درخت کی بھی نہ ہو۔ پیلو یا زیتون یا کسی کڑوے درخت کی مثل نیم وغیرہ کے ہو بہتر ہے۔ لمبائی میں ایک بالشت کی ہونا چاہئے۔ استعمال سے تراشتے تراشتے اگر کم ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ موٹائی میں انگوٹھے سے زیادہ نہ ہو۔ سیدھی ہو۔ گرہ دار نہ ہو۔ اگر مسواک نہ ہو یا دانت نہ ہوں تو کپڑے یا انگلی سے

---

(۱) اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اس کا شکر کر کے کہ مجھ کو اس نے اسلام سے مشرف کیا۔ ۱۲

مسواک کا کام لینا چاہئے۔

(۶) ناک میں تین بار پانی لینا اور ہر بار نیا پانی ہو اور اس قدر مبالغہ کیا جائے کہ پانی نتھوں کی جڑ تک پہنچ جائے بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو۔

(۷) تین بار اس شخص کو منہ دھونے کے بعد جو محرم (۱) نہ ہو داڑھی کا خلال کرنا بشرطیکہ داڑھی گھنی ہو۔ خلال کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ داہنے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں ڈالے اور ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب سے لے جائے۔

(۸) ہاتھوں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا کہنیوں کی طرف سے۔

(۹) کہنیوں تک تین بار ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں (۲) کا تین بار خلال کرنا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچ لے۔

(۱۰) تین بار پیر کے دھونے کے وقت پیر کی انگلیوں کا ہر بار خلال کرنا پیر کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کرنا چاہئے۔ اس طرح کہ داہنے پیر کی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔ ۱۲

(۱۱) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔ اس کا طریقہ (۳) یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مع انگلیوں اور ہتھیلیوں کے تر کر کے سر کے آگے کے حصہ پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جائے اور پھر پیچھے سے آگے لائے۔

(۱۲) سر کے مسح کے بعد کانوں کا مسح کرنا۔ لیکن کانوں کے مسح کے لئے ازسرنو ہاتھوں کو تر نہ کرے بلکہ سر کے مسح کے لئے تر کرنا اس لئے بھی کافی ہے۔ ہاں اگر سر کے مسح کے بعد عمامہ یا ٹوپی یا اور کوئی ایسی چیز چھوئے جس سے ہاتھوں کی تری جاتی رہے تو پھر دوبارہ تر کرے۔ کانوں کے مسح کا یہ طریقہ ہے کہ چھوٹی انگلی کو کان کے سوراخ میں ڈال کر حرکت دے اور شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصے کو انگوٹھے سے ان کی پشت پر مسح کرے۔ (بحر الرائق)

---

(۱) محرم اس شخص کو کہتے ہیں جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھے، محرم ہونے کی شرط اس لئے کی گئی ہے کہ خلال کرنے میں بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور محرم کا بال کا توڑنا منع ہے۔ ۱۲

(۲) ہاتھ کی انگلیوں کا خلال اس وقت مسنون ہے کہ جب انگلیوں کی گھاٹی میں پانی پہنچ جائے اور اگر پانی نہ پہنچے تو فرض ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اور یہی کیفیت پیر کی انگلیوں کے مسح کی بھی ہے۔ ۱۲

(۳) بعض فقہاء نے سر کے مسح کا دوسرا طریقہ بھی لکھا ہے لیکن صحیح اور آسان یہی ہے جو لکھا گیا۔ ۱۲

(۱۳) ہر عضو کا تین بار اس طرح دھونا کہ ہر بار پورا دھل جائے اور اگر ایک بار آدھا اور پھر دوسری بار باقی دھویا تو یہ دوبارہ نہ سمجھا جائے گا بلکہ ایک ہی بار سمجھا جائے گا۔

(۱۴) وضو اسی ترتیب سے کرنا جس ترتیب سے لکھا گیا۔ یعنی پہلے کلی پھر ناک میں پانی لینا پھر منہ دھونا پھر داڑھی کا خلال پھر ہاتھوں کا دھونا پھر انگلیوں کا خلال پھر سر کا مسح پھر کانوں کا مسح پھر پیروں کا دھونا پھر پیر کی انگلی کا خلال۔

(۱۵) داہنے عضو کو بائیں عضو سے پہلے دھونا۔

(۱۶) ایک عضو کے دھونے کے بعد دوسرے عضو کے دھونے میں اس قدر دیر نہ کرنا کہ پہلا عضو باوجود ہوا اور جسم کے معتدل ہونے کے خشک ہو جائے۔ ہاں اگر کسی ضرورت کی وجہ سے اس قدر دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۷) دھونے کے وقت اعضاء کو ہاتھ سے ملنا اور ہاتھ کا اعضاء پر پھیرنا۔

وضو کے مستحبات

وضو میں چودہ مستحب ہیں۔

(۱) وضو کرنے کے لئے کسی اونچے مقام پر بیٹھنا تا کہ مستعمل پانی جسم اور کپڑوں پر نہ پڑے۔

(۲) وضو کرتے وقت قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔

(۳) وضو کا برتن مٹی کا ہونا

(۴) وضو کرنے میں کسی سے مدد نہ لینا۔ یعنی دوسرے شخص سے اعضائے وضو کو نہ دھلوانا بلکہ خود ہی دھونا اور اگر کوئی دوسرا شخص پانی دیتا جائے اور اعضاء کو خود ہی دھوئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۵) اعضاء کو جہاں تک دھونا فرض یا واجب ہے اس سے زیادہ دھو ڈالنا۔

(۶) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

(۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۸) انگوٹھی وغیرہ اگر ایسی ہو کہ جسم تک پانی پہنچنے سے منع نہ کرے تو اس کا حرکت دینا۔

(۹) کانوں کے مسح کے وقت چھوٹی انگلی کا دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالنا۔

(۱۰) پیر دھوتے وقت داہنے ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ملنا۔
(۱۱) جاڑوں کے موسم میں پہلے ہاتھ پیروں کو تر ہاتھ سے ملنا تاکہ تمام عضو دھوتے وقت پانی آسانی سے پہنچ جائے۔
(۱۲) ہر عضو دھوتے وقت یا مسح کرتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت پڑھنا اور عبادت کی نیت کرنا۔
(۱۳) وضو میں اور وضو کے بعد جو دعائیں حدیث شریف میں وارد (۱) ہوئی ہیں، ان کا پڑھنا۔
(۱۴) وضو کے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہو کر پینا۔

وضو کے مکروہات

۱۔ جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں ان کے خلاف کرنے سے وضو مکروہ ہو جاتا ہے۔
۲۔ پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔
۳۔ پانی کا اس قدر کم خرچ کرنا کہ جس سے اعضاء کے دھونے میں نقصان ہو۔
۴۔ حالت وضو میں کوئی دنیا کی بات بلا عذر کرنا۔
۵۔ بلا عذر دوسرے اعضاء کا وضو میں دھونا۔
۶۔ منہ اور دوسرے اعضاء پر زور سے چھینٹا مارنا۔
۷۔ تین بار سے زیادہ اعضاء کا دھونا۔
۸۔ نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔
۹۔ وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی چھڑکنا۔

معذور کا وضو:۔ ۱۔ کسی مرض کی وجہ سے اگر کوئی حکیم حاذق کسی عضو کے دھونے کو منع کرے تو اس کا دھونا فرض نہیں بلکہ مسح کرنا اگر مضر نہ ہو ورنہ مسح بھی معاف ہے۔
۲۔ وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے اگر ان میں زخم ہو یا پھٹ گئے ہوں یا درد وغیرہ ہو تو اگر ایسی حالت میں ان پر پانی کا پہنچانا تکلیف نہ دیتا ہو اور نقصان نہ کرتا ہو تو دھونا فرض ہے ورنہ مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو ایسے ہی چھوڑ دے۔ (مختار)

---
(۱) یہ دعائیں وضو کے طریقہ میں گذر چکیں۔۱۲

۳۔ ہاتھ مین زخم ہو جو پھٹ گئے ہوں جس کی وجہ سے وہ ہاتھوں کو اور ہاتھوں کے ذریعہ سے دوسرے اعضاء کو دھو نہ سکتا ہو اور نہ کسی دوسری تدبیر سے بقیہ اعضاء کو دھلوا سکتا ہو تو ایسی صورت میں وضو فرض نہیں بلکہ تیمّم کرے اگر کر سکے۔

۴۔ ہاتھ پیر، منہ پر اگر کسی وجہ سے دوا لگائی گئی ہو تو اسی دوا پر پانی بہانا فرض ہے بشرطیکہ مضر نہ ہو اور پانی بہا چکنے کے بعد اگر وہ دوا خود بخود چھوٹ جائے یا چھڑا ڈالی جائے تو اگر اچھے ہونے کی وجہ سے چھوٹی یا چھڑائی گئی ہے تو مسح باطل ہو جائے گا یعنی ان اعضاء کو دھونا پڑے گا۔

۵۔ کسی شخص کے ہاتھ مع کہنیوں کے یا پیر مع ٹخنوں کے کٹ گئے ہوں تو ایسی حالت میں ہاتھ پیر کا دھونا فرض نہیں اور منہ اگر کسی طریقہ سے دھو سکتا ہو اور سر کا مسح کر سکتا ہو تو کرے ورنہ وہ بھی فرض نہیں بلکہ منہ کو بارادہ تیمّم دیوار وغیرہ پر ملے۔

۶۔ کسی شخص کے پیر یا ہاتھ کٹ گئے ہوں لیکن کہنی یا اس سے زیادہ اور ٹخنے یا اس سے زیادہ موجود ہوں تو ایسی حالت میں کہنی اور ٹخنے کا دھونا واجب ہے اور اس کے نیچے کے حصہ کا دھونا فرض ہے۔

۷۔ ہاتھ مع کہنیوں کے یا پیر مع ٹخنوں کے کٹ گئے ہوں اور منہ زخمی ہو اور منہ کا دھونا یا مسح کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی حالت میں وضو فرض نہیں رہتا۔

۸۔ جو شخص کسی وجہ سے دونوں کانوں کا مسح ایک دفعہ ساتھ ہی نہ کر سکے۔ مثلاً اس کے ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ بیکار ہو تو اس کو چاہئے کہ پہلے داہنے کان کا مسح کرے پھر بائیں کان کا۔

۹۔ وضو کے اعضاء میں کوئی عضو ٹوٹ جائے یا زخمی ہو جائے یا اور کسی وجہ سے اس پر پٹی باندھی جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت :۔ پٹی کا کھولنا مضر ہو خواہ جسم کا دھونا مضر ہو یا نہ ہو۔ جیسے ٹوٹے ہوئے ہاتھ پیر کی پٹی کھولنا مضر ہوتا ہے تو ایسی حالت میں اگر پٹی پر مسح کرنا نقصان نہ کرے تو تمام پٹی پر مسح کرے، خواہ وہ پٹی زخم کے برابر ہو یا زخم سے زیادہ اور جسم کے صحیح حصہ پر بھی ہو اور اگر مسح بھی نقصان کرے تو ایسے ہی چھوڑ دے۔

دوسری صورت :۔ پٹی کا کھولنا مضر نہ ہو لیکن کھولنے کے بعد خود نہ باندھ سکے اور نہ کوئی ایسا شخص ہو جو باندھ سکے تو ایسی حالت میں مسح کرے بشرطیکہ نقصان نہ کرے ورنہ مسح بھی معاف ہے۔

تیسری صورت :۔ پٹی کا کھولنا مضر نہ ہو اور نہ کھولنے کے بعد باندھنے میں دقت ہو تو

ایسی حالت میں اگر زخم کا دھونا نقصان نہ کرے تو پٹی کھول کر تمام عضو کو دھوئے اور اگر زخم کا دھونا نقصان کرے تو زخمی حصہ کو چھوڑ کر باقی عضو کو دھوئے بشرطیکہ مضر نہ ہو اور زخمی حصہ پر اگر مسح نقصان کرے تو مسح کرے ورنہ پٹی باندھ کر پٹی پر مسح کرے بشرطیکہ مضر نہ ہو اور اگر مضر ہو تو مسح معاف ہے۔

۱۰۔ پٹی اگر اس طرح بندھی ہوئی ہو کہ درمیان میں جسم کا وہ حصہ بھی آ گیا ہو جو صحیح ہے تو اس پر بھی مسح کرے بشرطیکہ پٹی کھولنا یا کھول کر اس جسم کا دھونا مضر ہو۔

۱۱۔ پٹی پر اگر پٹی باندھ دی جائے تو اس پر بھی مسح درست ہے۔

۱۲۔ اگر کسی شخص کو کوئی ایسا مرض ہو جس میں وضو کی توڑنے والی چیزیں برابر جاری رہتی ہوں یعنی اس کو کسی نماز کے وقت اتنی مہلت نہ ملتی ہو کہ وہ اس مرض سے ہو کر نماز پڑھ سکے تو ایسے شخص کو ہر نماز کے وقت نیا وضو کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اس کا وضو نماز کا وقت جانے سے ٹوٹ جاتا ہے جو مرض اس کو ہے اس سے نہیں ٹوٹتا اور نماز کا وقت آنے سے نہیں ٹوٹتا۔ اگر کسی ایسے شخص نے آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا اور سوا اس مرض کے اور کوئی وضو کو توڑنے والی چیز نہیں پائی گئی تو ظہر کا وقت آنے سے اس کا وضو نہ جائے گا۔ ہاں ظہر کا وقت جانے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور عصر کے واسطے اس کا دوسرا وضو کرنا ہوگا۔ پھر جب تک اس کا وہ مرض بالکل دفع نہ ہو جائے یعنی ایک نماز کا پورا وقت اس کو ایسا ملے کہ جس میں وہ مرض ایک دفعہ بھی نہ پایا جائے تو وہ شخص معذور سمجھا جائے گا۔

مثال (۱):۔ کسی کی آنکھ سے کیچ (میل) آتی ہو اور ہر وقت آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہو۔

(۲) کسی کو سلسل البول یعنی ہر وقت اس کا پیشاب جاری رہتا ہو۔

(۳) کسی کو خروج ریح کا مرض ہو۔ یعنی اس کے مشترک حصہ سے ہر وقت ہوا نکلتی ہو۔

(۴) کسی کو استطلاق بطن کی بیماری ہو۔ اس کے مشترک حصہ سے ہر وقت پاخانہ جاری ہو۔

(۵) کسی کے زخم سے ہر وقت خون یا پیپ یا پانی جاری ہو۔

(۶) کسی کو نکسیر کا مرض ہو۔ یعنی اس کی ناک سے ہر وقت خون آتا ہو۔

(۷) کسی کے خاص حصہ سے منی یا مذی ہر وقت بہتی ہو۔

(۸) کسی عورت کو استحاضہ (۱) ہو۔

---

(۱) استحاضہ کی صورتیں حیض ونفاس کے بیان میں آئیں گی۔ ۱۲

وضو دو قسم کی چیزوں سے ٹوٹتا ہے:۔ وضو جن چیزوں سے ٹوٹتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو انسان کے جسم سے نکلیں دوسری وہ جو اس کو طاری ہوں۔ جیسے بے ہوشی اور سونا وغیرہ۔

پہلی قسم کی دو صورتیں ہیں۔ ایک وہ جو خاص حصہ اور مشترک حصہ سے نکلے۔ جیسے پیشاب، پاخانہ وغیرہ۔ دوسری وہ جو جسم کے باقی مقامات سے نکلے جیسے قے، خون وغیرہ۔

پہلی قسم کی اول صورت:۔ ا۔ زندہ آدمی کے خاص حصہ سے کوئی چیز سوا ہوا کے نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ خواہ وہ چیز پاک ہو۔ جیسے کنکر، پتھر وغیرہ یا ناپاک ہو جیسے پاخانہ، پیشاب، مذی وغیرہ۔

۲۔ مرد یا عورت اگر اپنے خاص حصہ میں کپڑا روئی وغیرہ رکھیں اور یہ کپڑا پیشاب سے تر ہو جائے اور کپڑے کے باہر کی جانب میں اس کا اثر معلوم ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ بشرطیکہ یہ کپڑا وغیرہ خاص حصہ کے اندر چھپ نہ گیا ہو(۱) حاصل یہ کہ نجاست کے نکلنے سے وضو اس وقت جاتا ہے کہ جب وہ نجاست جسم سے جدا ہو جائے یا ظاہر ہو۔

۳۔ زندہ آدمی کے مشترک حصہ سے اگر کوئی چیز نکلے خواہ پاک ہو جیسے کنکر، پتھر، ہوا وغیرہ یا ناپاک ہو جیسے پاخانہ وغیرہ تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ اگر کسی عورت کا خاص حصہ مشترک حصہ سے مل کر ایک ہو گیا ہو تو اس کے جس حصہ سے ہوا نکلے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے کہ اس کے دونوں حصوں میں اب فرق باقی نہیں رہا۔

۵۔ اگر کسی شخص کے جسم میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں اور اس کا مرد یا عورت ہونا متعین نہ ہو تو اس کے جس عضو سے ہوا نکلے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ اگر کسی شخص کے مشترک حصہ کا کوئی جزو باہر نکل آئے جس کو ہمارے عرف میں کانچھ نکلنا کہتے ہیں، تو اس سے وضو جاتا رہے گا۔ خواہ وہ خود بخود (۲) چلا جائے یا کسی لکڑی، کپڑے، ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ سے اندر پہنچایا جائے۔

۷۔ اگر کوئی چیز مشترک یا خاص حصہ سے کچھ نکل کر پھر اندر چلی جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

---

(۲) یہ قید اس لئے کہ اگر چھپ جائے گا تو پھر تر ہونے سے وضو نہ جائے گا۔

(۳) اس مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ اگر خود بخود اندر چلا جائے تو وضو نہ جائے گا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ہر حال میں وضو جاتا رہے گا لیکن وضو کا ٹوٹنا درایت کے موافق ہے۔۱۲

مثال:۔ ا۔عورت کے خاص حصہ سے لڑکے کا کوئی جز مثل سر وغیرہ کے نکل کے پھر اندر چلا جائے خواہ وہ جز جو باہر نکلا تھا نصف ہو یا نصف سے کم یا زیادہ بشرطیکہ خون (۱) نہ نکلے۔

۲۔مرد یا عورت کے مشترک حصہ سے پاخانہ وغیرہ کا کوئی حصہ باہر نکل کر اندر چلا جائے۔

۳۔اور اسی طرح آنت وغیرہ کا کوئی حصہ باہر نکل کر اندر چلا جائے۔

۸۔ اگر کسی کے مشترک یا خاص حصہ کے قریب زخم ہو کر یا اور کسی طرح کوئی سوراخ ہو جائے تو اس کا وہی حکم ہوگا جو اس حصہ کا ہے۔ بشرطیکہ اس سوراخ سے وہ نجاست عادیہ نکلتی ہو جو اس کے قریب کے حصہ سے نکلتی ہے۔

مثال ا:۔ مشترک حصہ کے قریب ہو اور اس سے پاخانہ نکلتا ہو۔

۲۔خاص حصہ کے قریب ہو اور اس سے پیشاب وغیرہ۔

۹۔ اگر کسی کے مشترک حصہ میں کوئی چیز مثل لکڑی یا انگلی یا کپڑے وغیرہ کے ڈالی جائے یا عمل (حقنہ) لیا جائے خواہ وہ خود ڈالے اور لے یا کوئی دوسرا تو جب وہ چیز باہر نکلے گی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۱۰۔منی اگر بغیر شہوت (۲) کے خارج ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مثال:۔ کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑا اور اس صدمہ سے منی بغیر شہوت خارج ہوگئی۔

۱۱۔جن چیزوں کے نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے۔ جیسے حیض، نفاس، منی وغیرہ ان سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر خون نکل آئے تو حدث اکبر ہو جائے گا اور اس کا حال آگے لکھا جاتا ہے۔۱۲

(۲) یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر شہوت سے نکلے گی تو غسل بھی واجب ہوگا اور اس کا بیان آگے کیا گیا ہے۔۱۲

پہلی قسم کی دوسری(۱) صورت

۱۔ زندہ آدمی کے جسم سے اگر خون یا پیپ یا اور کوئی ناپاک چیز نکلے تو وضوٹوٹ جائے گا بشرطیکہ کوئی چیز انسان کے جسم سے ٹپک جائے یا اپنے مقام سے بہہ کر اس مقام پر پہنچ جائے جس کا دھونا وضو یا غسل میں فرض یا واجب ہے۔

۲۔ اگر کسی زندہ آدمی کے جسم سے کوئی ناپاک چیز نکلے اور اپنے مقام سے نہ بہے مگر ایسی ہو کہ اگر جسم پر چھوڑ دی جائے تو ضرور اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلی جائے تو وضوٹوٹ جائے گا۔

۳۔ زخم سے خون یا پیپ نکلے یا نکالا جائے اور زخم ایسی جگہ ہو جس کا دھونا مضر نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ فصد میں خون اگر اپنے مقام سے نکلے لیکن جسم کے کسی حصہ پر نہ بہے تو وضوٹوٹ جائے گا۔

۵۔ جونک یا کھٹمل یا اور کوئی جانور اگر اس قدر خون پئے کہ وہ اگر جسم پر چھوڑا جائے تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جائے تو وضوٹوٹ جائے گا۔

۶۔ خون ناک سے نکل کر نتھنے (۲) میں آجائے تو وضوٹوٹ جائے گا۔

۷۔ اگر زخم سے ذرا ذرا سا خون یا پیپ کئی بار نکلے اور ہر بار کپڑے سے صاف کر دیا جائے یا مٹی وغیرہ ڈال کر خشک کر دیا جائے تو ہر بار جو نکلا ہے وہ اگر اس قدر ہو کہ اگر نہ پونچھا جاتا تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جاتا تو وضوٹوٹ جائے گا۔

۸۔ زخم پر پٹی باندھ دی گئی ہو اور خون یا پیپ پٹی کے اوپر سے ظاہر ہو تو اگر اس قدر ہو کہ اگر پٹی نہ بندھی ہوتی تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جاتا تو وضوٹوٹ جائے گا۔

---

(۱) پہلی قسم کی دوسری صورت سے امام صاحبؒ کے نزدیک وضوٹوٹ جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں۔ امام صاحبؒ کے موافق احادیث بھی ہیں اور یہی مذہب ہے عشرہ مبشرہ اور ابن مسعود اور ابن عباس اور بڑے بڑے تابعین کا رضی اللہ عنہم۔ دیکھو امام صاحب کا مذہب کیسا روایت و درایت کے موافق ہے۔ امام صاحب کی دلیل عقلی بھی بہت پاکیزہ ہے اور اگر دقیق نہ ہوتی اور تفصیل میں طول کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کو ہدیہ ناظرین کرتا۔۱۲

(۲) نتھنا ناک کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو نرم ہے۔ یہاں تک کہ خون آنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ نتھنا جسم کا ایسا حصہ ہے جس کا دھونا غسل میں واجب ہے۔

۹۔ دماغ یا پیٹ یا منہ سے اگر منہ کی طرف سے خون سائل نکلے تو وضوٹوٹ جائے گا۔ خواہ منہ بھر کر ہو یا نہیں۔

۱۰۔ اگر کسی کے منہ یا ناک سے خون، تھوک یا ناک کے لعاب کے ساتھ ملا ہوا نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ (۱) خون غالب ہو یا برابر اور یہی حکم پیپ تھوک وغیرہ سے غالب یا برابر ہو تو ٹوٹ جائے گا۔

۱۱۔ تھوک اور پاک شے کے اگر کوئی ناپاک شے قے میں نکلے تو وضوٹوٹ جائے گا بشرطیکہ ایک متلی سے ہو اور منہ بھر کر ہو خواہ وہ خون بستہ ہو یا پت ہوں یا کھانا۔

۱۲۔ اگر خون بستہ یا پت یا کھانا وغیرہ کسی پاک شے کے ساتھ مل کر نکلیں جیسے تھوک، بلغم وغیرہ تو اگر تھوک کم ہو یا برابر تو وضوٹوٹ جائے گا۔

۱۳۔ اگر ایک (۲) متلی سے کئی بار تھوڑی تھوڑی سی قے ہو اور ہر بار کی قے سے منہ نہ بھر سکے مگر سب دفعہ کی قے اگر ملائی جائے تو منہ بھر کر ہو جائے تو وضوٹوٹ جائے گا۔

۱۴۔ کسی شخص کی آنکھ سے کیچ (میل) اور کبھی کبھی آنکھوں سے پانی بہتا ہو تو اس کا وضو پانی بہنے سے ٹوٹ جائے گا۔

۱۵۔ جسم کے کسی حصہ سے سفید پانی نکلے اور اس کے نکلنے سے انسان کو تکلیف ہو تو وضوٹوٹ جائے گا۔ خواہ ظاہر میں کوئی زخم معلوم ہوتا ہو یا نہیں اور اگر اس کے نکلنے سے تکلیف نہ ہو مگر کوئی طبیب حاذق تجویز کرے یا اور کسی طریقہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ پیپ ہے اور کسی زخم سے آئی ہے تب بھی وضوٹوٹ جائے گا۔

دوسری قسم:۱۔ جن حالتوں میں ہوش وحواس درست نہیں رہتے ان میں وضوٹوٹ جاتا ہے۔

مثال:۔ چت یا پٹ یا کروٹ یا اور کسی ایسی ہیئت پر سو جائے کہ جس میں سرین زمین سے علیحدہ ہو جائیں خواہ وہ شخص سوئے جس کو خروج ریح کا مرض ہو یا اور کوئی۔

۲۔ نماز اور تلاوت اور شکرانہ کے سجدوں کے سوا کسی اور سجدہ میں ہیئت مسنونہ کے خلاف سو جائے۔

---

(۱) خون کا غالب یا برابر ہونا رنگ سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر سرخ رنگ ہے تو خون غالب یا برابر سمجھا جائے گا اور رنگ زرد ہے تو تھوک غالب ہے۔۱۲۔ تبیین الحقائق

۲۔ ایک متلی کی شرط اس لئے کی گئی کہ اگر متلی بدل جائے تو وضو نہ جائے گا۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ طبیعت مالش کرے اور پھر سکون ہو جائے یعنی متلی جاتے رہے اور پھر طبیعت مالش کرے تو یہ دوسری متلی سمجھی جائے گی اور جب تک وہ پہلی مالش دفع نہ ہو ایک متلی ہی سمجھی جائے گی۔۱۲ (تبیین الحقائق کنز الدقائق)

۳۔ جو مریض لیٹ کر نماز پڑھتا ہے وہ نماز میں سو جائے۔

۴۔ خارج نماز میں دوزانو بیٹھ کر سو جائے خواہ رانوں پر سر رکھ کر یا کسی اور طرح بشرطیکہ دونوں ایڑی زمین سے علیحدہ ہوں۔

۵۔ جو شخص زمین پر اس طرح بیٹھا ہو کہ سرین زمین سے علیحدہ ہوں وہ اگر سو جائے اور سونے کی حالت میں زمین پر اس طرح گرے کہ سرین زمین سے علیحدہ ہو جائیں تو وہ اگر زمین پر گرنے سے پہلے بیدار نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ کسی مرض یا صدمہ وغیرہ سے بے ہوش ہو جائے۔

۷۔ کسی نشیلی چیز کے استعمال سے نشہ پیدا ہو۔

۸۔ کسی بالغ کا مرد ہو یا عورت بحالت بیداری جنازے کے سوا اور کسی نماز میں قہقہہ (۱) مارنا۔

(۹) دو بالغ آدمیوں کی شرمگاہیں بشہوت مل جائیں خواہ دونوں مرد ہوں یا عورت یا ایک مرد اور دوسری عورت بشرطیکہ درمیان میں کوئی ایسی چیز حائل نہ ہو جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس نہ ہو سکے۔

وضو جن چیزوں سے نہیں (۲) ٹوٹتا

ا۔ نماز میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ قصداً سوئے یا بے قصد سرین زمین سے جدا ہوں۔

۲۔ اگر کسی شے سے ٹیک (سہارا) لگا کر سو جائے لیکن سرین زمین پر ہیں تو وضو نہ جائے گا اگرچہ ٹیک (۳) اس طرح لگائے کہ اگر وہ شے جس پر ٹیک لگائی ہے علیحدہ کر جائے تو سرین زمین سے علیحدہ ہو جائیں۔

---

(۱) قہقہہ وہ ہنسی جس میں کم سے کم اس قدر آواز ہو کہ پاس کا آدمی سن سکے۔۱۲

(۲) یہ باب ہم نے اس لئے قائم کیا کہ بعض صورتیں اس میں ایسی آئیں گی جن میں ہمارے امام صاحبؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا اور ایسی صورتوں کے بیان کرنے کی ہم کو دو وجہ سے ضرورت ہے۔ ہم مستحبات میں لکھ چکے ہیں کہ جن صورتوں میں ہمارے یہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا ان میں وضو مستحب ہے۔ لہٰذا اگر ہم یہ باب قائم نہ کرتے تو وہ صورتیں ہمارے عزیز ناظرین کو کیسے معلوم ہوتیں اور یہ بھی ہم کو دکھلانا ہے کہ امام صاحب کا مذہب کیسا درایت و روایت کے موافق ہے اور ہم کو یہ بھی منظور ہے کہ ہمارے عزیز ناظرین فقیہہ بن جائیں۔۱۲

(۳) ایسی حالت میں صاحب ہدایہ نے وضو ٹوٹنے کو لکھا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے کہ نہیں ٹوٹتا۔۱۲

۳۔ سجدہ میں سونے سے وضو نہیں جاتا، خواہ سجدہ نماز کا ہو یا تلاوت کا یا شکرانہ کا۔

۴۔ نماز اور تلاوت اور شکرانہ کے سجدہ کے سوا کسی اور سجدہ میں سونے سے وضو اس وقت نہ ٹوٹے گا جب کہ یہ سجدہ اسی ہیئت سے کیا جائے جس ہیئت سے مسنون (۱) ہے۔ لیکن یہ شرط مرد کے لئے ہے نہ عورت کے لئے۔ عورت کا وضو غیر مسنون سجدہ میں سونے سے بھی نہ جائے گا۔

۵۔ اگر کوئی شخص زمین پر بیٹھ کر اس طرح سو جائے کہ سرین زمین سے علیحدہ نہ ہوں پھر وہ نیند ہی میں زمین پر گر پڑے تو اس کا وضو نہ جائے گا بشرطیکہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی بیدار ہو جائے۔

۶۔ اونگھنے سے وضو نہ جائے گا۔

۷۔ اگر کسی کے حواس میں خلل ہو جائے لیکن یہ خلل جنون اور مدہوشی کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وضو نہ جائے گا۔

۸۔ نابالغ کے قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ نماز میں ہو۔

۹۔ نماز میں اگر کوئی شخص سو جائے اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگائے تو وضو نہ جائے گا۔

۱۰۔ جنازہ کی نماز اور تلاوت کے سجدہ میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں جاتا۔ بالغ ہو یا نابالغ۔

۱۱۔ ضحک (۲) اور تبسم (۳) سے وضو نہیں ٹوٹتا، اگرچہ نماز میں ہو۔

۱۲۔ مرد یا عورت اپنے خاص حصہ میں تیل یا کوئی دوا یا پانی ڈالیں پچکاری سے یا اسی طرح اور وہ باہر نکل آئے تو اس سے وضو نہ ٹوٹے گا، اس لئے کہ خاص حصہ میں نجاست نہیں رہتی تا کہ یہ احتمال ہو کہ یہ تیل وغیرہ اسی نجاست پر ہو کر واپس آیا ہے۔

۱۳۔ ڈکار آنے سے وضو نہیں جاتا خواہ بودار ہو۔

۱۴۔ کان سے یا جسم کے کسی حصہ سے کوئی ایسی چیز نکلے جس کے نکلنے سے تکلیف نہ ہو اور کسی طریقہ سے زخم کا ہونا معلوم نہ ہو تو وضو نہ جائے گا۔

مثال:۔ کان سے میل نکلے یا جسم کے کسی حصہ سے سفید پانی نکلے۔

۱۵۔ عورت کی پستان سے دودھ نکلنے سے وضو نہیں جاتا خواہ وہ دودھ خود ٹپکے یا نچوڑا جائے یا لڑکا چوسے۔

---

(۱) سجدہ کی مسنون ہیئت کا بیان نماز کے بیان میں ہوگا۔۱۲

(۲) ضحک وہ ہنسی جس میں ایسی خفیف آواز ہو کہ پاس کا آدمی نہ سن سکے۔۱۲

(۳) تبسم وہ ہنسی ہے جس میں بالکل آواز نہ ہو جس کو ہمارے عرف میں مسکرانا کہتے ہیں۔۱۲

۱۶۔ناک سے اگر خون نکلے مگر اس مقام تک نہ پہنچے جو نرم (۱) ہے تو وضو نہ جائے گا۔

۱۷۔اگر کوئی شخص کسی چیز کو دانت سے کاٹے یا پکڑے اور اس پر خون کا اثر پایا جائے تو کپڑا یا ہاتھ دانتوں پر رکھ کر دیکھا جائے۔ اگر اس پر خون نہ نکلے تو وضو نہ جائے گا۔

۱۸۔مرد بالغ یا عورت کا ستر دیکھنے سے یا ستر برہنہ ہو جانے سے یا اپنا ستر دیکھنے سے وضو نہ جائے گا۔

۱۹۔مرد کو عورت یا عورت کا خاص حصہ یا کسی کا مشترک حصہ یا اپنا خاص حصہ چھونے (۲) سے وضو نہ جائے گا اور اسی طرح عورت کا وضو مرد کا خاص حصہ یا مشترک حصہ یا اپنا خاص حصہ یا مشترک حصہ چھونے سے نہ جائے گا۔

۲۰۔اگر کوئی مرد یا عورت اپنے خاص حصہ میں کوئی چیز مثل روئی، کپڑے وغیرہ کے رکھ لیں اور نجاست اندر نکل کر اس کپڑے کو تر کر دے تو وضو نہ جائے گا بشرطیکہ کپڑے کے باہر کی جانب اس نجاست کا کچھ اثر نہ ہو یا وہ کپڑا اس خاص حصہ میں اس طرح رکھا ہوا ہو کہ باہر سے نظر نہ آئے۔

مثال:۔ ۱۔کسی مرد نے اپنے خاص حصہ میں روئی رکھ لی اور پیشاب یا منی نے اپنے مقام سے آ کر اس روئی کو تر کر دیا مگر اس روئی کا وہ حصہ جو باہر سے دکھلائی دیتا ہے تر نہیں ہوا یا وہ روئی اس حصہ میں ایسی چھپی ہوئی ہو کہ باہر سے بالکل نظر نہیں آتی ہو تو اس صورت میں اگر پوری روئی تر ہو جائے تب بھی اس مرد کا وضو نہ جائے گا۔

۲۔کسی عورت نے اپنے خاص حصہ میں روئی یا کپڑا رکھ لیا اور پیشاب یا حیض نے اپنے مقام سے آ کر اس روئی یا کپڑے کو تر کر دیا مگر روئی یا کپڑے کا وہ حصہ جو باہر سے دکھلائی دیتا ہے تر نہیں ہوا یا وہ روئی اور کپڑا اس خاص حصہ میں ایسا چھپ گیا ہو کہ باہر سے نظر نہ آتا ہو تو اس صورت میں اگر پوری روئی یا کپڑا تر ہو جائے تب بھی اس عورت کا وضو نہ جائے گا۔

---

(۱) جس کو ہمارے عرف میں نتھنا کہتے ہیں۔ فارسی میں نرمہ بینی ۱۲

(۲) اس مسئلہ میں ہمارے سردار اور مولا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سخت اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مرد کو اپنا خاص حصہ یا عورت کا خاص حصہ یا کسی کا مشترک حصہ چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم یہاں امام شافعیؒ اور ان کے مقلدین کے پرزور دلائل نقل کر کے ان جوابات کا ذکر یں جو ہمارے مقدس فقہاء کے مبارک دماغوں سے نکلے ہیں۔ لیکن طول کا خوف ہے اور اگر صرف یہی کریں کہ امام صاحبؒ کے اس مذہب پر روایت اور درایت کے طریقہ سے کچھ رائے دیں تب بھی بہت طول ہو جائے گا۔ لہذا ہم اسی قول پر اکتفا کرتے ہیں کہ امام صاحبؒ کا مذہب روایت اور درایت دونوں قاعدوں سے بہت پرزور اور قابل قبول ہے اور صاحب شریعت کی جانب سے متصور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔۱۲

۲۱۔ اگر کوئی مرد یا عورت اپنے مشترک حصہ میں روئی یا کپڑا وغیرہ رکھ لیں اور اس روئی یا کپڑے کا وہ حصہ جو اندر رہے نجاست سے تر ہو جائے مگر وہ حصہ جو باہر ہے تر نہ ہو یا وہ بھی تر ہو جائے اور وہ روئی وغیرہ مشترک حصہ میں ایسی چھپ گئی ہو کہ باہر سے نظر نہ آتی ہو تو ان سب صورتوں میں وضو نہ جائے گا۔

۲۲۔ اگر کوئی شخص کسی مردہ جانور کے ساتھ برا کام کرے تو اس کا وضو نہ جائے گا جب تک کہ مذی یا منی نہ نکلے۔

۲۳۔ اگر نابالغ کے ساتھ یہ فعل کیا جائے تب بھی بغیر مذی یا منی کے نکلے ہوئے وضو نہ جائے گا بشرطیکہ وہ نابالغ ایسا نابالغ ہو کہ اس کے ساتھ کرنے میں مشترکہ حصہ کے مل جانے کا خوف ہو۔

۲۴۔ منی اپنے مقام سے نکلی مگر اس نے اپنے خاص حصہ کو اس زور سے دبا لیا کہ منی باہر بالکل نہ نکلی تو وضو نہ جائے گا۔

۲۵۔ اگر دو شخص اپنے حصوں کو ملا دیں مگر درمیان میں مثل موٹے کپڑے وغیرہ کے کوئی ایسی چیز حائل ہو جو ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت نہ محسوس ہونے دے تو وضو نہ جائے گا خواہ دونوں مرد ہوں یا دونوں عورت یا ایک عورت اور دوسرا مرد بالغ ہوں یا نابالغ۔

۲۶۔ آنکھ کے اندر اگر خون یا پیپ بہے اور آنکھ سے باہر نہ آئے تو وضو(۱) نہ جائے گا۔

۲۷۔ زخم سے خون وغیرہ نکل کر زخم ہی میں رہے اور زخم ایسا ہو جس کا دھونا نقصان کرے تو وضو نہ جائے گا۔

۲۸۔ ہمیشہ شراب پینے والے کے بدن سے پسینہ نکلے تو اس سے وضو نہ جائے گا۔(۲)

۲۹۔ زخم سے اگر کیڑا یا گوشت کا ٹکڑا اگر پڑے یا ہوا نکلے وضو نہ جائے گا۔

۳۰۔ تھوک یا بلغم اگر کسی ایسی شے کے ساتھ مثل کھانے یا پت یا ایسی شے کے ساتھ جو قے میں نکلے درآنحالیکہ پاک ہو تو اس صورت میں اگر تھوک اور بلغم زیادہ ہو اور وہ چیز کم اور اس قدر ہو جس سے منہ نہ بھر سکے تو وضو نہ جائے گا اور تھوک اور بلغم اور وہ چیز برابر ہو مگر دونوں میں کوئی اس قدر نہ ہو جس سے منہ نہ بھر سکے تب بھی وضو نہ جائے گا۔

۳۱۔ اگر کوئی چیز قے میں نکلے جیسے کیڑا وغیرہ تب بھی وضو نہ جائے گا۔

---

(۱) اس لئے کہ آنکھ جسم کا ایسا حصہ ہے جس کے پاک کرنے کا نہ وضو میں حکم ہے نہ غسل میں۔۱۲

(۲) ایسی حالت میں بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ وضو جاتا رہتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نہیں جاتا۔۱۲

۳۲۔اعضائے وضو پر اگر زخم ہو اور وضو کے بعد اس زخم کے اوپر کی کھال جدا کر دی جائے تو اس سے وضو نہ جائے گا۔ نہ اس مقام کے دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگی۔ خواہ جلد کے جدا کرنے سے تکلیف ہو یا نہ ہو۔

۳۳۔وضو کرنے کے بعد اگر سر یا داڑھی کے بال یا بھنویں منڈوادی جائیں تو اس سے وضو یا سر کا مسح باطل نہ ہوگا یعنی اس کے بعد دوبارہ وضو یا سر کا مسح یا اس مقام کے دھونے کی جہاں کے بال منڈوائے گئے ہیں حاجت نہیں۔

۳۴۔بڑھے ہوئے ناخن اگر وضو کے بعد کٹوا دیئے جائیں تو وہ وضو نہ جائے گا اور نہ اس مقام کے دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگی جو ناخن کٹ جانے سے کھل گیا ہے۔

۳۵۔پاک چیز کے جسم سے نکلنے سے وضو نہیں جاتا۔ جیسے آنکھوں سے آنسو یا جسم سے پسینہ۔

۳۶۔تھوک یا بلغم اگر منہ سے نکلے تو وضو نہ جائے گا۔ خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی منہ بھر بھی ہو تو وضو نہیں جاتا۔

۳۷۔کوئی گناہ کرنے سے یا کافر ہو جانے سے (نعوذ باللہ) وضو نہیں جاتا۔

۳۸۔اونٹ (۱) کا گوشت یا اور کوئی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں جاتا۔

مثال:۔ کسی نے وضو کیا اس کے بعد اپنے کسی بھائی کی غیبت کی یا جھوٹ بولا یا کافر ہو گیا (معاذ اللہ منہ) تو اس کا وضو نہ جائے گا۔ یعنی وہ غیبت کرنے والا اور جھوٹ بولنے والا اور وہ کافر بعد مسلمان ہونے کے اسی وضو سے بشرطیکہ اور کسی وجہ سے نہ ٹوٹا ہو نماز پڑھ سکتا ہے۔

موزوں کا مسح:۔ ہم وضو کے چوتھے فرض میں لکھ چکے ہیں کہ وضو کا چوتھا فرض دونوں پیروں کا ٹخنوں تک ایک مرتبہ دھونا بشرطیکہ موزے پہنے ہوئے نہ ہو اور اگر موزے پہنے ہو تو اس کا حکم وہاں نہیں بیان کیا گیا۔ لہذا اب ہم اس کا حکم لکھتے ہیں۔

اگر کوئی شخص پیروں میں موزے پہنے ہو تو اس پیروں کا دھونا فرض نہیں بلکہ بجائے پیروں کے دھونے کے صرف ایک مرتبہ دونوں موزوں کا مسح کافی ہے درصورتیکہ مسح کے سب شرائط موجود پائی جائیں جن کی تفصیل آگے معلوم ہوگی۔

وضو کے وقت پیروں سے موزوں کا اتار کر پیروں کا دھونا اور پھر موزوں کا پہننا مشقت سے خالی نہ ہو۔ خصوصاً عجلت کے اوقات میں اور اس ملک کے لوگوں کو جہاں موزے پہننے کا عموماً

---

(۱) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو چلا جاتا ہے۔۱۲۔

دستور ہے۔ جیسے عرب ترکستان اور اکثر بلادعجم میں اس لئے منعم حقیقی نے محض اپنے لطف و کرم سے اس مشقت کو معاف فرمادیا اور بجائے اس کے صرف ایک ایک مرتبہ دونوں موزوں کے مسح کو قائم فرمایا اور اپنی حکمت بالغہ سے اس کے لئے چند شروط مقرر فرمائے جو یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔ موزوں کا مسح اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔ اگلی امتیں اس انعام میں شریک نہیں۔

مسح کی شرطیں:۔ ا۔ جن موزوں پر مسح کیا جائے وہ ایسا ہونا چاہئے کہ پہننے سے پیر کے اس حصہ کو چھپالیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے۔ ہاں اگر ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی برابر تین انگلیوں سے کم کھلا رہ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

۲۔ موزے کا اس قدر پھٹا ہوا نہ ہونا جو مسح کو مانع (۱) ہو اگر اس سے کم پھٹا ہو تو حرج نہیں۔

۳۔ موزوں کا پیر کی جلد سے متصل ہونا اس قدر بڑے نہ ہوں کہ کچھ حصہ ان کا پیر سے خالی رہ جائے اور اگر بڑے ہوں تو موزوں کے اسی حصہ میں مسح کیا جائے جس میں پیر ہے۔

۴۔ موزوں میں چار وصفوں (۲) کا ہونا۔

(۱) ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے پیروں پر کھڑے رہیں۔

(۲) ایسے گندھے ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چل سکیں۔

(۳) ایسے موٹے کہ ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔

(۴) پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو اس کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔

۵۔ قبل حدث موزوں کا طہارت کاملہ کی حالت میں پہنا ہوا ہونا اگرچہ پہننے کے طہارت کاملہ نہ ہو۔

مثال:۔ کسی نے وضو کرتے وقت پہلے دونوں پیر دھو کر موزے پہن لئے اس کے بعد باقی اعضاء کو دھویا یا ایک پیر دھو کر موزہ پہن لیا۔ اس کے بعد دوسرا پیر دھو کر دوسرا موزہ پہنا تو پہلی صورت میں دونوں موزوں کے وقت طہارت کاملہ نہ تھی اور دوسری صورت میں پہلا موزہ پہننے کے وقت طہارت کاملہ نہ تھی مگر چونکہ بعد پہننے کے طہارت کامل ہوگئی لہذا اب ان پر مسح ہوسکتا ہے۔

---

(۱) اس کا بیان وہاں کیا جائے گا جہاں کے باطل ہوجانے کی صورتیں لکھی جائیں گی۔ ۱۲

(۲) فقہاء نے یہ بھی شرط لکھی ہے کہ موزے کپڑے کے نہ ہوں مگر صحیح یہ ہے کہ جن میں یہ چار وصف ہوں ان پر مسح درست ہے۔ ۱۲

وہ چیزیں جن پر مسح درست ہے

۱۔ پیر کے موزے اور پائتابوں پر مسح درست ہے بشرطیکہ ان میں مسح کے شرائط پائے جائیں۔ خواہ وہ چمڑے کے ہوں یا کپڑے کے ہوں یا اور کسی چیز کے۔

۲۔ بوٹ پر مسح جائز ہے بشرطیکہ پورے پیر کو معہ ٹخنے کے چھپالے اور اس کا چاک تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پیر کی اس قدر جلد نظر نہ آئے کہ جو مسح کو مانع ہو۔

۳۔ موزوں کے اوپر اگر موزے پہنے جائیں تو ان اوپر والے موزوں پر مسح درست ہے بشرطیکہ ان میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں، خواہ نیچے کے موزوں میں شرائط پائے جائیں یا نہیں اور یہ اوپر والے موزے قبل حدث کے اور قبل اس کے کہ پہلے موزوں پر مسح کیا جائے پہنے گئے ہوں۔

۴۔ اگر ایسے موزوں پر جن میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہیں ایسے موزے پہنے جائیں جن میں شرائط نہیں پائے جاتے تو ان پر بھی مسح جائز ہے بشرطیکہ ایسے رقیق ہوں کہ مسح کی تری ان سے تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے جن میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہیں۔ یہ سمجھا جائے گا کہ درحقیقت مسح انہیں پر ہوا۔

۵۔ اگر موزے ایسے چھوٹے ہوں کہ جن سے ٹخنے نہ چھپ سکیں اور کوئی ٹکڑا چمڑے وغیرہ کا ان کے ساتھ سی کر پورے کر لئے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔

۶۔ زخم کی پٹی پر مسح درست ہے انہیں تین صورتوں میں جن کا بیان معذور کے وضو میں ہو چکا مگر موزوں کے مسح میں اور پٹی کے مسح میں یہ فرق ہے کہ موزوں پر صرف بقدر تین انگلیوں کے مسح کیا جاتا ہے اور پٹی کا مسح پٹی کی پوری سطح پر ہوتا ہے یا اس کے اکثر حصہ پر۔

وہ چیزیں جن پر مسح درست نہیں

۱۔ وہ موزے جن میں مسح کے شرائط نہ پائے جاتے ہوں، مثلاً موزے اس قدر چھوٹے ہوں کہ پیر کی پوری اس جلد کو نہ چھپائیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے بلکہ تین انگلیوں کی برابر پیر کی جلد ان سے ظاہر ہوتی ہے یا اس قدر پھٹے ہوں کہ جو مسح کو مانع ہے یا ان چار وصفوں میں سے کوئی وصف ان میں نہ پایا جاتا ہو یا طہارت کاملہ کی حالت میں پہنے ہوئے نہ ہوں۔

مثال:۔ کسی نے تیمّم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو جب وہ وضو کرے تو ان موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ تیمّم طہارت کاملہ نہیں، خواہ وہ تیمّم صرف غسل کا ہو یا وضو غسل دونوں

کا۔ ہمارے زمانہ میں جو پائتابے اونی اور سوتی رائج ہیں ان پر مسح جائز نہیں۔ اسی لئے کہ ان میں مسح کی شرطیں نہیں پائی جاتیں۔ صرف ان کو پہن کر تین میل نہیں چل سکتے اور پانی کو جذب کر لیتے ہیں۔ شیشہ اور لکڑی اور ہاتھی دانت وغیرہ کے موزوں پر بھی مسح جائز نہیں۔ اس لئے کہ ان کو پہن کر بالکل نہیں چل سکتے۔

۲۔ اگر موزوں پر موزے پہنے جائیں اور پہلے موزوں کا مسح ہو چکا ہو تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں اور اسی طرح اگر یہ دوسرے موزے حدث کے بعد پہنے گئے ہوں تب بھی ان پر مسح درست نہیں۔

۳۔ جن موزوں میں شرائط پائے جاتے ہیں ان پر اگر ایسے موزے پہنے جائیں جن میں شرائط نہیں پائے جاتے اور نہ ایسے رقیق ہوں جن سے مسح کی تری تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

۴۔ مدت گزر جانے کے بعد بغیر پیر دھوئے ہوئے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

۵۔ بجائے ہاتھوں کے دھونے کے دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

۶۔ بجائے سر کے مسح کے عمامہ پر مسح جائز نہیں۔

۷۔ اگر موزے پر موزے پہنے جائیں اور اوپر والے موزوں میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں تو ہاتھ ڈال کر نیچے والے موزوں پر مسح درست نہیں خواہ ان میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں یا نہ پائے جاتے ہوں۔

۸۔ اگر کپڑے کے موزوں پر جن میں شرائط مسح کے نہ پائے جاتے ہوں چمڑا چڑھا دیا جائے مگر صرف اسی سطح پر جو چلنے کی حالت میں زمین پر رہتی ہے تب بھی ان پر مسح جائز نہیں۔

جن کو مسح درست ہے اور جن کو درست نہیں

۱۔ وضو کرنے والے کو مسح درست ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، مقیم ہو یا مسافر بشرطیکہ مسح کی سب شرطیں پائی جائیں۔

۲۔ غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں، خواہ غسل فرض ہو یا سنت۔ غسل میں مسح کرنے کی یہ صورت ہے کہ پیروں کو کسی اونچے مقام پر رکھ کر خود بیٹھ جائے اور سوائے پیروں کے باقی جسم کو دھوئے اس کے بعد پیروں پر مسح کرے۔ (درمختار وغیرہ)

۳۔ تیمّم کرنے والے کو مسح جائز نہیں۔

مقیم کو حدث کے بعد سے ایک دن ایک رات تک موزوں پر مسح کی اجازت ہے اور مسافر کو حدث کے بعد کے تین دن اور تین رات تک بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

اگر ظہر کے وقت پیر دھوکر موزے پہنے جائیں اور عشاء تک حدث نہ ہو۔ بعد عشاء کے حدث ہو تو عشاء کے وقت سے اس کو ایک رات اور ایک دن تک مسح کی اجازت ہوگی اگر مقیم ہے اور تین رات تین دن تک اگر مسافر ہے۔ پہننے کے وقت کا اعتبار نہیں۔ اگر کوئی مقیم موزے پہننے کے بعد ایک دن ایک رات سے پہلے سفر کرے تو اس کو مسافر کی مدت پوری کرنے کی اجازت ہوگی۔

مثال:۔ کسی مقیم نے مغرب کے وقت موزہ پہنا اور اسی شب کی صبح کو اس نے سفر کیا تو اس کو تین دن اور دو رات مسح کرنے کی اجازت ہوگی۔ اگر کوئی مسافر تین دن تین رات سے پہلے قیام کرے تو اس کو مقیم ہی کی مدت تک مسح کی اجازت ہوگی۔

مثال:۔ کسی مسافر نے فجر کے وقت موزہ پہنا اور اسی دن غروب آفتاب کے وقت اپنے گھر پہنچ گیا تو اس کو صرف ایک رات اور مسح کی اجازت ہوگی۔

مسح کے احکام

۱۔ اگر کسی کے پاس وضو کے لئے صرف اسی قدر پانی ہو کہ اس سے پیر کے سوا اور سب اعضاء دھل سکتے ہیں تو اس کو موزوں کا مسح واجب ہے۔

۲۔ اگر کسی کو خوف ہو کہ پیر دھونے سے وقت جاتا رہے گا تو اس پر مسح واجب ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو خوف ہو کہ پیر دھونے سے عرفات میں نہ ٹھہر سکے گا تو اس پر بھی مسح واجب ہے۔ کسی موقع پر مسح نہ کرنے سے رافضی یا خارجی ہونے کا لوگوں کو گمان ہو وہاں بھی مسح کرنا واجب ہے۔ یہ کہ جہاں کہیں مسح نہ کرنے سے کوئی واجب ترک ہوتا ہو تو وہاں مسح کرنا واجب ہے۔

۳۔ سوائے ان مقامات کے جہاں مسح کرنا واجب ہے، موزوں کو اتار کر پیروں کا دھونا بہ نسبت مسح کرنے کے بہتر ہے۔

۴۔ بے موزے اتارے ہوئے پیروں کا دھونا گناہ ہے۔

مسح کا مسنون و مستحب طریقہ

دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کر کے داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے داہنے موزنے کے سرے پر (جو انگلیوں پر رہتا ہے) اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے سرے پر رکھ کر انگلیوں کو ٹخنوں تک کھینچ لیا جائے۔ اس طرح کہ موزے پر پانی کے خطوط کھینچ جائیں۔ مسح موزے کے اس حصہ کے ظاہری سطح پر ہونا چاہئے جو پیر کی پشت پر رہتا ہے نہ اس حصہ پر جو چلنے میں زمین پر رہتا ہے۔

مسح کے فرائض

۱۔ مسح کا موزے کی اس ظاہری سطح پر ہونا جو پیر کی پشت پر رہتی ہے۔

۲۔ موزوں کا انگلیوں کے مقام سے تسمہ باندھنے کی جگہ تک ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کے برابر تر ہو جانا خواہ ہاتھ سے تر کئے جائیں یا اور کسی چیز سے یا خود بخود تر ہو جائیں۔ جیسے کوئی شخص گھاس میں چلے اور شبنم سے اس کے موزے تر ہو جائیں یا مینہ کے ترشح سے اس کے موزوں کو اس قدر تری پہنچ جائے تو یہ مسح سمجھا جائے گا۔ اختیار ہے کہ دونوں موزوں کا مسح ایک ساتھ کیا جائے یا پہلے ایک کا پھر دوسرے کا۔ یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے جس موزے کا مسح پہلے کیا جائے تسمہ باندھنے کی جگہ وہ ہڈی ہے جو پیر کی پشت پر بیچ میں اٹھی معلوم ہوتی ہے۔

مسح کے سنن اور مستحبات

۱۔ ہاتھ سے مسح کرنا نہ کسی اور چیز سے۔

۲۔ مسح کرتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔

۳۔ انگلیوں کو موزوں پر رکھ کر اس طرح کھینچنا کہ موزوں پر خطوط کھنچ جائیں۔

۴۔ مسح پیر کی انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا نہ پنڈلی کی طرف سے۔

۵۔ مسح پنڈلی کی جڑ تک کرنا اس سے کم نہیں۔

۶۔ ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کا مسح کرنا۔

۷۔ داہنے ہاتھ سے داہنے موزے کا مسح کرنا اور بائیں ہاتھ سے بائیں موزے کا۔

۸۔ ہاتھ کی ہتھیلیوں کی جانب سے مسح کرنا نہ پشت کی جانب سے۔

مسح کے باطل ہو جانے کی صورتیں

۱۔ جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی باطل ہو جاتا ہے۔ یعنی پھر دوبارہ مسح کرنے کی ضرورت ہوگی۔ جیسے معذور کا وضو نماز کا وقت جانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ویسے ہی اس کا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے۔ مگر اس کو موزے اتار کر پیروں کا دھونا واجب ہے۔ ہاں اگر اس کا فرض وضو کرنے اور موزے پہننے کی حالت میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مثل اور صحیح آدمیوں کے سمجھا جائے گا۔

۲۔ موزے کا پیر سے یا پیر کے اکثر حصہ سے اتر جانا خواہ قصداً اتارے یا بغیر قصد کے اتر جائیں اس صورت میں موزوں کا اتار کر پیروں کو دھونا چاہئے۔

۳۔ موزے کا پھٹ جانا بشرطیکہ اگر ایڑی کے پاس پھٹا ہو تو اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں اس سے ایڑی کا اکثر حصہ کھل جاتا ہو اور اگر انگلیوں کے پاس پھٹا ہو تو اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں تین انگلیاں اس سے کھل جاتی ہیں اور اگر ان دونوں مقاموں کے سوا اور کہیں سے پھٹا ہو تو اس قدر پھٹا ہو کہ اس سے چلنے کی حالت میں پیر کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کی برابر پیر کی جلد کھل جاتی ہو، اس صورت میں موزے اتار کر پیروں کو دھونا چاہئے۔

اگر موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہو اور ہر جگہ تین انگلیوں سے کم پھٹا ہو مگر سب ملانے سے تین انگلیوں کے برابر ہو جائے تب بھی مسح باطل ہو جائے گا بشرطیکہ ایک ہی موزہ اس قدر پھٹا ہو اور اگر دونوں موزے ملا کر اس قدر پھٹے ہوں تو اس قدر کا اعتبار نہیں مسح باطل نہ ہوگا۔ اگر موزوں میں اس قدر باریک باریک سوراخ ہو جائیں جن میں موٹی سوئی نہ جاسکے تو ان کا اعتبار نہیں اگرچہ کتنے ہی ہوں۔

اگر موزے پھٹے ہوں مگر پیر کا حصہ بقدر تین انگلیوں کے نہ ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔ مسح باطل نہ ہوگا اگرچہ وہ پھٹا ہوا تین انگلیوں سے زیادہ ہو۔

۴۔ پیر کے اکثر حصہ کا کسی طرح دھل جانا اس صورت میں موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا چاہئے۔

۵۔ مسح کی مدت کا گزر جانا۔ اس صورت میں بھی موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا چاہئے۔

ہاں اگر کسی کو سردی کے زمانے میں سرد پانی سے پیروں کو دھونے میں نقصان کا خوف ہو اور گرم پانی کسی طرح نہ مل سکتا ہو تو اس کو موزوں کا اتار کر پیروں کا دھونا معاف ہے بلکہ انہیں موزوں پر اس کو مسح کرنے کی اجازت (۱) ہے جب تک خوف زائل نہ ہو جائے۔ مگر یہ مسح پٹی کے مسح کی طرح ہوگا۔ یعنی پورے موزے پر یا اس کے اکثر حصہ پر نہ موزے کی طرح اس لئے کہ موزے مثل زخم کے پٹی ہیں۔

ف۔ جب ایک موزے کا مسح باطل ہو جائے گا تو دوسرے موزے کا مسح بھی باطل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ایک پیر کو مسح کرنا اور دوسرے کو دھونا جائز نہیں۔ اگر مسح کیا جائے تو دونوں پیر اور دھوئے جائیں تو دونوں۔

مثال:۔ کسی شخص کا ایک ہی موزہ بقدر تین انگلیوں کے پھٹا ہو، دوسرا نہیں یا کسی کا ایک پیر دھل جائے دوسرا نہیں۔

حدث اصغر کے احکام

وضو ٹوٹنے سے جو شرعی حالت انسان کے جسم میں پیدا ہوتی ہے وہ حدث اصغر ہے۔

۱۔ حدث اصغر کی حالت میں نماز پڑھنا حرام ہے، خواہ نفل ہو یا فرض، پنج وقتی ہوں یا عیدین کی ہوں یا جنازہ کی۔

۲۔ سجدہ کرنا حرام (۲) ہے، خواہ تلاوت کی ہو یا شکرانہ کا یا ویسے ہی کوئی شخص سجدہ کرے۔

۳۔ کعبہ مکرمہ کا طواف کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۴۔ قرآن مجید اور ایسی چیز کا چھونا جو قرآن مجید کے ساتھ چسپاں ہو مثل دفتی اور چمڑے یا اس کے کپڑے کے جو جلد پر چڑھا کر سی دیا جاتا ہے مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ ان اعضاء سے چھوئے جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں۔

مثال:۔ ہاتھ یا منہ کے یا ان اعضاء سے جو وضو میں نہیں دھوئے جاتے جیسے بازو، سینہ وغیرہ یا ایسے کپڑے سے چھوئے جو اس کے جسم پر مثل آستین، دامن، عمامہ، رومال، چادر وغیرہ کے۔ (عالمگیری، شامی وغیرہ)

---

(۱) اس مسئلہ میں بعض فقہاء کی یہ رائے ہے کہ اس صورت میں ان موزوں پر مسح جائز نہیں بلکہ ایسے شخص کو معذور سمجھ کر تیمم کی اجازت دی جائے گی۔ یہ رائے اگر چہ بظاہر قرین قیاس ہے: مگر اکثر بلکہ تمام فقہاء کے خلاف۔۱۲

(۲) معلوم ہوا کہ نماز اور سجدہ کے لئے وضو فرض ہے۔۱۲

۵۔ اگر کاغذ یا کسی اور چیز پر جیسے کپڑا، جھلی وغیرہ قرآن مجید کی ایک آیت بھی لکھی ہو تو اس پورے کاغذ کا چھونا مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ اس مقام کو چھوئے جس میں وہ آیت لکھی ہوئی ہے یا اس مقام کو جو سادہ ہے۔

۶۔ کاغذ وغیرہ کے سوا کسی اور چیز پر قران مجید یا اس کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو تو اس کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جس میں لکھا ہوا ہے سارے مقام کا چھونا مکروہ نہیں۔

مثال:۔ کسی پتھر یا دیوار یا روپیہ پر کوئی آیت قرآن مجید کی لکھی ہو تو اس کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہے۔

۷۔ قرآن مجید کے سوا اور آسمانی کتابوں میں مثل توریت، انجیل، زبور وغیرہ کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو سادے مقام کو چھونا مکروہ نہیں۔

۸۔ قرآن مجید اگر جزودان میں ہو یا ایسے کپڑے میں لپٹا ہو جو اس کے ساتھ چسپاں نہ ہو تو اس کا چھونا مکروہ نہیں۔

۹۔ اگر کسی ایسے کپڑے سے قرآن مجید کو چھوئے جو جسم پر نہ ہو یا کپڑے کے سوا کسی اور چیز سے مثل لکڑی وغیرہ کے چھوئے تو مکروہ نہیں۔

۱۰۔ حدث اصغر کی حالت میں قرآن مجید کا کسی کاغذ پر لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ اس کاغذ کو نہ چھوئے نہ لکھے ہوئے کو نہ سادے کو اس لئے کہ کاغذ وغیرہ پر ایک آیت بھی لکھی ہو تو اس پورے کاغذ کا چھونا مکروہ ہے۔

۱۱۔ کاغذ وغیرہ کے سوا کسی اور چیز پر مثل پتھر وغیرہ کے قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ لکھے ہوئے کو نہ چھوئے۔ خواہ سادے مقام کو چھوئے۔

۱۲۔ ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں، خواہ کسی چیز پر لکھے۔

۱۳۔ حدث اصغر کی حالت میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا خواہ دیکھ کر پڑھے پڑھائے یا زبانی درست ہے۔

۱۴۔ نابالغ بچوں کو حدث اصغر کی حالت میں قرآن مجید کا دینا اور چھوانا مکروہ نہیں۔

۱۵۔ تفسیر کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے بشرطیکہ اس میں آیات قرآنیہ لکھی ہوں اور تفسیر ہوں اور تفسیر کے سوا دوسری دینی کتابوں کا چھونا مثل حدیث فقہ وغیرہ کے جائز ہے۔

۱۶۔ اگر قران مجید کا ترجمہ کسی اور زبان میں ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کا بھی وہی حکم ہے جو

قرآن مجید کا ہے۔(بحر الرائق، درمختار)

۱۷۔ قرآن مجید کی جو آیتیں منسوخ التلاوت ہیں ان کا وہ حکم ہے جو قرآن مجید کے سوا دوسری آسمانی کتابوں کا ہے۔ وہ اگر کسی چیز پر لکھی ہوں تو اس کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو، سادے مقام کا چھونا مکروہ نہیں۔

وضو کے متفرق کے مسائل

۱۔ ہاتھ اگر ناپاک ہوں اور پانی میں بے ہاتھ ڈالے ہوئے وضو ممکن نہ ہو یعنی کوئی ایسا شخص نہ ہو جو ہاتھ دھلا دے یا پانی نکال دے اور نہ کوئی ایسا کپڑا ہو جس کو پانی میں ڈال کر ہاتھ دھوئے تو اس صورت میں وضو نہ کرنا چاہئے۔

۲۔ وضو کے بعد اگر عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک دفع کرنے کے لئے بائیں پیر کو دھوئے۔ اسی طرح اگر وضو کے درمیان میں کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی حالت میں آخر عضو کو دھوئے مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد یہ شبہ ہو تو منہ دھوڈالے اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہو تو ہاتھ دھوڈالے۔ یہ اس وقت ہے کہ اگر کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو اکثر اسی قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے۔

۳۔ عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو کرنا مکروہ ہے۔

۴۔ ناپاک جگہ وضو کرنا درست نہیں۔

۵۔ مسجد میں وضو کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرنے پائے تو خیر۔

۶۔ دانت پر میل آجانے کے وقت، سو اٹھنے کے بعد، منہ میں بدبو آجانے کے وقت، خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے وقت، کسی مجلس اور مجمع میں جانے کے لئے، قرآن مجید پڑھنے کے لئے مسواک کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ایک وضو سے دوسرے وقت کی نماز پڑھے تو اس کو بھی مسواک کرنا مستحب ہے۔ (شامی)

۷۔ وضو کے بعد وضو کے اعضاء کا کسی کپڑے وغیرہ سے پونچھ ڈالنا جائز ہے مگر پونچھنے میں

مبالغہ اچھا نہیں۔ جس کپڑے سے وضو کا پانی پونچھا جائے اس کو صاف پاک ہونا چاہئے۔ جو کپڑا استنجا کے بعد استعمال کیا جائے اس سے وضو کا پانی نہ پونچھنا چاہئے۔

۸۔ اگر کسی شخص کا پیر معہ ٹخنے کے کٹ گیا ہو اور دوسرے پیر میں موزہ پہنے ہو تو اس کو صرف ایک ہی موزے پر مسح جائز ہے۔

۹۔ جس شخص کو ایسا مرض ہو جس میں وضو کی توڑنے والی چیزیں برابر جاری رہتی ہو اس کو مستحب ہے کہ نماز کے آخر وقت مستحب تک انتظار کر کے وضو کرے۔ شروع وقت میں نہ کرے۔ اس خیال سے کہ شاید آخر وقت تک اس کا وہ مرض دفع ہو جائے۔

۱۰۔ کافر کا وضو صحیح ہے اس لئے کہ وضو کے صحیح ہونے میں مسلمان ہونا شرط نہیں۔ ہاں واجب ہونے کے لئے البتہ اسلام شرط ہے۔ اگر کوئی کافر حالت کفر میں وضو کرے اور اس کے بعد قبل اس کے کہ کوئی چیز وضو کے توڑنے والی پائی جائے اسلام لائے تو وہ اسی وضو سے نماز وغیرہ پڑھ سکتا ہے۔

۱۱۔ اگر کسی کے سر میں اس قدر درد ہو یا زخم وغیرہ ہوں کہ سر کا مسح نہ کر سکے تو اس کو سر کا مسح معاف ہے۔

غسل کا بیان

فقہاء کی اصلاح میں غسل سر سے پیر تک جسم کی تمام　اس سطح کے دھونے کو کہتے ہیں جس کا دھونا بغیر کسی قسم کی تکلیف کے ممکن ہو۔

غسل کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مسلمان ہونا کافر پر غسل واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر غسل واجب نہیں۔

۳۔ عاقل ہونا، دیوانے اور مست اور بے ہوش پر غسل واجب نہیں۔

۴۔ مطہر پانی کے استعمال پر قادر ہونا، جس شخص کو قدرت نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں۔

۵۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو۔ اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر اس وقت غسل واجب نہیں۔

مثال :۔ کسی کو ایسے تنگ وقت میں نہانے کی ضرورت ہو کہ غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش نہ ہو یا کوئی عورت ایسے ہی تنگ وقت میں حیض یا نفاس سے پاک ہو۔

۶۔ حدث اکبر کا پایا جانا، جو حدث اکبر سے پاک ہو اس پر غسل واجب نہیں۔

۷۔ نماز کے وقت کا تنگ ہونا، شروع وقت میں غسل واجب نہیں۔

غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ تمام جسم کے ظاہری حصہ پر پانی کا پہنچ جانا بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ اگر بغیر کسی عذر کے کوئی ظاہری حصہ جسم کا بال برابر بھی خشک رہ جائے تو غسل صحیح نہ ہوگا۔

۲ جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جس کی وجہ سے جسم تک پانی نہ پہنچ سکے۔

مثال :۔ جسم پر چربی یا خشک موم یا خمیر وغیرہ لگا ہوا ہو یا انگلیوں میں تنگ انگوٹھی، چھلے وغیرہ ہوں یا کانوں میں تنگ بالیاں ہوں کہ سوراخ میں پانی نہ پہنچ سکے۔

۳۔ جن چیزوں سے حدث اکبر ہوتا ہے ان چیزوں کا حالت غسل میں نہ ہونا، کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں غسل کرے یا کوئی مرد منی گرنے کی حالت میں غسل کرے تو صحیح نہ ہوگا۔

غسل کے فرض ہونے کی صورت

حدث اکبر سے پاک ہونے کے لئے غسل فرض ہے اور حدث اکبر کے پیدا ہونے کے چار سبب ہیں۔

پہلا سبب:۔ خروج معنی یعنی منی کا اپنی (۱) جگہ سے بشہوت جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا۔ سوتے (۲) میں یا جاگتے میں، بے ہوشی میں یا ہوش میں، جماع سے یا بغیر جماع (۳) کے کسی خیال وتصور سے یا خاص حصہ کو ہاتھ سے حرکت دینے سے یا لواطت (۴) سے یا کسی مردہ جانور سے خواہش پورا کرنے سے۔

اگر منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی مگر خاص حصہ سے باہر نکلتے وقت شہوت نہ تھی تب بھی غسل فرض ہو جائے (۵) گا۔

مثال:۔ منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی مگر اس نے اپنے خاص حصہ کے سوراخ کو ہاتھ سے بند کر لیا یا روئی رکھ لی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب شہوت جاتی رہی تو اس نے خاص حصہ کے سوراخ سے ہاتھ یا روئی ہٹا لی اور منی بغیر شہوت خارج ہو گئی۔

اگر کسی کے خاص حصہ سے کچھ منی نکلی اور کچھ اندر باقی رہ گئی اور اس نے غسل کر لیا۔ بعد غسل کے وہ منی جو باقی رہ گئی تھی بغیر شہوت کے نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائیگا۔ دوبارہ پھر غسل فرض ہے بشرطیکہ یہ باقی منی قبل سونے کے اور قبل پیشاب کرنے کے اور قبل چالیس قدم یا اس سے زیادہ چلنے کے نکلے۔

اگر کسی کے خاص حصہ سے بعد پیشاب کے منی نکلے تو اس پر بھی غسل فرض ہوگا۔ بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو۔ اگر کسی مرد یا عورت کو اپنے جسم یا، کپڑے پر سو اٹھنے کے بعد تری معلوم ہو تو اس میں چودہ صورتیں ہیں منجملہ ان کے سات صورتوں میں غسل فرض ہے۔

---

(۱) مرد کے جسم میں منی کی جگہ پیٹھ ہے اور عورت کے جسم میں سینہ کی ہڈیاں۔۱۲ (درمختار وغیرہ)

(۲) سونے کی حالت میں عورتوں کی منی گرتی ہے۔ احادیث سے ثابت ہے۔۱۲۔م۔ن

(۳) جاگتے میں بغیر جماع کے منی نکلنے کی صورتیں مردوں کے ساتھ خاص ہیں۔ عورتوں کی منی بیداری میں بغیر جماع کے نہیں نکلتی۔۱۲

(۴) لواطت کسی کے مشترک حصہ میں اپنے خاص حصہ کے داخل کرنے کو کہتے۔ خواہ وہ مشترک حصہ مرد کا ہو یا عورت کا۔

(۵) یہ مذہب امام صاحب اور امام محمد کا ہے اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک حصہ خاص سے باہر نکلتے وقت بھی شہوت شرط ہے۔ لہذا ان کے نزدیک اس صورت میں غسل فرض نہ ہوگا۔۱۲

۱۔ یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد ہو۔
۲۔ یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔
۳۔ یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔
۴۔ شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔
۵۔ شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔
۶۔ شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔
۷۔ شک ہو کہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

اگر کسی شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کی منی خاص حصہ کے سوراخ سے باہر نکل کر اس کی کھال کے اندر رہ جائے جو ختنہ میں کاٹ دی جاتی ہے تو اس پر غسل فرض ہو جائے گا اگر چہ وہ منی اس کھال سے باہر نہ نکلی ہو۔ (بحرالرائق وغیرہ)

دوسرا سبب:۔ ایلاج یعنی کسی باشہوت مرد کے خاص حصہ کے سر کا کسی زندہ عورت کے خاص حصہ میں یا کسی دوسرے زندہ آدمی کے مشترک حصہ میں داخل ہونا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا مخنث، منی گرے یا نہ گرے اس صورت میں اگر دونوں میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہیں تو دونوں پر ورنہ جس پر پائی جاتی ہیں اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔ اگر عورت کنواری ہو تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کی بکارت دور ہو جائے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر عورت کم سن ہو۔ مگر ایسی کم سن نہ ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے خاص حصہ اور مشترک حصہ مل جانے کا خوف ہو تو اس کے خاص حصہ میں مرد کے خاص حصہ کا سر داخل ہونے سے مرد پر غسل فرض ہو جائے گا اگر اس میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں۔

جس مرد کے خصیے کٹ گئے ہوں، اس کے خاص حصہ کا سر اگر کسی کے مشترک حصہ یا عورت کے خاص حصہ میں داخل ہو تب بھی غسل فرض ہو جائے گا دونوں پر ورنہ جس میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں اسی پر۔ (قاضی خاں)

اگر کسی مرد کے خاص حصہ کا سر کٹ گیا ہو تو اس کے جسم سے اسی مقدار کا اعتبار کیا جائے گا۔ (بحرالرائق و درمختار وغیرہ)

اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کو کپڑے وغیرہ سے لپیٹ کر داخل کرے تو اگر جسم کی حرارت محسوس ہو تو غسل فرض ہو جائے گا۔ (بحرالرائق وغیرہ)

اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔ منی گرے یا نہ گرے۔ (شامی، حاشیہ درمختار و حاشیہ بحرالرائق)

تیسرا سبب:۔ حیض یعنی کسی عورت کے خاص حصہ سے حیض کے خون کا باہر آنا کم سے کم مدت حیض کی تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات اور کم سے کم دو حیضوں کے درمیان میں عورت پندرہ دن پاک رہتی ہے۔ یعنی ایک حیض کے بعد کم از کم پندرہ دن تک دوسرا حیض نہ آتا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ ممکن ہے کہ عورت کو تمام عمر حیض نہ آئے۔

حیض کی مدت میں سوا خالص سفیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے حیض سمجھا جائے گا۔

جس عورت کے حیض کی عادت مقرر ہو گئی ہو اس کو اگر عادت سے زیادہ خون آئے مگر دس دن سے زیادہ ہو تو وہ خون حیض سمجھا جائے گا۔

مثال:۔ کسی عورت کو پانچ دن حیض آیا کرتا ہے۔ اس کو اگر نو دن یا دس دن خون آئے تو یہ سب حیض سمجھا جائے گا۔ اگر عورت کو تین دن رات یا زیادہ یا اگر عادت مقرر ہو گئی ہو تو عادت کے موافق خون آ کر بند ہو جائے اور پندرہ دن یا اس سے زیادہ بند رہے اور اس کے بعد پھر خون آئے تو یہ دونوں علیحدہ علیحدہ دو حیض سمجھے جائیں گے۔

جس عورت کی عادت سات دن حیض کی ہو اس کو ایک دن خون آیا اور چودہ دن بند رہا تو ایک دن وہ جس میں خون آیا اور چھ دن وہ جس میں خون نہیں آیا جملہ سات دن اس کے حیض سمجھے جائیں گے۔

چوتھا سبب:۔ نفاس یعنی عورت کے خاص حصہ یا مشترک حصہ سے نفاس کے خون کا باہر نکلنا نفاس کا حکم اس وقت کے خون سے دیا جائے گا جو نصف سے زیادہ حصہ بچہ کے باہر آنے کے بعد اس سے پہلے جو خون نکلے وہ نفاس نہیں۔ (بحرالرائق وغیرہ)

زیادہ سے زیادہ مدت نفاس کی چالیس دن رات ہے اور کم مدت کی کوئی حد نہیں۔ ممکن ہے کہ کسی عورت کو بالکل نفاس نہ آئے۔

کم سے کم نفاس اور حیض کے درمیان میں عورت پندرہ دن طاہر رہتی ہے۔

نفاس کی مدت میں سوا خالص سفیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے وہ نفاس سمجھا جائے گا۔ جس عورت کی عادت مقرر ہو اس کو اگر عادت سے زیادہ خون آئے مگر چالیس دن سے زیادہ

نہ ہوتو وہ سب نفاس سمجھا جائے گا۔

مثال:۔ کسی عورت کو بیس دن نفاس کی عادت ہو اس کو انتالیس یا پورے چالیس دن خون آئے تو یہ سب خون نفاس سمجھا جائے گا۔ اگر کسی عورت کو چالیس دن سے کم نفاس ہو کر بند ہو جائے گا اور پھر چالیس دن کے اندر ہی دوسرا خون آئے اور وہ خون چالیس دن کی حد سے آگے نہ بڑھے تو یہ سب زمانہ یعنی جس میں پہلا خون آیا اور جس میں بند رہا اور جس میں دوسرا خون آیا نفاس سمجھا جائے گا اور اگر دوسرا خون چالیس دن کی حد سے آگے بڑھ جائے تو پہلے خون سے چالیس دن تک اگر عادت مقرر نہ ہو اور اگر عادت مقرر ہو تو بقدر عادت کے نفاس سمجھا جائے گا۔

مثال:۔(۱) کسی عورت کو عادت والی ہو یا بے عادت پندرہ دن نفاس ہو کر بیس دن بند رہا اور پانچ دن پھر خون آیا تو یہ سب زمانہ جس کا مجموعہ چالیس دن ہوتا ہے نفاس سمجھا جائے گا۔

(۲) جس عورت کی عادت بیس دن نفاس کی ہو اس کو پندرہ دن خون آ کر پندرہ دن بند رہے اور پھر گیارہ دن خون آئے تو پندرہ دن وہ جن میں پہلا خون آیا ہے اور وہ پانچ دن جن میں خون بند رہا جملہ بیس دن اس کا نفاس ہوگا، اس لئے کہ دوسرا خون چالیس دن کی حد سے آگے بڑھ گیا۔ اگر کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوں اور دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فصل ہو تو اس کا نفاس پہلے بچہ کے بعد سے ہوگا۔ پس اگر دوسرا بچہ چالیس دن کے اندر پیدا ہو تو جو خون اس کے بعد آئے وہ بھی نفاس ہے بشرطیکہ اتنے دن آئے کہ پہلے خون سے مل کر چالیس دن یا اس سے کم ہو زیادہ نہ ہو۔ اگر اتنے دن ہو کہ پہلے خون مل کر چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو اگر اس کی عادت مقرر نہ ہو تو چالیس دن تک ورنہ جس قدر عادت ہو اس قدر نفاس سمجھا جائے۔ اگر کسی عورت کے دو بچہ پیدا ہوں اور دونوں کی ولادت میں چھ مہینہ یا اس سے زیادہ کا فصل ہو اور دونوں بچوں کے بعد خون آئے تو وہ دونوں خون علیحدہ علیحدہ دو نفاس سمجھے جائیں گے۔

اگر کسی عورت کے پیٹ میں زخم وغیرہ کی وجہ سے سوراخ ہو گیا ہو اور لڑکا اس سوراخ سے سے پیدا ہو تو اگر خون اس کے خاص حصہ یا مشترکہ حصہ سے باہر آئے تو وہ نفاس سمجھا جائے گا۔ (بحرالرائق وغیرہ)

استحاضہ کی صورتیں

ا۔ نو برس سے کم عمر والی عورت کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں، خواہ تین دن رات آئے یا اس سے کم۔

۲۔ پچپن سال یا اس سے زیادہ عمر والی عورت کو جو خون آئے وہ حیض نہیں بشرطیکہ خالص سرخ یا سرخ مائل بہ سیاہی نہ ہو۔

۳۔ حاملہ عورت کو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

۴۔ تین دن رات سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

۵۔ دس دن رات سے زیادہ جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

۶۔ عادت والی کو اس کی عادت سے زیادہ خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں بشرطیکہ دس دن رات سے بڑھ جائے۔

مثال:۔ کسی عورت کو پانچ دن حیض آنے کی عادت ہو، اس کو گیارہ دن خون آئے تو جس قدر اس کی عادت سے بڑھ گیا ہے یعنی چھ دن استحاضہ میں شمار ہوں گے۔

۷۔ اگر کسی عورت کو دس دن حیض ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے۔ اس کے بعد پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں۔ اس لئے کہ دو حیضوں کے درمیان میں کم سے کم پندرہ دن کا فصل ہوتا ہے۔

۸۔ بچہ کے نصف سے زیادہ باہر نکلنے کے پہلے جو خون آئے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں۔ اس لئے کہ نفاس اسی وقت ہے جب نصف یا اس سے زیادہ حصہ بچہ کا باہر (۱) آ جائے۔

۹۔ چالیس دن نفاس ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اور پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں۔ اس لئے کہ کم سے کم نفاس بند ہونے کے بعد پندرہ دن تک نہیں ہوتا۔

۱۰۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو اگر اس کی عادت مقرر نہ ہو تو چالیس دن سے جس قدر زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں اور اگر عادت مقرر ہو تو جس قدر عادت سے زیادہ ہے وہ سب استحاضہ ہے۔

مثال:۔ (۱) بے عادت والی عورت کو اکتالیس دن خون آئے تو چالیس دن نفاس ہوگا اور ایک دن استحاضہ۔

(۲) جس عورت کو بیس دن نفاس کی عادت ہو اس کو اکتالیس دن خون آئے تو بیس دن اس کا نفاس ہوگا اور اکیس دن استحاضہ۔

۱۱۔ جس عورت کے دو بچے پیدا ہوں اور دونوں میں چھ ماہ سے کم فصل ہو اور دوسرا بچہ چالیس دن کے بعد پیدا ہو تو جو خون اس کے بعد آئے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں۔

---

(۱) اور جب تک بچہ کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ باہر نہیں آجاتا نفاس ہی کہا جائے گا۔ ۱۲۔ م۔ ن

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں

۱۔منی اگر اپنی جگہ سے بشہوت نہ جدا ہو تو اگر چہ خاص حصہ سے باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا۔

مثال:۔کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا اونچے سے گر پڑا یا کسی نے اس کو مارا اور اس صدمہ سے اس کی منی بغیر شہوت کے نکل آئی۔

۲۔اگر منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی مگر خاص حصہ سے باہر نہ نکلی تو غسل فرض نہ ہوگا۔ خواہ یہ نکلنا خود بخود ہو یا خاص حصہ کا سوراخ بند ہو جانے کے سبب سے، خواہ ہاتھ سے بند کیا گیا ہو یا روئی وغیرہ رکھ کر۔

۳۔اگر کسی شخص کے خاص حصہ سے بعد پیشاب کے بغیر شہوت کے منی نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۴۔اگر کوئی مرد کسی جانور یا مردہ کے خاص حصہ یا مشترک حصہ میں اپنا خاص حصہ داخل کرے یا اس کا خاص حصہ اپنے مشترک حصہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ نکلے۔اسی طرح اگر کوئی عورت کسی جانور یا مرد کا خاص حصہ یا کوئی لکڑی یا انگلی یا اور کوئی چیز اپنے خاص حصہ یا مشترکہ حصہ میں داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ نکلے اور خاص حصہ مشترکہ حصہ میں داخل کرنے میں یہ بھی شرط ہے کہ غلبہ شہوت کی حالت کا نہ ہو۔

۵۔اگر کوئی بے شہوت لڑکا کسی عورت کے ساتھ جماع کرے تو کسی پر غسل فرس نہ ہوگا اگر چہ عورت مکلّف ہو۔

۶۔اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ اپنے ہی مشترک حصہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۷۔اگر کوئی مرد کسی کم سن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ گرے اور وہ عورت اس قدر کم سن ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصہ اور مشترک حصہ کے مل جانے کا خوف ہو۔

۸۔اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے اور کپڑے اس قدر موٹا ہو کہ

جسم کی حرارت اس کی وجہ سے نہ محسوس ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

۹۔ اگر کسی کنواری عورت کے ساتھ صحبت کی جائے اور اس کی بکارت زائل نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

۱۰۔ اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کا جز مقدار سر سے کم داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۱۔ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

۱۲۔ اگر کسی عورت کے خاص حصہ میں مرد کی منی بغیر مرد کے خاص حصہ کے داخل ہوئے چلی جائے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۳۔ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہو اور خون بالکل نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۴۔ استحاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

۱۵۔ اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس کے اوپر منی نکلنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۶۔ سو کر اٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھنے کی بقیہ سات صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۱) یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۲) شک ہو کہ یہ منی یا مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۳) شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۴) شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۵) یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۶) یقین ہو جائے کہ ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۷) شک ہو کہ یہ منی یا مذی یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔ ہاں دوسری، تیسری، ساتویں صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا ضروری ہے۔

۱۷۔ حقنہ (عمل) کے مشترک حصہ میں داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

۱۸۔ اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت یا مرد کی ناف میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۹۔ اگر کوئی شخص خواب میں اپنی منی گرتے ہوئے دیکھے اور منی گرنے کی لذت بھی اس کو

محسوس ہو مگر کپڑوں پر تری یا کوئی اثر نہ معلوم ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

جن صورتوں میں غسل واجب ہے

۱۔ اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالت کفر میں اس کو حدث اکبر ہوا ہو اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر بعد اسلام کے نہانا واجب ہے۔
۲۔ اگر کوئی شخص پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے تو اس کا نہانا واجب ہے۔
۳۔ مسلمان مردے کی لاش کو نہلانا زندہ مسلمان پر واجب کفایہ ہے۔

جن صورتوں میں غسل سنت ہے

۱۔ جمعہ کے دن بعد نماز فجر کے نماز جمعہ کے لئے ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہو۔
۲۔ عیدین کے دن بعد فجر ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔
۳۔ حج یا عمرہ کے احرام کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔
۴۔ حج کرنے والے کو عرفہ کے دن بعد زوال کے غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل مستحب ہے

۱۔ اسلام لانے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اگرچہ حدث اکبر سے پاک ہو۔
۲۔ کوئی مرد یا عورت جب پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک کوئی علامت جوانی کی اس میں نہ پائی جائے تو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔
۳۔ پچھنے لگوانے کے بعد اور جنون اور مستی اور بے ہوشی دفع ہو جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔
۴۔ مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کو غسل کرنا مستحب ہے۔

۵۔شب برات یعنی شعبان کی پندرہویں رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔
۶۔لیلۃ القدر کی راتوں میں اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جس کو لیلۃ القدر معلوم (۱) ہے۔
۷۔مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔
۸۔مزدلفہ (۲) میں ٹھہرنے کے لئے دسویں تاریخ کی صبح کو بعد نماز فجر کے غسل مستحب ہے
۹۔طواف (۳) زیارت کے لئے غسل مستحب ہے۔
۱۰۔کنکری (۴) پھینکنے کے وقت غسل مستحب ہے۔
۱۱۔کسوف (۵) اور خسوف اور استسقاء (۶) کی نمازوں کے لئے غسل مستحب ہے۔
۱۲۔خوف اور مصیبت کی نمازوں کے لئے غسل مستحب ہے۔
۱۳۔کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لئے غسل مستحب ہے۔
۱۴۔سفر سے واپس آنے والے کو غسل مستحب ہے جب وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔
۱۵۔استحاضہ والی عورت کو غسل کرنا مستحب ہے جب اس کا استحاضہ دفع ہو جائے۔
۱۶۔جو شخص قتل کیا جاتا ہو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔

غسل کا مسنون و مستحب طریقہ

جو غسل کرنا چاہے اس کو چاہے کہ کوئی کپڑا مثل لنگی وغیرہ کے باندھ کر نہائے اور اگر برہنہ ہو کر نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے کہ جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچ سکے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو زمین پر انگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر بسم اللہ پڑھ کر نہائے۔

---

(۱) لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۷ یا ۲۹ تاریخ کو ہوتی ہے۔اس کو معلوم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کسی کو کشف اور الہام سے معلوم ہو جائے کہ آج لیلۃ القدر ہے یا جو علامتیں اس رات کی مذکور ہیں ان کو دیکھ کر کوئی شخص معلوم کرے کہ آج لیلۃ القدر ہے۔۱۲
(۲) مزدلفہ ایک مقام ہے مکہ اور منیٰ کے درمیان میں وہاں حاجی جمع ہوتے ہیں اسی لئے اس کو جمع بھی کہتے ہیں۔۱۲
(۳) طواف زیارت وہ طواف ہے جو ذی الحجہ کی دسویں یا تیرہویں تاریخ کو کیا جاتا ہے۔۱۲
(۴) منیٰ میں حاجی لوگ دسویں، گیارہوں، بارہویں تاریخ کو کنکری پھینکتے ہیں۔
(۵) کسوف سورج گرہن کو اور خسوف چاند گرہن کو کہتے ہیں۔ان دونوں گرہنوں میں دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے۔۱۲
(۶) اللہ تعالیٰ سے پانی برسانے کی دعا مانگنے کو استسقاء کہتے ہیں۔ایسے وقت میں ایک خاص طریقہ سے نماز بھی پڑھی جاتی ہے۔۱۲

عورت کو اور برہنہ نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا چاہئے اگر کوئی مرد کپڑے پہنے ہوئے نہائے تو اس کو اختیار ہے چاہے بیٹھ کر نہائے اور چاہے کھڑے ہو کر۔ اگر برہنہ نہائے تو نہاتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے۔ اس کے بعد اپنے خاص حصہ معہ خصیتین کے دھوئے۔ اگر ان پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو۔ اس کے بعد اگر بدن پر کہیں نجاست حقیقیہ ہو تو اس کو دھوڈالے۔ اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی سے مل کر دھوئے۔ اس کے بعد پورا وضو کرے یہاں تک کہ سر کا مسح بھی اور اگر کسی ایسے مقام پر نہاتا ہو جہاں غسل کا پانی جمع رہتا ہو تو پیروں کو اس وقت تک نہ دھوئے بلکہ بعد فراغت غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر پیروں کو دھوئے۔ اگر یہ غسل فرض ہو اور اس وضو میں سوائے بسم اللہ کے اور کوئی دعا نہ پڑھے۔ وضو کے بعد اپنے بالوں میں انگلیاں ڈال کر تین مرتبہ سر کا خلال کرے۔ پہلے داہنے جانب کا، پھر بائیں جانب کا اس کے بعد اپنے سر پر پانی ڈالے۔ پھر داہنے شانے پر، پھر بائیں شانے پر اور تمام جسم کو ہاتھوں سے ملے۔ اسی طرح دوبارہ اور تمام جسم پر اسی ترتیب سے پانی ڈالے تاکہ تین بار تمام جسم پر پانی پہنچ جائے۔ اس کے بعد چاہے اپنے جسم کو کسی کپڑے سے پونچھ ڈالے اور نہاتے وقت کسی سے کوئی بات بغیر سخت ضرورت کے نہ کرے۔

غسل کے فرائض

غسل میں ایک فرض ہے۔ تمام بدن کے ظاہری حصہ کا سر سے پیر تک دھونا۔ اس طرح کہ بال برابر کوئی حصہ جسم کا خشک نہ رہنے پائے۔ ناف کا دھونا فرض ہے۔ داڑھی، مونچھ اور ان کے نیچے کی سطح کا دھونا فرض ہے۔ اگر یہ چیزیں گھنی ہوں اور ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آتی ہو۔ سر کے بالوں کا بھگونا فرض ہے۔ اگرچہ ان میں گوند یا خطمی لگی ہو۔ انگوٹھی اگر تنگ ہو اور کان کے سوراخوں میں بالیاں ہوں کہ بے حرکت دیئے ہوئے پانی جسم تک نہ پہنچے تو ان کا حرکت دینا فرض ہے اور کان کے سوراخوں میں اگر بالیاں ہوں اور سوراخ اگر بند نہ ہوئے ہوں تو اگر بغیر ہاتھ سے ملے ہوئے یا کوئی تنکا وغیرہ ڈالے ہوئے پانی ان میں نہ پہنچے تو تنکے وغیرہ کا ڈال کر ان میں پہنچانا فرض ہے۔ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کو جلد کا دھونا فرض ہے جو ختنہ کی کھال کے نیچے چھپی ہوئی ہے۔ اگر اس کھال کو اوپر چڑھانے میں تکلیف نہ ہو۔

غسل میں جن اعضاء کا دھونا فرض نہیں

۱۔ بدن کا ملنا اگر اس پر کوئی نجاست حقیقیہ ایسی نہ ہو جو بغیر ملے ہوئے دور نہ ہو سکے۔

۲۔ عورت کو اپنے خاص حصہ کے اندرونی جزو کا انگلی وغیرہ ڈال کر صاف کرنا۔

۳۔ جسم کے اس حصہ کا دھونا جس کے دھونے سے تکلیف یا ضرر ہو۔

مثال:۔ (۱) آنکھ کے اندر کی سطح کا دھونا اگرچہ اس میں نجس سرمہ لگا ہو۔

(۲) عورت کو اپنے کان کے اس سوراخ کا تنکا وغیرہ ڈال کر دھونا جو بند ہو گیا ہو۔ جس مرد کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کو ختنہ کی کھال کو اوپر چڑھانے میں تکلیف ہو تو اس کے اس کھال کے نیچے کی جلد کا دھونا۔ عورت کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھولنا بشرطیکہ بغیر کھولے ہوئے بالوں کی جڑیں بھیگ جائیں اگر بالوں میں گرہ پڑ گئی ہو تو اس کا کھولنا۔

غسل کے واجبات

۱۔ کلی کرنا۔

۲۔ ناک میں پانی لینا۔

۳۔ مردوں کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھول کر تر کرنا۔

۴۔ ناک کے اندر جو میل ناک کے لعاب سے جم جاتا ہے اس کو چھڑا کر اس کے نیچے کی سطح کا دھونا۔

غسل کی سنتیں

۱۔ نیت کرنا یعنی دل میں یہ قصد کرنا کہ میں نجاست سے پاک ہونے کے لئے خدا کی خوشی اور ثواب کے لئے نہاتا ہوں نہ بدن صاف کرنے کے لئے۔

۲۔ اسی ترتیب سے غسل کرنا جس ترتیب سے لکھا گیا۔ یعنی پہلے ہاتھوں کا دھونا، پھر خاص حصہ کا دھونا، پھر نجاست حقیقیہ کا دھونا اگر ہو۔ پھر پورا وضو کرنا اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی جمع ہو تو پیروں کا بعد غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر دھونا پھر تمام بدن پر پانی بہانا۔

۳۔ بسم اللہ کہنا

۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ ہاتھ پیروں کا اور داڑھی کا تین مرتبہ خلال کرنا۔

۶۔ بدن کو ملنا

۷۔ بدن کو اس طرح دھونا کہ باوجود جسم اور ہوا کے معتدل ہونے کے ایک حصہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرے حصہ کو دھوڈالے۔

۸۔ تمام جسم پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

غسل کے مستحبات

۱۔ ایسی جگہ نہانا جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچے یا تہہ بند وغیرہ باندھ کر نہانا۔

۲۔ داہنے جانب کو بائیں جانب سے پہلے دھونا۔

۳۔ سر کے داہنے حصہ کا پہلے خلال کرنا پھر بائیں حصہ کا۔

۴۔ تمام جسم پر پانی اس ترتیب سے بہانا کہ پہلے سر پھر داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر۔

۵۔ جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں وہ غسل میں بھی مستحب ہیں سوائے قبلہ رو ہونے اور دعا پڑھنے اور غسل سے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہو کر پینا بھی مستحب نہیں۔

غسل کے مکروہات

۱۔ بلاضرورت ایسی جگہ نہانا جہاں کسی غیر محرم کی نظر پہنچ سکے۔

۲۔ برہنہ نہانے والے کو قبلہ رو ہونا۔

۳۔ غسل میں سوائے بسم اللہ کے اور دعاؤں کا پڑھنا۔

۴۔ بے ضرورت کلام کرنا۔

۵۔ جتنی چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔

حدث اکبر کے احکام

جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان کے پیدا ہونے سے جو اعتباری حالت انسان کے جسم کو طاری ہوتی ہے اس کو حدث اکبر کہتے ہیں۔

۱۔ جو چیزیں حدث اصغر میں منع ہیں وہ حدث اکبر میں بھی منع ہیں۔ جیسے نماز اور سجدہ تلاوت کا ہو یا شکرانہ کا، قرآن مجید بغیر کسی حائل کے چھونا وغیرہ۔

۲۔ مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے۔

مثال:۔ کسی شخص کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور کوئی دوسرا راستہ اس کے نکلنے کا سوا اس کے نہ ہو تو اس کو مسجد میں تیمّم کر کے جانا جائز ہے۔ کسی مسجد میں پانی کا چشمہ یا کنواں یا حوض ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ہو تو اس مسجد میں تیمّم کر کے جانا جائز ہے۔

۳۔ قرآن مجید کا بقصد تلاوت پڑھنا حرام ہے اگرچہ ایک آیت سے کم ہو اور اگرچہ منسوخ التلاوۃ ہو۔

۴۔ کعبہ مکرمہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

۵۔ قرآن مجید کا چھونا جن شرائط سے حدث اصغر میں جائز ہے انہیں شرائط سے حدث اکبر میں بھی جائز ہے۔

۶۔ عیدگاہ میں اور مدرسہ میں اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

۷۔ قرآن مجید کی ان آیتوں کو جن میں دعا یا اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو بقصد دعا کے پڑھنا جائز ہے۔ کوئی شخص سورہ فاتحہ یا کسی اور ایسی ہی آیت کو بطور دعا کے پڑھے تو جائز ہے۔

۸۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے ناف اور زانو کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا بشرطیکہ کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو مکروہ تحریمی ہے اور جماع کرنا حرام ہے۔

۹۔ استحاضہ کی حالت میں صرف جماع کرنا حرام ہے اگرچہ اس سے حدث اکبر نہیں ہوتا۔

۱۰۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورت کو روزہ رکھنا حرام ہے۔

۱۱۔ حیض والی عورت اگر کسی کو قرآن مجید پڑھاتی ہو اس کو ایک ایک لفظ کا رک رک کر پڑھانے کی غرض سے کہنا (۱) جائز ہے۔ ہاں پوری آیت کا ایک دم پڑھ دینا اس وقت بھی ناجائز ہے۔

---

(۱) چونکہ عادتاً عورتوں کو ہر مہینہ حیض آتا ہے اور پانچ سات روز رہتا ہے اس لئے بخیال حرج تعلیم اس قدر اجازت دی گئی۔

۱۲۔حیض اور نفاس کی حالت میں عورت کے بوسے لینا اور اس کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کر سونا اور اس کے ناف اور ناف کے اوپر اور زانو اور زانو کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا اگرچہ کپڑا درمیان میں نہ ہو اور ناف اور زانو کے درمیان میں کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے بلکہ حیض کی وجہ سے عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ (۱) ہے۔

غسل کے متفرق مسائل

۱۔اگر کوئی مرد سوا ٹھنے کے بعد اپنے کپڑوں پر تری دیکھے اور قبل سونے کے اس کے خاص حصہ کو استادگی نہ ہو تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا اور وہ تری مذی سمجھی جائے گی بشرطیکہ احتلام یاد نہ ہو اور اس تری کے منی ہونے کا خیال نہ ہو۔(درمختار)

۲۔اگر دو مرد یا دو عورتیں یا ایک مرد اور ایک عورت ایک ہی بستر پر لیٹیں اور سوا ٹھنے کے بعد اس بستر پر منی کا نشان پایا جائے اور کسی طریقہ سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کس کی منی ہے اور نہ اس بستر پر ان سے پہلے کوئی اور سویا ہو تو ان صورتوں میں دونوں پر غسل فرض ہوگا اور اگر ان سے پہلے کوئی اور شخص اس بستر پر سو چکا ہے اور منی خشک ہے تو ان دونوں میں کسی پر غسل فرض نہ ہوگا۔(درمختار و بحرالرائق وغیرہ)

۳۔عورتوں کو حیض و نفاس کے وقت اپنے خاص حصہ میں روئی یا کپڑا رکھنا سنت ہے۔ کنواری ہوں یا نہیں اور جو کنواری نہ ہوں ان کو بغیر حیض و نفاس کے بھی روئی رکھنا مستحب ہے۔

۴۔حیض و نفاس کا حکم اس وقت سے دیا جائے گا جب خون جسم کے ظاہری حصہ تک آجائے اور اگر خاص حصہ میں روئی وغیرہ ہو تو اس کا وہ حصہ تر ہو جائے جو جسم کے ظاہری حصہ کے مقابل ہے۔ہاں اگر روئی نکالی جائے تو اگر اس کے اندرونی حصہ میں خون ہوگا تب بھی حیض و نفاس کا حکم دے دیا جائے گا اس لئے کہ نکالنے کے بعد وہ اندرونی حصہ بھی خارجی حصہ بن گیا۔

۵۔اگر کوئی عورت روئی رکھنے کے وقت طاہر تھی اور جب اس نے روئی نکالی تو اس میں خون کا اثر پایا تو جس وقت سے اس نے نکالی اسی وقت سے اس کا حیض و نفاس سمجھا جائے گا

---

(۱) مکروہ ہونے کی دو وجہ ہیں۔ایک یہ کہ یہود کا دستور تھا کہ حیض کی حالت میں وہ عورتوں کو الگ کر دیتے تھے اور ان کے اختلاط سے پرہیز کرتے تھے اور یہود وغیرہ کی مشابہت ہم لوگوں کو منع ہے۔دوسرے یہ کہ صحیح احادیث میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حالت حیض میں اختلاط فرماتے تھے۔۱۲

اس سے پہلے نہیں۔ یہاں تک کہ اس سے پہلے کی اگر کوئی نماز اس کی قضاء ہوئی ہوگی تو وہ بعد حیض کے پڑھنا پڑے گا اور عورت روئی رکھتے وقت حائضہ تھی اور جس وقت روئی نکالی اس وقت اس پر خون کا نشان نہ تھا تو اس کی طہارت اسی وقت سمجھی جائے گی جب سے اس نے روئی رکھی تھی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت سو اٹھنے کے بعد حیض دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے ہوگا جب سے بیدار ہوئی ہے۔ اس سے پہلے نہیں اور اگر کوئی حائضہ سو اٹھنے کے بعد اپنے کو طاہر پائے تو جب سے سوئی ہے اسی وقت سے طاہر سمجھی جائے گی۔ (بحرالرائق درمختار ردمختار وغیرہ)

۶۔ اگر کوئی ایسی جوان عورت جس کو ابھی تک حیض نہیں آیا اپنے خاص حصہ سے خون آتے ہوئے دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اس کو خون حیض سمجھ کر نماز وغیرہ چھوڑ دے (۱) پھر اگر وہ خون تین دن رات سے پہلے بند ہو جائے تو اس کی جس قدر نمازیں چھوٹ گئی ہیں ان کی قضاء پڑھنا ہوگی۔ اس لئے کہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ خون حیض نہ تھا استحاضہ تھا۔ حیض تین دن رات سے کم نہیں آتا۔ (بحرالرائق درمختار وغیرہ)

اسی طرح اگر کوئی عادت والی عورت اپنی عادت سے زیادہ خون دیکھے اور عادت اس کی دس دن سے کم ہو تو اس کو چاہئے کہ اس خون کو حیض سمجھ کر نماز وغیرہ بدستور نہ پڑھے اور غسل نہ کرے۔ پس اگر وہ خون دس دن رات سے زیادہ ہو جائے تو جس قدر اس کی عادت سے زیادہ ہو گیا ہے۔ استحاضہ سمجھا جائے گا اور اس زمانہ کی نمازیں اس کو قضا پڑھنا ہوگی۔ (بحرالرائق وغیرہ)

۷۔ جس عورت کا حیض دس دن رات آکر بند ہوا ہو اس سے بغیر غسل کے خون بند ہوتے ہی جماع جائز ہے اور جس عورت کا خون دس دن رات سے کم آکر بند ہوا ہو تو اگر اس کی عادت سے بھی کم آکر بند ہوا ہے تو اس سے جماع جائز نہیں۔ جب تک کہ اس کی عادت نہ گزر جائے اگرچہ غسل بھی کر چکے اور عادت کے موافق آکر بند ہوا ہے تو جب تک غسل نہ کرے یا ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے جماع جائز نہیں۔ بعد نماز کا وقت گزر جانے کے بغیر غسل کے بھی جائز ہے۔ نماز کا وقت گزر جانے سے یہ مقصود ہے کہ شروع وقت میں خون بند ہوا ہو تو باقی وقت سب گزر جائے اور اگر آخر وقت میں خون بند ہوا ہو تو اس قدر وقت ہونا ضروری ہے جس سے غسل کر کے نماز کی نیت کرنے کی گنجائش ہو اگر اس سے بھی کم وقت باقی ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں۔ دوسری نماز

(۱) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تین دن رات سے پہلے نماز نہ چھوڑنا چاہئے۔ مگر صحیح اور مفتی بہ وہی قول ہے جو ہم نے اختیار کیا۔ واللہ اعلم۔ ۱۲

کا پورا وقت گزرنا ضروری ہے اور یہی حکم ہے نفاس کا کہ اگر چالیس دن آ کر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے اور اگر چالیس دن سے کم آ کر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو بعد عادت گزر جانے کے اور اگر عادت کے موافق بند ہوا ہو تو بعد غسل یا نماز کا وقت گزر جانے کے جماع وغیرہ جائز ہے۔ ہاں ان سب صورتوں میں مستحب یہ ہے کہ بغیر غسل کے جماع نہ کیا جائے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

۸۔ جس عورت کا خون دس دن رات سے کم آ کر بند ہوا ہو اور اگر عادت مقرر ہو چکی ہو تو عادت سے بھی کم ہو اس کو نماز کے آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے۔ اس خیال سے کہ شاید پھر خون نہ آ جائے۔ مثلاً اگر عشاء کے شروع وقت خون بند ہوا ہو تو عشاء کے آخر وقت مستحب یعنی نصف شب کے قریب تک اس کو غسل میں تاخیر کرنا چاہئے اور جس عورت کا حیض دس دن یا اگر عادت مقرر ہو تو عادت کے موافق آ کر بند ہوا ہو تو اس کو نماز کے آخر وقت مستحب تک غسل میں توقف کرنا مستحب ہے اور یہی حکم ہے نفاس کا کہ اگر چالیس دن سے کم اور اگر عادت مقرر ہو تو عادت سے کم اگر بند ہو تو آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے اور پورے چالیس دن یا عادت مقرر ہو تو عادت کے موافق آ کر بند ہو تو آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔ (نہایہ، فتح قدیر، بحرالرائق)

۹۔ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہو اور خون بالکل نہ نکلے تب بھی احتیاطاً اس پر غسل واجب(۱) ہوگا۔ (عنایہ، بحرالرائق وغیرہ)

۱۰۔ اگر کوئی عورت غیر زمانہ حیض میں کوئی دوا ایسی استعمال کرے کہ جس سے خون آ جائے تو وہ حیض نہیں۔ (اشباہ ونظائر)

مثال:۔ کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض آتا ہو اس کو حیض کے پندرہ دن کے بعد(۲) دوا کے استعمال سے خون آ جائے وہ حیض نہیں۔

---

(۱) یہ امام صاحب کا مذہب ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا اور بعض فقہاء نے ان کے قول کو صحیح بھی لکھا ہے۔ مگر چونکہ اکثر فقہاء اسی طرف ہیں اور احتیاط اسی میں ہے لہذا وہی قول اختیار کیا گیا۔۱۲

(۲) پندرہ دن کے بعد کی قید اس لئے بڑھائی گئی کہ اگر پندرہ دن سے پہلے خون نہ آئے گا تو وہ یوں بھی حیض نہ سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ حیض کے بعد پندرہ دن تک دوسرا حیض نہیں آتا۔ دوا کے پینے کو کوئی دخل نہ ہوگا۔۱۲

۱۱۔ اگر کوئی عورت کوئی دوا وغیرہ استعمال کر کے یا اور کسی طرح اپنا حمل ساقط کر دے یا اور کسی وجہ سے اس کا حمل ساقط ہو جائے اور اس کے بعد خون آئے تو اگر بچہ کی شکل مثل ہاتھ پیر یا انگلی وغیرہ کے ظاہر ہوتی ہو تو وہ خون نفاس ہے۔

اور اگر بچہ کی شکل وغیرہ نہ ظاہر ہوتی ہو بلکہ گوشت کا ٹکڑا ہو تو اس کے بعد جو خون آئے وہ نفاس نہیں بلکہ اگر تین دن رات یا اس سے زیادہ آئے اور اس سے پہلے عورت پندرہ دن تک طاہر رہ چکی ہو تو یہ خون حیض ہوگا اور نہ استحاضہ۔ (بحر الرائق طحطاوی وغیرہ)

۱۲۔ کسی بچہ کے تمام اعضاء کٹ کٹ کر نکلیں تو اس کے اکثر اعضاء نکل چکنے کے بعد جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے۔

۱۳۔ ایک بار حیض یا نفاس آنے سے عادت مقرر ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک دفعہ جس کو سات دن حیض آئے اور دوسری دفعہ سات دن سے زیادہ اور دس دن سے بھی بڑھ جائے تو اس کا حیض سات ہی دن رکھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی ایک مرتبہ بیس دن نفاس آئے اور دوسری مرتبہ بیس دن سے زیادہ اور چالیس دن سے بڑھ جائے تو اس کا نفاس بیس ہی دن رکھا جائے گا۔ (شامی از علامہ برکوی)

۱۴۔ اگر کسی عورت کو جس کی عادت مقرر نہیں یعنی اس کو اب تک کوئی حیض یا نفاس نہیں آیا بالغ ہوتے ہی خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے تو خون جاری ہونے کے وقت سے دس دن رات تک اس کا حیض سمجھا جائے گا اور بیس رات دن طہارت کے یعنی استحاضہ، پھر دس رات دن حیض اور بیس رات دن استحاضہ۔ اسی طرح برابر حساب رہے گا اور اگر اسی حالت میں اس کے بچہ پیدا ہونے کے بعد سے چالیس رات دن اس کے نفاس کے اور بیس رات دن طہارت رکھے جائیں گے پھر اسی طرح دس رات دن حیض کے اور بیس رات دن طہارت کے۔

۱۵۔ اگر کسی عادت والی عورت کے خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے تو اس کا حیض نفاس طہر اس کی عادت کے موافق رکھا جائے گا۔ ہاں اگر اس کی عادت چھ مہینہ طاہر رہنے کی ہو تو اس کا طہر اس کی عادت کے موافق یعنی پورے چھ مہینے نہ ہوگا بلکہ ایک گھڑی کم چھ مہینے۔

۱۶۔ اگر کسی عادت والی عورت کے خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے اور اس کو یہ یاد نہ رہے کہ مجھے کتنے دن حیض ہوتا تھا یا یہ یاد نہ رہے کہ مہینہ کی کس کس تاریخ سے شروع ہوتا تھا اور کب ختم ہوتا تھا یا دونوں یاد نہ رہیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے غالب گمان پر عمل کرے۔ یعنی جس

زمانہ کو وہ حیض کا زمانہ خیال کرے اس زمانہ میں حیض کے احکام پر عمل کرے اور جس زمانہ کو طہارت کا زمانہ خیال کرے اس زمانہ میں طہارت کے احکام پر عمل کرے اور اس کا گمان کسی طرف نہ ہوتو اس کو ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھنا چاہئے اور روزہ بھی رکھے مگر جب اس کا یہ مرض دفع ہو جائے روزہ کی قضا کرنی ہوگی اور اس کو شک کی کیفیت ہوتو اس میں دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت یہ شک ہو کہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا تو اس صورت میں ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت یہ شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا یا حیض سے خارج ہونے کا تو اس صورت میں وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھا کرے۔ (بحرالرائق)

اگرچہ ابھی ان مسائل کے متعلق بہت کچھ تفصیل باقی ہے مگر چونکہ اس مقام کے مناسب نہیں اور ان کی تفصیل سے عام ناظرین کو فائدہ بھی نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۷۔ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے بشرطیکہ غسل فرض ہو اور کوئی صورت ستر کی ممکن نہ ہو۔ اسی طرح عورت کو عورتوں کے سامنے اور مرد کو عورتوں کے یا مخنث کے سامنے اور عورتوں کو مردوں اور مخنثوں کے سامنے اور مرد کو سب کے سامنے نہانا حرام ہے۔ (درمختار ردمختار وغیرہ)

اگر کسی کو سر کا بھگونا نقصان کرتا ہو اس کو سر کا دھونا معاف ہے باقی جسم کا دھونا اس پر فرض ہے۔ (درمختار، بحرالرائق وغیرہ)

تیمّم (۱) کا بیان

تیمّم وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور منجملہ ان جلیل القدر نعمتوں کے جو اسی امت کے ساتھ خاص ہیں اگلی امتوں میں تیمّم نہ تھا۔ خیال کرو کہ جب ان کو پانی نہ ملتا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے یا اسی طرح نجاست کی حالت میں نماز وغیرہ پڑھتے ہوں گے یا نماز وغیرہ ان کو چھوڑنا پڑتی ہوگی۔

تیمّم واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مسلمان ہونا، کافر پر تیمّم واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر تیمّم واجب نہیں۔

۳۔ عاقل ہونا، دیوانہ اور مست اور بے ہوش پر تیمّم واجب نہیں۔

۴۔ حدثِ اصغر یا اکبر کا پایا جانا جو شخص دونوں حدثوں سے پاک ہو اس پر تیمّم واجب نہیں۔

۵۔ جن چیزوں سے تیمّم جائز ہے ان کے استعمال پر قادر ہونا۔ جس شخص کو ان کے استعمال پر قدرت نہ ہو اس پر تیمّم واجب نہیں۔

۶۔ نماز کے وقت کا تنگ ہو جانا شروع وقت میں تیمّم واجب نہیں۔

۷۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو۔ اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر تیمّم واجب نہیں۔

---

(۱) تیمّم سن پانچ ہجری میں مشروع ہوا۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ ایک لڑائی میں نبی ﷺ معہ حضرت عائشہؓ کے تشریف لے گئے تھے۔ اثنائے راہ میں حضرت عائشہؓ کا ایک ہار جو اپنی بہن حضرت اسماءؓ سے مانگ لائی تھیں کھو گیا۔ حضور ﷺ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے وہیں قیام کر دیا اور کچھ لوگوں کو اس کی تلاش پر مامور فرمایا۔ جس جگہ آپ ﷺ نے قیام فرمایا تھا کہیں پانی وغیرہ نہ تھا جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے بے وضو نماز پڑھ لی اور نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا۔ اس وقت تیمّم کی آیت جو سورۂ مائدہ میں ہے۔ نازل ہوئی اس کے بعد وہ ہار بھی مل گیا۔۱۲

تیمّم کے صحیح ہونے کی شرطیں

ا۔ مسلمان ہونا، کافر کا تیمّم صحیح نہیں۔ یعنی حالت کفر کے تیمّم سے بعد اسلام کے نماز جائز نہیں۔ ہاں اسلام لانے کے وقت جو غسل مستحب ہے اگر اس کے عوض تیمّم کرے تو اس کو مستحب کے ادا کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

۲۔ تیمّم کی نیت کرنا جس حدث کے سبب سے تیمّم کیا جائے یا اس سے طہارت کی نیت کی جائے یا جس چیز کے لئے تیمّم کیا جائے اس کی نیت کی جائے۔ مثلاً اگر نماز جنازہ کے لئے تیمّم کیا جائے یا قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تیمّم کیا جائے تو اس کی نیت کی جائے مگر نماز اسی تیمّم سے صحیح ہوگی جس میں حدث سے طہارت کی نیت کی جائے یا کسی ایسی عبادت (۱) مقصودہ کی نیت کی جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہوسکتی۔

۳۔ پورے منہ اور دونوں ہاتھوں کا معہ کہنیوں کے مسح کرنا۔

۴۔ جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جو مسح کے مانع ہو۔ مثل روغن، چربی، موم یا تنگ انگوٹھی اور چھلوں وغیرہ کے۔

۵۔ پورے دونوں ہاتھوں سے یا ان کے اکثر حصہ سے مسح کرنا۔

۶۔ جن چیزوں سے حدث اصغر یا اکبر ہوتا ہے ان کا تیمّم کے وقت نہ ہونا، کوئی حائضہ عورت تیمّم کرے تو صحیح نہیں۔

اور اگر ایسی عبادت کے لئے تیمّم کیا جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہوسکتی۔ جیسے نماز، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ تو اس کے لئے پانی کے استعمال سے معذور ہونا بھی شرط ہے اور پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی چند صورتیں ہیں۔

---

(۱) عبادت مقصودہ وہ عبادت جس کی مشروعیت صرف ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو کسی دوسری عبادت کے ادا کرنے کے لئے اس کی مشروعیت نہ ہو جیسے نماز، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ بخلاف وضو و قرآن مجید کے چھونے اور مسجد میں جانے کے کہ ان سے صرف ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دوسری عبادتوں کا ادا کرنا بھی منظور ہوتا ہے۔ ۱۲

پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی صورتیں

۱۔اس قدر پانی کا جو وضو اور غسل کے لئے کافی ہو موجود نہ ہونا بلکہ ایک میل (۱) سے زیادہ فاصلہ پر ہونا۔

۲۔ پانی موجود ہو مگر کسی کی امانت ہو یا کسی سے غصب کیا ہوا ہو۔ (بحر الرائق درمختار)

۳۔ پانی کے نرخ کا معمول سے زیادہ گراں ہو جانا۔

۴۔ پانی کی قیمت کا نہ موجود ہونا۔ خواہ پانی قرض مل سکتا ہو یا نہیں اور یہ صورت قرض لینے کے اس کے اوپر قادر ہو یا نہیں۔ (مراقی الفلاح)

ہاں اگر اس کے ملک میں مال ہو اور ایک مدت معینہ کے وعدے پر اس کو قرض مل سکے تو قرض لے لینا چاہیے۔

۵۔ پانی کے استعمال سے کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا یہ خوف ہو کہ پانی کے استعمال سے صحت کے حاصل ہونے میں دیر ہوگی۔

۶۔ سردی کا اس قدر زیادہ ہونا کہ پانی کے استعمال سے کسی عضو کے ضائع ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہو اور گرم پانی نہ مل سکتا ہو۔

۷۔ کسی دشمن یا درندہ کا خوف ہو۔ مثلاً پانی ایسے مقام پر ہو جہاں درندے وغیرہ آتے ہوں یا راستہ میں چوروں کا خوف (۲) ہو یا اس پر کسی کا خوف ہو[۴۴] یا اس پر کسی کا قرض ہو یا کسی سے عداوت ہو اور یہ خیال ہو کہ اگر پانی لینے جائے گا تو وہ قرض خواہ یا دشمن اس کو قید کر لے گا یا کسی قسم کی تکلیف دے گا یا کسی فاسق کے پاس پانی ہو اور عورت کو اس سے پانی میں اپنی بے حرمتی کا خوف ہو۔

۸۔ پانی کھانے پینے کی ضرورت کے لئے رکھا ہو کہ اگر وضو یا غسل میں خرچ کر دیا جائے تو اس ضرورت میں حرج ہو۔ مثلاً پانی آٹا گوندھنے یا گوشت وغیرہ پکانے کے لئے رکھا ہو یا پانی اس قدر ہو کہ اگر وضو یا غسل میں صرف کر دیا جائے تو پیاس کا خوف ہو خواہ اپنی پیاس کا یا کسی اور آدمی کا یا اپنے جانور کا بشرطیکہ کوئی ایسی تدبیر نہ ہو سکے جس سے مستعمل پانی جانوروں کے کام آسکے۔

---

(۱) ہمارے زمانہ میں انگریزی میل کے حساب سے شرعی ایک میل تقریباً ایک میل دو فرلانگ ہوتا ہے۔۱۲

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر خوف جان کے تیمم جائز نہیں۔۱۲

۹۔ کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو جس کو کنویں میں ڈال کر تر کرے اور اس سے نچوڑ کر طہارت کرے یا پانی مٹکے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا جھکا کر پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے۔

۱۰۔ وضو یا غسل کرنے میں ایسی نماز کے چلے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں جیسے عیدین اور جنازہ کی نماز۔

۱۱۔ پانی کا بھول جانا، مثلاً کسی شخص کے پاس پانی ہو اور وہ اس کو بھول گیا ہو اور اس کے خیال میں ہو کہ میرے پاس پانی نہیں ہے۔

جن چیزوں سے تیمّم جائز ہے اور جن سے جائز نہیں

۱۔ مٹی یا مٹی کی قسم سے جو چیز ہو اس سے تیمّم جائز ہے اور جو مٹی کی قسم سے نہ ہو اس سے جائز نہیں۔ جو چیزیں آگ میں جلانے سے نرم نہ ہوں اور نہ جل کر راکھ ہو جائیں اور وہ چیزیں مٹی کی قسم سے ہیں جیسے ریگ اور پتھر کے اقسام عقیق زبرجد فیروزہ، سنگ مرمر، ہرتال، سنکھیا وغیرہ اور جو چیزیں آگ میں جلانے سے نرم ہو جائیں یا جل کر راکھ ہو جائیں اور وہ مٹی کے قسم سے نہیں جیسے کپڑا لکڑی وغیرہ کہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں اور سونا چاندی وغیرہ کہ جلنے سے نرم ہو جاتی ہیں۔

۲۔ جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں اگر ان پر غبار ہو تو ان سے بوجہ اس غبار کے تیمّم جائز ہے۔

مثال:۔ کسی کپڑے یا لکڑی یا سونے چاندی وغیرہ پر غبار ہو تو اس سے تیمّم جائز ہے۔

۳۔ کسی نجس چیز پر غبار ہو تو اگر وہ غبار اس پر خشکی کی حالت میں پڑا ہو اور اس سے تیمّم کرنے سے نجاست کے کسی جز کے آنے کا خوف نہ ہو تو اس سے تیمّم جائز ہے ورنہ نہیں۔

۴۔ کسی حیوان یا انسان یا اپنے اعضاء پر غبار ہو تو اس سے تیمّم جائز ہے۔ جیسے کسی نے جھاڑو دی اور اس سے غبار اڑ کر منہ اور ہاتھوں پر پڑ جائے اور ہاتھ سے مل لے تو تیمّم ہو جائے گا۔

۵۔ اگر کوئی ایسی چیز جس سے تیمّم جائز نہیں مٹی وغیرہ کے ساتھ مل جائے تو غالب کا اعتبار ہوگا۔ اگر مٹی وغیرہ غالب ہو تو تیمّم جائز ہوگا ورنہ ناجائز۔

تیمّم کے احکام

۱۔جن چیزوں کے لئے وضوفرض ہے ان کے لئے وضو کا تیمّم بھی فرض ہے اور جن کے لئے وضو واجب ہے ان کے لئے وضو کا تیمّم بھی واجب ہے اور جن کے لئے وضوسنت یا مستحب ہے ان کے لئے وضو کا تیمّم بھی سنت یا مستحب ہے اور یہی حال ہے غسل کے تیمّم کا بقیاس غسل کے۔

۲۔اگر کسی کو حدث اکبر ہو اور مسجد میں جانے کی اس کو سخت ضرورت ہو اس پر تیمّم کرنا واجب ہے۔

۳۔جن عبادتوں کے لئے دونوں حدثوں سے طہارت شرط نہیں جیسے سلام، سلام کا جواب وغیرہ۔ان کے لئے وضو وغسل دونوں کا تیمّم بغیر عذر کے ہوسکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدث اصغر سے طہارت شرط نہ ہو جیسے قرآن مجید کی تلاوت، اذان وغیرہ ان کے لئے صرف وضو کا بغیر عذر کے ہوسکتا ہے۔

۴۔اگر کسی کے پاس مشکوک پانی ہو جیسے گدھے کا جھوٹا پانی تو ایسی حالت میں پہلے وضو یا غسل کرنے اس کے بعد تیمّم کرے۔

۵۔اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمّم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمّم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنی چاہئیں۔

مثال:۔کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی شخص اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔

۶۔ایک مقام سے اور ایک ڈھیلہ سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمّم کریں تو درست ہے۔

۷۔جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو۔خواہ پانی یا مٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری سے تو اس کو چاہئے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے پھر اس کو طہارت سے لوٹالے۔

مثال:۔کوئی شخص ریل میں ہو اور اتفاق سے نماز کا وقت آجائے اور پانی اور وہ چیز جس سے تیمّم درست ہے نہ ہو اور نماز کا وقت جاتا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھے، جیل میں کوئی شخص ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو بے وضو اور تیمّم کے نماز پڑھ لے اور دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

تیمّم کا مسنون و مستحب طریقہ

تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر اور نیت کر کے اپنے دونوں ہاتھوں کو کسی ایسی مٹی پر جس کو نجاست نہ پہنچی ہو یا نجاست اس کی دھو کر زائل کر دی گئی ہو اپنے دونوں ہاتھوں کو ہتھیلیوں کی جانب سے کشادہ کر کے مار کر ملے۔ اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے۔ پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر ملے۔ اس طرح کہ کوئی جگہ ایسی نہ باقی رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے۔ پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر ملے اور پھر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوا کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے۔ اسی طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہو جائے۔ پھر باقی انگلیوں کو اور ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے جانب رکھ کر انگلیوں تک کھینچا جائے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمّم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمّم دونوں کے لئے کافی ہے اگر دونوں کی نیت کی جائے۔

تیمّم کے فرائض اور واجبات

۱۔ تیمّم کرتے وقت نیت کرنا فرض ہے۔

۲۔ مٹی یا مٹی کے قسم سے کسی چیز پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا فرض ہے۔

۳۔ تمام منہ اور دونوں ہاتھوں کے اکثر حصہ سے ملنا فرض ہے۔

۴۔ اعضاء سے ایسی چیز کا دور کر دینا فرض ہے جس کے سبب سے مٹی جسم تک نہ پہنچ سکے۔ جیسے روغن یا چربی وغیرہ۔

۵۔ تنگ انگوٹھی تنگ چھلوں اور چوڑیوں کا اتار ڈالنا واجب ہے۔

۶۔ اگر کسی قرینہ سے پانی کا قریب ہونا معلوم ہو تو اس کے تلاش میں سو قدم تک خود جانا یا کسی کو بھیجنا واجب ہے۔

۷۔ اگر کسی کے پاس پانی ہو اور اس سے ملنے کی امید ہو تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔

تیمّم کی سنن اور مستحبات

۱۔تیمّم کے شروع میں بسم اللہ کہنا سنت ہے۔

۲۔اسی ترتیب سے تیمّم کرنا سنت ہے جس ترتیب سے نبی ﷺ نے کیا۔یعنی پہلے منہ کا مسح پھر دونوں ہاتھوں کا۔

۳۔پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو ملنا سنت ہے نہ ان کی پشت کو۔

۴۔بعد ملنے کے دونوں ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑ ڈالنا سنت ہے۔

۵۔مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے تاکہ غبار ان کے اندر پہنچ جائے۔

۶۔کم سے کم تین انگلیوں سے مسح کرنا سنت ہے۔

۷۔پہلے دائیں عضو کا مسح کرنا پھر بائیں کا سنت ہے۔

۸۔مٹی سے تیمّم کرنا سنت ہے نہ اس کے ہم جنس سے۔

۹۔منہ کے مسح کے بعد داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔

۱۰۔ایک عضو کے مسح کے بعد بلا توقف دوسرے عضو کا مسح کرنا مستحب ہے۔

۱۱۔مسح کا اسی خاص طریقہ سے ہونا مستحب ہے جو تیمّم کے طریقہ میں لکھا گیا ہے۔

۱۲۔جس شخص کو آخر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو اس کو نماز کے آخر وقت تک پانی کا انتظار کرنا مستحب ہے۔

مثال:۔کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یقین یا گمان غالب ہو کہ آخر وقت تک رسی ڈول مل جائے گا، یا کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور یقیناً معلوم ہو گا آخر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے۔

تیمّم جن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے ان سے وضو کا تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

اگر وضو اور غسل دونوں کے لئے ایک ہی تیمّم کیا جائے تو جب وضوٹوٹ جائے گا تو وہ تیمم وضو کے حق میں ٹوٹ جائے گا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا جب تک غسل واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے۔

۲۔ جس عذر کے سبب سے تیمّم کیا گیا تھا اس کے زائل ہو جانے سے تیمّم جاتا رہتا ہے اگر چہ اس کے بعد ہی فوراً دوسرا عذر پیدا ہو جائے۔

مثال:۔ کسی شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا تھا پھر جب پانی ملا تو وہ بیمار ہو گیا۔ اگر کوئی شخص سوتا ہوا اونگھتا ہوا پانی کے پاس سے گزرے تو اس کا تیمّم نہ جائے گا اس لئے کہ وہ ایسی حالت میں پانی پر پہنچا تھا جس میں اس کو پانی کے استعمال پر قدرت نہ تھی مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اس طرح سویا ہو کہ جس سے وضو نہ ٹوٹے یا تیمّم غسل کے عوض میں کیا ہو۔

مثال:۔ کوئی شخص گھوڑے یا کسی گاڑی میں بیٹھا ہوا سو جائے اور اثنائے راہ میں کوئی پانی کا چشمہ یا ندی وغیرہ ملے تو اس کا تیمّم نہ جائے گا۔ (قاضی خان، زاہدی، نہر، فتح القدیر وغیرہ)

اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے سے تیمّم کیا ہو اور اثنائے راہ میں چلی ہوئی ریل سے اسے پانی کے چشمے، تالاب وغیرہ دکھلائی دیں تو اس کا تیمّم نہ جائے گا۔ اس لئے کہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں۔ ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اتر نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے علم الفقہ کی پہلی جلد جس میں طہارت کا بیان ہے ختم ہو گئی اس کے بعد دوسری جلد شروع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ آمین۔

تمّت

ع۵: یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر تیمم کا وضو ہوگا اور اسی طرح سو جائے گا جس سے وضو ٹوٹ جاتا تو اس کا تیمم سونے سے ٹوٹ جائے گا۔ پانی ملنے کو کچھ دخل نہ ہوگا۔ ۱۲

علم الفقہ حصہ دوم

نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الصلوٰۃ معراج المومنین وصیرھا عمادالدین والصلوۃ والسلام علی اکرم الاولین والاخرین امام الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین ۵

چونکہ ہم اس کتاب کی پہلی جلد میں طہارت (جو نماز کی شرطوں میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے) کے مسائل لکھ چکے ہیں اس لئے اب ہم نماز کا بیان شروع کرتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس کو حسب دل خواہ انجام تک پہنچائے اور اہل اسلام کو اس سے منتفع فرمائے۔ آمین۔

نماز ایک ایسی پسندیدہ عبادت ہے جس سے کسی نبی کی شریعت خالی نہیں۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اب وقت تک تمام رسولوں کی امت پر نماز فرض تھی۔ ہاں اس کی کیفیت اور تعینات میں البتہ تغیر ہوتا رہا۔

ہمارے نبی ﷺ کی امت پر ابتدائے رسالت میں دو وقت کی نماز فرض تھی۔ ایک آفتاب نکلنے سے پہلے اور ایک آفتاب نکلنے کے بعد۔

ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے جب نبی ﷺ کو معراج ہوئی تو ان پانچ وقتوں میں نماز فرض کی گئی۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔ ان پانچ وقتوں کی نماز صرف اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔ اگلی امتوں میں کسی پر صرف فجر کی نماز فرض تھی، کسی پر ظہر کی اور کسی پر عصر کی۔

نماز کی تاکید اور اس کی فضیلت

نماز اسلام کا رکن اعظم ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کا دارومدار اسی پر ہے تب بھی بالکل مبالغہ نہیں۔ ہر مسلمان عاقل بالغ پر ہر روز پانچ وقت فرض عین ہے۔ امیر ہو یا فقیر، صحیح ہو یا مریض، مسافر ہو یا مقیم، یہاں تک کہ دشمن کے مقابلہ میں جب لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو اس

وقت بھی اس کا چھوڑنا جائز نہیں۔عورت کو جب وہ دردزہ میں مبتلا ہو جو ایک سخت مصیبت کا وقت ہے نماز کا چھوڑنا جائز نہیں بلکہ اس کے ادا میں دیر کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر بچہ کا کوئی جزو نصف سے کم اس کے خاص حصہ سے باہر آ گیا ہو، خون نکلا ہو یا نہیں اس وقت بھی اس کو نماز پڑھنے کا حکم ہے اور نماز پڑھنے میں توقف کرنا جائز نہیں، جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ یقیناً کافر ہے۔

نماز کی تاکید اور فضائل سے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے صفحات مالا مال ہیں۔ شریعت میں کسی اور عبادت کی اس قدر سخت تاکید نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے جلیل القدر صحابہ نماز چھوڑنے والے کو کافر فرماتے ہیں۔امیر المومنین حضرت فاروق اعظم جیسے جلیل الشان فقیہ صحابی کا بھی یہی قول ہے۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اس کے کفر کے قائل نہیں مگر ان کے نزدیک بھی نماز چھوڑنے والے کے لئے سخت تعزیر ہے۔

تمام وہ حدیثیں جن سے نماز کی تاکید اور فضیلت نکلتی ہے اگر ایک جگہ جمع کی جائیں تو قطعی طور پر اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نماز کا ترک کرنے والا خدا اور رسول کے نزدیک سخت گناہ گار اور سرکش اور نافرمان ہے اور نماز کا ترک کرنا تمام گناہوں میں ایک بڑے درجہ کا گناہ ہے۔اپنے مالک و آقا کی رضا جوئی یوں ہی ہر بندے پر فرض و واجب ہوتی ہے اور جو بندہ خیال نہیں کرتا وہ اس مالک کے تمام بندوں میں ایک برا بندہ سمجھا جاتا ہے اور مالک کے نزدیک نہایت ذلیل اور خوار رہتا ہے۔اگر اس قدر سخت تاکیدوں کے بعد بھی خیال نہ کرے تو خیال کیجئے کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔

تمام وہ حدیثیں یا اکثر ان میں کی اگر ایک جگہ جمع کی جائیں تو اس کے لئے ایک طویل دفتر بھی کفایت نہیں کرے گا۔لہذا چند آیات قرآن مجید کی اور چند صحیح احادیث اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے چند اقوال اس جگہ بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) ان الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً

بے شک ایمانداروں پر نماز فرض ہے وقت وقت سے۔

(۲) قوله تعالىٰ حافظوا على الصلوة والصلوة الوسطىٰ

پابندی کرو نمازوں کی خصوصاً درمیانی نماز (عصر) کی۔

(۳) إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ نیکیوں سے مراد اس آیت میں نماز ہے جیسے کہ صحیحین کی حدیث سے جو آگے بیان ہوگی یہ مراد صاف طور پر واضح ہے۔

(۴) إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

بے شک نماز برے اور خراب کاموں سے انسان کو بچاتی ہے اور بے شک اللہ کے ذکر کا بڑا مرتبہ ہے اور بڑا اثر ہے۔

(۵) نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) توحید اور رسالت کا اقرار۔ (۲) نماز پڑھنا۔ (۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) رمضان کے روزے رکھنا۔ (۵) حج کرنا۔ (بشرط قدرت ہو) (بخاری۔ مسلم)

(۶) نبی ﷺ نے فرمایا کہ مومن اور کافر کے درمیان میں نماز فاصل ہے۔ (مسلم)

خیال کرو کہ جب یہ حد فاصل نہ رہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

(۷) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ (مشکوٰۃ)

جو لوگ بے نماز کو کافر نہیں کہتے ان کے نزدیک اس حدیث میں کافر ہو جانے کا یہ مطلب ہے قریب کفر کے ہو گیا اور محاورے میں ایسا استعمال ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی جنگل میں بے یار و مددگار ہو جائے اور اس کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ رہے تو اس کو کہتے ہیں کہ مر گیا۔ یعنی اب موت اس کے قریب ہے۔

(۸) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھتا رہے گا قیامت میں اس کے ساتھ ایک نور ہوگا اور وہ نماز اس کے لئے باعث نجات ہوگی اور جو شخص نماز سے غفلت کرے گا وہ قیامت میں قارون، فرعون، ہامان ابی بن خلف جیسے دشمنان خدا کے ہمراہ ہوگا۔ (مسند امام احمد، دارمی، بیہقی)

(۹) نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدائے تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے جو شخص ان کو اچھی طرح وضو کر کے پابندی اوقات سے پڑھتا رہے گا اور ان کے ارکان و آداب کی رعایت کرے گا اس کے لئے جل شانہ کا وعدہ ہے کہ بخش دے گا اور جو شخص ایسا نہ کرے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کچھ وعدہ نہیں۔ چاہے بخش دے اور چاہے عذاب کرے۔ (مسند امام احمد، موطا، امام مالک، ابوداؤد)

(۱۰) حضرت ابوالدرداءؓ نبی ﷺ کے صحابی فرماتے ہیں کہ مجھے میرے جانی دوست (نبی ﷺ) نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اے ابوالدرداء نماز نہ چھوڑنا اس لئے کہ نماز چھوڑنے والے سے اسلام کا ذمّہ بری ہے۔ (بن ماجہ)

گویا دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔

(۱۱) ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ جاڑوں کے زمانے میں جب پت جھڑ ہو رہی تھی باہر تشریف لائے اور ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ کر ہلائیں۔ اس سے بکثرت پتے گرنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا، کہ اے ابوذر اجب کوئی مسلمان خلوص دل سے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند امام احمد)

(۱۲) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو تمام عبادتوں میں کون سی عبادت زیادہ پسندیدہ ہے۔ ارشاد ہوا کہ نماز۔ (بخاری و مسلم)

(۱۳) ایک مرتبہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ بتلاؤ اگر کسی کے دروازہ پر نہر ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس نہر میں نہاتا ہو پھر بھی اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ جائے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کے بدن پر کچھ بھی میل نہ رہے گا۔ ارشاد ہوا کہ یہی کیفیت نماز کی ہے جس طرح نہانے سے بدن کی کثافت دور ہو جاتی ہے اسی طرح نماز پڑھنے سے روح کی (گناہ کی) کثافت دور ہو جاتی ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

(۱۴) ایک مرتبہ ایک شخص نے نہایت رنج وندامت کی حالت میں جوان کو ایک عورت کے ساتھ سوا جماع کے اور باقی ناجائز امور کے ارتکاب سے طاری تھی۔ نبی ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) مجھ سے ایک خطا صادر ہو گئی ہے۔ میرے لئے جو سزا تجویز فرمائیے میں حاضر ہوں۔ حضرت ﷺ نے یہ بھی نہ پوچھا کہ تم سے کیا گناہ ہوا ہے اتنے میں نماز کا وقت آ گیا اور نبی ﷺ نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔ وہ شخص بھی نماز میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ نماز کے بعد پھر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) میرے لئے کیا حکم ہوتا ہے؟ ارشاد ہوا کہ نماز پڑھنے سے تمہارا گناہ معاف ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی وقت یہ آیت بھی نازل ہوئی ان الحسنات یذھبن السیئات اور اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ حکم خاص میرے لئے ہے یا آپ کی تمام امت کے لئے؟ ارشاد ہوا کہ سب کے لئے۔ (بخاری۔ مسلم)

(۱۵) نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک جتنے صغیرہ گناہ ہوتے ہیں سب معاف ہوجاتے ہیں۔(مشکوٰۃ المصابیح)

(۱۶) عبداللہ بن شقیق (ایک جلیل القدر تابعی) فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے صحابہ سوائے نماز کے اور کسی عبادت کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے۔(ترمذی)

(۱۷) حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب نماز کا وقت آتا تو ان کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہوجاتا۔لوگوں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اب اس امانت (۱) کے ادا کرنے کا وقت آ گیا جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تھا اور وہ سب اس امانت کے لینے سے ڈر گئے، اور انکار کردیا۔ (احیاء العلوم)

(۱۸) حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جس وقت نماز کے واسطے وضو فرماتے ان کا رنگ زرد ہوجاتا۔ایک مرتبہ ان کے گھر والوں نے ان سے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ حالت ہوجاتی ہے۔فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ میں کس کے حضور کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔(احیاء العلوم)

---

(۱) یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف انا عرضنا الامانة علی السموت والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان یعنی ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پس انکار کردیا ان سب نے اور ڈر گئے وہ اس امانت سے اور لے لیا اس امانت کو انسان نے۔۱۲

اصطلاحات

ہم اس میں چند اصطلاحی الفاظ کے معنی بیان کرتے ہیں۔

۱۔زوال۔آفتاب کا ڈھل جانا۔جسے ہماری عرف میں دوپہر ڈھلنا کہتے ہیں۔

۲۔سایہ اصلی۔وہ سایہ جو زوال کے وقت باقی رہتا ہے۔یہ سایہ ہر شہر کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔کسی میں بڑا ہوتا ہے، کسی میں چھوٹا، کہیں بالکل نہیں ہوتا جیسے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں زوال اور سایہ اصلی کے پہچاننے کی سہل تدبیر یہ ہے کہ ایک سیدھی لکڑی ہموار زمین پر گاڑ دیں اور جہاں تک اس کا سایہ پہنچے اس مقام پر ایک نشان بنادیں۔پھر دیکھیں کہ وہ سایہ اس نشان کے آگے بڑھتا ہے یا پیچھے ہٹتا ہے۔اگر آگے بڑھتا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ابھی زوال نہیں ہوا اور اگر پیچھے ہٹے تو زوال ہو گیا۔اگر یکساں رہے نہ پیچھے ہٹے نہ آگے بڑھے تو ٹھیک دوپہر کا وقت ہے۔ اس کو استوا کہتے ہیں۔(بحرالرائق)

۳۔ایک مثل۔سایہ اصلی کے سوا جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔

۴۔دو مثل۔سایہ اصلی کے سوا جب ہر چیز کا سایہ اس سے دو گنا ہو جائے۔

۵۔تثویب۔وہ اعلام جس سے پہلے کوئی اعلام ہو چکا ہو اور اس کی غرض اور اس اعلام کی غرض ایک ہو۔مثلاً پہلے اعلام سے لوگوں کو نماز کے لئے بلانا مقصود ہو تو دوسرے اعلام سے بھی وہی مقصود ہے۔

۶۔اقامت۔جس کو ہمارے عرف میں تکبیر کہتے ہیں۔حاضرین کو جماعت قائم ہونے کی اطلاع کے لئے کہی جاتی ہے۔

۷۔عورت۔جسم کا وہ حصہ جس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے، مرد کے لئے خواہ آزاد ہو یا غلام ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے۔گھٹنا عورت میں داخل ہے اور آزاد عورتوں کے لئے سوا منہ اور ہاتھ اور دونوں قدم کے کل جسم عورت ہے۔اور لونڈی کے لئے پیٹ اور پیٹھ سے گھٹنوں کے نیچے۔سینے اور پشت کا وہ حصہ جو سینہ کے مقابل ہے عورت نہیں۔مخنث اگر کسی کا غلام ہو تو اس کا حکم مثل لونڈی کے ہے۔اگر آزاد ہو تو مثل آزاد عورتوں کے۔

۸۔عورت غلیظہ۔خاص حصہ اور مشترک حصہ اور انثیین اور اس کے قریب قریب کا جسم۔

۹۔عورت خفیفہ۔خاص حصہ اور مشترک حصہ اور ان کے متصل جسم کے سوا باقی وہ اعضاء جن

کے چھپانے کا حکم ہے۔

۱۰۔ مدرک۔ وہ شخص جس کو شروع سے آخر تک کسی کے پیچھے جماعت سے نماز ملے اور اس کو مقتدی اور موتم بھی کہتے ہیں۔

۱۱۔ مسبوق۔ وہ شخص جو ایک رکعت یا اس سے زیادہ ہو جانے کے بعد جماعت میں آ کر شریک ہوا ہو۔

۱۲۔ لاحق وہ شخص جو کسی امام کے پیچھے نماز میں شریک ہوا ہو اور بعد شریک ہونے کے اس کی سب رکعتیں یا کچھ رکعتیں جاتی رہیں خواہ اس وجہ سے کہ وہ سو گیا ہو یا اس کو حدث ہو جائے اصغر یا اکبر۔ (مراقی الفلاح درمختار)

۱۳۔ مقیم۔ وہ شخص جو اپنے وطن اصلی میں ہو خواہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت یا ایسے مقام پر ہو جو اس کے وطن سے تین دن کی مسافت سے کم فاصلہ پر ہو۔(۱)

۱۴۔ مسافر۔ وہ شخص جو اپنے وطن اصلی　　　　یا وطن اقامت سے ایسے مقام کا ارادہ کر کے نکلے جو وطن سے تین دن کی مسافت پر ہو۔ جب وہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے اس پر مسافر کا اطلاق شروع ہو جائے گا۔ تین دن کی مسافت متوسط چال سے ہونا چاہئے نہ بہت تیز اور نہ بہت سست۔ جس کا اندازہ تیس کوس انگریزی میل کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انسان متوسط چال سے ہر روز دس کوس چلتا ہے۔

۱۵۔ وطن۔ رہنے کی جگہ۔ وطن کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وطن اصلی۔ (۲) وطن اقامت۔

۱۶۔ وطن اصلی۔ وہ مقام جہاں ہمیشہ رہنے کے قصد سے انسان بود و باش کرے۔ پھر اگر اتفاقاً اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں اسی قصد سے سکونت اختیار کرے تو یہ دوسرا مقام وطن اصلی ہو جائے گا اور پہلا مقام وطن اصلی نہ رہے گا۔

۱۷۔ وطن اقامت۔ وہ مقام جہاں انسان پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے قصد سے قیام کرے، خواہ رہنے کا اتفاق پندرہ دن سے کم ہو یا زیادہ۔

---

(۱) تین دن کی مسافت پیدل چلنے کے اعتبار سے۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی تعیین ۴۸ میل سے کی ہے۔ افطار صوم میں بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ۴۸ میل ہی کی شرط ہے۔ (محمد میاں صدیقی)

۱۸۔عمل کثیر(۱) وہ فعل جس کو نماز پڑھنے والا بہت سمجھے خواہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے یا ایک ہاتھ سے اور خواہ دیکھنے والا اس فعل کے کرنے والے کو نماز میں سمجھے یا نہ سمجھے۔

۱۹۔عمل قلیل۔وہ فعل جس کو نماز پڑھنے والا بہت نہ سمجھے۔

۲۰۔ادا۔وہ نماز جو اپنے وقت پر پڑھی جائے۔

۲۱۔قضاء۔وہ نماز جو اپنے وقت میں نہ پڑھی جائے۔مثلاً ظہر کی نماز عصر کے وقت پڑھی جائے۔

اوقات نماز

چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے ادائے شکر کے لئے ہے جو ہر وقت وہر آن نازل ہوتی رہتی ہیں لہذا ان کا مقتضا یہ تھا کہ کسی وقت انسان اس عبادت سے خالی نہ رہے۔مگر چونکہ اس سے تمام ضروری حوائج میں حرج ہوتا اس لئے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان پانچ وقتوں میں نماز فرض کی گئی۔فجر۔ظہر۔عصر۔مغرب۔عشاء۔

فجر کا وقت (۲):۔صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔

(بحر، درمختار، مراقی الفلاح)

سب سے پہلے آخر شب میں ایک سفیدی بیچ آسمان ظاہر ہوتی ہے مگر یہ سفیدی قائم نہیں رہتی بلکہ اس کے بعد ہی اندھیرا ہو جاتا ہے۔اس کو صبح کاذب کہتے ہیں۔

اس کے تھوڑی دیر کے بعد ایک سفیدی آسمان کے کنارے پر چاروں طرف ظاہر ہوتی ہے اور وہ باقی رہتی ہے بلکہ وقتاً فوقتاً اس کی روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے۔اس کو صبح صادق کہتے ہیں اور اسی سے صبح کا وقت شروع ہوتا ہے۔

مردوں کے لئے مستحب ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نماز پڑھی جائے اور اس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جائے۔

---

(۱) عمل کثیر کی ہمارے فقہاء نے مختلف تعریفیں لکھی ہیں۔بعض نے یہ لکھا ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جس کے کرنے میں دونوں ہاتھوں کی ضرورت پڑے۔جیسے عمامہ کا باندھنا اور بعض نے لکھا ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جس کے کرنے والے کو یہ دیکھ کر لوگ سمجھیں کہ یہ نماز میں نہیں ہے۔مگر صحیح اور امام صاحب کے اصول کے موافق یہی تعریف ہے جو لکھی گئی۔(بحر الرائق)

(۲) فجر کے وقت میں کسی کا اختلاف نہیں نہ ابتداء میں نہ انتہاء میں۔سب کے نزدیک فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور آفتاب نکلنے تک رہتا ہے۔۱۲

اور بعد نماز کے اگر کسی وجہ سے اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اس میں پڑھ سکیں اور عورتوں کو ہمیشہ اور مردوں کو حالت حج میں مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار۔ مراقی الفلاح)

ظہر کا وقت:۔ آفتاب ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک ہر چیز کا سایہ سوا اصلی سایہ کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے ظہر کا وقت (۱) رہتا ہے۔ مگر احتیاط یہ ہے کہ ایک مثل کے اندر اندر ظہر کی نماز پڑھ لی جائے۔

(ایضاً) جمعہ کی نماز کا وقت بھی یہی ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر سے پڑھنا بہتر ہے خواہ گرمی کی شدت ہو یا نہیں اور جاڑوں میں نماز میں جلد بیٹھنا مستحب ہے۔ (شامی، بحر)

عصر کا وقت (۲):۔ بعد دو مثل کے شروع ہوتا ہے اور آفتاب ڈوبنے تک رہتا ہے۔ عصر کا مستحب وقت اس وقت تک ہے جب تک آفتاب میں زردی نہ آجائے اور اس کی روشنی بھی کم ہو جائے کہ اس پر نظر ٹھہرنے لگے اور اس کے بعد مکروہ ہے اور عصر کی نماز ہر موسم میں خواہ گرمی ہو یا جاڑا دیر کر کے پڑھنا مستحب ہے مگر نہ اس قدر دیر کہ آفتاب میں زردی آجائے اور اس کی روشنی کم ہو جائے۔ ہاں جس دن ابر ہو اس دن عصر کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار)

....

(۱) ظہر کا اول وقت متفق علیہ ہے۔ سب کے نزدیک ظہر کا وقت بعد آفتاب ڈھلنے کے ہوتا ہے۔ مگر آخر وقت میں اختلاف ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک ظہر کا آخر وقت ایک مثل ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک روایت اسی مضمون کی نقل کی جاتی ہے اور ایک روایت علامہ زیلعی نے یہ بھی نقل کی ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثال کے بعد چلا جاتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد آتا ہے۔ اسی بناء پر ایک مثل سے دو مثل تک کسی نماز کا وقت نہیں۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کا مشہور مذہب جو فقہ کی کتب معتبرہ متون اور شروح میں اختیار کیا گیا ہے وہی ہے جو ہم نے لکھا مگر پھر بھی ان اختلافات سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر پڑھ لی جائے۔

(۲) عصر کے ابتدائی وقت میں اختلاف ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک بعد ایک مثل کے عصر کا وقت آجاتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بعد دو مثل کے اور عصر کے آخر وقت میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سب کے نزدیک عصر کا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے اور بعض نے عصر کے وقت کو آفتاب کے زرد ہو جانے تک بیان کیا ہے۔ ۱۲

مغرب کا وقت:۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک شفق کی سفیدی (۱) آسمان کے کناروں میں باقی رہے باقی رہتا ہے۔ بحر، طحاوی، حاشیہ مراقی الفلاح)

مغرب کی نماز کا وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے اور ستاروں کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں جس روز ابر ہو اس دن اس قدر تاخیر کر کے نماز پڑھنا کہ جس میں وقت آجانے کا اچھی طرح یقین ہو جائے مستحب ہے۔ مغرب کا وقت بالکل فجر کا عکس ہے۔ فجر کے وقت پہلے سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد سرخی اور مغرب میں پہلے سرخی ظاہر ہوتی ہے پھر سفیدی۔

عشاء کا وقت (۲):۔ شفق کی سپیدی زائل ہو جانے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک صبح صادق نہ نکلے باقی رہتا ہے۔ (بحر۔ فتح القدیر)

عشاء کی نماز تہائی رات گزر جانے کے بعد اور نصف شب سے پہلے مستحب ہے اور نصف شب کے بعد مکروہ ہے۔ (شامی)

جس دن ابر ہو اس دن عشاء کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار وغیرہ)

وتر کا وقت نماز عشاء کے بعد ہے جو شخص آخر شب میں اٹھتا ہو اس کو مستحب ہے کہ وتر آخر شب میں پڑھے اور اگر اٹھنے میں شک ہو تو پھر عشاء کی نماز کے بعد ہی پڑھ لینا چاہئے۔ (مراقی الفلاح۔ درمختار)

---

(۱) آفتاب ڈوبنے کے بعد ایک سرخی آسمان کے کناروں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر ایک سفیدی نمودار ہوتی ہے۔ اس سفیدی اور سرخی دونوں کو شفق کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کا وقت سفید شفق تک رہتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک سرخ شفق تک۔ بعض فقہاء نے صاحبین کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے اور اسی کو امام صاحب کا مذہب بھی بیان کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ امام صاحب کے نزدیک مغرب کا وقت سفید شفق تک رہتا ہے اور اکابر صحابہ سے مثل حضرت صدیق اور حضرت عائشہ اور انس اور معاذ بن جبل، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے۔ صرف ابن عمرؓ سے اور ایک روایت میں ابن عباسؓ سے سرخ شفق کا قول نقل کیا گیا ہے۔ لہذا محققین کا اس پر اتفاق ہے۔ امام صاحب کے قول پر عمل کرنا چاہئے۔ ۱۲ (فتح القدیر۔ بحر الرائق۔ طحطاوی۔ حاشیہ مراقی الفلاح۔ شامی)

(۲) عشاء کے ابتدائی وقت میں اختلاف ہے۔ جن لوگوں کے نزدیک مغرب کا وقت سرخ شفق تک رہتا ہے ان کے نزدیک عشاء کا وقت سرخ شفق کے بعد آجاتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک چونکہ مغرب کا وقت سفید شفق تک رہتا ہے اس لئے ان کے نزدیک عشاء کا وقت بعد سفید شفق کے آتا ہے۔ ۱۲

عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال آفتاب تک رہتا ہے۔ آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے سے یہ مقصود ہے کہ آفتاب کی زردی جاتی رہے اور روشنی ایسی تیز ہو جائے کہ نظر نہ ٹھہرے۔ اس کی تعیین کے لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ بقدر ایک نیزے کے بلند ہو جائے۔ عیدین کی نماز کا جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح۔ شامی)

اوقات مکروہ اٹھارہ ہیں۔

۱۔ آفتاب نکلتے وقت جب تک آفتاب کی زردی نہ زائل ہو جائے اور اس قدر روشنی اس میں نہ آ جائے کہ نظر نہ ٹھہر سکے اس کا شمار نہ نکلنے میں ہوگا اور یہ کیفیت آفتاب میں ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد آتی ہے۔

۲۔ ٹھیک دوپہر کے وقت جب تک آفتاب ڈھل نہ جائے۔

۳۔ آفتاب میں سرخی آ جانے کے بعد غروب آفتاب تک۔

۴۔ نماز فجر پڑھ چکنے کے بعد آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے تک۔

۵۔ نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔

۶۔ فجر کے وقت اس کی سنتوں کے علاوہ۔

۷۔ مغرب کے وقت مغرب کی نماز سے پہلے۔

۸۔ جب امام خطبہ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا نکاح کا یا حج وغیرہ کا۔

۹۔ جب فرض نماز کی تکبیر کہی جاتی ہو، ہاں اگر فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور کسی طرح یہ یقین ہو جائے کہ ایک رکعت جماعت سے مل جائے گی تو فجر کی سنتوں کا پڑھ لینا مکروہ نہیں۔

۱۰۔ نماز عیدین سے قبل خواہ گھر میں یا عیدگاہ میں۔

۱۱۔ نماز عیدین کے بعد۔ (عیدگاہ میں)

۱۲۔ عرفہ میں عصر اور ظہر کی نماز کے درمیان اور ان کے بعد۔

۱۳۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان اور ان کے بعد۔

۱۴۔ نماز کا وقت تنگ ہو جانے کے بعد سوا فرض وقت کے اور کسی نماز کا پڑھنا۔ خواہ وہ

قضائے واجب الترتیب کیوں نہ ہو۔

۱۵۔ پاخانہ پیشاب معلوم ہوتے وقت یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت۔

۱۶۔ کھانا آ جانے کے بعد اگر اس کی طبیعت کھانا کھانے کو چاہتی ہو اور خیال ہو کہ اگر نماز پڑھے گا تو اس میں جی نہ لگے گا اور یہی حکم ہے تمام ان چیزوں کا جن کو چھوڑ کر نماز پڑھنے میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔ ہاں اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو پھر پہلے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح)

۱۷۔ آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھنا۔

۱۸۔ ستاروں کے بکثرت نکل آنے کے بعد مغرب کی نماز پڑھنا۔

ان تمام اوقات میں نماز مکروہ ہے۔ صرف اس قدر تفصیل ہے کہ پہلے، دوسرے، تیسرے، پندرہویں، سولہویں وقت میں سب نمازیں مکروہ ہیں فرض ہوں یا واجب یا نفل اور سجدہ تلاوت کا ہو یا سہو کا اور پہلے تین وقتوں میں کوئی نماز شروع کی جائے تو بھی صحیح نہیں اور اگر نماز پڑھتے پڑھتے ان میں سے کوئی وقت آ جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے مگر ہاں چھ چیزوں کا شروع کرنا ان تین وقتوں میں بھی صحیح ہے۔

۱۔ جنازے کی نماز۔ بشرطیکہ جنازہ انہیں تین وقتوں میں سے کسی وقت آیا ہو۔

۲۔ سجدہ تلاوت۔ بشرطیکہ سجدہ کی آیت انہیں تین وقتوں میں سے کسی وقت پڑھی گئی ہو۔

۳۔ اسی دن کی عصر۔

۴۔ نفل نماز۔

۵۔ وہ نماز جس کے ادا کرنے کی نذر انہیں تین وقتوں میں سے کسی وقت میں کی گئی ہو۔

۶۔ اس نماز کی قضاء جو انہیں وقتوں میں شروع کر کے فاسد کر دی ہو۔ جنازے کی نماز کا شروع کرنا بغیر کراہت کے صحیح بلکہ افضل ہے اور سجدہ تلاوت کا شروع کرنا کراہت تنزیہیہ کے ساتھ صحیح ہے۔ باقی تین کا شروع کرنا کراہت تحریمہ کے ساتھ صحیح ہے۔ مگر ان کا باطل کر کے اچھے وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔

دو وقتوں میں صرف فرض نمازوں کا ادا کرنا مکروہ ہے۔

باقی اوقات میں صرف نوافل کا ادا کرنا مکروہ ہے۔ فرض اور واجب کا ادا کرنا مکروہ نہیں۔

دو وقت کی نمازوں کا ایک ہی وقت پڑھنا جائز نہیں۔(۱) مگر دو مقاموں میں۔(۱) عرفہ میں عصر اور ظہر کی نمازوں کا ایک ہی وقت میں۔(۲) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کا عشاء کے وقت میں۔(شامی)

نماز کے اوقات کا بیان ہو چکا۔اب ہم اذان کا بیان شروع کرتے ہیں اس لئے کہ اذان بھی وقت معلوم ہونے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے اور اسی کے ساتھ اقامت کا بھی ذکر کریں گے۔

اذان اور اقامت کا بیان

اذان کی ابتداء مدینہ منورہ میں ایک ہجری سے ہوئی اس سے پہلے نماز بے اذان کے پڑھی جاتی تھی چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد کچھ ایسی کثیر نہ تھی اس لئے ان کا جماعت کے لئے جمع ہو جانا بغیر کسی اطلاع کے دشوار نہ تھا، جب مسلمانوں کی تعداد یوماً فیوماً ترقی کرنے لگی اور مختلف حرفہ اور پیشہ کے لوگ جوق در جوق دین الٰہی میں داخل ہونے لگے تو ضرورت اس امر کی پیش آئی کہ نماز کا وقت آنے اور جماعت قائم ہونے کی اطلاع ان کو دی جائے۔جس سے وہ اپنے اپنے قریب و بعید مقامات سے جماعت کے لئے مسجد میں آسکیں۔لہذا یہ طریقہ (اذان کا)

---

(۱) یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک سفر میں اور بارش میں بھی دو نمازوں کا ایک وقت میں پڑھ لینا جائز ہے اور ظاہر احادیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لہذا اگر کسی ضرورت سے کوئی حنفی بھی ایسا کرے تو جائز ہے۔مگر اس کے ساتھ وہ امور بھی اس کو کرنا ہوں گے جو امام شافعی کے نزدیک جمع کے وقت ضروری ہیں۔جن کا ذکر آگے آئے گا۔(درمختار)

نوٹ:۔یہ مولانا (مصنف) کی ذاتی رائے ہے اور امام ابوحنفیہ، امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم کی تصریحات کے خلاف ہے۔فقہاء حنفیہ کے نزدیک دو نمازوں کا وقت واحد میں جمع کرنا قطعاً ناجائز ہے۔امام محمدؒ نے اپنی موطا میں حضرت عمر فاروقؓ کا حکم نقل فرمایا جو تمام بلاد اسلامی میں جاری تھا۔"ان الجمع بین الصلاتین کبیرة من الکبائر" جمع بین الصلاتین گناہ کبیرہ ہے منجملہ کبائر کے وقال تعالیٰ ان تجتنبوا کبائر ماتنهون عنه نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم مدخلا کریما اور امام بخاریؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں ادا کی جائے۔ان الصلوٰة کانت علی المومنین کتابا موقوتا وقت واحد میں دو نمازوں کو پڑھنا اس آیت کے منافی ہے۔اس مسئلہ کی تفصیلات بخاری اور ہدایہ کی شرح میں دیکھی جاسکتی ہیں۔(محمد میاں صدیقی)

اس غرض کے پورا کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔(۱) اذان اسی امت کے لئے خاص ہے۔ اگلی امتوں میں نہ تھی۔ فالحمدللہ علی ذلک۔

اذان اللہ تعالیٰ کے اذکار میں سے ایک بہت بڑے رتبہ کا ذکر ہے۔ اس میں توحید اور رسالت کی شہادت اعلان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس سے اسلام کی شان اور شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی فضیلت اور اس کی ثواب احادیث میں جا بجا مذکور ہے۔ کچھ یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور جو لوگ اس کو سنتے ہیں جن ہوں یا انسان وہ سب قیامت کے دن اذان دینے والے کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ (بخاری، نسائی، ابن ماجہ)

۲۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء اور شہداء کے بعد اذان دینے والے جنت میں داخل ہوں گے۔ بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ موذن کا مرتبہ شہید کے برابر ہے۔

۳۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سات برس تک برابر اذان دے اور اس سے اس کا مقصود محض ثواب ہو تو اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

۴۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان کہنے میں کس قدر ثواب ہے تو یقیناً ان کو یہ منصب بغیر قرعہ ڈالے نہ ملے۔ بے شک وہ اس کے لئے قرعہ ڈالیں۔ حاصل یہ ہے کہ اس منصب کے لئے سخت کوشش کریں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

---

(۱) مختصر قصہ اذان کی مشروعیت کا یہ ہے کہ جب صحابہ کو اطلاع اوقات نماز اور قیام جماعت کی ضرورت معلوم ہوئی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ بعض نے یہ رائے دی کہ یہود کی طرح سنکھ بجایا جائے۔ بعضوں کی رائے ہوئی کہ آگ جلادی جایا کرے۔ مگر نبی ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ رائے دی کہ نماز کے وقت الصلوٰۃ جامعۃ کہہ دیا جایا کرے۔ اس کے بعد عبداللہ بن زید اور حضرت فاروق نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ نے طریقہ اذان کا جو آگے بیان کیا جائے گا ان کو تعلیم کی کہ اس طریقہ سے نماز کے اوقات اور جماعت کی اطلاع مسلمانوں کو کی جایا کرے۔ بعض روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زید فرماتے تھے کہ میں جاگا نیند ہی میں تھا بالکل سوتا نہ تھا اور بعض میں یہ فرمایا کہ اگر بدگمانی کا خوف نہ ہوتا تو میں کہتا کہ بالکل سوتا ہی نہ تھا۔ اسی لحاظ سے بعض علماء نے اس واقعہ کو حال اور کشف پر محمول کیا جو ارباب باطن کو حالت بیداری میں ہوتا ہے۔ المختصر صبح کو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک یہ سچ ہے اور حضرت بلالؓ کو ارشاد ہوا کہ اسی طرح اذان دیا کرو۔ پھر حضرت فاروقؓ نے بھی آکر اپنے خواب کو بیان کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس سے پہلے حضرت ﷺ پر وحی بھی ہو چکی تھی۔ چنانچہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور ابوداؤد نے مراسیل میں یہ روایت لکھی ہے۔ بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ شب معراج میں نبی ﷺ کو حضرت جبریلؑ نے اذان کی تعلیم فرمائی تھی۔ مگر یہ احادیث صحیح نہیں اور بر تقدیر صحت اس میں وہ شب معراج مقصود نہیں جو مکے میں ہوئی تھی اس لئے کہ نبی ﷺ کو روحانی معراج بارہا ہوئی ہے۔ لہٰذا اس سے مقصود وہی رات ہوگی، جس رات کو خواب دیکھا گیا شیخ حافظ بن حجر نے فتح الباری میں ایسا ہی لکھا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

صحابہ کے زمانہ میں ایسا ہوا ہے کہ اذان کے لئے لوگوں میں اختلاف ہوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ مبارک منصب مجھے ملے۔ یہاں تک کہ نوبت قرعہ ڈالنے کی آئی۔ (تاریخ بخاری)

۵۔ قیامت کے دن موذنوں کو بھی شفاعت کی اجازت دی جائے گی کہ وہ اپنے اعزاو احباب یا جس کے لئے چاہیں خداوند عالم سے سفارش کریں۔

۶۔ اذان دیتے وقت شیطان پر بہت خوف اور ہیبت طاری ہوتی ہے اور بہت بے حواسی سے بھاگتا ہے جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے وہاں تک نہیں ٹھہرتا۔ (بخاری و مسلم)

۷۔ قیامت کے دن موذنوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔ یعنی وہ نہایت معزز اور لوگوں میں ممتاز ہوں گے اور قیامت کے خوف اور ہیبت سے محفوظ رہیں گے۔

۸۔ جس مقام پر اذان دی جاتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ عذاب اور بلاؤں سے وہ مقام محفوظ رہتا ہے۔

۹۔ نبی ﷺ نے موذنوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی ہے اور اقامت کی فضیلت اور تاکید اذان سے بھی زیادہ ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر فضائل کے نبی ﷺ اور خلفاء راشدین نے اس منصب کو کیوں اختیار نہیں فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ حضرات اس سے بھی زیادہ مفید اور اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے اور اگر اس منصب کو اپنے ذمہ لیتے تو ان کاموں میں حرج ہوتا اس لئے وہ اس منصب کو اختیار کرنے سے مجبور رہے اور نبی ﷺ کے اذان دینے کی حدیث ترمذی میں ہے اگر چہ اس سے قطعی ثبوت نہیں ہوتا اور بچوں کے کان میں اذان دینا تو قطعاً آپ سے ثابت ہے۔

اذان کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ اگر کسی ادا نماز کے لئے اذان دی جائے تو اس کے لئے اس نماز کا وقت ہونا، اگر وقت آنے سے پہلے دی جائے تو صحیح نہ ہوگی بعد وقت آنے کے پھر اس کا اعادہ کرنا ہوگا، خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا اور کسی وقت کی۔ (مراقی الفلاح، درمختار وغیرہ)

۲۔ اذان اور اقامت عربی میں خاص انہیں الفاظ سے ہونا جو نبی ﷺ سے منقول ہیں اگر

کسی اور زبان میں یا عربی میں کسی اور الفاظ سے اذان یا اقامت کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی اگر چہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے۔(ایضاً)

۳۔ موذن کا مرد ہونا، عورت کی اذان درست نہیں، اگر کوئی عورت اذان دے تو اس کا اعادہ کرنا چاہئے اور اگر بغیر اعادہ کئے ہوئے نماز پڑھ لی جائے گی تو گویا بے اذان کے پڑھی گئی۔ (بحرالرائق۔ مراقی الفلاح۔ طحطاوی وغیرہ)

۴۔ موذن کا صاحب عقل ہونا اگر کوئی ناسمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو نہ ہوگی۔(ایضاً)

اذان اور اقامت کا مسنون طریقہ

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا دونوں حدثوں سے پاک ہوکر کسی اونچے مقام پر مسجد سے علیحدہ قبلہ رو کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے نہ اس قدر کہ جس سے تکلیف ہو ان کلمات کو کہے۔

اللہ اکبر چار (۱) مرتبہ۔ پھر اشھد ان لآ الہ الا اللہ دو (۲) مرتبہ۔ پھر اشھد ان محمداً رسول اللہ دو (۳) مرتبہ۔ پھر حی علی (۴) الصلوٰۃ دو مرتبہ۔ پھر حی علی (۵) الفلاح دو مرتبہ۔ پھر اللہ اکبر دو مرتبہ۔ پھر لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ اور حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت اپنے منہ کو داہنی طرف پھیر لیا کرے۔ اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف منہ پھیر لیا کرے۔ اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے اور فجر کی اذان میں بعد حی علی الفلاح الصلوٰۃ خیر من النوم (۶) بھی دو مرتبہ کہے۔ پس کل الفاظ اذان کے پندرہ ہوئے اور فجر کی اذان

---

(۱) اللہ بہت بڑا ہے۔ یعنی اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

(۲) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے جب تک انسان کو کسی امر کا پورا یقین نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی گواہی نہیں دیتا۔ اسی لئے یہاں اس عنوان سے پورے یقین کا اظہار مقصود ہے۔۱۲

(۳) میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کے پیغمبر ہیں۔۱۲

(۴) آؤ نماز کے واسطے۔۱۲

(۵) آؤ ایک فائدہ کے لئے۔ یعنی نماز کے لئے۔ نماز میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔۱۲

(۶) نماز بہتر ہے سونے سے، چونکہ یہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت آدمی کو اپنے خواب شیریں کا چھوڑنا ناگوار ہوتا ہے اس لئے اس کو اس امر کی اطلاع دی جاتی ہے کہ تمہارے اس خواب شیریں سے نماز بہتر ہے۔۱۲

میں بسترہ۔ اوراذان کے الفاظ کو گا کرادانہ کرے، نہ اس طرح کہ کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے اور دو مرتبہ اللہ اکبر کہہ کراس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اسکا جواب دے سکے اور اللہ اکبر کے سوادوسرے الفاظ میں ہر لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرالفظ کہے۔ (شامی)

اقامت کا طریقہ یہی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اذان صرف مسجد سے باہر کہی جاتی ہے اوراقامت مسجد کے اندراوراذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اوراقامت پست آواز سے۔ اقامت میں الصلوٰۃ خیر من النوم نہیں بلکہ بجائے اس کے ہر وقت قد قامت الصلوٰۃ (۱) دو مرتبہ اور اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ کو بند کرنا بھی نہیں۔ اس لئے کہ کان کے سوراخ آواز بلند ہونے کے لئے بند کئے جاتے ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں اوراقامت میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہتے وقت داہنی بائیں جانب کا منہ پھیرنا بھی نہیں ہے۔

اذان واقامت کے احکام

ا۔ سوائے نماز جمعہ کے اور سب فرض عین نمازوں کے لئے ایک باراذان کہنا مردوں پر سنت مؤکدہ ہے۔ مسافر ہو یا مقیم جماعت کی نماز ہو یا تنہا، ادانماز ہو یا قضااور نمازِ جمعہ کے لئے دوبارہ اذان کہنا اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضا ہوئی ہو جس میں عام (۱) لوگ مبتلا ہوں تواس کی اذان اعلان کے ساتھ دی جائے اور اگر کسی خاص سبب سے قضا ہوئی ہو تو اذان پوشیدہ طور پر آہستہ دی جائے تا کہ لوگوں کو اذان سن کر نماز قضا ہونے کا علم نہ ہو اس لئے کہ نماز کا قضا ہو جانا غفلت اور سستی پر دلالت کرتا ہے اور دین کے کاموں میں غفلت اور سستی گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا اچھا نہیں۔ اوراگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے اور باقی نمازوں کے لئے صرف اقامت۔ ہاں مستحب (۲) یہ ہے کہ ہر ایک کے واسطے اذان بھی علیحدہ دی جائے۔ (شامی)

---

(۱) بے شک نماز تیار ہوگئی۔۱۲

(۱) خندق کی لڑائی میں نبی ﷺ کی ظہر، عصر، مغرب کی نماز قضاء ہوگئی تھی۔ عشاء کے وقت آپ ﷺ نے سب کی قضاء پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ صرف ظہر کے واسطے اذان کہی گئی اور باقی کے واسطے صرف اقامت اور بعض روایات میں ہے کہ اذان بھی ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ کہی گئی۔۱۲ (شامی)

(۲) نبی ﷺ اور حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کے لئے بھی مثل اور نمازوں کے ایک ہی اذان تھی اور یہ اذان جب امام خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر بیٹھتا تھا تو اس وقت کہی جاتی تھی مگر جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ایک اذان جمعہ کی نمازوں کے لئے اور بڑھائی۔۱۲

۲۔ مسافر کے لئے اگر اس کے تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان مستحب ہے۔ سنت مؤکدہ نہیں۔

۳۔ جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے تنہا یا جماعت سے اس کے لئے اذان اور اقامت دونوں مستحب ہیں بشرطیکہ محلّہ کی مسجد یا گاؤں کی مسجد میں اذان اور اقامت ہو چکی ہو اس لئے کہ محلّہ کی اذان اور اقامت تمام محلے والوں کو کافی ہے۔ (بحرالرائق، درمختار وغیرہ)

۴۔ جس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو اس میں اگر نماز پڑھی جائے تو اذان اور اقامت کا کہنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر اس مسجد میں کوئی مؤذن اور امام مقرر نہ ہو تو مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے۔ (درمختار)

۵۔ اگر کوئی شخص ایسے مقام پر ہو جہاں جمعہ کی نماز کے شرائط پائے جاتے ہوں اور جمعہ بھی ہوتا ہو ظہر کی نماز پڑھے تو اس کو اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے۔ خواہ وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر اور خواہ قبل نماز جمعہ کے ختم ہونے کے پڑھے یا بعد ختم ہونے کے۔ (بحرالرائق۔ درمختار)

۶۔ عورتوں کو اذان اور اقامت کہنا مکروہ (۱) ہے۔ خواہ جماعت سے نماز پڑھیں یا تنہا۔

۷۔ لڑکوں اور غلاموں کے لئے اذان اور اقامت دونوں مکروہ ہیں۔ اگرچہ جماعت سے نماز پڑھیں۔ (درمختار۔ بحرالرائق)

۸۔ فرض عین نمازوں کے سوا اور کسی نماز کے لئے اذان و اقامت مسنون نہیں۔ خواہ فرض کفایہ ہو جیسے جنازے کی نماز یا واجب ہو۔ جیسے وتر اور عیدین اور نفل ہو۔ جیسے اور نمازیں۔ (بحرالرائق، درمختار)

۹۔ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے اور اسی طرح اس شخص کے کان میں کہنا جو کسی رنج میں مبتلا ہو یا اس کو مرگی کا مرض ہو یا غصہ کی حالت میں ہو اور جس کی عادتیں خراب ہو گئی ہوں خواہ انسان ہو یا جانور اور لڑائی کے وقت اور جلے ہوئے کے کان میں اور اسی طرح اس مسافر کو جو راہ بھول گیا ہو اور کوئی راہ بتانے والا نہ ہو اور اسی طرح اگر کہیں جن وغیرہ کا ظہور ہوتا ہو جو کسی کو تکلیف دیتے ہیں۔

---

(۱) اس مسئلہ میں علماء مختلف ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اگر عورتیں تنہا نماز پڑھیں تو ان کے لئے اقامت مکروہ نہیں۔ اذان اس وقت بھی مکروہ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ہر حال میں دونوں مکروہ ہیں۔ (مراقی الفلاح، طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح، درمختار، بحرالرائق، شامی)

۱۰۔ جو شخص اذان سنے مرد ہو یا عورت، طاہر ہو یا جنب اس پر اذان کا جواب دینا واجب (۱) ہے۔ یعنی جو لفظ موذن کی زبان سے سنے وہی خود بھی کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں **لاحول** (۱) **ولا قوۃ الا باللہ** بھی (۲) کہے۔ اور **الصلوٰۃ خیر من النوم** کے جواب میں **صدقت** (۳) **و بررت** اور بعد اذان کے درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے **اللھم رب** (۴) **ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ ات سیدنا محمد ن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقام محمود ن الذی وعدتہ انک لاتخلف المیعاد**

۱۱۔ اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اشھد ان محمد رسول اللہ سنے تو یہ بھی کہے **صلی اللہ** (۵) **علیک یارسول اللہ** اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخونوں کو آنکھ پر رکھ کر کہے **قرۃ** (۶) **عینی بک یارسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر**۔ (جامع الرموز۔ کنز العباد)

---

(۱) اس میں اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا مسنون ہے یا واجب اور زبان سے جواب دینا واجب ہے۔ یعنی جو لفظ موذن سے سنتا جائے وہی لفظ خود بھی کہتا جائے یا قدم سے جواب دینا واجب ہے۔ یعنی اذان سن کر نماز کے لئے مسجد میں جانا چاہئے مگر صحیح یہ ہے کہ اذان کا جواب زبان سے دینا واجب ہے۔ صاحب خلاصہ ومحیط و قاضی خان ونہر الفائق و بحر الرائق ودر مختار وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جیسا موذن سے سنو ویسا ہی تم بھی کہو۔۱۲

(۱) نہیں طاقت اور قوت مگر خدا کی مدد سے موذن حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہتا ہے تو وہ نماز کے لئے لوگوں کو بلاتا ہے۔ لہذا اس کے جواب میں یہ امر ظاہر کیا گیا کہ نماز کے لئے آنے کی طاقت اور قوت خدا ہی کی مدد سے ہوتی ہے۔ لہذا خدا کی مدد ہوتی ہے تو ہم حاضر ہوتے ہیں۔۱۲

(۲) چونکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو موذن سے سنا جائے وہی کہا جائے اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہا جائے اس لئے بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ وہ بھی کہا جائے جو موذن سے سنا گیا ہے اور لاحول ولاقوۃ بھی کہا جائے تا کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔۱۲

(۳) تو نے سچ کہا اور اچھی بات کہی۔۱۲

(۴) اے اللہ، اے مالک اس کامل دعا (اذان) اور اس قائم ہونے والی نماز کے عنایت فرما ہمارے سردار محمد ﷺ کو وسیلہ (ایک مقام ہے جنت میں جو آنحضرت ﷺ کے سوا کسی کو نہ ملے گا یا وسیلہ سے شفاعت کی اجازت مراد ہو) اور بزرگی پہنچا ان کو مقام محمود (جہاں سب انبیاء خدا کی تعریف کریں گے اور آنحضرت ﷺ کو شفاعت کی اجازت ملے گی) جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ بعضے لوگ والفضیلۃ کے بعد والدرجۃ الرفیعۃ بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ محض بے اصل ہے۔۱۲

(۵) رحمت نازل فرمائے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اے خدا کے پیغمبر۔۱۲

(۶) میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہی سے ہے اے رسول اللہ　　یا اللہ مجھے فائدہ مند کر سمع اور بصر سے۔

۱۲۔ اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ اگر چلنے کی حالت میں اذان سنے تو کھڑا ہو جائے اور اذان سننے کی حالت میں سوائے جواب دینے کے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ یہاں تک کہ سلام یا سلام کا جواب بھی نہ دے اور اگر قرآن مجید پڑھتا ہو تو اس کا پڑھنا بھی موقوف کر دے۔

۱۳۔ جمعہ کی پہلی اذان سن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جانا واجب ہے۔ خرید وفروخت یا اور کسی کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔(۱)

۱۴۔ جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا واجب نہیں لیکن اگر جواب دے تو مکروہ بھی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

۱۵۔ اقامت کا جواب دینا مستحب ہے واجب نہیں اور قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں اقامھا اللہ وادامھا کہے۔(۲) (فتح القدیر۔ بحر الرائق)

۱۶۔ آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینا چاہئے۔

(۱) نماز کی حالت میں۔ (۲) خطبہ سننے کی حالت میں خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا اور کسی چیز کا۔ (۳،۴) حیض ونفاس میں۔ (۵) علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی حالت میں۔ (۶) جماع کی حالت میں۔ (۷) پیشاب پاخانہ کی حالت میں۔ (۸) کھانا کھانے کی حالت میں۔ ہاں بعد ان چیزوں سے فراغت کے اگر اذان ہوئے یا وہ زمانہ نہ گزرا ہو تو جواب دینا چاہئے ورنہ نہیں۔ (بحر الرائق)

اذان اور اقامت کے سنن اور مستحبات

اذان اور اقامت کے سنن دو قسم کے ہیں۔ بعض موذن کے متعلق ہیں۔ بعض اذان اور اقامت کے۔ لہذا ہم پہلے موذن کی سنتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد اذان کی سنتیں بیان کریں گے۔

۱۔ موذن کا مرد ہونا، عورت کی اذان واقامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر عورت اذان کہے تو اس کا اعادہ کر لینا چاہئے۔ اقامت کا اعادہ نہیں اس لئے کہ تکرار اقامت مشروع نہیں بخلاف تکرار

---

(۱) قرآن مجید میں ہے واذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ جب نماز جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کے لئے دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یعنی دنیا کے تمام کاموں کو چھوڑ کر نہایت اہتمام سے نماز کے لئے جاؤ اور باتفاق محققین اس اذان سے پہلی اذان مراد ہے۔ (طحطاوی، حاشیہ مراقی الفلاح)
(۲) قائم رکھے اس کو خدا اور ہمیشہ رکھے۔ ۱۲

اذان کے۔(درمختار)

۲۔موذن کا عاقل ہونا، مجنون اور مست اور ناسمجھ بچے کی اذان اور اقامت مکروہ ہے اور اس کی اذانوں کا اعادہ کرلینا چاہیئے نہ اقامت کا۔(درمختار)

۳۔موذن کا مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہونا اگر جاہل آدمی اذان دے تو اس کو موذنوں کی برابر ثواب نہ ملے گا۔(بحرالرائق)

۴۔موذنوں کا پرہیزگار اور دیندار ہونا اور لوگوں کے حال سے خبردار رہنا جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں ان کا تنبیہہ کرنا۔

۵۔موذن کا بلند آواز ہونا۔

۶۔اذان کا کسی اونچے مقام پر مسجد سے علیحدہ کہنا اور اقامت کا مسجد کے اندر کہنا۔ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ہاں جمعہ کی دوسری اذان کا مسجد (۱) کے اندر ممبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمام بلاد اسلام میں معمول ہے۔(مراقی الفلاح)

۷۔اذان کا کھڑے ہوکر کہنا اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے اذان کہے تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۸۔اذان کا بلند آواز سے کہنا۔ہاں اگر صرف اپنی نماز کے لئے کہے تو اختیار ہے مگر پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز میں ہے۔

۹۔اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کرلینا مستحب ہے۔

۱۰۔اذان کے الفاظ کا ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا اور اقامت کا جلد جلد سنت ہے۔یعنی اذان کی تکبیروں میں ہر دو تکبیر کے بعد اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر کے علاوہ اور الفاظ میں ہر ایک لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرا لفظ کہے اور اگر کسی وجہ سے اذان کے الفاظ بغیر اس قدر ٹھہرے ہوئے کہہ دئے تو اس کا اعادہ مستحب ہے اور اگر اقامت کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے تو اس کا اعادہ مستحب نہیں۔(درمختار وردالمختار)

۱۱۔اذان میں حی الصلوٰۃ کہتے وقت داہنی طرف منہ کو پھیرنا اور حی علی الفلاح کہتے وقت

---

(۱) نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ اذان بھی مسجد کے اندر نہ ہوتی تھی۔مگر عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو مسجد کے اندر داخل کرلیا اور اس زمانہ میں بڑے بڑے جلیل الشان تابعی موجود تھے۔سب نے سکوت کیا اس لئے یہ فعل مکروہ نہ رہا اور تمام بلاد اسلام میں رائج ہوگیا اور کسی نے آج تک اس سے انکار نہیں کیا۔۱۲منہ

بائیں طرف منہ کو پھیرنا سنت ہے۔خواہ وہ اذان نماز کی ہو یا اور کسی چیز کی۔مگر سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے۔

۱۲۔اذان اور اقامت کا قبلہ رو ہو کر کہنا بشرطیکہ سوار نہ ہو۔بغیر قبلہ رو ہونے کے اذان و اقامت کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔(درمختار)

۱۳۔اذان کہتے وقت حدث اکبر سے پاک ہونا سنت ہے اور دونوں حدثوں سے پاک ہونا مستحب ہے اور اقامت کہتے وقت دونوں حدثوں سے پاک ہونا سنت ہے۔اگر حدث اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اس اذان کا اعادہ مستحب ہے۔اسی طرح اگر کوئی حدث اکبر یا اصغر کی حالت میں اقامت کہے تو مکروہ تحریمی ہے۔مگر اقامت کا اعادہ مستحب نہیں۔

۱۴۔اذان اور اقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے۔اگر کوئی شخص موخر لفظ کو پہلے کہہ جائے مثلاً اشھد ان لا الہ الا اللہ سے پہلے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہہ جائے یا حی علی الصلوٰۃ سے پہلے حی علی الفلاح کہہ جائے تو اس صورت میں صرف اسی موخر الذکر لفظ کا اعادہ ضروری ہے جس کو اس نے مقدم کہہ دیا ہے۔پہلی صورت میں اشھد ان لا الہ الا اللہ کہہ کر اشھد ان محمدا رسول اللہ پھر کہے۔اور دوسری صورت میں حی علی الصلوٰۃ کہہ کر حی علی الفلاح پھر کہے۔پوری اذان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں۔(بحر الرائق۔درمختار۔شامی)

۱۵۔اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا۔خواہ وہ سلام یا سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو۔اگر کوئی شخص اثنائے اذان و اقامت میں کلام کرے تو اگر بہت کلام کیا ہو تو اذان کا اعادہ کرلے نہ اقامت کا۔(درمختار۔شامی)

متفرق مسائل

۱۔اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور بعد اذان ختم ہونے کے خیال آئے یا دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ زمانہ نہ گزرا ہو تو جواب دے دے ورنہ نہیں۔

۲۔اقامت کہنے کے بعد اگر زیادہ زمانہ گزر جائے اور جماعت قائم نہ ہو تو اقامت کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ہاں اگر کچھ تھوڑی سی دیر ہو جائے تو کچھ ضرورت نہیں۔اگر اقامت ہو جائے اور امام نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور ان کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے تو یہ زمانہ زیادہ فاصل نہ سمجھا جائے گا اور اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے گا اور اگر اقامت کے بعد دوسرا کام شروع کر دیا

جائے جو نماز کی قسم سے نہیں۔ جیسے کھانا پینا وغیرہ تو اس صورت میں اقامت کا اعادہ کر لینا چاہئے۔(درمختار)

۳۔ اگر موذن اذان دینے کی حالت میں مرتد ہو جائے (اعاذنا اللہ عنہ) یا بے ہوش ہو جائے یا اس کی آواز بند ہو جائے یا بھول جائے اور کوئی بتلانے والا نہ ہو یا اس کو حدث ہو جائے اور وہ اس کے دور کرنے کے لئے چلا جائے تو اس اذان کا نئے سرے سے اعادہ کرنا سنت موکدہ ہے۔(درمختار۔شامی)

۴۔ اگر کسی کو اذان یا اقامت کہنے کی حالت میں حدث ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت پوری کر کے اس حدث کے دور کرنے کو جائے۔

۵۔ ایک موذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے۔(درمختار)

۶۔ بہتر یہ ہے کہ اذان کہنے کا منصب بھی امام ہی کے سپرد کیا جائے۔(درمختار)

۷۔ جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے۔ ہاں اگر وہ اذان دے کر کہیں چلا جائے یا کسی دوسرے کو اجازت دے تو دوسرا بھی کر سکتا ہے۔

۸۔ کئی موذنوں کا ایک (۱) ساتھ اذان کہنا جائز ہے۔(شامی)

۹۔ سوا مغرب کے اور وقتوں میں اذان اور اقامت کے درمیان میں تثویب بدعت حسنہ ہے اور تثویب اذان کے اس قدر دیر کے بعد دی جائے کہ جس میں بیس آیتوں کی تلاوت ہو سکے پھر اس کے بعد اسی قدر توقف سے اقامت کہی جائے تثویب (۲) بھی مثل اذان کے کھڑے

---

(۱) اس کو عربی میں اذان جوق کہتے ہیں یہ بدعت حسنہ ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کے زمانہ میں نہ تھی۔۱۲(شامی)

(۲) یہ قول متاخرین فقہاء کا ہے۔ متقدین کے تثویب میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ سوائے فجر کے اور کسی وقت تثویب جائز نہیں۔ نبی ﷺ اور صحابہ کے زمانہ میں بھی سوائے فجر کے اور کسی وقت تثویب نہ تھی۔ دوسرا قول قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ قاضیوں اور حاکموں کے لئے فجر کے سوا اور اقامت میں بھی تثویب جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ لوگ دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں لہذا ان کو تثویب کی ضرورت ہے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو جماعت تیار ہونے کی اطلاع دیا کرتے تھے۔ اب چونکہ دین کے امور میں سستی زیادہ بڑھ گئی ہے اس لئے متاخرین نے ہر عام و خاص کے لئے سوائے فجر کے اور اقامت میں بھی تثویب کی اجازت دے دی۔ ہمارے زمانے میں بعض جاہلوں کا دستور ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد الصلوٰۃ الصلوٰۃ سنۃ رسول اللہ اس غرض سے کہتے ہیں کہ لوگ سنتیں وغیرہ پڑھ کر فراغت کر لیں۔ حالانکہ یہ تثویب میں داخل ہی نہیں۔ اس لئے کہ اس کی غرض وہ نہیں ہے جو پہلی اذان کی ہے۔ پہلی اذان کی غرض لوگوں کو مسجد میں حاضر ہونا ہے اور اس کی غرض سنت پڑھنا اور تثویب میں یہ امر ضروری ہے کہ اس کی غرض اور اس سے پہلے جو اعلام ہوا ہو اس کی غرض ایک ہو۔ لہذا یہ بدعت سیئہ ہے اس کو ترک کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔۱۲

ہو کے کہی جائے۔ تثویب کا عربی زبان میں ہونا کچھ ضروری نہیں۔ اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ جماعت تیار ہے یا نماز ہوتی ہے یا اور کوئی لفظ تب بھی درست ہے۔ یا اگر صرف کھانسنے سے لوگ سمجھ جائیں تو یہ بھی تثویب ہے۔ حاصل یہ کہ جیسا جہاں دستور ہو اسی کے موافق وہاں تثویب کی جائے۔

۱۰۔ اقامت میں نبی ﷺ کا نام سن کر انگوٹھوں کا چومنا بدعت سیئہ ہے۔ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے اور اذان میں بھی کسی صحیح (۱) حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

۱۱۔ موذن کو چاہئے کہ اقامت جس جگہ کہنا شروع کرے وہیں ختم کر دے۔

۱۲۔ اذان اور اقامت کے لئے نیت شرط نہیں۔ ہاں ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں۔ اذان اور اقامت کا بیان ہو چکا، اب نماز کے مسائل لکھے جاتے ہیں۔

نماز کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ اسلام :۔ کافر پر نماز واجب نہیں۔ بعض محققین کا قول ہے کہ کافر پر بھی نماز واجب ہوتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت میں اس کو عبادات کے ترک پر بھی عذاب کیا جائے گا۔ (طحطاوی بر مراقی الفلاح)

۲۔ بلوغ :۔ نابالغ پر نماز واجب نہیں۔

۳۔ عقل :۔ بے عقل پر نماز واجب نہیں۔ خواہ وہ بے عقلی جنون کے سبب سے ہو یا بے ہوشی کے سبب سے۔ مگر شرعاً اسی جنون اور بے ہوشی کا اعتبار ہے جو پانچ نمازوں کے وقت تک رہے اگر اس سے کم ہو تو پھر اس پر نماز واجب ہے یہاں تک کہ بعد بے ہوشی کے قضاء پڑھنی پڑے گی اور جو بے ہوشی نشہ کے سبب سے ہو اس سے نماز معاف نہیں ہوتی۔

---

(۱) بعض احادیث اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں کہ اذان میں نبی ﷺ کا نام گرامی سن کر انگوٹھوں کو چومنا چاہئے مگر کوئی حدیث ان میں جلیل القدر محدثین کے نزدیک صحت کو نہیں پہنچی۔ سب ضعیف ہیں۔ کسی ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے بشرطیکہ اس عمل کے سنت ہونے کا خیال نہ کیا جائے اور اس کو کوئی ضروری چیز نہ سمجھے۔ ہمارے زمانہ میں افراط و تفریط کی حد ہو گئی ہے۔ اذان میں انگوٹھے چومنے کا اس قدر رواج ہے کہ بعض لوگ اس کو سنت سمجھتے ہیں۔ اطراف دکن میں بعضوں کو اس کے وجوب کا خیال ہے۔ اگر کوئی نہ کرے تو اس پر لعنت ملامت کی جاتی ہے۔ لہذا ایسی حالت میں اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم ۱۲۔

۴۔ عورتوں کو حیض و نفاس سے پاک ہونا۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورتوں پر نماز فرض نہیں۔

۵۔ بعد اسلام یا بلوغ یا بعد جنون اور بے ہوشی کے اور اسی طرح بعد حیض و نفاس کے نماز کا وقت ملنا۔ اگر چہ وہ اسی قدر ہو کہ اس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو۔ اگر کسی کو اس سے بھی کم وقت ملے تو اس پر اس وقت کی نماز فرض نہیں۔

نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

چونکہ نماز کا اہتمام سب عبادتوں سے زیادہ ہے اس وجہ سے اس کے شرائط بھی بہت ہیں۔ یہاں تک کہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اس کے شرائط کا حصر نہیں ہوا۔ مگر ہم اس مقام پر صرف ان مشہور شرطوں کو بیان کرتے ہیں جن کی ضرورت ہر نماز میں پڑتی ہے۔ بعض شرائط جو کسی خاص نماز سے تعلق رکھتے ہیں جیسے جمعہ کی نماز کے شرائط ان کا ذکر اسی مقام پر کیا جائے گا جہاں ان نمازوں کا بیان ہے۔

پہلی شرط:۔ طہارت، نماز پڑھنے والے کے جسم کو نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہئے۔، خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ، مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ۔ ہاں اگر بقدر معافی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مگر افضل یہ ہے کہ اس سے بھی پاک ہو۔ اسی طرح نجاست حکمیہ کی دونوں فردوں (حدث اکبر و اصغر) سے بھی پاک ہونا چاہئے۔ نجاست حقیقیہ اور حکمیہ اور ان سے پاکی کے طریقے جلد اول میں بیان ہو چکے ہیں۔ نماز پڑھنے والے کے لباس کو نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہئے اور اسی طرح اس چیز کو جو اس کے جسم سے ایسا تعلق رکھتی ہو کہ ان حرکتوں سے جو نماز میں ہوتی ہے مثل رکوع سجدہ وغیرہ کے اس چیز کو بھی حرکت ہو۔

مثال:۔ کسی چادر کا پاک حصہ نماز پڑھنے والے کے جسم پر ہو اور نجس حصہ زمین پر ہو مگر اٹھنے بیٹھنے سے اس کو جنبش ہوتی ہو۔ (مراقی الفلاح۔ درمختار)

اگر کوئی چادر اس قدر بڑی ہو کہ اس کا نجس حصہ نماز پڑھنے والے کے اٹھنے بیٹھنے سے جنبش نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور اسی طرح اس چیز کو بھی پاک ہونا چاہئے جس کو نماز پڑھنے والا اٹھائے ہوئے ہو بشرطیکہ وہ چیز خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو۔ (درمختار وغیرہ)

مثال:۔ نماز پڑھنے والا کسی بچہ کو اٹھائے ہوئے ہو اور اس بچہ کا جسم نجس ہو تو کچھ حرج

نہیں۔ اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی کبوتر وغیرہ آ کر بیٹھ جائے اور اس کا جسم نجس ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے۔ پس یہ نجاست اسی کی طرف منسوب ہوگی اور نماز پڑھنے والے سے اس کو کچھ تعلق نہیں سمجھا جائے گا۔ (بحرالرائق، مراقی الفلاح وغیرہ)

اسی طرح اگر نمازِ پڑھنے والے کے جسم پر کوئی ایسی چیز ہو جس کی نجاست اپنی جائے پیدائش میں ہو اور خارج میں اس کا کچھ اثر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ (درمختار۔ شامی)

مثال:۔ نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی کتا بیٹھ جائے اور اس کے منہ سے لعاب نہ نکلتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ اس کا لعاب اس کے جسم کے اندر ہے اور وہی اس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ پس مثل اس نجاست کے ہوگا جو انسان کے پیٹ میں رہتی ہے جس سے طہارت کا حکم نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا انڈا جس کی زردی خون ہوگئی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو تب بھی کچھ حرج نہیں اس لئے کہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے خارج میں اس کا کچھ اثر نہیں بخلاف اس کے کہ اگر کسی شیشی میں پیشاب بھرا ہو اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ منہ اس کا بند ہو اس لئے کہ اس کا پیشاب ایسی جگہ نہیں جہاں پیشاب پیدا ہوتا ہے۔ (بحرالرائق۔ شامی وغیرہ)

نماز پڑھنے کی جگہ:۔ نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہئے۔ ہاں اگر نجاست بقدر معافی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پیر رہتے ہیں اور سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک رہتی ہو۔

اگر صرف ایک پیر کی جگہ پاک ہو اور دوسرے پیر کو اٹھائے رہے تب بھی کافی ہے۔ (درمختار)

اگر کسی کپڑے پر نماز پڑھی جائے تب بھی اس کا اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے۔ پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں۔ خواہ کپڑا چھوٹا ہو یا بڑا۔ (بحرالرائق، شامی)

اگر کسی نجس مقام پر کوئی کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے کی چیز صاف طور پر اس سے نظر آئے۔ (بحرالرائق، شامی)

اگر کسی کپڑے کا استر نجس ہو تو اس پر نماز درست نہیں۔ (شرح وقایہ، بحرالرائق)

اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا کپڑا کسی نجس مقام پر پڑتا ہو تو کچھ حرج نہیں۔ (بحر الرائق)

اگر کسی شخص کو کوئی پاک جگہ نماز کے لئے نہ ملے مگر یقین یا گمان غالب ہو کہ آخر وقت مل جائے گی تو اس کو آخر وقت تک انتظار کر کے نماز پڑھنا مستحب ہے اور اگر بغیر انتظار کے اس نجس مقام میں نماز پڑھ لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں۔

دوسری شرط:۔ ستر عورت۔ یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں اس حصہ جسم کو چھپانا فرض ہے جس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے۔ خواہ تنہا نماز پڑھے یا کسی کے سامنے۔

اگر کوئی شخص کسی تنہا مکان میں نماز پڑھتا ہو یا کسی اندھیرے مقام میں اس پر بھی ستر عورت فرض ہے۔ اگر چہ کسی غیر شخص کے دیکھنے کا خوف نہیں۔ ہاں اپنی نظر چھپانا شرط نہیں۔ اگر کسی کی نظر اپنے جسم پر نماز پڑھنے کی حالت میں پڑ جائے تو کچھ حرج نہیں۔ (بحر الرائق۔ درمختار۔ مراقی الفلاح)

اگر کوئی لونڈی صرف اسی قدر اپنے جسم کو چھپائے ہوئے نماز پڑ رہی ہو جس کا چھپانا اس پر فرض ہے اور نماز پڑھنے ہی کی حالت میں آزاد کر دی جائے تو اب اس پر تمام اس پورے جسم کا چھپانا فرض ہوگا جس کا چھپانا آزاد عورتوں پر فرض ہوتا ہے۔ پس اگر وہ قبل ادا کرنے ایک رکن کے بغیر عمل کثیر کے اپنے تمام جسم کو چھپائے تو اس کی نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

اگر نماز کی حالت میں کسی ایسے جسم کا چوتھا حصہ کھل جائے جس کا چھپانا فرض ہے خواہ وہ عورت غلیظہ ہو یا خفیفہ اور اتنی دیر کھلا رہے جس میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر نماز پڑھنے کے پہلے سے کھلا ہو تو اس نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ہوگا۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

اگر ایک ہی عضو کئی جگہ سے کھلا ہو تو سب کھلے مقامات ملا کر اس عضو کی چوتھائی کے برابر ہو جائیں تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مثال:۔ کسی شخص کی ران ایک جگہ سے بقدر آٹھویں حصہ کے کھلی ہو اور دوسری جگہ بھی بقدر آٹھویں حصہ کے تو دونوں ملا کر بقدر چوتھائی حصہ کے ہو جائیں گے اور نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کئی عضو کھلے ہوں اور ہر ایک چوتھائی حصہ سے کم ہو تو اگر سب کھلے ہوئے مقامات مل کر ان کھلے ہوئے اعضاء میں چھوٹے عضو کی چوتھائی کے برابر ہو جائیں تب بھی نماز فاسد ہو جائے

گی۔(درمختار وغیرہ)

مثال:۔کسی عورت کا سینہ تھوڑا کھلا ہو اور ایک کان کچھ کھلا ہو تو اگر دونوں کھلے ہوئے مقام کان کی چوتھائی کے برابر ہو جائیں تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر نماز پڑھنے کی حالت میں کوئی شخص قصداً اپنی عورت غلیظہ یا خفیفہ کے چوتھے حصے کو کھول دے تو اس کی نماز فوراً فاسد ہو جائے گی، خواہ بقدر ادا کرنے ایک رکن کے کھلا رہے یا اس سے کم۔ (شامی)

اگر کسی کے پاس کوئی ایسا کپڑا نہ ہو جس سے وہ اپنے اعضاء کو چھپائے یا ایسا باریک کپڑا ہو جس سے بدن نظر آتا ہو تو اس کو چاہئے کہ کسی درخت کے پتے یا مٹی وغیرہ سے اپنے اعضاء کو چھپائے اور اگر یہ کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر اسی طرح نماز پڑھ لے۔اگر کسی کو یقین یا گمان غالب ہو کہ آخر وقت نماز تک اس کو کپڑا مل جائے گا تو اس کو مستحب ہے کہ آخر وقت تک انتظار کر کے نماز پڑھے۔اگر کسی دوسرے شخص کے پاس کپڑا ہو اور یہ امید ہو کہ اس سے مانگا جائے گا تو دے دے گا خواہ بطور عاریت کے یا ہبہ کے تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔اگر کسی کے پاس کوئی نجس کپڑا ہو تو نماز میں اس سے ستر جائز نہیں بلکہ برہنہ نماز پڑھنا چاہئے۔اگر کسی کے پاس کوئی کپڑا ہو جس کا چوتھائی سے کم حصہ پاک ہو تو اس سے ستر کر کے نماز پڑھنا مستحب ہے کہ بغیر اس سے ستر کئے ہوئے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے۔اور اگر کسی کے پاس ایسا کپڑا موجود ہو جو چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ پاک ہو تو اس سے ستر کر کے نماز پڑھنا چاہئے بغیر اس سے ستر کئے ہوئے نماز نہ ہوگی۔(درمختار)

یہ سب صورتیں اسی وقت ہیں جب اس کپڑے کے طا[illegible]نے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو۔مثلاً پانی نہ ملتا ہو یا پینے وغیرہ کے لئے رکھا ہو اور اگر طاہر کرنے سے معذوری بوجہ آدمیوں کے ہوگی تو جب عذر جاتا رہے گا ان نمازوں کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

اگر کسی عورت کے پاس ایسا کپڑا ہو جس سے وہ اپنے بدن کو اور سر کے چوتھائی حصہ کو چھپا سکتی ہو تو اس کے سر کے چوتھائی حصہ کا چھپانا فرض ہے اور اگر اس قدر ہو کہ سر کے چوتھائی حصہ سے کم چھپ سکے تو پھر سر کا چھپانا فرض نہیں ہاں افضل یہ ہے کہ جس قدر چھپ سکے اسی قدر چھپائے۔(درمختار وغیرہ)

اگر کسی کے پاس اس قدر کپڑا ہو کہ اس سے جسم کا بعض حصہ چھپ سکتا ہو تو عورت غلیظہ کو

چھپانا چاہئے اور اگر اس قدر ہو کہ عورت غلیظہ بھی پوری نہ چھپ سکے تو خاص حصہ کا چھپانا بہ نسبت مشترک حصہ کے بہتر ہے۔ (درمختار وغیرہ)

ان سب صورتوں میں اگر کپڑے کے استعمال سے معذور بوجہ آدمیوں کے ہو تو جب معذوری جاتی رہے گی نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

مثال:۔ کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازموں نے اس کے کپڑے اتار لئے ہوں یا کسی دشمن نے اس کے کپڑے اتار لئے ہوں یا کوئی دشمن کہتا ہو کہ اگر تو کپڑے پہنے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا اور اگر آدمیوں کی طرف سے نہ ہو تو پھر نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کسی کے پاس ایک کپڑا ہو کہ چاہے اس سے اپنے جسم کو چھپالے، چاہے اسے بچھا کر نماز پڑھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی نجس مقام پر پڑھ لے۔

تیسری شرط:۔ استقبالِ قبلہ۔ یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں اپنا سینہ کعبہ مکرمہ کی طرف کرنا خواہ حقیقتاً یا حکماً کعبہ کی طرف (۱) منہ کرنا شرط نہیں ہاں مسنون البتہ ہے لہذا اگر کوئی کعبہ سے منہ پھیر کر نماز پڑھے تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ جن لوگوں کو کعبہ مکرمہ نظر آتا ہو مثل ان لوگوں کے جو مکہ معظّمہ میں رہتے ہیں اور ان کے اور بیت اللہ کے درمیان میں کوئی حاجب نہ ہو ان پر فرض ہے کہ خاص کعبہ کی طرف سینہ کر کے نماز پڑھیں جس طرف کعبہ ہو بالکل سیدھ پر کھڑا ہونا فرض نہیں۔ جو شخص قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے عاجز ہو خواہ کسی مرض کی وجہ سے یا مال کے خوف سے یا کسی دشمن کے خوف سے یا اور کسی وجہ سے تو اس کو استقبال قبلہ کی ضرورت نہیں بلکہ جس طرف وہ نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لے۔ اگر کسی کو یہ نہ معلوم ہو کہ کعبہ مکرمہ کس طرف ہے اور نہ کوئی ایسا معتبر مسلمان ہو جس سے پوچھ لے تو اس کے لئے یہ شرط ہے کہ اپنے گمان غالب پر عمل کر لے۔ اس کو غالب گمان سے جس طرف کعبہ معلوم ہو اسی

---

(۱) ابتدائے اسلام میں نماز بیت المقدس کی طرف پڑھی جاتی تھی جب تک نبی ﷺ مکہ میں رہے نماز اسی طرف پڑھا کئے تھے ہجرت کے سولہ مہینہ کے بعد مدینہ منورہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔ نبی ﷺ کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا بہت شوق تھا اور انتظار میں رہتے تھے کہ کب حکم نازل ہو اور وجہ اس کی یہ تھی کہ کعبہ ہی سے آپ کو معراج ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی قبلہ تھا اور قیامت میں عرش معلیٰ کی تجلی بھی وہیں ہوگی اور بھی بہت سی فضیلتیں کعبہ میں تھیں جو بیت المقدس میں نہ تھیں۔ نبی ﷺ بنی سلمہ کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ کعبہ کی طرف پھرنے کا حکم آ گیا۔ نبی ﷺ اور تمام صحابہؓ اسی طرف پھر گئے۔

طرف نماز پڑھ لے۔ اگر نماز پڑھنے میں اس کا گمان بدل جائے تو اس کو چاہئے کہ اسی طرف پھر جائے اور ایسی حالت میں اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد اس کو اپنے گمان غالب کی غلطی معلوم ہو جائے تو اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی ایسی حالت میں بغیر غالب گمان کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی اگر چہ اس نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہو۔

اگر قبلہ نہ معلوم ہونے کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو امام اور مقتدی سب کو اپنے گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے لیکن اگر کسی مقتدی کا غالب گمان امام کے خلاف ہوگا تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہ ہوگی اس لئے کہ امام اس کے نزدیک غلطی پر ہے اور کسی کو غلطی پر سمجھ کر اس کی اقتداء جائز نہیں۔

چوتھی شرط:۔ نیت۔ یعنی دل میں نماز پڑھنے کا قصد کرنا۔ زبان سے بھی کہنا بہتر ہے۔

اگر فرض نماز پڑھنا ہو تو نیت میں اس فرض نماز کی تعیین بھی ضروری ہے۔ مثلاً اگر ظہر کی نماز پڑھنا ہو تو دل میں یہ قصد کرنا کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں اور اگر عصر کی نماز پڑھے تو یہ کہ میں عصر کی نماز پڑھتا ہوں اس امر کی نیت ضروری نہیں کہ یہ ظہر یا عصر اس وقت یا آج کی ہے۔ ہاں اگر قضاء پڑھتا ہو تو اس میں دن کی تخصیص بھی ضروری ہے۔ مثلاً یوں کہو کہ فلاں دن کی نماز پڑھتا ہوں اور اگر اس کے ذمہ صرف ایک ہی ظہر یا عصر کی قضاء ہو تو پھر اس کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح اگر واجب نماز پڑھنا ہو تو اس کی تخصیص بھی ضروری ہے کہ یہ کون واجب ہے وتر یا عید کی نماز ہے یا نذر کی نماز اور اگر کئی نذروں کی نماز اس کے ذمہ ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی تعیین کرے اور اسی طرح سجدہ تلاوت اور شکر میں نیت تلاوت یا شکر کی شرط ہے ۔رکعتوں کی تعداد کی نیت شرط نہیں۔ خواہ فرض نماز ہو یا واجب۔ مثلاً یہ نیت کہ میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں یا چار رکعت فرض ظہر۔ (درمختار)

ہاں افضل یہ ہے کہ اس کی بھی نیت کرلے۔ (خانیہ۔ شامی)

اگر کوئی شخص کسی وقت کی نماز اس نیت سے پڑھے کہ میں اس وقت جو نماز فرض ہے وہ پڑھتا ہوں اور اس نماز کا وقت موجود ہو یا نہ ہو مگر نہ ہونے کا علم نہ ہو تو یہ نیت کافی ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا وقت نہ ہو اور وقت نہ ہونے کا اس کو علم بھی ہو تو پھر نماز نہ ہوگی۔ مگر جمعہ کی نماز اس نیت سے نہ ہوگی اگر چہ وقت موجود ہو اس لئے کہ جمعہ کی نماز ظہر کے عوض میں پڑھی جاتی ہے۔ اصل میں ظہر کی نماز فرض ہے۔

اگر کوئی اس نیت سے نماز پڑھے کہ میں آج کے دن جو فرض نماز ہے وہ پڑھتا ہوں تو یہ نیت صحیح نہیں۔ اس کی نماز نہ ہوگی۔

اگر کوئی شخص مثلاً ظہر کی نماز اس نیت سے پڑھے کہ میں آج کے دن کی ظہر پڑھتا ہوں تو یہ نیت صحیح ہو جائے گی اور ظہر کا وقت ہو یا نہ ہو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اس لئے ادائے نماز قضاء کی نیت سے اور قضاء ادا کی نیت سے صحیح ہو جاتی ہے۔

مقتدی کو اپنے امام کی اقتداء کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے۔ امامت کی نیت کرنا شرط نہیں۔ ہاں اگر کوئی عورت اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہے اور مردوں کے برابر کھڑی ہو اور نماز جنازہ اور جمعہ اور عیدین کی نہ ہو تو اس کی اقتداء صحیح ہونے کے لئے اس کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے اور اگر مردوں کے برابر نہ کھڑی ہو یا نماز جنازے یا جمعے یا عیدین کی ہو تو پھر شرط نہیں۔

مقتدی کو امام کی تعیین شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمرو بلکہ صرف اسی قدر نیت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں ہاں اگر تعیین کرے گا اور پھر اس کے خلاف ظاہر ہوگا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

مثال:۔ کسی شخص نے یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ حالانکہ جس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ غیر زید ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہئے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کی دعا کے لئے پڑھتا ہوں۔ اور اگر مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اس کو یہ نیت کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے اس کی میں بھی پڑھتا ہوں۔ صحیح یہ ہے فرض اور واجب نمازوں کے سوا اور نمازوں میں صرف نماز کی نیت (۱) کر لینا کافی ہے۔ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ نماز سنت ہے یا مستحب اور سنت فجر کے وقت کی ہے یا ظہر کے وقت کی یا یہ سنت تہجد ہے یا تراویح یا کسوف یا خسوف مگر نیت کر لی تو بہتر ہے۔

اگر نیت (۲) زبان سے بھی کہی جائے تو ایسی عبارت ہونا چاہئے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ

---

(۱) ہر ایک کی نیت ہم اس مقام پر ذکر کریں گے جہاں ان نمازوں کا بیان آئے گا۔

(۲) زبان سے نیت کہنا نبی ﷺ اور صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں اور لغت میں بھی نیت دلی قصد و ارادے کو کہتے ہیں۔ زبان سے کہنے کو نیت نہیں کہتے۔ اسی خیال سے بعض علماء زبان سے نیت کی عبارت کہنے کو بدعت کہتے ہیں۔ مگر ہمارے فقہاء نے اس لئے اس کو جائز بلکہ مستحب کہا ہے کہ عوام کو دلی ارادے کی تمیز نہیں ہوتی اور کبھی آدمی متفکر ہوتا ہے تو اس کا دلی ارادہ بغیر زبان سے کچھ کہے ہوئے مستقل نہیں ہوتا۔ (درمختار۔ شامی)

نیت ہو چکی نہ یہ کہ اب نیت کرے گا۔ نیت کی عبارت خواہ عربی زبان میں ہو یا اور کسی زبان میں صرف زبان سے اگر نیت کی عبارت کہہ دی جائے تو درست (۱) نہیں اور اگر دل سے ارادہ کر لیا جائے تو درست ہے بلکہ اصل نیت یہی ہے۔

کسی نماز میں استقبال قبلہ کی نیت شرط نہیں فرض نماز ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب۔ (درمختار)

نیت کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہونا چاہئے اور اگر تکبیر تحریمہ سے پہلے نیت کر لے تب بھی درست ہے بشرطیکہ نیت اور تحریمہ کے درمیان میں کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثل کھانے پینے بات چیت وغیرہ کے اور اسی شرط سے اگر وقت آنے سے پہلے نیت کر لے تب بھی درست ہے بعد تحریمہ کے نیت کرنا صحیح نہیں اور اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

پانچویں شرط:۔ تکبیر تحریمہ۔ یعنی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنا یا اس کے ہم معنی اور کوئی لفظ کہنا چونکہ اس تکبیر کے بعد نماز کی حالت شروع ہو جاتی ہے اور کھانا پینا چلنا پھرنا اور بات چیت کرنا اور اکثر وہ چیزیں جو خارج نماز میں جائز تھیں حرام ہو جاتی ہیں اس کو تحریمہ کہتے ہیں۔

تحریمہ کے صحیح ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں جو یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ تحریمہ کا نیت کے ساتھ ملا ہوا ہونا خواہ حقیقۃً ملی ہوئی ہو یعنی ایک ہی وقت میں نیت اور تحریمہ دونوں ہوں یا حکماً ملی ہوئی ہو یعنی نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثل کھانے پینے بات چیت وغیرہ کے اور نیت کرنے کے بعد نماز کے لئے چلنا پھرنا وضو کرنا منافی نہ سمجھا جائے گا اور اس کے فاصل ہونے سے تحریمہ کی صحت میں کچھ خلل نہ آئے گا۔ مگر افضل یہی ہے کہ حقیقۃً ملا دے۔ (مراقی الفلاح)

۲۔ جن نمازوں میں کھڑا ہونا فرض ہے ان کی تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے اور باقی نمازوں کی جس طرح چاہے مگر اس امر کا لحاظ ہر نماز میں ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ رکوع کی حالت میں یا قریب رکوع کے جھک کر نہ کہی جائے۔ اگر کوئی شخص جھک کر تکبیر تحریمہ کہے تو اگر اس کا جھکنا رکوع کے قریب نہ ہو تو تحریمہ صحیح ہو جائے گی اور اگر رکوع قریب ہو تو صحیح نہ ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

---

(۱) بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نہایت درجہ متفکر اور رنجیدہ ہو کہ اس کو دل سے کسی کام کا ارادہ کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے صرف زبان سے کہہ دینا جائز ہے۔ مگر محققین کی یہ رائے ہے کہ صرف زبان سے کہنا کسی وقت کافی نہیں بلکہ ایسے شخص کو جس کی یہ حالت ہو کہ دل سے کسی کام کا ارادہ نہ کر سکتا ہو مجنون کے حکم میں داخل کر کے نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا جائے۔ (شامی)

بعض ناواقف جب مسجد میں آ کر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال میں آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔ان کی نماز نہیں ہوتی ۔اس لئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کی شرط ہے۔جب وہ صحیح نہ ہوتی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

۴۔تحریمہ کا نیت سے پہلے نہ ہونا۔اگر تکبیر تحریمہ پہلے کہہ لی جائے اور نیت اس کے بعد کی جائے تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔(مراقی الفلاح)

گونگے کو تکبیر تحریمہ کے لئے زبان ہلانا ضروری نہیں بلکہ اس کی تکبیر تحریمہ معاف ہے۔(ایضاً)

۵۔تکبیر تحریمہ کا ایسی عبارت میں ادا کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی سمجھی جاتی ہو کسی اور قسم کا مضمون مثل دعا وغیرہ کے اس سے نہ ظاہر ہوتا ہو پس اگر بجائے اللہ (۱) اکبر کے اللہ (۲) اعظم یا اللہ اعلیٰ (۳) کہے تو اس کی تحریمہ صحیح ہو جائے گی بخلاف اس کے کہ اگر کوئی شخص اللھم اغفرلی (۴) کہے تو تحریمہ صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ اس سے دعا کا مضمون بھی سمجھا جاتا ہے۔ (درمختار۔مراقی الفلاح وغیرہ)

۶۔اللہ اکبر کے ہمزہ یا با کو نہ بڑھانا۔اگر کوئی شخص ءاللہ اکبر یا اللہ اکبار کہے تو اس کی تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔(ایضاً)

۷۔اللہ میں لام کے بعد الف کہنا۔اگر کوئی شخص نہ کہے تو اس کی تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔

۸۔تکبیر تحریمہ کا بسم اللہ وغیرہ سے نہ ادا کرنا۔اگر کوئی بجائے تکبیر تحریمہ کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وغیرہ کہے تو اس کی تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔(درمختار۔مراقی الفلاح وغیرہ)

۹۔تکبیر تحریمہ کا قبلہ رو ہو کر کہنا (بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو)

---

(۱) اللہ بزرگ ہے۔۱۲

(۲) اللہ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔۱۲

(۳) اللہ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔۱۲

(۴) اے اللہ مجھے بخش دے۔۱۲

فرض نمازوں کا بیان

باوجودیکہ فرض نمازوں کا پڑھنا ایک حق واجب کا ذمہ سے اتارنا ہے اور حق واجب کے ادا کرنے میں نہ کسی انعام کا استحقاق ہوتا ہے نہ کوئی کمال مگر اللہ جل شانہ کی عنایت نے جو اس امت پر حد سے زیادہ ہے ان فرائض کے ادا کرنے میں بھی بے حد ثواب مقرر فرمایا ہے۔

پانچ نمازوں کے پڑھنے سے پچاس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

کسی سائل کے جواب میں نبی ﷺ نے تمام عبادات سے افضل نماز کو فرمایا۔ سائل نے پوچھا کہ نماز کے بعد، حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہاد جو خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اس قسم کے مضامین مختلف احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ نماز کا رتبہ جہاد سے بھی زیادہ ہے۔

نبی ﷺ سے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے پوچھا کہ یارسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس سے میں بہشت بریں کا مستحق ہوجاؤں اور عذاب دوزخ سے نجات پاؤں؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پانچ وقت نماز پڑھا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر۔ اعرابی یہ سن کر نہایت خوش ہوا اور فرطِ خوشی میں کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں اب اس سے زیادہ کوئی عبادت نہ کروں گا۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر تم کو جنتی دیکھنے کا شوق ہو تو اسے دیکھ لو۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ سب اعمال سے پہلے قیامت میں نماز کا سوال ہوگا۔ جس کو اس سوال میں کامیابی ہوئی بے شک وہ نجات پا جائے گا اور جس کو اس میں ناکامی ہوئی وہ نقصان اٹھائے گا۔ (ترمذی)

فجر کے وقت دو رکعت نماز فرض ہے اور ظہر، عصر، عشاء کے وقت چار چار رکعتیں۔ جمعہ کے دن بجائے ظہر کے دو رکعت نماز جمعہ۔ مغرب کے وقت تین رکعت۔ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تمام شرائط کی پابندی کے ساتھ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں کو چادر یا آستین وغیرہ سے باہر نکال کر کانوں تک اٹھائے اس طرح کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو سے مل جائیں اور ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں انگلیاں نہ بہت کشادہ ہوں نہ ملی ہوئی اسی حالت میں جو نماز پڑھنا چاہے اس کی نیت دل میں کرلے اور زبان سے بھی دلی ارادہ کو ظاہر کرے۔

فجر کی نیت یوں (۱) کہے۔ نویت ان اصلی رکعتی الفرض وقت الفجر میں نے ارادہ کیا۔ دو رکعت نماز فرض فجر کے وقت میں پڑھوں۔

ظہر کی نیت۔ یوں کہے نویت ان اصلی اربع رکعات الفرض وقت الظہر میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز فرض ظہر کے وقت میں پڑھوں۔

عصر کی نیت۔ یوں کہے نویت ان اصلی اربع رکعات الفرض وقت العصر۔ میں نے یہ نیت کی کہ چار رکعت نماز فرض عصر کے وقت میں پڑھوں۔

مغرب کی نیت۔ یوں کہے نویت ان اصلی ثلث رکعات الفرض وقت المغرب میں نے یہ ارادہ کیا کہ تین رکعت نماز فرض مغرب کے وقت میں پڑھوں۔

عشاء کی نیت۔ یوں کہے۔ نویت ان اصلی اربع رکعات الفرض وقت العشاء میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز فرض عشاء کے وقت میں پڑھوں۔

اس نیت کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے۔ اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو اور بائیں کلائی کو داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے پکڑ لے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھا لے۔ پھر فوراً یہ دعا پڑھے۔

سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک (۲)

اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس دعا کو پڑھ کر سکوت کرے اور اگر امام قرات شروع کر چکا ہو تو اس دعا کو بھی نہ پڑھے بلکہ اللہ اکبر کے بعد ہی سکوت کر لے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہو یا امام ہو تو اس کے بعد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے۔ جب سورہ فاتحہ ختم ہو جائے تو منفرد اور امام آہستہ سے آمین کہیں۔ اگر کسی ایسی وقت کی نماز ہو جس میں بلند آواز سے قرات کی جاتی ہے تو سب مقتدی بھی آہستہ سے آمین کہیں۔ آمین کی الف کو بڑھا کر کہنا چاہئے۔ اس کے بعد کوئی سورت قرآن مجید کی پڑھے۔ اگر سفر کی حالت ہو یا کوئی ضرورت درپیش ہو تو اختیار ہے جو سورت چاہے پڑھے اور اگر سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو تو فجر

---

(۱) چونکہ نیت عربی زبان میں کہنا ضروری نہیں اس لئے ہم نے عربی اردو دونوں زبانوں میں نیت کی عبارت لکھ دی ہے۔ ۱۲

(۲) پاکی بیان کرتا ہوں میں تیری اے اللہ اور تعریف کرتا ہوں اور بزرگ ہے تیرا نام اور بڑا ہے تیرا مرتبہ اور نہیں ہے کوئی خدا تیرے سوا۔

(۱) اور ظہر کی نماز میں سورہ حجرات اور سورہ بروج اور ان کے درمیان کی سورتوں میں سے جس سورت کو چاہے پڑھے فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونی چاہئے۔ باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر ہونی چاہئیں۔ ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں۔ عصر اور عشاء کی نماز میں وَالسَّماء وَالطَّارق اور لَمْ یَکُن اور ان کے درمیان کی کوئی سورت پڑھنی چاہئے۔ مغرب کی نماز میں اِذَا زُلزِلَتِ سے آخر تک۔

سورت پڑھ چکنے کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور رکوع کی ابتداء ساتھ ہی ہو اور رکوع میں اچھی طرح پہنچ جانے کے ساتھ ہی تکبیر ختم ہو جائے۔ رکوع اس طرح کیا جائے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر ہوں، ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ ہوں اور سر اور سرین برابر ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ سر جھکا ہوا ہو اور پیٹھ اٹھی ہوئی ہو۔ پیر کی پنڈلیاں سیدھی ہوں، نمدار نہ ہوں۔ رکوع میں کم سے کم تین مرتبہ سبحان (۲) ربی العظیم کہنا چاہئے۔ پھر رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور امام صرف سمع (۳) اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک (۴) الحمد اور منفرد دونوں کہے پھر تکبیر کہتا ہوا دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدے میں جائے۔ تکبیر اور سجدہ کی ابتداء ساتھ ہی ہو اور سجدہ میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔ سجدہ میں پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہئے پھر ہاتھوں کو، پھر ناک کو، پھر پیشانی کو اور منہ دونوں ہاتھوں کے درمیان ہونا چاہئے اور انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رو ہونی چاہئیں اور دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے ہوئے اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف اور پیٹ رانوں سے علیحدہ اور بازو بغل سے جدا ہوں پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا بہت چھوٹا سا بچہ درمیان سے نکل سکے۔ سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ سبحان ربی (۵) الاعلیٰ کہے پھر سجدہ سے

---

(۱) فجر کی نماز میں نبی ﷺ کبھی سورۃ الطّور پڑھتے۔ (صحیح بخاری) کبھی اذا الشمس کورت کبھی سورہ طارق (مسلم) کبھی سورہ یٰسین، کبھی سورہ واقعہ۔ یعنی ان سورتوں کو دونوں رکعتوں میں پڑھتے اور سفر کی حالت میں فجر کی نماز میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس بھی آپ ﷺ نے پڑھی۔ (مراقی الفلاح) ظہر کی نماز میں الم تنزیل سجدہ عصر کی نماز میں والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق (ابوداؤد) اور عشاء کی نماز میں والشمس (نسائی) مغرب کی نماز میں قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد۔ (ابن ماجہ) اس کے علاوہ اور بھی سورتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ اگر اتباع سنت کے خیال سے وہ سورتیں نمازوں میں پڑھی جائیں تو زیادہ ثواب ہے۔۱۲

(۲) پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے بلند مرتبہ پروردگار کی۔۱۲

(۳) قبول کر لی اللہ نے تعریف اس شخص کی جس نے اللہ کی تعریف کی۔۱۲

(۴) اے پروردگار سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔۱۲

(۵) پاکی بیان کرتا ہوں میں اپنے پروردگار بلند مرتبہ کی۔۱۲

اٹھ کر اچھی طرح بیٹھ جائے اس طرح کہ داہنا پیر اسی طرح کھڑا رہے اور بائیں پیر کو زمین پر بچھا کر اسی پر بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ لے۔ اس طرح کہ انگلیاں پھیلی ہوں۔ رخ ان کا قبلہ کی طرف ہو نہ بہت کشادہ ہوں نہ بالکل ملی ہوئی۔ سرے ان کے گھٹنے کے قریب ہوں اور اس حالت میں کوئی دعا نہ پڑھے۔ سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ، اطمینان سے بیٹھ چکنے کے بعد دوسرا سجدہ اسی طرح کرے جیسے پہلا سجدہ کیا تھا۔ دوسرا سجدہ کر چکنے کے بعد تکبیر کہتا ہوا فوراً کھڑا ہو جائے۔ کھڑے ہوتے وقت پہلے پیشانی اٹھائے، پھر ناک، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے اور ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر کھڑا ہو، ہاتھوں کو زمین سے سہارا دے کر نہ کھڑا ہو۔ اس دوسری رکعت میں صرف بسم اللہ کہہ کر سورہ فاتحہ پڑھی جائے اور اسی طرح کوئی دوسری سورت ملا کر اسی طرح رکوع، قومہ اور دونوں سجدے کئے جائیں۔ دوسرے سجدے کے بعد اسی طرح بیٹھ کر جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھا تھا یہ پڑھے۔

التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ.

سب تعریفیں اور مالی اور بدنی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اے نبیؐ تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہم پر بھی سلام اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلام میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور گواہی دیتا ہوں اس کی کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

.لا الہ کہتے وقت انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اور چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو بند کر کے کلمہ انگلی آسمان کی طرف اٹھائے اور الا اللہ کہتے وقت کلمہ کی انگلی جھکا دے۔ پھر جتنی دیر تک بیٹھے انگلیاں اسی حالت میں رہیں۔ اگر دو رکعت والی نماز ہو تو التحیات کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید اللم بارک علیٰ محمد وعلیٰ ال محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید.

اے اللہ! رحمت اپنی نازل کر محمد ﷺ پر اور ان کی اولاد پر جیسے نازل کی تو نے اپنی رحمت حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد پر بے شک تو اچھی صفات والا اور بزرگ ہے۔ اے اللہ! برکت

نازل کر محمد ﷺ اوران کی اولاد پر جیسے برکت نازل کی تو نے حضرت ابراہیمؑ اوران کی اولاد پر بے شک تو عمدہ صفات والا بزرگ ہے۔

یہ درود پڑھ چکنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللھم انی اعوذ بک من عذاب جھنم ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیاوالممات ومن فتنة المسیح الدجال

اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے اور دجال کے فساد سے۔

یا یہ دعا پڑھے۔

اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیرا وانہ لایغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندک ورحمنی انک انت الغفور الرحیم۔

اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہ کا بخشنے والا نہیں۔ بخش دے میرے گناہ اپنی طرف سے اور میرے حال پر رحم کر بے شک تو غفور اور رحیم ہے۔

اس کے بعد نماز ختم کردے اس طرح کہ پہلے داہنی طرف منہ پھیر کر کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ پھر بائیں طرف منہ پھیر کر کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس سلام میں کرام کاتبین فرشتوں کی اوران لوگوں کی نیت کی جائے جو نماز میں شریک ہوں اور اگر دو رکعت والی نماز نہ ہو بلکہ تین رکعت یا چار رکعت والی نماز ہو تو صرف التحیات پڑھ کر فوراً کھڑا ہو جائے۔ باقی تین رکعتیں بھی اسی طرح پڑھے۔ مگر ان رکعتوں میں بسم اللہ کے بعد صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کردے۔ اور دوسری سورت نہ ملائے۔ اگر تین رکعت والی نماز ہو تو تیسری رکعت میں ورنہ چوتھی رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد اسی طرح بیٹھ کر اسی طرح التحیات اور درود شریف پڑھ کر وہی دعا پڑھے۔ اس کے بعد اسی طرح سلام پھیر کر نماز ختم کردے۔ فجر، مغرب، عشاء کے وقت پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت اور سمع اللہ لمن حمدہ اور سب تکبیریں امام بلند آواز سے کہے اور منفرد کو اختیار ہے اور ظہر اور عصر کے وقت امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ اور سب تکبیریں بلند آواز سے کہے اور منفرد آہستہ آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کہے۔ نماز کی حالت میں ادھر ادھر نہ دیکھنا چاہئے بلکہ کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کے مقام پر نظر جمائے رہے اور رکوع کی حالت میں پیروں کی پشت پر اور سجدوں میں ناک اور بیٹھنے کی حالت میں رانوں پر۔ نماز کی

حالت میں آنکھوں کو کھلا رکھے بند نہ کرے۔ ہاں اگر سمجھے کہ آنکھ بند کر لینے سے نماز میں دل زیادہ لگے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

دونوں پیروں پر زور دے کر کھڑا ہونا کچھ ضروری نہیں بلکہ کبھی داہنے پیر پر زور دے کر کھڑا ہو اور کبھی بائیں پیر پر تو بہتر ہے اس لئے کہ اس طرح کھڑے ہونے میں تھکنے کا خوف نہیں ہوتا۔

نماز ختم کر چکنے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کے لئے بھی اور مقتدی سب آمین آمین کہتے رہیں اور دعا مانگ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک نہ دعا مانگے بلکہ مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف منھ پھیر کر بیٹھ جائے اس کے بعد دعا مانگے۔ بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

فرض نمازوں کے بعد بشرطیکہ ان کے بعد سنت نہ ہو ورنہ سنت کے بعد مستحب ہے استغفر اللہ الذی لآ الہ الا ھو الحی القیوم تین مرتبہ آیۃ الکرسی، قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھے۔ (مراقی الفلاح، درمختار، شامی وغیرہ)

عورتیں بھی اسی طرح نماز پڑھیں۔ صرف چند مقامات پر ان کو اس کے خلاف کرنا چاہئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک اٹھانا چاہئے۔ اگر سردی کا زمانہ نہ ہو اور عورتوں کو ہر زمانہ میں بغیر ہاتھ نکالے ہوئے شانوں تک اٹھانا چاہئے۔

۲۔ بغیر تکبیر تحریمہ کے مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہئے اور عورتوں کو سینے پر۔

۳۔ مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہئے اور داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہئے اور عورتوں کو داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہئے۔ حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہئے۔

۴۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہئے کہ سر اور سرین اور پشت برابر ہو جائیں

اور عورتوں کو اس قدر جھکنا نہ چاہئے بلکہ صرف اسی قدر جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۵۔ مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کئے ہوئے بلکہ ملا کر۔

۶۔ مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنا چاہئے اور عورتوں کو ملی ہوئی۔

۷۔ مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنا چاہئے اور عورتوں کو ملا ہوا۔

۸۔ مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنا چاہئے اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔

۹۔ مردوں کو سجدوں میں دونوں پیر کی انگلیوں کے بل کھڑے رکھنا چاہئے۔ عورتوں کو نہیں۔

۱۰۔ مردوں کو بیٹھنے کی حالت میں بائیں پیر پر بیٹھنا چاہئے اور داہنے پیر کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہئے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہئے اور دونوں پیر داہنی طرف نکال دینے چاہئیں۔ اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آ جائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔

۱۱۔ عورتوں کو کسی وقت قرات بلند آواز سے کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ان کو ہر وقت آہستہ آواز سے قرات کرنی چاہئے۔

نماز وتر (۱) کا بیان

نماز وتر واجب (۲) ہے منکر اس کا کافر نہیں تارک اس کا مثل فرض نمازوں کے تارک کے فاسق اور گناہگار ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہماری جماعت میں نہیں۔

---

(۱) وتر کا واؤ مکسور و مفتوح دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ مگر مکسور زیادہ مشہور ہے۔ وتر ہر اس نماز کو کہتے ہیں جس میں طاق رکعتیں ہیں۔ مگر فقہاء کے عرف میں وتر اسی خاص نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہو جو عام طور پر عشاء کے بعد ہی فوراً پڑھی جاتی ہے اور یہاں اس کا بیان ہوگا۔

(۲) یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور قاضی ابو یوسف و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک وتر سنت ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہی حدیث ہے جو آگے بیان ہوگی۔ اس لئے کہ سنت کے ترک پر ایسی سختی نہیں کی جاتی جیسے نماز وتر میں نبی ﷺ پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری میں قل یایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔

(ابوداؤد) مستدرک حاکم وتر کی نماز بھی مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت (۱) ہے اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو فرض نمازوں کا ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ فرض کی صرف دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملائی جاتی ہے اور اس کی تینوں رکعتوں میں دوسری سورت پڑھنے کا حکم ہے اور تیسری رکعت میں دوسری سورت کے بعد دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ کانوں تک اسی طرح اٹھا کر جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھانا چاہئے پھر باندھے اور اس دعا کو آہستہ آواز سے پڑھے۔

اللهم انا نستعينک ونستهديک ونستغفرک ونتوب اليک ونؤمن بک ونثني عليک الخير ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من يفجرک اللهم اياک نعبد ولک نصلي ونسجد واليک نسعیٰ ونحفد ونرجوا رحمتک ونخشي عذابک ان عذابک بالکفار ملحق

اے اللہ! ہم مدد چاہتے ہیں اور ہدایت اور اپنے گناہوں کی معافی ہم توبہ کرتے ہیں اور تیرے اوپر ایمان لاتے ہیں اور تیری اچھی تعریفیں کرتے ہیں۔ ناشکری نہیں کرتے اور جو تیری ناشکری و نافرمانی کرے اس کو چھوڑتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری نماز پڑھتے ہیں۔ تجھ ہی کو سجدہ کرتے ہیں، تیری طرف دوڑتے آتے ہیں، تیری عبادت میں جلد مستعد ہو جاتے ہیں، تیری رحمت کے امیدوار ہیں، تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک تیرا

---

(۱) یہ مذہب امام صاحب کا ہے۔ ان کے نزدیک ایک رکعت کی وتر جائز نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک وتر میں ایک رکعت بھی جائز ہے۔ دونوں طرف بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ مگر تین رکعت وتر اکثر فقہائے صحابہ کا معمول تھا۔ حضرت فاروق ؓ کو اس میں ایک خاص اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ سعید بن مسیّبؒ کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا کہ کیسی ناقص نماز پڑھتے ہو دو رکعت اور پڑھو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ (نہایہ) ترمذی نے حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے تین رکعت وتر کی نقل کی ہے اور اسی کو عمران بن حصین اور عائشہ اور ابن عباس اور ابوایوب رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے اور آخر میں لکھ دیا ہے کہ ایک جماعت صحابہ و تابعین کی اسی طرف ہے۔ ابن مسعود اور حضرت فاروقؓ کا مذہب وتر کی تین رکعت ہونے میں امام محمد کی موطا میں موجود ہے۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ سلف کا اسی پر معمول تھا۔ (ہدایہ) تین رکعت کی وتر صحابہ میں مشہور تھی۔ ایک رکعت کی وتر عام طور پر سب لوگ جانتے بھی نہ تھے۔ حضرت معاویہ ؓ کو ابن عباسؓ کے مولیٰ نے ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو ان کو نہایت تعجب ہوا۔ یہ خبر جا کر ابن عباسؓ سے بیان کی۔ ابن عباسؓ نے ان کی دہشت و حیرت یہ کہہ کر دفع کر دی کہ معاویہؓ فقیہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے ہیں ان پر اعتراض نہ کرو۔ (صحیح بخاری) امام طحاوی نے وتر کے تین رکعت سے کم نہ ہونے پر ایک نہایت عقلی دلیل بھی قائم کی ہے۔ ان سب وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رکعت وتر جن احادیث میں ہے وہ قابل تاویل ہیں یا ان میں آنحضرت ﷺ کی بھی حالتوں کا ذکر ہے۔ آخر فعل آپ کا بھی تین رکعات پر تھا جو صحابہؓ میں مشہور ہوا۔ ۱۲

سچا عذاب کافروں پر نازل ہونے والا ہے۔

اور اگر اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے تو بہتر ہے۔

اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ماقضیت انک تقضی ولا یقضی علیک انہ لایزل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت وصلی اللہ علی النبی والہ وسلم

اے اللہ! مجھے ہدایت کر ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے ہدایت کی۔ مجھے آفتوں اور مصیبتوں سے بچا ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے بچایا اور مجھ سے محبت کر ان لوگوں کے ساتھ جن سے تو نے محبت کی اور جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس میں برکت دے اور مجھے ان برائیوں سے بچا جو مقدر ہوں۔ بے شک تو حاکم ہے محکوم نہیں اور جس سے تو محبت کرے وہ ذلیل نہیں ہوسکتا اور جس سے تجھ کو عداوت ہو وہ عزت نہیں پاسکتا۔ بزرگ اور برتر ہے تو۔

اگر کوئی شخص غلطی سے پہلی یا دوسر رکعت میں دعائے قنوت (۱) پڑھ جائے تو اس کو چاہئے کہ پھر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کسی کو دعائے قنوت نہ یاد ہو تو وہ بجائے اس کے یہ پڑھے۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار

اے پروردگار! ہم کو دنیا و آخرت دونوں میں آرام دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔۱۲

یا اللھم اغفرلی تین مرتبہ یارب تین مرتبہ کہہ لے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ۔)

---

(۱) درمختار وغیرہ میں اس مسئلے کو اس تفصیل وتفریق سے لکھا ہے کہ اگر یہ جانتا ہو کہ پہلی یا دوسری رکعت ہے اور صرف دعائے قنوت کے پڑھنے سے سہو ہوا ہو تو پھر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور اگر رکعت کی تعیین میں سہو ہوا ہو مثلاً دوسری رکعت کو تیسری رکعت سمجھ کر دعائے قنوت پڑھی ہے تو پھر تیسری رکعت میں پڑھ لے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ہر صورت میں دوبارہ دعائے قنوت پڑھنا چاہئے۔ صاحب بحر الرائق نے اسی کو ترجیح دی ہے۔۱۲

نفل نمازوں(۱) کا بیان

چونکہ نماز ایک عمدہ عبادت ہے اور خداوند عالم کو عبادتوں سے زیادہ مرغوب اور محبوب ہے اس لئے جس قدر اس کی کثرت کی جائے بہت خوب ہے۔

نبی ﷺ کو نماز پڑھنے میں جس قدر مسرت اور فرحت ہوتی تھی اس قدر کسی دوسری عبادت میں کبھی نہ ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میری آنکھوں کو نماز میں ٹھنڈک ہوتی ہے۔ (ترمذی)

شریعت نے اسی خیال سے اس عبادت میں فرائض اور واجبات کے علاوہ ہر فرض کے ساتھ کچھ سنتیں بھی مقرر فرمائی ہیں کہ فرض کے ساتھ آسانی سے ادا ہو جائیں اور جو قصور نقصان فرائض کے ادا کرنے میں واقع ہوا ہو وہ بھی ان کی وجہ سے پورا ہو جائے۔ نماز کے سوا اور کسی عبادت میں فرائض کے سوا شریعت کی طرف سے سنن وغیرہ مقرر نہیں۔ اپنی خوشی سے اگر کوئی فرض کے علاوہ ان عبادتوں کو بھی کرے تو وہ دوسری بات ہے۔ زکوٰۃ کو دیکھئے جس قدر فرض ہے اس کے دینے کے بعد اگر ایک پیسہ بھی کسی محتاج کو نہ دیا جائے تو شریعت کی طرف سے کچھ تعرض نہیں۔ روزے کا بھی یہی حال ہے۔ رمضان کے سوا اگر ایک روزہ بھی نہ رکھا جائے تو شریعت کی طرف سے کچھ مضائقہ نہیں۔ حج کی بھی یہی کیفیت ہے۔ فرض ہونے کے بعد تمام عمر میں ایک مرتبہ حج کر کے پھر اگر کبھی نہ کیا جائے تو کچھ گناہ نہیں۔ نمازوں میں اگر صرف فرائض ادا کئے جائیں اور سنتیں نہ پڑھیں جائیں تو گناہ ہے۔ یہاں سے بھی یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ نماز اللہ جل شانہ کو کس قدر پسند ہے۔

نفل نمازوں کے پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اوپر بیان ہو چکا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ فرائض کی صرف دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنے کا حکم ہے اور نوافل کی سب رکعتوں میں نوافل کی رکعتوں میں جو سورتیں پڑھی جائیں ان کا برابر نہ ہونا بھی خلاف سنت نہیں ہے۔ نوافل دن میں دو رکعت تک اور رات میں چار رکعت تک ایک ہی سلام سے پڑھی جا سکتی ہیں۔ مگر ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنا چاہئے۔

---

(۱) فرض اور واجب کے سوا ہر نماز کو نفل کہتے ہیں۔ خواہ سنت ہو یا نفل۔ ۱۲

فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت موکدہ ہیں۔ ان کی تاکید تمام موکدہ سنتوں سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ بعض روایات میں امام صاحب سے ان کا واجب منقول ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان کے انکار سے کفر کا خوف ہے۔ (درمختار۔ مراقی الفلاح وغیرہ)

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ فجر کی سنتیں (۱) نہ چھوڑو چاہے تم کو گھوڑے کچل ڈالیں۔ یعنی جان جانے کا خوف ہو جب بھی نہ چھوڑو۔ اس سے مقصود صرف تاکید اور ترغیب ہے ورنہ جان کے خوف سے تو فرائض کا چھوڑنا بھی جائز ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی سنتیں میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

ظہر کے وقت فرض سے پہلے چار رکعت ایک (۲) سلام سے اور فرض کے بعد دو رکعت سنت موکدہ ہیں۔ (مراقی الفلاح۔ درمختار وغیرہ)

جمعہ کے وقت فرض سے پہلے چار (۳) رکعتیں ایک سلام سے سنت موکدہ ہیں اور فرض کے بعد بھی چار (۴) رکعتیں ایک سلام سے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

عصر کے وقت کوئی سنت مؤکدہ نہیں۔ ہاں فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے مستحب ہیں۔ (مراقی الفلاح)

مغرب کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت موکدہ ہیں عشاء کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے مستحب ہیں۔

وتر کے بعد بھی دو رکعتیں نبی ﷺ سے منقول ہیں۔ لہذا یہ دو رکعت بعد وتر کے مستحب

---

(۱) فجر کی سنت کی پہلی رکعت میں نبی اکرم قل یاایھاالکافرون، دوسری رکعت میں قل ھواللہ احد پڑھتے تھے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر پہلی رکعت میں الم نشرح اور دوسری رکعت میں الم تر کیف پڑھی جائے تو دن بھر کی آفتوں سے انسان محفوظ رہے گا۔ مگر یہ حدیث میں نہیں آیا۔ (طحطاوی عامہ مراقی الفلاح)

(۲) امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک ظہر سے پہلے چار رکعت دو سلام سے سنت ہیں۔ امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہؓ سے بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ امام شافعی کی طرف سے اس حدیث کی تاویل کی جاتی ہے جو بالکل خلاف ظاہر ہے۔ یعنی یہ چار رکعت سنت ظہر کی نہ تھیں بلکہ مستقل نماز تھی۔ ۱۲

(۳) صاحب سفر السعادت نے لکھا ہے کہ جمعہ سے پہلے کوئی سنت منقول نہیں حالانکہ ترمذی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ۱۲

(۴) یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد جمعہ کے چھ رکعتیں مسنون ہیں۔ پہلے چار ایک سلام سے پھر دو رکعت ایک سلام سے دونوں طرف صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ ۱۲

ہیں۔ ان سب سنتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ تاکیدیں اور فضیلتیں حدیث شریف میں وارد ہوئی ہیں مگر یہاں صرف ایک وہ حدیث لکھی جاتی ہیں جس سے سب کی فضیلت نکلتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان فرائض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا۔ (صحیح مسلم)

ترمذی اور نسائی میں ان بارہ رکعتوں کی تفصیل اس طرح منقول ہیں۔ دلدادگان سنت کے لئے ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔ لہذا ہم اپنی کتاب ان کے مبارک ذکر سے خالی رکھنا نہیں چاہتے۔

نماز تہجد

نماز تہجد سنت (۱) ہے۔ نبی ﷺ ہمیشہ اس کو پڑھا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو اس کے پڑھنے کی بہت ترغیب دیتے تھے۔ اس کے فضائل بہت احادیث میں وارد ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بعد فرض نمازوں کے نماز شب (تہجد) کا مرتبہ ہے۔ (مسلم)

حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بے نماز تہجد کے درجہ ولایت کو نہیں پہنچتا اس میں شک نہیں کہ یہ نماز تمام صلحائے امت کا معمول ہے۔ صحابہ سے لے کر اس وقت تک بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ اگلی امت والے بھی اس نماز کو پڑھتے تھے۔

نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے۔ سنت یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہے۔ اس کے بعد اٹھ کر نماز تہجد پڑھے۔ (شامی وغیرہ)

بہتر یہ ہے کہ بعد نصف شب کے پڑھے۔ کم سے کم تہجد کی نماز دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ دس رکعت (۱) منقول ہے۔ اور اکثر معمول نبی ﷺ کا آٹھ رکعت پر تھا۔ ایک سلام سے دو دو رکعتیں۔ تہجد کی نماز اس نیت سے پڑھے۔ نویت ان اصلی رکعتی صلوٰۃ التہجد سنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تہجد نبی ﷺ کی سنت پڑھوں۔

---

(۱) بعض فقہاء نے اس نماز کو مستحب لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ سنت ہے۔ ۱۲

(۱) بعض کتب فقہ میں اس نماز کی آٹھ رکعتیں انتہائی تعداد لکھی ہے۔ مگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دس رکعت بھی حضرت ﷺ نے پڑھی ہیں۔ شرح سفر السعادت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کو بہت عمدہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ۱۲

نبی ﷺ کبھی آدھی رات کو، کبھی اس سے پہلے، کبھی اس کے بعد تہجد کے لئے اٹھتے تو اس دعا(۲) جو بیداری کے وقت آپ کی معمول تھی پڑھتے ہوئے دونوں ہاتھ منہ پر ملتے تاکہ نیند کا اثر جاتا رہے۔اس کے بعد مسواک فرماتے۔مسواک میں مبالغہ کرنا حضرت ﷺ کی عادت تھی۔ بعد مسواک کے وضو فرماتے۔بعض روایات میں ہے کہ مسواک اور وضو کرتے وقت بعض میں ہے کہ اس سے پہلے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں جن کی ابتداء ان فی خلق السموات والارض سے ہے تلاوت فرماتے اور بعض روایات میں ہے ربنا ماخلقت هذا باطلاً سے لاتخلف المیعاد تک پڑھتے۔اس کے بعد نماز شروع کرتے۔نماز پڑھنے میں آپ ﷺ کی عادت مختلف تھی کبھی چھ رکعت پڑھتے اور ہر رکعت کے بعد سو رہتے۔سو اٹھنے کے بعد پھر اسی طرح مسواک اور وضو کرتے اور آیتوں کی تلاوت فرماتے۔ اکثر عادت آپ ﷺ کی آٹھ رکعت پڑھنے کی تھی اسی واسطے فقہاء نے آٹھ رکعتیں اختیار کی ہیں۔وتر کی نماز حضرت ﷺ بعد تہجد کے پڑھتے تھے اور اگر فجر کا وقت آجاتا تو اس کے بعد فجر کی سنتیں بھی پڑھ لیتے۔ پھر تھوڑی دیر لیٹ رہتے۔اس کے بعد فجر کی نماز پڑھنے تشریف لے جاتے۔

---

(۲) وہ دعا یہ ہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور
(ترجمہ) اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں بعد موت (خواب) کے زندہ (بیدار) کیا اور اسی کی طرف سب کا رجوع ہے۔
اس کے علاوہ اور بھی مختلف دعائیں حضرت ﷺ سے منقول ہیں۔۱۲ (سفر السعادت)

نماز چاشت

نماز چاشت مستحب ہے، اختیار ہے کہ چاہے چار رکعتیں پڑھے، چاہے چار سے زیادہ۔ نبی ﷺ سے چار بھی منقول ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ کبھی چار سے زیادہ پڑھ لیتے۔ طبرانی کی ایک حدیث میں بارہ رکعت تک منقول ہے۔ (مراقی الفلاح)

نماز چاشت کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد سے زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ (مراقی الفلاح) نماز چاشت اس نیت سے پڑھی جائے۔

نویت ان اصلی اربع رکعات صلوٰۃ الضحیٰ سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز چاشت نبی ﷺ کی سنت پڑھوں۔

یہاں تک جو نمازیں مذکور ہوئیں وہ تھیں جن کو نبی ﷺ ہمیشہ التزام سے پڑھا کرتے تھے۔ کبھی ترک نہ فرماتے تھے اور باقی نمازیں جو آپ پڑھتے تھے ان کے لئے کوئی خاص سبب ہوتا تھا۔ مثلاً تحیۃ المسجد مسجد جانے کے لئے پڑھتے تھے۔ نماز خسوف وکسوف چاند گرہن، سورج گرہن کے سبب سے وعلیٰ ہذا القیاس۔

طالب ثواب اور پیرو سنت کو چاہیئے کہ ان نمازوں کو بے کسی عذر قوی کے نہ چھوڑے۔ اگر خیال کیا جائے تو کوئی بری بات نہیں۔ دن رات میں فرائض وغیرہ ملا کر صرف چھیالیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ سترہ رکعت فرض تین رکعت وتر بارہ رکعتیں موکدہ سنتیں جو پنج وقتی نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ آٹھ رکعت نماز تہجد، چار رکعت نماز چاشت۔ مگر افسوس ہم لوگوں کی کم ہمتی اور سستی کے سامنے فرائض ہی کا ادا ہونا دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وانھا لکبیرۃ الا علی الخشعین الذین یظنون انھم ملقوا ربھم

بے شک نماز کا پڑھنا بہت دشوار ہے۔ مگر ان لوگوں کو جنہیں اپنے پروردگار سے ملنے کا یقین ہے۔

پس اصل وجہ ہماری سستی اور کم ہمتی کی یہی ہے کہ ہمیں قیامت کے آنے اور ثواب و عذاب کے ملنے کا پورا یقین نہیں ہے۔ **اعوذ باللہ من جمیع ما کرہ اللہ**

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو ہر شب و روز اتنے مرتبہ کریم کا دروازہ طلب اور ادب کے ہاتھوں سے کھولنا چاہے بے شک اس پر سعادت ورحمت کا دروازہ بہت جلد کھل جائے گا۔

تحیۃ المسجد

یہ نماز اس شخص کے لئے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو۔ (درمختار وغیرہ)

اس نماز سے مقصود مسجد کی تعظیم ہے جو درحقیقت خدا ہی کی تعظیم ہے اس لئے کہ مکان کی تعظیم صاحب مکان کے خیال سے ہوا کرتی ہے۔ پس غیر خدا کی تعظیم کسی طرح اس سے مقصود نہیں۔ مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے بشرطیکہ کوئی مکروہ وقت نہ ہو۔ (درمختار، بحرالرائق۔ شامی وغیرہ)

اگر مکروہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے۔ سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ اور بعد اس کے کوئی درود شریف پڑھ لے۔ (درمختار، مراقی الفلاح)

اس نماز کی نیت یہ ہے۔

نویت ان اصلی رکعتین تحیۃ المسجد

میں نے ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھوں۔

دو رکعت کی کچھ تخصیص نہیں اگر چار رکعت پڑھی جائیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔ یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی۔ (درمختار، مراقی الفلاح، شامی وغیرہ)

اگر مسجد میں جا کر کوئی شخص بیٹھ جائے اور اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔ (درمختار وغیرہ)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)

اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے۔ خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا آخر میں۔ (درمختار۔ شامی)

سنت وضو

بعد وضو کے جسم خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز مستحب ہے۔(درمختار۔ مراقی الفلاح)
اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کچھ حرج نہیں اور کوئی فرض یا سنت وغیرہ پڑھ لی جائے تب بھی کافی ہے۔ثواب مل جائے گا۔(مراقی الفلاح)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز خالص دل سے پڑھ لیا کرے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔(صحیح مسلم)

نبی ﷺ نے شب معراج میں حضرت بلالؓ کے چلنے کی آواز اپنے آگے جنت میں سنی۔ صبح کو ان سے دریافت فرمایا کہ تم کونسا ایسا نیک کام کرتے ہو کہ کل میں نے تمہارے چلنے کی آواز جنت میں اپنے آگے سنی۔ بلالؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب میں وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرتا ہوں۔(صحیح بخاری)

غسل کے بعد یہ دو رکعتیں مستحب ہیں۔اس لئے کہ ہر غسل کے ساتھ وضو بھی ضرور ہو جاتا ہے۔(ردالمختار)

نماز سفر

جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے اس کے بعد اپنے گھر جائے۔(درمختار وغیرہ)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہے۔(طبرانی)

نبی ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے۔(صحیح مسلم)

مسافر کو یہ بھی مستحب ہے کہ اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو قبل بیٹھنے کے دو رکعت نماز پڑھ لے۔(شامی وغیرہ)

نماز استخارہ

جب کسی کو کوئی کام درپیش ہو اور اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد ہو یا اس میں تردد ہو کہ وہ کام کس وقت کیا جائے۔ مثلاً کسی کو سفر حج درپیش ہو تو اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ حج عبادت ہے اور عبادت کرنے نہ کرنے میں تردد کیسا۔ ہاں اس میں تردد ہوسکتا ہے کہ سفر آج کیا جائے یا کل تو ایسی حالت میں مستحب ہے کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھی جائے۔ اس کے بعد جس طرف طبیعت کو راغب ہو وہ کام کیا جائے۔ (درمختار۔ مراقی الفلاح)

بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ تک نماز استخارہ کی تکرار کے بعد کام شروع کیا جائے۔ (شامی۔ مراقی الفلاح)

نبی ﷺ صحابہ کو نماز استخارہ کی اس اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن مجید کی تعلیم میں آپ کا اہتمام ہوتا تھا۔ (بخاری۔ ترمذی۔ ابوداؤد وغیرہ)

نماز استخارہ اس نیت سے شروع کی جائے۔

نویت ان اصلی رکعتی صلوٰۃ الاستخارہ

میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھوں۔

پھر بدستور معمول دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھی جائے۔

اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی وعاقبۃ امری وعاجلہ واجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری وعاجلہ واجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم رضنی بہ

اور لفظ امر کی جگہ حاجت ذکر کرے مثلاً سفر کے لئے استخارہ کرنا ہو تو ھذا السفر کہے اور نکاح کے لئے استخارہ کرنا ہو تو ھذا النکاح کہے۔ کسی چیز کی خرید و فروخت کے لئے کرنا ہو تو ھذا البیع کہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس بعض مشائخ سے منقول ہے کہ بعد اس دعا پڑھنے کے باوضو قبلہ رو ہو کر سو رہے۔ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام اچھا ہے کرنا چاہئے او اگر سیاہی یا

سرخی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام برا ہے نہ کرنا چاہیئے۔(شامی)

اگر کسی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکتا ہو۔ مثلاً عجلت کی وجہ سے یا عورت حیض ونفاس کے سبب سے تو صرف دعا پڑھ کر کام شروع کر دے۔(طحطاوی وغیرہ)

مستحب ہے کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور درود شریف بھی پڑھ لیا جائے۔

نماز حاجت

جب کسی کو کوئی حاجت یا ضرورت پیش آئے خواہ وہ حاجت بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا بواسطہ یعنی کسی بندے سے اس حاجت کا پورا ہونا مقصود ہو مثلاً کسی کو نوکری کی خواہش ہو یا کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر درود شریف پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے اس دعا کو پڑھے۔

لآالٰہ الآ اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العلمین اسألک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمة من کل بر والسلامة من کل اثم لاتدع لی ذنباً الا غفرتہ ولا حاجة لک فیھا رضیً الا قضیتھا یاارحم الراحمین

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ چشم پوشی اور بخشش کرنے والے کے، پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ کی جو مالک ہے عرش عظیم کا اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ چیزیں جن پر تیری رحمت ہوتی ہے اور جو تیری بخشش کا سبب واقع ہوتی ہیں اور مانگتا ہوں اپنا حصہ ہر فائدہ سے اور چاہتا ہوں بچنا ہر گناہ سے۔ اے اللہ! میرے کسی گناہ کو بے بخشے ہوئے اور کسی غم کو بے دور کئے ہوئے اور کسی حاجت کو بے پورا کئے ہوئے نہ چھوڑ۔۱۲

اس دعا کے بعد جو حاجت اس کو درپیش ہو اس کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرے۔ یہ نماز حاجت روائی کے لئے مجرب ہے۔ بعض بزرگوں نے اپنی ضرورتوں میں اسی طریقہ سے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت بیان کی۔ ان کا کام پورا ہو گیا۔(شامی)

ایک مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ میرے

لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عنایت فرمائے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو بہت ثواب ہوگا اگر کہو تو میں دعا کروں۔ انہوں نے خواہش کی کہ آپ دعا فرمایئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان کو یہ نماز تعلیم فرمائی۔

صلوٰۃ الاوابین

نماز اوابین مستحب ہے۔ نبی ﷺ نے اس کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں۔ نماز اوابین چھ رکعت پڑھنا چاہئے تین سلام سے نماز مغرب کے بعد۔ (مراقی الفلاح)

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ (۱) التسبیح مستحب ہے ثواب اس کا احادیث میں بے شمار ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت عباسؓ کو تعلیم فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ اے چچا اس کے پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اگلے پچھلے، نئے پرانے۔ اگر تم سے ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ اس کو پڑھ لیا کرو ورنہ ہفتے میں ایک بار ورنہ مہینہ میں ایک دفعہ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو تمام عمر میں ایک بار۔ (ترمذی)

بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد پھر بھی اگر کوئی اس نماز کو نہ پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں کرتا۔ (شامی)

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں۔ بہتر ہے کہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح کہنا چاہئے۔ پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔ صلوٰۃ تسبیح کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے۔

(۱) ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اس نماز کے لئے کوئی خاص سورت بھی تم کو یاد ہے۔ انہوں نے کہا ہاں الھاکم التکاثر۔ والعصر۔ قل یاایھا الکافرون۔ قل ھو اللہ احد۔ ۱۲

نویت ان اصلی اربع رکعات صلوٰۃ التسبیح

میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھوں۔

تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم پڑھ کر پندرہ مرتبہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد اور سورت پڑھے۔ اس کے بعد دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے۔ پھر رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ وربنا لک الحمد کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے۔ پھر سجدے میں جائے اور دونوں سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد اور سجدوں کے درمیان میں دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں الحمد سے پہلے پندرہ مرتبہ اور بعد الحمد اور دوسری سورت کے دس مرتبہ اور رکوع اور قومے اور دونوں سجدوں اور ان کے درمیان میں دس دس دفعہ اسی تسبیح کو پڑھے۔ اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ سبحانک اللھم کے بعد اس تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ بعد الحمد اور سورت کے پندرہ مرتبہ اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی الحمد اور سورت کے بعد دس مرتبہ اور بعد التحیات کے دس مرتبہ اسی طرح تیسری رکعت میں بھی اور چوتھی رکعت میں بعد درود شریف کے دس مرتبہ اور باقی تسبیحیں بدستور پڑھے۔ یہ دونوں طریقے ترمذی میں مذکور ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے اور بہتر ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ (شامی)

اس کی تسبیحیں چونکہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی حالت قیام میں پچیس یا پندرہ مرتبہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ اس لئے اس کی تسبیحوں کے گننے کی ضرورت ہوگی اور اگر خیال ان کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں خشوع نہ ہوگا۔ لہٰذا فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کے گننے کے لئے کوئی علامت مقرر کر دے۔ مثلاً جب ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دبا دے۔ پھر دوسری کو اسی طرح تیسری چوتھی پانچویں کو جب چھٹا عدد پورا ہو جائے تو دوسرے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکے بعد دیگرے اسی طرح دبا دے۔ اس طرح پورے دس عدد ہو جائیں گے اور اگر پندرہ مرتبہ کہنا ہو تو ایک ہاتھ کی انگلیاں ڈھیلی کر کے پھر دبا دے۔ پندرہ عدد پورے ہو جائیں گے۔ انگلیوں کی پوروں پر نہ گننا چاہئے۔ (شامی)

اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد یاد رکھ سکے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ (شامی)

اگر بھولے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو ان کو اس دوسرے مقام میں ادا کر لے جو پہلے مقام سے ملا ہوا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں دگنی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو اور اس کا بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو۔ مثلاً قومے کا رکوع سے بڑھا دینا منع ہے۔ پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبریں قومے میں نہ ادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اور اسی طرح دونوں سجدوں کی درمیانی نشست کا سجدوں سے بڑھا دینا منع ہے۔ لہذا پہلے سجدے کی چھوٹی تکبیریں درمیان میں نہ ادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں۔ (شامی)

نماز توبہ

جس شخص سے گناہ صادر ہو جائے اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے اس گناہ کے معاف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ (طحطاوی۔ شامی وغیرہ)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے اور اس کے بعد فوراً طہارت کر کے دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے، اللہ اس کے گناہ بخش دے گا۔ پھر آپ نے بطور سند اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

والذین اذا فعلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ثم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم الاية

جب کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے پھر اللہ کا ذکر کرے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہے تو اللہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے (چونکہ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ایک عمدہ ذکر ہے اس لئے یہ نماز اس آیت سے سمجھی جاتی ہے۔)

نماز قتل

جب کوئی مسلمان قتل کیا جاتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی

مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تا کہ یہی نماز واستغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔ (طحطاوی مراقی الفلاح وغیرہ)

ایک مرتبہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے چند قاریوں کو قرآن مجید کی تعلیم کے لئے کہیں بھیجا تھا۔ اثنائے راہ میں کفار مکہ نے انہیں گرفتار کیا۔ سوائے حضرت خبیبؓ کے اور سب کو وہیں قتل کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے جا کر بڑی دھوم اور بڑی اہتمام سے شہید کیا۔ جب یہ شہید ہونے لگے تو انہوں نے ان لوگوں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اسی وقت یہ نماز مستحب ہوگئی۔ (مشکوٰۃ)

نماز تراویح(۱)

نماز تراویح رمضان میں سنت (۲) موکدہ ہے مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی۔ (درمختار)

جس رات کو رمضان کا چاند دیکھا جائے اسی رات سے تراویح شروع کی جائے اور جب عید کا چاند دیکھا جائے تو چھوڑ دیا جائے۔

نماز تراویح روزہ کی تابع نہیں ہے جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کو بھی تراویح کا پڑھنا سنت ہے۔ اگر نہ پڑھیں تو ترک سنت کا گناہ ان پر ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

مسافر اور وہ مریض جو روزہ نہ رکھتا ہو اسی طرح حیض ونفاس والی عورتیں اگر تراویح کے وقت طاہر ہو جائیں اور اسی طرح وہ کافر جو اس وقت اسلام لائے ان سب کو تراویح پڑھنا سنت ہے اگرچہ ان لوگوں نے روزہ نہیں رکھا۔ (مراقی الفلاح)

نماز تراویح کا وقت بعد نماز عشاء کے شروع ہوتا ہے اور صبح کی نماز تک رہتا ہے۔ نماز عشاء

---

(۱) تراویح جمع ترویحہ کی ہے۔ ترویحہ آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس نماز میں پانچ ترویحہ ہوتے ہیں۔ یعنی ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کر لیتے ہیں اس لئے اس نماز کو تراویح کہتے ہیں۔ ۱۲

(۲) تراویح کی سنت ہونے کا سوا روافض کے اور کوئی فرقہ اسلام میں منکر نہیں۔ نبی ﷺ نے بھی رمضان شریف میں تین شب جماعت سے تراویح پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو پھر جماعت سے نہیں پڑھی اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں فرض نہ ہو جائے۔ پھر اگر کوئی نہ پڑھے تو ترک فرض کا سخت گناہ اس کے ذمہ ہوگا۔ ۱۲

سے پہلے اگر تراویح پڑھی جائے تو اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا اور بعد پڑھ چکنے کے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز میں کچھ سہو ہوگیا جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تو اس کو عشاء کی نماز کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہئے۔ (درمختار وغیرہ)

وتر کا بعد تراویح کے پڑھنا بہتر ہے۔ اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔ (درمختار وغیرہ)

نماز تراویح کا بعد تہائی رات کے نصف شب سے پہلے پڑھنا مستحب ہے اور نصف شب کے بعد خلاف اولیٰ ہے۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح)

نماز تراویح کی بیس (۱) رکعتیں باجماع صحابہ ثابت ہیں۔ ہر دو رکعت ایک سلام سے بیس رکعتیں دس سلام سے۔ (درمختار۔ بحرالرائق وغیرہ)

نماز تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہیں۔ ہاں اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے۔ اس بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے چاہے نوافل پڑھے چاہے تسبیح وغیرہ پڑھے، چاہے چپ بیٹھا رہے۔ مکہ معظمہ میں لوگ بجائے بیٹھنے کے طواف کیا کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں۔ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں یہ تسبیح پڑھے۔

سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح لآاله الاالله نستغفرالله ونسئلک الجنة ونعوذ بک من النار (شامی)

---

(۱) اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباسؓ سے بیس رکعت بھی، مگر حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا اور جماعت قائم کردی۔ ابی بن کعب کو اس جماعت کا امام کیا۔ اس کے بعد تمام صحابہ کا یہی دستور ہے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کا انتظام رکھا اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت اپنے اوپر لازم سمجھو، اسے اپنے دانتوں سے پکڑو۔ پس برحقیقت اب اگر کوئی آٹھ رکعت تراویح پڑھے تو وہ مخالف سنت کہا جائے گا نہ موافق سنت۔ ۱۲

پاکی بیان کرتا ہوں پاک اور بادشاہت والے کی، پاکی بیان کرتا ہوں میں عزت اور عظمت اور قدرت اور بزرگی اور دبدبے والے کی۔ پاکی بیان کرتا ہوں میں اس بادشاہ کی جو زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔ بہت پاک ہے وہ پروردگار ہے۔ فرشتوں اور ارواح کا۔ نہیں کوئی خدا سوائے اللہ کے، ہم اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اللہ سے، ہم بہشت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔۱۲

اگر عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے۔ اس لئے کہ تراویح عشاء کی تابع ہے۔ ہاں جو لوگ جماعت سے عشاء کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہوں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھ لینا درست ہو جائے گا۔ جس نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے اس لئے کہ وہ ان لوگوں کا تابع سمجھا جائے گا۔ جن کی جماعت درست ہے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو گئی ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھے پھر تراویح میں شریک ہو اور اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جائیں تو ان کو وتر کے بعد پڑھے۔ (درمختار)

مہینے میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ لوگوں کی کاہلی یا سستی سے اس کو ترک نہ کرنا چاہئے ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہ آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان کو بہت ناگوار ہو گا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں نہ گزرے اسی قدر پڑھا جائے۔ باقی الم ترکیف سے آخر تک کی دس سورتیں پڑھ دی جائیں۔ ہر رکعت میں ایک سورت پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو انہیں سورتوں کو دوبارہ پڑھ دے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔ (درمختار مراقی الفلاح۔ بحر الرائق۔ شامی وغیرہ)

ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے تاوقتیکہ لوگوں کا شوق نہ معلوم ہو جائے۔

ایک رات میں پورا قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین ہوں کہ ان کو گراں نہ گزرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔

تراویح میں کسی سورت (۱) کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھ

---

(۱) خواہ وہ قل ھو اللہ ہو یا کوئی سورت آج کل دستور قل ھو اللہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا ہے۔ اس کی کوئی خصوصیت نہیں۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ کسی اور سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھی جائے تو کافی نہ ہو گی۔ اسی خیال سے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے لکھا ہے کہ میں نے اس دستور کو چھوڑ دیا۔ کبھی سورہ بقرہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھ دیتا ہوں اور کبھی الم ترکیف کے شروع میں۔ کبھی کسی اور سورت کے شروع میں۔۱۲

دینا چاہیئے۔ اس لئے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت (۱) ہے اگرچہ کسی سورت کا جز نہیں۔ پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورے ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔

تراویح کا رمضان کے پورے مہینہ میں پڑھنا سنت ہے۔ اگرچہ قرآن مجید قبل مہینہ تمام ہونے کے ختم ہو جائے۔ مثلاً پندرہ روز میں پورا قرآن مجید پڑھ دیا جائے تو باقی زمانے میں بھی تراویح کا پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قل ھو اللہ کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آج کل دستور (۲) ہے مکروہ ہے۔ نماز تراویح اس نیت سے پڑھے۔

نویت ان اصلی رکعتی صلوٰۃ التراویح سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ

میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تراویح پڑھوں جو نبی ﷺ اور ان کے صحابہؓ کی سنت ہے۔

نماز تراویح کی فضیلت اور اس کا ثواب محتاج بیان نہیں۔ رمضان المبارک کی راتوں میں جو عبادت کی جائے اس کا ثواب احادیث میں بہت وارد ہے۔ ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں خاص اللہ کے واسطے ثواب سمجھ کر عبادت کرے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

---

(۱) یہ مذہب حنفیہ کا ہے۔ جن لوگوں کے نزدیک بسم اللہ پوری آیت ہے اور ہر سورت کا جز ہے ان کے نزدیک ایک سو تیرہ آیتیں بسم اللہ کی ہوں گی۔ سورہ برات کے شروع پر بسم اللہ ہونے کا کوئی قائل نہیں اور سورہ نمل کے درمیان میں بسم اللہ ہونے کا کوئی منکر نہیں۔ یہ اختلاف اسی بسم اللہ میں ہے جو ہر سورت کے شروع پر قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ اور کسی سورت کا جز نہیں۔ اگرچہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ نازل ہوتی تھی اور ایک آیت یا سورت کے کئی مرتبہ نازل ہونے سے اس کا کئی آیتیں یا کئی سورتیں ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً سورہ فاتحہ کے دو سورت ہونے کا کوئی قائل نہیں۔ امام شافعیؒ اور قراءِ مکہ اور کوفہ کے نزدیک بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے۔ ان دونوں مذہبوں کے علاوہ اور بھی سات مذہب ہیں جن کی تفصیل حضرت مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ کے رسالہ شریفہ سے مع دلائل ہر مذہب مع ترجیح معلوم ہو سکتی ہے۔ ۱۲

(۲) اگرچہ ہمارے فقہاء کے نزدیک قرآن مجید ختم کرتے وقت قل ھو اللہ تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے مگر انہوں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ حکم اس قرآن مجید کا ہے جو نماز میں نہ پڑھا جائے۔ اس کے علاوہ نماز تراویح صحابہؓ سے بغیر تکرار سورہ اخلاص مروی ہے۔ لہذا خلاف سنت ہونے کے سبب سے مکروہ ہوگی۔ اسی خیال سے حضرت مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ میں نے سورہ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا چھوڑ دیا ہے اس لئے کہ صحابہ و تابعین وغیرہم سے میرے علم میں منقول نہیں اور ہمارے فقہاء نے بھی اس قرآن مجید میں سورہ اخلاص کی تکرار کو مکروہ لکھا ہے جو نماز میں پڑھا جائے۔ واللہ اعلم۔ ۱۲

نماز احرام

جو شخص حج کرنا چاہے اس کے لئے حج کا احرام باندھتے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ (مراقی الفلاح۔ طحطاوی وغیرہ)

اس (۱) نماز کی نیت یوں کی جائے۔

نویت ان اصلی رکعتی الاحرام سنة للنبی علیه الصلوٰة و السلام

میں نے ارادہ کیا دو رکعت نماز احرام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پڑھوں۔

نماز کسوف وخسوف (۲)

کسوف کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ کسوف اور خسوف اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس سے مقصود بندوں کو خوف دلانا ہے۔ پس جب تم اسے دیکھو تو نماز پڑھو۔

نماز کسوف وخسوف پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو اور نوافل کا ہے۔

نماز کسوف جماعت سے ادا کی جائے بشرطیکہ امام جمعہ یا حاکم وقت یا اس کا نائب امامت کرے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

نماز کسوف میں وہ سب بڑی بڑی شرطیں معتبر ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں سوائے خطبہ کے۔ (طحطاوی مراقی الفلاح)

نماز کسوف کے لئے اذان یا اقامت نہیں بلکہ اگر لوگوں کا جمع کرنا مقصود ہو تو پکار دیا جائے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

نماز کسوف میں بڑی بڑی سورتوں کا مثل سورہ بقرہ وغیرہ کا پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کا بہت دیر تک ادا کرنا مسنون ہے۔

---

(۱) اس نماز کی پہلی رکعت میں قل یاایھا الکافرون اور دوسری میں قل ھواللہ احد حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ ۱۲ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح)

(۲) کسوف سورج گرہن کو اور خسوف چاند گرہن کو کہتے ہیں۔

نماز کے بعد امام کو چاہئے کہ دعا میں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین آمین کہیں۔ جب تک گرہن موقوف نہ ہو جائے دعا میں مصروف رہنا چاہئے۔ ہاں اگر ایسی حالت میں آفتاب غروب ہو جائے یا کسی نماز کا وقت آ جائے تو البتہ دعا کو موقوف کر کے نماز میں مشغول ہو جانا چاہئے۔

خسوف کے وقت بھی دو رکعت نماز مسنون ہے۔ مگر اس میں دعا مسنون نہیں۔ اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے۔ مثلاً سخت آندھی چلے یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا ستارے بہت ٹوٹیں یا برف بہت گرے یا پانی بہت برسے یا کوئی مرض عام مثل ہیضے وغیرہ کے پھیل جائے یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو۔ مگر ان اوقات میں جو نمازیں پڑھی جائیں ان میں جماعت نہ کی جائے۔ ہر شخص اپنے گھر میں تنہا پڑھے۔ نبی ﷺ کو جب کوئی مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

جس قدر نمازیں یہاں بیان ہو چکیں ان کے علاوہ بھی جس قدر نوافل کی کثرت کی جائے باعث ثواب و ترقی درجات ہے۔ خصوصاً ان اوقات میں جن کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور ان میں عبادت کرنے کی ترغیب نبی ﷺ نے فرمائی ہے مثل رمضان کے آخری عشرے کی راتوں اور شعبان کی پندرہویں تاریخ کے ان اوقات کی بہت فضیلتیں اور ان میں عبادت کا بہت ثواب احادیث میں وارد ہوا ہے۔ ہم نے اختصار کے خیال سے ان کی تفصیل بیان نہیں کی۔

استسقاء (۱) کے لئے کوئی خاص نماز نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں۔ ہاں (۲) دعا کرنا بے شک ثابت ہے۔ (مراقی الفلاح۔ طحطاوی وغیرہ)

اگر کوئی شخص سنت نہ سمجھے اور استسقاء کے لئے نماز پڑھے تو جائز ہے مگر یہ جماعت سے نہ پڑھی جائے۔ (مراقی الفلاح۔ درمختار وغیرہ)

---

(۱) استسقاء اللہ تعالیٰ سے پانی مانگنے کو کہتے ہیں۔ ۱۲

(۲) یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ صاحبین کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک استسقاء کے لئے نماز بھی منقول و مسنون ہے اور وہ جماعت کے بھی قائل ہیں مگر اکثر احادیث میں صرف دعا ہی وارد ہوئی ہے نماز کا ذکر بھی نہیں ہے اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استسقاء کے لئے صرف دعا پر اکتفا فرمائی نماز نہیں پڑھی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ سے نماز ثابت ہوتی تو وہ ہرگز اس سنت کو نہ چھوڑتے اور ایسے ضروری مشہور واقعات کا ان کو نہ معلوم ہونا بھی بعید ہے اور ان کے سوا اور اصحاب جو اس وقت موجود تھے وہ کب اس امر کو گوارہ کرتے۔ ۱۲ (طحطاوی مراقی الفلاح)

جب پانی کی ضرورت ہو اور پانی نہ برستا ہو اس وقت اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا کرنا مسنون ہے۔ استسقاء کے لئے دعا کرنا اس طریقے سے مستحب ہے کہ تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں اور بوڑھوں اور جانوروں کے پاپیادہ جنگل کی طرف جائیں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں۔ پھر جو شخص ان میں بزرگ ہو وہ قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے پانی برسانے کی دعا کرے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

نبی ﷺ سے استسقاء کی جو دعائیں منقول ہیں منجملہ ان کے ایک دعا یہ ہے۔

اللهم اسقنا غيثاً مغيثاً نافعاً غير ضارٍ عاجلاً غير اجل اللهم اسق عبادك وبهائمك وانشر رحمتك واحي بلدك الميت اللهم انت الله لآاله الا انت الغنى ونحن الفقرآء انزل علينا الغيث واجعل ما انزلت لنا قوتاً وبلاغاً الىٰ حين

اے اللہ برسادے پانی تکلیف کا دور کرنے والا جو فائدہ دے نقصان نہ دے۔ جلدی برسے دیر نہ ہو۔ اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کو پانی پلادے اور اپنی رحمت کو بھیج اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کردے۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں، تو غنی ہے اور ہم سب فقیر ہیں۔ بھیج ہم پر باران رحمت اور اس سے ہم کو رزق دے اور ہماری زندگی کا سامان کر۔ ۱۲

استسقاء کی دعا کا عربی زبان میں یا خاص انہیں الفاظ سے ہونا کچھ ضروری نہیں

نماز کی قسموں کا بیان ہو چکا۔ صرف چند (۱) نمازیں باقی ہیں جن کو ہم آگے بیان کریں گے۔ لہذا اب ہم نماز کے فرائض اور واجبات اور سنن اور مستحبات اور مفسدات اور مکروہات لکھتے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوگا کہ جو طریقہ نماز پڑھنے کا اوپر بیان ہو چکا اس میں کون سی چیز فرض ہے اور کون سی چیز واجب اور کون سی چیز سنت ہے اور کون سی مستحب اور اس طریقے کے کس امر کی رعایت نہ کرنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

(۱) مثل نماز جمعہ اور عیدین اور جنازہ وغیرہ کے۔ ۱۲

نماز کے فرائض (۱)

نماز کے فرائض چھ ہیں۔ ان چھ میں سے پانچ نماز کے رکن ہیں۔ یعنی نماز ان سے مرکب ہیں اور وہ نماز کے جز ہیں اور چھٹا یعنی نماز کو اپنے فعل سے تمام کرنا رکن نہیں۔

(۱) قیام (کھڑا ہونا) اتنی دیر تک کھڑا رہنا فرض ہے جس میں اس قدر قرات کی جا سکے جو فرض ہے۔ (درمختار وغیرہ)

کھڑے ہونے کی حد فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ اگر ہاتھ بڑھائے جائیں تو گھٹنوں تک نہ پہنچ سکے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے۔ اس کے سوا اور نمازوں میں فرض نہیں۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

صحیح یہ ہے کہ فجر کی سنت میں قیام فرض (۲) ہے۔ اس لئے کہ اس تاکید میں کسی کا اختلاف نہیں بلکہ بعض فقہاء اس کے وجوب کے قائل ہو گئے ہیں۔ (درمختار وغیرہ)

تراویح میں کھڑا ہونا (۳) فرض نہیں اس لئے کہ اس کی تاکید سنت فجر کے برابر نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

اس کی قضاء جو شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو واجب ہے اور اسی طرح وہ نماز جس کی نذر کی گئی ہو مگر فقہاء نے اس میں سکوت کیا ہے کہ اس میں قیام (۴) فرض ہے یا نہیں احتیاط یہ ہے کہ وہ بھی کھڑے ہو کر پڑھی جائیں۔

جو شخص قیام میں قادر نہ ہو اس پر قیام فرض نہیں۔

---

(۱) یہاں ان فرائض کا بیان ہے جو نماز کے اندر داخل ہیں اور نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں جو بیان ہو چکیں سب فرض ہیں۔۱۲

(۲) اس میں اختلاف ہے مگر محقق مذہب یہی ہے جو لکھا گیا۔ مراقی الفلاح میں اس کے خلاف ہے مگر اس کو طحطاوی وغیرہ محققین نے رد کر دیا۔ (طحطاوی۔ قاضی خاں۔ شامی)

(۳) یعنی فقہاء نے تراویح کو سنت فجر پر قیاس کر کے لکھا ہے کہ تراویح میں بھی قیام فرض ہے۔ مگر یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ سنت فجر کی تاکید تراویح کی تاکید سے بہت زیادہ ہے۔۱۲۔ (فتاویٰ قاضی خاں۔ شامی وغیرہ)

(۴) مولانا شیخ عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی سعایہ میں اپنی رائے اسی طرف ظاہر کی ہے اور لکھا ہے کہ فقہاء کے اشارات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان نمازوں میں بھی قیام فرض ہے۔۱۲

اگر کسی کے زخم ہو اور کھڑے ہونے سے اس زخم خون آ جانے کا احتمال ہو تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اسی طرح اس شخص کو جس کے کھڑے ہونے سے پیشاب آ جانے کا خوف ہو یا عورت کو جسم کے کھل جانے کا خوف ہو۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص ایسا کمزور ہو کہ کھڑے ہونے سے اس کو ایک آیت پڑھنے کی بھی طاقت نہ رہے تو اس کو بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۲۔ قرات۔ یعنی قرآن مجید کا پڑھنا نماز میں۔ قران مجید کی ایک آیت کا پڑھنا فرض ہے خواہ بڑی آیت ہو یا چھوٹی (۱) مگر شرط یہ ہے کہ کم از کم دو لفظوں سے مرکب ہو، جیسے ثم انظر اور اگر ایک ہی لفظ ہو جیسے مدھامتان یا ایک حرف ہو جیسے ص۔ ق۔ وغیرہ یا دو حروف ہوں جیسے حم وغیرہ یا کئی حرف ہوں الم حمعسق وغیرہ تو ان سب سورتوں میں ایسی ایک آیت کے پڑھنے سے فرض ادا نہ ہوگا۔ (درمختار۔ مراقی الفلاح)

فرض نمازوں کی صرف دو رکعتوں میں قرات فرض (۲) ہے۔ یہ بھی تخصیص نہیں کہ پہلی

---

(۱) یہ مذہب ہمارے امام صاحب کا ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک بڑی ایک آیت اور چھوٹی تین آیتوں کا پڑھنا فرض ہے۔ ان کے نزدیک چھوٹی ایک آیت کے پڑھنے سے فرض ادا نہیں ہوتا۔ (مراقی الفلاح)

(۲) دوسری سورت کا فرض واجب نہ ہونا متفق علیہ ہے۔ کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں سورہ فاتحہ کے بارے میں علمائے امت کا سخت اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ مقتدیوں پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔ خواہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی اور یہی امام احمد کا بھی مذہب ہے۔ امام مالک کے نزدیک فرض نہیں۔ مگر آہستہ آواز کی نماز میں مستحب ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ آہستہ آواز اور بلند آواز دونوں قسم کی نمازوں میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی پر فرض نہیں بلکہ ہمارے فقہاء اس کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اور علماء نے اور کتابوں میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ آہستہ آواز کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے بلند آواز کی نماز میں نہیں۔ حالانکہ امام محمد کی کتابوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کے بالکل موافق ہیں۔ انہوں نے موطا میں لکھا ہے کہ نہیں ہے قرات امام کے پیچھے نہ بلند آواز کی نماز میں نہ آہستہ آواز کی ۔اسی کے موافق پہنچی ہیں ہم کو بہت سی حدیثیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام محمدؒ نے خود کتاب الآثار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ان مذاہب کے معلوم ہونے سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ سورہ فاتحہ کے بارے میں حنفیہ دو امر کے قائل ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مقتدی پر کسی حال میں فرض نہیں خواہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی۔ دوسرے یہ کہ اگر پڑھے تو مکروہ تحریمی ہے۔ یہاں ہم صرف فرض نہ ہونے کو ثابت کرتے ہیں مکروہ ہونے کو وہاں بیان کریں گے جہاں نماز کے مکروہات لکھیں گے جو لوگ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض کہتے ہیں ان کی بڑی دلیل یہ حدیث ہے **لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب** بغیر سورہ فاتحہ نماز نہیں ہوتی۔ ان کے نزدیک امام کا پڑھنا مقتدی کے حق میں کافی نہیں بلکہ ہر ایک کو حقیقتاً پڑھنا چاہئے۔ ہمارے امام صاحبؒ کے دلائل میں سے ایک حدیث یہ بھی **من کان لہ امام فقراءۃ الامام قرائۃ لہ** جو شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس امام کی قرآت اس کی قرآت سمجھی جائے گی اس حدیث کے صحیح ہونے میں اگرچہ بعض علماء نے کلام کیا ہے مگر ان کا کلام کرنا صحیح نہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دو رکعتوں میں قرات فرض ہے یا پچھلی دو رکعتوں میں یا درمیانی مثلاً مغرب کے وقت اگر کوئی پہلی اور تیسری رکعت میں قرات کرے اور دوسری میں نہیں یا دوسری اور تیسری میں کرے پہلی میں نہیں۔ بہرصورت فرض ادا ہو جائے گا۔ (کنز الدقائق، درمختار، مراقی الفلاح)

وتر اور نفل نمازوں کی سب رکعتوں میں قرات فرض ہے۔

مدرک پر قرات فرض نہیں بلکہ واجب بھی نہیں۔ امام کی قرات سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے۔ مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتوں سے دو رکعت میں قرات کرنا فرض ہے بشرطیکہ اس کی کوئی رکعت قرات والی فوت ہوئی ہو۔

حاصل یہ ہے کہ امام کے ہوتے ہوئے مقتدی کو قرات کی حاجت نہیں۔ ہاں مسبوق کے لئے ان گئی ہوئی رکعتوں میں چونکہ امام نہیں ہوتا اس لئے اس کو قرات کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔ رکوع۔ ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے۔ رکوع کی حد فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ اس قدر جھک جائے جس میں دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں۔ صرف جھک جانا فرض ہے۔ کچھ دیر تک جھکا ہوا رہنا فرض نہیں۔

اگر کسی کی پیٹھ کو بڑیا بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے جھک گئی ہو اور ہر وقت اس کی حالت رکوع کے مشابہ رہتی ہو تو اس کو رکوع میں صرف سر جھکا دینا چاہئے۔ (مراقی الفلاح)

۴۔ سجدہ۔ ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں۔ ایک سجدہ قرآن مجید سے ثابت ہے اور دوسرا

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) یہ حدیث بہت سندوں سے مروی ہے۔ بعض ان میں سے بالکل صحیح و سالم ہیں۔ کسی کے کلام کی گنجائش نہیں۔ عینی وغیرہ نے اس میں بہت زور دیا ہے اور علامہ وقت مولانا ابوالحسنات نور اللہ مرقدہ نے ان سب کے اقوال کو نہایت عمدہ تحقیق سے سعایہ اور امام الکلام میں لکھا ہے (شکر اللہ سعیہ) اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو قرات کرنے کی کچھ ضرورت نہیں نہ سورہ فاتحہ کی نہ کسی اور سورت کی اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ شاید یہ حدیث بلند آواز کی نماز کے لئے ہو اس لئے کہ یہ ارشاد حضرت کا نماز عصر کے وقت تھا جو آہستہ آواز کی نماز ہے۔ اب ہمارے نزدیک اس پہلی حدیث کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اگر سورہ فاتحہ نماز میں نہ پڑھی جائے نہ حقیقتاً نہ حکماً تو نماز نہ ہوگی اور چونکہ جماعت کی نماز میں امام سورہ فاتحہ پڑھ لیتا ہے اور ابھی حدیث نبوی ﷺ سے ثابت ہوا کہ امام کا پڑھنا بعینہ مقتدیوں کا پڑھنا ہے لہذا مقتدیوں کی نماز بھی سورہ فاتحہ سے خالی نہ ہوئی اور جب سورہ فاتحہ سے خالی نہ ہوئی تو نماز کیوں نہ ہوگی ہاں اگر امام بھی نہ پڑھے تو بے شک نماز نہ ہوگی۔ یہی مطلب اس حدیث کا حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ ترمذی، حضرت جابرؓ سے ناقل ہیں انہوں نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ ترمذی یہ لکھ کر امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا دیکھو جابر ایک مرد ہیں۔ اصحاب نبی ﷺ سے انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ اگر تنہا نماز پڑھنا ہو تو یہ حکم ہے امام کے پیچھے نہیں۔ ہم یہاں اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں اگرچہ ابھی مضمون بہت باقی ہے مگر انصاف اور تحقیق کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ ۱۲

احادیث سے اور اجماع سے۔

سجدے میں ایک گھٹنا اور ایک پیر کی انگلی کا اور پیشانی کا زمین پر رکھنا اور اگر پیشانی نہ رکھ سکتا ہو خواہ پھوڑے وغیرہ کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو بجائے اس کے صرف ناک کا رکھ دینا کافی ہے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

سجدہ ایسی چیز پر کرنا چاہئے جو جمی رہے اور پیشانی اس پر رک سکے اور پیشانی زمین پر رکھتے وقت جس قدر زمین سے اونچی ہو آخر وقت تک اسی قدر اونچی رہے۔ اگر کسی ایسی چیز پر سجدہ کیا جائے جس پر پیشانی نہ جم سکے جیسے روئی کا ڈھیر یا برف کا ٹکڑا وغیرہ تو درست نہیں۔ اس لئے کہ روئی کا ڈھیر سجدہ کرنے سے دب جائے گا اور برف کا ٹکڑا گھل کر اس قدر نہ رہے گا جتنا پہلے تھے اور پیشانی زمین سے اس قدر بلند نہ رہے گی جتنی رکھتے وقت تھی۔ (مراقی الفلاح)

چارپائی اگر خوب کسی ہو کہ سجدہ کرنے سے اس کی بناوٹ کو بالکل جنبش نہ ہو اور بدستور اپنی حالت پر قائم رہے تو اس پر سجدہ جائز ہے۔

وہ فرش یا تکیہ جس میں روئی وغیرہ بھری ہو اگر سجدہ کرنے سے دبتے ہوں تو ان پر سجدہ جائز نہیں اور اگر پہلے سے خوب دب چکے ہوں اور اب بالکل نہ دبیں تو ان پر سجدہ جائز ہے۔

سجدے کے مقام کو پیروں کی جگہ سے آدھ گز سے زیادہ اونچا نہ ہونا چاہئے۔ اگر آدھ گز سے زیادہ اونچے مقام پر سجدہ کیا جائے تو درست نہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آجائے تو جائز ہے۔

مثلاً جماعت زیادہ ہو اور لوگ اس قدر مل کر کھڑے ہوں کہ زمین پر سجدہ ممکن نہ ہو تو نماز پڑھنے والوں کی پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ جس شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا جائے وہ بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو سجدہ کرنے والا پڑھ رہا ہے۔ (مراقی الفلاح)

اگر کسی ایسے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا جائے جو وہ نماز نہ پڑھتا ہو جائز نہیں۔

مثال:۔ سجدہ کرنے والا ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور جس کی پیٹھ پر سجدہ ہو وہ فجر کی قضا پڑھتا ہو۔

۵۔ قعدہ (۱) آخرہ یعنی وہ نشست جو نماز کی آخری رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد ہوتی

---

(۱) بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ قعدہ آخیرہ نماز کے شرائط سے ہے نماز کا رکن نہیں۔ یعنی نماز کی حقیقت سے خارج ہے۔ قعدہ آخیرہ کے نماز سے خارج ہونے کی وجہ بھی لکھی ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے مقرر کی گئی ہے اور بیٹھنے میں کچھ تعظیم نہیں۔ ہاں کھڑے رہنے میں البتہ تعظیم ہے اور اس سے زیادہ سجدوں میں۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح) مگر صحیح اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے کہ وہ نماز کا رکن ہے۔ (شرح منیۃ المصلی شامی وغیرہ) نتیجہ اس اختلاف کا یہ ہوگا کہ جن لوگوں کے نزدیک قعدہ آخیرہ شرط ہے رکن نہیں ان کے نزدیک اگر قعدہ آخیرہ سونے کی حالت میں ادا کی جائے تو نماز ہو جائے گی اور جن کے نزدیک رکن ہے ان کے نزدیک نہ ہوگی۔

ہے خواہ اس سے پہلے کوئی اور نشست ہو چکی ہو جیسے ظہر، عصر، مغرب، عشاء وغیرہ کی نمازوں میں یا نہ ہو چکی ہو جیسے فجر، جمعہ، عیدین وغیرہ کی نمازوں میں۔

اتنی دیر تک بیٹھنا فرض ہے جس میں التحیات پڑھی جا سکے۔ اس سے زیادہ بیٹھنا فرض نہیں۔ (درمختار، مراقی الفلاح وغیرہ)

۶۔ نماز کو اپنے فعل سے تمام کر دینا(۱) یعنی بعد تمام ہو جانے ارکان نماز کے کوئی ایسا فعل کیا جائے جو نماز کے منافی ہو۔ مثلاً السلام علیکم کہہ دے یا قبلہ سے پھر جائے یا اور کوئی بات چیت کرے۔

نماز کے واجبات

تکبیر تحریمہ کا خاص اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا اگر اس کے ہم معنی کسی لفظ سے مثل اللہ اعظم وغیرہ کے ادا کی جائے تو واجب ترک ہو جائے گا۔

۲۔ بعد تکبیر تحریمہ کے اتنی دیر تک کھڑا رہنا جس میں سورہ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھی جا سکے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

۳۔ سورہ فاتحہ کا فرض کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں ایک مرتبہ پڑھنا۔

۴۔ ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کسی دوسری سورت کا پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں یہ دوسری سورت کم سے کم تین آیتوں کی ہونا چاہئے۔ اگر تین آیتیں پڑھ لی جائیں خواہ کسی سورت کا جز ہوں یا خود سورت ہوں تو کافی ہے۔

۵۔ پہلے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اس کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا اگر کوئی شخص پہلے دوسری سورت پڑھے اور اس کے بعد سورت فاتحہ پڑھے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

۶۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قرات کرنا۔ اگر دوسری تیسری یا تیسری چوتھی میں قرات کی جائے اور پہلی دوسری میں نہ کی جائے تو واجب ادا نہ ہوگا۔ اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔ (درمختار مراقی الفلاح)

(۱) نماز کو اپنے فعل اختیاری سے تمام کرنا بالاتفاق رکن نہیں۔ اس کے فرض ہونے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کرخی کے نزدیک فرض نہیں اور بردعی کے نزدیک فرض ہے۔ علامہ شرنبلانی نے ایک رسالہ خاص اسی مسئلہ میں لکھا ہے جس میں بزعی کی تاکید ہے۔ اس رسالے سے محقق قول یہی معلوم ہے کہ یہ فرض ہے۔ (ردالمختار)

۷۔ رکوع کے بعد اٹھ کر سیدھا(۱) کھڑا ہو جانا جس کو فقہا قومہ کہتے ہیں۔

۸۔ سجدوں میں پورے دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں اور دونوں پیروں اور ناک کا زمین پر رکھنا۔ (مراقی الفلاح)

۹۔ دوسرے سجدے کا اس کے مابعد سے پہلے ادا کرنا مثلاً اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں بغیر دوسرا سجدہ کئے ہوئے کھڑا ہو جائے تو اس کا واجب ترک ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے سجدے سے پہلے قیام کر لیا۔ (شامی)

۱۰۔ رکوع اور سجدوں میں اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم وغیرہ یا سبحان ربی الاعلیٰ وغیرہ کہہ سکے۔ (طحطاوی۔ مراقی الفلاح وغیرہ)

۱۱۔ دونوں سجدوں کے درمیان میں اٹھ کر بیٹھنا(۲) جس کو فقہا جلسہ کہتے ہیں۔

۱۲۔ قومے اور سجدوں کے درمیان اس قدر ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ تسبیح کہی جا سکے۔ (طحطاوی۔ مراقی الفلاح)

۱۳۔ قعدہ اولیٰ یعنی دونوں (۳) سجدوں کے بعد دوسری رکعت میں بیٹھنا۔ اگر نماز دو رکعت (۴) سے زیادہ ہو۔

۱۴۔ قعدہ اولیٰ میں بقدر التحیات کے بیٹھنا۔

۱۵۔ دونوں قعدوں میں ایک مرتبہ التحیات پڑھنا اگر نہ پڑھی جائے یا ایک مرتبہ سے زیادہ پڑھی جائے تو واجب ترک ہو جائے گا۔

---

(۱) رکوع سے اٹھنے کو فقہاء نے مسنون لکھا ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ واجب ہے۔ قاضی خاں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قومہ کرنا بھول جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا۔ اگر قومہ واجب نہ ہوتا تو سجدہ سہو کیوں لازم آتا۔ سجدہ سہو واجب کے ترک سے ہوتا ہے سنت کے ترک سے نہیں ہوتا۔ ابن ہمام اور امیر حاج نے اس کو واجب لکھا ہے۔ شرح مینہ میں ہے کہ جب کوئی مسئلہ دلیل کے موافق ہو اور کوئی روایت بھی اس کے موافق ہو جائے تو اس کے خلاف کرنا نہ چاہئے اور روایت وجوب قومہ کی قاضی خاں میں موجود ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ قومے کا مسنون ہونا مذہب میں مشہور ہے اور اس کے وجوب کی بھی روایت آئی ہے اور وجوب دلیل کے موافق یہی ہے۔ اسی کو کمال الدین ابن ہمام اور ان کے بعد جتنے متاخرین ہوئے سب نے اختیار کیا ہے۔۱۲

(۲) دونوں سجدوں کے درمیان میں اٹھ کر بیٹھنے کو اکثر فقہاء نے مسنون لکھا ہے۔ مگر محققین اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ ابن ہمام وغیرہ کا یہی قول ہے۔ اصول مذہب کے بھی یہی موافق ہے۔۱۲ شامی

(۳) یہ قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر نماز دو ہی رکعت کی ہوگی تو بیٹھنا فرض ہوگا اور قعدہ قعدۂ اول نہ رہے گا بلکہ اخیرہ ہو جائے گا۔۱۲

(۴) اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل سجدہ سہو کے بیان میں آئے گی۔۱۲

۱۶۔ نماز میں اپنی طرف سے کوئی ایسا فعل کرنا جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

مثال:۔(۱) سورہ فاتحہ کے بعد زیادہ سکوت کرنا۔ یہ سکوت دوسری سورت کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔

(۲) دو رکوع کرنا، دوسرا رکوع سجدے کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔

(۳) تین سجدے کرنا، تیسرا قیام یا قعود کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔

(۴) پہلی یا تیسری رکعت کے آخیر میں زیادہ نہ بیٹھنا۔ یہ بیٹھنا دوسری یا چوتھی رکعت کے قیام کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔ (شامی)

(۵) دوسری رکعت میں التحیات کے بعد دیر تک بیٹھنا جس میں کوئی رکن مثل رکوع وغیرہ کے ادا ہو سکے۔

۱۷۔ نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھنا خواہ کوئی دعا ہو۔

۱۸۔ عیدین کی نماز میں علاوہ معمولی تکبیروں کے چھ تکبیریں کہنا۔

۱۹۔ عیدین کی دوسری رکعت میں رکوع کرتے وقت تکبیر کہنا۔

۲۰۔ امام کو فجر کی دو رکعتوں میں اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں خواہ قضاء ہوں یا ادا اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قرات کرنا۔ منفرد کو اختیار ہے چاہے بلند آواز سے قرات کرے یا آہستہ آواز سے۔

آواز کے بلند ہونے کی فقہاء نے یہ حد بیان کی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے۔

۲۱۔ امام کو ظہر عصر کی کل رکعتوں میں اور مغرب عشاء کی آخر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قرات کرنا۔ (قاضی خان۔ نہر الفائق وغیرہ)

۲۲۔ جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قرات کرنا، جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے۔ (مراقی الفلاح)

۲۳۔ منفرد اگر فجر، مغرب، عشاء کی قضاؤں میں پڑھے تو ان میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قرات کرنا اگر رات کو قضا پڑھے تو اسے اختیار ہے۔

۲۴۔ اگر کوئی شخص مغرب عشاء کی پہلی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت

ملانا بھول جائے تو اسے تیسری چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنا چاہئے اور ان رکعتوں میں بھی بلند آواز سے قرات کرنا واجب ہے۔

۲۵۔ نماز کو السلام (۱) علیکم کہہ کر ختم کرنا نہ کسی اور لفظ سے۔

۲۶۔ دو مرتبہ السلام علیکم کہنا۔ (درمختار وغیرہ)

---

(۱) امام شافعیؒ کے نزدیک سلام فرض ہے۔ اس کی سند وہ حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں وتحلیلھا التسلیم یعنی نماز سے خروج سلامؑ کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ مگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ حدیث فرضیت پر دلالت نہیں کرتی۔ ہاں نبی ﷺ کی مواظبت اس کے ساتھ ملائی جائے تو اس سے سلام کا ضروری ہونا نکلتا ہے مگر نہ فرضیت کے درجے تک نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب قعدہ اخیرہ کر چکے اور اسے حدث ہو جائے تو اس کی نماز ہو گی۔۱۲ (ترمذی۔ ابوداؤد وغیرہ)

نماز کی سنتیں

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا۔ (مراقی الفلاح)

۲۔ تکبیر تحریمہ کہنے سے (۱) پہلے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا مردوں کو کانوں (۲) تک اور عورتوں کو شانوں (۳) تک عذر کی حالت (۴) میں مردوں کو بھی شانوں تک ہاتھ اٹھانے میں کچھ حرج نہیں۔

۳۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت اٹھتے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف کرنا۔ (درمختار وغیرہ)

---

(۱) یہ مذہب ہمارے امام صاحب اور امام محمد کا ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اور ہمارے اکثر مشائخ اسی طرف ہیں۔ اسی وجہ سے صاحب درمختار نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور علامہ محمد بن عابدین نے ردالمحتار میں اسی کو اولیٰ لکھا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ یعنی تکبیر کی ابتداء اور ہاتھ اٹھانے کی ابتداء ساتھ ہی ہو۔ امام طحاوی اور قاضی خاں وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ نبی ﷺ سے یہ دونوں کیفیتیں مروی ہیں۔ پہلی کیفیت جو ہمارے امام صاحب کا مذہب ہے بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابوداؤد اور نسائی میں ابن عمرؓ سے بھی کہ نبی ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر تکبیر کہتے تھے اور دوسری کیفیت جو امام ابو یوسف کا مذہب ہے مسند امام احمد اور بیہقی اور ابوداؤد میں نبی ﷺ سے منقول ہے۔ ان دونوں کیفیتوں کے علاوہ ایک تیسری کیفیت اور بھی نبی ﷺ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ پہلے تکبیر اس کے بعد ہاتھوں کا اٹھانا۔ چنانچہ ابوداؤد کی ایک حدیث سے یہ مضمون صاف طور پر سمجھا جاتا ہے۔ ابن ہمام نے یہ کیفیت بیہقی کی سنن کبریٰ سے اپنی کتاب فتح القدیر میں نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کے تمام راوی معتبر ہیں۔ یہ تینوں کیفیتیں نبی ﷺ سے ثابت ہیں۔ اس لئے اختیار ہے جس کیفیت پر عمل کیا جائے۔ اختلاف صرف اولیٰ ہونے میں ہے۔ ہمارے نزدیک پہلی کیفیت اولیٰ ہے۔ ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسری کیفیت واللہ اعلم ۱۲۔

(۲) مردوں کو کانوں تک ہاتھ اٹھانا ہمارا مذہب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مردوں کو بھی شانوں تک۔ دونوں کیفیتیں نبی ﷺ سے منقول ہیں۔ اکثر روایات میں کانوں تک اٹھانا منقول ہے۔ (شرح سفر السعادۃ شیخ دہلوی) و ابوداؤد و نسائی، دارقطنی، طحاوی، مسلم، حاکم، امام احمد طبرانی اسحٰق ابن راہویہ وغیرہم نے متعدد طریق سے اسی مضمون کو نبی ﷺ سے نقل کیا ہے۔ اسی لئے حنفیہ نے اس کیفیت کو اختیار کیا۔ مگر پھر بھی کیفیت ثانیہ کا انکار نہیں۔ ہمارے فقہاء نے جو لکھا کہ انگوٹھے کو کانوں کی لو سے مل جانا چاہئے چنانچہ ہم بھی اوپر لکھ چکے ہیں وہ صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ جس میں ہاتھوں کا کانوں کے برابر اٹھنا یقینی ہو جائے، سنت سمجھ کر نہیں لکھا ہے نہ اس کو سنت سمجھنا چاہئے۔ اس لئے کہ کسی حدیث سے یہ مضمون ثابت نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔ ۱۲

(۳) عورتوں کو شانوں تک ہاتھ اٹھانے کا اس لئے حکم دیا گیا کہ اس میں ستر زیادہ رہتا ہے۔ کانوں تک ہاتھ اٹھانے میں سینہ کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عورت خواہ لونڈی ہو یا بی بی سب کو شانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہئے۔ ۱۲ (بحر الرائق۔ درمختار وغیرہ)

(۴) سردی کے عذر سے نبی ﷺ نے بھی کپڑوں کے اندر ہی سینہ تک ہاتھ اٹھایا ہے۔ ۱۲ (ابوداؤد)

۴۔ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کو نہ بہت کشادہ کرنا نہ بہت ملانا۔

۵۔ بعد تکبیر تحریمہ کے فوراً ہاتھوں کا باندھ لینا مردوں کو ناف (۱) کے نیچے عورتوں کو سینے (۲) پر۔

۶۔ مردوں کو اس (۳) طرح ہاتھ باندھنا کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑ لیں اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھا دیں اور عورتوں کو اس طرح کہ داہنی ہتھیلی پر رکھ لیں۔ انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑنا ان کے لئے مسنون نہیں۔

۷۔ ہاتھ باندھنے کے بعد فوراً (۴) سبحانک اللھم پڑھنا۔

---

(۱) اس مسئلہ میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک مردوں کو بھی سینے پر ہاتھ باندھنا چاہئے۔ بعض کوتاہ نظر لوگوں کا خیال ہے کہ حنفیہ کے پاس اس مسئلے میں کوئی نقلی دلیل نہیں حالانکہ ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ایک حدیث بذریعہ علقمہ کے وائل ابن حجر سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث کے سب راوی معتبر ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ علقمہ سے اور وائل سے ملاقات نہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ترمذی کے دیکھنے سے اس خیال کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے۔ علامہ فرنگی محلی نے القول الحازم میں اس بحث کی خوب تنقیح کی ہے۔۱۲

(۲) عورتوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے میں چونکہ ستر زیادہ ہے لہذا اس کے حق میں وہی روایت اختیار کی گئی جس پر امام شافعی کا عمل ہے۔۱۲

(۳) ہمارے فقہاء اس کو اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ اس میں سب حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ اگر صرف داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لیا جائے اور کلائی نہ پکڑی جائے تو صرف اس حدیث پر عمل ہوگا۔ جس میں رکھنا منقول ہے اور اگر صرف کلائی پکڑ لی جائے، انگلیاں اور ہتھیلی کی پشت پر نہ رکھی جائیں تو صرف اس حدیث پر عمل ہوگا جس میں بائیں کلائی پکڑنے کا حکم ہے۔ دونوں حدیثوں پر عمل کرنے کی یہی صورت ہے۔ بعض فقہاء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنے کی صورت نہیں ہے اس لئے کہ جس حدیث میں بائیں ہاتھ پر داہنے ہاتھ کے رکھنے کا حکم ہے اس میں پکڑنے کا ذکر بھی نہیں ہے۔ لہذا اس حدیث پر بھی عمل نہ ہوا اور جس حدیث میں داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے پکڑنے کا ذکر ہے اس میں رکھنے کا ذکر نہیں۔ لہذا اس حدیث پر بھی عمل نہ ہوا بلکہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنے کی یہ صورت ہے کہ کبھی ایسا کیا جائے کبھی ویسا۔ یعنی کسی وقت کی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے۔ اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو اور انگلیاں بائیں گٹے اور کلائی پر۔ پھر اسی وقت کی نماز میں داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑ لی جائے۔ ہمارے بعض محققین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔۱۲

(۴) تکبیر کے بعد فوراً اس خاص ثناء کا پڑھنا نبی ﷺ سے ثابت ہے اور ابوداؤد و ترمذی میں حضرت عائشہؓ کے ذریعہ سے اور سنن ابن ماجہ میں اور نسائی میں ابوسعید خدری کے ذریعہ سے بیہقی میں حضرت جابرؓ کے ذریعہ سے اس کے روایات موجود ہیں اور صحیح مسلم میں حضرت فاروقؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین کا پڑھنا مستحب ہے۔۱۲

۸۔امام اور منفرد کو سبحانک اللھم کے بعد اور مسبوق کو اپنی ان رکعتوں کی پہلی رکعت میں جو امام کے بعد پڑھے بشرطیکہ وہ رکعتیں قرات کی ہوں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا۔

۹۔ہر رکعت کے شروع میں الحمدللہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا۔

۱۰۔امام اور منفرد کو سورۂ فاتحہ ختم ہونے کے بعد آمین کہنا اور قرأت بلند آواز سے ہو تو سب مقتدیوں کو بھی آمین کہنا۔

۱۱۔آمین (۱) کا آہستہ آواز سے کہنا۔

۱۲۔حالت قیام میں دونوں قدموں کے درمیان میں بقدر چار انگل کے فصل ہونا۔

۱۳۔فجر اور ظہر کے وقت نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد طوال مفصل (۲) کی سورتوں کا پڑھنا اور عصر عشاء کے وقت اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل بشرطیکہ سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو۔سفر اور ضرورت کی حالت میں جو سورت چاہے پڑھے۔

۱۴۔فجر کے فرض کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بہ نسبت لمبی سورت پڑھنا (شامی)۔

۱۵۔رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا اس طرح کہ تکبیر اور رکوع کی ابتداء ساتھ ہی ہو اور رکوع میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔(۳) (منیہ غنیۃ وغیرہ)

---

(۱) آمین کا آہستہ کہنا حنفیہ کا مذہب ہے اور ایک روایت میں امام مالکؒ سے بھی یہی منقول ہے اور امام شافعیؒ کا بھی اخیر قول یہی ہے مگر احادیث سے دونوں کا ثبوت ہوتا ہے اس لئے بعض محققین نے مثل شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی کے رسالہ مذہب فاروق اعظم میں لکھ دیا ہے کہ آہستہ آواز سے آمین کہی جائے کبھی بلند آواز سے محقق کمال الدین بن ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ آمین ایسی آواز سے کہی جائے کہ صرف قریب کا آدمی سن سکے کچھ آہستہ آواز سے بھی رہے اور کچھ بلند بھی آ جائے اور اس طریقے سے دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔فی الحقیقت آہستہ آواز اور بلند آواز سے آمین کہنے میں کوئی بہت سخت اختلاف نہیں مگر افسوس اس زمانہ میں جہالت کا ایسا زور ہے کہ آہستہ آمین کہنے والے بلند آواز سے آمین کہنے والوں پر ملامت اور نفرین کرتے ہیں اور ان کو بددین اور خدا جانے کیسے برے برے القاب سے یاد کرتے ہیں بلکہ بعض متعصبین ان کو اپنی مسجد سے نکال دیتے ہیں اسی طرح دوسری طرف سے بھی ناجائز اور ناگفتہ امور وقوع میں آتے ہیں گویا ان لوگوں کے نزدیک اب دین اور سنت کا دار و مدار آمین آہستہ یا بلند آواز سے کہنے پر رہ گیا ہے میرے نزدیک دونوں کی یہ باتیں نہایت نفرت اور بری نظر سے دیکھنے کے قابل ہیں اور زیادہ تعجب ان لوگوں سے ہے جو اہل علم شمار کئے جاتے ہیں وہ کیسے ان قبیح امور کو جائز رکھتے ہیں اس اخیر زمانہ میں علامہ وقت شیخ ابوالحسنات نور اللہ مرقدہٗ نے بھی اس مسئلہ کو نہایت انصاف اور تحقیق سے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی عمدہ جزا دے آمین ۱۲۔

(۲) سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل ہیں اور بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل ہیں اور لم یکن سے اخیر تک قصار مفصل یہ تعیین حضرت عمرؓ کے ایک خط سے جو انہوں نے ابوموسیٰ اشعری کے نام لکھا تھا منقول ہے پس بعض لوگوں کا اس تعیین کو خلاف سنت سمجھنا خطا ہے ۱۲۔

(۳) نبی ﷺ جھکتے وقت اور اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے (موطا امام مالکؒ) تمام ائمہ کا اس کے سنت ہونے پر اتفاق ہے اور اسی حدیث سے تکبیر کا اس خاص طریقہ سے کہنا بھی معلوم ہوتا ہے ۱۲۔

۱۶۔ مردوں کو رکوع میں گھٹنوں کا دونوں ہاتھوں سے پکڑنا اور عورتوں کو صرف گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لینا۔ (۱) (غنیۃ وغیرہ)

۱۷۔ مردوں کی انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا اور عورتوں کو ملا کر۔

۱۸۔ رکوع کی حالت میں پنڈلیوں کا سیدھا رکھنا۔

۱۹۔ مردوں کو رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ پیٹھ اور سرین سب برابر ہو جائیں۔ اور عورتوں کو صرف اس قدر جھکنا کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ (۲) (مراقی الفلاح وغیرہ)

۲۰۔ رکوع میں کم سے کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہنا۔

۲۱۔ رکوع میں مردوں کو دونوں ہاتھوں کا پہلو سے جدا رکھنا۔ (۳)

۲۲۔ قومے میں امام کو صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور مقتدی کو صرف ربنا ولک الحمد اور منفرد کو دونوں کہنا۔

۲۴۔ سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنوں (۴) کو زمین پر رکھنا پھر ہاتھوں کو پھر ناک کو پھر پیشانی کو اور اٹھتے۔ (۵) وقت پہلے ناک کو اٹھانا پھر پیشانی کو پھر ہاتھوں کو پھر گھٹنوں کو (مراقی الفلاح)

---

(۱) نبی ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ لیتے (ابوداؤد) ترمذی حضرت فاروقؓ سے ناقل ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ گھٹنوں کا پکڑنا سنت ہے ابن مسعودؓ کا مذہب اس کے خلاف ہے امام محمد کتاب الآثار میں لکھتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ سے خبر ملی ان کو حماد سے ان کو ابراہیم نخعی سے ان کو فاروق اعظم سے کہ وہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت فاروقؓ کا یہ فعل بہت پسند ہے امام محمدؒ کہتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور ہم نہیں عمل کرتے اس مسئلہ میں ابن مسعودؓ کے قول پر ۱۲۔

(۲) نبی ﷺ کی پیٹھ رکوع کی حالت ایسی برابر ہوتی کہ اگر پانی چھوڑ جاتا تو نہ بہتا۔ (ابن ماجہ) صحیح مسلم میں ہے نبی ﷺ رکوع کی حالت میں سر کو اٹھا ہوا رکھتے تھے نہ جھکا ہوا بلکہ ایک معتدل حالت میں ۱۲۔

(۳) نبی ﷺ رکوع اور سجدے کی حالت میں ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے تھے۔ (ترمذی)

(۴) ایسا ہی روایت کیا ہے ترمذی ابوداؤد ونسائی وغیر ہم نے اپنی کتابوں میں نبی ﷺ سے علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ حضرت فاروقؓ سجدے میں اپنے گھٹنے رکھتے تھے پھر ہاتھ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے گھٹنے زمین پر ہاتھوں سے پہلے پڑتے تھے۔ (طحطاوی)

(۵) یہ ترتیب بھی نبی ﷺ سے منقول ہے (سعایہ) ۱۲۔

۲۵۔سجدے کی حالت میں منہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان (۱) میں رکھنا (شرح وقایہ وغیرہ)

۲۶۔سجدے کی حالت میں مردوں کو اپنے پیٹ کا زانو (۲) سے اور کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا اور ہاتھ کی بانہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا اور عورتوں کو پیٹ کا رانوں (۳) اور کہنیوں کا پہلو سے ملا ہوا اور ہاتھ کی بانہوں کا زمین پر بچھا ہوا رکھنا۔

۲۷۔سجدے کی حالت میں دونوں ہاتھ کی انگلیوں کا ملا ہوا رکھنا۔ (۴) (شرح وقایہ وغیرہ)

۲۸۔سجدے کی حالت میں دونوں پیروں کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف (۵) رکھنا۔ (شرح وقایہ)

۲۹۔سجدے کی حالت میں دونوں رانوں کا ملا ہوا رکھنا۔

۳۰۔سجدے میں کم سے کم تین مرتبہ **سبحان ربی الاعلی** کہنا۔

۳۱۔سجدے سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے ہوئے سر کا زمین سے اٹھانا۔

۳۲۔سجدے سے اٹھ کر کھڑے ہوتے وقت زمین سے ہاتھوں کا سہارا نہ دینا۔ (۷)

---

(۱) دونوں ہاتھوں کے درمیان میں رکھنا مسلم کی حدیث میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں ہاتھوں کو شانوں کے برابر رکھنا سنت ہے یہ بھی نبی ﷺ سے بخاری کی حدیث میں منقول ہے چونکہ دونوں طریقے نبی ﷺ سے ثابت ہیں اس لئے ہماری محققین کی مثل محقق کمال الدین ابن ہمام اور علامہ حلبیؒ وغیر ہما کی یہ رائے ہے کہ دونوں طریقوں پر عمل کیا جائے کبھی اس پر اور درحقیقت یہ رائے اچھی اور عمل میں لانے کے قابل ہے ۱۲

(۲) حضرت میمونہؓ ناقل ہیں کہ سجدے کی حالت میں نبی ﷺ اپنے زانوں پیٹ سے اس قدر علیحدہ رکھتے تھے کہ بکری کا بچہ چاہتا تو نیچے سے نکل جاتا اس حدیث سے پیٹ کا زانو سے جدا کرنا ثابت ہوتا ہے نبی ﷺ سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھ اس قدر کشادہ رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کے بغل کی سفیدی دکھلائی دیتی تھی (ابوداؤد) اس حدیث سے کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا ثابت ہوتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب سجدہ کیا کرو تو ہاتھوں کی بانہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا بھی ثابت ہو گیا۔ ۱۲

(۳) نبی ﷺ کا گزر دو عورتوں پر ہوا وہ نماز پڑھ رہی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب سجدہ کیا کرو تو اپنے بعض حصہ جسم کو زمین سے ملا دیا کرو اس لئے کہ عورت اس بارے میں مرد کے حکم سے نہیں ہے (ابوداؤد) ابن عمر نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو زانوں سے ملا دے ۱۲ (کامل ابن عدی)

(۴) صحیح ابن حبان میں نبی صلعم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سجدے کی حالت میں انگلیاں ملائے رکھتے تھے ۱۲۔

(۵) نبی ﷺ سجدے کی حالت میں پیر کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رکھتے تھے ۱۲ (صحیح بخاری)

(۶) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب سجدہ کیا کرو تو دونوں رانیں ملا دیا کرو ۱۲ (ابوداؤد)

(۷) حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں اٹھتے وقت زمین سے ٹیک نہ لگانا سنت ہے۔ (فتح البیان) بحرالرائق میں اسے مستحب لکھا ہے مگر صحیح نہیں ۱۲۔

۳۳۔ دونوں سجدوں کے درمیان میں اسی خاص کیفیت سے بیٹھنا جس کیفیت سے دونوں سجدوں کے بعد بیٹھنا چاہئے۔ جس کا بیان آگے آتا ہے۔

۳۴۔ قعدہ اولیٰ اور اُخریٰ دونوں میں مردوں کا اس طرح بیٹھنا کہ داہنا پیر انگلیوں کے بل کھڑا ہو اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو اور بایاں پیر زمین پر بچھا ہو اور اسی پر بیٹھے ہوں اور دونوں ہاتھ رانوں پر ہوں انگلیوں کے سرے قریب ہوں (۱) اور عورتوں کو اس طرح کہ اپنے بائیں سرین پر بیٹھیں اور داہنے زانوں کو بائیں پر رکھ لیں اور بایاں پیر داہنی طرف نکال دیں اور دونوں ہاتھ بدستور رانوں پر ہوں۔

۳۵۔ التحیات میں لا الہ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر اور چھوٹی انگلی اور اس کے آس پاس کی انگلی بند کر کے کلمہ کی انگلی کا اٹھانا اور الا اللہ کہتے وقت رکھ دینا اور باقی انگلیوں کو اخیر تک بدستور باقی رکھنا۔ (۲)

---

(۱) امام شافعیؒ کے نزدیک قعدۂ اخیر میں عورتوں کی طرح بیٹھنا سنت ہے ہماری دلیل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں نسائی میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ داہنے قدم کو کھڑا رکھنا اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا اور بائیں قدم پر بیٹھنا سنت ہے اسی مضمون کی احادیث مسلم، ابوداؤد و مسند امام احمد وغیرہ میں بھی ہیں ۱۲۔

(۲) داہنے ہاتھ کے کلمے کی انگلی کا لا الہ کہتے وقت اٹھانا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنانا اور دو انگلیوں کا بند کر لینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس کے سنت ہونے پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہے ہم کو اس مقام پر احادیث نقل کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ غالبًا کوئی کتاب حدیث کی ثبوت اشارہ وعقد سے خالی نہیں ہاں چونکہ بعض نافہم لوگوں نے حنفیہ پر مخالف حدیث کا الزام لگانے کے لئے یہ مشہور کر رکھا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اشارہ مسنون نہیں بلکہ ناجائز ہے اس لئے ہم امام صاحب کا مذہب اس بارہ میں نقل کرتے ہیں اس کے بعد چند اقوال کتب فقہ سے نقل کریں گے تاکہ پھر کسی مدعی کو مجال طعنہ زنی نہ رہے نہایہ میں امام محمد رحمۃ اللہ کی کتاب المشیخۃ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ سے ایک حدیث اشارہ کرنے کی روایت کر کے لکھا ہے کہ ہم بھی ویسا ہی کرتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور یہی قول ہے ہمارا کہ بند کرے چوتھی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو اور حلقہ بنالے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے اور اشارہ کرے کلمہ کی انگلی سے اور انہیں امام محمد نے اپنے موطا میں اشارے کی حدیث روایت کر کے لکھا ہے کہ ہم عمل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے فعل پر اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا امام زیلعی تبیین الحقائق میں امام ابو یوسف کی کتاب الامالی سے ناقل ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ بند کرے چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو اور حلقہ بنائے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا اور اشارہ کرے کلمہ کی انگلی سے اور ایسا ہی نقل کیا ہے امام ابو یوسف کے اس قول کو شمنی نے شرح مختصر وقایہ میں اور ہمارے محققین فقہاء نے بھی اپنی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے اگر وہ سب عبارتیں نقل کی جائیں تو اس مقام میں گنجائش نہ ہوگی ہاں ہمارے بعض متاخرین نے اشارے کو منع لکھا ہے اسے ہمارے محققین نے رد کر دیا ہے لہذا کوئی حنفی ان کے قول پر عمل نہیں کر سکتا اور کوئی دوسرے مذہب کا ان کے قول سے ہمارے الزام نہیں دے سکتا۔ ملا علی قاری مکی رسالہ تزئین العبادۃ میں کیدانی کے رد میں لکھتے ہیں کہ یہ انکار کرنا کیدانی کا اشارے کو بہت بڑی خطا اور سنگین جرم ہے اس کا منشا ناواقفی ہے قواعد اصول اور جزئیات منقولہ سے اور اگر کیدانی کے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا اور ان کے کلام کی تاویل نہ کی جاتی تو بیشک ان کا کفر صریح تھا اور ان کا (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۳۶۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں کے بعد ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ(۱)۔ (مراقی الفلاح)

۳۷۔ قعدہ اخیرہ میں بعد التحیات کے درود شریف پڑھنا۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

۳۸۔ درود شریف کے بعد کسی ایسی دعا کا پڑھنا جو قرآن مجید یا احادیث سے ثابت ہو اگر کوئی ایسی دعا پڑھی جائے جو قرآن مجید یا احادیث سے ثابت نہ ہو تب بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ دعا ایسی چیز کی ہو جس کا طلب کرنا خدا کے سوا کسی سے ممکن نہ ہو۔ (۲) (بحر الرائق)

۳۹۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے وقت داہنے بائیں طرف منہ پھیرنا۔ (مراقی الفلاح)

۴۰۔ پہلے داہنے طرف منہ پھیرنا پھر بائیں طرف۔ (مراقی الفلاح)

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) مرتد ہو جانا بجا تھا کیا کسی ایماندار کو جائز ہے کہ حرام کہہ دے اس چیز کو جو نبی ﷺ سے ثابت ہوا ایسا کہ قریب متواتر کے ہے اور کیا جائز ہے کہ منع کر دے ایسے کلام کو جسے تمام علماء یکے بعد دیگرے کرتے چلے آئے عینی نہایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں اور ایسا ہی اتفاق ہے اشارے کے مسنون ہونے پر ہمارے تینوں اماموں کا اور ان کے متقدمین مقلدین کا اور خلاف صرف متاخرین نے کیا ہے سو ان کے خلاف کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہاں اس قدر کافی ہے اگر کسی کو زیادہ تحقیق اور تفصیل منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ ملا علی قاری کا رسالہ تزئین العبارۃ فی تعیین الاشارۃ اور علامہ ابن عابدین کا رسالہ رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد دیکھے اور ان کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوۃ اور شرح سفر السعادہ میں اور مولانا شیخ ابو الحسنات لکھنوی مرحوم نے سعایہ وغیرہ میں اس مسئلے کو خوب تحقیق سے لکھا ہے اور ابھی حال میں ہمارے ایک مکرم شفیق نے بھی اس مسئلے میں ایک جامع رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام خیر البشارۃ فی اثبات الاشارہ ہے۔

(ف) امام مالکؒ کے نزدیک انگلی کو اٹھا کر ہلانا بھی سنت ہے ان کی سند ایک حدیث ابوداؤد کی ہے جس میں تحرکھا لفظ ہے جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ انگلی کو ہلاتے تھے ملا علی قاری نے اپنے رسالہ تزئین العبارۃ میں ایک حدیث ابوداؤد اور نسائی سے نقل کی ہے جس کا یہ مضمون ہے کہ حضرت انگلی کو نہ ہلاتے تھے اس حدیث کے بعد لکھا ہے کہ یہی اکثر علماء کا مذہب ہے امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے اور قاعدہ جمع بین الحدیثین سے دیکھو تو پہلی حدیث کا یہ مطلب ہوگا کہ ہلاتے تھے یعنی نیچے سے اوپر کو انگلی اٹھاتے تھے ۱۲۔

(ف) ہمارے زمانہ کے بعض ناواقف اشارہ ہی نہیں کرتے حالانکہ اشارہ سنت مؤکدہ ہے اس کے ترک سے نماز مکروہ ہو جاتی تھی اور بعض لوگ اشارہ کرتے ہیں مگر انگلیوں کا حلقہ نہیں بناتے حالانکہ اشارہ اسی خاص کیفیت سے مسنون ہے علامہ محمد بن عابدین ردالمحتار میں لکھتے ہیں کہ ہمارے فقہاء کے اقوال بصراحت ظاہر کر رہے ہیں کہ اشارہ اسی خاص کیفیت سے مسنون ہے اور وہ انگلیوں کا حلقہ بنانا اور باقی انگلیوں کا بند کر لینا ہے اور یہی علامہ اپنے رسالہ رفع التردد میں لکھتے ہیں کہ بغیر اس کیفیت کے اشارہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ۱۲۔

(ہذہ حاشیہ) (۱) سورۂ فاتحہ کا ان رکعتوں میں پڑھنا افضل ہے اگر کوئی شخص صرف سبحان اللہ تین مرتبہ کہہ لے یا بقدر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے تب بھی کچھ حرج نہیں (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح) اگر کوئی شخص بجائے سورۂ فاتحہ کے کوئی دوسری سورت پڑھے تب بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ سورت اتنی بڑی ہو کہ اس کے پڑھنے سے یہ رکعت پہلی دوسری رکعت سے نہ بڑھ جائے ۱۲۔

(۲) دو دعائیں نماز کے طریقہ میں بیان کر چکے ہیں دونوں احادیث سے ثابت ہیں ۱۲۔

۴۱۔امام کو سلام بلند آواز سے کہنا۔

۴۲۔دوسرے سلام کی آواز کا بہ نسبت پہلے سلام کی آواز کے پست ہونا۔(مراقی الفلاح)

۴۳۔امام کو اپنے سلام میں اپنے تمام مقتدیوں کی نیت کرنا خواہ وہ مرد ہوں یا عورت لڑکے ہوں یا مخنث اور کراماً کاتبین(۱) وغیرہ فرشتوں کی نیت کرنا اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی اور کراماً کاتبین فرشتوں کی اور اگر امام داہنی طرف ہو تو داہنے سلام میں اور بائیں طرف ہو تو بائیں سلام میں اور محاذی ہو تو دونوں سلام میں امام کی بھی نیت کرنا۔(مراقی الفلاح وغیرہ)

نماز کے مستحبات

۱۔تکبیر تحریمہ کہتے وقت مردوں کو اپنے ہاتھوں کا آستین یا چادر وغیرہ سے باہر نکال لینا(۲) بشرطیکہ کوئی عذر مثل سردی وغیرہ کے نہ ہو اور عورتوں کو ہاتھوں کا نہ نکالنا بلکہ چادر یا دوپٹے وغیرہ میں چھپائے رکھنا۔(مراقی الفلاح)

۲۔کھڑے ہونے کی حالت میں اپنی نظر سجدے کے مقام پر جمائے رکھنا اور رکوع میں قدم پر سجدے میں ناک پر بیٹھنے کی حالت میں زانوں پر سلام کی حالت میں شانوں پر (درمختار وغیرہ)

۳۔جہاں تک ممکن ہو کھانسی یا جمائی(۳) کو روکنا۔(درمختار۔مراقی الفلاح وغیرہ)

۴۔اگر جمائی آجائے تو حالت قیام میں داہنے ہاتھ کی پشت ورنہ بائیں کی پشت منہ

....

(۱)انسان کے ہمراہ چند فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رہتے ہیں ایک فرشتہ ان میں سے داہنے طرف رہتا ہے اس کا کام یہ ہے کہ جو نیک کام انسان کرتا ہے اس کو لکھ لے اور ایک فرشتہ بائیں طرف رہتا ہے وہ اس بدی کو لکھ لیتا ہے جو انسان سے صادر ہو ان دو کے علاوہ اور بھی فرشتے رہتے ہیں ان کے عدد میں اختلاف ہے بہتر یہ ہے کہ بغیر تعیین عدد کے ان کی نیت کی جائے ان ملائکہ کی تبدیل عصر اور فجر کے وقت ہوتی رہتی ہے۔

امنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسولہ لا یعلم عدتھم الا اللہ ۱۲.

(۲)جن احادیث میں چادر وغیرہ سے ہاتھ نہ نکالنا نبی ﷺ سے منقول ہے وہ حالت عذر کی ہیں چنانچہ ابوداؤد میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں جاڑوں کے زمانے میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے صحابہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے باہر نہ نکالتے تھے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ہاتھ نہ نکالنا سردی کے عذر سے تھا ۱۲۔

(۳)جمائی کے روکنے کا ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ جب جمائی کی آمد معلوم ہو تو اپنے دل میں یہ خیال کرلے کہ انبیاء کو کبھی جمائی نہیں آئی قدوری نے لکھا ہے کہ میں نے بارہا تجربہ کیا اور ٹھیک پایا علامہ شامی کہتے ہیں کہ میں نے بھی اسے آزمایا اور صحیح پایا ۱۲۔

(۱) پر رکھ لینا۔ (درمختار وغیرہ)

۵۔ امام کو قد قامت الصلوٰۃ کے بعد فوراً تکبیر تحریمہ کہنا۔ (درمختار وغیرہ)

۶۔ قعدۂ اولیٰ اور اخیر میں وہی خاص (۲) تشہد پڑھنا جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا اس میں کمی زیادتی نہ کرنا۔

۷۔ قنوت میں اسی خاص دعا کا پڑھنا جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں یعنی اللّٰھم انا نستعینک کے ساتھ اللّٰھم اھدنی الخ کا بھی پڑھ لینا اولیٰ ہے۔ (شامی وغیرہ)

جماعت کا بیان

چونکہ جماعت سے نماز پڑھنا واجب یا سنت مؤکدہ ہے اس لئے اس کا ذکر بھی نماز کے واجبات وسنن کے بعد اور مکروہات وغیرہ سے پہلے مناسب معلوم ہوا اور مسائل کے زیادہ اور قابل اہتمام ہونے کے سبب سے اس کے لئے علیحدہ عنوان قائم کیا گیا۔

جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ ایک شخص ان میں تابع ہو اور دوسرا متبوع اور تابع اپنی نماز کے صحت وفساد کو امام کی نماز پر محمول کر دے بلاتشبیہہ یوں سمجھنا چاہئے کہ جب کچھ لوگ کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور سب کا مطلب ایک ہوتا ہے تو کسی کو اپنی طرف سے وکیل کر دیتے ہیں اس وکیل کی گفتگو ان سب کی گفتگو سمجھی جاتی ہے اور اس کی ہار جیت سے موکلوں کی ہار جیت ہوتی ہے ہاں فرق اس قدر ہے کہ وہاں وکیل کو صرف اپنے موکلوں کا اظہار مقصود منظور ہوتا ہے اور یہاں اپنا مقصود اور مدعا بھی مدنظر رہتا ہے۔

متبوع کو امام اور تابع کو مقتدی کہتے ہیں۔

امام کے سوا ایک آدمی کے شریک نماز ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے خواہ وہ آدمی

---

(۱) بعض فقہاء کے نزدیک ہر حالت میں داہنے ہاتھ کی پشت سے منہ بند کر لینا چاہئے۔ (درمختار)

(۲) اس خاص دعا کے پڑھنے کو درمختار وغیرہ میں مسنون لکھا ہے مگر اس سے استحباب ہی معلوم ہوتا ہے سنت مؤکدہ کا مراد ہونا بالکل غیر ظاہر ہے اس لئے کہ نبی ﷺ سے اسی خاص دعا پر مواظبت منقول نہیں اور صحابہ کو بھی آپ نے مختلف دعائیں تعلیم فرمائی تھیں جو منقول ہیں اللھم اھدنی امام حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ خاص دعا یعنی اللھم انا نستعینک الخ پہلے قرآن مجید کی دو سورتیں تھیں ابن مسعودؓ وغیرہ نے اسے اپنے مصحف میں لکھ دیا تھا مگر تلاوت اس کی منسوخ ہوگئی ہے ۱۲۔

مرد ہو یا عورت غلام ہو یا آزاد سمجھ دار ہو یا نابالغ بچہ۔ہاں جمعہ وغیرہ کی نماز میں کم سے کم امام کے سوا دو آدمیوں کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔(بحر الرائق۔در مختار۔شامی وغیرہ)

جماعت کے ہونے میں یہ بھی ضروری نہیں کہ فرض نماز ہو بلکہ اگر نفل نماز بھی دو آدمی اسی طرح ایک دوسرے کے تابع ہو کر پڑھی تو جماعت ہو جائے گی خواہ امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا مقتدی نفل پڑھتا ہو۔(شامی وغیرہ)

جماعت کی فضیلت اور تاکید

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ اگر سب ایک جگہ جمع کی جائیں تو بہت کافی حجم کا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ان کے دیکھنے سے قطعاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔نبی ﷺ نے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا حتیٰ کہ حالت مرض میں جب آپ کو خود چلنے کی قوت نہ تھی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔تارک جماعت پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور ترک جماعت پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ ﷺ کا جی چاہتا تھا بے شبہہ شریعت محمدیہ میں جماعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہئے تھا نماز جیسی عبادت کی شان بھی اسی کو چاہتی تھی کہ جس چیز سے اس کی تکمیل ہو وہ بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچا دی جائے ہم اس مقام پر پہلے اس آیت کو لکھ کر کہ جس سے بعض مفسرین وفقہاء نے جماعت کو ثابت کیا ہے چند حدیثیں بیان کرتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ۔''وارکعوا مع الراکعین۔'' نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھو۔یعنی جماعت سے(معالم التنزیل۔جلالین۔خازن ابوالسعود۔مدارک۔تفسیر کبیر وغیرہ)اس آیت میں حکم صریح جماعت سے نماز پڑھنے کا ہے مگر چونکہ رکوع کے معنی بعض مفسرین نے خضوع کے بھی لکھے ہیں لہذا فرضیت ثابت نہ ہوگی۔

۱۔نبی ﷺ سے ابن عمرؓ جماعت کی نماز میں تنہا نماز سے ستائیس درجے زیادہ ثواب روایت کرتے ہیں۔(صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ)

۲۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ تنہا پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور

دو آدمیوں کے ہمراہ اور بھی بہتر ہے اور جس قدر جماعت زیادہ ہو اسی قدر اللہ تعالیٰ (۱) کو پسند ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ)

۳۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی سلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ اپنے قدیمی مکانات سے چونکہ وہ مسجد نبوی ﷺ سے دور تھے) اٹھ کر نبی ﷺ کے قریب آ کر قیام کریں تب ان سے نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں میں جو زمین پر پڑتے تھے ثواب نہیں سمجھتے۔ (صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر مسجد میں آئے گا اسی قدر اس کو زیادہ ثواب ملے گا۔

۴۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جتنا وقت نماز کے انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری)

۵۔ نبی ﷺ نے ایک روز عشاء کے وقت میں ان اصحاب سے جو جماعت میں شریک تھے فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کے سو رہے ہیں اور تمہارا وہ وقت جو انتظار میں گزرا سب نماز میں محسوب ہوا۔ (صحیح بخاری)

۶۔ نبی ﷺ سے اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بشارت دو ان لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں جماعت کے لئے مسجد جاتے ہیں اس بات کی کہ قیامت میں ان کے لئے پوری روشنی ہوگی۔ (ترمذی)

۷۔ حضرت عثمانؓ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ لے اس کو نصف شب کی عبادت کا ثواب ملے گا جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھے گا اسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کرے پھر اذان کا حکم دوں اور کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

---

(۱) توریت میں لکھا ہے کہ امت محمدیہ کی جماعت میں جتنے آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر ہر شخص کو ثواب ملے گا یعنی ہزار آدمی ہوں گے تو ہر شخص کو ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔ (بحرالرائق)

ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ ان کے گھروں کے مال واسباب کو مع اس کے جلا دیں ۔(مسلم)

عشاء کی تخصیص اس حدیث میں اس مصلحت سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور غالباً تمام لوگ اس وقت گھروں میں ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک جماعت کی سزا آگ میں جلانا ہے اور یہ سخت سزا شریعت میں نہیں آئی مگر ترک جماعت اور غنیمت میں خیانت کی (اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ) امام ترمذی اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہی مضمون ابن مسعود اور ابوالدرداء اور ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ یہ سب لوگ نبی ﷺ کے معزز اصحاب میں ہیں۔

۹۔ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کسی آبادی یا جنگل میں تین مسلمان ہوں اور جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو بیشک ان پر شیطان غالب ہوجائے گا پس اے ابو الدرداء جماعت کو اپنے اوپر لازم سمجھ لو دیکھو بھیڑیا (شیطان) اسی بکری (آدمی) کو کھات (بہکاتا) ہے جو اپنے گلے (جماعت) سے الگ ہوگئی ہو۔(ابوداؤد)

۱۰۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ جو شخص اذان سن کر جماعت میں نہ آئے اور اسے کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی وہ نماز جو تنہا پڑھی ہے قبول نہ ہوگی۔صحابہؓ نے پوچھا کہ وہ عذر کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ خوف یا مرض (ابوداؤد) اس حدیث میں خوف یا مرض کی تفصیل نہیں کی گئی بعض احادیث میں کچھ تفصیل بھی ہے۔

۱۱۔حضرت محجن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا کہ اتنے میں اذان ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے اور میں اپنی جگہ پر جاکے بیٹھ گیا حضرت نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا اے محجن تم نے جماعت سے نماز کیوں نہ پڑھی کیا تم مسلمان نہیں ہو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں مسلمان تو ہوں مگر میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ جماعت ہورہی ہے تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو اگرچہ پڑھ چکے ہو۔(موطا امام مالکؒ نسائی) ذرا اس حدیث کو غور سے دیکھو کہ نبی ﷺ نے اپنے برگزیدہ صحابی محجن رضی اللہ عنہ کو جماعت سے نماز نہ پڑھنے پر کیسی سخت اور عتاب آمیز بات کہی

کہ کیا تم مسلمان نہیں ہو۔

۱۲۔ یزید بن اسود رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک حج میں نبی ﷺ کے ہمرکاب تھے ایک دن نبی ﷺ نے صبح کی نماز سے سلام پھیر کر دیکھا کہ دو شخص پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے جماعت سے جماعت نہیں پڑھی۔ پس آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے حاضر کرو وہ اس حالت میں لائے گئے کہ ان کے بدن میں لرزہ پڑا ہوا تھا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے میرے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ وہ دونوں عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ ہم اپنے گھروں میں پڑھ چکے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب ایسا مت کرنا جب مسجد میں جماعت ہو تو تم بھی پڑھ لیا کرو اگرچہ گھر میں پڑھ چکے ہو۔ تو دوسری نماز تمہاری نفل ہو جائے گی۔ ترمذی اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہی مضمون محجن اور یزید بن عامر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی)

ذرا اللہ تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کو دیکھئے کہ نبی ﷺ کے سفر حج میں جب بے شمار مجمع ہوگا دو صحابیوں سے یہ فعل صادر کرادیا کہ جماعت کی سخت تاکید سے لوگ مطلع ہو جائیں اور کسی کو ترک جماعت کی جرأت نہ ہو۔ چند حدیثیں نمونہ کے طور پر ذکر ہو چکیں اب نبی ﷺ کے برگزیدہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے اقوال سنیے کہ انہیں جماعت کا کس قدر اہتمام مدنظر تھا اور ترک جماعت کو وہ کیسا سمجھتے تھے اور کیوں نہ سمجھتے نبی ﷺ کی اطاعت اور ان کی مرضی کا ان سے زیادہ کس کو خیال ہوسکتا ہے۔

۱۔ اسود کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے کہ نماز کی پابندی اور اس کی فضیلت و تاکید کا ذکر نکلا اس پر حضرت عائشہؓ نے تائیداً نبی ﷺ کے مرض وفات کا قصہ بیان کیا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو نماز پڑھادیں۔ عرض کیا کہ ابوبکر ایک نہایت رقیق القلب آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو بے طاقت ہو جائیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے آپ نے پھر وہی فرمایا پھر وہی جواب دیا گیا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو ویسی باتیں کرتے ہو جیسے یوسفؑ سے مصر کی عورتیں کرتی تھیں ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھادیں خیر حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھانے کو نکلے اتنے میں نبی ﷺ کو مرض میں کچھ تخفیف معلوم ہوئی تو آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے میری آنکھوں میں اب تک وہ حالت موجود ہے کہ نبی ﷺ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے

ہوئے جاتے تھے یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں وہاں حضرت ابو بکرؓ نماز شروع کر چکے تھے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر نبی ﷺ نے منع فرمایا اور انہیں سے نماز پڑھوائی ۔(بخاری)

۲۔ایک دن حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی حثمہ کو صبح کی نماز میں نہ پایا تو ان کے گھر گئے اور ان کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا۔انہوں نے کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے ہیں اس وجہ سے اس وقت ان کو نیند آ گئی۔ تب حضرت فاروق نے فرمایا کہ مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام شب عبادت کروں۔(مؤطا امام مالکؒ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صبح کی نماز با جماعت پڑھنے میں تہجد سے زیادہ ثواب ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری نماز فجر میں مخل ہو تو ترک اولیٰ ہے۔(اشعۃ اللمعات)

۳۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک ہم نے آزمالیا اپنے کو اور صحابہ کو کہ ترک جماعت نہیں کرتا مگر وہ منافق جس کا نفاق کھلا ہوا ہو یا بیمار مگر بیمار بھی تو دو آدمیوں کا سہارا دے کر جماعت کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ بے شک نبی ﷺ نے ہمیں ہدایت کی راہیں بتلائیں اور منجملہ ان کے نماز ہے ان مسجدوں میں جہاں اذان ہوتی ہو یعنی جماعت ہوتی ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا جسے خواہش ہو کہ کل (قیامت کے دن) اللہ کے سامنے مسلمان جائے اسے چاہئے کہ پنج وقتی نمازوں کی پابندی کرے ان مقامات میں جہاں اذان ہوتی ہو (یعنی جماعت سے نماز پڑھی جاتی ہو) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کے لئے ہدایت کے طریقے نکالے ہیں اور یہ نماز بھی انہیں طریقوں میں سے ہے اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسے یہ منافق پڑھ لیتے ہیں تو بے شک تم سے چھوٹ جائے گی تمہارے نبی کی سنت اور اگر تم چھوڑ دو گے اپنے پیغمبر کی سنت کو تو بے شبہ گمراہ ہو جاؤ گے اور کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز کے لئے مسجد میں نہیں جاتا مگر یہ کہ اس کے ہر قدم پر ایک ثواب ملتا ہے اور ایک مرتبہ عنایت ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔اور ہم نے دیکھ لیا کہ جماعت سے الگ نہیں رہتا مگر منافق۔ ہم لوگوں کی حالت تو یہ تھی کہ بیماری کی حالت میں دو آدمیوں پر تکیہ لگا کر جماعت کے لئے جاتے تھے اور صف میں کھڑے کر دیئے جاتے تھے۔(مشکوٰۃ)

۴۔ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے اذان کے بعد بے نماز پڑھے ہوئے چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی اور ان کے مقدس حکم کو نہ مانا۔(مسلم)

دیکھو حضرت ابو ہریرہؓ نے تارک جماعت کو کیا کہا کیا کسی مسلمان کو اب بھی بے عذر ترک جماعت کی جرأت ہوسکتی ہے، کیا کسی ایماندار کو حضرت ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی گوارا ہوسکتی ہے۔

۵۔حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی بی بی بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ابو الدرداء میرے پاس اس حال میں آئے کہ نہایت غضب ناک تھے میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کیوں غصہ آیا کہنے لگے اللہ کی قسم میں محمد ﷺ کی امت میں اب کوئی بات نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں یعنی اب اس کو بھی چھوڑنے لگے۔(صحیح بخاری) یہ وہی ابو الدرداء ہیں جن کو نبی ﷺ نے خاص طور پر جماعت کی تاکید فرمائی تھی پھر ان کو اس قدر غصہ کیوں نہ آتا ان سے ایک حدیث نماز کی تاکید میں بھی بہت پیارے الفاظ سے منقول ہے جسے ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۶۔نبی ﷺ کے بہت سے اصحاب سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جو کوئی اذان سن کر جماعت میں نہ جائے اس کی نماز ہی نہ ہوگی۔ یہ لکھ کر امام ترمذی لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حکم تاکیدی ہے مقصود یہ ہے کہ بے عذر ترک جماعت جائز نہیں۔(جامع ترمذی)

۷۔مجاہد نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ جو شخص تمام دن روزے رکھتا ہو اور رات بھر نمازیں پڑھتا ہو مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہوتا ہو اسے آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا کہ دوزخ میں جائے گا۔(ترمذی)

امام ترمذی اس حدیث کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اگر جمعہ اور جماعت کا مرتبہ کم سمجھ کر ترک کرے تب یہ حکم کیا جائے گا لیکن اگر دوزخ میں جانے سے مراد تھوڑے دن کے لئے جانا لیا جائے تو اس تاویل کی کچھ ضرورت نہ ہوگی۔

۸۔سلف صالحین کا یہ دستور تھا کہ جس کی جماعت ترک ہوجاتی سات دن تک اس کی ماتم پرسی کرتے۔(احیاء العلوم) صحابہ کے اقوال بھی تھوڑے سے بیان ہوچکے جو درحقیقت نبی ﷺ کے اقوال ہیں اب ذرا علماء امت اور مجتہدین مات کو دیکھئے کہ ان کا جماعت کی طرف کیا خیال

ہے اور ان احادیث کا مطلب انہوں نے کیا سمجھا ہے۔

۱۔ ظاہریہ اور امام احمد کے بعض مقلدین کا مذہب ہے کہ جماعت نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔

۲۔ امام احمد کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جماعت فرض عین ہے اگرچہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔

۳۔ امام شافعی کے بعض مقلدین کا یہ مذہب ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے۔ امام طحاوی جو حنفیہ میں ایک بڑے درجہ کے فقیہ اور محدث ہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

۴۔ اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے محقق ابن ہمام اور حلبی اور صاحب بحرالرائق وغیر ہم اسی طرف ہیں۔

۵۔ اکثر حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے مگر واجب کے حکم میں ہیں۔ درحقیقت حنفیہ کے ان دونوں قولوں میں کچھ مخالفت نہیں۔ جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

ہمارے فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں لوگ جماعت چھوڑ دیں اور کہنے سے بھی نہ مانیں تو ان سے لڑنا جائز ہے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

قنیہ وغیرہ میں ہے کہ بے عذر تارک جماعت کو سزا دینا امام وقت پر واجب ہے اور اس کے پڑوسی اگر اس کے اس فعل قبیح پر کچھ نہ بولیں تو گنہگار ہوں گے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

اگر مسجد جانے کے لئے اقامت سننے کا انتظار کرے تو گنہگار ہوگا۔ (بحرالرائق وغیرہ)

یہ اس لئے کہ اگر اقامت سن کر چلا کریں گے تو ایک دو رکعت یا پوری جماعت چلے جانے کا خوف ہے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ جمعہ اور جماعت کے لئے تیز قدم جانا درست ہے بشرطیکہ زیادہ تکلیف نہ ہو۔

تارک جماعت ضرور گنہگار ہے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے بشرطیکہ اس نے بے عذر صرف سہل انگاری سے جماعت چھوڑی۔ (بحرالرائق وغیرہ)

اگر کوئی شخص دینی مسائل کے پڑھنے پڑھانے میں دن رات مشغول رہتا ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہ سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ (بحرالرائق وغیرہ)

جماعت کی حکمتیں اور فائدے

علماء نے بہت کچھ بیان کئے ہیں مگر جہاں تک میری قاصر نظر پہنچی ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے بہتر جامع اور لطیف تقریر کسی کی نہیں اگرچہ زیادہ لطف یہی تھا کہ انہی کی پاکیزہ عبارت سے وہ مضامین سنائے جائیں مگر میں خلاصہ اس کا یہاں درج کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں۔

۱۔کوئی چیز اس سے زیادہ سودمند نہیں کہ کوئی عبادت رسم عام کر دی جائے یہاں تک کہ وہ عبادت ایک ضروری عادت ہو جائے کہ اس کا چھوڑنا ترک عادت کی طرح ناممکن ہو جائے اور کوئی عبادت نماز سے زیادہ شاندار نہیں کہ اس کے ساتھ یہ خاص اہتمام کیا جائے۔

۲۔مذہب میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں جاہل بھی عالم بھی لہذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جائے تو دوسرا اسے تعلیم کر دے گویا اللہ کی عبادت ایک زیور ہوئی کہ تمام پرکھنے والے اسے دیکھتے ہیں جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتلا دیتے ہیں اور جو عمدگی ہوتی ہے اسے پسند کرتے ہیں پس یہ ایک ذریعہ نماز کی تکمیل کا ہوگا۔

۳۔جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا بھی اس سے حال کھل جائے گا اور ان کے وعظ و نصیحت کا موقع ملے گا۔

۴۔چند مسلمانوں کا مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزولِ رحمت اور قبولیت کے لئے۔

۵۔اس امت سے اللہ تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ اس کا کلمہ بلند اور کلمہ کفر پست ہو اور زمین پر کوئی مذہب اسلام سے غالب نہ رہے اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان عام اور خاص مسافر اور مقیم چھوٹے بڑے اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لئے جمع ہوا کریں اور شان و شوکت اسلام کی ظاہر کریں انہیں سب مصالح سے شریعت کی پوری توجہ جماعت کی طرف مصروف ہوگئی اور اس کی ترغیب دی گئی اور اس کے چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی۔(حجۃ اللہ البالغہ)

۶۔جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکے گا جس سے دینی اخوت اور ایمانی

محبت کا پورا اظہار واستحکام ہوگا جو اس شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید وفضیلت جا بجا قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم میں بیان فرمائی گئی ہے ۔افسوس ہمارے زمانہ میں ترک جماعت کی عام عادت ہوگئی ہے۔ جاہلوں کا کیا ذکر ہم علماء کو اس بلا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ افسوس یہ لوگ حدیثیں پڑھتے ہیں اور ان کے معانی سمجھتے ہیں مگر جماعت کی سخت تاکیدیں ان کے پتھر سے زیادہ سخت دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ قیامت میں جب قاضی روز جزا کے سامنے سب سے پہلے نماز کے مقدمات پیش ہوں گے اور اس کے نہ ادا کرنے والے یا ادا میں کمی کرنے والوں سے بازپرس شروع ہوگی۔ یہ لوگ کیا جواب دیں گے

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔اسلام۔کافر پر جماعت واجب نہیں۔
۲۔مرد ہونا۔عورتوں پر واجب نہیں۔(بحرالرائق۔درمختار وغیرہ)
۳۔بالغ ہونا۔نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں۔(بحرالرائق وغیرہ)
۴۔عاقل ہونا۔مست، بیہوش، دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔
۵۔آزاد ہونا۔غلام پر جماعت واجب نہیں۔(بحرالرائق درمختار وغیرہ)
۶۔تمام عذروں سے خالی ہونا۔ان عذروں کی حالت میں جماعت واجب نہیں مگر ادا کرے تو بہتر ہے نہ ادا کرنے میں ثواب جماعت سے محروم رہے گا۔(شامی)

ترک جماعت کے عذر پندرہ ہیں

۱۔نماز کے صحیح ہونے کی کسی شرط کا مثل طہارت یا ستر عورت وغیرہ کے نہ پایا جانا۔
۲۔پانی بہت زور سے برستا ہو۔ایسی حالت میں امام محمد نے مؤطا میں لکھا ہے کہ اگرچہ نہ جانا جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ جماعت سے جا کر نماز پڑھے۔
۳۔مسجد کے راستے میں سخت کیچڑ ہو۔امام ابو یوسفؒ نے امام صاحب سے پوچھا کہ کیچڑ وغیرہ کی حالت میں جماعت کے لئے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ جماعت کا چھوڑنا مجھے پسند نہیں۔

۴۔سردی سخت ہو کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

۵۔مسجد جانے میں مال واسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو۔

۶۔مسجد جانے میں کسی دشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔

۷۔مسجد جانے میں کسی قرض خواہ کے ملنے کا اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کے قرض کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر قادر ہو تو وہ ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو ترک جماعت کی اجازت نہ ہوگی۔(شامی)

۸۔اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ دکھلائی دیتا ہو۔ایسی حالت میں یہ ضروری نہیں کہ لالٹین وغیرہ ساتھ لے کر جائے۔

۹۔رات کا وقت ہو اور آندھی بہت سخت چلتی ہو۔

۱۰۔کسی مریض کی تیمارداری کرنا ہو کہ اس کے جماعت میں چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو۔

۱۱۔کھانا تیار ہو یا تیاری کے قریب اور بھوک لگی ہو ایسی کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔

۱۲۔پیشاب یا پاخانہ معلوم ہوتا ہو۔

۱۳۔سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی اور قافلہ نکل جائے گا۔(شامی)

ریل کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ وہاں ایک قافلہ کے بعد دوسرا قافلہ بہت دنوں میں ملتا ہے اور یہاں ریل ایک دن میں کئی بار جاتی ہے اگر ایک وقت کی ریل نہ ملی تو دوسرے وقت جا سکتا ہے ہاں اگر ایسا ہی سخت حرج ہوتا ہو تو مضائقہ نہیں ہماری شریعت سے حرج اٹھا دیا گیا ہے۔

۱۴۔فقہ وغیرہ کے پڑھنے پڑھانے میں ایسا مشغول رہتا ہو کہ بالکل فرصت نہ ملتی ہو بشرطیکہ کبھی کبھی بلاقصد جماعت ترک ہو جاتی ہو۔

۱۵۔کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو اگرچہ اس کو مسجد تک کوئی پہنچا دینے والا مل سکے یا لنجا ہو یا کوئی پیر کٹا ہوا ہو۔(بحر الرائق۔ردالمحتار وغیرہ)

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کی اقتداء کی بھی نیت کرنا یعنی یہ ارادہ دل میں کرنا کہ میں اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں۔نیت کا بیان بالتفصیل اوپر ہو چکا ہے۔

۲۔امام اور مقتدی دونوں کے مکان کا متحد ہونا خواہ حقیقۃً متحد ہوں جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں ہوں یا حکماً متحد ہوں جیسے کسی دریا کے پل پر جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اس پار ہو اور کچھ مقتدی پل کے اس پار مگر درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام کے اور ان مقتدیوں کے درمیان میں جو پل کے اس پار ہیں دریا حائل ہے اگر اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقۃً متحد نہیں مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لئے دونوں کا مکان حکماً متحد سمجھا جائے گا اور اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

اگر مقتدی کسی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر تو درست ہے اس لئے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے اور یہ دونوں مقام حکماً متحد سمجھے جائیں گی۔اسی طرح اگر کسی گھر کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر اس امام کی اقتداء کرنا جو مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے درست ہے۔(درمختار وغیرہ)

اگر مسجد (۱) بہت بڑی ہو اور اسی طرح اگر گھر (۲) بہت بڑا یا جنگل ہو اور امام اور مقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دو صفیں (۳) ہو سکیں تو یہ دونوں مقام جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گی اور اقتداء درست نہ ہوگی۔(درمختار وغیرہ)

اسی طرح اگر امام اور مقتدی کے درمیان میں کوئی نہر ہو جس میں ناؤ وغیرہ چل سکے یا کوئی اتنا بڑا حوض ہو جس کی طہارت کا حکم شریعت نے دیا ہو یا کوئی عام رہگذر ہو جس سے بیل گاڑی وغیرہ نکل سکے اور درمیان میں صفیں نہ ہوں تو وہ دونوں متحد نہ سمجھے جائیں گے اور اقتداء درست نہ ہوگی۔(درمختار وغیرہ)

---

(۱) ایک بہت بڑی مسجد کی مثال میں فقہاء نے شہر خوارزم کی جامع مسجد قدیم کو لکھا ہے جس کے ایک ربع میں چار ہزار ستون تھے ۱۲ (شامی)۔

(۲) بہت بڑا گھر وہ ہے جس کا طول چالیس گز ہو ۱۲ (شامی) گز ۲۴ انگل کا۔

(۳) امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک صف کم سے کم تین آدمیوں سے ہوتی ہے ۱۲۔(درمختار وغیرہ)

اسی طرح اگر دو صفوں کے درمیان میں کوئی ایسی نہر یا ایسا رہگذر واقع ہو جائے تو اس صفت کی اقتدا درست نہ ہوگی جو ان چیزوں کے اس پار ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

پیادے کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سوار کی دوسرے سوار کے پیچھے صحیح نہیں اس لئے کہ دونوں کے مکان متحد نہیں ہاں اگر ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں تو درست ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

۳۔ مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا مغائر نہ ہونا اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مغائر ہوگی تو اقتداء درست نہ ہوگی (مراقی الفلاح۔ درمختار وغیرہ) مثلاً امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کرے یا امام کل کی ظہر کی قضا پڑھتا ہو اور مقتدی آج کی ظہر کی۔ ہاں اگر دونوں کل کے ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں تو درست ہے۔ (شامی)

اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل تو اقتداء صحیح ہے اس لئے کہ یہ دونوں نمازیں مغائر نہیں مقتدی اگر تراویح پڑھنا چاہے اور امام نفل پڑھتا ہو تب بھی اقتداء نہ ہوگی اس لئے کہ دونوں نمازیں مغائر ہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۴۔ امام کی نماز کا صحیح ہونا اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی خواہ یہ فساد نماز ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا بعد ختم ہونے کے مثل اس کے کہ امام کے کپڑوں میں نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ تھی اور بعد نماز ختم ہونے کے یا اثنائے نماز میں معلوم ہوئی یا امام کو وضو نہ تھا اور بعد نماز کے یا اثنائے نماز میں اس کو خیال آیا۔ (درمختار وغیرہ)

امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہوگئی ہو اور مقتدیوں کو نہ معلوم ہو تو امام پر ضروری ہے کہ اپنے تمام مقتدیوں کو حتی الامکان اس کی اطلاع کر دے تا کہ وہ لوگ اپنی نمازوں کا اعادہ کر لیں خواہ آدمی کے ذریعہ سے اطلاع کی جائے یا خط کے ذریعہ سے۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

ف:۔ اگر امام اور مقتدی کا مذہب ایک نہ ہو مثلاً امام شافعی یا مالکی مذہب ہو اور مقتدی حنفی تو اس صورت میں امام کی نماز کا صرف امام کے مذہب کے موافق صحیح ہو جانا کافی ہے خواہ مقتدی

کے مذہب کے موافق بھی صحیح ہو یا نہ ہو ہر حال میں بلا کراہت اقتداء درست ہے۔(۱) مثلاً اس امام کے کپڑوں میں ایک درم سے زیادہ منی لگی ہوئی ہو یا منہ بھر قے یا خون نکلنے کے بعد بے وضو کئے ہوئے نماز پڑھاوے یا وضو میں صرف دو تین بال کے مسح پر اکتفا کرے ان سب صورتوں میں چونکہ امام کی نماز اس کے مذہب کے موافق صحیح ہو جاتی ہے لہذا مقتدی کی نماز بھی صحیح ہو جائے گی۔ ہاں اگر امام کی نماز اس کے مذہب کے موافق صحیح نہ ہو تو مقتدی کی نماز بھی درست (۲) نہ ہوگی اگرچہ مقتدی کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خرابی نہ آئی ہو مثلاً امام شافعی مذہب ہو اور اس نے اپنے خاص حصے کو چھوا ہو اور اس کے بعد بے وضو کئے ہوئے نماز

---

(۱) اس مسئلہ میں علماء مذہب اربعہ مختلف ہیں اکثر علما نے خاص اسی مسئلہ میں مستقل رسالے تصنیف کئے ہیں اس اختلاف کا رجوع چند اقوال کی طرف ہوتا ہے (۱) جواز اقتدا مطلقاً خواہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے یا نہ کرے ۔(۲) جواز اقتدا بشرطیکہ مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ امام کی نماز مقتدی کے مذہب کے موافق نہیں ہوئی اگرچہ واقع میں ایسا ہی ہو (۳) جواز اقتداء بشرطیکہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے (۴) عدم جواز اقتدا خواہ امام مذہب مقتدی کی رعایت کرے یا نہ کرے (۵) جواز اقتداء مع کراہت تنزیہیہ۔ ان سب اقوال میں پہلا قول نہایت تحقیق اور انصاف پر مبنی ہے شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی اپنے رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم میں مختلف مذہب کے لوگ تھے بعضے بسم اللہ نماز میں پڑھتے تھے بعض نہیں۔ بعض بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے تھے بعض آہستہ آواز سے بعض نماز فجر میں قنوت کرتے تھے بعض نہیں بعض فصد وغیرہ اور قے وغیرہ سے وضو کرتے تھے بعض نہیں بعض خاص حصے کے چھونے سے وضو کرتے تھے بعض نہیں بعض آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرتے تھے بعض نہیں باوجود اس اختلاف کے پھر بھی ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہ ائمہ مدینہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جو مالکی مذہب کے تھے ہارون رشید نے پچھنے لگوانے کے بعد بے وضو کئے ہوئے نماز پڑھائی اور امام ابو یوسف نے ان کی پیچھے نماز پڑھ لی اور اعادہ نہیں کیا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر امام کے بدن سے خون نکلا ہو اور بے وضو کئے ہوئے نماز پڑھائے تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے یا نہیں؟ کہنے لگے کیا میں امام مالک اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا ایقاظ النیام میں اس مسئلے کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اسی قول کو مختار و محقق لکھا ہے اور اسی کے موافق محققین مذہب اربعہ سے تصریحات صریحہ نقل کی ہیں بعض علماء نے مثل صاحب بحر الرائق و در مختار ملا علی قاری وغیر ہم کے اور اسی طرح بعض علماء شافعیہ نے بھی تیسرے قول کو اختیار کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں گویا ان لوگوں کے نزدیک حق کا انحصار ایک ہی مذہب میں ہو گیا ہے درحقیقت یہ قول بالکل بے دلیل اور نہایت نفرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل اگر اس قول پر عمل کیا جائے تو آپس میں سخت افتراق پڑ جائے گا اور بڑی مشکل پیش آئے گی ۱۲۔

(۲) جن لوگوں نے مخالف مذہب کے پیچھے نماز صحیح ہونے کے لئے مذہب مقتدی کی رعایت شرط کی ہے ان کے نزدیک اس صورت میں مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے اس لئے کہ ان صورتوں میں مقتدی کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خرابی نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لئے ان کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر بحر العلوم نے رسائل ارکان میں لکھا ہے کہ ایسی صورت میں میرے نزدیک مقتدی کو بھی اپنی نماز کا اعادہ کر لینا چاہئے اس لئے جب امام کی نماز نہیں ہوئی تو مقتدی کی نماز جو اس پر موقوف تھی بدرجہ اولیٰ نہ ہوگی اگرچہ فقہاء ایسی حالت میں مقتدی کی نماز کی صحت کا فتویٰ دے چکے ہیں ۱۲۔

پڑھائے یا وضو میں اس نے نیت نہ کی ہو یا نماز میں سورۂ فاتحہ کے شروع پر بسم اللہ نہ پڑھی ہو کہ حنفی مقتدی کی نماز اس امام کے پیچھے صحیح نہ ہوگی اگر چہ اس کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خلل نہیں ہوا۔

یہی حکم غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہے یعنی مقلد کی نماز ان کے پیچھے بلا کراہت درست ہے(۱) خواہ وہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کریں یا نہ کریں۔

۵۔ مقتدی کا امام سے آگے نہ کھڑا ہونا برابر کھڑا ہو یا پیچھے۔ اگر مقتدی امام کے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتداء درست نہ ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا کہ جب مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جاوے۔ اگر ایڑی کے آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں خواہ پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتدا درست ہو جائے گی۔ (درمختار۔ ردالمختار وغیرہ)

۶۔ مقتدی کو امام کے انتقالات کا مثل رکوع قومے سجدوں اور قعدوں وغیرہ کا علم ہونا خواہ امام کو دیکھ کر یا اس کی یا کسی مکبر (۲) کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کی انتقالات کا علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو اقتدا صحیح نہ ہوگی اور اگر کوئی حائل مثل پردے یا دیوار وغیرہ ہو مگر امام کے اکثر انتقالات معلوم ہوتے ہو تو اقتداء درست ہے۔ (درمختار ردالمختار وغیرہ)

۷۔ مقتدی کو امام کے حال کو معلوم کرنا کہ وہ مسافر ہے یا مقیم خواہ نماز سے پہلے معلوم ہو جائے یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد فوراً یہ اس وقت جب امام چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھ کر ختم کر دے اور شہر یا گاؤں کے اندر ہو۔ اگر شہر یا گاؤں سے باہر ہو تو پھر مقتدی کو امام کے حال کا جاننا شرط نہیں۔ اس لئے کہ ایسی حالت میں ظاہر یہ ہے کہ وہ مسافر ہوگا اور چار رکعت کو

---

(۱) ہمارے زمانے کے بعض متعصب مقلدین غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھتے یہاں تک کہ اگر کسی امام کو بلند آواز سے آمین کہتے ہوئے سنا یا سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا تو اپنی نماز کا اعادہ کر لیتے ہیں میری ناقص فہم میں یہ تعصب نہایت برا ہے اور غالباً کوئی عقل مند بھی جو شریعت کے مقاصد سے واقف ہے اس فعل قبیح کو جس سے امت میں افتراق پیدا ہو جائز نہ رکھے گا ہاں اگر کوئی غیر مقلد ہمارے امام صاحب کو برا کہتا ہو تو وہ ایک مسلمان کی غیبت کرنے سے فاسق ہو جائے گا اس صورت میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی مگر جائز پھر بھی رہے گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے کم علموں پر تقلید واجب ہے ۱۲۔

(۲) جب جماعت زیادہ ہو جاتی ہے اور اس امر کا خیال ہوتا ہے کہ پچھلی صفوں کو امام کے انتقالات کا علم نہ ہوگا تو کچھ لوگوں کو مقتدیوں میں حکم دیتا ہے کہ وہ تکبیر چلا کر کہیں اس بات کا بیان آگے ہوگا ۱۲۔

دو رکعت اس نے قصر کر کے پڑھا ہوگا۔ یہ سہو کے سبب کے، اسی طرح اگر نماز چار رکعت والی نہ ہو یا پوری رکعتیں پڑھے۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر امام چار رکعت نماز کو دو رکعت پر ختم کر دے اور مقتدی کو اس کے مقیم یا مسافر ہونے کا علم نہ ہو تو اسے سخت تردد ہوگا کہ امام نے دو رکعت سہو کے سبب سے پڑھی ہیں یا مسافر ہے اور قصر کیا ہے اور یہ تردد طرح طرح کی خرابیاں پیدا کرے گا۔

۸۔ مقتدی کو تمام ارکان میں سوا قرأت کے امام کا شریک رہنا خواہ امام کے ساتھ ادا کرے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے بشرطیکہ اسی رکن کے اخیر تک امام اس کا شریک ہو جائے۔ پہلی صورت کی مثال۔ امام کے ساتھ ہی رکوع سجدہ وغیرہ کرے۔ دوسری صورت کی مثال۔ امام رکوع کر کے کھڑا ہو جاوے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔ تیسری صورت کی مثال۔ امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اسے مل جائے۔ (ردالمحتار)

اگر کسی رکن میں امام کی شرکت نہ جائے مثلاً امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے یا امام دو سجدے کرے اور مقتدی ایک ہی سجدہ کرے یا کسی رکن کی ابتداء امام سے پہلے کی جائے اور آخر تک امام اس میں شریک نہ ہو مثلاً مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور قبل اس کے کہ امام رکوع کر کے کھڑا ہو جائے ان دونوں صورتوں میں اقتداء درست نہ ہوگی۔

۹۔ مقتدی کا امام سے کم یا برابر ہونا زیادہ نہ ہونا۔ مثال۔ (۱) قیام کرنے والے کی اقتدا قیام سے عاجز کے پیچھے درست (۱) ہے (۲) تیمّم کرنے والے کے پیچھے خواہ وضو کا ہو یا غسل کا۔ وضو اور غسل کرنے والے کی اقتداء درست (۲) ہے۔ اس لئے کہ تیمّم اور وضو اور غسل کا حکم طہارت میں یکساں ہے کوئی کسی سے کم زیادہ نہیں (۳) مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر دھونے والے کی اقتداء درست ہے اس لئے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں ایک درجے کی طہارت ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں (۴) معذور (۳) کی اقتداء معذور کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں

---

(۱) نبی ﷺ نے آخر نماز جو صحابہ کو پڑھائی تھی اس میں آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کھڑے ہوئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حالت عذر میں قیام نہ کرنا قیام سے کم اور قیام کرنے والوں کی اقتدا ایسے شخص کے پیچھے درست ہے ۱۲۔

(۲) امام محمدؒ کے نزدیک اس صورت میں اقتدا درست نہیں ان کے نزدیک غسل اور وضو کی طہارت تیمّم سے قوی ہے ہاں جنازے کی نماز ان کے نزدیک بھی درست ہے ۱۲ (بحر الرائق)

(۳) معذور سے وہی اصطلاحی معنی مراد ہیں جس کی تشریح جلد اول کے صفحات میں گزر چکی ہے ۱۲۔

ایک (۱) ہی عذر میں مبتلا ہوں مثلاً دونوں کو سلسل البول ہو یا دونوں کو خروج ریح کا مرض ہو (۵) (۵) امی کی اقتداء امی کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری نہ ہو۔ (۶) عورت یا نابالغ کی اقتداء بالغ مرد کے پیچھے درست ہے (۷) عورت کی اقتداء عورت یا مخنث کے پیچھے درست ہے (۸) نابالغ عورت یا نابالغ مرد کی اقتداء درست ہے۔ (۹) نفل پڑھنے والے کی اقتدا واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ کسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے یا عید کی نماز پڑھ چکا ہو اور دوبارہ پھر نماز میں شریک ہو جائے۔ (۱۰) نفل پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے (۱۱) قسم کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں کی نذر ایک ہو مثلاً ایک شخص کی نذر کے بعد دوسرا شخص کہے کہ میں نے بھی اسی چیز کی نذر کی جس کی فلاں شخص نے نذر کی ہے۔ حاصل یہ کہ جب مقتدی امام سے کم یا برابر ہوگا تو اقتدا درست ہو جائے گی۔ اب ہم وہ صورتیں لکھتے ہیں کہ جن میں مقتدی امام سے زیادہ ہے اور اقتدا درست نہیں۔

(۱) بالغ کی اقتدا خواہ مرد ہو یا عورت نابالغ کے پیچھے (۲) مرد کی اقتدا خواہ بالغ ہو یا نابالغ عورت کے یا مخنث کے پیچھے (۳) مخنث کی مخنث کے پیچھے (۴) جس عورت کو اپنے حیض کا زمانہ یاد نہ ہو (۳) اس کی اقتدا اسی قسم کی عورت کے پیچھے۔ ان دونوں صورتوں میں مقتدی کا امام سے زیادہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا اس لئے یہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ جب مقتدی امام سے زیادہ نہیں بلکہ اس کی برابر ہے تو اقتدا کیوں درست نہ ہوگی مگر اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی صورت میں جو مخنث

---

(۱) صاحب بحر الرائق وغیرہ کے نزدیک دو عذروں کے ایک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دونوں کا اثر ایک ہو دونوں میں نجاست حکمیہ یعنی حدث اصغر بھی ہوتا ہے اور نجاست حقیقۃً بھی ہوتی ہے وہاں خروج ریح اور سلسل البول ان کے نزدیک بھی دو عذر ہیں کیونکہ خروج ریح میں صرف نجاست حکمیہ ہوتی ہے اور سلسل البول میں دونوں صاحب درمختار نے بھی اسی مطلب کو اختیار کیا ہے مگر اور کتابوں میں اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک عذر کے ایک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جو عذر ایک کو ہو وہی دوسرے کو ہو اس مطلب کے موافق ہو۔
سلسل البول اور زخم کا بہنا دو عذر ہوں گے نہر الفائق اور کبیری وغیرہ نے اسی مطلب کو اختیار کیا ہے حلیہ میں اسی کو امام صاحب کا مذہب لکھا ہے علامہ ابن عابدین نے ردالمختار میں اسی مطلب کو احسن لکھا ہے اور صاحب درمختار پر اعتراض کیا ہے کہ باوجودیکہ وہ اکثر نہر الفائق کی اتباع کیا کرتے ہیں یہاں کیونکر اس کو چھوڑ کر بحر الرائق کی تقلید کر لی ۱۲۔

(۲) امی وہ جاہل ہے جسے قرآن مجید کی ایک آیت بھی یاد نہ ہو۔ قاری جو ایسا نہ ہو ۱۲۔

(۳) حیض کا زمانہ یاد نہ ہونے کی صورت اور اس کا حکم بہت تفصیل سے جلد اول میں بیان ہو چکا ہے ۱۲۔

امام ہے شاید عورت ہو اور جو مخنث مقتدی ہے شاید مرد ہو اس لئے کہ مخنث میں دونوں احتمال ہوتے ہیں مقتدی کے امام سے بڑھ جانے کا خوف ہے اسی طرح دوسری صورت میں جو عورت امام ہے شاید یہ زمانہ اس کے حیض کا ہو اور جو مقتدی ہے اس کی طہارت کا پس اس صورت میں بھی مقتدی کے امام سے بڑھ جانے کا خوف ہے (۵) مخنث کی عورت کے پیچھے اس خیال سے کہ شاید وہ مخنث مرد ہو (۶) ہوش و حواس والے کی اقتداء مجنون مست بے ہوش بے عقل کے پیچھے (۷) طاہر کی اقتدا طہارت سے معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلسل البول وغیرہ کی شکایت ہو (۸) ایک عذر والے کی اقتدا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً کسی کو صرف خروج ریح کا مرض ہو وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو خروج ریح اور سلسل البول دو بیماریاں ہوں (۹) ایک عذر والے کی اقتدا دوسرے عذر والے کے پیچھے مثلاً سلسل البول (۱) والا ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو نکسیر بہنے کی شکایت ہو (۱۰) قاری کی اقتدا امی کے پیچھے (۱۱) امی کے پیچھے امی کی اقتدا بحالیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو۔ اس صورت میں امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ ممکن تھا کہ وہ اس قاری کو امام کر دیتا اور اس کی قرأت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہو جاتی اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جن میں وہ امی بھی ہے (۱۲) امی کی اقتدا گونگے کے پیچھے اس لئے کہ امی اگرچہ بالفعل قراءت نہیں کر سکتا مگر قادر تو ہے گونگے میں تو یہ بھی نہیں (۱۳) جس شخص کا جسم عورت چھپا ہوا ہو اس کی اقتدا برہنہ کے پیچھے (۱۴) رکوع سجود کرنے والے کی اقتدا ان دونوں سے عاجز کے پیچھے۔ اگر کوئی شخص صرف سجدہ سے عاجز ہو اس کے پیچھے بھی اقتدا درست نہیں۔ (۵) فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے (۱۶) نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اس لئے کہ نذر کی نماز واجب ہے۔ (۱۷) نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں آج چار رکعت پڑھوں گا اور کسی نے نذر کی تو وہ نذر کرنے والا اگر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو درست نہ ہوگی اس لئے کہ نذر کی نماز واجب ہے اور قسم کی نفل قسم کی نماز میں اختیار ہے چاہے نماز پڑھ کے اپنی قسم پوری کرے یا کفارہ دیدے نماز نہ پڑھے (۱۸) جس شخص سے صاف حروف نہ ادا ہو سکتے ہوں مثلاً شین کو ثے یا زے کو غین پڑھتا ہو یا اور کسی حروف

---

(۱) صاحب بحر الرائق وغیرہ کے نزدیک ایسی صورت میں اقتدا درست ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک عذر کے دو ۲ ہونے کا اور ہی مطلب ہے جو (۹۴) صفحہ کے حاشیہ میں بیان ہو چکا ہے ۱۲۔

میں ایسا ہی تبدیل تغیر ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہاں اگر پوری قرأت میں ایک آدھ حرف ایسا واقع ہو جائے تو اقتدا صحیح ہو جائے گی۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

(۱۰) امام کا واجب الانفراد نہ ہونا یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا جس کا منفرد رہنا ضروری ہے جیسے مسبوق امام کی نماز ختم ہو جانے کے بعد مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کا تنہا پڑھنا ضروری ہے پس اگر کوئی شخص کسی مسبوق کی اقتداء کرے تو درست نہ ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

(۱۱) امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا جو خود کسی کا مقتدی ہو خواہ حقیقۃً جیسے مدرک یا حکماً جیسے لاحق۔ لاحق اپنی ان رکعتوں میں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملیں مقتدی کا حکم رکھتا ہے لہذا اگر کوئی شخص کسی مدرک یا لاحق کی اقتداء کرے تو درست نہیں اسی طرح مسبوق اگر اس کی یا لاحق مسبوق کی اقتدا کرے تب بھی درست نہیں۔ (ردالمحتار)

یہ گیارہ شرطیں جو ہم نے جماعت کے صحیح ہونے کی بیان کیں اگر ان میں سے کوئی شرط کسی مقتدی میں نہ پائی جائے گی تو اس کی اقتداء صحیح نہ ہوگی۔

جب کسی مقتدی کی اقتداء نہ صحیح ہوگی تو اس کی وہ نماز بھی نہ ہوگی۔ جس کو اس نے بحالت اقتداء ادا کیا ہے۔ (درمختار وغیرہ)

جماعت کے احکام

جماعت شرط ہے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں (بحر الرائق۔ درمختار وغیرہ)

جماعت واجب ہے:۔ (۱) پنج وقتی نمازوں میں خواہ گھر میں (۲) پڑھی جائیں یا مسجد میں بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ اور ترک جماعت کے عذر پندرہ ہیں اوپر بیان ہو چکے۔

جماعت سنت مؤکدہ ہے:۔ نماز تراویح میں اگرچہ ایک قرآن مجید جماعت کے ساتھ ہو چکا ہو اور نماز کسوف کے لئے بھی۔ (بحر الرائق وغیرہ)

جماعت مستحب ہے:۔ رمضان کی وتر میں (۳)

جماعت مکروہ تنزیہی ہے:۔ سواء رمضان کے اور کسی زمانہ کی وتر میں۔ (بحر الرائق۔ منحۃ الخالق) اس کے مکروہ ہونے میں یہ شرط ہے کہ مواظبت کی جائے اور اگر مواظبت نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھی دو تین (۴) آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔ (شامی)

جماعت مکروہ تحریمی ہے:۔ نماز خسوف میں۔ اور تمام نوافل میں بشرطیکہ اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے یعنی اذان واقامت کے ساتھ یا

---

(۱) جماعت میں بظاہر ہمارے فقہاء کی دو قول معلوم ہوتے ہیں بعض کتابوں میں سنت مؤکدہ لکھا ہے بعض میں واجب اور اسی وجوب کو مذہب راجح اور اکثر محققین کا مذہب بیان کیا گیا۔ (بحر الرائق۔ درمختار وغیرہ) مگر محقق ابن ہمام لکھتے ہیں کہ جن کتب میں اس کو سنت لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کا ثبوت سنت یعنی حدیث سے ہے نہ یہ کہ خود جماعت سنت ہے اس لئے کہ تمام مشائخ حنفیہ کا وجوب جماعت پر اتفاق ہے وجوب کے جو لوگ قائل ہیں ان کی دلیل نبی ﷺ کی سخت مواظبت ہے اور تارک جماعت پر سخت سے سخت وعید مثل آگ میں جلا دینے کے جو صحیح احادیث میں مذکور ہے اور وہ احادیث اوپر نقل ہو چکیں ان احادیث میں ان لوگوں کو تارک جماعت کے عنوان سے یاد کر کے اس سزا کا اظہار کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سزا کا استحقاق ان ترک جماعت کے سبب سے ہوا تھا نہ کسی اور وصف کے سبب سے متاخرین میں جو لوگ جماعت کے سنت ہونے کے قائل ہیں ان کے شبہات اور ان کا جواب فتح الباری میں بالتفصیل موجود ہے ۱۲۔

(۲) بعض علماء کے نزدیک گھر میں جماعت کرنا بدعت ہے یہ لوگ وہی ہیں جن کے نزدیک اذان کا جواب قدم سے دینا واجب ہے مگر اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اذان کا جواب زبان سے دینا واجب ہے لہذا گھر میں بھی جماعت کر لینا جائز ہے ہاں مسجد میں ثواب زیادہ ملے گا ۱۲۔ (بحر الرائق منحۃ الخالق)

(۳) بعض علماء کے نزدیک رمضان کی وتر میں جماعت مستحب نہیں ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے ابن ہمام کے نزدیک تراویح کی طرح اس میں بھی جماعت سنت مؤکدہ ہے مگر شرح منیہ میں ہے کہ اس کی سنیت تراویح کی سنیت کے مثل نہیں ہے ۱۲۔

(۴) دو تین کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ تین سے زیادہ آدمیوں کی جماعت کے مکروہ نہ ہونے میں اختلاف ہے تین تک بالاتفاق مکروہ نہیں ۱۲ (بحر الرائق وغیرہ)

اور کسی طریقے سے لوگوں کو جمع کر کے ہاں اگر بے اذان واقامت کے اور بے بلائے ہوئے دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ایسا ہی مکروہ تحریمی ہے۔ ہر فرض کی دوسری جماعت مسجد میں ان چار شرطوں سے۔

۱۔ مسجد محلے کی ہو عام رہ گزر پر نہ ہو۔

۲۔ پہلی جماعت بلند آواز سے اذان واقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

۳۔ پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں رہتے ہیں اور جن کو اس مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہو۔

۴۔ دوسری جماعت ایسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے۔

اگر دوسری جماعت مسجد میں نہ ادا کی جائے بلکہ گھر میں مکروہ (۱) نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شرط ان چار شرطوں میں سے نہ پائی جائے مثلاً مسجد عام رہ گزر پر ہو محلے (۲) کی نہ ہو تو اس میں دوسری بلکہ تیسری چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت بلند آواز سے آذان اور اقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت اس ہیئت سے نہ ادا (۳) کی جائے جس ہیئت سے پہلی

---

(۱) نبی ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بعد جماعت ہو جانے کے گھر میں جماعت کرتے تھے اس کے مکروہ نہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ۱۲۔

(۲) جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہو اور جماعت کا وقت معین اور لوگوں کو معلوم ہو اس مسجد کو محلے کی مسجد کہتے ہیں (شامی) اگر امام اور مؤذن مقرر نہ ہو یا جماعت کا وقت معین اور معلوم نہ ہو تو وہ رہ گزر کی مسجد ہے محلے کی نہیں ۱۲۔

(۳) اگرچہ ظاہر الروایت میں حنفیہ کے نزدیک دوسری جماعت کی کراہت منقول ہے اور اسی بنا پر بعض علماء اس صورت میں بھی دوسری جماعت کو مکروہ کہتے ہیں مگر قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک اگر ہیئت بدل دی جائے تو مکروہ نہیں اور انہیں کے قول پر فتویٰ ہے علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں اس کو بہت بسط سے لکھا ہے احادیث سے بھی دوسری جماعت کا جواز نکلتا ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کون ہے جو اس کے ساتھ احسان کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھ لے یعنی اس کو جماعت کا ثواب دلا دے پس ایک شخص کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اسکے ساتھ نماز پڑھ لی۔ بعض روایت میں ہے کہ وہ شخص جو اس کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے امیر المومنین ابو بکر صدیقؓ تھے اور نیز صحیح بخاری میں بطور تعلیق کے مذکور ہے کہ انس رضی اللہ عنہ بنی رفاعہ کی مسجد میں آئے اور وہاں نماز ہو چکی تھی انہوں نے وہاں پھر اذان واقامت کے ساتھ دوسری جماعت ادا کی بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر دوسری جماعت کی اجازت دی جائے گی تو پہلی جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہے حالانکہ یہ امر جب لازم ہو گا کہ دوسری جماعت بطور التزام کے قائم کر دی جائی ور جب بطور التزام کے ایک ہی جماعت مقرر ہے اور اتفاقاً کبھی کچھ لوگ اس میں نہ ہوئے تو ان کے جماعت کرنے سے یہ امر لازم نہیں آتا علاوہ اس کے جب پہلی جماعت کے برابر دوسری جماعت کا ثواب نہیں رکھا گیا تو طالبان ثواب کسی طرح پہلی جماعت میں کمی نہ کریں گے اور یوں تو لوگ جماعت نہیں کرتے اس کا کیا علاج واللہ اعلم ۱۲۔

جماعت ادا کی گئی ہے جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہئیت بدل جائے گی اور یہ جماعت مکروہ نہ ہوگی۔ (ردالمحتار)

حرمین شریفین کی مسجدیں عام رہ گزر کی مسجد کا حکم رکھتی ہیں اس لئے کہ ان کی جماعت کا وقت معین اور معلوم نہیں لہٰذا ان میں جماعت مکروہ نہیں۔ (ردالمحتار)

مقتدی اور امام کے متعلق مسائل

۱۔ مقتدیوں کو چاہئے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں اوصاف زیادہ ہوں اس کو امام بنائیں اور اگر کئی شخص ایسے ہوں جن میں امامت کی لیاقت ہو تو غلبہ رائے پر عمل کریں یعنی جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی رائے ہو اس کو امام بنادیں اور اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے لائق ہے کسی نالائق کو امام کردیں گے تو ترک سنت کی خرابی میں مبتلا ہوں گے سب سے زیادہ استحقاق امامت اس شخص کو ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو بشرطیکہ ظاہراس میں کوئی فسق وغیرہ نہ ہو اور جس قدر قرات مسنون ہے اسے یاد ہو پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ عمر رکھتا ہو۔ پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو۔ پھر وہ شخص جس کا سر سب سے زیادہ بڑا ہو۔ پھر وہ شخص جو مقیم ہو بہ نسبت مسافروں کے۔ پھر وہ شخص جو اصلی آزاد ہو۔ پھر وہ شخص جس نے حدث اصغر سے تیمّم کیا ہو بہ نسبت اس کے جس نے حدث اکبر سے تیمّم کیا ہو جس شخص میں دو وصف پائے جائیں وہ زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جس میں ایک ہی وصف پایا جاتا ہو مثلاً وہ شخص جو نماز کے مسائل بھی جانتا ہو اور قرآن مجید بھی اچھا پڑھتا ہو زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس کے جو صرف نماز کے مسائل جانتا ہو قرآن مجید نہ اچھا پڑھتا ہو۔

۲۔ اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو صاحب خانہ امامت کے لئے زیادہ مستحق ہے اس کے بعد وہ شخص جس کو وہ امام بنادے ہاں اگر صاحب خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر انہیں کو استحقاق ہوگا۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو اس مسجد میں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بناوے تو پھر مضائقہ نہیں۔

قاضی یا بادشاہ کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۳۔ بے رضامندی قوم کے امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاق امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر کسی میں نہ پائے جاتے ہوں تو پھر اس کے اوپر کچھ کراہت نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۴۔ فاسق (۱) اور بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر خدانخواستہ سوا ایسے لوگوں کے کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

۵۔ غلام (۲) کا اگرچہ آزاد شدہ ہو اور گنوار یعنی گاؤں کے رہنے والے کا اور نابینا کا یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو اور ولد الزنا یعنی حرامی کا امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر یہ لوگ صاحب علم و فضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں اسی طرح کسی ایسے حسین نوجوان کو امام بنانا جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو اور بے عقل کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔

اگر ایسا کوئی مرض ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہوتی ہے مثل سفید داغ۔ جذام وغیرہ کے تو اس کا امام بنانا بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۶۔ نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کی موافقت کرنا واجب ہے۔ ہاں سنن وغیرہ میں موافقت کرنا واجب نہیں پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھائے تو حنفی مقتدی کو ہاتھوں کا اٹھانا ضروری نہیں اس لئے کہ ہاتھوں کا اٹھانا ان کے نزدیک بھی سنت ہے اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی مذہب قنوت پڑھے گا تو حنفی مقتدیوں کو ضروری نہیں۔ ہاں وتر میں البتہ چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے لہذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے موافق رکوع کے بعد پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی رکوع کے بعد پڑھنا چاہیئے۔ (ردالمختار وغیرہ)

---

(۱) فاسق وہ شخص ہے جو ممنوعات شرعیہ کا مرتکب ہوتا ہو مثل شراب خور چغلخور غیبت کرنے والے وغیرہ کے بدعتی وہ جو ایسا فعل عبادت سمجھ کے کرے جس کی اصل شریعت میں نہ ہو قرآن مجید سے اس کا ثبوت ہو نہ احادیث سے نہ قیاس سے نہ اجماع سے فاسق اور بدعتی میں فرق یہ ہے کہ فاسق گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے اور بدعتی گناہ کو عبادت سمجھ کر کرتا ہے لہذا بدعتی کا مرتبہ فاسق سے بھی بدتر ہے اور اس کی پیچھے نماز پڑھنے میں زیادہ کراہت ہے ۱۲۔

(۲) ان لوگوں کا امام بنانا اس لئے مکروہ ہے کہ اکثر غلام اور گنوار اور ولد الزنا کو علم دین حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا غلام کو اپنے آقا کی خدمت سے فرصت نہیں ملتی گنوار کو دیہات میں کوئی ذی علم نہیں ملتا ولد الزنا کا کوئی تربیت کرنے والا نہیں ہوتا علاوہ اس کے ان لوگوں کی امامت سے بعض لوگوں کو طبعی تنفر بھی ہوتا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

۷۔امام کو نماز میں زیادہ بڑی بڑی سورتیں جو مقدار مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے (۱) بلکہ امام کو چاہئے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے جو سب میں زیادہ صاحب ضرورت ہو (۲) اس کی رعایت کر کے قرأت وغیرہ کرے بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے بھی کم قرأت کرنا بہتر ہے تا کہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو قلت جماعت کا سبب ہو جائے۔

۸۔اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا تو اس کو امام کے داہنے جانب امام کے برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے اگر بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔(درمختار وغیرہ)

۹۔اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہئے اگر امام کے داہنے بائیں جانب کھڑے ہوں اور دو ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔(درمختار۔شامی)

۱۰۔اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد مقتدی تھا اور وہ امام کی داہنے جانب کھڑا ہوا اس کے بعد اور مقتدی آ گئے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ پیچھے ہٹ آئے تا کہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہئے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر نادانستگی سے وہ مقتدی امام کے داہنے یا بائیں جانب کھڑے ہو جائیں پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہئے کہ خود آگے بڑھ جائے تا کہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہئے کہ آگے بڑھ جائے۔

۱۱۔اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہئے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

۱۲۔اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد کچھ عورتیں کچھ مخنث کچھ نابالغ تو امام کو چاہئے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں قائم کرے پہلے مردوں کی صفیں پھر نابالغ لڑکوں کی پھر

---

(۱) حدیث میں آیا ہے کہ امام کو تخفیف اور آسانی کرنا چاہئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے بہت ڈانٹا کہ وہ کیوں نماز عشا میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے ہیں جس سے ان کی قوم کو تکلیف ہوتی ہے ۱۲۔

(۲) ایک مرتبہ ایک بچہ کے رونے کی آواز سن کر آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پر اکتفا کی تھی کیونکہ ماں اس کی نماز میں تھی ۱۲۔

نابالغ لڑکیوں کی پھر بالغ مخنثوں کی پھر نابالغ مخنثوں کی پھر بالغ عورتوں کی۔

۱۳۔امام کو چاہئے کہ صفیں سیدھی کر لے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے کھڑے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑے ہونے کا حکم دے صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہئے۔درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہئے مگر مخنثوں کی صف میں البتہ ایک دوسرے سے مل کر نہ کھڑا ہونا چاہئے درمیان میں کوئی حائل یا خالی جگہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے چھوڑ دی جائے اس لئے کہ ہر مخنث میں مرد اور عورت دونوں کا احتمال ہے لہذا مل کر کھڑے ہونے میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۴۔تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ ایسی حالت میں چاہئے کہ صف سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ہمراہ کھڑا کر لے۔

پہلی صف میں جگہ کے ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ہاں جب پہلی صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔

۱۵۔اگر جماعت صرف عورتوں کی ہو یعنی امام بھی عورت ہو تو امام کو مقتدیوں کے بیچ میں کھڑا ہونا چاہئے آگے نہ کھڑا ہونا چاہئے خواہ ایک مقتدی ہو یا ایک سے زائد۔

صحیح یہ ہے کہ صرف عورتوں (۱) کی جماعت مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔

۱۶۔اگر جماعت صرف مخنثوں کی ہو تو ان کا امام مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو مقتدیوں کے بیچ میں یا ان کے برابر نہ کھڑا ہو اگر چہ ایک ہی مقتدی ہو اگر امام مقتدیوں کے برابر کھڑا ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔وجہ اس کی اوپر گزر چکی۔

۱۷۔مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرانا ایسی جگہ مکروہ تحریمی ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں بہن وغیرہ کے موجود ہو۔ہاں اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو

---

(۱) ہمارے فقہاء صرف عورتوں کی جماعت کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں مگر چونکہ احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ام ورقہ کو حضرت ﷺ نے امامت کی اجازت دی تھی اس لئے مکروہ تحریمی کہنا بالکل خلاف تحقیق ہے۔امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ ہم کو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ عورت امامت کرے اس عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صرف عورتوں کی جماعت مستحب نہیں ہے نہ یہ کہ مکروہ ہے معلوم نہیں ہوتا ہمارے فقہا نے کراہت کہاں سے ثابت کی۔مولانا ابوالحسنات نور اللہ مرقدہٗ نے اس مسئلہ میں ایک جامع اور محقق رسالہ تصنیف فرمایا ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء ۱۲۔

پھر مکروہ نہیں۔(درمختاروغیرہ)

۱۸۔اگرکوئی شخص تنہا فجر یا مغرب یا عشاء کا فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہواسی اثناء میں کوئی شخص اس کی اقتدا کرے تو اس پر بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے پس اگر سورۂ فاتحہ یا دوسری سورت بھی آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ پھر سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت کو بلند آواز سے پڑھے اس لئے کہ امام کو فجر مغرب عشاء کے وقت بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔ہاں سورۂ فاتحہ کے مکرر ہو جانے سے سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔(۱)(درمختاروغیرہ)

۱۹۔امام کو اور ایسا ہی منفرد کو مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے خواہ داہنے جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کرلے جو ایک گز یا اس سے زیادہ اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو۔ ہاں اگر مسجد میں نماز پڑھتا ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نماز کے سامنے سے گزر نہ ہوتا ہو تو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔

امام کا سترہ (۲) تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے سترہ قائم ہو جانے کے بعد نماز کے آگے سے نکل جانے میں کچھ گناہ نہیں لیکن اگر سترے کے اس طرف سے کوئی شخص نکلے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

۲۰۔لاحق یعنی وہ مقتدی جس کی کچھ رکعتیں یا سب رکعتیں بعد شریک جماعت ہونے کے جاتی رہیں خواہ بعذر مثلاً نماز میں سو جائے اور اس درمیان میں کوئی رکعت وغیرہ جاتی رہے یا لوگوں کی کثرت سے رکوع سجدے وغیرہ نہ کر سکے یا وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لئے جائے اور اس درمیان میں اس کی رکعتیں جاتی رہیں نماز خوف میں (۳) پہلا گروہ لاحق ہے اسی طرح جو مقیم مسافر کی اقتدا کرے اور مسافر قصر کرے تو وہ مقیم بعد امام کے نماز ختم کرنے کے لاحق ہے یا بے عذر جاتی رہیں مثلاً امام سے پہلے کسی رکعت کا رکوع سجدہ کرلے یہ رکعت اس کی کالعدم سمجھی جائے گی اور اس رکعت کے اعتبار سے وہ لاحق سمجھا جائے گا۔

لاحق کو واجب ہے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو اس کی جاتی رہی ہیں بعد ان کے

---

(۱) بعض فقہا کے نزدیک اگر سورۂ فاتحہ نصف سے کم آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہے تو پھر بلند آواز سے پڑھے ورنہ جس قدر آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہے اس کو بلند آواز سے نہ پڑھے بلکہ اس کے آگے سے۔۱۲(شامی)

(۲) سترہ اس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی اپنے سامنے کھڑی کرتا ہے۱۲۔

(۳) نماز خوف اس نماز کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑائی کے وقت پڑھی جاتی ہے چونکہ اس میں لشکر کے دو حصے کر دیئے جاتے ہیں پہلا حصہ آدمی نماز امام کے ساتھ پڑھ کر میدان جنگ میں چلا جاتا ہے اس کے بعد دوسرا حصہ آکر آدھی نماز پڑھ کر میدان میں چلا جاتا ہے اس کے بعد پہلا حصہ آکر اپنی نماز ختم کرتا ہے اور پھر میدان میں چلا جاتا ہے اس کے بعد دوسرا حصہ آکر اپنی نماز تمام کر لیتا ہے پہلا حصہ لاحق ہے اور دوسرا حصہ مسبوق۱۲۔

ادا کرنے کے اگر جماعت باقی ہو تو شریک جماعت ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے۔

لاحق اپنی گئی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا یعنی مقتدی قرأت نہیں کرتا ویسے ہی لاحق بھی قراءت نہ کرے بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے اور جیسے مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی ویسے ہی لاحق کو بھی اور تمام باتوں میں جیسا کہ مقتدی پر امام کا اتباع واجب ہوتا ہے ویسا ہی لاحق پر بھی۔

۲۱۔ مسبوق کو چاہئے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو کر جس قدر نماز باقی ہو جماعت سے ادا کرے بعد امام کی نماز ختم ہونے کے کھڑا ہو جائے اور اپنی گئی ہوئی رکعتوں کو ادا کرے مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قرأت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے اور اگر کوئی سہو ہو جائے تو اس کو سجدہ سہو بھی کرنا ضروری ہے۔

مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنی چاہئے پہلے قراءت والی پھر بے قرأت کی اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے ان کے حساب سے قعدہ کرے یعنی ان کی رکعتوں کے حساب سے جو دوسری ہو اس میں پہلا قعدہ کرے اور جو تیسری رکعت ہو اور نماز تین رکعت والی ہو تو اس میں اخیر قعدہ کرے وعلیٰ ہذا القیاس مثال۔ ظہر کی نماز میں تین رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہو تو اس کو چاہئے کہ بعد امام کے سلام پھیر دینے کے کھڑا ہو جائے اور گئی ہوئی تین رکعتین اس ترتیب سے ادا کرے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت ملا کر رکوع سجدہ کر کے پہلا قعدہ کرے اس لئے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے دوسری ہے پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت ملائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے اس لئے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت نہ ملائے کیونکہ یہ رکعت گئی نہ تھی۔

۲۲۔ اگر کوئی شخص لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی مثلاً کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک ہوا ہو اور بعد شرکت کے پھر کچھ رکعتیں اس کی چلی جائیں تو اس کو چاہئے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شرکت کے گئی ہیں جن میں وہ لاحق ہے اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے مگر اس میں امام کی متابعت کا خیال رکھے بعد اس کے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جس میں مسبوق ہے۔ (مثال) عصر کی نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا اور شریک ہونے کے بعد ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے گیا اس

درمیان میں نماز ختم ہوگئی تو اس کو چاہئے کہ پہلے ان تینوں رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شریک ہونے کے گئی ہیں پھر اس رکعت کو جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور ان تینوں رکعتوں کو مقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قراءت نہ کرے اور ان تینوں کی پہلی رکعت میں قعدہ کرے اس لئے یہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا۔ پھر دوسری رکعت میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہے پھر تیسری رکعت میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے امام نے اس میں قعدہ کیا تھا پھر اس رکعت کو ادا کرے جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور اس میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے۔ اور اس رکعت میں اس کو قرأت بھی کرنا ہوگی اس لئے اس رکعت میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے۔ (ردالمختار وغیرہ)

۲۳۔ مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ بھی امام کی تحریمہ کے ساتھ کریں رکوع بھی امام کے رکوع کے ساتھ قومہ بھی اس کے قومہ کے ساتھ سجدہ بھی اس کے سجدے کے ساتھ غرض کہ ہر فعل اس کے ہر فعل کے ساتھ ہاں اگر قعدہ اولیٰ میں امام قبل اس کے کھڑا ہو جائے کہ مقتدی التحیات تمام کریں تو مقتدیوں کو چاہئے کہ التحیات تمام کر کے کھڑے ہوں اسی طرح قعدۂ اخیرہ میں اگر امام قبل اس کے کہ مقتدی التحیات تمام کریں، سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ التحیات تمام کر کے سلام پھیریں۔ ہاں رکوع سجدے وغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی ہو تب بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

جماعت حاصل کرنے کا طریقہ

ا۔اگر کوئی شخص اپنے محلے یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں بتلاش جماعت جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔(شامی وغیرہ)

۲۔اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو اس کے بعد دیکھے کہ وہی فرض جماعت سے ہو رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ ظہر عشاء کا وقت ہو فجر۔عصر۔مغرب کے وقت شریک جماعت نہ ہو اس لئے کہ فجر عصر کی نماز کے بعد نماز مکروہ ہے چنانچہ اوقات نماز کے بیان میں یہ مسئلہ گزر چکا اور مغرب کے وقت اس لئے کہ یہ دوسری نماز نفل ہو گئی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔(شرح وقایہ وغیرہ)

۳۔اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں وہ فرض جماعت سے ہونے لگے تو اس کو چاہئے کہ فوراً نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ اگر فجر کی نماز ہو تو دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اور اگر کسی اور وقت کی نماز ہو تو تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اگر فجر کے وقت دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو یا اور کسی وقت تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو پھر اس کو نماز تمام کر دینا چاہئے نماز تمام کر دینے کے بعد اگر جماعت باقی ہو اور ظہر عشاء کا وقت ہو تو شریک جماعت ہو جائے۔

اگر عصر۔مغرب۔عشاء کے وقت صرف پہلی یا دوسری رکعت کا بھی سجدہ کر چکا ہو تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہئے نماز نہ توڑنا چاہئے۔

۴۔اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت ہونے لگے تو اس کو چاہئے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اگرچہ چار رکعت نفل کی نیت کی ہو نفل نماز کو بھی توڑنا نہ چاہئے اگرچہ پہلی رکعت کا بھی سجدہ نہ کیا ہو۔(درمختار وغیرہ)

یہی حکم ہے ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ کا کہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو دو ہی رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر ان سنتوں کو بعد فرض کے پڑھ لے ظہر کی سنتیں بعد ان دو سنتوں کے پڑھی جائیں جو فرض کے بعد ہیں۔(شامی وغیرہ)

۵۔اگر فرض نماز ہو رہی ہو تو پھر سنت وغیرہ نہ شروع کی جائے بشرطیکہ کسی رکعت کے چلے

جانے کا خوف ہو ہاں اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ کوئی نہ جانے پائے گی تو پڑھ لے مثلاً ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے کوئی رکعت جاتی رہے گی تو پھر مؤکدہ سنتیں جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں چھوڑ دے اور فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھ کر ان سنتوں کو پڑھ لے مگر فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکدہ ہیں لہٰذا ان کے لئے حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکے ہوں تب بھی ادا کر لی جائیں بشرطیکہ قعدہ (۱) اخیرہ مل جانے کی امید ہو اگر قعدہ اخیرہ کے بھی نہ ملنے کا خوف ہو تو پھر نہ پڑھے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنت میں اگر نماز کے سنن اور مستحبات وغیرہ کی پابندی سے ادا کی جائے گی تو جماعت نہ ملے گی تو ایسی حالت میں چاہئے کہ صرف فرائض اور واجبات پر اختصار کرے سنن وغیرہ کو چھوڑ دے فرض ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں خواہ فجر کی ہوں یا کسی اور وقت کی وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو اس لئے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو پھر کوئی دوسری نماز وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھ لے اور یہ بھی نہ ہو تو نہ پڑھے (درمختار وغیرہ)

۶۔ اگر جماعت کا قعدہ مل جائے اور رکعتیں نہ ملیں تب بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا اگرچہ اصطلاح فقہا میں اس کو جماعت کی نماز نہیں کہتے جماعت سے ادا کرنا جب ہی کہا جائے گا کہ جب کل رکعتیں مل جائیں یا اکثر رکعتیں مل جائیں۔ اگرچہ بعض فقہا کے نزدیک جب تک کل رکعتیں نہ ملیں جماعت میں شمار نہیں ہوتا۔

۷۔ جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی ہاں اگر رکوع نہ ملے تو پھر اس رکعت کا شمار ملنے میں نہ ہوگا۔

---

(۱) بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو سب فجر پڑھے اور اگر امید نہ ہو تو چھوڑ دے خواہ قعدہ اخیرہ ملنے کی امید ہو یا نہیں۔ صاحب شرح وقایہ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے مگر ابن ہمام مؤلف فتح القدیر اور حلبی شارح منیہ نے اسی قول کی ترجیح دی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے ۱۲۔

نماز جن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے

۱۔ نماز کے شرائط میں سے کسی شرط کا مفقود ہو جانا۔

مثال:۔ طہارت باقی نہ رہے طہارت کے باقی نہ رہنے کی بعض صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی جن کو ہم نماز کے مکروہات کے بعد ایک مستقل عنوان سے بیان کریں گے۔

۲۔ ہوش حواس درست نہ رہیں خواہ بے ہوشی کے سبب سے یا جنون آسیب وغیرہ کی وجہ سے۔

۳۔ سینے کو قصداً بے عذر قبلہ سے پھیرنا۔ اگر بے قصد بے اختیاری کی حالت میں سینہ قبلے سے پھر جائے تو اگر بقدر ادا کرنے کسی رکن کے مثل رکوع وغیرہ کے یہی حالت رہے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں یا کسی عذر سے قصداً پھیرا جائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً حالت نماز میں کسی کو یہ شبہہ ہو کہ وضو جاتا رہا اور وضو کرنے کے لئے سینہ قبلے سے پھیر لے اور اس کو یاد آ جائے کہ وضو نہیں گیا اگر یہ یاد مسجد سے نکلنے کے قبل ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہو جائے گی۔

۲۔ نماز کے فرائض کا ترک ہو جانا خواہ عمداً یا سہواً مثلاً قرأت بالکل نہ کرے یا قیام رکوع سجدہ وغیرہ بے عذر ترک کر دیا جائے۔

۳۔ نماز کے واجبات کا عمداً چھوڑ دینا۔

۴۔ نماز کی واجبات کا سہواً چھوڑ کر سجدہ سہو نہ کرنا۔

۵۔ حالت نماز میں کلام کرنا کلام کے مفسد نماز ہونے میں یہ شرط ہے کہ کم سے کم اس میں دو حرف ہوں یا ایسا ایک حرف ہو جس کے معنی سمجھ میں آ جاتے ہوں۔ (درمختار وغیرہ)

کلام کی پانچ قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کسی آدمی کے مخاطبہ میں یہ کلام ہر حال میں مفسد نماز ہے خواہ عمداً ہوا یا سہواً عربی زبان میں ہو یا غیر عربی وہ لفظ قرآن مجید میں ہو یا نہیں۔

مثال:۔ ۱۔ کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ میں نماز میں نہیں ہوں یا اور کسی دھوکہ میں آ کر کسی آدمی سے کچھ کلام کرے۔

۲۔ نماز کی حالت میں کسی آدمی سے کہے کہ اقتل الحية.(۱)

....

(۱) سانپ کو مار ڈال ۱۲۔

۳۔ نماز کے حالت میں کسی سے کہے کہ پڑھو۔

۴۔ کسی یحییٰ نام کے آدمی سے کہے کہ یا یحییٰ خذ الکتاب (۱) یا کسی موسیٰ نام کے آدمی سے کہے کہ یا موسیٰ یا کسی سے کہے اقرأ (۲) یہ سب الفاظ قرآن مجید کے ہیں۔ یہی حکم ہے سلام اور سلام کے جواب کا جب کسی آدمی کے مخاطبہ میں ہو۔ اور یہی حکم ہے اگر دوسرے کی چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ (۳) کہے یا اچھی خبر سن کر کہے الحمد للہ یا اسی طرح اور کوئی لفظ زبان سے نکل جائے اگر اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہ کہے یا نبی ﷺ کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی بشرطیکہ اس کہنے سے اس شخص کا جواب دینا ہو۔ (درمختار وغیرہ)

حاصل:۔ یہ کہ جب آدمیوں کے مخاطبہ میں کلام کیا جائے گا خواہ کسی قسم کا ہو اور کسی حالت میں ہو نماز فاسد ہو جائے گی۔

دوسری قسم:۔ کسی جانور کے مخاطبہ میں کلام کرنا یہ کلام بھی ہر حال میں مفسد نماز ہے۔

تیسری قسم:۔ خود بخود کلام کرنا۔ یہ کلام بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ عربی لفظ نہ ہو اور ایسی نہ ہو جو قرآن مجید میں وارد ہوئی ہو اور عربی لفظ ہو اور قرآن مجید میں وارد ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً اپنی چھینک کے جواب میں الحمد للہ کہے یا اسی قسم کا کوئی اور لفظ زبان سے نکل جائے اگر کوئی لفظ کسی شخص کی سخن تکیہ ہو تو اس کے کہنے سننے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ وہ لفظ قرآن مجید میں وارد ہو مثلاً نعم کسی کا سخن تکیہ ہو تو نعم کہنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ یہ لفظ قرآن مجید میں ہے۔

چوتھی قسم:۔ ذکر اور دعا یہ قسم بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ دعا عربی عبارت میں ہو مگر قرآن مجید اور احادیث میں وارد نہ ہو نہ اس کا طلب کرنا غیر خدا سے حرام ہو مثلاً حالت نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اللھم اعطنی (۴) الملح یا اللھم زوجنی فلانۃ (۵) یہ دعائیں نہ قرآن مجید میں ہیں نہ احادیث میں نہ ان کا طلب کرنا غیر خدا سے ممنوع ہے لہذا

---

(۱) ترجمہ اے یحییٰ کتاب لے لو ۱۲۔

(۲) ترجمہ۔ پڑھو ۱۲۔

(۳) اللہ تم پر رحم کرے ۱۲۔

(۴) ترجمہ۔ اے اللہ مجھے نمک عنایت فرما ۱۲۔

(۵) ترجمہ۔ اے اللہ میرا نکاح فلاں عورت سے کر دے ۱۲۔

ایسی دعاؤں سے نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر قرآن مجید میں یا احادیث میں کوئی دعا وارد ہوئی ہو یا اس کا طلب کرنا غیر خدا سے ناجائز ہو تو ایسی دعا سے نماز فاسد نہ ہوگی اگر چہ بے موقعہ پڑھی جائے مثلاً رکوع یا سجدوں میں۔

پانچویں قسم:۔ حالت نماز میں لقمہ دینا یعنی کسی کو قرآن مجید کی غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا۔ یہ قسم بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ دینے والا مقتدی اور لینے والا اس کا امام نہ ہو۔

مسئلہ:۔ چونکہ لقمہ دینے کا مسئلہ فقہا کے درمیان میں اختلافی ہے۔ بعض علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے تصنیف کئے ہیں اس لئے ہم چند جزئیات اس کے اس مقام پر ذکر کرتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مقتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی خواہ امام بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو یا نہیں بقدر ضرورت سے وہ مقدار قراءت کی مقصود ہے جو مسنون ہے۔ (نہر الفائق شامی وغیرہ)

امام اگر بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ رکوع کر دے مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے۔ مقتدیوں کو چاہئے کہ جب تک ضرورت شدیدہ نہ پیش آئے امام کو لقمہ نہ دیں۔ ضرورت شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً اگر امام غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا سکوت کر کے کھڑا ہو جائے۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے والے کو لقمہ دے اور وہ لقمہ دینے والا اس کا مقتدی نہ ہو خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں تو یہ شخص اگر لقمہ لے لے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر اس کو خود بخود یاد آ جائے خواہ اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے پیچھے اس کے لقمہ دینے کو کچھ دخل نہ ہو تو اس کی نماز میں فساد نہ آئے گا۔ (شامی)

اگر کوئی نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کو لقمہ دے جو اس کا امام نہیں خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں ہر حال میں اس لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (بحر الرائق وغیرہ)

مقتدی اگر دوسرے شخص کا پڑھنا سنکر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام اگر لقمہ لے لے گا تو اس کی نماز بھی۔

اسی طرح اگر حالت نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کی جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (درمختار)

مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں تلاوت قرآن کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مقتدی کو قرأت قرآن نہ کرنا چاہئے۔ (فتح القدیر وغیرہ)

۶۔کھانسنا بے کسی عذر یا غرض صحیح کے۔اگر کوئی عذر ہو مثلاً کسی کو کھانسی کا مرض ہو یا بے اختیار کھانسی آ جائے یا کوئی غرض صحیح ہو تو پھر نماز فاسد نہ ہوگی۔(غرض صحیح کی مثال)

۱۔آواز صاف کرنے کے لئے کھانسے۔

۲۔مقتدی امام کو اس کی غلطی پر آگاہ کرنے کے لئے کھانسے۔

۳۔کوئی شخص اس غرض سے کھانسے کہ دوسرے لوگ سمجھ لیں کہ یہ نماز میں ہے۔

۷۔رونا یا آہ یا اف وغیرہ کہنا بشرطیکہ کسی مصیبت یا درد سے ہو اور بے اختیاری نہ ہو اگر بے اختیاری سے یہ باتیں صادر ہوں یا مصیبت درد سے نہ ہوں بلکہ خدا کے خوف یا جنت دوزخ کے یاد سے ہوں تو پھر فاسد نہ ہوگی۔(درمختار وغیرہ)

۸۔کھانا پینا اگر چہ بہت ہی قلیل ہو۔ہاں اگر دانتوں کے درمیان میں کوئی چیز چنے کی مقدار سے کم باقی ہو اور اس کو نگل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی حاصل یہ کہ جس قسم کے کھانے پینے سے روزے میں فساد آتا ہے نماز بھی اس سے فاسد ہو جاتی ہے۔(درمختار وغیرہ)

۹۔عمل کثیر۔بشرطیکہ افعال نماز کی جنس سے یا نماز کی اصلاح کی غرض سے نہ ہو۔اگر اعمال نماز کی جنس سے ہو مثلاً کوئی شخص ایک رکعت میں دو رکوع کرے یا تین سجدے کرے تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ رکوع سجدہ وغیرہ اعمال نماز کی جنس سے ہیں اسی طرح اگر نماز کی اصلاح کے غرض سے ہو تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً حالت نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ شخص وضو کرنے کے لئے جائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔اگر چہ چلنا پھرنا وضو کرنا عمل کثیر ہے مگر چونکہ اصلاح نماز کے لئے ہے لہذا معاف ہے۔

۱۰۔حالت نماز میں کسی عورت کا پستان چوسا جائے اور اس سے دودھ نکل آئے تو اس عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ دودھ کا پلانا عمل کثیر ہے(درمختار وغیرہ)

اگر حالت نماز میں کوئی شخص ڈھیلہ پھینکے تو اگر کسی جانور کے اوڑانے کی غرض سے ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا ہے تو عمل کثیر سمجھا جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔(درمختار وغیرہ)

۱۰۔نماز میں بے عذر چلنا پھرنا۔ہاں اگر چلنے کی حالت میں سینہ قبلے سے نہ پھرنے پائے اور جماعت میں ہو تو ایک رکعت میں ایک صف سے زیادہ نہ چلے اور تنہا نماز پڑھتا ہو تو اپنے سجدے کے مقام سے آگے نہ بڑھے اور مکان نہ بدلنے پائے مثلاً مسجد میں ہو تو مسجد سے باہر نہ

نکل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یا کسی عذر سے چلے مثلاً وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لئے چلے اس صورت میں اگرچہ سینہ قبلے سے پھر جائے اور چاہے جس قدر چلنا پڑے نماز فاسد نہ ہوگی۔

۱۱۔عورت کا مرد کے کسی عضو کے محاذی کھڑا ہونا ان شرطوں سے۔۱۔عورت بالغ ہو چکی ہو خواہ جوان ہو یا بوڑھی یا نابالغ ہو مگر قابل جماع ہو اگر کوئی کم سن نابالغ لڑکی نماز میں محاذی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔۲۔دونوں نماز میں ہوں اگر ایک نماز میں ہو دوسرا نہیں تو اس محاذاۃ سے نماز فاسد نہ ہوگی۔۳۔کوئی حائل درمیان میں نہ ہو۔ اگر کوئی پردہ درمیان میں ہو یا کوئی سترہ حائل ہو تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر درمیان میں اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک آدمی وہاں کھڑا ہو سکے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور وہ جگہ حائل سمجھی جائے گی۔۴۔عورت میں نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں اگر عورت مجنونہ ہو یا حالت حیض و نفاس میں ہو تو اس کی محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ ان صورتوں میں وہ نماز میں نہ سمجھی جائے گی۔۵۔نماز جنازے کی نہ ہو جنازے کی نماز میں محاذات مفسد نہیں۔۶۔محاذاۃ بقدر ایک رکن کے باقی رہے۔ اگر اس سے کم محاذاۃ رہے تو مفسد نہیں مثلاً اتنی دیر تک محاذاۃ رہے کہ جس میں رکوع وغیرہ نہیں ہو سکتا اس کے بعد جاتی رہے تو اس قلیل محاذاۃ سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔۷۔تحریمہ دونوں کی ایک ہو یعنی اس عورت نے اس مرد کی اقتدا کی ہو یا دونوں نے کسی تیسرے کی اقتدا کی ہو۔۸۔ادا دونوں کی ایک ہی قسم ہو۔ یعنی بحالت اقتدا نماز ادا کررہے ہوں۔ اگر ایک بحالت اقتدا کرتا ہو دوسرا بحالت انفراد یا دونوں بحالت انفراد تو محاذات مفسد نہ ہوگی۔ مثلاً ایک مسبوق ہو دوسرا لاحق یا دونوں مسبوق ہوں اس لئے کہ مسبوق بعد سلام امام کے اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے ہاں اگر دونوں لاحق ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ لاحق مقتدی کا حکم رکھتا ہے۔۹۔مکان میں تب بھی محاذاۃ مفسد نہیں مثلاً ایک مسجد میں ہو دوسرا مسجد کے باہر۔۱۰۔دونوں ایک ہی طرف نماز پڑھتے ہوں اگر دونوں کے نماز پڑھنے کی جہت مختلف ہو مثلاً اندھیری شب میں قبلہ نہ معلوم ہونے کے سبب سے ہر شخص نے اپنے غالب گمان پر عمل کیا ہو اور ہر ایک کی رائے دوسرے کے خلاف ہوئی ہو یا کعبہ کے اندر نماز ہوتی ہو اور ہر شخص مختلف جہت کی طرف نماز پڑھتا ہو۔

۱۱۔امام نے اس عورت امامت کی نیت نماز شروع کرتے وقت کی ہو اگر امام نے اس کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر اس محاذاۃ سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اسی عورت کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

۱۲۔نماز کی صحت کے شرائط مفقود ہو جانے کے بعد کسی رکن کا ادا کرنا بقدر ادا کرنے کسی رکن کے اسی حالت میں رہنا۔(درمختار وغیرہ)

۱۳۔امام کا بعد حدث کے بے خلیفہ کئے ہوئے مسجد سے باہر نکل جانا۔(درمختار وغیرہ)

۱۴۔امام کا کسی ایسے شخص خلیفہ کر دینا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں مثلاً کسی مجنون یا نابالغ بچے کو یا کسی عورت کو۔(درمختار وغیرہ)

۱۵۔مقتدی لاحق کا ہر حال میں اور امام لاحق کا اگر جماعت باقی ہو تو موضع اقتدا میں باقی نماز کو تمام کرنا۔

۱۶۔قرآن مجید کی قرأت میں غلطی ہو جانا خواہ یہ غلطی اعراب (۱) میں ہو یا کسی مشدد حرف کے مخفف پڑھنے میں یا کسی مخفف حرف کے مشدد پڑھنے میں کوئی حرف یا کلمہ پڑھ جائے یا بدل جائے یا کم زیادہ ہو جائے قرآن مجید کی قرأت میں غلطی ہو جانا ان صورتوں میں مفسد نماز ہے۔

۱۔اس غلطی سے معنی بدل جائیں ایسے کہ جن کا اعتقاد کفر ہو خواہ وہ عبارت قرآن مجید میں ہو یا نہیں۔۲۔معنی بدل گئے ہوں اگرچہ ایسے نہ ہوں کہ جن کا اعتقاد کفر ہو مگر وہ عبارت قرآن مجید میں نہ ہو۔۳۔معنی میں تغیر آ گیا ہو اور وہ معنی وہاں مناسب نہ ہوں اگرچہ وہ لفظ قرآن مجید میں ہو۔۴۔معنی میں تغیر آ گیا ہو کہ جس سے لفظ بے معنی ہو گیا ہو جیسے سرائر کی جگہ کوئی شخص سرائل پڑھ جائے۔اگر ایسی غلطی ہو جس سے معنی میں بہت تغیر نہ آئے اور مثل اس کا قرآن مجید میں موجود ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

اگر کسی لکھے ہوئے کاغذ پر نظر پڑ جائے اور اس کے معنی بھی سمجھ میں آ جائیں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔اگر کسی شخص کے جسم عورت پر نظر پڑ جائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔(بحرالرائق)

---

(۱) یہاں جو صورتیں ہم نے بیان کی ہیں وہ متقدمین کے قواعد کے موافق ہیں اور انہیں کے مذہب میں احتیاط زیادہ ہے مثلاً متاخرین کے نزدیک اعراب کی غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوتی لہذا ہم نے متقدمین کا مذہب اختیار کیا۔(قاضی خاں۔شامی وغیرہ)

اگر عورت کسی مرد کا حالت نماز میں بوسہ لے تو اس مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں اگر شہوت کے ساتھ بوسہ لے تو البتہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ (درمختار)

اگر کوئی شخص نمازی کے سامنے سے نکل جائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ نمازی کے سامنے سے نکلنے والے پر سخت گناہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص نماز کے سامنے سے نکلنا چاہے تو حالت نماز میں اس شخص سے مزاحمت کرنا اور اس کو اس فعل سے باز رکھنا جائز ہے۔ (درمختار وغیرہ)

تمام مفسدات نماز جن کا بیان اوپر ہو چکا اگر قبل قعدۂ اخیرہ کے یا قعدۂ اخیرہ میں قبل التحیات پڑھنے کے پائے جائیں تو مفسد نماز ہیں ورنہ مفسد نہیں بلکہ متمم (۱) نماز ہیں یعنی ان کے پائے جانے سے نماز تمام ہو جائے گی مگر ان چند صورتوں میں اگر بعد التحیات پڑھنے کے قعدۂ اخیرہ میں کسی تیمّم کرنے والے کو وضو پر قدرت ہو جائے یا موزوں پر مسح کرنے والے کی مدت گزر جائے یا پٹی پر مسح کرتا ہو اور وہ زخم جس پر پٹی بندھی ہوا چھا ہو جائے یا کسی کا موزہ اتر جائے یا خود اتارے مگر عمل کثیر نہ ہونے پائے یا کسی امی کو کوئی سورت یاد ہو جائے یا کسی برہنہ نماز پڑھنے والے کو کپڑا مل جائے یا اشاروں سے نماز پڑھنے والا رکوع سجدے پر قادر ہو جائے یا امام کو حدث ہو جائے اور وہ کسی ایسے شخص کو خلیفہ کر دے جس میں امامت کی صلاحیت نہیں یا فجر کی نماز میں آفتاب نکل آئے یا جمعے کی نماز میں عصر کا وقت آ جائے یا کوئی شخص وضو سے معذور ہو اور اس کا عذر جاتا رہے یا کسی صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد آ جائے اور وقت میں اس کے ادا کرنے کی گنجائش ہو تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگرچہ یہ امور ارکان نماز کے تمام ہو جانے کے بعد پائے گئے ہیں۔

---

(۱) یہ بارہ صورتیں ہیں جن میں امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے اور صاحبین کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ ختم ہو جاتی ہے اس لئے کہ ان صورتوں میں مفسد نماز قعدۂ اخیرہ میں بعد التحیات پڑھ چکنے کے پایا گیا جب کہ کوئی رکن نماز کا باقی نہیں رہا اور ایسے وقت میں اگر کوئی چیز مفسد نماز کی پائی جاتی ہے تو نماز تمام ہو جاتی ہے مگر چونکہ احتیاط امام صاحب کے مذہب میں ہے اور عبادات میں جہاں تک احتیاط ممکن ہو بہتر ہے اور فقہ کے جملہ متون میں اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اس لئے ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ واللہ اعلم ۱۲۔ (شامی)

نماز جن چیزوں سے مکروہ ہو جاتی ہے

۱۔حالت نماز میں کپڑے کا خلاف دستور پہننا یعنی جو طریقہ اس کے پہننے کا ہو اور جس طریقہ سے اس کو اہل تہذیب پہنتے ہوں اس کے خلاف اس کا استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مثال:۔ کوئی شخص چادر اوڑھے اور اس کا کنارہ شانے پر نہ ڈالے یا کرتہ پہنے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے۔

۲۔رکوع یا سجدے میں جاتے وقت اپنے کپڑوں کو مٹی وغیرہ سے بچانے کے لئے یا اور کسی غرض سے اٹھا لینا مکروہ تحریمی ہے۔(ردالمحتار وغیرہ)

۳۔حالت نماز میں کوئی لغو فعل کرنا جو عمل کثیر کی حد تک نہ پہنچنے پائے مکروہ تحریمی ہے۔

مثال:۔ا۔کوئی شخص اپنے داڑھی کے بال ہاتھ میں لے۔

۲۔اپنے کپڑے کو پکڑے۔

۳۔اپنے بدن کو بے ضرورت کھجلائے۔

۴۔حالت نماز میں وہ کپڑے پہننا مکروہ تحریمی ہیں جن کو پہن کر عام طور پر لوگوں کے پاس نہ جا سکتا ہو ہاں اگر اس کپڑے کے سوا دوسرا کپڑا اس کے پاس نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

۵۔کوئی ٹکڑا چاندی سونے یا پتھر وغیرہ کا منہ میں رکھ لینا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ قرأت میں مخل نہ ہو اگر قرأت میں مخل ہو گا تو پھر نماز فاسد ہو جائے گی۔(درمختار۔شامی)

۶۔برہنہ سر نماز پڑھنا ہاں اگر اپنا تذلل اور خشوع ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر کسی کی ٹوپی یا عمامہ نماز پڑھتے میں گر جائے تو افضل یہ ہے کہ اسی حالت میں اسے اٹھا کر پہن لے لیکن اگر اس کے پہننے میں عمل کثیر کی ضرورت پڑے تو پھر نہ پہنے۔(ردالمحتار)

۷۔پاخانہ پیشاب یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت بے ضرورت رفع کئے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔(درمختار وغیرہ)

اگر کسی کو بعد نماز شروع کر چکنے کے عین حالت نماز میں پاخانہ پیشاب وغیرہ معلوم ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز توڑ دے اور ان ضرورتوں سے فراغت کر کے باطمینان پڑھے خواہ وہ نماز نفل ہو یا فرض اور خواہ تنہا پڑھتا ہو یا جماعت سے اور یہ خوف بھی ہو کہ بعد اس جماعت کے دوسری

جماعت نہ ملے گی۔ ہاں اگر یہ خوف ہو کہ وقت نماز کا نہ رہے گا یا جنازہ کی نماز ہو اور یہ خوف ہو کہ نماز ہو جائے گی تو نہ توڑے بلکہ اسی حالت میں نماز تمام کرے۔ (شامی)

۸۔ مردوں کو اپنے بالوں کا جوڑا وغیرہ باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر حالت نماز میں جوڑا وغیرہ باندھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ یہ عمل کثیر ہے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

۹۔ سجدے کے مقام سے کنکریوں وغیرہ کا ہٹانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر بغیر ہٹائے سجدہ بالکل ممکن ہی نہ ہو تو پھر ہٹانا ضروری ہے اور اگر مسنون طریقہ سے بے ہٹائے ممکن ہو تو ایک مرتبہ ہٹا دے اور نہ ہٹانا بہتر ہے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

۱۰۔ حالت نماز میں انگلیوں کا توڑنا ایک ہاتھ کی انگلیوں کا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار۔ شامی وغیرہ)

۱۱۔ حالت نماز میں ہاتھ کا کولے پر رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بحرالرائق۔ شامی وغیرہ)

۱۲۔ حالت نماز میں منہ کا قبلے سے پھیرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ پورا منہ پھیرا جائے یا تھوڑا۔ (شامی وغیرہ)

۱۳۔ گوشۂ چشم سے بے ضرورت شدید ادھر ادھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے (درمختار وغیرہ)۔

۱۴۔ حالت نماز میں اس طرح بیٹھنا کہ دونوں ہاتھ اور سرین زمین پر ہوں اور دونوں زانوں کھڑے ہوئے سینے سے لگے ہوں مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی وغیرہ)

۱۵۔ مردوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کا سجدے کی حالت میں زمین پر بچھا دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی وغیرہ)

۱۶۔ کسی آدمی کی طرف نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی وغیرہ)

۱۷۔ سلام کا جواب دینا ہاتھ یا سر کے اشارے سے مکروہ تنزیہی ہے۔ (شامی)

۱۸۔ سجدہ صرف پیشانی یا صرف ناک پر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۱۹۔ عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۲۰۔ نماز میں بے عذر چارزانو بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۲۱۔ حالت نماز میں جمائی لینا مکروہ تنزیہی ہے۔ (شامی)

۲۲۔ حالت نماز میں آنکھوں کا بند کر لینا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر آنکھ بند کر لینے سے خشوع زیادہ ہوتا ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔ (درمختار وغیرہ)

۲۳۔ صرف امام کا بے ضرورت کسی بلند مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک گز سے کم نہ ہو مکروہ تنزیہی ہے اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہو تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۲۴۔ مقتدیوں کا بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے ہاں کوئی ضرورت مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کفایت نہ کرتی ہو تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۲۵۔ حالت نماز میں کوئی ایسا کپڑا پہننا جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح ایسے مقام میں نماز پڑھنا جہاں چھت پر یا داہنے بائیں جانب کسی جاندار کی تصویر ہو۔ (درمختار وغیرہ)

اگر فرش پر جہاں کھڑے ہوئے ہوں تصویر ہو تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر تصویر چھپی ہوئی ہو یا اس قدر چھوٹی ہو کہ اگر زمین پر رکھ دی جائے اور کوئی شخص کھڑے ہو کر اس کو دیکھے تو اس کے اعضا محسوس نہ ہوں یا اس کا سر یا چہرہ کاٹ دیا گیا ہو یا مٹا دیا گیا ہو یا تصویر جانور کی نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

۲۶۔ حالتِ نماز میں آیتوں یا سورتوں کا یا تسبیح کا انگلیوں سے شمار کرنا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر انگلیوں پر شمار نہ کرے بلکہ ان کے دبانے سے حساب رکھے تو مکروہ نہیں جیسا کہ صلوٰۃ التسبیح کے بیان میں گزر چکا۔ (شامی)

۲۷۔ حالتِ نماز میں ناک صاف کرنا یا اسی طرح کوئی اور عمل قلیل بے ضرورت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)

۲۸۔ ناک اور منہ کسی کپڑے وغیرہ سے بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)

۲۹۔ مقتدی کو اپنے امام سے پہلے کسی فعل کا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)

۳۰۔ قرأت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لئے جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت تمام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)

۳۱۔ رکوع اور سجدے سے قبل تین مرتبہ تسبیح کہنے سے سر اٹھا لینا مکروہ تنزیہی ہے۔

۳۲۔ کسی ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس میں بقدر معافی نجاست ہو

مثلاً نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ نہ ہو یا خفیہ چوتھائی حصہ سے زیادہ نہ ہو۔ (رسائل ارکان)

۳۳۔ فرض نمازوں میں قصداً ترتیب قرآنی کے خلاف قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے: یعنی جو سورت پیچھے ہے اس کو پہلی رکعت میں پڑھنا اور جو پہلے ہے اس کو دوسری رکعت میں مثلاً: قل یا ایہا الکافرون پہلی رکعت میں اور الم ترکیف دوسری رکعت میں اگر سہواً خلاف ترتیب ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ نوافل میں اگر قصداً بھی خلاف کرے تو کچھ کراہت نہیں۔ اگر کسی سے سہواً خلاف ترتیب ہو جائے اور معاً اس کو خیال آ جائے کہ میں خلاف ترتیب قرأت کر رہا ہوں تو اس کو چاہئے کہ اسی صورت کو تمام کرلے اس لئے کہ اس سورت کے شروع کرتے وقت اس کا قصد خلاف ترتیب پڑھنے کا نہ تھا اور قصد نہ ہونے کے سبب سے اس کا پڑھنا مکروہ نہ رہا۔ (شامی)

۳۴۔ ایک ہی سورت کی کچھ آیتیں ایک جگہ سے ایک رکعت میں پڑھنا اور کچھ آیتیں دوسری جگہ سے دوسری رکعت میں پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم چھوڑ دی جائے اگر مسلسل قرأت کی جائے یعنی درمیان میں کچھ آیتیں چھوٹنے نہ پائیں یا دو آیتوں سے زیادہ چھوڑ دی جائیں تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر دو سورتیں دو رکعتوں میں پڑھی جائیں اور ان دونوں صورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں چھوڑ دی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے۔

مثال:۔ پہلی رکعت میں سورۂ تکاثر پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں سورۂ ہمزہ اور دمیان میں سورۂ عصر جو تین آیتوں کی سورت ہے چھوڑ دی جائے۔ یہ کراہت بھی فرائض کے ساتھ خاص ہے نفل نمازوں میں اگر ایسا کیا جائے تو کچھ کراہت نہیں (شامی)

۳۵۔ ایسی دو سورتوں کا ایک رکعت میں پڑھنا جن کے درمیان میں کوئی سورت ہو خواہ چھوٹی یا بڑی ایک یا اس سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے اس کی کراہت بھی صرف فرائض میں ہے۔ (شامی)

۳۶۔ نماز کے سنن میں کسی سنت کا ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

۳۷۔ مقتدی کو جب کہ امام قرأت کر رہا ہو کوئی دعا وغیرہ پڑھنا یا قرآن مجید کی قرأت کرنا خواہ وہ سورۂ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس کے پڑھنے سے قرآن مجید کے

سننے میں خلل واقع (۱) ہو یا ایسی آواز سے پڑھے کہ امام کو پڑھنے میں اشتباہ (۲) ہونے لگے۔ ہاں اگر کوئی مقتدی ایسی طرح قرأت کرے کہ امام کی قرأت میں بھی خلل انداز نہ ہو اور قرآن مجید کے سننے میں حرج نہ ہو مثلاً آہستہ آواز کی نماز میں بہت آہستہ آواز سے جو امام تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں نماز اس سے مکروہ نہ ہوگی بلکہ بعض محققین علماء کے نزدیک ایسی حالت میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ کا پڑھنا (۳) مستحب ہے۔

---

(۱) اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ واذا قریٔ القران فاستمعوا لہٗ وانصتوا جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تم لوگ اس کو سنو اور چپ رہو۔ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا سننا واجب ہے خواہ نماز کے اندر پڑھا جائے یا خارج نماز میں پس اگر اس کے خلاف کیا جائے گا تو بے شبہہ مکروہ تحریمی ہوگا اسی واسطے جب امام قرأت شروع کر چکا ہو تو مقتدی کو سبحانک اللھم وغیرہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ ایسی حالت میں مقتدی کو نیت باندھ کر چپ کھڑے ہو جانا چاہئے ۱۲۔

(۲) ایک مرتبہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قرأت کی ہے تو ایک نے عرض کیا کہ میں نے کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ کیا حال ہے کہ تم لوگ قرآن پڑھنے میں مجھ سے نزاع کرتے ہو یعنی مجھے اطمینان سے پڑھنے نہیں دیتے (نسائی۔ مؤطا۔ امام مالک ترمذی وغیرہ) یہ حدیث اور اس کے مثل اور بھی چند حدیثیں ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے کوئی چیز اس طرح پڑھنا جو اس کے اطمینان میں مخل ہو ممنوع ہے۔ ان احادیث کی بعض لوگوں نے تضعیف بھی کی ہے مگر وہ قابل اعتبار نہیں ان سب کے جوابات امام الکلام میں موجود ہیں ۱۲۔

(۳) اس مسئلہ میں علماء امت مختلف ہیں صحابہ سے لے کر اس وقت تک قرآن مجید سے اس مسئلہ کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوتا قرآن مجید سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا سننا اور اس وقت سکوت کرنا حاضرین پر ضروری ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام جب آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کچھ نہ پڑھیں ساکت رہیں یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اگر آہستہ آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے تب بھی حاضرین پر سکوت ضروری ہو اور نہ خارج نماز میں کوئی اس امر کا قائل ہے حالانکہ اگر اس آیت سے آہستہ قرآن مجید پڑھنے کے وقت بھی سکوت ثابت کیا جائے گا تو خارج نماز میں بھی ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ اس آیت میں کوئی تخصیص نماز کی نہیں کی گئی۔ احادیث نبویہ کے تتبع سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مقتدی پر قرأت فرض اور واجب نہیں چنانچہ اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اگر کوئی شخص اس طرح قرأت کرے جو امام کو پریشان کر دے اس کی بھی ممانعت حدیث سے ثابت ہوتی ہے ہاں اگر کوئی خرابی نہ ہونے پائے اور مقتدی قرأت کرے تو اس کا جواز بلکہ استحباب بھی احادیث سے نکلتا ہے۔ صحابہ کے اقوال و افعال اس میں مختلف ہیں بعض قرأت نہ کرتے تھے اور منع کرتے تھے جیسے ابن مسعود بعض سے اجازت اور منع دونوں منقول ہیں جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، طحاوی ان سے اجازت روایت کرتے ہیں اور امام محمد ممانعت بعض سے آہستہ آواز کی نماز میں اجازت بلند آواز کی نماز میں ممانعت منقول ہے بعض سے ہر وقت کی نماز میں اجازت منقول ہے۔ ہمارے فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قرأت امام اور منفرد پر واجب ہے مقتدی پر واجب نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے اور بعض نے آہستہ آواز کی نماز میں مستحب اور بلند آواز کی نماز میں مکروہ لکھا ہے اور یہی مسلک معتدل اور قابل اختیار کرنے کے ہے اور امام محمد سے بھی صاحب ہدایہ نے اسی مذہب کو نقل کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی نے اس مسئلہ کو رسالہ مذہب فاروق اعظم اور حجۃ اللہ البالغہ میں بہت صاف لکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ مفصل اور مدلل علامہ لکھنوی نے اپنے رسالہ امام الکلام میں جو خاص اسی مسئلہ میں ہے بیان فرمایا ہے اگر زیادہ تحقیق کسی کو منظور ہو تو ان کتابوں کو دیکھے ہم نے یہاں بقدر ضرورت نہایت اختصار کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۲۔

نماز میں حدث کا بیان

نماز میں اگر حدث ہو جائے تو اگر حدث اکبر ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حدث اصغر ہو گا تو دو حال سے خالی نہیں اختیاری ہو گا یا بے اختیاری یعنی اس کے وجود میں یا اس کے سبب میں بندوں کے اختیار کو دخل ہو گا یا نہیں اگر اختیاری ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن میں کوئی ضرب لگا کر خون نکال لے یا عمداً اخراج ریح کرے یا کوئی شخص چھت کے اوپر چلے اور اس چلنے کے سبب سے کوئی پتھر وغیرہ چھت سے گر کر کسی نماز پڑھنے والے کے سر میں لگے اور خون نکل آئے ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ تمام افعال بندوں کے اختیار سے صادر ہوئے ہیں اور اگر بے اختیاری ہو گا تو اس میں دو صورتیں ہیں یا نادر الوقوع ہو گا جیسے قہقہہ جنون بیہوشی وغیرہ یا کثیر الوقوع جیسے خروجِ ریح پیشاب پاخانہ مذی وغیرہ اگر نادر الوقوع ہو گا تو نماز فاسد ہو جائی گی۔ اگر نادر الوقوع نہ ہو گا تو نماز فاسد نہ ہو گی بلکہ اس شخص کو اختیار ہے کہ بعد اس حدث کے رفع کرنے کی اسی نماز کو تمام کرلے اور اگر نماز کا اعادہ کرلے تو بہتر ہے۔

اس صورت میں نماز فاسد نہ ہونے کی چند شرطیں ہیں۔

۱۔ کسی رکن کو حالت حدث میں ادا نہ کرے۔

۲۔ کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے مثلاً جب وضو کو جائے یا وضو کر کے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے اس لئے کہ قرأت نماز کا رکن ہے۔

۳۔ کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے نہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے احتراز ممکن ہو۔

۴۔ بعد حدث کے بغیر کسی عذر کے بقدر ادا کرنے کسی رکن کے توقف نہ کرے بلکہ فوراً وضو کرنے کے لئے جائے ہاں اگر کسی عذر سے دیر ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً صفیں زیادہ ہوں اور خود پہلی صف میں ہو اور صفوں کو پھاڑ کر آنا مشکل ہو۔

۵۔ مقتدی کو ہر حال میں اور امام کو اگر جماعت باقی ہو تو باقی نماز وہیں پڑھنا جہاں پہلے شروع کی تھی۔

۶۔ امام کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ کرنا جس میں امامت کی صلاحیت نہ ہو۔

منفرد کو اگر حدث ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کر لے اور جس قدر جلد ممکن ہو وضو سے فراغت کرے مگر وضو تمام سنن اور مستحبات کے ساتھ کرنا چاہئے اور اس درمیان میں کوئی کلام وغیرہ نہ کرے پانی اگر قریب مل سکے تو دور نہ جائے، حاصل یہ کہ جس قدر حرکت سخت ضروری ہو اس سے زیادہ نہ کرے وضو کے بعد چاہے وہیں اپنی نماز تمام کر لے چاہے جہاں پہلے تھا وہیں جا کر پڑھے۔

امام کو اگر حدث ہو جائے اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں ہو تو اس کو چاہئے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرنے کے لئے چلا جائے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے مقتدیوں میں جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو اس کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دے مدرک کو خلیفہ کرنا بہتر ہے اگر مسبوق کو کر دے تب بھی جائز ہے اور اس مسبوق کو اشارے سے بتلا دے کہ اتنی رکعتیں وغیرہ میرے اوپر باقی ہیں تو دو انگلی۔ رکوع باقی ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے۔ سجدہ باقی ہو تو پیشانی پر قرأت باقی ہو تو منہ پر سجدۂ تلاوت باقی ہو تو پیشانی اور زبان پر سجدۂ سہو کرنا ہو تو سینے پر۔ پھر جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں آ کر اپنے خلفیہ کا مقتدی بن جائے اور جماعت ہو چکی ہو تو اپنی نماز تمام کر لے خواہ جہاں وضو کیا ہے وہیں یا جہاں پہلے تھا وہاں اگر پانی مسجد کے اندر موجود ہو تو پھر خلیفہ کرنا ضروری نہیں چاہے کرے اور چاہے نہ کرے بلکہ جب خود وضو کر کے آئے پھر امام بن جائے اور اتنی دیر تک مقتدی اس کے انتظار میں رہیں۔ (شامی وغیرہ)

خلیفہ کر دیئے کے بعد امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے لہذا اگر جماعت ہو چکی ہو تو امام اپنی نماز لاحق کی طرح تمام کرے۔ اگر امام کسی کو خلیفہ نہ کرے بلکہ مقتدی لوگ کسی کو اپنے میں سے خلیفہ کر دیں یا خود کوئی مقتدی آگے بڑھ کر امام کی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور امام کی نیت کر لے تب بھی درست ہے بشرطیکہ امام مسجد سے باہر نکل چکا ہو اور اگر نماز مسجد میں نہ ہوتی ہو تو صفوں سے یا سترے سے آگے نہ بڑھا ہو۔ اگر ان حدود سے آگے بڑھ چکا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر مقتدی کو حدث ہو جائے اس کو بھی فوراً سلام پھیر کر وضو کرنا چاہئے بعد وضو کے اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ اپنی نماز تمام کر لے۔

مقتدی کو ہر حال میں اپنے مقام پر جا کر نماز پڑھنا چاہئے خواہ جماعت باقی ہو یا نہیں۔

اگر امام مسبوق کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دے تو اس کو چاہئے کہ جس قدر رکعتیں وغیرہ امام پر

باقی تھیں ان کو ادا کر کے کسی مدرک کو اپنی جگہ کر دے تا کہ وہ سلام پھیر دے اور یہ مسبوق پھر اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں مصروف ہو۔

اگر کسی قعدۂ اخیرہ میں بعد اس کے کہ بقدر التحیات کے بیٹھ چکا ہو جنون ہو جائے یا حدث اکبر ہو جائے یا عمداً حدث اصغر کر لے یا بے ہوش ہو جائے یا قہقہہ کے ساتھ ہنسے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور پھر اس نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

نماز کے اقسام اور ان کے پڑھنے کا طریقہ اور نماز کے فرائض اور واجبات اور سنن و مستحبات وغیرہ اور جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جو چیزیں حالت نماز میں مکروہ ہیں ان سب کا بیان بالتفصیل ہو چکا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ان سب مضامین کو بحذف تفصیل تین نقشوں میں درج کریں۔ پہلے نقشہ میں نماز کے اقسام دوسرے نقشہ میں نماز کے فرائض واجبات سنن مستحبات تیسرے نقشے میں نماز کے مکروہات و مفسدات تا کہ یہ اجمالی صورت ذہن نشین ہو جائے اور ماسبق کی تفصیل بھی از سر نو تازہ ہو جائے۔

پہلا نقشہ

فرض نمازیں:۔ فرض نمازیں دن رات میں جمعہ کے دن پندرہ اور دُسرے دنوں میں سترہ رکعت ہیں۔ دو فجر کے وقت۔ چار ظہر کے وقت اور جمعہ کے دن بجائے چار رکعت کے دو۔ چار عصر کے وقت۔ تین مغرب کے وقت۔ چار عشاء کے وقت یہ نمازیں فرض عین ہیں اور جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے۔
واجب نمازیں:۔ شریعت کی طرف سے تین نمازیں واجب ہیں وتر اور عیدین۔ وتر تین رکعت ہر روز عشاء کے بعد اور عیدین دو دو رکعت سال بھر کے بعد ان کے علاوہ جو نماز نذر کی جائے وہ بھی واجب ہے اور ہر نفل بعد شروع کر دینے کے واجب ہو جاتی ہے یعنی اس کا تمام کرنا اور فاسد ہو جانے میں اس کی قضا ضروری ہے۔

مسنون نمازیں:۔ فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت' ظہر کے وقت چھ رکعت' چار فرض سے پہلے دو فرض کے بعد' مغرب کے وقت دو رکعت فرض کے بعد' عشاء کے وقت دو رکعت فرض کے بعد نمازِ تہجد۔ تحیۃ المسجد' نماز تراویح بیس رکعت۔ نمازِ احرام' نمازِ کسوف دو رکعت' نمازِ خسوف دو رکعت۔
مستحب نمازیں:۔ وتر کے بعد دو رکعت۔ سنت وضو دو رکعت۔ نمازِ سفر دو رکعت' نمازِ استخارہ دو رکعت۔ نماز حاجت دو کعت۔ صلوٰۃ الاوابین چھ رکعت۔ صلوٰۃ التسبیح چار رکعت۔ نمازِ توبہ دو رکعت۔ نمازِ قتل دو رکعت۔

دوسرا نقشہ

فرائض:۔ ۱۔ قیام ۲۔ قرأت ۳۔ رکوع ۴۔ سجدہ ۵۔ قعدۂ اخیرہ ۶۔ نماز کو اپنے فعل سے تمام کرنا۔
واجبات:۔ ۱۔ تکبیر تحریمہ کا اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا ۲۔ بعد تکبیر تحریمہ کے بقدر سورۂ فاتحہ کے قیام کرنا ۳۔ فرض نمازوں کی دو رکعت باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ۴۔ سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانا' فرض کی پہلی دو رکعت اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں، ۵۔ قومہ، ۶۔ تعدیلِ ارکان یعنی رکوع سجدوں میں اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ تسبیح پڑھی جا سکے، ۷۔ جلسہ، ۸۔ قعدۂ اولیٰ بقدر التحیات کے۔ ۹۔ دونوں قعدوں میں ایک مرتبہ التحیات پڑھنا، ۱۰۔ نماز میں اپنی طرف سے کوئی ایسا فعل نہ کرنا جو تاخیرِ فرض یا واجب کا سبب ہو جائے، ۱۱۔ نمازِ وتر میں دعائے قنوت، ۱۲۔ عیدین میں چھ تکبیریں، ۱۳۔ عیدین کی دوسری رکعت کے رکوع میں تکبیر۔ ۱۴ امام کو فجر مغرب عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کرنا اور باقی نمازوں میں آہستہ آواز سے، ۱۵۔ نماز کو دو مرتبہ السلام علیکم کہہ کر ختم کرنا۔

سنن:۔ ۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت سر نہ جھکانا۔ ۲۔ تکبیر تحریمہ سے پہلے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا مردوں کو کانوں تک عورتوں کو شانہ تک۔ ۳۔ اٹھے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہونا۔ ۴۔ ہاتھ اٹھانے کے وقت انگلیوں کا نہ کشادہ کرنا نہ ملانا۔ ۵۔ بعد تکبیر تحریمہ کے فوراً ہاتھ باندھ لینا مردوں کو ناف کے نیچے عورتوں کو سینے پر۔ ۶۔ مردوں کو اس طرح کہ بائیں کلائیں داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کے حلقہ میں ہو اور داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی کے اوپر ہوں اور عورتوں کو صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھ لینا۔ ۷۔ ہاتھ باندھنے کے بعد فوراً سبحانک اللھم پڑھنا۔ ۸۔ منفرد اور امام کو بعد سبحانک اللھم کے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا۔ ۹۔ ہر رکعت کے شروع پر بسم اللہ پڑھنا۔ ۱۰۔ بعد سورۂ فاتحہ کے آہستہ آواز سے آمین کہنا۔ ۱۱۔ حالت قیام میں دونوں قوموں کے درمیان چار انگل کا فصل ہونا۔ ۱۲۔ فجر ظہر کے فرض میں طوال مفصل عصر عشا میں اوساط مغرب میں قصار پڑھنا۔ ۱۳۔ فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے ڈیوڑھی سورت پڑھنا۔ ۱۴۔ رکوع سجدوں میں جاتے وقت اور سجدوں سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ ۱۵۔ مردوں کو رکوع میں گھٹنوں کا دونوں ہاتھ سے پکڑنا اور عورتوں کو صرف رکھ لینا۔ ۱۶۔ مردوں کو کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا عورتوں کو ملا کر۔ ۱۷۔ رکوع کی حالت میں پنڈلیوں کا سیدھا رکھنا۔ ۱۸۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا عورتوں کو صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ ۱۹۔ کم سے کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم رکوع میں اور سبحان ربی الاعلی سجدوں میں کہنا۔ ۲۰۔ رکوع میں مردوں کو ہاتھ پہلو سے جدا رکھنا۔ ۲۱۔ قومے میں امام کو صرف سمع اللہ مقتدی کو صرف ربنا منفرد کو دونوں کہنا۔ ۲۲۔ سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے کا پھر ہاتھوں کا پھر ناک کا پھر پیشانی کا زمین پر رکھنا اور اٹھتے وقت اس کے برعکس۔ ۲۳۔ سجدے میں منہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھنا۔ ۲۴۔ سجدے میں مردوں کو اپنے پیٹ کا ران سے اور کہنیوں کا پہلو سے جدا رکھنا اور ہاتھوں کی بانہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا۔ ۲۵۔ سجدے کی حالت میں دونوں ہاتھ کی انگلیوں کا ملا ہوا رکھنا اور پیر کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف اور دونوں زانوؤں کا ملا ہوا رکھنا۔ ۲۶۔ سجدے سے کھڑے ہوتے وقت زمین سے سہارا نہ دینا۔ ۲۷۔ دونوں سجدوں کے درمیان اور قعدۂ اولیٰ واخریٰ میں اسی خاص کیفیت سے بیٹھنا جو اوپر بیان ہوا۔ ۲۸۔ التحیات میں اسی خاص کیفیت سے اشارہ کرنا۔ ۲۹۔ فرض کے پہلے دو رکعت کے بعد ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ ۳۰۔ قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد درود پڑھنا۔ ۳۱۔ بعد درود کے کوئی دعائے ماثورہ پڑھنا۔ ۳۲۔ السلام علیکم کہتے وقت داہنے بائیں طرف منہ پھیرنا پہلے داہنے طرف پھر بائیں طرف۔ ۳۳۔ امام کو بلند آواز سے سلام کہنا۔ ۳۴۔ دوسرے سلام کی آواز کا پہلے سلام سے پست ہونا۔ ۳۵۔ امام کو سلام میں مقتدیوں اور فرشتوں کی اور منفرد کو صرف فرشتوں کی نیت کرنا۔

مستحبات:۔ ۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو آستین وغیرہ سے ہاتھ باہر نکال لینا ۲۔ قیام کی حالت میں سجدے کے مقام پر رکوع میں قدم پر سجدے میں ناک پر بیٹھنے کی حالت میں زانو پر سلام کی حالت میں شانو پر نظر رکھنا ۳۔ کھانسی جمائی کا روکنا ۴۔ اگر جمائی آ جائے تو حالت قیام میں داہنے ہاتھ ورنہ بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ بند کر لینا۔ ۵۔ بعد قد قامت الصلوٰۃ کے فوراً امام کو تکبیر تحریمہ کہنا ۔ ۶۔ دونوں قعدوں میں وہی خاص التحیات پڑھنا ۔ ۷۔ قنوت میں اللّٰھم انا نستعینک اور اللّٰھم اھدنی پڑھنا۔

تیسرا نقشہ

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے:۔ ۱۔ نماز کے شرائط میں سے کسی شرط کا مفقود ہو جانا ۔ ۲۔ نماز کے فرائض کا چھوٹ جانا ۔ ۳۔ نماز کے واجبات کا سہواً چھوڑ کر سجدہ سہو نہ کرنا ۔ ۴۔ حالت نماز میں کلام کرنا ۔ ۵۔ بے عذر اور بے کسی غرض صحیح کے کھانسنا ۔ ۶۔ کسی مصیبت یا درد کے سبب سے رونا یا اہ یا اف کرنا ۔ ۷۔ کھانا پینا ۔ ۸۔ وہ عمل کثیر جو افعال و اعمال نماز کی جنس سے نہ ہو ۹۔ نماز میں بے عذر چلنا پھرنا ۔ ۱۰ عورت کا حالت نماز میں محاذی ہو جانا ۔ دس شرطوں کے ساتھ جو اوپر بیان ہو چکیں ۔ ۱۱۔ نماز کے صحت کے شرائط مفقود ہو جانے کے بعد کسی رکن کا ادا ہونا ۱۲۔ امام کا بعد حدث کے بے خلیفہ کئے ہوئے مسجد سے چلا جانا ۔ ۱۳۔ ایسے شخص کو خلیفہ کر دینا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں ۔ ۱۴۔ مقتدی لاحق کا ہر حال میں اور امام لاحق کا اگر جماعت باقی ہو تو باقی نماز کو غیر موضع اقتدا میں تمام کرنا ۔ ۱۵۔ قرآن مجید کی قرأت میں غلطی کرنا بہ تفصیل مذکور۔

جو چیزیں نماز میں مکروہ ہیں :۔ ۱۔حالت نماز میں کپڑے کا خلاف دستور پہننا۔۲۔رکوع سجدے میں جاتے وقت مٹی وغیرہ سے بچانے کے لئے کپڑوں کا اٹھا لینا۔۳۔حالت نماز میں کوئی لغو فعل کرنا جو عمل کثیر کی حد تک نہ پہنچے۔۴۔جو خراب کپڑے لوگوں کے سامنے پہن کر نہ نکل سکتا ہو ان کو حالت نماز میں پہننا۔۵۔برہنہ سر نماز پڑھنا بشرطیکہ اظہار خشوع کے لئے نہ ہو ۔۶۔پیشاب پاخانہ یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت بے ضرورت رفع کئے ہوئے نماز پڑھنا ۔۷۔سجدہ کے مقام سے کنکریوں کا ہٹانا بشرطیکہ بے ہٹائے ہوئے سجدہ ممکن ہو۔۸۔حالت نماز میں انگلیوں کا توڑنا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا۔۹۔نماز میں ہاتھ کو لہے پر رکھنا۔۱۰۔منہ قبلے سے پھیرنا۔۱۱۔حالت نماز میں اس طرح بیٹھنا کہ دونوں ہاتھ اور سرین زمین پر ہوں اور زانو کھڑے ہوئے سینہ سے لگے ہوں ۔۱۲۔مردوں کو ہاتھوں کی کہنیوں کا سجدہ میں زمین پر بچھا دینا۔۱۳۔کسی آدمی کی طرف نماز پڑھنا۔۱۴۔صرف پیشانی یا ناک سے سجدہ کرنا۔۱۵۔عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا۔۱۶۔حالت نماز میں وہ کپڑا پہننا جس میں جاندار کی تصویر ہو بہ تفصیل مذکور۔۱۷۔حالت نماز میں بے ضرورت عمل قلیل کرنا۔۱۸۔اور منہ کپڑے سے بند کر لینا۔۱۹۔قرأت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لئے جھک جانا اور اس جھکنے کی حالت میں باقی قرأت تمام کرنا۔۲۰۔کسی ایسے کپڑے کو پہننا جس میں بقدر معافی نجاست ہو۔ ۲۱۔فرض نمازوں میں قصداً ترتیب قرآنی کے خلاف قرأت کرنا۔۲۲۔نماز کی سنن میں کسی سنت کا ترک کر دینا۔۲۳۔مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا جس سے قرآن مجید کے سننے میں خلل واقع ہو یا امام کی قرأت میں انتشار ہو۔

مکروہ تنزیہی :۔ ۱۔کوئی ٹکڑا چاندی سونے پتھر وغیرہ کا منہ میں رکھ لینا بشرطیکہ قرأت میں مخل نہ ہو۔۲۔مردوں کے اپنے بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا۔۳۔گوشۂ چشم سے بے ضرورت ادھر اُدھر دیکھنا۔۴۔سلام یا سلام کا جواب اشارے سے دینا۔۵۔نماز میں بے عذر چار زانو بیٹھنا۔۶ جمائی لینا۔۷۔آنکھوں کا بند کر لینا۔۸۔امام کا محراب میں کھڑا ہونا۔۹۔صرف امام کا کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا۔۱۰۔مقتدیوں کا بے ضرورت کسی مقام پر کھڑے ہونا۔۱۱۔آیتوں یا سورتوں وغیرہ کا انگلیوں پر شمار کرنا۔۱۲۔فرض نمازوں میں ایک ہی سورت کی کچھ آیتیں ایک رکعت میں کچھ دوسری رکعت میں پڑھنا بشرطیکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم چھوڑا جائے ۔۱۳۔فرض نمازوں میں ایک سورت کا درمیان میں چھوڑ کر دو سورتوں کا ایک ہی رکعت میں پڑھنا۔

نماز میں سہو کا بیان

نماز کے سنن اور مستحبات کے ترک سے نماز میں کچھ خرابی نہیں آتی یعنی صحیح ہو جاتی ہے ہاں جن سنن کے چھوڑ دینے سے نماز میں کراہت تحریمہ آ جاتی ہے ان کے ترک سے البتہ نماز کا اعادہ کر لینا چاہئے اس لئے کہ جو نماز کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی جائے اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔(شامی)

نماز کے فرائض میں اگر کوئی چیز سہواً یا عمداً چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا۔

نماز کے واجبات میں اگر کوئی چیز چھوڑ دی جائے تو اس کا بھی تدارک نہیں ہو سکتا اور نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نماز کے واجبات میں اگر کوئی چیز سہواً چھوٹ جائے تو اس کا تدارک ہو سکتا ہے وہ تدارک یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے بعد داہنی طرف ایک مرتبہ سلام پھیر کر دو سجدے کئے جائیں اور بعد سجدوں کے پھر قعدہ کیا جائے اور التحیات اور درود شریف اور دعا بدستورِ معمول پڑھ کر سلام پھیرا جائے ان سجدوں کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔(شامی)

سجدہ سہو کر لینے سے وہ خرابی جو ترک واجب کے سبب سے نماز میں آئی تھی رفع ہو جاتی ہے خواہ جس قدر واجب چھوٹ گئی ہوں دو ہی سجدے کافی ہیں یہاں تک کہ اگر کسی سے نماز کے سب واجبات چھوٹ گئے ہوں اس کو بھی دو ہی سجدے کرنا چاہئے دو سے زیادہ سجدۂ سہو مشروع نہیں۔(درمختار)

سجدۂ سہو اس شخص پر واجب ہے جس سے کوئی واجب نماز کا چھوٹ گیا ہو اور بعد سجدے کے التحیات پڑھنا بھی واجب ہے۔ افضل یہ ہے کہ داہنی طرف سلام پھیرنے کے بعد یہ سجدے کئے جائیں اگر بے سلام پھیرے یا سامنے ہی سلام کہہ کر سجدے کر لئے جائیں تب بھی جائز ہے۔

نماز کے واجبات چونکہ اس سے پہلے بیان ہو چکے ہیں لہذا یہاں اب ہر واجب کے ترک کا ذکر کرنا بیکار ہے ہاں چند واجبات کا بحسب ضرورت ذکر کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ یا دوسری سورت چھوڑ جا ہے اور اسی رکعت کے رکوع میں یا بعد رکوع

کے یاد آجائے تو اس کو چاہئے کہ کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی سورت کو پڑھ لے اور پھر رکوع کرے اور سجدہ سہو کرے اس لئے کہ رکوع کے ادا کرنے میں تاخیر ہوگئی اور اگر سورۂ فاتحہ وغیرہ چھوٹ جائے اور دوسری رکعت میں یاد آئے تو اگر دوسری سورت چھوٹی ہے تو اس کو پڑھ لے اور سورۂ فاتحہ چھوٹی ہو تو اس کو نہ پڑھے ورنہ ایک رکعت میں دو سورۂ فاتحہ ہو جائیں گی اور تکرار سورۂ فاتحہ کی مشروع نہیں اس صورت میں بھی سجدہ سہو کرنا چاہئے۔

اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ سے پہلے دوسری سورت پڑھ جائے اور اسی وقت اس کو خیال آجائے تو چاہئے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد پھر سورت پڑھے اور سجدۂ سہو کرے اس لئے کہ دوسری سورت کا سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھنا واجب ہے اور یہاں اس کے خلاف ہوا۔

اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ دو مرتبہ پڑھ جائے تو اس کو بھی سجدہ سہو کرنا چاہئے اس لئے کہ سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد دوسری سورت کا ملانا واجب ہے۔

اگر آہستہ آواز کی نماز میں کوئی شخص بلند آواز سے قرأت کر جائے یا بلند آواز کی نماز میں امام آہستہ آواز سے قرأت کرے تو اس کو سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ ہاں اگر آواز کی نماز میں بہت تھوڑی قرأت بلند آواز سے کی جائے جو نماز صحیح ہونے کے لئے کافی نہ ہو مثلاً دو تین لفظ بلند آواز سے نکل جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی شخص حالت قیام میں التحیات پڑھ جائے تو اگر پہلی رکعت ہو اور سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھے تو کچھ حرج نہیں اس لئے کہ تحریمہ اور سورۂ فاتحہ کے درمیان میں کوئی ایسی چیز پڑھنا چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو اور التحیات بھی اسی قسم سے ہے اور اگر قرأت کے بعد پڑھے یا دوسری رکعت میں پڑھے خواہ قرأت سے پہلے یا قرأت کے بعد اسکو سجدۂ سہو کرنا چاہئے اس لئے کہ قرأت کے بعد فوراً رکوع کرنا واجب ہے اور دوسری رکعت کی ابتدا بھی قرأت سے کرنا واجب ہے۔

اگر کوئی شخص قومہ بھول جائے یا سجدوں کے درمیان میں جلسہ نہ کرے تو اس کو بھی سجدہ سہو کرنا چاہئے۔

اگر کوئی شخص کسی رکعت میں ایک ہی سجدہ کرے دوسرا سجدہ بھول جائے اور دوسری رکعت میں یا دوسری رکعت کے بعد یا قعدۂ اخیرہ میں قبل التحیات پڑھنے کے یاد آجائے تو اس سجدے کو ادا کرلے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر قعدۂ اخیرہ میں بعد التحیات کے یاد کرے تو اس سجدے کو ادا

کر کے پھر التحیات پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔

اگر کوئی شخص کسی رکعت میں پہلے سجدہ کر لے رکوع نہ کرے اور دوسری رکعت سے پہلے اس کو یاد آ جائے تو اس کو چاہئے کہ رکوع کرے اور پھر سجدہ کرے اس کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اور سجدہ سہو کرے اور اگر دوسری رکعت سے پہلے نہ یاد آئے بلکہ دوسری رکعت میں تو دوسری رکعت کا رکوع پہلی رکعت کا رکوع سمجھا جائے گا اور یہ دوسری رکعت کالعدم ہو جائے گی اس کے عوض میں اور رکعت اس کو پڑھنا ہوگی۔ اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔

اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ بھول جائے تو اگر پورا کھڑا ہو چکا ہو تو پھر نہ بیٹھے اور سجدہ سہو کر لے اور اگر پورا نہ کھڑا ہو بلکہ سجدے سے قریب ہو یعنی گھٹنوں سے اونچا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور اس صورت میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔

اگر کوئی شخص قعدۂ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو جائے اور قبل سجدہ کرنے کے اس کو یاد آئے تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر لے اور اگر سجدہ کر چکا ہو تو پھر نہیں بیٹھ سکتا بلکہ اس کی یہ نماز اگر فرض کی نیت سے پڑھتا تھا تو نفل ہو جائے گی اور اس کو اختیار ہے کہ اس رکعت کے ساتھ دوسری رکعت اور ملا دے تا کہ یہ رکعت بھی ضائع نہ ہو اور دو رکعتیں یہ بھی نفل ہو جائیں۔ اگر عصر اور فجر کے فرض میں یہ واقعہ پیش آئے تب بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے اس لئے کہ عصر اور فجر کے فرض کے بعد نفل مکروہ ہے اور یہ رکعتیں فرض نہیں رہیں بلکہ نفل ہو گئی ہیں۔ پس گویا فرض سے پہلے نفل پڑھی گئی اور اس میں کچھ کراہت نہیں مغرب کے فرض میں صرف یہی رکعت کافی ہے دوسری رکعت نہ ملائے ورنہ پانچ رکعت ہو جائیں گی اور نفل میں طاق رکعتیں منقول نہیں اور اس صورت میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہ ہوگی۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

اگر کوئی شخص قعدۂ اخیرہ میں بعد اس قدر بیٹھنے کے جس میں التحیات پڑھی جا سکے کھڑا ہو جائے تو اگر سجدہ نہ کر چکا ہو تو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر لے اس لئے کہ سلام کے ادا کرنے میں جو واجب تھا تاخیر ہو گئی اور اگر سجدہ کر چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ ایک رکعت اور ملا دے تا کہ یہ رکعت ضائع نہ ہو اور اگر رکعت نہ ملائے بلکہ اسی رکعت کے بعد سلام پھیر دے تب بھی جائز ہے مگر ملا دینا بہتر ہے۔ اس صورت میں اس کی وہ رکعتیں اگر فرض کی نیت کی تھی تو فرض ہی رہیں گی ورنہ ہو جائیں گی عصر اور فجر کے فرض میں بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے اس لئے کہ بعد عصر اور فجر کے فرض کے قصداً نفل پڑھنا مکروہ ہے اگر سہواً پڑھ لی جائے تو کچھ کراہت نہیں اس صوتت میں

فرض کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی گئی ہیں یہ ان مؤکدہ سنتوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں جو فرض کے بعد ظہر، مغرب عشاء کے وقت مسنون ہیں کیونکہ ان سنتوں کا نئی تحریمہ سے ادا کرنا نبی ﷺ سے منقول ہے۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

اگر کوئی شخص نماز میں ایسا فعل کرے جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے تو اس کو سجدۂ سہو کرنا چاہئے۔

مثال:۔ ا۔ سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی شخص اس قدر سکوت کرے جس میں کوئی رکن ادا ہو سکے۔ ۲۔ کوئی شخص قرأت کے بعد اتنی دیر تک سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے۔ ۳۔ کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں بعد التحیات کے اتنی ہی دیر تک چپ بیٹھا رہے یا درود شریف پڑھے یا کوئی دعا مانگے ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

اگر کسی شخص سے سہو ہو گیا ہو اور سجدۂ سہو کرنا اس کو یاد نہ رہے یہاں تک کہ نماز ختم کرنے کی غرض سے سلام پھیر دے اس کے بعد اس کو سجدہ سہو کا خیال آئے تو اب بھی وہ سجدہ سہو کر سکتا ہے تاوقتیکہ قبلے سے نہ پھرے یا کلام نہ کرے۔

اگر کسی نے ظہر کی فرض میں دو ہی رکعت کے بعد یہ سمجھ کر کہ میں چاروں رکعتیں پڑھ چکا ہوں سلام پھیر دیا اور بعد سلام کے خیال آیا تو اس کو چاہئے کہ دو رکعتیں اور پڑھ کر نماز تمام کر دے اور سجدہ سہو کر لے۔

اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہے تو اگر اس کی عادت شک کرنے کی نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ پھر نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر اس کو شک ہوا کرتا ہو تو اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جتنی رکعتیں اس کو غالب گمان سے یاد پڑیں اسی قدر رکعتیں سمجھے کہ پڑھ چکا ہے اور اگر غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو کمی کی جانب کو اختیار کرے مثلاً کسی کو ظہر کی نماز میں شک ہو کہ تین رکعتیں پڑھ چکا ہے یا چار اور غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ تین رکعتیں شمار کرے اور ایک رکعت اور پڑھ کر نماز پوری کرے اور سب صورتوں میں اسی کو سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ اور اگر کسی شخص کو کسی رکعت کے بعد یہ شبہہ ہو کہ اس کے بعد قعدہ کرنا چاہئے خواہ قعدۂ اولیٰ کا شبہہ ہو یا قعدۂ اخیرہ کا تو اس کو چاہئے کہ وہاں قعدہ کر دے اور سجدہ سہو کر لے۔

قضا نمازوں کا بیان

بے عذر نماز کا قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے جو بے صدق دل سے توبہ کئے ہوئے معاف نہیں ہوتا۔ حج کرنے سے بھی گناہ کبیرہ معاف ہوتے ہیں اور ارحم الراحمین کو اختیار ہے کہ بے کسی وسیلہ اور سبب کے معاف کردے۔

اگر چند لوگوں کی نماز کسی وقت کی قضا ہوگئی ہو تو ان کو چاہئے کہ اس نماز کو جماعت سے ادا کریں اگر بلند آواز کی ہو تو بلند آواز سے قرأت کی جائے اور آہستہ آواز کی ہو تو آہستہ آواز سے۔

قضا نماز کا بالا علان ادا کرنا گناہ ہے اس لئے کہ نماز کا قضا ہونا گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا گناہ ہے نماز قضا کے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو ادا نماز کا ہے قضا نماز میں یہ بھی نیت کرنا چاہئے کہ میں فلاں نماز کی قضا پڑھتا ہوں اور اگر نہ نیت کرے تب بھی جائز ہے اس لئے قضا بہ نیت ادا اور ادا بہ نیت قضا درست ہے۔

فرض نمازوں کی قضا بھی فرض اور واجب کی قضا واجب ہے وتر کی قضا واجب ہے اور اسی طرح نذر کی نماز کی اور اس نفل کی جو شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو اس لئے کہ نفل بعد شروع کرنے کے واجب ہو جاتی ہے۔ سنن مؤکدہ وغیرہ یا اور کسی نفل کی قضا نہیں ہو سکتی بلکہ جو نماز ان کی قضا کی غرض سے پڑھی جائے گی وہ مستقل نماز علیحدہ سمجھی جائے گی اس کی قضا نہ ہوگی ہاں فجر کی سنتوں کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر فرض کے ساتھ قضا ہو جائے اور فرض کی قضا قبل زوال کے پڑھی جائے تو وہ سنتیں بھی پڑھی جائیں اور اگر زوال کے بعد پڑھی جائے تو نہیں اور اگر صرف سنتیں قضا ہوئی ہوں تو بعد طلوع آفتاب کے زوال سے پہلے پڑھ لی جائیں۔ اور ظہر کی سنتوں کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر رہ جائیں تو وقت کے اندر قبل ان دو سنتوں کے جو فرض کے بعد ہیں پڑھ لی جائیں وقت کے بعد نہیں پڑھی جا سکتیں خواہ فرض کے ساتھ رہ جائیں یا تنہا۔

وقتی نماز اور قضا نماز میں اور ایسا ہی قضا نمازوں میں باہم ترتیب ضروری ہے بشرطیکہ وہ قضا فرض نماز ہو یا وتر کی مثلاً: کسی کی ظہر کی نماز قضا ہوگئی ہو تو ظہر کی قضا اور عصر کی وقتی نماز میں اس کو ترتیب کی رعایت ضروری ہے یعنی جب تک پہلے ظہر کی قضا نہ پڑھ لے گا عصر کا فرض نہیں پڑھ سکتا اور اگر پڑھے گا تو وہ نفل ہو جائے گی اور اگر کسی نے وتر نہ پڑھی ہو تو وہ فجر کا فرض بے وتر ادا

کیئے ہوئے نہیں پڑھ سکتا اسی طرح اگر کسی کے ذمہ فجر اور ظہر کی قضا ہو تو ان دونوں کے آپس میں بھی ترتیب ضروری ہے یعنی جب تک پہلے فجر کی قضا نہ پڑھ لے گا ظہر کی قضا نہیں پڑھ سکتا اور اگر پڑھے گا تو وہ نفل ہو جائے گی اور ظہر کی قضا بدستور اس کے ذمہ باقی رہے گی۔ ہاں اگر بعد اس قضا کے پانچ نمازیں اسی طرح پڑھ لی جائیں تو پھر یہ پانچوں صحیح ہو جائیں گی یعنی نفل نہ ہوں گی فرض رہیں گی۔ چنانچہ آگے بیان ہوگا ترتیب ان تین صورتوں میں ساقط ہو جاتی ہے۔

پہلی صورت:۔ نسیان۔ یعنی قضا نماز کا یاد نہ رہنا اگر کسی کے ذمہ قضا نماز ہو اور اس کو وقتی نماز پڑھتے وقت اس کے ادا کرنے کا خیال نہ رہے تو اس پر ترتیب واجب نہیں اور اس کی وقتی نماز جس کو ادا کر رہا ہے صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ قضا نماز پڑھنے کا حکم یاد کرنے پر مشروط ہے۔ اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں مختلف ایام میں قضا ہوئی ہوں مثلاً ظہر کسی دن کی اور عصر کسی دن کی اور اس کو یہ نہ یاد رہے کہ پہلی کون قضا ہوئی تھی تو اس صورت میں ان کی آپس کی ترتیب ساقط ہو جائے گی جس کو چاہے پہلے ادا کرے چاہے پہلے ظہر کی قضا پڑھے یا عصر کی یا مغرب کی ۔(شامی)

اگر نماز شروع کرتے وقت قضا نماز کا خیال نہ تھا بعد شروع کرنے کے خیال آیا تو اگر قبل قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے یا بعد التحیات پڑھنے کے مگر قبل سلام کے یہ خیال آجائے تو وہ نماز اس کی نفل ہو جائے گی اور فرض اس کو پھر پڑھنا ہوگا۔ (شامی)

اگر کسی شخص کو وجوب ترتیب کا علم نہ ہو یعنی یہ نہ جانتا ہو کہ پہلے قضا نمازوں کو بغیر پڑھے ہوئے وقتی نمازوں کو نہ پڑھنا چاہیے تو اس کا یہ جہل بھی نسیان کے حکم میں رکھا جائے گا اور ترتیب اس سے ساقط ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

دوسری صورت:۔ وقت کا تنگ ہو جانا۔ اگر کسی کے ذمہ کوئی قضا نماز ہو اور وقتی نماز ایسے تنگ وقت پڑھے جس میں صرف ایک نماز کی گنجائش ہو خواہ اس وقتی کو پڑھ لے یا اس قضا کو تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جائے گی اور بغیر اس قضا کے پڑھے ہوئے وقتی نماز کا پڑھنا اس شخص کے لئے درست ہوگا۔ عصر کی نماز میں وقت مستحب کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی اگر مستحب وقت میں صرف اسی قدر گنجائش ہو کہ صرف عصر کا فرض پڑھا جا سکتا ہو اس سے زیادہ کی گنجائش نہ ہو تو ترتیب ساقط ہو جائے گی اگرچہ اصل وقت میں گنجائش ہو اس لئے کہ بعد آفتاب زرد ہو جانے کے نماز مکروہ ہے۔ (شامی)

اگر کسی کے ذمہ کئی نمازوں کی قضا ہو اور وقت میں سب کی گنجائش نہ ہو بعض کی گنجائش ہو تب بھی صحیح یہ ہے کہ ترتیب ساقط ہو جائے گی اور اس پر یہ ضروری نہ ہوگا کہ جس قدر قضا نمازوں کی گنجائش وقت میں نہ ہو پہلے ان کو ادا کر لے اس کے بعد وقتی نماز ادا کیجائے مثلاً کسی کی عشا کی نماز قضا ہوئی تھی اور فجر کو ایسے تنگ وقت میں اٹھا کر صرف پانچ رکعت کی گنجائش ہو تو اس پر یہ ضروری نہیں کہ پہلے وتر پڑھ لے تب صبح کی نماز بلکہ بے وتر ادا کئے ہوئے بھی اگر صبح کے فرض پڑھی گا تو درست ہے۔

تیسری صورت:۔ قضا نمازوں کا پانچ سے زیادہ ہو جانا۔ وتر کا حساب ان پانچ نماز میں نہیں ہے اگر وہ بھی ملالی جائے تو یوں کہیں گے کہ چھ سے زیادہ ہونا یہ قضا نمازیں خواہ حقیقۃً قضا ہوں جیسے: وہ نمازیں جو اپنے وقت میں نہ پڑھی جائیں یا حکماً قضا ہوں جیسے وہ نمازیں جو کسی نماز کے بعد باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے پڑھ لے تو یہ ظہر کی نماز حکماً قضا میں شمار ہوگی اس کے بعد عصر کی نماز بھی حکماً قضا میں سمجھی جائے گی اگر بے ادا کئے ہوئے ان دونوں نمازوں کے باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے پڑھ لے اسی طرح مغرب اور عشاء کی بھی پھر جب دوسرے دن کی فجر پڑھے گا تو چونکہ اس سے قضا نمازیں پانچ ہو چکی تھیں ایک حقیقۃً اور چار حکماً لہذا اب اس کے اوپر ترتیب واجب نہ تھی اور یہ فجر کی نماز اس کی صحیح ہوگی۔

پانچ نمازوں تک ترتیب باقی رہتی ہے اگر چہ وہ مختلف اوقات میں قضا ہوئی ہوں اور زمانہ بھی گزر چکا ہو مثلاً کسی کی کوئی قضاء نماز ہوئی تھی اور وہ اس کو یاد نہ رہی چند روز کے بعد پھر اس کی کوئی نماز قضا ہوگئی اور اس کا بھی خیال اس کو نہ رہا پھر چند روز کے بعد اس کی کوئی نماز قضا ہوئی اور اس کا بھی اس کو خیال نہ رہا پھر چند روز کے بعد اور کوئی نماز قضا ہوئی اور وہ بھی اس کو یاد نہ رہی تو اب یہ پانچ نمازیں ہوئیں اب تک ان میں ترتیب واجب ہے یعنی ان کے یاد ہوتے ہوئے باوجود وقت میں گنجائش کے وقتی فرض اگر پڑھے گا تو وہ صحیح نہ ہوگی اور نفل ہو جائے گی۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

ترتیب ساقط ہو جانے کے بعد پھر عود نہیں کرتی مثلاً کسی کی قضا نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں اور اس سبب سے اس کی ترتیب ساقط ہو جائے بعد اس کے وہ اپنی قضا نمازوں کو ادا کرنا شروع کرے یہاں تک کہ ادا کرتے کرتے پانچ رہ جائیں تو اب وہ صاحب ترتیب نہ ہوگا اور بغیر ان کے ادا کئے ہوئے باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے جو فرض نماز پڑھے گا وہ صحیح

ہو گی۔

اگر کسی کی کوئی نماز قضا ہوگئی ہو اور اس کے بعد اس نے پانچ نمازیں اور پڑھ لی ہوں اور اس قضا نماز کو باوجود یاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے نہ پڑھا ہو تو پانچویں نماز کا وقت گزر جانے کے بعد یہ پانچوں نمازیں اس کی صحیح ہو جائیں گی یعنی فرض رہیں گی اس لئے کہ یہ پانچوں نمازیں حکماً قضا ہیں اور وہ ایک حقیقۃً قضا سب مل کر پانچ سے زیادہ ہو گئیں لہذا ان میں ترتیب ساقط ہوگئی اور ان کا ادا کرنا خلاف ترتیب درست ہو گیا۔

اگر کسی کی نمازیں حالت سفر میں قضا ہوئی ہوں اور اقامت کی حالت میں ان کو ادا کرے تو قصر کے ساتھ قضا کرنا چاہئے یعنی چار رکعت والی نماز کی دو رکعت اسی طرح حالت اقامت میں جو نمازیں قضا ہوئی تھیں ان کی قضا حالت سفر میں پڑھے تو پوری چار رکعتیں پڑھے قصر نہ کرے ۔(درمختار وغیرہ)

نفل نمازیں شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہیں اگر چہ وہ کسی وقت مکروہ میں شروع کی جائیں یعنی ان کا تمام کرنا ضروری ہے اور اگر کسی قسم کا فساد یا کراہت تحریمہ اس میں آ جائے تو ان کی قضا پڑھنا واجب ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ نفل قصداً شروع کی جائے اور شروع کرنا اس کا صحیح ہو اگر قصداً نہ شروع کی جائے مثلاً کوئی شخص یہ خیال کر کے کہ میں نے ابھی فرض نماز نہیں پڑھی فرض کی نیت سے نماز شروع کرے بعد اس کے اس کو یاد آ جائے کہ میں فرض پڑھ چکا تھا تو یہ نماز اس کی نفل ہو جائے گی اس کا تمام کرنا اس پر ضروری نہ ہوگا اور اگر اس میں فساد وغیرہ آ جائے گا تو اس کی قضا بھی اس کو نہ پڑھنا پڑے گی اسی طرح اگر کوئی قعدۂ اخیرہ میں سہواً کھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں پڑھ لے تو یہ دو رکعتیں اس کی نفل ہو جائیں گی اور چونکہ قصداً نہیں شروع کی گئیں اس لئے ان کا تمام کرنا اس پر ضروری نہیں نہ فاسد ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا ضروری ہے اور اگر شروع کرنا صحیح نہ ہو تب بھی اس کا تمام کرنا اور فاسد ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا نہ کرنا ہو گی مثلاً کوئی مرد کسی عورت کی اقتدا میں نفل نماز شروع کرے تو یہ شروع کرنا ہی اس کا صحیح نہ ہو گا۔

اگر نفل نماز شروع کر دینے کے بعد فاسد کر دی جائے تو صرف دو رکعتوں کی قضا واجب ہو گی اگر چہ نیت دو رکعت سے زیادہ کی کی ہو اس لئے کہ نفل کا ہر شفع یعنی ہر دو رکعتیں علیحدہ نماز کا حکم رکھتی ہیں۔

اگر کوئی شخص چار رکعت نفل کی نیت کرے اور اس کے دونوں شفع میں قرأت نہ کرے یا پہلے شفع میں قرأت نہ کرے یا دوسرے میں نہ کرے یا صرف پہلے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے یا صرف دوسرے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے یا پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں اور دوسرے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے تو ان سب چھ صورتوں میں دو ہی رکعت کی قضا اس کے ذمہ لازم ہوگی۔ پہلی دوسری صورت میں صرف پہلے شفع اس لئے کہ پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کرنے کے سبب سے اس کی تحریمہ فاسد ہوگئی اور دوسرے شفع کی بنا اس پر صحیح نہ ہوگی گویا دوسرا شفع شروع ہی نہیں کیا گیا پس اس کی قضا بھی لازم نہ ہوگی۔ تیسری صورت میں صرف دوسرے شفع کی اس سبب سے کہ پہلے شفع میں کچھ فساد نہیں آیا فساد صرف دوسرے شفع میں آیا ہے۔ چوتھی صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لئے کہ فساد صرف اس میں آیا ہے دوسرا شفع بالکل صحیح ہے پانچویں صورت میں صرف دوسرے شفع کی اس لئے کہ فساد صرف اس میں آیا ہے پہلا شفع بالکل صحیح ہے۔ چھٹی صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لئے کہ پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کرنے کے سبب سے اس کی تحریمہ فاسد ہو جائے گی اور دوسرے شفع کی بنا اس پر صحیح نہ ہوگی لہذا اس کی قضا اس کے ذمہ لازم نہ ہوگی۔

اگر کوئی شخص چار رکعت نفل کی نیت کرے اور ہر شفع کی ایک ایک رکعت میں قرأت کرے ایک ایک میں نہ کرے یا پہلے شفع کی ایک اور دوسرے کی دونوں صورتوں میں چار رکعت کی قضا پڑھنا ہوگی اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں پہلے شفع کی تحریمہ فاسد نہیں ہوئی لہذا دوسرے شفع کی بناء اس پر صحیح ہوگی اور فساد دونوں شفعوں میں آیا ہے۔

حیض ونفاس کی حالت میں جو نمازیں نہ پڑھی جائیں وہ معاف ہیں ان کی قضا نہ کرنی چاہئے ہاں اگر حیض ونفاس سے کسی ایسے وقت میں فراغت حاصل ہو جائے کہ اس میں تحریمہ کی بھی گنجائش ہو تو اس وقت کے نماز کی قضا اس کو پڑھنا ہوگی۔ اور اگر وقت میں زیادہ گنجائش ہو تو اسی وقت اس نماز کو پڑھ لے اگرچہ پڑھ چکی ہو اس لئے کہ اس سے پہلے اس پر نماز فرض نہ تھی اب فرض ہوئی ہے اس سے پہلے پڑھنے کا کچھ اعتبار نہیں یعنی فرض نہیں ساقط ہو سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی نابالغ ایسے وقت میں بالغ ہو تو اس کو بھی اس وقت کے نماز کی قضا پڑھنا ہوگی اس مسئلے کی تفصیل حیض کے بیان میں ہو چکی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی لڑکا عشا کی نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر کے بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہوا کہ اس کو احتلام ہو گیا ہے تو اس کو چاہئے

کہ عشا کی نماز کا پھر اعادہ کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر کسی عورت کو آخر وقت میں حیض یا نفاس آجائے اور ابھی تک اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس وقت کی نماز اس سے معاف ہے اس کی قضا اس کو نہ کرنا ہوگی۔ (شرح وقایہ وغیرہ)

اگر کسی کو جنون یا بیہوشی طاری ہو جائے اور چھ نمازوں کے وقت تک رہے تو اس کے ذمہ ان نمازوں کی قضا نہیں وہ نمازیں معاف ہیں ہاں اگر پانچ نمازوں تک بیہوشی رہے اور چھٹی نماز میں اس کو ہوش آجائے تو ان نمازوں کی قضا اس کو کرنا ہوگی۔

جو کافر دارالحرب میں اسلام لائے اور مسائل نہ جاننے کے سبب سے نماز نہ پڑھے تو جتنے دن وہاں رہنے کے سبب سے اس کی نمازیں گئی ہوں ان نمازوں کی قضا اس کے ذمہ ہیں۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کسی کی بہت نمازیں قضا ہو چکی ہوں اور ان کو ادا کرنا چاہے تو قضا کے وقت ان کی تعیین ضروری ہے اس طرح کہ میں اس فجر کی قضا پڑھتا ہوں کہ جو سب کے اخیر میں مجھ سے قضا ہوئی ہے پھر اس کے بعد یہ نیت کرے کہ میں اس فجر کی نماز پڑھتا ہوں جو اس سے پہلے مجھ سے قضا ہوئی تھی اس طرح ظہر عصر وغیرہ کی نماز میں بھی تعیین کرے۔

اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں حالت مرض میں فوت ہوئی ہوں اور وہ ان کے ادا کرنے پر قادر تھا اگرچہ اشارے ہی سے سہی تو اس کو چاہئے کہ مرتے وقت اپنے وارثوں سے وصیت کر جائے کہ میرے مال میں سے ہر نماز کے عوض میں صدقہ دے دینا اور اس کے وارث اس کے مال کی تہائی سے ہر نماز کے عوض میں سوا سیر گیہوں یا ڈھائی سیر جو یا ان کی قیمت محتاجوں کو دے دیں انشاء اللہ تعالیٰ ان نمازوں کی قضا اس میّت کے ذمّہ سے اتر جائے گی۔

نماز کا شروع کر کے قطع کر دینا بے کسی عذر کے حرام ہے خواہ فرض نماز ہو یا واجب یا نفل اور اگر مال کے خوف سے قطع کر دی جائے خواہ اپنا مال ہو یا کسی دوسرے مسلمان بھائی کا تو جائز ہے مثلاً کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور کسی کو دیکھے کہ اس کا یا کسی دوسرے کا مال چرائے لئے جاتا ہے اور اگر اس کی تکمیل کے لئے قطع کرے تو مستحب ہے مثلاً کوئی شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہو اور جماعت میں شریک ہونے کی غرض سے جو نماز کی تکمیل کا ذریعہ ہے اس فرض کو توڑ دے اور اپنی یا کسی دوسرے کی جان بچانے کے لئے قطع کرنا فرض ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کو نماز کی حالت میں فریاد رسی کے لئے بلائے تو ایسی حالت میں بھی توڑ دینا

فرض ہے اگر چہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس پر کون مصیبت آئی ہے یا معلوم ہو اور جانتا ہو کہ میں اس کی مدد کر سکوں گا۔

اگر کسی کو نماز پڑھنے کی حالت میں اس کے ماں باپ پکاریں تو اگر فرض نماز ہو تو نہ توڑے اور نفل ہو اور وہ جانتے ہوں کہ نماز میں ہے تو بھی نہ توڑنا بہتر ہے اور توڑ دے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر وہ لوگ نہ جانتے ہوں کہ نماز میں ہے تو توڑ دے اس خیال سے کہ وہ ناخوش نہ ہو جائیں ۔(شامی وغیرہ)

مریض اور معذور کی نماز

اگر کوئی شخص کسی مرض کی وجہ سے نماز کے ارکان ادا کرنے پر پورے طور سے قادر نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنی طاقت اور قدرت کے موافق ارکان نماز کو ادا کرے۔

اگر قیام پر قدرت نہ ہو کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا کھڑے ہونے سے بدن میں کہیں سخت درد ہونے لگتا ہو تو اس پر قیام فرض نہیں اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدے سر کے اشارے سے کرے اگر مسنون طریقہ سے بیٹھ سکتا ہو یعنی جس طریقے سے التحیات پڑھنے کے لئے حالت صحت میں بیٹھنا چاہئے تو اسی طرح بیٹھے ورنہ جس طریقہ سے بیٹھنے میں اس کو آسانی ہو اسی طرح بیٹھے اور اگر تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز کھڑے ہو کر شروع کرے اور جتنی دیر تک کھڑا ہو سکتا ہے کھڑا رہے بعد اس کے بیٹھ جائے حتی کہ اگر صرف بقدر تکبیر تحریمہ کے کھڑے ہونے کی قوت ہو تب بھی اس کو چاہئے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے بعد اس کے بیٹھ جائے اگر نہ کھڑا ہوگا تو نماز نہ ہوگی اسی طرح اگر کسی چیز کے سہارے سے خواہ لکڑی کے یا تکیہ کے یا کسی آدمی کے کھڑا ہو سکتا ہو تب بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہئے۔(درمختار۔ردالمحتار وغیرہ)

اگر کسی شخص کے پاس کپڑا اس قدر ہو کہ کھڑا ہونے کی حالت میں اس کا جسم عورت نہ چھپ سکتا ہو ہاں بیٹھنے کی حالت میں چھپ جاتا ہو تو اس صورت میں بھی کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھنا چاہئے۔اسی طرح اگر کوئی کمزور آدمی کھڑے ہونے سے ایسا بے طاقت یا تنفس میں مبتلا ہو جاتا ہو کہ قرأت نہ کر سکے تو اس کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہئے۔(درمختار۔شامی وغیرہ)

اگر رکوع اور سجدے یا صرف سجدے پر قدرت نہ ہوتو اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اگر چہ کھڑے ہونے کی قوت ہو اور رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کرے سجدے کے لئے رکوع کی بہ نسبت زیادہ سر جھکاوے۔ کسی چیز کا پیشانی کے برابر اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر کوئی اونچی چیز پیشانی کے برابر رکھ دی جائے اور اس پر سجدہ کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی مریض بیٹھنے سے بھی معذور ہو یعنی نہ اپنی قوت سے بیٹھ سکتا ہو نہ کسی کے سہارے سے تو اس کو چاہئے کہ لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ لیٹنے کی حالت میں بہتر یہ ہے کہ چت لیٹے پیر قبلے کی طرف ہوں اور سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ لے تاکہ منہ قبلے کے سامنے ہو جائے اور اگر پہلو پر لیٹے خواہ داہنے پر یا بائیں پہلو پر تب بھی درست ہے بشرطیکہ منہ قبلے کی طرف ہو اور سر سے رکوع سجدے کا اشارہ کرنا چاہئے سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے جھکا ہوا ہو۔ آنکھ یا ابرو وغیرہ کے اشارے سے سجدہ کرنا کافی نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی عورت دردِ زہ میں مبتلا ہو مگر ہوش حواس قائم ہوں تو اس کو چاہئے کہ بہت جلد نماز پڑھ لے تاخیر نہ کرے مبادا نفاس میں مبتلا ہو جائے ہاں اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں یہ خوف ہو کہ اگر اسی حالت میں بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس کو صدمہ پہنچے گا تو بیٹھ کر پڑھے۔ اسی طرح اگر کسی عورت کے خاص حصے سے بچے کا کچھ حصہ نصف سے کم باہر آ گیا ہو مگر ابھی تک نفاس نہ ہوا ہو تو اس کو بھی نماز میں تاخیر کرنا جائز نہیں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے اور زمین میں کوئی گڑھا کھود کر روئی وغیرہ بچھا کر بچے کا سر اس میں رکھ دے یہ بھی نہ ممکن ہو تو اشاروں سے نماز پڑھ لے۔ (خزانۃ الروایات وغیرہ)

اگر کوئی مریض سر سے اشارہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز اس وقت نہ پڑھے بعد صحت کے اس کی قضا پڑھ لے پھر اگر یہی حالت اس کی پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضا بھی نہیں جیسا کہ قضا کے بیان میں گزر چکا۔

اگر کسی مریض کو رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو تو اس پر بھی اس وقت کی نماز کا ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد صحت کے ان کی قضا پڑھ لے ہاں اگر کوئی شخص اس کو بتلاتا جائے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے یہی حکم ہے اس شخص کا جو زیادہ بڑھاپے کے سبب سے مخبوط العقل ہو گیا ہو یعنی دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنے غالب رائے پر عمل کرے۔ (نفع المفتی)

اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کی حالت میں بیمار ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ باقی نماز جس طرح پڑھ سکتا ہو تمام کرلے مثلاً اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا تھا اور اب کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر پڑھے رکوع سجدے سے بھی معذور ہو گیا ہو تو اشارے سے رکوع سجدہ کرے بیٹھنے سے بھی معذور ہو گیا ہو تو لیٹ کر۔

اگر کوئی معذور حالت نماز میں قادر ہو جائے تو اگر صرف قیام سے معذور تھا اور بیٹھ کر رکوع سجدہ کرتا تھا اور اب کھڑے ہونے کی قدرت ہو گئی تو باقی نماز کھڑے ہو کر تمام کرے اور اگر رکوع سجدے سے بھی معذور تھا اور اس نے اشارے سے رکوع سجدہ کرنے کا ارادہ کر کے نیت باندھی تھی مگر ابھی تک کوئی رکوع سجدہ اشارے سے ادا نہیں کیا تھا اور اب اس کو رکوع سجدے پر قدرت ہو گئی تو وہ باقی نماز اپنی رکوع سجدے کے ساتھ ادا کرے اور اگر اشارے سے کوئی رکوع سجدہ کر چکا ہو تو وہ نماز اس کی فاسد ہو جائے گی اور پھر نئے سرے سے اس نماز کا پڑھنا اس پر لازم ہوگا۔

اگر کوئی شخص قرأت کے طویل ہونے کے سبب سے کھڑے کھڑے تھک جائے اور تکلیف ہونے لگے تو اس کو کسی دیوار یا درخت یا لکڑی وغیرہ سے تکیہ لگا لینا مکروہ نہیں تراویح کی نماز میں ضعیف اور بوڑھے لوگوں کو اکثر اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ شامی وغیرہ)

نفل نماز میں جیسا کہ ابتدا میں بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار حاصل ہے ویسا ہی درمیان نماز میں بھی بیٹھ جانے کا اختیار ہے اور اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اگر یہ خوف ہو کہ چلتی ہوئی کشتی میں کھڑے ہونے سے سر گھومنے لگے گا۔

اگر کوئی کشتی دریا کے کنارے رکی ہوئی ہو تو وہ خشکی کے حکم میں ہے اور اس پر بیٹھ کر نماز کسی طرح جائز نہیں اور اگر دریا کے اندر رکی ہوئی ہو اور ہوا سے اس کو جنبش و حرکت بھی ہوتی ہو تو وہ چلتی ہوئی کشتی کے حکم میں ہے ۔ کشتی میں نماز پڑھنے کی حالت میں استقبال قبلہ ضروری ہے اور جب کشتی اور کسی طرف پھیرے کہ قبلہ بدل جائے تو نماز پڑھنے والے کو بھی پھر جانا چاہئے تا کہ استقبال قبلہ نہ جانے پائے اگر استقبال قبلہ ممکن نہ ہو تو اخیر وقت تک تامل کرے جب دیکھے کہ اب نماز کا وقت جاتا ہے تو پھر جس طرف چاہئے نماز پڑھ لے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص کسی جانور پر سوار ہو اور اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے باہر ہو تو اس کو تمام نوافل کا سوائے سنت فجر کے اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے پڑھنا جائز ہے رکوع سجدہ اشارہ سے کرے ایسی

حالت میں استقبال قبلہ بھی شرط نہیں نہ نماز شروع کرتے وقت نہ حالت نماز میں بلکہ جس طرف وہ جانور جا رہا ہو اسی طرف نماز پڑھنا چاہیئے۔

اگر کسی شخص نے سواری پر نفل نماز شروع کی اور بعد اس کے بے عمل کثیر کے اس سواری سے اتر پڑا تو وہ اسی نماز کی بقیہ حصہ کو تمام کر لے نئے سرے سے نماز پڑھنے کی حاجت نہیں مگر اب استقبال قبلہ ضروری ہو جائے گا اور رکوع سجدہ اشارے سے کافی نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنے گاؤں یا شہر سے باہر سواری پر نماز پڑھنا شروع کی تھی اور ابھی نماز تمام نہ ہونے پائی تھی کہ گاؤں یا شہر میں پہنچ گیا تو اس کو اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے بقیہ نماز تمام کر لینا چاہیئے اترنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

گاڑی وغیرہ کی سواری میں بھی نفل کا پڑھنا جائز ہے خواہ چلتی ہوئی گاڑی ہو یا کھڑی ہوئی فرائض اور واجبات کا کسی جانور یا گاڑی کی سواری میں پڑھنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً سواری سے خود اتر نہ سکتا ہو یا اترنے کے بعد چڑھنا دشوار ہو یا اترنے میں کسی درندے جانور یا دشمن کا خوف ہو یا عورت کو اپنی بے حرمتی کا خوف ہو یا کیچڑ وغیرہ اس قدر ہو کہ اگر نیچے اتر کر نماز پڑھے تو منہ وغیرہ میں کیچڑ بھر جانے کا خوف ہو یا یہ خوف ہو کہ اگر اتر کر نماز پڑھے گا تو ساتھ کے لوگ آگے بڑھ جائیں گے اور خود تنہا رہ جائے گا ایسی صورتوں میں اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے اشارے سے فرض اور واجب نمازوں کا پڑھنا بھی جائز ہے۔ مگر استقبال ضروری ہے۔ اور اگر گاڑی کا کوئی جزو جانور پر نہ ہو خواہ کھڑی ہو یا چلتی ہو جانور اس کو تسمہ یا رسی کے سہارے سے کھینچ رہا ہو جس کا ایک سرا اس جانور پر ہو اور دوسرا سرا گاڑی پر فرائض اور واجبات کا بے عذر پڑھنا بھی جائز ہے مگر کھڑے ہو کر اور استقبال قبلہ کے ساتھ۔ (شامی وغیرہ)

ریل کی سواری میں نماز پڑھنا جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل اور اترنے سے معذور ہو یا نہیں ہاں استقبال قبلہ ضروری ہے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیئے۔ (عمدۃ الرعایۃ)

اگر کھڑے ہونے میں ریل کی حرکت سے گر جانے کا خوف ہو جیسا کہ بعض ناہموار لینوں میں ہوتا ہے تو پھر بیٹھ کر پڑھے۔

اگر کسی کے دانتوں میں درد ہوتا ہو اور بغیر منہ میں سرد پانی یا کوئی دوا ڈالے ہوئے درد میں سکون نہیں ہوتا تو اس کو چاہیئے کہ اگر کوئی شخص لائق امامت کے مل جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے ورنہ اس حالت میں یعنی منہ میں دوا رکھے ہوئے خود ہی نماز پڑھ لے اور قرأت وغیرہ نہ کرے۔ (غنیہ)

مسافر کی نماز

مسافر جب اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے تو اس کو قصر یعنی چار رکعت کے فرض میں دو ہی رکعت پڑھنا واجب ہے اگر پوری چار رکعت پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور دو واجب اس سے ترک ہوں گے ایک قصر دوسرے قعدۂ اخیرہ کے بعد فوراً سلام پھیرنا اس لئے کہ پہلا قعدہ مسافر کے حق میں قعدۂ اخیرہ ہے اس کے بعد اس کو فوراً سلام پھیر دینا چاہئے تھا اور اس نے نہیں پھیرا بلکہ کھڑا ہو گیا تین رکعت یا دو رکعت کے فرائض میں قصر نہیں ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسافر اگر چار رکعت پڑھے گا تو پہلی دو رکعتیں اس کی فرض ہو جائیں گی اور دوسری نفل اگر کوئی شخص اس مسافت کو جو متوسط چال سے تین دن سے کم میں طے کر لے نہیں طے ہو سکتی کسی تیز سواری کے ذریعہ سے مثل گھوڑے یا ریل وغیرہ کے تین دن سے کم میں طے کر لے تب بھی وہ مسافر سمجھا جائے گا متوسط چال سے مراد آدمی یا اونٹ کی متوسط رفتار ہے۔ تین دن کی مسافت سے یہ مراد ہے کہ صبح سے دوپہر تک چلے نہ یہ کہ صبح سے شام تک اسی لئے ہم نے اس مسافت کا انداز چھتیس میل کیا ہے جیسا کہ اوپر لکھ چکے صبح سے دوپہر تک آدمی متوسط چال سے بارہ میل سے زیادہ نہیں چل سکتا۔

سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز مثلاً کوئی شخص چوری کی غرض سے یا کسی کے قتل کے ارادے سے یا کوئی غلام اپنے مولیٰ کی بے اجازت یا کوئی لڑکا اپنے والدین کی خلاف مرضی سفر کرے ہر حال میں اس کو قصر کرنا چاہئے۔

مسافر کو اس وقت تک قصر کرنا چاہئے جب تک اپنے وطن اصلی نہ پہنچ جائے یا کسی مقام پر کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کا قصد نہ کرے بشرطیکہ وہ مقام ٹھہرنے کے لائق ہو۔ اگر کوئی شخص پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس کو قصر کرنا چاہئے اسی طرح اگر پندرہ دن کی نیت کر لے مگر وہ مقام قابل سکونت نہ ہو مثلاً کوئی شخص دریا میں ٹھہرنے کی نیت کر لے یا دارالحرب میں یا جنگل میں تو اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا ہاں خانہ بدوش لوگ اگر جنگل میں بھی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لیں تو یہ نیت صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ وہ جنگلوں میں رہنے کے عادی ہوتے ہیں (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص قبل قطع کرنے اس مقدار مسافت کے جس کا اعتبار سفر میں کیا گیا ہے کسی مقام میں ٹھہرنے کی یا اپنے وطن لوٹ جانے کی نیت کرلے تو وہ مقیم ہوجائے گا اگرچہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو یہ سمجھا جائے کہ اس نے اپنے ارادہ سفر کو فسخ کردیا۔ (ردالمحتار)

ان چند صورتوں میں اگر کوئی مسافر بعد قطع کرنے مسافت سفر کے پندرہ دن سے بھی زیادہ ٹھہر جائے تو وہ مقیم نہ ہوگا اور قصر کرنا اس پر واجب رہے گا۔ ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا نہ ہو مگر کسی وجہ سے بے قصد وارادہ زیادہ ٹھہرنے کا اتفاق ہوجائے۔ ۲۔ کچھ نیت ہی نہ کی ہو بلکہ امروز فردا میں اس کا ارادہ وہاں سے چلے جانے کا ہو خواہ اسی پس وپیش میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ بھی ٹھہر جائے۔ ۳۔ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے مگر وہ مقام قابل سکونت نہ ہو۔ ۴۔ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے مگر دو مقام میں بشرطیکہ ان دونوں مقاموں میں اس قدر فاصلہ ہو کہ ایک مقام کے اذان کی آواز دوسرے مقام میں نہ جاسکتی ہو مثلاً دس روز مکہ معظمہ میں رہنے کا ارادہ کرے اور پانچ روز منیٰ میں مکہ سے منیٰ تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اگر رات کو ایک مقام پر رہنے کی نیت کرے اور دن کو دوسرے مقام میں تو جس موضع میں رات کو ٹھہرنے کی نیت کرلی ہے وہ اس کا وطنِ اقامت ہوجائے گا وہاں اس کو قصر کی اجازت نہ ہوگی اب دوسرا موضع جس میں دن کو رہتا ہے اگر اس پہلے موضع سے سفر کی مسافت پر ہے تو وہاں جانے سے مسافر ہوجائے گا ورنہ مقیم رہے گا اور اگر ایک موضع دوسرے موضع سے اس قدر قریب ہوگا کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ جاسکتی ہے تو وہ دونوں موضعے ایک سمجھے جائیں گے اور ان دونوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادے سے مقیم ہوجائے گا۔ ۵۔ خود اپنے سفر وغیرہ میں دوسرے کا تابع ہو مثلاً عورت اپنے شوہر کے ساتھ سفر میں ہو یا ملازم اپنے آقا کے ساتھ یا لڑکا اپنے باپ کے ساتھ ان سب صورتوں میں اور ان کے امثال میں اگر یہ لوگ پندرہ دن سے بھی زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلیں تب بھی مقیم نہ ہوں گے اور ان پر قصر واجب رہے گا ہاں اگر وہ لوگ جن کے یہ تابع ہیں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلیں تو یہ بھی مقیم ہوجائیں گے خواہ یہ لوگ ارادہ کریں یا نہیں بشرطیکہ ان لوگوں کے ارادے کا ان کو علم ہوجائے اگر ان لوگوں کے ارادے کا ان کو علم نہ ہو تو یہ لوگ مقیم نہ ہوں گے مسافر ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کو علم ہوجائے۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

مقیم کی اقتدا مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے خواہ ادا نماز ہو یا قضا اور مسافر امام جب دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہئے کہ اپنی نماز اٹھ کر تمام کرلے اور اس

میں قرأت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے اس لئے کہ وہ لاحق ہے اور قعدۂ اولیٰ اس مقتدی پر بھی فرض ہوگا۔ مسافر امام کو مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو بعد سلام پھیرنے کے فوراً اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کردے۔ (درمختار وغیرہ)

مسافر بھی مقیم کی اقتداء کرسکتا ہے مگر وقت کے اندر بعد وقت کے نہیں اس لئے کہ مسافر جب مقیم کی اقتدا کرے گا تو بہ تبعیت امام کی پوری چار رکعت یہ بھی پڑھے گا اور امام کا قعدۂ اولیٰ نفل ہوگا اور اس کا فرض امام کی تحریمہ قعدۂ اولیٰ کے نفل ہونے کے ساتھ ہوگی اور مسافر مقتدی کی اس کی فرضیت بے ساتھ پس فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست نہیں۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

مسافر فجر کی سنتوں کو ترک نہ کرے اور مغرب کی سنت کا بھی نہ ترک کرنا بہتر ہے اور باقی سنتوں کے ترک کا اختیار ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اگر چل رہا ہو اور اطمینان نہ ہو تو نہ پڑھے ورنہ پڑھ لے۔ (ردالمحتار۔ درمختار)

ایک وطنِ اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہوجاتا ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں تمام عمر سکونت کے ارادے سے مقیم تھا بعد اس کے اس نے اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں اسی نیت سے سکونت اختیار کی تو اب یہ دوسرا مقام وطن اصلی ہوجائے گا اور پہلا مقام وطن نہ رہے گا یہاں تک کہ اگر ان دونوں مقاموں میں سفر کی مسافت ہو اور اس دوسرے مقام سے سفر کر کے پہلے مقام میں جائے تو مقیم نہ ہوگا۔ (درمختار وغیرہ)

وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں چند روز کی سکونت اختیار کرے بعد اس کے اپنے وطن اصلی میں جائے تو معاً وہاں پہنچتے ہی مقیم ہوجائے گا۔

وطن اقامت وطنِ اصلی میں جانے سے باطل ہوجاتا ہے یعنی جب وطن اقامت سے وطن اصلی میں پہنچ جائے گا تو مقیم ہوجائے گا پھر جب وہاں سے اس وطن اقامت میں جائے تو مقیم نہ ہوگا۔ ہاں پھر وہاں پہنچ کر اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلے تو دوبارہ وطن اقامت ہوجائے گا اور وطن اقامت وطن اقامت سے بھی باطل ہوجاتا ہے یعنی اگر کوئی شخص ایک مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت سے اقامت کرے بعد اس کے اس مقام کو چھوڑ دے اور بجائے اس کے دوسرے مقام میں اسی نیت کے ساتھ اقامت کرے تو وہ پہلا مقام وطن نہ رہے گا وہاں جانے سے مقیم نہ ہوگا۔

اگر کوئی مسافر کسی نماز کے وقت گو وہ اخیر وقت ہو جس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو پندرہ دن اقامت کی نیت کرلے تو وہ مقیم ہو جائے گا اور اگر ابھی تک اس وقت کی نماز نہ پڑھی ہو اور چار رکعت والی نماز ہو تو اسے قصر جائز نہیں اور اگر قصر کے ساتھ پڑھ چکا ہو تو پھر اعادہ کی حاجت نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرلے خواہ اول نماز میں یا درمیان میں یا اخیر میں مگر سجدۂ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہیے اس میں قصر جائز نہیں۔ ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہو تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا ہاں بعد اس نماز کے البتہ اس کو قصر جائز نہ ہوگا۔

مثال:۔ ا۔ کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا بعد اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ ۲۔ کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوا اور لاحق ہو گیا پھر جب اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا تو اس نے اقامت کی نیت کرلی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا اور نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے نماز پڑھنا ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

خوف کی نماز

جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو خواہ وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ جانور یا کوئی اژدہا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواریوں سے اترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہیے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں ہاں اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کرلیں اور اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں اس وقت نماز نہ پڑھیں (۱) اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھ لیں۔

(۱) نبیؐ اور ان کے اصحاب کو ایسی ہی مجبوری کی حالت میں چار وقت کی نماز احزاب کی لڑائی میں قضا ہوگئی تھی جس کو آپ نے بعد اطمینان کے ادا کیا ۱۲۔

اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ سکیں اگر چہ سب آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں ان کو جماعت نہ چھوڑنا چاہئے اس قاعدے (۱) سے نماز پڑھیں۔ تمام مسلمانوں کے دو حصے کر دیئے جائیں ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور دوسرا حصہ نماز شروع کر دے اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو جیسے ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء بشرطیکہ یہ لوگ مسافر نہ ہوں۔ اور قصر نہ کریں تو جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے لگے ورنہ ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جائے جیسے فجر۔ جمعہ۔ عیدین کی نماز یا ظہر۔ عصر عشاء کی نماز قصر کی حالت میں۔ اور دوسرا حصہ وہاں سے آکر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہئے پھر جب بقیہ نماز امام تمام کر چکے تو تنہا سلام پھیر دے اور یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور پہلے لوگ پھر یہاں آکر اپنی بقیہ نماز بے قرأت کے تمام کر لیں اس لئے کہ وہ لوگ لاحق ہیں پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ یہاں آکر اپنی نماز قرأت کے ساتھ تمام کرے اس لئے کہ وہ مسبوق ہیں۔ حالت نماز میں دشمن کے مقابلے میں جاتے وقت یا وہاں سے نماز تمام کرنے کے لئے آتے وقت پیادہ چلنا چاہئے اگر سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر کی اسی قدر اجازت دی گئی ہے جس کی سخت ضرورت ہو۔ اگر امام تین یا چار رکعت والی نماز میں پہلے حصے کے ساتھ ایک رکعت دوسرے کے ساتھ دو یا تین رکعت پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (شامی)

دوسرے حصے کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصے کا پھر یہاں آکر اپنی نماز تمام کرنا اس کے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آکر نماز تمام کرنا مستحب اور افضل ہے یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں

....

(۱) قاعدہ نماز پڑھنے کا خلاف قیاس ہے اس میں بہت عمل کثیر کرنا ہوتا ہے قبلے سے بھی انحراف ہوتا ہے مگر چونکہ احادیث میں و نیز قرآن مجید میں یہ طریقہ نماز خوف کا وارد ہو گیا ہے اس لئے مشروع رکھا گیا ہے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ طریقہ ناجائز ہے ان کے نزدیک یہ طریقہ صرف نبی ؐ کے زمانے کے ساتھ خاص تھا آپ ؐ کے بعد پھر اس طریقے سے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں رائے کو پسند کیا ہے مگر جس قدر دلائل بیان کئے ہیں وہ قابل تسکین نہیں ہیں ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس طریقہ نماز کو حضرت ؐ کے زمانے کے ساتھ خاص کیا ہے اور انہیں سے خطاب کر کے کہا ہے کہ جب تم کسی لشکر میں ہو اور نماز پڑھاؤ تو یہ طریقہ کرو کسی دوسرے کو اجازت نہیں دی مگر درحقیقت اس آیت سے خصوصیت نہیں ثابت ہو سکتی بہت سی آیتیں ایسی ہیں جن میں حضرت ؐ سے خطاب کیا گیا ہے اور مراد تعمیم ہے۔ واللہ اعلم ۱۲۔

تمام کر لے تب دشمن کے مقابلہ میں جائے جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے یہاں نہ آئے۔ (درمختار۔شامی وغیرہ)

یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اس وقت کے لئے ہے کہ جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں مثلاً کوئی بزرگ شخص ہو اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

اگر یہ خوف ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے اور جلد یہاں پہنچ جائے گا اور اس خیال سے ان لوگوں نے پہلے قاعدہ سے نماز پڑھی بعد اس کے یہ خیال غلط نکلا تو ان کو اس نماز کا اعادہ کر لینا چاہئے اس لئے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے وقت خلاف قیاس عمل کثیر کے ساتھ مشروع کی گئی ہے بے ضرورت شدید اس قدر عمل کثیر مفسد نماز ہے۔

اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مثلاً باغی لوگ بادشاہ اسلام پر چڑھائی کریں یا کسی دنیاوی غرض سے کوئی کسی سے لڑے تو ایسے لوگوں کے لئے اس قدر عمل کثیر معاف نہ ہوگا۔

نماز خلاف جہت قبلے کی طرف شروع کر چکے ہوں کہ اتنے میں دشمن بھاگ جائے تو ان کو چاہئے کہ فوراً قبلے کی طرف پھر جائیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔

اگر اطمینان سے قبلے کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آجائے تو فوراً ان کو دشمن کے طرف پھر جانا چاہئے اور اس وقت استقبال قبلہ شرط نہ رہے گا۔

اگر کوئی شخص دریا میں تیر رہا ہو اور نماز کا وقت تاخیر ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر تک اپنے ہاتھ پیر کو جنبش نہ دے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے۔

یہاں تک پنج وقتی نمازوں کا اور ان کے متعلقات کا ذکر تھا۔ اب چونکہ بحمد اللہ اس سے فراغت ملی لہذا نماز جمعہ کا بیان لکھا جاتا ہے اس لئے کہ نماز جمعہ بھی اعظم شعائر اسلام سے ہے اسی لئے عیدین کی نماز سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

نماز جمعہ کا بیان

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ کوئی عبادت پسند نہیں اور اسی واسطے کسی عبادت کی اس قدر سخت تاکید اور فضیلت شریعت صافیہ میں وارد نہیں ہوئی اور اسی وجہ سے پروردگار عالم نے اس عبادت کو اپنے ان غیر متناہی نعمتوں کے ادائے شکر کے لئے جن کا سلسلہ ابتدائی پیدائش سے آخر وقت تک بلکہ موت کے بعد اور قبل پیدائش کے بھی منقطع نہیں ہوتا ہر دن میں پانچ وقت مقرر فرمایا ہے اور جمعہ کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں فائض ہوئی ہیں حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام جو انسانی نسل کے لئے اصل اول ہیں اسی دن پیدا کئے گئے لہذا اس دن ایک خاص نماز کا حکم ہوا اور ہم اوپر جماعت کی حکمتیں اور فائدے بھی بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ جس قدر جماعت زیادہ ہو اسی قدر ان فوائد کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جن مختلف محلوں کے لوگ اس مقام کے باشندے ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں اور ہر پانچوں وقت یہ امر سخت تکلیف کا باعث ہوتا ان سب وجوہ سے شریعت نے ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر فرمایا جس میں مختلف محلوں اور گاؤں کے مسلمان آپس میں جمع ہو کر اس عبادت کو ادا کریں اور چونکہ جمعہ کا دن تمام دنوں میں افضل واشرف تھا لہذا یہ تخصیص اسی دن کے لئے کی گئی۔

اگلی امتوں کو بھی خدائے تعالیٰ نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا مگر انہوں نے اپنی بد نصیبی سے اس میں اختلاف کیا اور اس سرکشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہے اور یہ فضیلت بھی اسی امت کے حصے میں پڑی۔ یہودی نے سنیچر کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فراغت کی تھی۔ نصاریٰ نے اتوار کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائی آفرینش کا ہے چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دونوں دنوں میں بہت اہتمام کرتے ہیں اور تمام دنیا کے کام چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ نصرانی سلطنتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر میں تعطیل ہو جاتی ہے۔

نماز جمعہ کی فرضیت آنحضرت ﷺ کو مکہ ہی میں معلوم ہوگئی تھی مگر غلبہ کے سبب سے اس کے ادا کرنے کا موقع نہ ملتا تھا بعد ہجرت کے مدینہ منورہ میں تشریف لاتے ہی آپ ﷺ نے نماز جمعہ شروع کر دی آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اپنے اجتہاد صائب اور کشف صادق سے نماز جمعہ شروع کر دی تھی۔ (فتح الباری)

جمعہ کے فضائل

۱۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم پیدا کئے گئے اور اسی دن وہ جنت میں بھیجے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن ہوگا۔ (صحیح مسلم)

علماء میں اختلاف ہے کہ جمعہ کا دن افضل ہے یا عرفہ کا یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں سے بہتر ہے جس میں عرفہ بھی داخل ہے۔

۲۔ امام احمد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا شبِ جمعہ کا مرتبہ لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے اس لئے کہ اس شب میں نبی ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم طاہر میں جلوہ فروز ہوئے اور حضرت ﷺ کا تشریف لانا اس قدر خیر و برکت دنیا و آخرت کا سبب ہوا جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کر سکتا۔ (اشعۃ اللمعات۔ شرح فارسی۔ مشکوٰۃ)

۳۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہو۔ (صحیح بخاری۔ مسلم)

علماء مختلف ہیں کہ یہ ساعت جس کا ذکر حدیث میں گزرا کس وقت ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں چالیس قول نقل کئے ہیں مگر ان سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے ایک یہ کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز کے ختم ہونے تک ہے دوسرے یہ کہ وہ ساعت اخیر دن میں ہے اور اس دوسرے قول کو ایک جماعت کثیرہ نے اختیار کیا ہے۔ اور بہت احادیث صحیحہ اس کی موید ہیں شیخ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو ان کو خبر دے تا کہ وہ اس وقت ذکر اور دعا میں مشغول ہو جائیں۔ (اشعۃ اللمعات)

۴۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اسی دن صور (۱) پھونکا جائے گا اور اسی دن تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے صحابہؓ نے عرض کیا

---

(۱) بعض علماء کے نزدیک تین مرتبہ صور پھونکا جائے گا مگر اکثر علماء کے نزدیک دو مرتبہ ایک مرتبہ سب لوگ مر جائیں گے دوسری مرتبہ پھر زندہ ہو جائیں گے ۱۲۔

کہ یارسول اللہ ﷺ آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ کی ہڈیاں بھی نہ ہوں گی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا بدن حرام کردیا ہے۔(ابوداؤد)

۵۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان اس میں دعانہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پناہ دیتا ہے۔(ترمذی)

شاھد کا لفظ سورۂ بروج میں واقع ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کی قسم کھائی ہے۔

والسماء ذآت البروج والیوم الموعود وشاھد ومشھود

قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں اور قسم ہے یوم موعود (قیامت) کی اور قسم ہے شاہد (جمعہ) کی اور مشہود (عرفہ) کی ۱۲۔

۶۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے بزرگ ہے اور عیدالفطر اور عیدالضحیٰ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عظمت ہے۔(ابن ماجہ)

۷۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا شب جمعہ کو مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔(ترمذی)

۸۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ **آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم** کی تلاوت فرمائی ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ اگر ہم پر ایسی آیت اترتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری تھی جمعہ کے دن اور عرفے کا دن یعنی ہم کو بنانے کی کیا حاجت اس دن تو خود ہی دو عیدیں تھیں۔

۹۔ نبی ﷺ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتے تھے شب جمعہ کو فرماتے تھے کہ جمعہ کی رات سفید رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔(مشکوٰۃ)

۱۰۔ قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقین جنت کو جنت میں اور مستحقین دوزخ کو دوزخ میں بھیج دے گا اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے اگرچہ وہاں دن رات نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کو دن اور رات کی مقدار اور گھنٹوں کا شمار تعلیم فرمادے گا پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وقت ہوگا جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز کے لئے نکلتے تھے ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت مزید کے جنگل میں چلو وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول وعرض سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا وہاں مشک کے ڈھیر ہوں گے آسمان کے برابر بلند انبیاء علیہم السلام نور کے منبروں پر بٹھلائے جائیں

گے اور مومنین یاقوت کی کرسیوں پر، پس جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس سے وہ مشک جو وہاں ڈھیر ہوگا اڑے گا وہ ہوا اس مشک کو ان کے کپڑوں کے اندر لے جائے گی اور منہ میں اور بالوں میں لگائے گی وہ ہوا اس مشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں پھر حق تعالیٰ حاملان عرش کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لے جا کر رکھو پھر ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمائے گا کہ اے میرے بندو جو غیب پر ایمان لائے ہو حالانکہ مجھ کو دیکھا نہ تھا اور میرے پیغمبر ﷺ کی تصدیق کی اور میرے حکم کی اطاعت کی اب کچھ مجھ سے مانگو یہ دن مزید یعنی زیادہ انعام کرنے کا ہے سب لوگ ایک زبان کہیں گے کہ اے پروردگار ہم تجھ سے خوش ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اے اہل جنت اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا اور کچھ مانگو یہ دن مزید کا ہے تب سب لوگ متفق اللسان ہو کر عرض کریں گے کہ اے پروردگار ہم کو اپنی صورت زیبا دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پس حق سبحانہ پردے اٹھا دے گا اور ان لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور اپنے جمال جہان آراء سے ان لوگوں کو گھیر لے گا اگر اہل جنت کے لئے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ کبھی جلائے نہ جائیں تو بے شک وہ اس نور کی تاب نہ لاسکیں اور جل جائیں پھر ان سے فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے مقامات پر واپس جاؤ اور ان لوگوں کا حسن و جمال اس جمال حقیقی کے اثر سے دو گونا ہو گیا ہوگا یہ لوگ اپنی بی بیوں کے پاس آئیں گے نہ بی بیاں ان کو دیکھیں گی نہ یہ بی بیوں کو تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نور جو ان کو چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے ان کی بی بیاں کہیں گی کہ جاتے وقت جیسی صورت تمہاری تھی وہ اب نہیں یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں اس سبب سے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا اور ہم نے اس جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شرح سفر السعادۃ) دیکھئے جمعہ کا دن کتنی بڑی نعمت ملی۔

۱۱۔ ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن نہیں تیز کی جاتی۔ (احیاء العلوم)

۱۲۔ نبی ﷺ نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے پس اس دن غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک کو اس دن لازم کرلو۔ (ابن ماجہ)

جمعہ کے آداب

۱۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ سے کرے جیسا کہ نبی ﷺ کرتے تھے پنجشنبے کے دن بعد عصر کے استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کرر کھے اور خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لا کر رکھ لے تا کہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول ہونا نہ پڑے بزرگان سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے۔ حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کون دن ہے اور بعض بزرگ شب جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جا کے رہتے تھے۔ (احیاء العلوم)

۲۔ پھر جمعہ کے دن بعد نماز فجر کے غسل (۱) کرے سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کرے اگر کوئی شخص فجر کی نماز سے پہلے غسل کرے تو سنت ادا نہ ہوگی۔ اور مسواک کرنا بھی اس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔

۳۔ جمعہ کے دن بعد غسل کے عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے اور ناخون وغیرہ بھی کترائے۔

۴۔ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے جو شخص جتنے سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جو آتا ہے اس کو پھر اس کے بعد دوسرے کو اسی طرح درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ کی راہ میں اونٹ قربانی کرنے میں اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے میں پھر جیسے مرغ کی قربانی میں پھر جیسے اللہ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ

---

(۱) ہمارے امام صاحب کے نزدیک یہ غسل سنت مؤکدہ ہے اور بعض علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے مگر چونکہ بعض احادیث میں ترک غسل کی اجازت بھی آ گئی ہے اس لئے وہ تاکید وجوب کے حد تک نہ پہنچے گی۔ مگر بے ضرورت شدیدہ سنت مؤکدہ کو بھی ترک کرنا گناہ ہے اہل مدینہ جب کسی کو گالی دیتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ تو اس سے بھی زیادہ ناپاک ہے جو جمعہ کے دن غسل نہ کرے (احیاء العلوم) حضرت عثمانؓ ایک دن کسی وجہ سے غسل نہ کر سکے تو حضرت فاروقؓ نے خطبہ پڑھنے ہی کی حالت میں ان کو ٹوکا۔ رضی اللہ عنہما ۱۲۔

ف:۔ صحیح یہ ہے کہ یہ غسل نماز کے لئے سنت ہے جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض نہیں ان پر غسل بھی مسنون نہیں چاہے کریں چاہے نہ کریں۔ واللہ اعلم (بحر الرائق۔ شرح وقایہ وغیرہ)

دیا جائے پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے وہ دفتر بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)

اگلے زمانے میں صبح کے وقت اور بعد فجر کے راستے گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں تمام لوگ اتنے سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اژدہام ہوتا تھا جیسے عید کے دنوں میں پھر جب یہ طریقہ جاتا رہا تو لوگوں نے کہا کہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی یہ کہہ کر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کیوں نہیں شرم آتی مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یہود سنیچر کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانو اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبان دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید و فروخت کے لئے پہنچ جاتے ہیں پس طالبان دین کیوں پیش قدمی نہیں کرتے۔

درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانہ میں اس مبارک دن کی قدر بالکل گھٹا دی ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کون دن ہے اور اس کا کیا مرتبہ ہے افسوس وہ دن جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ تھا اور جس دن پر نبی ﷺ کو فخر تھا اور جو دن اگلی امتوں کو نصیب نہ ہوا تھا آج مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کی ایسی ذلت اور ناقدری ہو رہی ہے خدا کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے جس کا وبال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون.**

۵۔ نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں **سورۂ الم سجدہ اور ھل اتی علی الانسان** پڑھتے تھے لہذا انہیں سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سنت سمجھ کر پڑھا کرے کبھی ترک بھی کردے تا کہ لوگوں کو وجوب کا خیال نہ ہو۔

۶۔ جمعہ کی نماز میں نبی ﷺ **سورہ جمعہ اور سورہ منافقون یا سبح اسم ربک الاعلی اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ** پڑھتے تھے۔

۷۔ جمعہ کے دن خواہ نماز سے پہلے یا پیچھے سورۂ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو کوئی سورۂ کہف پڑھے اس کے لئے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا کہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا اور اس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہوجائیں گے۔ (شرح سفر السعادۃ)

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہ صغیرہ مراد ہیں اس لئے کہ کبیرہ بے توبہ کے نہیں

معاف ہوتے واللہ اعلم وھوا رحم الراحمین۔

۸۔ جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے اسی لئے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت کرو۔ اس کے علاوہ ہر عبادت کا ثواب جمعہ کے دن زیادہ ملتا ہے۔

نماز جمعہ کی فضیلت اور تاکید

نماز جمعہ فرض عین ہے قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اعظم شعائر اسلام سے ہے منکر اس کا کافر اور بے عذر اس کا تارک فاسق ہے۔

۱۔ قولہ تعالیٰ۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

جب نماز جمعہ کے لئے اذان کہی جائے تو تم لوگ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ ذکر سے مراد اس آیت میں نماز جمعہ اور اس کا خطبہ ہے دوڑنے سے مقصود نہایت اہتمام کے ساتھ جانا ہے۔

۲۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل اور طہارت بقدر امکان کرے بعد اس کے اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اس کے بعد نماز کے لئے چلے اور جب مسجد میں آئے تو کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے تو گذشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ اس شخص کے معاف ہو جائیں گے (صحیح بخاری)

۳۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرلے اور سویرے مسجد میں پیادہ پا جائے سوار ہو کر نہ جائے پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لغو فعل نہ کرے تو اس کو ہر قدم کے عوض میں ایک سال کامل کی عبادت کا ثواب ملے گا ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی نمازوں کا (ترمذی)

۴۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ نماز جمعہ کے ترک سے باز رہیں ورنہ خدائے تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا

پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

۵۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے سستی سے یعنی بے عذر ترک کر دیتا ہے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے۔ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔

۶۔ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز جمعہ کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہر مسلمان پر حق واجب ہے مگر چار پر (نہیں) (۱) غلام۔ (۲) عورت۔ (۳) لڑکا۔ (۴) بیمار۔ (ابوداؤد)

۷۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے تارکین جمعہ کے حق میں فرمایا کہ میرا مصمم ارادہ ہوا کہ کسی کو اپنی جگہ امام کروں اور خود ان لوگوں کے گھر کو جلا دوں جو نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے۔

اسی مضمون کی حدیث ترک جماعت کے حق میں وارد ہوئی ہے جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۸۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بے ضرورت جمعے کی نماز ترک کر دیتا ہے وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے ایسی کتاب میں کہ جو تغیر و تبدل سے بالکل محفوظ ہے (مشکوٰۃ) یعنی اس کے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا ہاں اگر توبہ کرے۔ یا ارحم الراحمین اپنی محض عنایت سے معاملہ فرمائے تو وہ دوسری بات ہے۔

۹۔ جابر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنا ضروری ہے مگر مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکا اور غلام پس اگر کوئی شخص لغو کام یا تجارت میں مشغول ہو جائے تو خداوند عالم بھی اس سے اعراض فرماتا ہے اور وہ بے نیاز اور محمود ہے (مشکوٰۃ) یعنی اس کو کسی کی عبادت کی پروا نہیں نہ اس کا کچھ فائدہ ہے اس کی ذات ہمہ صفت موصوف ہے کوئی اس کی حمد و ثنا کرے یا نہ کرے۔

۱۰۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے پے در پے کئی جمعے ترک کر دیئے پس اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ (اشعۃ اللمعات)۔

۱۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص مر گیا اور وہ جمعے اور جماعت میں شریک نہ ہوتا تھا اس کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ وہ دوزخ میں ہے

پھر وہ شخص ایک مہینے تک برابر ان سے یہی سوال کرتا رہا اور وہ یہی جواب دیتے رہے۔(احیاء العلوم)

ان احادیث سے سرسری نظر کے بعد بھی یہ نتیجہ بخوبی نکل سکتا ہے کہ نماز جمعے کی سخت تاکید شریعت میں ہے اور اس کے تارک پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ کیا اب بھی کوئی شخص بعد دعوت اسلام کے اس فرض کے ترک کرنے پر جرأت کر سکتا ہے۔

نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مقیم ہونا۔ مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۲۔ تندرست ہونا۔ مریض پر نماز جمعہ واجب نہیں۔ جو مرض جامع مسجد تک پیادہ جانے سے مانع ہو اسی مرض کا اعتبار ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا ہو کہ مسجد تک نہ جا سکے یا نابینا ہو یہ سب لوگ مریض سمجھے جائیں گے اور نماز جمعہ ان پر واجب نہ ہو گی۔

۳۔ آزاد ہونا۔ غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۴۔ مرد ہونا۔ عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۵۔ جماعت کے ترک کرنے کے جو عذر اوپر بیان ہو چکے ہیں ان سے خالی ہونا اگر ان عذروں میں سے کوئی عذر موجود ہو تو نماز جمعہ واجب نہ ہو گی۔

مثال:۔ ا۔ پانی بہت زور سے برستا ہو۔ ۲۔ کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو۔ ۳۔ مسجد جانے میں کسی دشمن کا خوف ہو۔

۶۔ اور نمازوں کے واجب ہونے کی جو شرطیں اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں وہ بھی اس میں معتبر ہیں یعنی عاقل ہونا بالغ ہونا مسلمان ہونا۔

یہ شرطیں جو بیان ہوئیں نماز جمعہ کے واجب ہونے کی تھیں۔ اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرطوں کے نماز جمعہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی یعنی ظہر کا فرض اس کے ذمے سے اتر جائے گا مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت نماز جمعہ پڑھے۔

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

مصر۔(۱) گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں۔ ہاں اگر کوئی گاؤں شہر سے اس قدر قریب ہو کہ وہاں سے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے اگر کوئی شخص آئے تو دن ہی دن میں اپنے گھر واپس جا سکے تو ایسا مقام بھی مصر کے حکم میں ہے اور وہاں کے لوگوں پر بھی نماز جمعہ فرض ہے۔(شرح سفر السعادۃ)

مصر(۲) فقہا کی اصطلاح میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں ایسے مسلمان جن پر نماز جمعہ واجب ہے اس قدر رہوں کہ اگر سب مل کر وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس مسجد میں ان سب کی گنجائش نہ ہو اس مسجد سے مراد جامع مسجد نہیں ہے بلکہ پنج وقتی نماز کی مسجد مراد ہے۔

جس مقام میں یہ تعریف صادق ہو وہ مصر ہے اور جہاں نہ صادق ہو وہ قریہ ہے۔

(خزانۃ المفتین۔ بحر الرائق۔ مختصر وقایہ وغیرہ)

---

(۱) یہ مذہب حنفیہ کا ہے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایسا مقام شرط ہے جہاں چالیس مرد آزاد مکلف رہتے ہوں امام مالک کے نزدیک وہ جگہ شرط ہے جہاں ملی ہوئی بستی اور مسجد اور بازار ہو خلاصہ یہ کہ باتفاق جمیع علمائے امت و اجماع مجتہدین ثلث آیت فرضیت جمعہ مکان کے بارے میں مطلق نہیں بلکہ ضرور کوئی نہ کوئی خاص مکان مراد ہے اور چونکہ حضرت علی مرتضیٰ سے منصف عبدالرزاق وغیرہ میں بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جمعہ اور تشریق صحیح نہیں مگر مصر جامع میں اس لئے حنفیہ نے مصر کی شرط کی۔ اور صحابہ سے منقول نہیں کہ انہوں نے کسی گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ پڑھی ہو۔(فتح القدیر) حضرت علی کی اس حدیث پر اگرچہ بعض محدثین نے جرح کی ہے مگر وہ قابل اعتبار نہیں بعض سندیں اس کی بالکل صحیح ہیں علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ جونوری نے کہا ہے کہ حدیث علیؓ کا ضعف متفق علیہ ہے پس شاید وہ مطلع نہیں ہوئے اس سند پر جس میں حجاج ہیں اور اس سند پر جس میں جریر منصور سے روای ہیں اس لئے کہ وہ سند صحیح ہے اگر یہ سندیں ان کو معلوم ہو جاتیں تو ایسا نہ کہتے۔ بعض لوگوں نے اس آیت کو مطلق قرار دیا ہے ان کے نزدیک ہر جگہ نماز جمعہ درست ہے گاؤں ہو یا شہر اور بخاری کی اس حدیث سے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلا جمعہ جو مسجد نبوی کے بعد قائم ہوا جوائی میں تھا جو ایک قریہ ہے۔ بحرین کا اس وجہ سے استدلال نہیں ہو سکتا کہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی آیا ہے خود قرآن مجید میں جا بجا استعمال واقع ہے سورۂ یوسف میں مصر جیسے شہر کو اور سورہ یسین میں انطاکیہ شہر کو قریہ لکھا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲۔

(۲) مصر کی تعریف میں فقہا کے اقوال مختلف ہیں بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جہاں حاکم اور قاضی رہتا ہو جو حدود شرعیہ جاری کرے۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جہاں دس ہزار آدمی رہتے ہوں۔ بعض نے یہ کہ جہاں ہر پیشے والا اپنے پیشے کو چلا سکے۔ بعض نے یہ کہ جہاں اس قدر لوگ رہتے ہوں کہ اگر کوئی دشمن ان سے مقابلہ کرے تو وہ اس کے دفاع پر قادر ہوں۔ بعض نے یہ کہ جہاں ہر روز کوئی نہ کوئی فوت پیدائش ہوتی ہو مگر اکثر فقہاء کے نزدیک مختار اور تمام متاخرین کا مفتیٰ بہ وہی قول ہے جو ہم نے لکھا ہے ۱۲ (بحر الرائق۔ خزانۃ المفتین فتاویٰ زاہدیہ)

۲۔دارالاسلام ہونا ۔دارالحرب میں نماز جمعہ درست نہیں۔دارالاسلام وہ مقام ہے جہاں کا بادشاہ مسلمان ہو یا وہاں احکام اسلام جاری ہوں اور کافروں کی طرف سے کوئی مزاحمت احکام شرعیہ میں نہ ہوتی ہو اور اہل اسلام وہاں بامن وآمان بلا اجازت کفار کے رہ سکتے ہوں جہاں جہاں یہ باتیں نہ ہوں وہ دارالحرب ہے۔

جو مقام کسی زمانے میں دارالاسلام تھا اس کے دارالحرب ہونے میں تین (۱) شرطیں ہیں۔
۱۔اس میں کفر کے احکام علانیہ جاری ہونے لگیں ۔۲۔دارالحرب سے متصل ہو اس کے اور دارالحرب کے درمیان میں کوئی دوسرا شہر نہ ہو ۔۳۔کوئی مسلمان اس میں بغیر امان کفار نہ رہ سکے۔(خزانۃ المفتیین)

۳۔بادشاہ۔(۲) اسلام یا اس کی طرف سے کسی شخص کا موجود ہونا۔ہاں جن مقامات میں کفار کا قبضہ ہو اور وہاں کے قاضی اور حاکم سب کافر ہوں۔وہاں یہ شرط نہیں مثلاً ہمارے زمانہ میں ہندوستان کا یہی حال ہے لہذا یہاں کے لئے یہ شرط نہیں مسلمان خود ہی جمع ہو کر نماز پڑھ لیں درست ہے۔(ردالمحتار)

۴۔ظہر کا (۳) وقت۔وقت ظہر سے پہلے اور اس کے بعد نماز جمعہ درست نہیں۔حتیٰ کہ اگر نماز جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت جاتا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اگر چہ قعدۂ اخیرہ بقدر تشہد کے ہو چکا ہو اور اسی وجہ سے نماز جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جاتی۔

---

(۱) ہندوستان کو بعض لوگ دارالحرب سمجھتے تھے حالانکہ دارالحرب کی تعریف اس پر کسی طرح صادق نہیں آتی مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کے فتاوی میں کئی فتوے اس مسئلے کی تحقیق وتفصیل میں موجود ہیں جس میں انہوں نے فقہاء کی عبارتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ جو شہر آج کل کفار کے قبضے میں ہیں وہ دارالاسلام ہیں اس لئے کہ وہاں احکام اسلام جاری ہیں اور کفار کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوتی واللہ اعلم ۱۲۔

(۲) یہ شرط اس مصلحت سے کی گئی ہے کہ نماز جمعہ ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور فتنہ فساد کا بھی خوف ہوتا ہے لہذا اگر کوئی شخص بادشاہ کی طرف سے موجود ہو گا تو اس کا انسداد کر سکے گا اور انتظام درست رہے گا اسی وجہ سے بعض فقہا نے لکھا ہے کہ بادشاہ کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں بعض محققین نے اس شرط کی مخالفت کی ہے کہ یہ شرط صرف احتیاطی عقلی ہے نہ یہ کہ بے اس کے شرعاً نماز صحیح ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فتح المنان میں ایسا ہی لکھا ہے بعض نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عثمان باغیوں کے خوف سے خانہ نشین تھے جمعہ کی نماز بے ان کے اجازت اور موجودگی کی پڑھی گئی اور اگر نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے بادشاہ کی اجازت وغیرہ شرط ہوتی تو وہ لوگ جو عالم تھے کیوں خلاف کرتے۔مگر یہ واقعہ دلیل نہیں ہو سکتا حالت عذر ومجبوری میں ہمارے فقہاء نے بھی اس شرط کو ساقط کر دیا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

(۳) بعض لوگوں نے جمعہ کی نماز زوال سے پہلے بھی جائز رکھی ہے حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں صاف صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز زوال کے بعد پڑھا کرتے تھے۔واللہ اعلم ۱۲۔

۵۔خطبہ یعنی لوگوں کی سامنے اللہ کا ذکر کرنا خواہ صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ دیا جائے اگر چہ صرف اسی قدر پر اکتفا کرنا بوجہ مخالفت سنّت کے مکروہ ہے۔(درمختار وغیرہ)

۶۔خطبے کا نماز سے پہلے ہونا۔اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۷۔خطبے کے وقت ظہر کے اندر ہونا وقت آنے سے پہلے اگر خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۸۔جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں کا شروع خطبہ سے نماز ختم ہونے تک موجود رہنا گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت اور مگر یہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کر سکیں اگر صرف عورت یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔(بحر الرائق۔بزازیہ۔ردالمحتار)

اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی نہ رہ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو پھر کچھ حرج نہیں۔(درمختار وغیرہ)

۹۔عام اجازت کے ساتھ علی الاعلان نماز جمعہ کا پڑھنا کسی خاص مقام میں چھپ کر نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں۔اگر کسی ایسے مقام میں نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا جامع مسجد کے دروازے بند کر لئے جائیں تو نماز نہ ہوگی۔

یہ شرائط جو بیان ہوئے نماز صحیح ہونے کے تھے اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے نماز جمعہ پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی یعنی ظہر کا فرض اس کی ذمہ سے نہ اترے گا نماز ظہر پھر اس کو پڑھنا ہوگی اور چونکہ یہ نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام سے پڑھنا مکروہ ہے لہذا ایسی حالت میں نماز جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔(ردالمحتار)

خطبے کے مسائل

جب سب لوگ جماعت میں آجائے تو امام کو چاہئے کہ منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اس کے سامنے کھڑے ہو کر اذان کہے اذان کے بعد فوراً امام کھڑے ہو کر خطبہ شروع کردے۔

خطبہ پڑھنے والے کا بالغ ہونا شرط نہیں اگر کوئی نابالغ لڑکا خطبہ پڑھ دے تب بھی جائز

ہے۔(درمختار وغیرہ)

خطبے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا فرض ہے اگر نہ کیا جائے تو وہ خطبہ معتبر نہ ہوگا اور نماز جمعہ کی شرط ادا نہ ہوگی۔ یا اگر صرف الحمد للہ یا سبحان اللہ کہہ لیا جائے مگر یہ نہ خطبہ کی نیت سے تب بھی خطبہ ادا نہ ہوگا۔

خطبہ میں بارہ چیزیں مسنون ہیں۔۱۔خطبہ پڑھنے کی حالت میں خطبہ پڑھنے والے کو کھڑا رہنا۔۲۔دو خطبے پڑھنا۔۳۔دونوں خطبے کے درمیان میں اتنی دیر تک بیٹھنا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔۴۔دونوں حدثوں سے طہارت کی حالت میں خطبہ پڑھنا۔۵۔خطبے پڑھنے کی حالت میں منہ لوگوں کی طرف رکھنا۔۶۔خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا۔۷۔خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔۸۔خطبے میں ان آٹھ قسم کے مضامین ہونا۔(۱) اللہ تعالیٰ کا شکر اور (۲) اس کی تعریف۔خداوند عالم کی وحدت اور نبی ﷺ کی رسالت کی شہادت۔(۴) نبی ﷺ پر درود۔(۵) وعظ و نصیحت۔(۶) قرآن مجید کی آیتوں یا کسی سورت کا پڑھنا۔(۷) دوسرے خطبے میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا۔(۸) دوسرے خطبے میں بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمانوں کے لئے دعا کرنا۔(۹) خطبے کو زیادہ طول نہ دینا۔ بلکہ نماز سے کم رکھنا۔(۱۰) خطبہ منبر پر پڑھنا اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا۔ ہاتھ کا ہاتھ پر رکھ لینا جیسا کہ بعض لوگوں کی ہمارے زمانے میں عادت ہے منقول نہیں۔(۱۱) دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا۔ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملا دینا جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض عوام کا دستور ہے خلاف سنت مؤکدہ اور مکروہ(۱) تحریمی ہے خطبہ سننے والوں کو قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔

---

(۱) باوجود صدہا بلاد عجم صحابہ کے زمانہ میں فتح ہو گئے تھے اور وہاں کے لوگ عربی سے بالکل واقف نہ تھے صحابہؓ نے ان کے لئے خطبہ ان کی زبان میں نہیں بدلا اور عربی زبان میں پڑھا گیا مصفیٰ شرح موطا میں ہے کہ جب ہم نے نبی ﷺ اور ان کے خلفا رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین وغیرہ کے خطبوں کو دیکھا تو اس میں چند چیزیں معلوم ہوئیں اللہ تعالیٰ کی حمد اور وحدت اور رسالت کی شہادت نبی ﷺ پر درود مسلمانوں کو تقوے کی نصیحت قرآن مجید کے کسی آیت کی تلاوت مسلمانوں کے لئے دعا اور خطبے کا عربی ہونا بسبب التزام مسلمانوں کے مشرق سے مغرب تک اس عربی خطبے پر باوجودیکہ اکثر ملکوں میں حاضرین عجمی ہوتے تھے فقط اور ہمارے فقہا جو لکھتے ہیں کہ خطبہ فارسی زبان میں جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کی شرط ادا ہو جائے گی نہ یہ کہ بالکل خالی از کراہت ہے زیادہ تفصیل اس مسئلے کی مولانا شیخ عبدالحی لکھنوی کے رسالہ احکام النفائس میں موجود ہے۔ واللہ اعلم ۱۲۔

دوسرے خطبے میں نبی ﷺ کے آل واصحاب وازواج مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہم کے لئے دعا کرنا مستحب ہے بادشاہ وقت کے لئے بھی دعا کرنا جائز ہے مگر اس کی ایسی تعریف کرنا جو غلط ہو مکروہ تحریمی ہے۔ (بحر الرائق۔ درمختار وغیرہ)

جب امام خطبے کے لئے اٹھ کھڑا ہو اس وقت سے کوئی نماز پڑھنا یا آپس میں بات چیت کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں قضا نماز کا پڑھنا اس وقت بھی جائز بلکہ واجب ہے پھر جب تک امام خطبہ ختم نہ کردے یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کو اس کا سننا واجب ہے خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور اور کوئی ایسا فعل کرنا جو سننے میں مخل ہو مکروہ تحریمی ہے اور کھانا پینا بات چیت کرنا چلنا پھرنا سلام یا سلام کا جواب یا تسبیح پڑھنا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا جیسا کہ حالت نماز میں ممنوع ہے ویسا ہی اس وقت بھی ممنوع ہے ہاں خطیب کو جائز ہے۔ (۱) کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتادے۔ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور خطبہ شروع ہو جائے تو جماعت حاصل کرنے کے طریقہ پر عمل کرے۔ (خزانۃ المفتین)

دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنے کی حالت میں امام کو یا مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا (۲) مانگنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں بے ہاتھ اٹھائے ہوئے اگر دل میں دعا مانگی جائے تو جائز ہے لیکن نبی ﷺ اور ان کے اصحاب سے منقول نہیں۔

رمضان کے اخیر جمعہ کے خطبے میں وداع وفراق رمضان کے مضامین پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن نبی ﷺ اور ان کے اصحابؓ سے منقول نہیں نہ کتب فقہ میں کہیں اس کا پتہ ہے لہذا اس پر مداومت کرنا جس سے عوام کو اس کے سنت ہونے کا خیال پیدا ہونہ چاہئے۔

ہمارے زمانہ میں اس خطبے پر ایسا التزام ہو رہا ہے کہ اگر کوئی نہ پڑھے تو وہ مورد طعن ہوتا ہے اور اس خطبے کے سننے میں اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے۔ (ردع الاخوان)

خطبے کا کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

---

(۱) مگر یہ ضروری ہے کہ اگر کچھ کہے تو عربی زبان میں کہے کسی اور زبان میں کہے گا تو مکروہ ہوگا ۱۲۔

(۲) بعض لوگ اس زمانے میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس کو مسنون سمجھتے ہیں۔ ہاں چونکہ بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں دعا مقبول ہوتی ہے اسی وقت اس لئے اگر آہستہ اپنے دل میں دعا مانگ لے تو کچھ مضائقہ نہیں ہاتھ اٹھا کر نہ چاہئے احادیث میں صاف صریح موجود ہے کہ حضرت ﷺ اس وقت کچھ کام نہ کرتے تھے نہ دعا نہ غیر دعا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ نے شرح سفر السعادۃ وغیرہ میں اس مسئلے کو صاف لکھ دیا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲۔

نبی ﷺ کا اسم مبارک اگر خطبے میں آئے تو مقتدیوں کو اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔

نبی ﷺ کا خطبہ جمعہ کے دن

ہم نبی ﷺ کا خطبہ اس غرض سے نقل نہیں کرتے کہ لوگ اسی خطبے پر التزام کریں بلکہ روش اور طریقہ معلوم کرنے کے لئے ہاں کبھی کبھی بغرض تبرک واتباع اس کے مقدس الفاظ بھی خطبے میں شامل کر لئے جایا کریں تو مناسب ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہر مرتبہ نیا خطبہ پڑھا جائے اور لوگوں کو جن مسائل کی زیادہ ضرورت ہو خطبے میں بیان کئے جائیں۔

نبی ﷺ کا خطبہ من اولہ الیٰ آخرہ ابھی تک کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گزرا ہاں کچھ ٹکڑے خطبے کے لوگوں نے نقل کئے ہیں۔

عادت شریف یہ تھی کہ جب سب لوگ جمع ہو جاتے اس وقت آپ ﷺ تشریف لاتے اور حاضرین کو سلام کرتے اور حضرت بلالؓ اذان کہتے جب اذان ختم ہو جاتی آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور معاً خطبہ شروع فرما دیتے جب تک منبر نہ بنا تھا لاٹھی یا کمان سے ہاتھ کو سہارا دے لیتے تھے اور کبھی کبھی اس لکڑی کے ستون سے جو محراب کے پاس تھا جہاں آپ خطبہ پڑھتے تکیہ لگا لیتے تھے بعد منبر بن (۱) جانے کے پھر کسی لاٹھی وغیرہ سے سہارا دینا منقول نہیں۔

دو خطبے پڑھتے اور دونوں کے درمیان میں کچھ تھوڑی دیر بیٹھ جاتے اور اس وقت کچھ کلام

---

(۱) بقول صحیح ۸ھ ہجری میں منبر بنایا گیا منبر بنانے کا قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں ایک انصاریہ تھیں جن کا غلام نجار تھا۔ ان کے پاس حضرت ﷺ کا ارشاد پہنچا کہ بہتر ہوتا کہ اگر تم اپنے غلام سے میرے لئے ایک منبر بنوا دیتیں حسب الارشاد انہوں نے ایک منبر گز کی لکڑی سے جس میں تین سیڑھیاں تھیں بنوا کر مسجد شریف میں بھیج دیا جس مقام پر اب منبر شریف ہے وہیں وہ مقدس منبر رکھ دیا گیا جب نبی ﷺ اس منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے وہ ستون جس سے پہلے آپ تکیہ لگا لیتے تھے حضرت کے فراق صحبت سے فریاد صحبت کرنے لگا اور ایسی آواز سے رویا کہ جیسے اونٹنی بولتی ہے بخاری کی روایت میں ہے کہ جیسے روتا ہوا لڑکا چپ کیا جائے تمام صحابہ اس کے حال سے رونے لگے حضرت منبر سے اتر پڑے اور اس ستون کو اپنی سینہ سے لگا لیا یہاں تک کہ اس کا رونا موقوف ہو گیا یہ روایت بہت صحیح اور مشہور ہے بعض نے لکھا ہے کہ متواتر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس مقدس منبر کو اپنے زمانہ خلافت میں شام لے جانا چاہا مگر جیسے ہی وہ منبر اپنی جگہ سے اٹھایا گیا آفتاب میں سخت گرہن پڑھ گیا کہ ستارے نظر آنے لگے اس حال کو دیکھ کر وہ اپنے ارادے سے باز رہے ۶۵۴ھ ہجری میں جب مسجد شریف میں آگ لگی تھی وہ منبر جل گیا ۱۲ (شرح سفر السعادۃ)

نہ کرتے نہ دعا مانگتے جب دوسرے خطبے سے آپ ﷺ کو فراغت ہوتی حضرت بلالؓ اقامت کہتے اور آپ نماز شروع فرماتے خطبہ پڑھتے وقت حضرت ﷺ کی آواز بلند ہوجاتی تھی اور مبارک آنکھیں سرخ ہوجاتی تھیں مسلم میں ہے کہ خطبہ پڑھتے وقت حضرت ﷺ کی ایسی حالت ہوتی تھی جیسے کوئی شخص کسی دشمن کے لشکر سے جو عنقریب آنا چاہتا ہو اپنے لوگوں کو خبر دیتا ہو۔ اکثر خطبے میں فرمایا کرتے تھے کہ۔

بعثت انا والساعة كهاتين .

میں اور قیامت اس طرح ساتھ بھیجا گیا ہوں جیسے یہ دو انگلیاں ۱۲۔
اور بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا دیتے تھے اور بعد اس کے فرماتے تھے۔

اما بعد فان خير الحديث كتاب الله و خير الهدى هدي محمد وشر الامور محد ثاتها و كل بدعة ضلالة انا اولىٰ بكل مومن من نفسه من ترك مالا فلا هله ومن ترك دينا او ضيا عاً فعلى .

لیکن بعد حمد وصلوٰۃ کے پس سب کلاموں سے بہتر خدا کا کلام ہے اور سب طریقوں سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور سب چیزوں سے بری نئی باتیں ہیں ہر بدعت دوزخ میں ہے میں ہر مومن کا اس کی جان سے بھی زیادہ دوست ہوں جو شخص کچھ مال چھوڑے تو اس کے اعزا کا ہے اور اگر کچھ قرض چھوڑے یا کچھ اہل وعیال تو وہ میرے ذمے ہیں ۱۲۔
کبھی یہ خطبہ پڑھتے تھے۔

ياايهاالناس توبوا قبل ان تموتوا وبادروا بالاعمال الصالحة وصلوا الذى بينكم وبين ربكم بكثرة ذكركم له وكثرة الصدقة بالسرو العلانية توجروا ونحمدوا نرزقوا واعلمواان الله قد فرض عليكم الجمعة مكتوبةً فى مقامى هذا فى شهرى هذا فى عامى هذا الى يوم القيمة من وجداليه سبيلا فمن تركها فى حياتى اوبعدى جحوداً بها اواستخفافاً بها وله امام جابرا و عادل فلا جمع الله شمله ولا بارك له فى امره الا ولا صلوٰة له الا ولا صوم له الا ولا زكوٰة له الا ولا حج له الا ولا بر له حتى يتوبَ فان تاب الله الا ولا تؤمن امرأة رجلاً الا ولا تؤمن اعرابى مهاجراً اَلا لا يؤمن فاجر مومناً الا ان يقرء ہ سلطان يخافه سيفه سوطه.

اے لوگوں توبہ کرو موت آنے سے پہلے اور جلدی کرو نیک کام کرنے میں اور پورا کرو اس عہد کو جو تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے اس کے ذکر کی کثرت اور صدقہ دینے سے ظاہر اور باطن میں اس کا ثواب پاؤ گے اور جان لو کہ اللہ نے تمہارے اوپر جمعہ کی نماز فرض کی ہے میرے اس مقام میں اسی شہر میں اسی سال میں قیامت تک بشرط امکان جو شخص اس کو ترک کرے میری زندگی میں یا میرے بعد اس کی فرضیت کا انکار کرکے یا سہل انکاری سے بشرطیکہ اس کا کوئی بادشاہ ہو ظالم یا عادل تو اللہ اس کی پریشانیوں کو نہ دور کرے۔ نہ اس کے کسی کام میں برکت دے۔ سنو جی نہ اسکی نماز قبول ہوگی نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج نہ کوئی نیکی یہاں تک کہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ سنو جی نہ امامت کرے کوئی عورت کسی مرد کی نہ کوئی اعرابی یعنی جاہل کسی مہاجر یعنی عالم کی نہ کوئی فاسق کسی صالح کی الا یہ کہ کوئی بادشاہ جبراً ایسا کرائے جس کی صورت کوڑے کے خوف ہو۔۱۲ (ابن ماجہ)

کبھی بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ خطبہ پڑھتے۔(۱)

الحمد للہ نحمدہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ' واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً بین یدی الساعۃ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد واھتدی ومن یعصھما فانہ لا یضرا لا نفسہ ولا یضر اللہ شیئاً

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور نفسوں کی شرارت اور اعمال کی برائی سے پناہ مانگتے ہیں جس کو اللہ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور پیغمبر ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے سچی باتوں کی بشارت اور ان سے ڈرانے کے لئے قیامت کے قریب بھیجا ہے جو کوئی اللہ اور رسول کی تابعداری کرے گا وہ ہدایت پائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہیں۔ (ابوداؤد وغیرہ)

اس کا ذکر اس مقام میں صرف عادۃً فرمایا ہے ورنہ جمعہ کی نماز تو مکے ہی میں فرض ہو چکی تھی

---

(۱) اسی خطبہ کی نسبت صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کا دوسرا خطبہ تھا۱۲۔

اعرابی چونکہ اکثر جاہل اور مہاجر عالم تھے اس لئے اعرابی سے جاہل اور مہاجر عالم مراد لیا گیا۔

حضرت ﷺ سورۂ ''ق'' خطبے میں اکثر پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ میں نے سورۂ ''ق'' حضرت ﷺ ہی سے سن سن کر یاد کی ہے جب آپ منبر پر اس کو پڑھا کرتے تھے۔(مسلم) اور کبھی سورۂ العصر اور کبھی۔

لایستوی اصحاب النار واصحاب الجنة اصحاب الجنة هم الفائزون.

دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہوسکتے جنت والے اپنی مرادوں کو پہنچیں گے ۱۲۔

اور کبھی۔

ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک قال انکم ماکثون.

دوزخ والے کہیں گے کہ اے مالک (داروغہ دوزخ) اب تیرا رب اس عذاب کو ختم کر دے وہ کہے گا تم ہمیشہ یہیں رہو گے ۱۲۔ (بحر الرائق)

نماز کے مسائل

بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز بھی پڑھائے اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔(درمختار وغیرہ)

اگر کوئی دوسرا شخص امام بنایا جائے تو وہ ایسا شخص ہو جس نے خطبہ سنا ہو اگر کوئی شخص ایسا امام بنا دیا جائے جس نے خطبہ نہیں سنا تو نماز نہ ہوگی اور اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنالے تب بھی جائز نہیں۔ ہاں بعد نماز شروع کر دینے کے اگر امام کو حدث ہو جائے اور اس وقت کسی کو امام بنائے تو اس میں یہ شرط نہیں جس نے خطبہ نہیں سنا اس کا امام بنانا بھی درست ہے۔ خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے۔ خطبے اور نماز کے درمیان میں کوئی دنیاوی کام کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اسکے بعد خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے ہاں کوئی دینی کام ہو مثلاً کسی کو شرعی مسئلہ بتائے یا وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا بعد خطبے کے معلوم ہو کہ اس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کچھ کراہت نہیں نہ اور خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے۔(درمختار۔ خزانۃ المفتین)

نماز جمعہ اس نیت سے پڑھی جائے۔

میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت فرض نماز جمعہ پڑھوں۔

بہتر یہ ہے(۱) کہ جمعہ کی نماز ایک مقام میں ایک ہی مسجد میں سب لوگ جمع ہو کر پڑھیں اگر چہ ایک مقام کی متعدد مسجدوں میں بھی نماز جمعہ جائز ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کوئی مسبوق قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدۂ سہو کے بعد آ کر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائے گی۔ (۲) اور اس کو جمعہ کی نماز تمام کرنی چاہیے یعنی دو رکعت پڑھنے سے ظہر کی نماز اس کے ذمہ سے اتر جائے گی۔ (بحر الرائق۔ درمختار وغیرہ)

جب کسی مقام میں جمعہ کے صحیح ہونے کی کسی شرط میں شک پڑ جائے مثلاً مصر ہونے یا جیسا بعض (۳) علماء کے نزدیک نماز جمعہ ایک مقام کی ایک ہی مسجد میں ہونا چاہیے تو ایسی حالت میں وہاں کے لوگوں کو بہتر یہ ہے کہ بعد جمعہ کے فرض اور سنت پڑھ چکنے کے چار رکعت بہ نیت ظہر احتیاطاً پڑھ لیا کریں اور اس کی نیت یوں کریں نویت ان اصلی اٰخر ظهر ادرکت وقته ولم اصله بعد ...... میں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ آخری ظہر جس کا وقت مجھے ملا اور اب تک اس کو میں نے نہیں پڑھا ادا کروں اور اس کی نماز چاروں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس نماز کو کچھ ضروری نہ سمجھے اور نہ یہ خیال کرے کہ جمعہ کی نماز نہیں ہوئی۔ کسی زمانہ میں اس نماز نے جاہلوں کو اس خیال میں ڈال دیا تھا کہ جمعہ کی نماز فرض ہی نہیں اسی سبب سے صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ فتویٰ دیا کہ یہ نماز نہ پڑھی جائے تا کہ جاہلوں کا اعتقاد نہ خراب ہونے پائے۔

---

(۱) بعض علماء کے نزدیک جمعہ کی نماز ایک مقام کی متعدد مساجد میں جائز نہیں مگر یہ قول مختار اور مفتی بہ نہیں ہے ۱۲۔ (بحر الرائق)

(۲) امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک اگر دوسری رکعت کا اکثر حصہ مل جائے تو شرکت صحیح ہوگی اور اس کی جمعہ کی نماز تمام کرنا ہوگی ورنہ اسے امام کے سلام کے بعد ظہر کی نماز تمام کرنا چاہیے مثلاً ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہو تو بعد امام کے سلام کے تین رکعت اور پڑھے مگر فتویٰ اس قول پر نہیں نہ اس کی کوئی قوی دلیل ہے۔ (بحر الرائق)

(۳) جب شہروں میں دو جمعے ہونے لگے تو وہاں کے علماء نے احتیاطاً چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھنے کا حکم لوگوں کو دے دیا۔ (قنیہ)

عیدین کی نماز کا بیان (۱)

شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الضحیٰ۔ یہ دونوں اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں ان دونوں میں دو۲ دو۲ رکعت نماز بطور شکر یہ پڑھنا واجب ہے۔

جمعہ کی نماز کے صحت و وجوب کے جو شرائط اوپر ذکر ہو چکے ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں۔ سوا خطبے کے۔ جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے عیدین کی نماز میں شرط نہیں جمعہ کا خطبہ فرض ہے عیدین کا خطبہ سنت ہے مگر عیدین کے خطبے کا سننا بھی مثل جمعہ کے خطبے کے واجب ہے جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا ضروری ہے اور عیدین کا نماز کے بعد مسنون ہے۔

عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں۔ ۱۔ اپنی آرائش کرنا۔ ۲۔ غسل کرنا۔ ۳۔ مسواک کرنا۔ ۴۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔ ۵۔ خوشبو لگانا۔ ۶۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۷۔ عیدگاہ (۲) میں بہت سویرے جانا۔ ۸۔ قبل عیدگاہ جانے کے صدقۂ فطر دے دینا۔ ۹۔ قبل عیدگاہ جانے کے کوئی شیریں (۳) چیز مثل چھوہارے وغیرہ کے کھانا۔ ۱۰۔ نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔ ۱۱۔ پیادہ (۴) پا جانا اور ۱۲۔ راستے میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

---

(۱) عید الفطر کی نماز ۱ ہجری میں شروع ہوئی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ نے دو دن سال بھر میں مقرر کر لئے تھے کہ جن میں خوشی کیا کرتے تھے جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر وہاں تشریف لائے تو پوچھا یہ دن کیسے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اسلام سے پہلے ان دنوں میں خوشی کیا کرتے تھے تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے عوض میں اس سے بہتر دوسرے دو دن دیئے ہیں عید الفطر کا دن اور عید الاضحیٰ کا دن ۱۲۔ (بحر الرائق)

(۲) صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جو دستور چھوہارے اور دودھ کو ملا کر کھانے کا ہے اس کی کوئی اصل نہیں مقصود یہ کہ اس کو مسنون نہ سمجھنا چاہئے علی ہذا ہمارے زمانے میں ہندوستان میں سویاں اور دودھ کھانے کی رسم ہے یہ بھی محض بے اصل اور رواجی امر ہے اس کو بھی مسنون نہ سمجھنا چاہئے ۱۲۔ (درمختار وغیرہ)

(۳) ہمارے زمانہ میں اکثر لوگ عید کی نماز شہر کی مسجدوں میں پڑھ لیتے ہیں عیدگاہ نہیں جاتے حالانکہ عیدگاہ جانا سنت مؤکدہ ہے نبی ﷺ اپنی مقدس مسجد کو باوجود بے انتہا شرف و فضیلت کے عیدین کے دن چھوڑ دیتے تھے اور نماز پڑھنے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے۔ ۱۲۔

(۴) سوار ہو کر واپس آنے کی اجازت ہے ۱۲ (درمختار وغیرہ)

عیدالفطر کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ یہ نیت کرے **نویت ان اصلی رکعتی الواجب صلوٰۃ عید الفطر مع ست تکبیرات واجبۃ** میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت واجب نماز عید کی چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھوں یہ نیت کر کے ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ مثل تکبیر تحریمہ کے دونوں کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور بعد تکبیر کے ہاتھ لٹکا دے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر تک توقف کرے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائے بلکہ باندھ لے اور اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت (۱) پڑھ کر حسب دستور رکوع سجدے کر کے کھڑا ہو اور اس دوسری رکعت میں پہلے سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھ لے اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے (۲) بلکہ لٹکائے رکھے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے ۔(مجالس الابرار)

بعد نماز کے دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں اتنی دیر تک بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے خطبہ میں۔

بعد نماز عیدین کے یا بعد خطبے کے دعا مانگنا نبی ﷺ اور ان کے اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں اور اگر ان حضرات نے کبھی دعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی۔ لہذا بغرض اتباع دعا نہ مانگنا دعا مانگنے سے بہتر ہے۔

عیدین کے خطبے میں پہلے تکبیر سے ابتداء کرے پہلے خطبہ میں نو مرتبہ اللہ اکبر کہے دوسرے میں سات مرتبہ۔ (بحر الرائق وغیرہ)

عیدالاضحیٰ کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے اور اس میں بھی وہی سب چیزیں مسنون ہیں جو عیدالفطر میں فرق اس قدر ہے کہ عیدالاضحیٰ کی نیت میں بجائے عیدالفطر کے عیدالاضحیٰ کا لفظ داخل کرے۔ اور عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی شریں چیز کھانا مسنون ہے یہاں نہیں

---

(۱) عیدین کی نماز میں بھی مثل جمعہ کے نماز کے سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون یا سبح اسم اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ نبی ﷺ سے منقول ہے ۱۲۔

(۲) علامہ لکھنوی مولانا شیخ عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ میں اس تکبیر کے بعد ہاتھ باندھنے اور نہ باندھنے میں متردد تھا اور اپنے زمانہ کے علماء سے اس کا سوال بھی کیا مگر کسی نے منافی جواب نہ دیا یہاں تک کہ میں مجالس الابرار کی اس عبارت پر مطلع ہوا اللہ تعالیٰ کا میں نے بہت شکر کیا کہ اس میں صاف تصریح سے نہ باندھنے کا حکم موجود ہے ۱۲

(۳) مولانا شیخ عبدالحی رحمۃ اللہ اور مولوی محمد نعیم صاحب مرحوم نے بھی اپنے فتویٰ میں ایسا ہی لکھا ہے ۱۲۔

عیدالفطر میں راستہ چلتے وقت آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور یہاں بلند آواز سے عیدالفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ کی سویرے اذان و اقامت نہ یہاں ہے نہ وہاں جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے نماز سے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ ہاں بعد نماز کے گھر میں آ کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور قبل نماز کے یہ بھی مکروہ ہے۔ (بحرالرائق)

عورتیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھیں ان کو قبل نماز عید کے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

عیدالفطر کے خطبے میں صدقہ فطر کے احکام اور عیدالضحیٰ کے خطبے میں قربانی کے مسائل اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کرنا چاہئے۔

تکبیر تشریق یعنی ہر فرض عین نماز کے بعد ایک مرتبہ **اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد** ۔ کہنا واجب بشرطیکہ وہ فرض جماعت سے پڑھا گیا ہو اور وہ مقام مصر ہو۔ (۱) یہ تکبیر عورت اور مسافر پر واجب نہیں ہاں اگر یہ لوگ کسی ایسے شخص کے مقتدی ہوں جس پر تکبیر واجب ہے تو ان پر بھی تکبیر واجب ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

یہ تکبیر عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہئے یہ سب تیئیس نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔ (۲)

اس تکبیر کا بلند آواز سے کہنا واجب ہے ہاں عورتیں آہستہ آواز سے کہیں۔ (ردالمحتار)

نماز کے بعد فوراً تکبیر کہنا چاہئے۔ اگر کوئی عمل منافی نماز کے عمداً کرے مثلاً قہقہہ سے ہنسے یا بات کر دے عمداً یا سہواً یا مسجد سے چلا جائے تو پھر ان چیزوں کے بعد تکبیر نہ چاہئے اگر کسی کا وضو نماز کے بعد فوراً ٹوٹ جائے تو بہتر یہ ہے کہ اسی حالت میں فوراً تکبیر کہہ لے وضو کرنے نہ جائے اور اگر وضو کر کے کہے تب بھی جائز ہے۔ (بحرالرائق)

---

(۱) یہ مذہب امام صاحب کا ہے صاحبین کے نزدیک یہ کوئی شرط نہیں عورت اور مسافر اور منفرد پر اور قریہ میں بھی یہ تکبیر واجب ہے صاحب بحرالرائق نے سراج وہاج وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ بھی تکبیر کہہ لیا کریں ۱۲۔

(۲) یہ مذہب صاحبین کا ہے اور حضرت فاروق و مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے امام صاحب کے نزدیک عرفے کی فجر سے عید کی عصر تک کل آٹھ نمازوں کے بعد تکبیر واجب ہے اور یہی مذہب ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا چونکہ بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے اس لئے امام صاحب نے ابن مسعود کے مذہب کو اختیار کیا لیکن عبادات میں اکثر کا اختیار کرنا بہتر ہے اور اصول میں مقرر ہے کہ جب کوئی چیز بدعت اور وجوب میں دائر ہو تو اس کا کرنا اختیار کیا جائے اس لئے فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا گیا اور اسی پر عمل ہے۔ واللہ اعلم ۱۲۔

اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔ (درمختار۔ بحرالرائق وغیرہ) (۱)

عید (۲) الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہہ لینا واجب ہے۔ (بحرالرائق۔ ردالمختار)

عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد مساجد میں جائز ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ جماعت اس میں شرط ہے اسی طرح اگر کوئی شریک نماز ہوا ہو اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا نہ اس پر اسکی قضا واجب ہے ہاں اگر کچھ لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھ سکتا ہے۔

اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جا سکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور عید الاضحیٰ کی تیرھویں تاریخ تک پڑھی جا سکتی ہے اور یہ نماز قضا سمجھی جائے گی۔

عید الاضحیٰ کی نماز میں بے عذر بھی تیرھویں تاریخ تک تاخیر کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے اور عید الفطر میں بے عذر بالکل جائز نہیں۔ (بحرالرائق۔ درمختار وغیرہ)

عذر کی مثال:۔ ۱۔ کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو۔ ۲۔ پانی برس رہا ہو۔ ۳۔ چاند کی تاریخ محقق نہ ہو اور بعد زوال کے جب وقت جاتا رہے محقق ہو جائے۔ ۴۔ ابر کے دن نماز پڑھی گئی ہو اور بعد ابر کھل جانے کے معلوم ہو کہ بے وقت نماز پڑھی گئی۔ (ردالمختار)

اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آکر شریک ہوا ہو کہ امام تکبیروں سے فراغت کر چکا ہو تو قیام میں آکر شریک ہوا ہو تو فوراً بعد نیت باندھنے کے تکبیر کہہ لے اگرچہ امام قرأت شروع

---

(۱) قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفے کے دن مغرب کی نماز پڑھائی اور تکبیر تشریق کہنے کو بھول گیا تو امام ابوحنیفہ نے جو پیچھے نماز میں شریک تھے تکبیر کہہ دی۔ صاحب بحرالرائق یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک تو یہی مسئلہ یعنی اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدی کہہ دیں۔ دوسرے یہ کہ تعظیم استاد کی یہی ہے کہ اس کی اطاعت کرے دیکھو امام ابو یوسف امام صاحب کے حکم سے امام بن گئے یہ نہ خیال کیا کہ مجھے اپنے استاد کے ہوتے نماز نہ پڑھانا چاہئے۔ تیسرے یہ کہ استاد کو چاہئے کہ جب اپنے کسی شاگرد کو لائق دیکھے تو لوگوں کے سامنے اس کی عظمت کرے تاکہ لوگ بھی اس کو بزرگ سمجھیں اور اس سے فائدے اٹھائیں۔ چوتھے یہ کہ شاگرد کو چاہئے کہ اپنے استاد کا مرتبہ نہ بھول جائے دیکھو امام ابو یوسف استاد کی ہیبت سے تکبیر بھول گئے حالانکہ کئی وقت اس تکبیر کو کہتے رہے ہو چکے تھے ۱۲۔

(۲) ہمارے فقہا لکھتے ہیں کہ عید کی نماز کے بعد تکبیر کہنا تمام سلف سے منقول ہے اس لئے ضرور کہہ لینا چاہئے۔ صاحب ردالمختار لکھتے ہیں کہ بحرالرائق کی عبارت سے اس کا وجوب معلوم ہوتا ہے ۱۲۔

کرچکا ہو اور اگر رکوع میں آکر شریک ہوا ہو تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں کے فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے بعد اس کے رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہے مگر حالت رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر قبل اسکے کہ پوری تکبیریں کہہ چکے امام رکوع سے سر اٹھالے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس سے معاف ہیں۔ (ردالمحتار)

اگر کسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں چلی جائے تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأت کرلے بعد تکبیر کہے اگرچہ قاعدہ کے موافق پہلے تکبیر کہنا چاہئے تھا لیکن چونکہ اس طریقہ سے دونوں رکعتوں کی قرأت میں تکبیر فاصل ہو جاتی ہے اور یہ کسی کا مذہب نہیں ہے اس لئے اس کے خلاف حکم دیا گیا۔ (ردالمحتار)

اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہئے کہ حالت رکوع میں تکبیر کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی فاسد نہ ہوگی۔

کعبۂ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

جیسا کہ کعبہ شریف کے باہر اس کی محاذات پر نماز پڑھنا درست ہے ویسا ہی کعبہ مکرمہ کے اندر بھی نماز پڑھنا درست ہے۔ استقبال قبلہ ہو جائے گا خواہ جس طرف پڑھے اس وجہ سے کہ وہاں چاروں طرف قبلہ ہے جس طرف منہ کیا جائے کعبہ ہی کعبہ ہے۔ مگر وہاں جب ایک طرف منہ کر کے نماز شروع کی جائے تو پھر حالت نماز میں دوسری طرف پھر جانا جائز نہیں۔ اور جس طرح نفل نماز جائز ہے اسی طرح فرض نماز بھی۔ (۱) (ردالمحتار)

کعبہ شریف کی چھت پر کھڑے ہو کر اگر نماز پڑھی جائے تو وہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ جس مقام پر کعبہ ہے وہ زمین اور اس کی محاذی جو حصہ ہوا کا آسمان تک ہے سب قبلہ ہے۔ قبلہ کچھ کعبہ

---

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ میں کعبہ کے اندر نفل نماز پڑھی ہے مگر چونکہ نفل اور فرض دونوں استقبال کعبہ کی شرط برابر ہیں اس لئے فرض بھی جائز ہے۔ امام مالک کے نزدیک فرض نماز جائز نہیں اس لئے کہ پورے قبلہ کا استقبال اس صورت میں نہیں ہوتا امام شافعی اس معاملہ میں ہمارے موافق ہیں صاحب شرح وقایہ نے جوان کا اختلاف نقل کیا ہے یہ صحیح نہیں ان کے مذہب کی کتابوں میں ہمارے موافق لکھا ہے صاحب نہایہ لکھتے ہیں کہ یہ لفظ صاحب شرح وقایہ کے قلم سے سہواً نکل گیا۔ واللہ اعلم ۱۲۔

کی دیواروں پر منحصر نہیں اسی لئے اگر کوئی شخص کسی بلند پہاڑ پر کھڑے ہوکر نماز پڑھے جہاں کعبہ کی دیواروں سے بالکل محاذات نہ ہو تو اس کی نماز بالاتفاق درست ہے لیکن چونکہ اس میں کعبہ کی بے تعظیمی ہے اور اس سے نبی ﷺ نے منع بھی فرمایا ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہوگی۔

کعبہ کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو اس لئے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے۔ ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے بڑھ کر نہ کھڑے ہوں۔ اگر مقتدی کا منہ امام کے منہ کے سامنے ہو تب بھی درست ہے اسلئے اس صورت میں وہ مقتدی امام سے آگے نہ سمجھا جائے گا آگے جب ہوتا کہ جب دونوں کا منہ ایک ہی طرف ہوتا مگر ہاں اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی اس لئے کہ کسی آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی چیز بیچ میں حائل کر لی جائے تو یہ کراہت نہ رہے گی۔ (درمختار وغیرہ)

اگر امام کعبہ کے اندر اور مقتدی کعبہ سے باہر حلقہ باندھے ہوئے ہوں تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر صرف امام کعبہ کے اندر ہوگا اور کوئی مقتدی اس کے ساتھ نہ ہوگا تو نماز مکروہ ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں امام کا مقام بقدر ایک قد کے مقتدیوں سے اونچا ہوگا۔ (ردالمحتار)

اگر مقتدی اندر ہوں اور امام باہر تب بھی نماز درست ہے بشرطیکہ مقتدی امام سے آگے نہ ہوں۔ (ردالمحتار)

خداوند عالم کی توفیق سے ان نمازوں کا بیان تمام ہو چکا جن میں قرآن مجید کی قرأت فرض ہے لہذا اب ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے ساتھ ہی کچھ حالات قرآن مجید کے اور اس کی تلاوت وغیرہ کے احکام بھی لکھ دیں اور اسی لئے ہم نے سجدۂ تلاوت کا بیان ابھی تک نہیں کیا اگرچہ ہمارے فقہاء کی عادت ہے کہ سجدۂ سہو کے بعد سجدۂ تلاوت کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ اگر خدا نے چاہا تو یہ تذکرہ بھی نہایت دلچسپ اور مفید ہوگا جس کی تفصیل سے اکثر فقہ کی کتابیں خالی ہیں اس بحث میں سب سے پہلے ہم یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کیا چیز ہے اور وہ ہم تک کیسے پہنچا اس کے بعد اس کے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت اور ثواب بیان کریں گے اس کے بعد جو مسائل اس سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ذکر کریں گے۔ واللہ حسبی ونعم الوکیل.

قرآن مجید کے نزول اور جمع وترتیب کے حالات

جانتے ہو قرآن مجید کیا چیز ہے ایک مقدس کتاب ہے جو نبی آخر الزمان بہترین پیغمبران محمد عربی ﷺ پر نازل ہوئی یہ مالک عرش وکرسی کا کلام ہے جو اس نے اپنے ایک برگزیدہ پیغمبر اور مقرب بندے سے کیا اسلام کی بنا اسی پاک آسمانی فرمان پر ہے جس نے اطاعت کی وہ حلقہ اسلام میں داخل ہوا جس نے ذرا بھی سرکشی کی وہ اس پاکیزہ جماعت سے خارج ہو گیا اللہ جل شانہ کے باغیوں میں شامل ہوا جب نبی ﷺ کا سن شریف چالیس برس کا ہوا اس وقت آپ ﷺ کو خلعت نبوت عطا ہوا اور تاج رسالت آپ کے سر پر رکھا گیا اسی زمانہ سے نزول قرآن کی ابتدا ہوئی۔ وقتاً فوقتاً بحسب حاجت وضرورت تھوڑا تھوڑا تئیس برس تک نازل ہوتا رہا۔ اگلی کتابوں کی طرح پورا ایک (۱) ہی مرتبہ نازل نہیں ہو گیا۔

صحیح یہ ہے کہ بعد آپ ﷺ کی نبوت کے رمضان کی شب قدر میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے اس آسمان پر جسے ہم دیکھ رہے ہیں حسب حکم رب العزت نازل ہو گیا۔ اور بعد اس کے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جس وقت جس قدر حکم ہوا انہوں نے اس قدر کلام کو بعینہ بے کم وکاست بے تغیر وتبدیل نبی ﷺ تک پہنچا دیا کبھی دو آیتیں کبھی ایک آیت سے بھی کم کبھی دس دس آیتیں کبھی کبھی پوری پوری سورتیں اسی کو شریعت میں وحی کہتے ہیں علماء نے وحی کے متعدد طریقے احادیث سے استخراج کئے ہیں۔ ۱۔ فرشتہ وحی لے کر آئے اور ایک آواز مثل گھنٹی کے معلوم ہو یہ کیفیت متعدد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور یہ قسم وحی کی تمام اقسام میں سخت تھی بہت تکلیف نبی ﷺ کو ہوتی تھی حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کبھی ایسی وحی آتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اب جان نکل جائے گی۔ ۲۔ فرشتہ دل میں کوئی بات ڈال دے۔ ۳۔ فرشتہ آدمی کی صورت میں آ کر ہمکلام ہو۔ یہ قسم بہت آسان تھی اس میں تکلیف نہ ہوتی تھی۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ بیداری میں نبی ﷺ سے کلام فرمائے جیسا کہ شب معراج میں۔ ۵۔ حق تعالیٰ حالت خواب میں کلام فرمائے یہ قسم بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

---

(۱) مثلاً حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور یہ سب کتابیں پوری ایک ہی دفعہ نازل ہو گئیں اور بالا تفاق یہ سب کتابیں رمضان ہی کے مہینے میں اتریں۔ (اتقان) ۱۲۔

۶۔ فرشتہ حالت خواب میں آکر کلام کرے۔ مگر اخیر دو قسموں کی وحی سے قرآن مجید خالی ہے۔ تمام قرآن مجید حالت بیداری میں نازل ہوا۔ اگرچہ بعض علماء نے سورۂ کوثر کو اخیر قسم میں قرار دیا ہے مگر محققین نے اس کو رد کر دیا ہے اور ان کے شبہ کا کافی جواب دے دیا ہے۔ (اتقان)

قرآن مجید کے بدفعات نازل ہونے میں یہ بھی حکمت تھی کہ اس میں بعض آیتیں وہ تھیں جن کا کسی وقت منسوخ کر دینا خدائے تعالیٰ کو منظور تھا۔ قرآن مجید میں تین قسم کے منسوخات ہوئے بعض وہ جن کا حکم بھی منسوخ اور تلاوت بھی منسوخ۔

مثال:۔ (۱) سورۂ لم یکن میں "لو کان لا بن ادم واد یا من مال لا حب ان یکون الیہ الثانی ولو کان لہ الثانی لا حب ان یکون الیھما الثالث ولا یملأ جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب" بھی تھا۔ (۲) دعائے قنوت بھی قرآن مجید کی دو سورتیں تھیں۔ بعض وہ ہیں جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی مگر حکم باقی ہے جیسے آیت رجم، کہ حکم اس کا باقی ہے مگر تلاوت اس کی نہیں ہوتی یہ دونوں قسمیں قرآن مجید سے نکال دی گئیں اور ان کا لکھنا بھی قرآن مجید میں جائز نہیں بعض وہ ہیں جن کی تلاوت باقی ہے مگر حکم منسوخ ہوگیا ہے یہ قسم قرآن مجید میں داخل ہے اور اس کی بہت مثالیں ہیں بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں ان کو جمع کیا ہے فن تفسیر میں اس سے بہت بحث ہوتی ہے مگر یہ مقام ان کی تفصیل کا نہیں (تفسیر اتقان)

جب شافع قیامت پناہ امت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے رفیق اعلیٰ جل مجدہ کے جوار رحمت میں سکونت اختیار فرمائی اور نزول وحی موقوف ہوگیا قرآن مجید کسی کتاب میں جیسا کہ آج کل ہے جمع نہ تھا متفرق چیزوں پر سورتیں اور آیتیں لکھی ہوئی تھیں اور وہ مختلف لوگوں کے پاس تھیں۔ اکثر صحابہ کو پورا قرآن مجید زبانی یاد تھا سب سے پہلے قرآن مجید کے یک جا کرنے کا خیال حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں پیدا ہوا اور حق تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے اپنے اس سچے وعدے کو پورا کیا جو اپنے پیغمبر سے کیا تھا یعنی یہ کہ قرآن مجید کے ہم حافظ ہیں اس کا جمع کرنا اور حفاظت کرنا ہمارے ذمے ہے۔ یہ زمانہ حضرت امیر المومنین صدیق اکبرؓ کی خلافت راشدہ کا تھا۔ حضرت فاروقؓ نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ حافظ قرآن شہید ہوتے جاتے ہیں اور بہت سے جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے مجھے خوف ہے کہ اگر یہی حال رہے گا تو بہت بڑا حصہ قرآن مجید کا ہاتھ سے جاتا رہے گا لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اس طرف

توجہ فرمائیے اور قرآن مجید کے جمع کرنے کا اہتمام کیجئے۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ جو کام نبی ﷺ نے نہیں کیا اس کو تم کیسے کر سکتے ہو حضرت فاروقؓ نے عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ بہت اچھا کام ہے پھر وقتاً فوقتاً حضرت فاروق اس کی تحریک کرتے رہے حتی کہ حضرت صدیقؓ کے دل مبارک میں بھی یہ بات جم گئی انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور یہ سب قصہ بیان کر کے فرمایا کہ قرآن مجید کے جمع کرنے کے لئے میں نے آپ کو منتخب کیا ہے آپ کاتب وحی تھے اور جوان صالح ہیں انہوں نے بھی وہی عذر کیا کہ جو کام نبی ﷺ نے نہیں کیا اس کو آپ لوگ کیسے کر سکتے ہیں؟ بالآخر وہ بھی راضی ہو گئے اور انہوں نے بہت اہتمام بلیغ سے قرآن مجید کو جمع کرنا شروع کیا۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے منتخب کرنے کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ ہر سال رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نبی ﷺ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے(۱) اور سال وفات میں دو مرتبہ قرآن مجید کا دور ہوا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس اخیر دورے میں شریک تھے اور اس اخیر دورے کے بعد پھر کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ جس قدر قرآن اس دورے میں پڑھا گیا وہ سب باقی رہا لہذا ان کو منسوخ التلاوۃ آیتوں کا خوب علم تھا۔(شرح السنۃ)

جب قرآن مجید صحابہؓ کے اہتمام بلیغ سے جمع ہو چکا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کی نظر ثانی کی اور جہاں کہیں کتابت میں غلطی ہو گئی تھی اس کی تصحیح فرمائی سالہا سال اس فکر میں رہے اور اکثر اوقات صحابہؓ سے مناظرہ بھی کیا کبھی صحت اسی مکتوب کی ظاہر ہوتی تھی کبھی اس کے خلاف پس فوراً اس کو صحیح کر دیتے تھے پھر جب یہ سب مدارج طے ہو چکے حضرت فاروقؓ نے اس کے پڑھنے پڑھانے کا سخت اہتمام کیا حفاظ صحابہ کو دور دراز ملکوں میں قرآن وفقہ کی تعلیم کے لئے بھیجا جس کا سلسلہ ہم تک پہنچا۔

حق یہ ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا احسان اس بارے میں تمام امت محمدیہ ﷺ پر ہے انہی کی بدولت آج ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور ہم اس کی تلاوت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اس احسان کی مکافات کس سے ہو سکتی ہے اے اللہ اپنے رضوان کی خلعتیں ان کی زیب بدن فرما اور تاج کرامت وخلعت ان کے مقدس سر پر رکھ۔ آمین۔

---

(۱) حدیث میں معارضے کا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ کبھی آپ ان کو سناتے تھے کبھی وہ آپ کو۱۲ فتح الباری۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس احسان کو اور بھی کامل کر دیا اپنے زمانہ خلافت میں انہوں نے اس مصحف شریف کی سات نقلیں کرا کر ممالک بعیدہ میں بھیج دیں اور اختلاف قرأت کی وجہ سے جو فسادات برپا ہو رہے تھے اور ایک دوسرے کی قرأت خلاف حق اور باطل سمجھتا تھا ان سب جھگڑوں سے دین اسلام کو پاک کر دیا۔ صرف ایک قرأت پر سب کو متفق کر دیا بحمد اللہ تعالیٰ جیسی مضبوط کتاب اہل اسلام کے پاس ہے کوئی مذہب دنیا میں اس کی مثال نہیں لا سکتا انجیل و توریت کی حالت ناگفتہ بہ ان میں وہ تحریف و تبدیل ہوئی کہ الا مان۔ قرآن مجید کی نسبت مخالفوں کو بھی اقرار ہے کہ ہاں یہ وہی کتاب ہے جس کی نسبت محمد ﷺ نے کلام خدا ہونے کا دعویٰ فرمایا تھا اس میں کسی قسم کی کمی زیادتی ان کے بعد نہیں ہوئی۔ **والحمد للہ علیٰ ذلک**۔

قرآن مجید میں آیتوں اور سورتوں کی ترتیب جو اس زمانہ میں ہے یہ بھی صحابہؓ نے دی ہے مگر نہ اپنی رائے اور قیاس سے بلکہ نبی ﷺ جس ترتیب سے پڑھتے تھے او جو ترتیب اس عہد مبارک میں تھی اس کے ذرا بھی خلاف نہیں کیا صرف دو سورتوں کی ترتیب البتہ صحابہؓ نے اپنے قیاس سے دی ہے براۃ اور انفال تو یہ بھی یقیناً خلاف لوح محفوظ نہ ہوگی جس کا قادر قوی حافظ ہو اس میں ترتیب بھی خلاف مرضی نہیں ہو سکتی۔

بعض اور صحابہ نے بھی مثل ابن مسعودؓ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے قرآن مجید کو جمع کیا تھا کسی کی ترتیب نزول کے موافق تھی کسی کی اور کسی طرح جا بجا منسوخ التلاوۃ آیتیں بھی ان میں کسی غرض سے مندرج تھیں کہیں کہیں تفسیری الفاظ بھی ان میں لکھے ہوئے تھے ان سب مصاحف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لے لیا ورنہ آگے چل کر ان کی وجہ سے سخت اختلاف پڑتا۔ علاوہ اس کے یہ متفقہ قوت جو اس مصحف کی جمع کرنے میں تھی ان مصاحف میں کہاں وہ صرف ایک ہی شخص کی محنت کا نتیجہ تھے اس سبب سے اور بھی خرابیاں ان میں ہوں گی۔

صحابہ کے زمانہ میں قرآن مجید میں سورتوں کے نام پاروں کے نشانات وغیرہ کچھ نہ تھے بلکہ حرفوں پر نقطے بھی نہ دیئے تھے بلکہ بعض صحابہؓ اس کو برا سمجھتے تھے وہ چاہتے تھے کہ مصحف میں سوا قرآن کی اور کوئی چیز نہ لکھی جائے عبد الملک کے زمانہ میں ابو الاسود یا امام حسن بصری نے اس میں نقطے بنائے اور ان کے بعد پھر خمس اور عشر لکھے گئے اور سورتوں اور پاروں کے نام بھی لکھ دیئے گئے علماء ان سب چیزوں کے جواز پر متفق ہیں اس لئے کہ یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کے قرآن ہونے کا شبہ ہو اور منع ان چیزوں کا لکھنا ہے جن کے قرآن ہونے کا شبہ پڑے۔

قرآن مجید کے فضائل اور اس کی تلاوت وغیرہ کا ثواب

قرآن مجید کی عظمت اور بزرگی اور اس کی فضیلت اور رفعت کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ وہ خداوند عالم خالق لوح وقلم کا کلام ہے تمام عیوب ونقائص سے بری اور پاک ہے فصاحت و بلاغت اس کی تمام عرب نے مان لی بڑے بڑے فصاحت وبلاغت کے مدعی اس کے مثل دو تین فقرے بھی صدہا برس کی کوششوں میں نہ بنا سکے بر سر مجمع اعلان بھی دیا گیا جوش دلانے والے خطاب سے کہا گیا کہ اگر تم اس کو کلام خدا ہونے میں شک کرتے ہو اور اس کو کلام بشر سمجھتے ہو تو تم اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل کوئی عبارت بنالاؤ اور تمام اعوان وانصار کو جمع کرو ہرگز نہ بنا سکو گے ہرگز نہ بنا سکو گے قوم جن نے جب اس کلام معجز نظام کو سنا بے ساختہ کہہ اٹھے کہ۔ انا سمعنا القران عجباً یھدی الی الرشد.

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو نیکی کی طرف ہدایت کرتا ہے،ہم اس پر ایمان لائے اور اپنے پروردگار کا کسی کو شریک ہرگز نہ سمجھیں گے۔ خود اللہ جل شانہٗ اس مقدس کلام کی تعریف فرماتا ہے پھر ہم لوگوں کی زبان وقلم میں کیا طاقت ہے کہ اس کے اوصاف وفضائل کا ایک شمہ بھی بیان کرسکیں۔

اس کے تلاوت اور پڑھنے پڑھانے کا ثواب محتاج بیان نہیں تمام علمائے امت متفق ہیں کہ کوئی ذکر تلاوت قرآن مجید سے زیادہ ثواب نہیں رکھتا احادیث اس باب میں بیش از بیش ہیں نمونے کے لئے تبرکاً چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی قرآن مجید کے پڑھنے میں مشغول ہو اور دعا یا کسی دوسرے ذکر کی اس کو فرصت نہ ملے میں اس کو دعا مانگنے والوں سے بھی زیادہ دوں گا اور کلام اللہ کی بزرگی تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے خدا کی بزرگی تمام مخلوق پر۔ (سنن دارمی)

۲۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے تمام آسمانوں اور زمینوں اور ان چیزوں سے جو اس میں ہیں۔ (سنن دارمی)

۳۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر قرآن مجید کسی کھال میں ہو تو وہ کھال آگ میں نہیں جل سکتی۔ (دارمی) کھال سے مراد قلب مومن ہے کہ اگر اس میں قرآن مجید ہو تو عذاب دوزخ سے محفوظ رہے۔

۴۔ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو قیامت میں خوف نہ ہوگا نہ ان سے حساب لیا جائے گا اور ان تین میں سے قرآن مجید پڑھنے والے کو آپ نے بیان فرمایا۔ (دارمی)

۵۔ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگوں میں بھی ایک آدمی ہوں قریب ہے کہ میرے پروردگار کی طرف سے کوئی مجھ کو بلانے آئے اور میں چلا جاوں میں تم میں دوگراں قیمت اور بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک خدا کی مقدس کتاب اس میں ہدایت اور نور ہے پس تم لوگ اللہ کی کتاب کو مضبوط پکڑ لو اور اس پر عمل کرو۔ (راوی کہتا ہے کہ پھر آپ نے لوگوں کو اس پر بہت رغبت دلائی) دوسرے میرے اہل بیت ہیں تم کو خدا کا خوف یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کی رعایت حقوق میں۔ (دارمی)

۶۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت ملائکہ اور رحمت کا نزول ہوتا ہے صحیح بخاری میں اسید بن حضیرؓ سے مروی ہے کہ ایک رات کو وہ سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے اور ان کا گھوڑا قریب ہی بندھا ہوا تھا وہ بھڑ کنے لگا وہ چپ ہو گئے گھوڑے کو بھی سکون ہو گیا پھر انہوں نے پڑھنا شروع کیا پھر اس کی وہی حالت ہوئی تب انہوں نے تلاوت موقوف کر دی اس خیال سے کہ ان کے صاحبزادے یحیٰ قریب ہی تھے کہیں گھوڑا زیادہ بھڑ کے اور وہ کچل نہ جائیں صبح کو یہ واقعہ حضرت رسالت مآب میں عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن حضیر پڑھے جاؤ تب انہوں نے اپنا وہ خوف عذر میں پیش کیا اور کہا کہ بعد تلاوت ختم کرنے کے میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک ٹکڑا ابر کا تھا جس میں چراغ روشن تھے یہاں تک کہ وہ میری نظر سے غائب ہو گیا حضرت ﷺ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا چیز تھی انہوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ فرشتے تھے تمہاری قرأت کے سب سے نزدیک آ گئے تھے اگر تم پڑھے جاتے تو وہ فرشتے تمہارے پاس آ جاتے اور صبح کو سب لوگ ان کو دیکھتے۔ اسی قسم کا واقعہ کئی صحابہ کو قرأت قرآن مجید کے وقت پیش آیا جو صحیح احادیث میں مروی ہے کئی قصے تو صحیح بخاری میں ہیں۔

۷۔ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ حسد کی اجازت نہیں مگر دو شخصوں پر ایک وہ جو قرآن مجید پڑھتا ہو اور وہ اس کی تلاوت میں راتوں کو مشغول رہتا ہو دوسرے وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو دن رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہو۔ (صحیح۔ بخاری)

اس حدیث میں حسد سے مراد غبطہ ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ کسی شخص کی نعمت کے زائل ہو جانے کی خواہش کرنا حسد ہے اور اس نعمت کا اپنے لئے خواہش کرنا بغیر اس کے کہ دوسرے شخص

سے زائل ہو غبطہ ہے غبطہ مطلقاً جائز ہے حسد مطلقاً ناجائز اس حدیث میں غبطے کی اجازت صرف انہیں دونوں چیزوں میں منحصر کرنا مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی نعمت ان دو نعمتوں سے بڑھ کر نہیں جس کے حاصل ہونے کی خواہش کی جائے۔

۸۔ ابو صالح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں کی قیامت میں سفارش کرے گا پس اس کو لباس کرامت پہنایا جائے گا پھر قرآن مجید کہے گا کہ اے اللہ اور زیادہ اس کے اوپر انعام فرما تب اس کو تاج کرامت پہنایا جائے گا پھر کہے گا اے اللہ اور زیادہ دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا مندی کی گراں بہا خلعت اس شخص کو عطا فرمائے گا۔ (سنن دارمی)

۹۔ جو شخص اچھی طرح قرآن مجید پڑھے اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے دس ۱۰ عزیزوں کے حق میں جو مستحق دوزخ ہوں گے اس کی سفارش قبول فرمائے گا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

۱۰۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید پڑھنے سے ہر حرف کے عوض میں دس نیکیاں ملتی ہیں میں نہیں کہتا کہ آلم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے۔ میم ایک حرف ہے۔ (سنن دارمی) مقصود یہ ہے کہ صرف الم کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ اللہ اکبر۔

۱۱۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم سب میں بہتر وہ شخص ہے جس نے قرآن مجید کو پڑھا اور پڑھایا یہ حدیث ابو عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ سے سن کر قرآن مجید پڑھانا شروع کیا حضرت عثمانؓ کے وقت خلافت سے حجاج کے زمانہ تک پڑھاتے رہے اور فرماتے تھے کہ اسی حدیث نے مجھے اس جگہ بٹھلا دیا ہے) کہ قرآن پڑھانے میں مشغول ہوں۔ (صحیح بخاری۔ سنن دارمی)

۱۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو شخص اپنے لڑکے کو قرآن مجید تعلیم کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو قیامت میں ایک تاج جنت کا پہنائے گا۔ (طبرانی)

۱۳۔ معاذ ابن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص اچھی طرح قرآن مجید پڑھے اور اس پر عمل کرے قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بدرجہا بہتر ہوگی پھر کیا کہنا اس شخص کا جس نے پڑھا اور عمل کیا۔ (ابوداؤد)

۱۴۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ یہ قرآن اللہ کا نعمت خانہ ہے اس سے لو جس قدر لے سکو میرے نزدیک اس گھر سے زیادہ کوئی بے برکت مقام نہیں جس گھر میں خدا کی کتاب نہ

ہو اور بے شک وہ دل جس میں کچھ بھی قرآن نہ ہو ایک ویران گھر ہے جس میں کوئی رہنے والا نہیں۔(دارمی)

۱۵۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید یاد کر کے بھول جائے وہ قیامت کے دن جذامی ہوگا۔(صحیح بخاری) معاذ اللہ۔

۱۶۔ خالد بن سعدان رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جو شخص قرآن مجید پڑھے اس کو اکہرا ثواب ملے گا اور جو اس کو سنے اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔(دارمی)

اسی حدیث سے علمائے نے اخذ کیا ہے کہ قرآن مجید کے سننے میں پڑھنے سے بھی زیادہ ثواب ہے۔(کبیری)

نبی ﷺ کو بھی بہت مرغوب تھا کہ کوئی دوسرا شخص قرآن مجید پڑھے اور آپ سنیں۔ ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہوا کہ تم پڑھ کر مجھ کو سناؤ انہوں نے کہا کہ میں آپ ﷺ کو سناؤں آپ ﷺ ہی پر نازل ہوا ہے ارشاد ہوا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے سے سنوں عبداللہ بن مسعودؓ نے سورۂ نساء پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بک علی هو لاء شهیداً.

کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت کے لئے ان میں سے ایک گواہ نکالیں گے اور ان لوگوں پر تم کو گواہ بنائیں گے یہ ذکر قیامت کا ہے کہ اس دن خدائے غفور رحیم ہر امت پر ان کے پیغمبر کو گواہ بنائے گا اور ہم لوگوں پر حضرت محمد ﷺ کو۔

حضرت ﷺ نے فرمایا بس بس۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلعم کی چشم مبارک سے آنسو بہہ رہے تھے۔(۱) (صحیح بخاری۔ سنن دارمی)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کبھی ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے کہ اے ابو موسیٰ ہم کو اپنے پروردگار کی یاد دلاؤ وہ قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیتے۔(دامی)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بہت خوش آواز تھے قرآن مجید بہت اچھا پڑھتے نبی ﷺ نے ان کے پڑھنے کی بہت تعریف فرمائی ہے۔

---

(۱) حضرتؐ شاید اس سبب سے روئے کہ اس آیت میں آپؐ کے گواہ بنانے کا ذکر ہے اور آپؐ کو اپنی امت کے تمام اچھے اور برے حالات بیان کرنے پڑیں گے اور امت کی برائی آپ کو ناگوار ہے علاوہ اس کے آپ کی عادت بھی تھی کہ قرآن مجید پڑھتے اکثر رویا کرتے تھے۱۲۔

اسی طرح قرآن کی خاص خاص سورتوں کے فضائل بھی صحیح احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں مثلاً چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں سورہ فاتحہ کی نسبت احادیث میں وارد ہوا ہے کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم یہی ہے۔(۱)(صحیح بخاری) ایسی سورت کسی نبی پر نہیں نازل ہوئی۔(مستدرک حاکم)

سورۂ بقرہ کے حق میں آیا ہے کہ جس گھر میں پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے (ترمذی) اس کو پڑھو برکت ہوگی ورنہ حسرت ہوگی (مسلم) دو تروتازہ چیزوں کو پڑھا کرو۔ بقرہ اور آل عمران۔ یہ دونوں قیامت میں اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کریں گی اور مالک روز جزا سے جھگڑ کر اس کو بخشائیں گی۔ آیت الکرسی تمام آیات قرآن کی بزرگ اور سردار ہے (مسلم) اخیر سورۂ بقر کی دو آیتیں جس گھر میں پڑھی جائیں تین دن تک شیطان اس گھر کے قریب نہیں جاتا۔(ترمذی)

سورۂ انعام جب اتری تو حضرت ﷺ نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس قدر فرشتے اس کے ساتھ تھے کہ آسمان کے تارے بھر گئے۔(مستدرک حاکم)

سورۂ کہف جمعہ کے دن جو شخص پڑھے اس کے لئے ایک نور ہوگا دوسرے جمعہ تک (مستدرک) اس کے لئے نور ہوگا قیامت کے دن۔(حصن حصین)

سورۂ یٰسین قرآن مجید کا دل ہے جو کوئی اس کو خدا کے لئے پڑھے وہ بخش دیا جائے گا اس کو اپنے مردوں پر پڑھو۔(مستدرک حاکم)

سورۂ فتح مجھ کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔(صحیح بخاری)

سورۂ تبارک الذی نے ایک شخص کی سفارش کی یہاں تک کہ بخش دیا گیا۔(صحاح ستہ) یہ اپنے پڑھنے والے کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہے یہاں تک کہ وہ بخش دیا جائے گا۔(صحیح ابن حبان)

میں چاہتا ہوں کہ یہ سورت ہر مومن کے دل میں رہے (مستدرک حاکم) یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچاتی ہے جو اس کو رات کو پڑھ لے اس نے بہت نیکی کی اور اچھا کام کیا۔(مستدرک)

---

(۱) قرآن مجید میں حضرت ؐ سے خطاب ہے کہ ہم نے تم کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عنایت فرمایا ہے اسی کو آپ ؐ نے بیان فرمایا کہ سبع مثانی اور قران عظیم سے یہی سورت مراد ہے ۱۲۔

سورۂ اذا زلزلت نصف قرآن کی برابر ثواب رکھتی ہے۔(ترمذی)

سورۂ قل یاایھا الکافرون میں ربع قرآن کے برابر ثواب ہے۔(ترمذی)

سورۂ اذا جاء کا ثواب ربع قرآن کا ثواب ہے۔(بخاری) ایک شخص اس سورت کو ہر نماز میں پڑھا کرتے تھے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے۔(صحیح بخاری) اس کی محبت تم کو جنت میں داخل کرے گی۔(صحیح بخاری)

ایک شخص کو یہ سورت پڑھتے ہوئے آپ ﷺ نے سنا تو آپ نے فرمایا کہ جنت ضروری ہوگئی۔(ترمذی)

سورۂ فلق اور ناس اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے(مستدرک) اس سے بڑھ کے کوئی دعاء یا استغفار نہیں ہے۔(نسائی) یعنی یہ بہت اعلیٰ درجہ کی دعا ہے اور اس کے پڑھنے سے تمام بلاؤں سے نجات ملتی ہے۔ جب سے یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں نبی ﷺ نے انہیں کو ورد کرلیا۔ اور دوسری دعائیں جو شر جن یا حسد وغیرہ سے بچنے کے لئے پڑھتے تھے چھوڑ دیں۔(ترمذی)

قرآن مجید تمام امراض جسمانی وروحانی کی دوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **شفاء ورحمة للمؤمنین وشفاء لما فی الصدور**. نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی سچے دل سے قرآن مجید پڑھے تو پہاڑ بھی ہل جائے علامہ سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید طب روحانی ہے بشرطیکہ نیک لوگوں کی زبان سے ادا ہو اللہ کے حکم سے ہر مرض کی شفا اس سے حاصل ہوتی ہے مگر چونکہ نیک لوگ کم ہیں اور ہر کس وناکس کی زبان میں اثر نہیں ہوتا اس لئے لوگوں نے طب جسمانی کی طرف رجوع کیا۔

خاص خاص سورتوں کے خواص بھی صحیح احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں سینکڑوں مریضوں کو اس سے شفا ہوئی ہے۔ ہزاروں بلائیں اس سے دفع ہوئی ہیں۔

صحیح بخاری میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ ایک شخص کو سانپ نے کاٹ لیا تھا کچھ صحابہؓ وہاں مسافرانہ اترے ہوئے تھے ان سے ایک شخص نے آکر کہا کہ یہاں کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا ہے آپ لوگوں میں اگر کوئی جھاڑتے ہوں تو چلیں ان میں سے ایک صحابی چلے گئے اور انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر پھونک دی وہ اچھا ہوگیا۔

کشتی پر سوار ہوتے وقت **بسم اللہ مجریھا ومرسٰھا ان ربی لغفور رحیم** پڑھ

لینے سے کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔(اتقان)

قل ادعوا اللہ او دعوا الرحمن۔آخر سورت تک پڑھ لینے سے چوری سے امان ہوتا ہے۔(اتقان)

رات کو جس وقت اٹھنا منظور ہو سوتے وقت آخر سورۂ کہف پڑھ لے اس وقت ضرور آنکھ کھل جائے گی۔ایک راوی اس حدیث کے کہتے ہیں کہ یہ میری آزمودہ ہے۔(اتقان)

" قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤتِی الْمُلْکَ " بغیر حساب تک پڑھ لینا ادائے قرض کے لئے مفید ہے۔(اتقان) یہ آیت اس بندۂ ناچیز کی آزمودہ ہے مگر اس کے پڑھنے کا ایک خاص طریقہ بتلایا گیا ہے وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سات مرتبہ پڑھے واقعی بہت سریع التاثیر ہے چالیس دن بھی نہیں گزرنے پاتے کہ اثر ظاہر ہونے لگتا ہے

" رَبِّ ھَبْ لِی مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً " جس عورت کے لڑکا نہ ہوتا ہو چالیس دن تک پڑھنے سے کامیاب ہو جاتی ہے یہ بھی میرے سامنے کئی مرتبہ آزمائی گئی۔

قرآن مجید کے فضائل اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا ثواب مختصر بیان ہو چکا غالباً اس قدر ثواب و فضیلت معلوم کرنے کے بعد پھر کوئی مسلمان جرأت نہیں کرسکتا کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے پڑھنے پڑھانے سے غفلت کرے۔

اے اللہ اے مالک عرش و کرسی اے توریت و انجیل و قرآن کے نازل کرنے والے اے قرآن کو تمام کتب پر فضیلت دینے والے منعم حقیقی اپنے فضل و کرم اپنی رحمت کاملہ وجود اتم کے صدقے میں ہم سب مسلمانوں کو اس اپنی مقدس کتاب سے فیض یاب فرما اس کے تلاوت کرنے کی ہمیں توفیق دے ہمارے اعمال و افعال کو اس کے موافق کر، قیامت کے جانکاہ واقعہ میں جب ہمارے اعمال قبیحہ ہمیں دوزخ کا مستحق بنادیں قرآن مجید کو ہمارا شفیع کر اور قرآن پڑھنے والوں کے صدقے میں ہمیں بخش دے۔آمین اے خوشا نصیب اس شخص کے جس کے ہر روز قرآن مجید کی زیارت اور تلاوت ہوتی ہو۔سو عزیز جانیں اس نیک بندہ پر فدا جس کا وظیفہ ایسی مقدس کتاب ہو بے شک انشاء اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی یہ امید پوری ہوگی جس کو علامہ شاطبیؒ اپنے ان اشعار میں ظاہر فرماتے ہیں۔

(۱)　لعلی الہ العرش یا اخوتی یقی
جماعتنا کل المکارہ ھو لا
ویجعلنا ممن یکون کتابہ
شفیعاً لہ اذا ما نسوہ فیمحلا

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب اس پر موقوف نہیں کہ اس کے معنی سمجھ کر تلاوت کی جائے۔ جو شخص عربی زبان نہ جانتا ہو قرآن مجید کے معنی نہ سمجھ سکتا ہو اس کو بھی قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب ملے گا اور وہ بھی اس فیض عام سے محروم نہ رہے اس لئے کہ قرآن مجید کے الفاظ بھی تاثیر اور فائدے سے خالی نہیں (۲) ہیں یہ دوسری بات ہے کہ اگر معنی سمجھ کر تلاوت کی جائے تو زیادہ ثواب ملے گا۔

قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے آداب

جب قرآن مجید کے فضائل معلوم ہو چکے اور اس کی عظمت دل نشین ہو چکی تو یہ امر قابل بیان نہ رہا کہ اس کی تعظیم وتکریم میں کس درجہ کوشش کرنا چاہئے اور اس کی تلاوت اور سماع میں کیسا ادب اور اہتمام ملحوظ رکھنا چاہئے مگر چند ضروری اور مفید باتیں ہم بیان کر دیتے ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور پڑھانے کے لئے کسی استاد سے اجازت لینا یا اس کو سنانا شرط نہیں ہاں اس قدر ضروری ہے کہ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اگر اتنی لیاقت اپنے میں نہ دیکھے تو اس کو ضروری ہے کہ کسی استاد کو سنا دے یا اس سے پڑھ لے۔ (اتقان)

---

(۱) ترجمہ۔ امید ہے کہ اے بھائیوں مالک عرش وکرسی ہماری جماعت کو تمام برائیوں اور خوف کی چیزوں سے بچالے اور ہم کو ان لوگوں میں شامل فرمائیے جن کے لئے اس کی مقدس کتاب قیامت کے دن شفاعت کرے گی اس لئے کہ ہم نے اس کی مقدس کتاب کو فراموش نہیں کیا جو وہ ناخوش ہو کر ہم سے کچھ برائی کرے اخیر جملہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید سے غفلت کرتے ہیں قرآن مجید ان کو دوزخ میں بھجوائے گا۔ جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کے علوم حاصل کرتے ہیں ۱۲۔

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب میں دعا اور اذکار کا ترجمہ نہیں کیا اس لئے کہ ان کے مجرد الفاظ میں خاصیت ہے معنی معلوم ہوں یا نہیں گو معنی معلوم ہو جانے سے ایک قسم کا سرور اور نشاط ہوتا ہے پس قرآن مجید جو افضل اذکار ہیں اس کے الفاظ تاثیر وفیض سے کیسے خالی رہ سکتے ہیں ۱۲۔

یہ بھی شرط نہیں ہے۔(۱) کہ قرآن مجید کے معانی سمجھ لیتا ہو اور اگر قرآن مجید میں اعراب نہ ہوں تب بھی اس کے صحیح اعراب پڑھ لینے پر قادر ہو۔

صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت صرف انسان کو دی گئی ہے شیاطین وغیرہ اس کی تلاوت پر قادر نہیں۔ بلکہ فرشتوں کو بھی یہ نعمت نصیب نہیں ہوئی وہ بھی اس آرزو میں رہتے ہیں کہ کوئی انسان تلاوت کرے اور وہ سنیں۔ ہاں مومنین جن کو البتہ یہ نعمت نصیب ہے اور وہ تلاوت قرآن پر قادر ہیں (لفظ المرجان۔ اتقان)

شاید اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مستثنیٰ ہوں۔ اس لئے کہ ان کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ہر رمضان میں نبی ﷺ سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں تصریح کردی ہے کہ کبھی وہ پڑھتے تھے اور حضرت سنتے تھے اور کبھی آپ ﷺ پڑھتے تھے اور وہ سنتے تھے واللہ علم۔

بہتر یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر باطہارت نہات ادب سے کسی پاکیزہ مقام میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا جائے سب سے بہتر اس کام کے لئے مسجد ہے۔ جو لوگ ہر وقت یا اکثر اوقات اس کی تلاوت میں مشغول رہنا چاہیں ان کے لئے ہر حال میں قرآن مجید پڑھنا بہتر ہے۔ لیٹے ہوں یا بیٹھے باوضو ہوں یا بے وضو ہاں جنابت کی حالت میں البتہ نہ چاہئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی کیفیت بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہر حال میں تلاوت فرمایا کرتے تھے وضو کی حالت میں بھی بے وضو بھی ہاں جنابت کی حالت میں البتہ نہ کرتے تھے۔

قرآن مجید کی تلاوت میں ایک خاص وقت مقرر کر لینا بھی درست ہے اکثر صحابہؓ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ وقت مقرر کر لینے میں ناغہ بھی نہیں ہوتا۔

مسنون یہ ہے کہ پڑھنے والا شروع کرنے سے پہلے **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھ لے۔ اور اگر پڑھنے کے درمیان میں کوئی دنیاوی کلام کرے تو اس کے بعد پھر اس کا اعادہ چاہئے۔

---

(۱) علامہ سیوطی وغیرہ کی عبارت سے یہ مدعا بخوبی ظاہر ہے اور اس شرط کی کوئی وجہ بھی نہیں معلوم ہوتی علاوہ ان سب کے اگر یہ شرط لگائی جائے تو تلاوت یک دم موقوف ہو جائے گی واللہ اعلم ۱۲۔

قرآن مجید کی تلاوت مصحف میں دیکھ کر زیادہ ثواب (۱) رکھتی ہے بہ نسبت زبانی پڑھنے کے لئے کہ ہاں دو عبادتیں ہوتی ہیں۔ایک تلاوت دوسرے مصحف شریف کی زیارت۔

قرآن مجید کی پڑھنے کی حالت میں کوئی کلام کرنا یا اور کسی ایسے کام میں مصروف ہونا جو دل کو دوسری طرف متوجہ کر دے مکروہ ہے قرآن مجید پڑھتے وقت اپنے کو ہمہ تن اسی طرف متوجہ کر دے نہ یہ کہ زبان سے الفاظ جاری ہوں اور دل میں ادھر ادھر کے خیالات۔

قرآن مجید کی ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کہہ لینا مستحب ہے مگر سورۂ برائت کے شروع پر بسم اللہ نہ پڑھنا چاہیے۔

بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کو اسی ترتیب سے پڑھے جس ترتیب سے مصحف شریف میں لکھی ہیں۔ ہاں بچوں کے لئے آسانی کی غرض سے سورتوں کا خلاف ترتیب پڑھنا جیسا کہ آج کل پارہ عم یتسالون میں دستور ہے بلا کراہت جائز ہے۔(ردالمحتار)

اور آیتوں کا خلاف ترتیب پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے۔(اتقان)

قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی آیتوں کے ایک ساتھ ملا کر پڑھنے کو علماء نے مکروہ لکھا ہے اس وجہ سے کہ حضرت بلالؓ کو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا۔(اتقان وغیرہ)

مگر میرے خیال میں یہ کراہت اس وقت ہوگی جب ان آیتوں کی تلاوت ثواب کی غرض سے ہو۔اس لئے کہ جھاڑ پھونک کے واسطے مختلف آیتوں کا ایک ساتھ پڑھنا نبی ﷺ اور ان کے اصحاب سے بصحت منقول ہے۔اور ہر ایک آیت کے خواص جداگانہ ہیں لہذا جو خاص اثر ہیں مطلوب ہے وہ جن جن آیتوں میں ہوگا ہم کو ان کا پڑھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید نہایت خوش آوازی سے پڑھنا چاہئے جس سے جس قدر ہو سکے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے (دارمی) مگر جس کی آواز ہی نہ اچھی ہو وہ مجبوری ہے۔اور قواعد (۲) قرات کی پابندی سے قرآن مجید پڑھنا چاہئے راگ سے پڑھنا اور گانا قرآن مجید کا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔

---

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اتقان میں چند مرفوع حدیثیں بھی اس باب میں نقل کی ہیں مثل اس کے کہ بے مصحف میں بے دیکھے تلاوت کرنے سے ایک ہزار درجہ ثواب ملتا ہے اور دیکھ کر پڑھنے سے دو ہزار درجہ ۱۲۔

(۲) یہ ایک مستقل فن ہے۔جس میں قرآن مجید کی قرأت کے قواعد بیان کئے جاتے ہیں اور ان مختلف قرأتوں کا ذکر ہوتا ہے۔جن میں قرآن مجید نازل ہوا اس فن میں بہت کتابیں ہیں مگر حق یہ ہے کہ بے استاد کے نہیں آتا ۱۲۔

قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھے بہت عجلت سے پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے۔(۱)

جو شخص قرآن مجید کے معنی سمجھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید پڑھنے وقت اس کے معنی پر غور کرنا اور ہر مضمون کے موافق اپنے میں اس کا اثر ظاہر کرنا مسنون ہے۔ مثلاً جب کوئی ایسی آیت پڑھے جس میں اللہ پاک کی رحمت کا ذکر ہو تو طلب رحمت کرے اور عذاب کا ذکر ہو تو پناہ مانگے کوئی جواب طلب مضمون ہو تو اس کا جواب دے مثلاً حضرت نبی ﷺ سورۂ والتین کے اخیر میں پہنچتے تو (۲) بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ پڑھ لیتے (ترمذی) یا سورۂ قیامۃ کے اخیر میں جب پہنچتے تو فرماتے کہ بَلٰی (ترمذی) سورۂ فاتحہ کو جب ختم کرتے تو آمین کہتے لیکن یہ جواب دینا یا دعا مانگنا اس وقت مسنون ہے کہ قرآن مجید فرض نماز میں یا تراویح میں نہ پڑھا جاتا ہو اگر فرض یا تراویح میں پڑھا جاتا ہو پھر جواب نہ دینا چاہئے۔(ردالمحتار)

قرآن مجید پڑھنے کی حالت میں رونا مستحب ہے۔ اگر رونا نہ آئے تو اپنی سنگدلی پر رنج اور افسوس کرے۔

سورۂ والضحیٰ کے بعد سے اخیر تک ہر سورت کے ختم ہونے کے بعد اللہ اکبر کہنا مستحب ہے

قرآن مجید ختم ہونے کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ ہر ختم کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔(اتقان)

قرآن مجید ختم کرتے وقت سورۂ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنا متاخرین کے نزدیک بہتر ہے بشرطیکہ قرآن مجید خارج نماز میں پڑھا جائے۔

جب ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کر چکے تو مسنون ہے کہ فوراً دوسرا شروع کر دے نبی ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب ہے کہ جب قرآن مجید ایک مرتبہ ختم ہو جائے تو دوسرا شروع کر دیا جائے اور اس دوسرے کو صرف اولئک ھم المفلحون تک پہنچا کر چھوڑے بعد اس کے دعا وغیرہ مانگے اسی طرح نبی ﷺ سے صحیح احادیث میں مروی ہے۔

(۱) ایسی عجلت کہ جس سے الفاظ کے سمجھنے میں دقت ہو بالاتفاق مکروہ ہے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے میں اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اسی لئے عجمی لوگ جو قرآن مجید کے معانی نہیں سمجھتے ان کو بھی ٹھہر کر پڑھنا مفید ہے۔(اتقان) افسوس ہمارے زمانہ میں قرآن مجید کی سخت بے تعظیمی ہوتی ہے پڑھنے میں ایسی عجلت کی جاتی ہے کہ سوا بعض بعض الفاظ کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تراویح میں اکثر حافظوں کو ایسا ہی دیکھا گیا خدا جانے ان پر کس نے جبر کیا جو یہ تراویح پڑھنے آئے اس سے بہتر ہوتا کہ ایسے حضرات نہ پڑھتے قرآن مجید کی بے ادبی تو نہ ہوتی ۱۲۔

(۲) ترجمہ:۔ ہاں اور ہم اس پر گواہ ہیں چونکہ اس سورت کے اخیر میں حق تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا ہم سب حاکموں کے حاکم نہیں ہیں لہذا اس کے جواب میں یہ جملہ عرض کیا گیا ۱۲۔

جہاں قرآن مجید پڑھا جاتا ہو وہاں سب لوگوں کو چاہیئے کہ ہمہ تن اسی طرف متوجہ رہیں۔ کسی دوسرے کام میں جو سننے میں خارج ہو مشغول نہ ہوں اس لئے کہ قرآن مجید کا سننا فرض ہے ۔ ہاں اگر حاضرین کو کوئی ضروری کام ہو جس کی وجہ سے وہ اس طرف متوجہ نہ ہوسکیں تو پڑھنے والے کو چاہیئے کہ آہستہ آواز سے پڑھے اور اگر ایسی حالت میں بلند آواز سے پڑھے گا تو گناہ اسی پر ہوگا۔

اگر کوئی لڑکا قرآن مجید بلند آواز سے پڑھ رہا ہو اور لوگ اپنے ضروری کاموں میں مشغول ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ حرج شریعت سے اٹھا دیا گیا ہے اور لڑکا اگر آہستہ آواز سے پڑھے تو عادتاً یاد نہیں ہوتا۔ (ردالمحتار)

سننے والوں کو تمام ان امور کی رعایت کرنا چاہیئے جو اوپر مذکور ہوئے سوا اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے۔ اور حالت جنابت میں بھی قرآن مجید کا سننا جائز ہے۔

اگر کوئی شخص خوش آواز ہو قرآن اچھا پڑھتا ہو اس سے قرآن مجید پڑھنے کی درخواست کرنا مسنون ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے درخواست فرمائی۔ حضرت فاروق اعظم ابوموسیٰ اشعریؓ سے درخواست فرمایا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہما۔

سجدہ تلاوت کا بیان

قرآن مجید میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے ایک سجدہ واجب ہوتا ہے تفصیل ان آیتوں کی یہ ہے۔ (سورۂ اعراف کے اخیر میں یہ آیت)

۱۔ ان الذین عندربک لا یستکبرون عن عبادته ویسبحونه وله یسجدون.

ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں (فرشتے) وہ اس کی عبادت سے غرور اور انکار نہیں کرتے اور اس کا سجدہ کرتے ہیں۔ اس آیت میں لفظ "وله یسجدون" پر سجدہ ہے ۱۲۔

۲۔ سورۂ رعد کے دوسرے رکوع میں یہ آیت۔

وللہ یسجد من فی السموت والارض طوعاً وکرھاً وظلا لھم بالغدو

والآصال .

اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں تمام وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں کوئی خوشی سے کوئی ناخوشی سے اور ان کے سایہ صبح اور شام اس آیت کے اخیر میں سجدہ ہے ۱۲۔

۳۔ سورۂ نحل کے پانچویں رکوع کے اخیر کی یہ آیت۔

وللہ یسجد مافی السموت والارض من دابۃ والملائکۃ وھم لا یستکبرون یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون ما یؤمرون.

اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتے ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین پر چل رہے ہیں اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور سجدہ کرتے ہیں جو کچھ حکم پاتے ہیں اس آیت میں ''ویفعلون مایومرون'' پر سجدہ ہے ۱۲۔

۴۔ سورۂ بنی اسرائیل کے بارھویں رکوع میں یہ آیت۔

ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعاً.

گرتے ہیں منہ کے بل (یعنی سجدہ کرتے ہیں) روتے ہیں اور زیادہ ہوتا ہے ان کو خشوع یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو آنحضرت ﷺ سے پہلے ایماندار لوگ تھے ۱۲۔

۵۔ سورۂ مریم کے چوتھے رکوع میں یہ آیت۔

واذا تتلی علیھم اٰیات الرحمن خروا سجداً وبکیاً.

جب پڑھی جاتی ہیں ان پر رحمٰن کی آیتیں تو گرتے ہیں وہ سجدے کرنے کے لئے روتے ہوئے۔ یہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب کا حال بیان فرمایا گیا ہے اس آیت میں ''سجداً وبکیاً'' کے لفظ پر سجدہ ہے۔

۶۔ سورۂ حج کے دوسرے رکوع میں یہ آیت۔ (۱)

الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء.

---

(۱) امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سورۂ حج کی دوسری آیت میں بھی سجدہ ہے اور وہ آیت یہ ہے ''یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا'' ہمارے نزدیک صرف اسی آیت میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہمارے موافق طحاوی کی شرح معانی الآثار میں ایک روایت موجود ہے ۱۲۔

کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ کا سجدہ کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور آفتاب ماہتاب اور ستارے اور درخت اور جانور اور بہت سے آدمی اور بہت سے آدمیوں پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے یہ مکہ کے کافروں کا حال ہے کہ وہ سجدہ کرنے میں اپنی ذلت سمجھتے تھے اس آیت میں لفظ ''یسجد لہ'' پر سجدہ ہے مگر بعد آیت تمام ہو جانے کے سجدہ کرنا چاہئے ۱۲۔

۷۔ سورۂ فرقان کے پانچویں رکوع کی یہ آیت۔

واذا قیل لھم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادھم نفوراً.

اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ سجدہ کرو رحمٰن کا تو کہتے ہیں رحمٰن کیا چیز ہے کیا ہم سجدہ کر لیں اس کا جس کو تم کہتے ہو اور ہم کو نفرت بڑھتی ہے عرب کے کافر خدا کو رحمٰن نہ کہتے تھے اس آیت کے اخیر میں سجدہ ہے ۱۲۔

۸۔ سورۂ نمل کے دوسرے رکوع میں یہ آیت۔

الا یسجدو للہ الذی یخرج الخبأ فی السموت والارض ویعلم ما تخفون وما تعلنون اللہ لا الہ الا ھو رب العرش العظیم.

یہ کہ نہیں سجدہ کرتے اللہ کا جو نکالتا ہے وہ چیزیں کہ آسمانوں اور زمین میں چھپی ہیں اور جانتا ہے وہ چیزیں جن کو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہی خدا ہے کوئی اس کے سوا خدا نہیں مالک ہے عرش عظیم کا۔ آسمانوں میں چھپی ہوئی چیزوں سے مراد پانی اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں سے مراد گھاس وغیرہ (معالم التنزیل) یہ قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے ان سے ہد ہد نے آکر بیان کیا تھا کہ آج میرا گزر شہر ''سبا'' میں ہوا تھا وہاں کی بادشاہ عورت ہے (نام اس کا بلقیس تھا) وہ اور اس کی قوم آفتاب کی پرستش کرتے ہیں۔ شیطان نے ان کو سخت گمراہ کر رکھا ہے ان کو ہدایت نہیں ہوتی یہ کہ نہیں سجدہ کرتے اللہ کا الخ اس آیت میں لفظ رب العرش العظیم پر سجدہ ہے اگر ''الاّ'' مشدد پڑھا جائے جیسا کہ اکثر لوگوں کی قرأت ہے اور اگر ''الا'' مشدد نہ پڑھا جائے کسائی کی قرأت کے موافق تو پھر الا یسجدو پر سجدہ ہے۔ (ردالمحتار)

۹۔ سورۂ الم تنزیل السجدہ کے دوسرے رکوع میں یہ آیت۔

انما یومن بایاتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجداً وا سبحوا بحمد

ربھم وھم لا یستکبرون.

ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ جب انہیں وہ آیتیں یاد دلائی جائیں تو سجدہ کرنے کے لئے گر جائیں اور اللہ کی حمد وثناء بیان کریں اور یہ لوگ غرور نہیں کرتے اس آیت کے اخیر لفظ میں سجدہ ہے۔

۱۰۔ سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں یہ آیت۔

وخرر اکعاً واناب فغفرنا له ذلک وان له عندنا لزلفی وحسن ماب.

اور گر پڑا سجدہ کے لئے اور توبہ کی پس ہم نے بخش دیا ان کو اور بے شک ہمارے یہاں ان کا تقرب ہے اور عمدہ مقام ہے۔ یہ حال داؤد علیہ السلام کا ہے قصہ اس کا بہت طویل ہے اس آیت میں ''وحسن مآب'' کے لفظ پر سجدہ ہے بعض علماء کے نزدیک اناب کے لفظ پر ہے مگر یہ قول محقق نہیں ۔(ردالمحتار)

۱۱۔ سورۂ حم سجدہ کے پانچویں رکوع میں یہ آیت۔

فان ستکبروا فالذین عند ربک یسبحون له باللیل والنهار وهم لا یسئمون.

پس اگر غرور کریں سجدہ کرنے سے یہ لوگ پس جو لوگ (فرشتے) تیرے رب کے پاس ہیں اس کی تسبیح پڑھتے ہیں رات و دن اور تھکتے نہیں اس آیت میں '' وھم لا یسئمون'' کی لفظ پر سجدہ ہے۔ ابن عباس اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے کہ امام شافعی کی نزدیک ''ان کنتم ایاہ تعبدون'' پر ہے جو اس آیت سے پہلے ہے احتیاطاً ہم نے اس قول کو اختیار نہیں کیا۔ (ردالمحتار)

۱۲۔ سورۂ نجم کے آخر میں یہ آیت۔

فاسجدوا لله واعبدوا.

سجدہ کرو اللہ کا اور عبادت کرو ۱۲۔

۱۳۔ سورہ انشقت میں یہ آیت۔

فما لهم لا یومنون واذا قرئ علیهم القرآن لا یسجدون.

کیا حال ہے ان کا کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ۱۲۔

۱۴۔ سورۂ اقراء میں یہ آیت۔

واسجدوا قترب.

پس سجدہ کر اور اللہ سے نزدیک ہو جا یہ خطاب ہمارے آنحضرت ﷺ سے ہے ۱۲۔

۱۔سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے تین سبب ہیں۔(۱) آیت سجدہ کی تلاوت خواہ پوری آیت کی تلاوت کی جائے یا صرف لفظ کی جس میں سجدہ ہے اور اس کے (۱) ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ اور خواہ آیت سجدہ کی بعینہ تلاوت کی جائے یا اس کا ترجمہ کسی اور زبان میں اور خواہ تلاوت کرنے والا خود اپنی تلاوت کو سنے مثلاً کوئی بہرا تلاوت کرے۔صحیح یہ ہے کہ اگر رکوع یا سجدے یا تشہد میں آیت سجدے کی تلاوت کی جائے تب بھی سجدہ واجب ہو جائے گا۔اور اسی حالت میں اس کی بھی نیت کر لی جائے۔(ردالمختار)

اگر کوئی شخص سونے کی حالت میں آیت سجدہ تلاوت کرے اس پر بھی بعد اطلاع کے واجب ہے۔

۲۔آیت سجدہ کا کسی انسان سے سننا۔خواہ پوری آیت سنے یا صرف لفظ سجدہ مع ایک لفظ ماقبل یا مابعد کے اور خواہ عربی زبان میں سنے یا اور کسی زبان میں اور خواہ سننے والا جانتا ہو کہ یہ ترجمہ آیت سجدہ کا ہے یا نہ جانتا ہو لیکن نہ جاننے سے ادائے سجدہ میں جس قدر تاخیر ہوگی اس میں وہ معذور سمجھا جائے گا۔(فتاویٰ عالمگیری)

کسی جانور سے مثل طوطے وغیرہ کے اگر آیت سجدے کی سنی جائے تو صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہ ہوگا۔اسی طرح اگر ایسے مجنون سے آیت سجدہ سنی جائے جس کا جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے اور زائل نہ ہو تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔(۳) ایسے شخص کی اقتدا کرنا۔جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی ہو خواہ اس کی اقتداء سے پہلے یا اقتدا کے بعد اور خواہ اس نے ایسی آہستہ آواز سے تلاوت کی ہو کہ کسی مقتدی نے نہ سنا ہو یا بلند آواز سے کی ہو۔اگر کوئی شخص کسی امام سے آیت سجدہ سنے اس کے بعد اس کی اقتدا کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہئے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں۔جس رکعت میں آیت سجدہ کی تلاوت امام نے کی ہو وہی رکعت اس کو اگر مل جائے تو اس کو سجدے کی ضرورت نہیں اس رکعت کے مل جانے سے سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ بھی مل گیا اگر وہ رکعت نہ ملے تو پھر اس کو بعد نماز تمام کرنے کے خارج نماز

(۱) صاحب بحرالرائق نے مختصر سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف واسجد کہہ کر سکوت کرلے اور واقترب نہ کہے تو اس پر بھی سجدہ واجب ہو جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے لفظ سجدے کے قبل یا بعد سے کسی لفظ کے ملانے کی حاجت نہیں مگر صاحب بحرالرائق نے اس کی تصحیح نہیں کی اور ہم نے یہ شرط تصحیح کی ساتھ نقل کی ہے ۱۲۔

میں سجدہ کرنا واجب ہے۔ (بحر الرائق۔ ردالمحتار)

مقتدی سے اگر آیت سجدہ سنی جائے تو سجدہ واجب نہ ہوگا نہ اس پر نہ اس کے امام پر نہ ان لوگوں پر جو اس نماز میں شریک ہیں ہاں جو لوگ اس نماز میں شریک نہیں خواہ لوگ نماز ہی نہ پڑھتے ہوں یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہے ہوں تو ان پر سجدہ واجب ہوگا۔ (ردالمحتار)

یہ تین سبب جو سجدے کے واجب ہونے کے بیان کئے گئے ان کے سوا اور کسی چیز سے سجدہ واجب نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص آیت سجدہ لکھے یا دل میں پڑھے زبان سے نہ کہے یا ایک حرف کر کے پڑھے پوری آیت ایک دم نہ پڑھے یا اسی طرح کسی سے سنے تو ان سب صورتوں میں سجدہ واجب نہ ہوگا۔ (ردالمحتار)

۲۔ سجدہ تلاوت انہیں لوگوں پر واجب ہے جن پر نماز واجب ہے اداءً قضاءً حیض و نفاس والی عورت پر واجب نہیں نابالغ پر اور ایسے مجنون پر واجب نہیں جس کا جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو گیا خواہ اس کے بعد زائل ہو یا نہیں۔ جس مجنون کا جنون ایک دن رات سے کم رہے اس پر واجب ہے اسی طرح مست اور جنب پر بھی۔

۳۔ سجدۂ تلاوت کے صحیح ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو نماز کے صحیح ہونے کی ہیں یعنی طہارت اور ستر عورت اور نیت استقبال قبلہ تحریمہ اس میں شرط نہیں اس کی نیت میں آیت کی تعیین شرط نہیں کہ یہ سجدہ فلاں آیت کے سبب سے ہے اور اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھی جائے اور فوراً سجدہ کیا جائے تو نیت بھی شرط نہیں۔ (ردالمحتار)

۴۔ جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ان چیزوں سے سجدۂ سہو میں بھی آ جاتا ہے اور پھر اس کا اعادہ واجب ہو جاتا ہے۔ ہاں اس قدر فرق ہے کہ نماز میں قہقہہ سے وضو جاتا رہتا ہے اور اس میں قہقہہ سے وضو نہیں جاتا اور عورت کی محاذات بھی یہاں مفسد نہیں۔

۵۔ سجدۂ تلاوت اگر خارج نماز میں واجب ہوں ہو تو بہتر یہ ہے کہ فوراً ادا کر لے اور اگر اس وقت نہ ادا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر نماز میں واجب ہوا ہو تو اس کا اعادہ کرنا فوراً واجب ہے تاخیر کی اجازت نہیں۔ (ردالمحتار وغیرہ)

۶۔ خارج نماز کا سجدہ نماز میں اور نماز کا خارج میں بلکہ دوسری نماز میں بھی نہیں ادا کیا جا سکتا پس اگر کوئی شخص نماز میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کرنا بھول جائے تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا جس کی تدبیر اس کے سوا کوئی نہیں کہ توبہ کرے یا ارحم الرحمین اپنے فضل و کرم سے معاف

فرماوے گا۔ (بحرالرائق)

نماز کا سجدہ خارج نماز میں اس وقت ادا نہیں ہوسکتا جب کہ نماز فاسد نہ ہوا گر نماز فاسد ہو جائے اور اس کا مفسد خروج حیض نہ ہو تو وہ سجدہ خارج میں ادا کر لیا جائے۔ اور اگر حیض کی وجہ سے نماز میں فساد آیا ہو تو وہ سجدہ معاف ہو جاتا ہے۔ (بحرالرائق۔ درمختار وغیرہ)

۷۔ اگر کوئی شخص حالت نماز میں کسی دوسرے سے آیت سجدہ سنے خواہ وہ دوسرا بھی نماز میں ہو تو یہ سجدہ خارج نماز کا سمجھا جائے گا اور نماز کے اندر نہ ادا کیا جائے گا بلکہ خارج نماز میں۔

۸۔ اگر ایک آیت سجدہ کی تلاوت ایک ہی مجلس میں کئی بار کی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اور ایک آیت سجدہ کی تلاوت کی جائے پھر وہی آیت مختلف لوگوں سے سنی جائے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اگر سننے والے کی مجلس نہ بدلے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا خواہ پڑھنے والے کی مجلس بدل جائے یا نہ بدلے۔ اور اگر سننے والے کی مجلس بدل جائے تو اس پر متعدد سجدے واجب ہوں گے خواہ پڑھنے والے کی بدلے یا نہ بدلے اگر پڑھنے والے کی بدل جائے گی تو اس پر بھی متعدد سجدے واجب ہوں گے۔ (بحرالرائق)

مجلس کے بدلنے کی دو صورتیں ہیں ایک حقیقی دوسری حکمی۔ اگر مکان بدل جائے تو حقیقی اور اگر مکان نہ بدلے بلکہ کوئی ایسا فعل صادر ہو جس سے یہ سمجھا جائے کہ پہلے فعل کو قطع کر کے اب یہ دوسرا فعل شروع کیا جائے تو حکمی ہے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

حقیقی کی مثال: ۔ ا۔ دو گھر جدا جدا ہوں اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلا جائے بشرطیکہ ایک دو قدم سے زیادہ چلنا پڑے۔ ۲۔ سوار ہو اور اتر پڑے۔ ۳۔ راستے میں چلا جاتا ہو۔ ۴۔ کسی درخت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلا جائے خواہ وہ دوسری شاخ اس پہلی شاخ سے قریب ہو یا دور۔ ۵۔ کسی نہر یا حوض میں تیر رہا ہو۔ اگر ایک گھر ہو اور اس کے مختلف مقامات پر تلاوت کی جائے تو مجلس نہ بدلے گی مثلاً مسجد کے گوشوں میں۔ کشتی اگر چہ جاری ہو مگر مجلس نہ بدلے گی۔ اگر نماز پڑھتا ہوا گھوڑے پر سوار جا رہا ہو تو مجلس نہ بدلے گی اس لئے کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے شرعاً ایک ہی مجلس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس صورت میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص گھوڑے پر سوار حالت نماز میں ایک ہی آیت سجدہ کی تکرار کر رہا ہو تو اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور اس گھوڑے کے ہمراہ اگر کوئی شخص پیادہ جا رہا ہو تو اس پر ہر مرتبہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا۔ اگر دو شخص علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سوار نماز پڑھتے ہوئے جا رہے ہوں اور ہر شخص ایک ہی آیت

سجدہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو سنے تو ہر شخص پر دو سجدے واجب ہوں گے ایک تلاوت کے سبب سے دوسرا سننے کے سبب سے مگر تلاوت کے سبب سے جو ہوگا وہ نماز کا سمجھا جائے گا اور نماز ہی میں ادا کیا جائے گا اور سننے کے سبب سے جو ہوگا وہ خارج نماز کا سمجھا جائے گا اور بعد نماز کے ادا کیا جائے گا۔

حکمی کی مثال:۔ آیت سجدہ کی تلاوت کر کے دو ایک لقمے سے زیادہ کھانا کھالیا کسی سے دو ایک لقمے سے زیادہ باتیں کرنے لگا۔ لیٹ کر سو رہا۔ خرید و فروخت میں مشغول ہو گیا۔ کوئی عورت لڑکوں کو دودھ پلانے لگی۔ اگر ایک دو لقمہ سے زیادہ نہ کھائے۔ کسی سے وہ ایک کلمہ سے زیادہ باتیں نہ کرے لیٹ کر نہ سوئے بلکہ بیٹھے بیٹھے ان سب صورتوں میں مجلس نہ بدلے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تسبیح پڑھنے لگے یا بیٹھے سے کھڑا ہو جائے تب بھی مجلس مختلف نہ ہوگی۔

۹۔ اگر ایک آیت سجدہ کئی مرتبہ ایک ہی مجلس میں پڑھی جائے تو اختیار ہے کہ سب کے بعد سجدہ کیا جائے یا پہلی ہی تلاوت کے بعد کیونکہ ایک ہی سجدہ اپنے ماقبل اور مابعد کی تلاوت کے لئے) کافی ہے مگر احتیاط اس میں ہے کہ سب کے بعد کیا جائے۔ (بحر الرائق)

اگر آیت سجدہ نماز میں پڑھی جائے اور فوراً رکوع کیا جائے یا بعد دو تین آیتوں کے اور اس رکوع میں جھکتے وقت سجدہ تلاوت کی بھی نیت کر لی جائے تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اور اسی طرح اگر آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد نماز سجدہ کیا جائے تب بھی یہ سجدہ ادا ہو جائے گا اور اس میں نیت کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

۱۰۔ جمعہ اور عیدین اور آہستہ آواز کی نمازوں میں آیت سجدہ نہ پڑھنا چاہئے اس لئے کہ سجدہ کرنے میں مقتدیوں کے اشتباہ کا خوف ہے۔ (بحر الرائق)

۱۱۔ کسی سورت کا پڑھنا اور خاص کر آیت سجدہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

۱۲۔ اگر حاضرین باوضو سجدے کے لئے مستعد نہ بیٹھے ہوں تو آیت سجدہ کا آہستہ آواز سے تلاوت کرنا بہتر ہے اس لئے کہ وہ لوگ اس وقت سجدہ نہ کریں گے اور دوسرے وقت شاید بھول جائیں تو گناہ گار ہوں گے۔ (درمختار وغیرہ)

سجدہ تلاوت کا یہ طریقہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر نیت کر کے اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے پھر اٹھتے وقت اللہ اکبر کہہ کے اٹھے اور کھڑے ہو کر سجدہ کرنا مستحب ہے سجدہ تلاوت کئی آدمی مل کر بھی کر سکتے ہیں اس طرح کہ ایک شخص کو مثل امام کے آگے کھڑا کریں۔ اور خود مقتدیوں کی طرح صف

باندھ کر پیچھے کھڑے ہوں اور اس کی اتباع کریں یہ صورت درحقیقت جماعت کی نہیں ہے۔ اسی لئے اگر امام کا سجدہ کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کا فاسد نہ ہوگا اور اسی سبب سے عورت کا آگے کھڑا کر دینا بھی جائز ہے۔

آیت سجدہ اگر فرض نمازوں میں پڑھی جائے تو اس کے سجدے میں مثل نماز کے سجدے کے سبحان ربی الاعلیٰ کہنا بہتر ہے اور نفل نمازوں میں یا خارج نماز میں اگر پڑھی جائے تو اس کے سجدے میں اختیار ہے کہ سبحان ربی الاعلیٰ کہیں یا اور تسبیحیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ پڑھیں مثل اس تسبیح کے۔

سجد وجهي للذي خلقه وصوره وشق سمعه وبصره بحوله و قوته فتبارك الله احسن الخالقين .

میرے منہ نے سجدہ کیا اس کا جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور جس نے اس کا بنایا ہے اور اس میں کان اور آنکھ پیدا کیں اپنی طاقت اور قوت سے پس بزرگ ہے اللہ اچھا پیدا کرنے والا۔

اور دونوں کو جمع کر لیں تو اور بھی بہتر ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تمام آیات سجدہ کی تلاوت ایک ہی مجلس میں کرے تو حق تعالیٰ اس کی مشکل کو رفع فرماتا ہے اور ایسی حالت میں اختیار ہے کہ سب آیتیں ایک دفعہ پڑھ لیں اور بعد اس کے چودہ سجدے کرے یا ہر آیت کو پڑھ کر اس کا سجدہ کرتا جائے۔ (ردالمحتار)

سجدۂ شکر مستحب ہے جب کوئی بڑی نعمت حق تعالیٰ کی طرف سے فائض ہوں حضور ﷺ اور خلفائے راشدین سے منقول ہے مگر بعد نماز کے علی الاتصال سجدہ کرنا مکروہ ہے تاکہ جاہلوں کو اس کی سنت ہونے کا خیال نہ پیدا ہو۔

بعض ناواقف لوگ وتر کے دو سجدے کرتے ہیں اور اس کو مسنون سمجھتے ہیں۔ بعض لوگ ان سجدوں کے لئے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت بتول رضی اللہ عنہ کو ان سجدوں کا حکم دیا تھا حالانکہ یہ حدیث بتصریح محدثین موضوع اور بے اصل ہے لہٰذا ان سجدوں کا بخیال سنت ادا کرنا مکروہ ہے اور بہرحال اس کا ترک بہتر ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

جنازے کی نماز وغیرہ کا بیان

چونکہ اسلام کی مقدس شریعت میں اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ عمدہ سلوک اور احسانات اور ہر قسم کی مراعات ایک جزو اعظم قرار دی گئی ہے اور شریعت نہیں چاہتی کہ اس دینی اخوت اور محبت کا سلسلہ موت سے منقطع ہو جائے اسی وجہ سے نبی ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان دنیا سے انتقال کرتا اس کے ساتھ وہ بہت احسان کرتے اور جو چیزیں اس کے لئے قبر اور قیامت میں مفید ہوتیں ان کی کوشش فرماتے اور اس کے اعزا اور اقارب سے بھی سلوک کرتے تفصیل ان مضامین کی آیندہ بیانات سے بخوبی ظاہر ہے۔ یہی سبب ہے کہ جنازے کی نماز جو درحقیقت میت کے لئے دعائے مغفرت ہے۔ مسلمانوں پر خدا کی طرف سے فرض کر دی گئی ہے اور اس کو پاک وصاف کر کے ایک عمدہ اہتمام سے آخری منزل تک پہنچا دینا ایک امر لازم کر دیا گیا۔ فی الواقع میت کے حقوق کی رعایت اس کی بیماری سے آخری وقت تک بلکہ اس کے بعد بھی جیسی اسلام میں ہوتی ہے کسی مذہب میں ان کا ایک شمہ بھی نہیں اگر کسی کی چشم بصیرت روشن ہو تو وہ ان معاملات کو نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھنے کے قابل سمجھے گا۔

بیمار کی عیادت کا بیان

جب کوئی شخص اپنے دوستوں میں بیمار ہو تو اس کے دیکھنے کو جانا اور اس کے حالات کو دریافت کرنا مستحب ہے اسی کو عیادت کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے اعزا وغیرہ میں کوئی اس کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کی تیمارداری عام مسلمانوں پر جن کو اس کی حالت معلوم ہو فرض کفایہ ہے۔

عیادت کی فضیلت وتاکید اور اس کا ثواب احادیث میں بے حد وارد ہوا ہے مگر ہم اس بیان کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتے صرف دو تین حدیثیں بیان کر دیتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حق تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ اے میرے بندے میں تیرا پروردگار ہوں میں بیمار ہوا اور میری عیادت کو نہ آیا بندہ عرض کرے گا کہ خداوندا تو تمام عالم کا پروردگار ہے تیری عیادت کیسے ہو سکتی ہے یعنی تو بیمار ہی نہیں ہو سکتا ارشاد ہوگا کہ فلاں میرا بندہ بیمار ہوا اور تو نے

اس کی عیادت نہ کی۔ اگر تو اس کی عیادت کرنے جاتا تو مجھ کو اسی کے پاس پاتا نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص صبح کو بیمار کی عیادت کرے اس کے لئے ستر ہزار فرشتے شام تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو شام کو کرے اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں صبح تک۔ (سفر السعادت)

جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت کرے اس کو ایک باغ ملے گا۔ بہشت میں۔ (ترمذی)

نبی ﷺ نے اپنے برگزیدہ اصحاب کو یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگ بیمار کی عیادت کیا کرو اور جنازے کے ہمراہ جایا کرو۔ (صحیح بخاری)

عیادت کے آداب میں ہے کہ وضو کر کے محض ثواب اور حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جائے اور جب بیمار کے پاس پہنچے تو اس کا حال پوچھے اور اس کی تسکین کرے اور اس کو تسلی دے اور اس کو صحت کا امیدوار کرے اور بیماری کے جو جو فضائل اور ثواب حدیث میں وارد ہوئے ہیں اس کو سنائے اور اس کے لئے دعائے صحت کرے اور اپنے لئے بھی اس سے دعا کی درخواست کرے اور بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھے ہاں اگر بیمار اس کے بیٹھنے سے خوش ہوتا ہو تو زیادہ بیٹھنا بہتر ہے اور عیادت میں جلدی نہ کرے بلکہ جب دو تین روز بیماری کو گزر جائیں تب عیادت کو جائے یہی عادت نبی ﷺ کی تھی۔ (شرح سفر السعادت)

نبی ﷺ کی عادت شریف یہ تھی کہ جب کوئی آپ ﷺ کے دوستوں میں بیمار ہوتا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور بیمار کے سرہانے بیٹھ جاتے اور اس کا حال پوچھتے اور فرماتے کہ تم کو اپنی طبیعت کیسی معلوم ہوتی ہے اور تمہارا دل کس چیز کو چاہتا ہے اگر کسی چیز کو وہ خواہش کرتا اور وہ اس کے لئے مضر نہ ہوتی تو اس کے دینے کا حکم فرماتے اور اپنے سیدھے ہاتھ کو بیمار کے بدن پر رکھ کر اس کے لئے دعا فرماتے کبھی ان الفاظ سے۔

اللھم رب الناس اذھب البأس واشف انت الشافی لا شفآء الا شفآءک شفاءً لا یغادر سقماً.

اے اللہ اے تمام لوگوں کے پروردگار بیماری کو دور کر دے اور صحت عطا فرما تو ہی صحت دینے والا ہے صحت وہی ہے جو تو عنایت فرمائے ایسی صحت دے کہ پھر کوئی بیماری باقی نہ رہے ۱۲۔

اور اکثر مرتبہ دعا فرماتے جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اللهم اشف سعداً اللهم اشف سعداً اللهم اشف سعداً.

اے اللہ صحت دے سعد کو اے اللہ صحت دے سعد کو اے اللہ صحت دے سعد کو ۱۲۔

اور نبی ﷺ سے کافروں کی بھی عیادت منقول ہے۔ ایک جوان یہودی آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا جب بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس سے مسلمان ہو جانے کو ارشاد فرمایا قسمت نے یاری کی اور وہ مسلمان ہو گیا جب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے باوجودے کہ مشرک تھے آپ انکی عیادت کو تشریف لے گئے اور ان سے بھی مسلمان ہو جانے کی درخواست فرمائی مگر کاتب ازل نے یہ سعادت ان کی قسمت میں نہ لکھی تھی لہذا وہ تعمیل ارشاد سے محروم رہے اسی وجہ سے اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ عیادت حقوق اسلام سے نہیں ہے یعنی جو مسلمان بیمار ہو خواہ اس سے کبھی کی ملاقات ہو یا نہیں اس کی عیادت مسنون نہیں بلکہ حقوق صحبت سے ہے کہ جس شخص سے ملاقات ہو اس کی عیادت مسنون ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ (شرح سفر السعادت)

قریب المرگ کے احکام

جب کسی مریض پر علامات موت ظاہر ہونے لگیں تو مسنون یہ ہے کہ اس کا منہ قبلے کی طرف پھیر دیا جائے اور وہ مریض داہنے پہلو پر لٹا دیا جائے اور چت لٹانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اسی طرح کہ پیر قبلہ کی طرف ہوں یہ سب صورتیں اس وقت مسنون ہیں کہ مریض کو تکلیف نہ ہو اگر اس کو تکلیف ہو تو جس طرح اس کو آرام ملتا ہو اسی طرح اسکو لیٹا رہنے دیں۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اس وقت مستحب ہے کہ کوئی شخص اس کے اعزا یا احباب وغیرہ میں سے اس کو تلقین کرے یعنی اس کے سامنے بلند آواز سے کلمہ طیبہ۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله.

گواہی دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ اس کی کہ محمد ﷺ خدا

کے پیغمبر ہیں ۱۲۔

پڑھا جائے تا کہ وہ مریض اس کو سن کر خود بھی پڑھے اور اس بشارت کا مستحق ہو جائے جو صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (بحر الرائق)

مگر مریض سے یہ نہ کہا جائے کہ تم بھی پڑھو مبادا کہ شدت مرض یا بدحواسی کے سبب سے اس کے منہ سے انکار نکل جائے۔ سورۂ یٰسین کا ایسے مریض کے پاس پڑھنا مستحب ہے۔ (رد المختار)

اس آخری وقت میں نیک اور پرہیزگار لوگوں کا موجود ہونا بہتر ہے کہ ان کی برکت سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

اس وقت مریض کے پاس کوئی خوشبودار چیز رکھ دینا آگ میں سلگا دینا مستحب ہے۔

پھر جب اس کی روح بدن سے مفارقت کر جائے تو اس کی آنکھیں نہایت نرمی اور آہستگی سے بند کر دی جائیں اور اس کا منہ کسی کپڑے کی پٹی سے باندھ دیئے جائے اس طرح کہ وہ پٹی ٹھوڑی کے نیچے رکھی جائے اور سر پر لے جا کر اس کے دونوں کنارے باندھ دیئے جائیں اور اس کے اعضاء سیدھے کر دیئے جائیں اور جوڑ نرم کر دیئے جائیں اس طرح کہ ہر جوڑ کو اس کے منتہیٰ تک پہنچا کر کھینچ دیا جائے اور آنکھیں بند کرنے والا آنکھ بند کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللهم يسر عليه امره' وسهل عليه ما بعده' واسعده' بلقائک واجعل ماخرج اليه خيراً مما خرج عنه

اے اللہ آسان کر اس میت پر کام اس کا اور سہل کر اس پر وہ زمانہ جو اب آئے گا اور مشرف فرما اس کو اپنے دیدار سے اور جہاں گیا ہے (یعنی آخرت) اس کو بہتر کر دے اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے (یعنی دنیا سے)

بعد ان سب مراتب کے اس کے غسل اور تکفین اور نماز سے جس قدر جلد ممکن ہو فراغت کر کے دفن کر دیا جائے۔

غسل میت کے مسائل

میت کو غسل دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اگر کوئی میت بے غسل کے دفن کر دی جائے تو

تمام وہ مسلمان جن کو اس کی خبر ہو گی گنہگار ہوں گے۔

اگر میت کو بے غسل کے قبر میں رکھ دیا ہو مگر ابھی مٹی نہ ڈالی گئی تو اس کو قبر سے نکال کر غسل دے دینا ضروری ہے ہاں اگر مٹی پڑ چکی ہو تو پھر نہ نکالنا چاہئے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

اگر کوئی عضو میت کا خشک رہ گیا ہو اور کفن پہنانے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر اس عضو کو دھو دینا چاہئے ہاں اگر کوئی انگلی یا اس کے برابر کوئی حصہ جسم کا خشک رہ جائے اور بعد تکفین کے یاد آئے تو پھر اس کے دھونے کی ضرورت نہیں۔ (بحرالرائق)

ایک مرتبہ غسل دینا فرض ہے اور تین مرتبہ مسنون ہے۔

میت کے غسل کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو کسی ایسے تخت وغیرہ پر لٹا کر جو تین یا پانچ یا سات مرتبہ کسی خوشبودار چیز سے دھونی پا چکا ہو اس کے جسم عورت کو کسی کپڑے سے بند کر کے جو کپڑے (۱) اس کے بدن میں ہوں وہ بہت جلد آسانی سے اتار لئے جائیں اور اس کو استنجا کرایا جائے اس طرح کہ نہلانے والا اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر اس کے خاص حصے اور مشترک حصے کو دھو دے بعد اس کے اس میت کو وضو کرایا جائے اور اس وضو میں کلی نہ کرائی جائے گی اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے اس لئے کہ پھر منہ اور ناک سے پانی کا نکلنا دشوار ہوگا ہاں نہلانے والا اپنی انگلی میں کپڑا لپیٹ کر اس کے دانتوں کو اور ناک کے اندرونی حصہ کو صاف کر دے صحیح یہ ہے کہ اس وضو میں سر کا مسح بھی کرایا جائے گا۔ (بحرالرائق)

جب وضو سے فراغت ہو جائے تو اس کے سر میں اگر بال ہوں تو مل دیا جائے جس پانی سے سر ملا جائے اس میں خطمی جوش کر لی جائے یا صابن ملا دیا جائے تا کہ میل اچھی طرح صاف ہو جائے غسل کے لئے گرم پانی بہتر ہے اس لئے کہ اس سے میل خوب صاف ہوتا ہے جب سر صاف ہو چکے تو میت کو بائیں پہلو پر لٹا کر تمام بدن پر پانی بہا دیا جائے اس قدر کہ پانی تخت تک پہنچ جائے یہ ایک مرتبہ غسل ہوا پھر دوسرے مرتبہ اس کو داہنے پہلو پر لٹا کر تمام بدن پر پانی بہا دیں پھر اس کو بٹھا کر اس کا پیٹ آہستہ آہستہ ملا جائے تا کہ آلائش نکل جائے اور وہ دھو دی

---

(۱) کپڑے اتار لینے میں یہ مصلحت ہے کہ کپڑوں کی گرمی سے نعش کے خراب ہو جانے کا خوف ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کے جسم اقدس سے کپڑے نہیں اتارے گئے بلکہ آپ کو کپڑوں کے ساتھ غسل دیا گیا یہ آپ ہی کے ساتھ خاص تھا آپ ﷺ کے جسم اقدس میں کسی خرابی کا معاذ اللہ خوف نہ تھا۔ ابوداؤد میں مروی ہے کہ نبی ﷺ کو کپڑے اتار کر غسل دینے میں صحابہؓ کا اختلاف ہوا تب گھر کے ایک گوشہ سے آواز آئی کہ نبی ﷺ کو کپڑوں کے ساتھ غسل دو آپ ﷺ کے جسم اطہر سے کپڑے نہ اتارو ۱۲۔

جائے بعد اس کے پھر اس کو بائیں پہلو پر لٹا کر تمام بدن پر پانی بہا دیا جائے یہ تیسرا مرتبہ ہوا۔ پہلی مرتبہ خاص پانی سے غسل دیا جائے دوسری مرتبہ اس پانی سے جس میں بیری کی پتی یا خطمی جوش کی گئی ہو۔ تیسری مرتبہ اس پانی سے جس میں کافور ہو۔ جب غسل سے فراغت ہو جائے تو میت کا بدن کسی کپڑے سے خشک کر لیا جائے تا کہ بدن کی تری سے کفن نہ خراب ہو۔ بعد اس کے زعفران اور دوس (۱) کے سوا اور کوئی خوشبو اس کے سر اور داڑھی میں لگا دی جائے اس کی پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک گھٹنوں پر کافور مل دیا جائے۔ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے اور ناخون یا بال اس کے نہ کاٹے جائیں مونچھیں نہ کتری جائیں ہاں اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے تو اس کے علیحدہ کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (بحر الرائق)

میت کے نہلانے کے اجرت لینا جائز نہیں اس لئے کہ میت کا نہلانا خدا کی طرف سے فرض ہے پھر اس پر اجرت کیسی ہاں اگر کئی شخص نہلانے والے وہاں موجود ہوں تو پھر جائز ہے اس لئے کہ ایسی صورت میں کسی خاص شخص پر اس کا نہلانا فرض نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

نہلانے والا ایسا شخص ہونا چاہئے کہ جس کو میت کا دیکھنا جائز ہو عورت کو مرد کا اور مرد کو عورت کا غسل دینا جائز نہیں ہاں منکوحہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اس لئے کہ وہ عدت کے زمانہ تک اس کے نکاح میں سمجھی جائے گی بخلاف شوہر کے کہ وہ عورت کے مرتے ہی اس عورت کے نکاح سے علیحدہ سمجھا جائے گا اور اس کو اس عورت کا غسل دینا جائز نہ ہوگا۔

اگر کوئی عورت ایسی جگہ مر جاہئے جہاں کوئی عورت نہ ہو جو اس کو غسل دے تو اگر کوئی مرد اس کا محرم موجود ہو تو وہ اس کو تیمّم کرا دے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمّم کرا دے ہاں لونڈی کو اجنبی بھی بے کپڑا لپیٹے ہوئے تیمّم کرا سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی مرد ایسی جگہ مر جائے جہاں کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو تو اس کو محرم عورت کپڑا لپیٹے ہوئے اور غیر محرم ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرا دے۔

نابالغ لڑکے اور لڑکی کو عورت اور مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میت کا کوئی عزیز ہو اور اگر عزیز نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی متقی پرہیزگار آدمی اس کو غسل دے۔

اگر کوئی کافر یا نجس آدمی یا وہ شخص جسے میت کا دیکھنا جائز نہ تھا میت کو غسل دے تب بھی

---

(۱) دوس ایک زرد گھاس ہے بلاد عرب میں پیدا ہوتا ہے پتی اس کی کندد کی پتی سے مشابہ ہوتی ہے اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں رنگ اس کا سرخی اور زردی کے درمیان میں ہوتا ہے ۱۲ قسطلانی۔

غسل صحیح ہو جائے گا۔ اگرچہ مکروہ ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

بہتر یہ ہے کہ جس جگہ میت کو غسل دیا جائے وہاں غسل دینے والے اور اس شخص کے جو اس کا شریک ہو کوئی دوسرا شخص نہ جائے اور غسل دینے والا اگر اس میں کوئی عمدہ بات دیکھے تو تو لوگوں سے بیان کر دے اور اگر کوئی بری حالت دیکھے تو کسی پر ظاہر نہ کرے ہاں اگر میت کوئی مشہور بدعتی ہو اور اس میں کوئی بری بات دیکھے تو ظاہر کر دے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور اس بدعت کے ارتکاب سے باز رہیں۔ (بحرالرائق۔ عالمگیری وغیرہ)

اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے اس کا غسل دینا فرض ہے پانی میں ڈوبنا غسل کے لئے کافی نہ ہوگا اس لئے کہ میت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں کوئی ان کا فعل نہیں ہوا ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا اسی طرح اگر میت کے اوپر مینہ کا پانی برس جائے یا اور کسی طرح سے پانی پہنچ جائے تب بھی اس کا غسل دینا فرض رہے گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں، بحرالرائق۔ درمختار وغیرہ)

اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا بلکہ یونہی دفن کر دیا جائے گا اور اگر کسی آدمی کا بدن نصف سے زیادہ کہیں ملے تو اس کا غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ ملے یا بے سر کے اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بے سر کے۔ (بحرالرائق۔ ردالمحتار)

اگر کوئی لڑکا پیدا ہوتے ہی مر جائے اس کا غسل دینا بھی فرض ہے اور اگر مرا ہوا پیدا ہو خواہ اس کے سب اعضاء بن چکے ہوں یا نہیں تو بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی غسل دیا جائے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

اگر کوئی میت کہیں دیکھی جائے اور کسی قرینے سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر تو اگر دارالاسلام میں یہ واقعہ ہوا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

اگر مسلمان کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز نہ باقی رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا اور اگر تمیز باقی ہو تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف انہیں کو غسل دیا جائے۔ کافروں کی نعش کو غسل نہ دیا جائے۔

اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے تو اس کی نعش اس کے کسی ہم مذہب کو دے دی جائے اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا ہو مگر لینا قبول نہ کرے تو بدرجۂ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے مگر نہ مسنون طریقے سے یعنی اس کو وضو نہ کرائے اور سر اس کا نہ صاف کرایا جائے کافور وغیرہ اس کے بدن میں نہ ملا جائے بلکہ جس طرح نجس چیز کو دھوتے ہیں اسی طرح اس کو دھوئیں اور کافر دھونے سے پاک نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس کو لئے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

باغی لوگ یا ڈاکہ زن اگر مارے جائیں تو ان کے مردوں کو غسل نہ دیا جائے بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہوں۔

مرتد اگر مر جائے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے اہل مذہب اس کی نعش مانگیں تو ان کو بھی نہ دی جائے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمّم کیا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دیدینا چاہیے۔

جب میت کو غسل دے چکیں اور اس کی تری کپڑے سے پونچھ کر دور کر دیں تو اس کو کفن پہنایا جائے۔

کفن کے مسائل

میت کو کفن دینا مثل غسل کے فرض کفایہ ہے۔ (بحر الرائق۔ ردالمحتار)

مردے کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں۔ (۱) تہہ بند۔(۱) (۲) کفنی۔ (۳) چادر اور عمامہ مکروہ ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں۔ (۱) تہہ بند۔(۲) (۲) کفنی۔ (۳) دوپٹہ۔

---

(۱) تہ بند کو عربی میں ازار اور کفنی کو قمیض اور چادر کو ردا کہتے ہیں ازار اور لفافہ دونوں چادر کو کہتے ہیں یہ چادریں سر سے پیر تک ہوتی ہیں اور لفافہ کی چادر ازار سے کچھ تھوڑی بڑی ہوتی ہے اور قمیض ایک قسم کا کرتہ ہے جو گردن سے لے کر پیر تک ہوتا ہے مگر اس کے دامنوں میں چاک نہیں ہوتا۔ (ہدایہ) ۱۲۔

(۲) تہ بند اور چادر اور کفنی کی وہی حد ہے جو مرد کے کفن میں بیان ہو چکی ہے رہ گیا دوپٹہ سینہ بند دوپٹہ تین گز کا ہوتا ہے جو سر سے لے کر منہ پر ڈال دیا جاتا ہے لپیٹا نہیں جاتا اور سینہ بند سینے سے لے کر رانوں تک ہوتا ہے۔ (قاضی خاں) ۱۲۔

(۴) سینہ بند۔ (۵) چادر۔ اگر مرد کے کفن میں صرف تہ بند اور چادر پر اکتفا کی جائے یا عورت کے کفن میں صرف کفنی اور تہ بند یا صرف دو تہ بندوں پر اکتفا کی جائے تب بھی جائز ہے اور اگر اس قدر کفن بھی ممکن ہو تو جس قدر ہو سکے مگر کم سے کم اس قدر کپڑا ضروری ہے جو پورے بدن کو چھپا لے اگر اس قدر بھی نہ ہو تو لوگوں سے مانگ کر پورا کیا جائے یہ بھی نہ ہو سکے تو جس قدر جسم کھلا رہ گیا ہو گھاس وغیرہ (۱) سے چھپا دیا جائے۔

قبل اس کے کہ میت کو کفن پہنایا جائے کفن پر تین مرتبہ کسی خوشبودار چیز کی دھونی دے دینا مستحب ہے۔ (بحر الرائق)

مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا دی جائے اور اس کے اوپر تہ بند بچھا دیا جائے اور میت کو کفنی پہنا کر تہ بند پر لٹا دیں اور پہلے تہ بند لپیٹ دیں اس طرح کہ پہلے بایاں جانب اس کا میت کے بدن پر رکھیں اس کے بعد داہنا تا کہ داہنا جانب بائیں کے اوپر رہے بعد اس کے پھر چادر کو اسی طرح لپیٹ دیں تا کہ داہنا جانب بائیں کے اوپر رہے۔

عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا کر اس کے اوپر تہ بند بچھا دیں اور عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بالوں کے دو حصے کر کے ایک حصہ گردن کے پیچھے سے داہنے جانب لا کر دوسرا گردن کے نیچے سے بائیں لا کر سینے پر رکھ دیں کفنی کے اوپر بعد اس کے دوپٹہ اس کے سر سے لے کر منہ تک ڈال دیں بعد اس کے تہ بندوں پر اس کو لٹا دیں اور مثل سابق پہلے تہ بند کو لپیٹ دیں اس کے بعد چادر کو ان سب کے بعد سینہ بند کو لپیٹ دیں اگر ہوا وغیرہ سے کفن سے کھل جانے کا خوف ہوتا ہو اس کو کسی چیز سے باندھ دیں۔ (درمختار وغیرہ)

بالغ اور نابالغ محرم اور حلال سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔

جو لڑکا مرا ہوا پیدا ہو یا حمل ساقط ہو جائے اس کے لئے صرف کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے کفن مسنون کی ضرورت نہیں۔ (ردالمحتار وغیرہ)

اسی طرح اگر انسان کا کوئی عضو یا نصف جسم بغیر سر کے پایا جائے اس کو بھی کسی کپڑے میں

---

(۱) اسی وجہ سے جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور ان کے پاس صرف ایک چادر تھی کہ اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تھا تو پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیر بند کئے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان کے سر کو تو چادر سے بند کر دو اور پیر کو اذخر سے اذخر ایک قسم کی گھاس ہے ۱۲۔

لپیٹ دینا کافی ہے ہاں اگر نصف جسم کے ساتھ سر بھی ہو یا نصف سے زیادہ حصہ جسم کا ہو گو سر بھی نہ ہو تو پھر کفن مسنون دینا چاہئے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

کسی انسان کی قبر کھل جائے یا اور کسی وجہ سے اس کی نعش باہر نکل آئے اور کفن نہ ہو تو اسکو بھی کفن مسنون دینا چاہئے بشرطیکہ وہ نعش پھٹی نہ ہو اگر پھٹ گئی ہو تو صرف کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔

کفن انہیں کپڑوں کا ہونا چاہئے جن کا پہننا زندگی کی حالت میں جائز تھا مرد کے لئے خالص ریشمی یا زعفران یا کسم کے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن نہ دیا جائے ہاں عورتوں کو اس قسم کا کفن دیا جاسکتا ہے اس لئے کہ ان کو حالت زندگی میں ایسے کپڑوں کا پہننا جائز تھا۔ کفن کا گراں قیمت کا بنانا مکروہ ہے اور بہت برے کپڑے کا بھی نہ ہونا چاہئے بلکہ ایسے کپڑوں کا جن کو میت اپنی زندگی کی حالت میں جمعہ اور عیدین میں پہنتا ہو اور عورت کے لئے ایسے کپڑے کا جس کو اپنے ماں باپ کے پاس پہن کر جاتی ہو کفن سفید رنگ کے کپڑے کا بہتر ہے پرانے اور نئے کی کچھ تخصیص نہیں۔

میت کا کفن اس شخص کو بنانا چاہئے جو حالت حیات میں اس کی کفالت کرتا تھا خواہ وہ کچھ مال چھوڑ کر مرا ہو یا نہیں جیسے عورت کا کفن اس کے شوہر کے ذمے ہے خواہ وہ کچھ مال چھوڑ کر مری ہو یا نہیں اور خواہ شوہر امیر ہو یا غریب اسی طرح غلام کا کفن اس کے آقا کے ذمے ہے خلاصہ یہ کہ جن لوگوں کا کھانا اور کپڑا زندگی میں جس شخص کے ذمے ہوگا اسی شخص کے ذمے بعد مرنے کے ان لوگون کا کفن بھی ہوگا۔ (بحرالرائق)

اور اگر ایسا کوئی شخص نہ ہو جس پر حالت حیات میں اس کی کفالت ضروری تھی اور وہ میت کچھ مال چھوڑ کر مرا ہو تو اس کا کفن اس مال سے بنایا جائے ورنہ بیت المال سے اگر بیت المال نہ ہو جیسا ہمارے زمانے میں ہندوستان میں نہیں ہے تو مسلمانوں سے چندہ لے کر اس کا کفن بنادیا جائے۔

کافر اگر مر جائے تو اس کا کفن مسنون طریقے سے نہ دیا جائے گا بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے گا اور مرتد کو بالکل کفن نہ دیا جائے گا نہ مسنون نہ غیر مسنون۔

جب میت کو کفن پہنا چکیں تو اس کی نماز پڑھیں اور اس کے تمام اعزا واحباب واہل محلّہ کو خبر کردیں تا کہ وہ لوگ بھی اس کے حق سے ادا ہو جائیں اور نماز میں آ کر شریک ہولیں۔

نماز جنازہ کے مسائل

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ منکر اس کا کافر ہے۔

نماز جنازہ درحقیقت اس میت کے لئے دعا ہے ارحم الراحمین سے۔

نماز جنازہ کے واجب ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہم اوپر لکھ چکے ہیں ہاں اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم ہو جس کو یہ خبر نہ ہو گی وہ معذور ہے نماز جنازہ اس پر ضروری نہیں۔ (ردالمحتار)

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں ایک وہ جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے اوپر بیان ہو چکیں۔

۱۔ طہارت ۲۔ ستر عورت۔ ۳۔ استقبال قبلہ۔ ۴۔ نیت۔ ہاں وقت اس کے لئے شرط نہیں۔ اور اس کے لئے تیمّم نماز نہ ملنے کے خیال سے جائز ہے۔ مثلاً نماز جنازہ ہو رہی ہو اور وضو کرنے میں احتمال ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمّم کر لے بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت کے چلے جانے کا بھی خوف ہو تو تیمم جائز نہیں۔

آج کل جنازے کی نماز پڑھنے والے جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھتے ہیں ان کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ جگہ جس پر کھڑے ہوں اور جوتے دونوں پاک ہوں اور اگر جوتا پیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور ان کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کو میت سے تعلق ہے۔

۱۔ میت کا مسلمان ہونا کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے سوا ان لوگوں کے جو بادشاہ سے بغاوت کریں یا ڈاکہ زنی کرتے ہوں بشرطیکہ یہ لوگ بادشاہ وقت سے لڑائی کی حالت میں مقتول ہوں۔ اگر بعد لڑائی کے یا اپنی موت سے مر جائیں تو پھر ان کی نماز پڑھی جائے گی۔ جس شخص نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہ پڑھی جائے گی ان لوگوں کی نماز زجراً نہیں پڑھی جاتی۔ صحیح یہ ہے کہ جس نے اپنی جان خودکشی کر کے دی ہو اس پر نماز پڑھنا درست ہے جس لڑکے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائے گا۔ اور اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ میت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ

پیدا ہو کر مر گیا ہو مرا ہوا لڑکا اگر پیدا ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔ (ردالمحتار)

۲۔ میت کا بدن اور کفن نجاست حقیقیہ اور حکمیہ سے طاہر ہونا ہاں اگر نجاست حقیقیہ اس کے بدن سے خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن بالکل نجس ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز درست ہے۔ (ردالمحتار)

اگر کوئی میت نجاست حکمیہ سے طاہر نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا درصورت ناممکن ہونے غسل کے تیمّم نہ کرایا گیا ہو اس کی نماز درست نہیں ہاں اگر اس کا طاہر کرنا ممکن نہ ہو مثلاً بے غسل یا تیمّم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔ اگر کسی میت پر بے غسل یا تیمّم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور بعد دفن کے خیال آئے کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا تو اسکی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے اس لئے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں ہے لہذا نماز ہو جائے گی۔ اگر کسی مسلمان کو بے نماز پڑھے ہوئے دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے جب تک کہ اس کی نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو جب خیال ہو کہ اب نعش پھٹ گئی ہو گی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

۱۔ میت جس جگہ رکھی ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ۔ (ردالمحتار۔ فتاویٰ عالمگیری) ۲۔ میت کے جسم عورت کا پوشیدہ ہونا اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں ۔۳۔ میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا۔ اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز نہ ہو گی ۔۴۔ میت کا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہو گی۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ) ۔۵۔ میت کا وہاں موجود ہونا (۱) اگر میت وہاں نہ موجود ہو تو نماز نہ صحیح ہو گی۔

---

(۱) یہ مذہب حنفیہ اور مالکیہ کا ہے امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک میت کا وہاں موجود ہونا شرط نہیں ان کے نزدیک غائب پر بھی نماز جنازہ درست ہے وہ اپنے استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ نے انتقال فرمایا اور آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے مدینہ میں ان پر نماز پڑھی حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ خاصہ آنحضرت ﷺ کا تھا اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کر سکتے اور واقعی یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے دیکھئے آنحضرت ﷺ مدیون کے جنازہ کی نماز نہ پڑھتے تھے کیا دوسرے کو بھی ایسا کرنے کا اختیار ہے۔ دوسرا جواب حنفیہ اور مالکیہ کا یہ ہے کہ ممکن ہے کہ نجاشی کا جنازہ آنحضرت ﷺ کے پیش نظر کر دیا گیا ہو خداؑ کی قدرت سے صحیح ابن حبان میں ایک حدیث بھی مل گئی ہے جس سے یہ جواب بہت قوی ہو گیا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔۱۔چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے۔۲۔قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا جس طرح فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بے عذر کے ان کا بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اسی طرح یہاں بھی قیام فرض ہے اور بے عذر اس کا ترک جائز نہیں۔ عذر کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ رکوع سجدے قعدے وغیرہ اس نماز میں نہیں۔ نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں۔(۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا۔(۲) نبی ﷺ پر درود پڑھنا۔(۳) میت کے لئے دعا کرنا۔

جماعت جیسا کہ اور نمازوں کے لئے شرط نہیں ہے ویسا ہی یہاں بھی شرط نہیں ہے اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا خواہ وہ عورت ہو یا مرد بالغ ہو یا نابالغ۔(ردالمختار) ہاں یہاں جماعت کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے کہ یہ دعا ہے میت کے لئے ور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہ الٰہی میں کسی چیز کے لئے دعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لئے۔ نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے محاذی کھڑا ہو جائے اور سب لوگ یہ نیت کریں۔ **ان اصلی صلوٰۃ الجنازۃ للہ تعالی و دعاء اللمیت** میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھو جو خدا کی نماز ہے اور میت کے لئے دعا ہے یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کی کانوں تک اٹھا کے ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ مثل نماز کے باندھ لیں۔ **سبحانک اللّٰھُمَّ و بحمدک و تبارک اسمک و تعالی جدک و جل ثناء ک و لا الہ غیر ک.** اس کو پڑھ کر پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں بعد اس کے درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود شریف پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اس تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کریں اگر بالغ ہو تو یہ

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) اس حدیث کو علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں نقل کیا ہے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہو گیا اٹھو ان پر نماز پڑھو آنحضرت ﷺ کھڑے ہو گئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے صف بستہ کھڑے ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ نجاشی کا جنازہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ہے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نجاشی کا جنازہ حاضر کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ صحابہؓ نے بھی اس کو دیکھا۔ اس کے علاوہ اگر نماز جنازہ غائب پر درست ہوتی تو قراء صحابہ جن میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے شہید ہوئے اور حضرت جبرائیلؑ نے آپ کو خبر دی تو آپ ان پر ضرور نماز پڑھتے اس لئے کہ وہ لوگ آپ ﷺ کو نہایت محبوب تھے۔ واللہ اعلم ۱۲۔

دعا پڑھیں۔ (۱) اللّٰھم اغفر لحینا ومیّتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللّٰھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منافتوفہ علی الایمان اور بعض احادیث میں یہ دعا بھی وارد ہوئی ہے۔ (۲) اللّٰھم اغفر لہٖ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیراً من دارہ واھلاً خیرا من اھلہ وزوجاً خیراً من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر وعذاب النار. اور اگر ان دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے بلکہ شامی نے ردالمحتار میں دونوں دعاؤں کو ایک ہی میں ملا کر لکھا ہے اور دونوں دعاؤں کے سوا اور دعائیں بھی احادیث میں وارد ہوئی ہیں ان کو ہمارے فقہاء نے بھی نقل کیا ہے جس دعا کو چاہے اختیار کرے۔ اور اگر میت نابالغ ہے تو یہ دعا پڑھے۔ (۳) اللھم اجعلہ لنا فرطاً اللھم اجعلہ لنا ذخراً اللھم اجعلہ لنا شافعاً ومشفعاً جب دعا پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔ اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی قرأت وغیرہ نہیں ہے ہاں اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ پہلی تکبیر کے بعد اس نیت سے پڑھے کہ اس میں حق تعالیٰ کی حمد وثناء ہے تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (ردالمحتار)

---

(۱) اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور مردوں کو اور ان کو جو حاضر ہیں اور ان کو جو غائب ہیں اور ہمارے چھوٹوں بڑوں کو اور مردوں اور عورتوں کو اے اللہ جس کو زندہ رکھے تو ہم سے اس کو زندہ رکھ اسلام پر اور جس کو موت دے اس کو موت دے ایمان پر ۱۲۔

(۲) اے اللہ بخش دے اس میت کو اور رحم فرما اس پر اور معاف فرمادے اس کی سب خطائیں اور عمدہ سامان کر اس کے اترنے کا اور کشادہ کردے اس کی قبر کو اور غسل دے اس کو پانی سے اور برف سے اور اولے سے اور صاف کر اس کو گناہوں سے جیسے سفید رنگ کا کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور دنیا کے گھر کے عوض میں اس کو اس سے اچھا گھر عنایت فرما اور اس کے اعزہ سے بہتر کر وہاں کے لوگوں کو اور اس کی بی بی سے بہتر بی بی اس کو مرحمت فرما اور اس کو بہشت بریں میں داخل فرما اور عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے اس کو نجات دے ۱۲۔
اس حدیث میں پانی اور برف اور اولے سے غسل دینے کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ اس کو انواع واقسام کی طہارتوں سے طاہر فرما تا کہ پھر کسی قسم کا گناہ اس کا باقی نہ رہے ۱۲۔

(۳) اے اللہ اس بچے کو ہمارے لئے فرط کردے اور اس کو ہمارے لئے ذخیرہ بنادے اے اللہ اسکو ہمارے لئے سفارش کرنے والا بنادے اور اس کی سفارش قبول فرما۔ فرط اس جماعت کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلی منزل پر پہنچ کر آسائش کا سامان مہیا کر رکھے مقصود یہ ہے کہ اس کی سفارش ہمارے حق میں قبول فرما اور اس کو ہمارے لئے سفارش کرنے کی اجازت دے ۱۲۔

نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے باقی چیزیں یعنی ثناء اور درود اور دعا مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔

جنازہ کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں (۱) کر دی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنا دیا جائے اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں اور دوسری میں دو اور تیسری میں ایک۔ (ردالمحتار)

جنازے کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ جنازے کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں جاتا اور عورت کی محاذاۃ سے اس میں فساد نہیں آتا۔

جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنج وقتی نمازوں یا جمعہ عیدین کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہاں جو مسجد خاص جنازے کے لئے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں۔ (ردالمحتار۔ درمختار۔ بحرالرائق وغیرہ)

میت کی نماز میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔ (درمختار۔ بحرالرائق وغیرہ) جنازے کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ (درمختار وغیرہ)

اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازے کی نماز علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے اور اس وقت چاہئے کہ سب جنازوں کی صف قائم کر دی جائے خواہ اس طرح کہ ایک کے آگے ایک رکھ دیا جائے کہ ہر ایک کے سر کے پاس دوسرے کی پیر ہوں خواہ اس طرح کہ ایک جنازے کے سامنے دوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور اس کے سر ایک طرف اور خواہ اس طرح کہ ہر ایک کا سر دوسرے کے شانے کے محاذی ہو ان سب صورتوں میں دوسری صورت بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے محاذی ہو جائے گا جو مسنون ہے اور باقی صورتوں میں امام کو اختیار ہے کہ جس جنازے کے سامنے کھڑا ہو۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

---

(۱) اس کے مستحب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صحیح حدیث میں نبی ﷺ سے منقول ہے کہ جس میت پر تین صفیں نماز پڑھ لیں وہ بخشا جاتا ہے ۱۲ (ابوداؤد)

اگر جنازے مختلف اصناف کے ہوں تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے امام کے قریب مردوں کے جنازے ان کے بعد لڑکوں کے ان کے بعد مخنثوں کے ان کے بعد بالغہ عورتوں کے ان کے بعد نابالغہ لڑکیوں کے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر جنازے مختلف اصناف کے ہوں تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے امام کے قریب مردوں کے جنازے ان کے بعد لڑکوں کے ان کے بعد مخنثوں کے ان کی بعد بالغہ عورتوں کے ان کے بعد نابالغہ لڑکیوں کے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص جنازے کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں تو جس قدر تکبیریں ہو چکی ہیں ان کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا اور اس کو چاہئے کہ فوراً آتے ہوئے مثل اور نمازوں کے تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہو جائے بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کر لے۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو وہ شخص اس تکبیر کے حق میں مسبوق نہ سمجھا جائے گا اور اس کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہہ کر شریک ہو جائے اور بعد ختم نماز کے اپنی گئی ہوئی تین تکبیروں کا اعادہ کر لے۔

اگر کوئی شخص تکبیر تحریمہ یعنی پہلی تکبیر یا اور کسی تکبیر کے وقت موجود تھا اور نماز میں شرکت کے لئے مستعد تھا تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جانا چاہئے امام کی دوسری تکبیر کا اس کو انتظار نہ کرنا چاہئے اور جس تکبیر کے وقت حاضر تھا اس تکبیر کا اعادہ اس کے ذمہ نہ ہوگا بشرطیکہ قبل اس کے کہ امام دوسری تکبیر کہے یہ اس تکبیر کو ادا کرے گو امام کی معیت نہ ہو۔ (بحر الرائق وغیرہ)

جنازے کی نماز کا مسبوق (۱) جب اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے اور خوف ہو کہ اگر دعا پڑھے گا تو دیر ہوگی اور جنازہ اٹھ جائے گا تو دعا نہ پڑھے۔

---

(۱)۔ یہ مذہب قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ان کے نزدیک نماز جنازہ بھی جس وقت کوئی شخص پہنچے اس کو فوراً شریک ہو جانا چاہئے اور اس تکبیر کے حق میں وہ مسبوق نہ ہوگا اور امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آئے وہ نماز میں شریک ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جنازے کی نماز چوتھی تکبیر سے ختم ہو جاتی ہے لیکن اس مسئلے میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض علماء نے اس مسئلہ میں بھی امام صاحب کے موافق فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شامی نے اس مقام کو شرح درمختار میں بہت صاف لکھا ہے صاحب بحر الرائق نے اس مقام کو اچھا نہیں لکھا ان کی عبارت سے جو شکوک پیدا ہوتے ہیں وہ بھی شامی سے دور ہو جاتے ہیں واللہ اعلم ۱۲۔

جنازے کی نماز میں اگر کوئی شخص لاحق ہو جائے تو اس کا وہی حکم ہے جو اور نمازوں کے لاحق کا ہے۔ (بحرالرائق)

جنازے کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہ وقت کو ہے بشرطیکہ مسلمان ہو گو تقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں اگر بادشاہ وقت وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اس کی طرف سے حاکم شہر ہو وہ مستحق امامت ہے گو ورع اور تقوی میں اس سے افضل لوگ وہاں موجود ہوں وہ بھی نہ ہو تو قاضی شہر وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرے کا امام بنانا جائز نہیں (۱) انہیں کا امام بنانا واجب ہے اگر یہ لوگ کوئی وہاں موجود نہ ہوں تو اس محلہ کا امام مستحق ہے بشرطیکہ میت کے اعزا میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو ورنہ میت کے وہ اعزا جن کو حق ولایت (۲) حاصل ہے امامت کے مستحق ہیں یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دیں اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں تو ولی کو اختیار ہے کہ پھر دوبارہ نماز پڑھے حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے تاوقتیکہ نعش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔

اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسی شخص نے نماز پڑھادی ہو جس کو امامت کا استحقاق ہے تو پھر ولی میت نماز کا اعادہ نہیں کر سکتا اسی طرح اگر ولی میت نے بحالت نہ موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھادی ہو تو بادشاہ وقت وغیرہ کو اعادے کا اختیار نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولی میت بحالت موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھ لے تب بھی بادشاہ وقت کو اعادے کا اختیار نہ ہوگا گو ایسی حالت میں بادشاہ وقت کے امام نہ بنانے سے ترک واجب کا گناہ اولیائے میت پر ہوگا۔ (ردالمحتار)

حاصل یہ کہ ایک جنازے کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں مگر ولی میت کو بشرطیکہ اس کی بے اجازت کسی غیر مستحق نے نماز پڑھادی ہو۔

---

(۱)۔ اسی وجہ سے جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید بن عاص کو جو حکم مدینہ تھے امام بنایا اگرچہ وہ خود ورع اور تقویٰ میں سعید سے بدرجہا افضل تھے چنانچہ خود بھی انہوں نے سعید سے فرمایا کہ اگر یہ طریقہ اسلام کا نہ ہوتا تو میں ہرگز تم کو نہ بناتا ۱۲۔

(۲)۔ وہ اعزا میت کے جن کو حق ولایت حاصل ہے کتاب اور نکاح میں بیان کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔

دفن کے مسائل

میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے جس طرح اس کا غسل اور نماز۔

جب میت کی نماز سے فراغت ہو جائے تو فوراً اس کو دفن کرنے کے لئے جہاں قبر کھدی ہو لے جانا چاہئے۔ اگر میت کوئی شیر خوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کو دست بدست لے جائیں یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لے پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں اور اگر میت کوئی بڑا آدمی ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر رکھ کر لے جائیں اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے میت کی چارپائی ہاتھوں سے اٹھا کر شانوں پر رکھنا چاہئے مثال مال اسباب کے شانوں لادنا مکروہ ہے اسی طرح اس کا کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ لے جانا بھی مکروہ ہے۔

میت کے اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا اگلا داہنا پایا اپنے داہنے شانے پر رکھ کر اور کم سے کم دس قدم چلے بعد اس کے پچھلا داہنا پایا داہنے شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے اس کے بعد اگلا بایاں پایا اپنے شانے پر رکھ کر پھر پچھلا بایاں پایا بائیں شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم تک چلے تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس[ع۱] قدم قدم ہو جائیں جنازے کا تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر نہ اس قدر کہ نعش کو حرکت واضطراب ہونے لگے۔ (ردالمحتار)

جو لوگ جنازے کے ہمراہ جائیں ان کو قبل اس کے کہ جنازہ شانوں سے اتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی ضرورت بیٹھنے کی پیش آئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (ردالمحتار وغیرہ)

جو لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں ان کو جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا نہ[ع۲] چاہئے۔ (ردالمحتار۔ درمختار وغیرہ)

جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں ان کو جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازے کے آگے چلنا بھی جائز ہے ہاں اگر سب لوگ جنازے کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے (ردالمحتار وغیرہ)

ع۱۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص جنازے کو اٹھا کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۱۲ (شامی اور زیلعی)

ع۲۔ کتب احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے مگر اخیر میں آنحضرت صلعم نے اس کو ترک کر دیا اور یہ فعل منسوخ ہو گیا۔ (صحیح مسلم وغیرہ)

جنازے کے ہمراہ پیادہ پا چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازے کے پیچھے چلے۔

جنازے کے ہمراہ جو لوگ ہوں ان کو کوئی دعا (۱) یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ (در مختار وغیرہ)

میت کی قبر کم سے کم اس کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے اور موافق اس کے قد کے لمبی ہو اور بغلی (۲) قبر بہ نسبت صندوقی کے بہتر ہے ہاں اگر زمین بہت نرم ہو کہ بغلی کھودنے میں قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی نہ کھودی جائے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کھد سکے تو میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں خواہ صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔ (بحر الرائق۔ در مختار وغیرہ)

جب قبر تیار ہو چکے تو میت کو قبلے کی طرف سے قبر میں اتار دیں اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلے کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو (۳) اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔

قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں (۴) نبی ﷺ کو آپ کی قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔ (رد المختار)

قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔

میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر اس کو قبلہ (۵) رو کر دینا مسنون ہے (رد المختار)

---

(۱) حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ برا جانتے تھے اس کو کہ جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں وہ بلند آواز سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ میت کو بخش دے یہ روایت لکھ کر علامہ شامی رد المختار میں لکھتے ہیں کہ جب بلند آواز سے دعا اور ذکر کا یہ حال ہے تو میت کے ہمراہ گانے کا کیا حال ہوگا جو آج کل ہمارے شہروں میں رائج ہے ۱۲۔

(۲) بغلی قبر بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ قبر کھودی جائے اور بعد اس کے قبلے کی جانب ایک گڑھا اور کھودا جائے جس میں جنازہ رکھا جائے اور صندوق کا یہ طریقہ ہے کہ قبر کے بیچ میں گڑھا کھودا جائے اور اس میں میت رکھی جائے ۱۲ ردالمختار۔

(۳) یہ مذہب حنفیہ کا ہے۔ شافعیہ کے نزدیک میت قبر کے پائنتی رکھی جائے اور سر اٹھا کر کھینچتے ہوئے قبر کے اندر لے جا کر رکھ دیں ۱۲۔

(۴) یہ مذہب حنفیہ کا ہے شافعیہ کے نزدیک طاق عدد مسنون ہے ۱۲۔

(۵) قبلہ رو کر دینے کو صاحب در مختار وغیرہ نے واجب لکھا ہے اس وجہ سے کہ صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس کا حکم فرمایا مگر علامہ شامی نے لکھا ہے کہ یہ مضمون کسی حدیث میں علماء کو نہیں ملا پھر انہوں نے تحفہ سے جو فقہ شافعی کی کتاب ہے اس کا مسنون ہونا نقل کیا اور ان کا میلان بھی اسکے مسنون ہونے کی طرف ان کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے ہم نے بھی اس کو مسنون لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی کھول دی جائے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

بعد اس کے کچی کوٹھیوں (۱) یا نرکل سے اس کو بند کردیں پختہ کھوٹیوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے جہاں زمین بہت نرم ہو کہ قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو تو پختہ کوٹھیوں یا لکڑی کے تختے رکھ دینا بھی جائز ہے۔ (درمختار وغیرہ)

عورت اور مخنث کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کرکے رکھنا مستحب ہے اور اگر میت کے بدن کے ظاہر ہوجانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔ (ردالمحتار)

مردوں کے دفن کے وقت قبر پر پردہ کرنا نہ چاہئے ہاں اگر عذر ہو مثلاً پانی برس رہا ہو یا برف گررہی ہو یا دھوپ سخت ہو تو پھر جائز ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

جب میت کو قبر میں رکھ چکیں تو جس قدر مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو تو سب اس پر ڈال دیں اس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے بشرطیکہ بہت زیادہ ہو کہ قبر ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہوجائے اگر اس سے کم رہے تو پھر مکروہ نہیں۔ (ردالمحتار)

قبر میں مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے اور پہلے مرتبہ پڑھے **منھا خلقناکم** (۲) اور دوسری مرتبہ **وفیھا نعیدکم** اور تیسری مرتبہ **ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ**۔ (ردالمحتار)

بعد دفن کے تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا (۳) اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچانا مستحب ہے۔ (درمختار وغیرہ)

بعد مٹی ڈال چکنے کے قبر پر پانی چھڑک دینا (۴) مستحب ہے (ردالمحتار وغیرہ)

کسی میت کو چھوٹا ہو بڑا مکان کے اندر دفن کرنا نہ چاہئے اس لئے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ (درمختار وغیرہ)

---

(۱) کوٹھی ایک قسم کی اینٹ کو کہتے ہیں لیکن یہ اینٹ عمارت کی معمولی اینٹوں سے زیادہ لمبی ہوتی ہے ۱۲۔

(۱) یہ قرآن مجید کی آیت ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ اسی (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں لے جائیں گے ہم تم کو اور اسی سے پھر دوبارہ تم کو نکالیں گے ۱۲۔

(۲) نبی ﷺ جب میت کے دفن سے فراغت پاتے تو تھوڑی دیر اس کی قبر پر ٹھہرتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو اور اللہ سے سوال کرو کہ اس کو ایمان پر قائم رکھے اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال ہورہا ہے (ابو داؤد ۱۲)

(۳) نبی ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا تھا اور بھی بعض صحابہ کی قبروں پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا تھا جیسا کہ کتب احادیث سے ظاہر ہے ۱۲۔

قبر کا مربع (۱) بنانا مکروہ ہے مستحب یہ ہے کہ اٹھی ہوئی مثل کوہان شتر کے بنائی جائے اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونا چاہئے۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ (۲) بلند کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

قبر پر گچ کرنا (۳) یا اس پر مٹی لگانا مکروہ ہے۔ (درمختار وغیرہ)

بعد دفن کر چکنے کے قبر پر کوئی عمارت (۴) مثل گنبد یا قبے وغیرہ کے بنانا بغرض زینت حرام ہے اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

میت کی قبر پر کوئی چیز بطور یادداشت کے لکھنا جائز ہے بشرطیکہ ضرورت ہو ورنہ (۵) جائز نہیں۔ (ردالمحتار وغیرہ)

---

(۱) یہ مذہب حنفیہ کا ہے امام شافعی کے نزدیک مربع بنانا بہتر ہے مگر احادیث میں آنحضور ﷺ کی قبر مقدس کو مربع نہیں بیان کیا گیا بلکہ کوہان شتر کے ۱۲۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم فرمایا تھا کہ جو قبر بلند دیکھو اس کو زمین کے برابر کردو (ترمذی) اور بھی یہ مضمون متعدد صحابہ سے منقول ہے نبی ﷺ اور ان کی رفیق حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبر بھی بلند نہیں ہے ۱۲۔

(۳) مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا قبروں پر گچ کرنے سے اور ان پر لکھنے سے اور ان پر عمارت بنانے سے اور مٹی لگانے سے مضامین اس حدیث کے ان تمام کتابوں میں کچھ کسی میں مروی ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں جہاں صاحب سفر السعادۃ نے ان امور کی ممانعت لکھی ہے فرماتے ہیں کہ جو کچھ مصنف نے ذکر کیا ہے سب حق ہے اور صحیح احادیث میں یہ مضامین وارد ہوئے ہیں اور نبی ﷺ اور خلفائے راشدین اور صحابہ کے زمانہ میں یہی طریقہ تھا اگرچہ اخیر زمانہ میں لوگوں نے اس مصلحت سے کہ مشائخ اور علماء کی قدر و منزلت لوگوں کی نظروں میں رہے بزرگوں کی قبر میں یہ تکلفات شروع کر دیئے خصوصاً ہندوستان میں کفار کے مرعوب کرنے کی مصلحت بھی مدنظر تھی۔ مگر اصل یہ ہے کہ جب صحیح احادیث میں ان چیزوں کی صاف ممانعت آچکی اور اس کی کوئی علت خاص نہ بیان کی گئی نہ معلوم ہوتی ہے تو پھر ان کے مقابلے میں یہ مصلحتیں کیا کام دے سکتی ہیں اخیر میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھ دیا کہ اگر جہال و عوام کوئی بات کریں تو یقین ہے کہ بزرگوں کی روح اس سے ہرگز خوش نہ ہوگی ان بزرگوں کی دیانت اور کمال اس کو مقتضی ہے واللہ اعلم ۱۲۔

(۴) جو احادیث کہ اوپر کے حاشیہ میں نقل کی گئیں ان سے قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت ظاہر ہو رہی ہے ۱۲۔

(۵) اگرچہ اس حدیث سابق سے لکھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو آپ نے دفن کیا تھا تو ایک پتھر ان کی قبر پر آپ نے رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ اس لئے تاکہ اس قبر کی پہچان رہے اور میں اپنے اعزا کو اس کے قریب دفن کروں پھر آپ نے اپنے فرزند عزیز حضرت ابراہیم کو وہیں دفن کیا لہذا معلوم ہوا کہ قبر پر علامت بنانا جائز ہے مگر ضرورت کے وقت اور وہ حدیث جس میں لکھنے کی ممانعت ہے اس وقت کے لئے ہے جب ضرورت نہ ہو ۱۲۔

شہید کے احکام

اگر چہ شہید بھی بظاہر میت ہے مگر عام موتی کے سب احکام اس میں جاری نہیں ہوسکتے اور فضائل بھی اس کے بہت ہیں اس لئے اس کے احکام علیحدہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوا۔

شہید کے اقسام احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں بعض علماء (۱) نے ان اقسام کے جمع کرنے کے لئے مستقل رسالے بھی تصنیف فرمائے ہیں مگر یہاں ہم کو شہید کے جو احکام بیان کرنا مقصود ہیں وہ اس شہید کے ساتھ خاص ہیں جس میں یہ شرطیں پائی جائیں۔

۱۔ مسلمان ہونا اسلام کے لئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہوسکتی۔

۲۔ مکلّف یعنی عاقل بالغ ہونا۔ جو شخص حالت جنون وغیرہ میں مارا جائے یا عدم بلوغ کی حالت میں تو اس کے لئے شہادت کے وہ احکام جن کا ہم ذکر آگے کریں گے ثابت نہ ہوں گے۔

۳۔ حدث اکبر سے پاک ہونا۔ کوئی شخص حالت جنابت یا حیض ونفاس میں شہید ہو جائے تو اس کے لئے بھی شہید (۲) کے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔

(۴) بے گناہ مقتول ہونا۔ اگر کوئی شخص بے گناہ نہ مقتول ہوا ہو بلکہ کسی جرم شرعی کی سزا میں مارا گیا ہو یا مقتول ہی نہ ہوا ہو بلکہ یوں ہی مر گیا ہو تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔

---

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے ابو اب اشعارۃ فی اشباب الشہادۃ. اس میں شہید کے تمام اقسام جمع کئے ہیں جن کی نسبت احادیث وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے وہ شخص ہے جو جہاد میں مارا جائے اور یہ اعلیٰ درجہ کا شہید ہے اور شہید کے لفظ سے اکثر یہی قسم مراد ہوتی ہے۔ (۲) جو مرض طاعون میں مرے یا زمانہ طاعون میں کسی اور مرض سے مر جائے (۳) وہ شخص پیٹ کی بیماری میں مرے مثلاً دستوں کے سبب سے یا درد شکم استسقاء وغیرہ سے یا عورت نفاس وغیرہ کی خرابیوں سے (۴) جو ڈوب کر مرے (۵) ذات الجنب سے جو شخص مرے (۶) جو شخص جمعے کے دن یا اس کی رات میں مرے (۷) جو شخص جل کر مرے (۸) جو شخص گر کر مرے (۹) جو شخص شہادت کی تمنا دل میں رکھتا ہو مگر کسی وجہ سے اتفاق نہ ہو (۱۰) مرض سل میں جس کا انتقال ہو (۱۱) حالت سفر میں جس کی جان نکلے (۱۲) بخار کے مرض میں جو انتقال کرے (۱۳) سانپ کے کاٹنے سے جس کا انتقال ہو (۱۴) اپنے مال یا اولاد کی حفاظت میں مقتول ہو یا بے گناہ قید کیا گیا ہو اور جیل میں اس کا انتقال ہو جائے (۱۵) کسی پر عاشق ہو اور اسی حالت میں مر جائے بشرطیکہ کوئی امر خلاف شریعت اس سے صادر نہ ہو۔ حالت طلب علم میں جو شخص مر جائے۔ جو شخص ہر روز نبی ﷺ پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے ۱۲۔

(۲) نبی ﷺ کے ایک برگزیدہ صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ، حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا ان کا قصہ صحیح احادیث میں مذکور ہے ۱۲۔

(۵) اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ مارا گیا ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کسی آلہ جارحہ (۱) سے مارا گیا ہو اگر کسی مسلمان ذمی کے ہاتھ سے بذریعہ آلہ غیر جارحہ کے مارا گیا ہو مثلاً کسی پتھر وغیرہ سے تو اس پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے اور اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکہ زنوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو یا ان کے معرکۂ جنگ میں مقتول ملے تو اس میں آلۂ جارحہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کسی پتھر وغیرہ سے بھی وہ لوگ ماریں اور مر جائے تو شہید کے احکام اس پر جاری ہو جائیں گے بلکہ یہ بھی شرط نہیں کہ وہ لوگ خود مرتکب قتل ہوئے ہوں بلکہ اگر وہ سبب قتل ہوئے ہوں یعنی ان سے وہ امور وقوع میں آئیں جو باعث قتل ہو جائیں تب بھی شہید کی احکام جاری ہو جائیں گے۔

مثال:۔ ا۔ کسی حربی وغیرہ نے اپنے جانور سے کسی مسلمان کو روند ڈالا (۲) کوئی مسلمان کسی جانور پر سوار تھا اس جانور کو حربی وغیرہ نے بھگایا جس کی وجہ سے مسلمان اس جانور سے گر کر مر گیا (۳) کسی حربی وغیرہ نے کسی مسلمان کے گھر یا جہاز میں آگ لگا دی جس سے کوئی جل کر مر گیا۔ (بحرالرائق وغیرہ)

(۶) اس قتل کی سزا میں ابتداءً شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض مقرر نہ ہو بلکہ قصاص اگر مالی عوض مقرر ہو گا تب بھی اس مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

مثال:۔ (۱) کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غیر آلۂ جارحہ سے قتل کر دے (۲) کوئی مسلمان کسی کو آلۂ جارحہ سے قتل کرے مگر خطاءً مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانے پر حملہ کر رہا ہو اور وہ کسی انسان کے لگ جائے (۳) کوئی شخص کسی جگہ سوا معرکۂ جنگ کے مقتول پایا جاوے اور کوئی قاتل اس کا معلوم نہ ہو۔ ان سب صورتوں میں چونکہ اس قتل کے عوض میں مال واجب ہوتا ہے قصاص نہیں واجب ہوتا اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری نہ ہونگے۔ مالی عوض کے مقرر ہونے میں ابتداءً کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ اگر ابتداءً قصاص مقرر ہوا ہو مگر کسی مانع کی سبب سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلہ میں مال واجب ہوا ہو تو وہاں شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

مثال:۔ ا۔ کسی حربی کافر نے کسی مسلمان کو مار ڈالا ہو مگر اس مسلمان کے وارثوں سے اور اس کافر سے کچھ مال کے عوض میں صلح ہو گئی ہو تو اس صورت میں چونکہ ابتداءً قصاص واجب ہوا تھا

---

(۱) آلۂ جارحہ سے مراد وہ آلہ ہے جس میں کاٹنے کی قوت ہو جیسے تلوار چھری یا اور کوئی باڑھ دار چیز خواہ لوہے کی ہو یا نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی بانس کے ٹکڑے یا ناخون کی نوک سے ذبح کر ڈالا جائے اس پر بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے ۱۲۔

اور مال ابتدا میں واجب نہیں ہوا تھا بلکہ صلح کے سبب سے اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری ہوجائیں گی (۲) کوئی باپ اپنے بیٹے کو آلہ جارحہ سے مارڈالے تو اس صورت میں ابتداءً قصاص ہی واجب ہوا تھا مال ابتداءً نہیں واجب ہوا بلکہ باپ کے احترام وعظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہوکر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا ہے لہذا یہاں بھی شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے۔

(۷) بعد زخم لگنے کے پھر کوئی امور راحت وزندگی کے مثل کھانے پینے سونے دوا کرنے خرید وفروخت وغیرہ کے اس سے وقوع میں نہ آئیں اور نہ بمقدار وقت ایک نماز کے اس کی زندگی حالت ہوش وحواس میں گذرے اور نہ اس کو حالت ہوش میں معرکہ سے اٹھا کر لائیں ہاں اگر جانوروں کے پامال کرنے کے خوف سے اٹھالائیں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص بعد زخم کے زیادہ کلام کرے تو وہ بھی شہید کے احکام میں داخل نہ ہوگا اس لئے کہ زیادہ کلام کرنا زندوں کی شان سے ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص وصیت کرے تو وصیت اگر کسی دنیاوی معاملے میں ہو تو وہ شہید کے حکم سے خارج ہوجائے گا اور اگر دینی معاملے میں ہے تو نہ خارج ہوگا۔ اگر کوئی شخص معرکہ جنگ میں شہید ہو اور اس سے یہ باتیں صادر ہوں تو اگر معرکہ جنگ کے بعد صادر ہوں گی تو شہید کے احکام سے خارج ہوجائے گا ورنہ نہیں۔

جس شہید میں یہ سب شرائط پائے جائیں اس کا ایک حکم (۱) یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے اسی طرح اس کو دفن کردیں دوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہو ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں ہاں اگر اس کے کپڑے کفن مسنون سے کم ہوں تو عدد مسنون کے پورا کرنے کے لئے اور کپڑوں کا زیادہ کردینا جائز ہے اسی طرح اگر اس کے کپڑے کفن مسنون سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑوں کا اتار لینا بھی جائز ہے اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جن میں کفن ہونے کی صلاحیت نہ ہو جیسے پوستین وغیرہ تو ان کو بھی

---

(۱) شہید کے یہ دونوں حکم صحیح احادیث سے ثابت ہیں جنگ احد میں جو صحابہ شہید ہوئے تھے ان کو نبی ﷺ نے بے غسل کے دفن کردینے کا حکم دیا تھا اور جن کپڑوں کو پہنے ہوئے تھے انہیں میں ان کے دفن کا حکم فرمایا تھا اور ان پر نماز پڑھنا متعدد احادیث سے ثابت ہے اگرچہ ہر ہر حدیث ضعیف بھی ہو مگر مجموعہ ان سب کا حسب اصول حدیث ضرور حسن ہے اور صحیح بخاری کی نماز پڑھنے کی روایت پر مثبت ونافی کے قاعدے سے اسی کو ترجیح ہے باقی رہے یہ شرائط انکی وجہ یہ ہے کہ میت کو غسل نہ دینا اور کفن نہ پہنانا خلاف قیاس ہے اور جو حکم خلاف قیاس مروی ہوتا ہے وہ انہیں خصوصیات میں منحصر رہتا ہے اور یہ حکم شہدائے احد کے بارے میں صادر ہوا تھا لہذا ان کے حالات اور خصوصیات کا لحاظ کر کے ان شرائط کا اعتبار کیا گیا ۱۲۔ (ردالمحتار)

اتار لینا چاہئے ہاں اگر ایسے کپڑوں کے سوا اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو پھر پوستین وغیرہ کو نہ اتارنا چاہئے ٹوپی، جوتہ، موزہ، ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اتار لیا جائے گا اور باقی سب احکام جو اور موتی کے لئے ہیں مثل نماز وغیرہ کے وہ سب ان کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔

اگر کسی شہید میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔

متفرق مسائل

(۱) اگر میت کو قبر میں قبلہ رو کرنا یاد نہ رہے اور بعد دفن کرنے اور مٹی ڈال دینے کے خیال آئے تو پھر قبلہ رو کرنے کے لئے اس کی قبر کھولنا جائز نہیں ہاں اگر صرف کوٹھی رکھی گئی ہوں مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو وہاں کوٹھیا اٹھا کر اس کو قبلہ رو کر دینا چاہئے۔

(۲) عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

(۳) رونے والی عورتوں کا یا بیان کرنے والیوں کا جنازے کے ساتھ جانا ممنوع ہے۔ (درمختار وغیرہ)

(۴) میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا مکروہ نہیں بلکہ بدعت ہے۔ (ردالمحتار)

(۵) اگر امام جنازے کی نماز میں چار تکبیر سے زیادہ کہے تو حنفی مقتدیوں کو چاہئے کہ ان زائد تکبیروں میں امام کا اتباع نہ کریں بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑے رہیں جب امام سلام پھیرے تو خود بھی پھیر دیں ہاں اگر یہ زائد تکبیریں امام سے نہ سنی جائیں بلکہ مکبر (۱) سے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ اتباع کریں اور ہر تکبیر کو تکبیر تحریمہ سمجھیں یہ خیال کر کے کہ شاید اس سے پہلے جو چار تکبیریں مکبر نقل کر چکا ہے وہ غلط ہوں امام نے اب تکبیر تحریمہ کی ہو۔ (ردالمحتار وغیرہ)

(۶) اگر کوئی شخص کشتی پر مر جائے اور زمین وہاں سے اس قدر دور ہو کہ نعش کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت چاہئے کہ غسل اور تکفین اور نماز سے فراغت کر کے اس کو دریا میں ڈال دیں اور اگر زمین اس قدر دور نہ ہو تو اس نعش کو رکھ چھوڑیں اور زمین میں دفن کر دیں۔ (درمختار وغیرہ)

---

(۱) جب جماعت ہوتی ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ امام کے تکبیروں کی آواز اخیر صفوں تک نہ پہنچ سکے گی تو درمیان میں ایک دو شخص حسب ضرورت مقرر کر دیئے جاتے ہیں کہ امام کی تکبیر سن کر بلند آواز سے تکبیر کہہ دیں تا کہ وہ مقتدی جو ان کے بعد ہیں ان کی تکبیر کو سن کر ارکان نماز کے ادا کرنے میں خطا نہ کریں اسی تکبیر کہنے والے کو مکبر کہتے ہیں ۱۲۔

(۷) اگر کسی شخص کو نماز جنازے کی وہ دعا جو منقول ہے یاد نہ ہو تو اس کو صرف **اللّٰھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات.** (۱) کہہ دینا کافی ہے اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور صرف چار تکبیروں پر اکتفا کی جائے تب بھی نماز ہو جائے گی اس لئے یہ دعا فرض نہیں بلکہ مسنون ہے اور اسی طرح درود شریف بھی فرض نہیں ہے (بحر الرائق وغیرہ)

(۸) جب قبر میں مٹی پڑ چکے تو اس کے بعد میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہو تو البتہ نکالنا جائز ہے۔

(مثال):۔ ا۔ جس زمین میں اس کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی ملک ہو اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو۔ (۲) کسی (۲) شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو۔

(۹) اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر مر جائے تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے۔ (درمختار وغیرہ)

(۱۰) قبل دفن کے نعش کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں دفن کرنے کے لئے لے جانا جائز خلاف اولیٰ ہے بشرطیکہ وہ دوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں اور بعد دفن کے نعش کھود کر لے جانا تو ہر حال میں ناجائز ہے۔

(۱۱) میت کی تعریف کرنا خواہ نظم میں ہو یا نثر میں جائز ہے بشرطیکہ تعریف میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہو وہ تعریفیں بیان نہ کی جائیں جو اس میں نہ ہوں۔ اس تعریف کرنے کو ہمارے عرف میں مرثیہ کہتے ہیں۔

(۱۲) میت کے اعزا کو تسکین و تسلی دینا اور صبر کے فضائل اور اس کا ثواب ان کو سنا کر صبر پر رغبت دلانا۔ اور ان کے اور نیز اس میت کے لئے دعا کرنا جائز ہے۔ اسی کو تعزیت (۲) کہتے ہیں

---

(۱) ترجمہ۔ اے اللہ بخش دے تمام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کو ۱۲۔

(۲) ایک صحابی کی انگوٹھی نبی ﷺ کی قبر مقدس میں رہ گئی تھی بعد دفن کے اور مٹی ڈال چکنے کے ان کو خیال آیا اور باتفاق صحابہ قبر کھول کر وہ اندر گئے اور انگوٹھی نکال لائے اصل مقصود ان کو نبی ﷺ کی زیارت تھی چنانچہ اکثر وہ فخر کیا کرتے تھے کہ میں تم سے زیادہ تر قریب العہد ہوں نبی ﷺ کی زیارت سے ۱۲۔

(۳) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی کسی مصیبت رسیدہ کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی قدر ثواب عنایت فرماتا ہے جس قدر اس مصیبت رسیدہ کو تعزیت کے وقت میں ان کلمات کا کہنا منقول ہے **اعظم اللہ اجرک واحسن عزائک واغفر لمیتک** ترجمہ۔ اللہ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے عمدہ صبر عطاء فرمائے اور تیری میت کو بخش دے ۱۲ (رد المحتار)

تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا میت کے اعزا سفر میں ہوں اور تین دن کے بعد آئیں تو اس صورت میں بعد تین دن کے بھی تعزیت مکروہ نہیں جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

(۱۳) اپنے لئے کفن تیار کر رکھنا مکروہ نہیں قبر کا تیار کر رکھنا مکروہ ہے۔(۱) (درمختار)

(۱۴) میت کے کفن پر کوئی دعا مثل عہد نامہ وغیرہ کے لکھنا یا اسکے سینے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور پیشانی پر انگلی سے بغیر روشنائی کے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ لکھنا جائز ہے مگر کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں اس لئے اس کے مسنون یا مستحب ہونے کا خیال نہ رکھنا چاہئے۔

(۱۵) قبر پر کوئی سبز شاخ رکھ دینا مستحب ہے (۲) اور اگر اس کے قریب کوئی درخت وغیرہ نکل آیا ہو تو اس کا کاٹ ڈالنا مکروہ ہے۔(ردالمحتار)

(۱۶) ایک قبر میں ایک سے زیادہ نعش کا دفن کرنا نہ چاہئے مگر بوقت ضرورت جائز ہے پھر اگر سب مرد ہی مرد ہوں تو جوان سب میں افضل ہو اس کو پہلے رکھیں اس کے بعد درجہ بدرجہ رکھ دیں اور اگر کچھ مرد ہوں کچھ عورتیں تو مردوں کو پہلے رکھیں ان کے بعد عورتوں کو۔(فتاویٰ عالمگیریہ)

ایصال ثواب کے مسائل

چونکہ ایصال ثواب کے طریقوں میں آج کل بہت نامشروع باتوں اور رسم و رواج کی آمیزش ہوگئی ہے۔ حتی کہ اکثر لوگوں کو ان امور کے مسنون و مشروع ہونے کا خیال ہے جو بالکل ناجائز ہیں اور اس سے طرح طرح کی خرابیاں واقع ہو رہی ہیں۔

یہ خرابی کیا کم ہے کہ ایک ایسا فعل امور دین سے سمجھ لیا جائے اور عام طور پر اس کا التزام کر لیا جائے جو اصول شریعت سے ثابت نہ ہو جس کی نسبت نبی ﷺ فرما گئے ہوں کہ جو ایسا

---

(۱) کفن کا تیار رکھنا اس وجہ سے مکروہ نہیں کہ اس کی حاجت یقینی ہے بخلاف قبر کے اس لئے کہ یہ معلوم نہیں کسی کو کہ کہاں مرے گا اور کس طرح موت آئے گی شاید دریا کے سفر میں موت آجائے اور قبر کی حاجت ہی نہ پڑے یا خشکی میں مرے مگر جہاں قبر تیار کرائی ہے وہاں نہ موت آئے بلکہ دوسری جگہ ۱۲۔

(۲) حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے کہ نبی ﷺ نے دو قبروں پر ایک تازی شاخ کے دو حصے کر کے رکھ دیئے اور فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گی اس وقت تک اس میت پر عذاب کی تخفیف رہے گی بعض مالکیہ کا قول ہے کہ یہ تخفیف عذاب صرف آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے ہوئی تازی شاخ کی تسبیح وغیر کو اس میں دخل نہیں ہر شخص کے رکھنے سے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی مگر یہ قول بے دلیل ہے آنحضرت ﷺ کا خاصہ بے دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتا ۱۲ (ردالمحتار)

کام دین میں نکالا جائے وہ مردود ہے اور گمراہی کا سبب ہے۔
یہ خرابی کیا کم ہے کہ عورتوں کے رسم ورواج اور جاہلوں کے افعال سنت سمجھ لئے جائیں اور مثل سنت رسول اللہ کے ان پر عمل ہونے لگے اور بدعت سے اجتناب اور احتراز کی جس قدر سخت تاکیدیں شریعت میں وارد ہوئی ہیں وہ سب بالائے طاق کردی جائیں۔
ان وجوہ سے مناسب معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کے کچھ مسائل اوراس کا شرعی طریقہ بیان کردیا جائے جس کو دیکھ کر ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ آپ کے سوا اور باتیں جواس زمانے میں ایجاد کرلی گئی ہیں سب غیر مشروع ہیں۔ بلکہ بعض بعض غیر مشروع باتوں کا ذکر بھی کردیا جائے گا تمام ان نامشروع چیزوں کا ذکر کرنا جواس زمانہ میں رائج ہیں اگرچہ مفید تھا مگر ہمارے امکان میں نہیں اس لئے کہ ہر ملک میں جداگانہ رسم ورواج وہاں کے لوگوں نے جاری کرر کھے ہیں خود ہندوستان ہی کے مختلف مقامات میں رسوم جاری ہیں ان سب پر ہم کو اطلاع نہیں۔
اس بیان میں ہم زیادہ طول دینا بوجہ اس کے کہ یہ مسئلہ اس فن کا نہیں ہے۔مناسب نہیں سمجھتے یہاں ہم سب سے پہلے بدعت کی تعریف لکھتے ہیں۔
مسئلہ:۔ حسب تصریح علمائے محققین بدعت کے دو معنی ہیں ایک لغوی دوسرے اصطلاحی شرعی لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ عبادت کی قسم سے ہو یا عادات کی اس معنی کے اعتبار سے ہر چیز کو اس کے ماسبق کے اعتبار سے بدعت کہہ سکتے ہیں دین اسلام کو بھی باعتبار دین عیسویں کے بدعت کہا جاسکتا ہے اسی اعتبار سے حضرت فاروق اعظم نے تراویح کی جماعت عامہ کو بدعت فرمایا اور اسی لحاظ سے فقہاء نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں، بدعت واجبہ، بدعت مستحبہ، بدعت مباحہ۔ بدعت مکروہہ بدعت محرمہ اور اصطلاح شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو امور دینیہ سے سمجھی جائے اور کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو نہ کتاب اللہ سے نہ احادیث سے نہ اجماع مجتہدین سے نہ قیاس شرعی سے اس معنی کے لحاظ سے بدعت کی کوئی قسم سوا مذمومہ کے نہیں ہوسکتی اور اس معنی کے اعتبار سے حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ کل بدعۃ ضلالۃ جب بدعت کی تعریف معلوم ہو چکی تو ہر مسلمان کو یہ امر ضروری ہوا کہ جب کوئی کام دین کا کرے تو یہ پہلے تحقیق کرے کہ اس کام کا ثبوت کسی دلیل شرعی سے ہوتا ہے یا نہیں اگر نہ ہوتا ہو تو گو وہ کام اپنی طبیعت کو کیسا ہی اچھا معلوم ہو اور کتنے ہی بڑے لوگوں نے اس کام کو کیا ہو مگر اس کے کرنے سے سخت اجتناب کرے ورنہ اس وعید شدید کا مستحق ہوگا جو صحیح حدیث میں

وارد ہوئی ہے۔

مسئلہ:۔ اہل سنت کا اس امر پر اجماع(۱) ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اعمال وعبادات کا ثواب خواہ مالی ہوں جیسے صدقہ وغیرہ یا بدنی جیسے نماز روزہ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کسی دوسرے کو دیدے تو حق جل شانہ محض اپنے فضل سے ان عبادات کا ثواب اس کو پہنچا دیتا ہے ہاں (۲) اس میں اختلاف ہے کہ فرائض کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچ سکتا ہے یا صرف نوافل کا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ زندوں کو بھی یہ ثواب پہنچ سکتا ہے یا صرف مردوں کو۔

(فائدہ):۔ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچانے کو ہمارے عرف میں (۳) فاتحہ کہتے ہیں۔

مسئلہ:۔ صحیح یہ ہے کہ جس وقت جو عبادت کی جائے اس کے ساتھ ہی دوسرے کو اس کا ثواب دینے کی نیت شرط نہیں حتیٰ کہ اگر بعد اس عبادت کے بھی کسی دوسرے کو اس کے دینے کی نیت کرلی جائے تب بھی جائز ہے اور اس کا ثواب دوسرے کو پہنچ جائے گا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص اپنی کسی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو دے دے تو یہ نہیں ہوتا کہ اس عبادت کا ثواب اس کے کرنے والے کو بالکل نہ ملے بلکہ اس عبادت کا ثواب اس کو بھی ملتا ہے اور جس کو دیا گیا ہے اس کو بھی یہ محض فضل الٰہی ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی نفل عبادت کو کرے تو اس کو چاہئے کہ اس کا ثواب مومنین کی ارواح کو پہنچا دے تاکہ اس کو بھی ثواب ملے اور لوگوں کو بھی بلکہ اس صورت میں مومنین کی نفع رسانی کے سبب سے دوہرے ثواب کی امید ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی ایک عبادت کا ثواب کئی مردوں کی ارواح کو پہنچائے تو وہ ثواب تقسیم ہوکر ان مردوں کو نہیں دیا جاتا بلکہ ہر شخص کو پورا پورا ثواب جو اس عبادت کا مقرر ہے عنایت ہوتا ہے۔

---

(۱) امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ سے بھی یہی روایت مشہور ہے مگر متاخرین شافعیہ کی تحقیق میں ہمارا ہی مذہب مقبول ہوا ہے (ردالمحتار)

(۲) صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ فرائض اور نوافل دونوں کا ثواب پہنچ سکتا ہے اور اسی طرح زندہ اور مردہ دونوں کو ثواب پہنچ سکتا ہے مگر مشہور اور محقق اس کے خلاف ہے ۱۲۔

(۳) شاید اس کو فاتحہ اس سبب سے کہتے ہیں کہ اس تلاوت میں سورۂ فاتحہ بھی ہوا کرتی ہے ۱۲۔

مسئلہ:۔ نبی ﷺ کی جناب مقدس میں بھی عبادات کا ثواب بھیجنا مشروع ہے حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد کئی عمرے کئے اور ان کا ثواب اپنی طرف سے آنحضرت ﷺ کی مقدس روح کو پہنچایا اور بھی بعض بعض صحابہ اپنی عبادتوں کا ثواب اس بارگاہ نورانی میں ہدیہ کیا کرتے تھے۔علمائے امت نے بھی اس سعادت عظمٰی سے بہرۂ وافر حاصل کیا ہے علامہ ابن سراج رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طرف سے دس ہزار سے زیادہ قرآن مجید ختم کئے اور اسی قدر قربانیاں کیں۔ حضرات صوفیہ کے یہاں ایک نماز رائج ہے جو ظہر۔مغرب۔عشاء کے بعد دو رکعت پڑھی جاتی ہے اور اس کا ثواب آپ ﷺ کی مقدس روح کو پہنچایا جاتا ہے اس نماز کو ہدیۃ الرسول کہتے ہیں اس نماز کو بعض ناواقف مسنون سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے مگر چونکہ آنحضرت ﷺ کی روح مقدس کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس لئے اس کا پڑھنا موجب ثواب ضرور ہے۔لہذا بعض علماء کا یہ خیال کہ آنحضرت ﷺ کی مقدس روح کو ایصال مشروع محض فاسد ہے۔(۱)

علما نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مقدس کو ایصال ثواب مستحب ہے اس لئے کہ آپ کے حقوق جو امت پر ہیں بے حد و بے حساب ہیں جو جو احسانات آپ ﷺ نے کئے ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ یہ کیا احسان ہے کہ چاہ ضلالت سے نکل کر شاہ راہ ہدایت پر چلنا آپ ہی کی بدولت نصیب ہوا اور کفر کی روح فرسا تاریکیوں سے نجات پا کر اسلام کی دلربا روشنی آپ ہی کی طفیل سے ملی۔ان احسانات کی مجازات اگر ہم سے کچھ ہو نہیں سکتی تو اسی قدر سہی کہ کبھی کبھی اگر کچھ عبادت ہو سکے تو اس کا ثواب آپ ﷺ کی روح شریف کو پہنچادیں۔میرے خیال میں وہ شخص بہت بدنصیب ہے جس کو تمام عمر میں ایک دفعہ بھی یہ سعادت نہ نصیب ہوئی ہو۔

(۱) بعض علماء کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جناب مقدس میں ایصال ثواب مشروع نہیں بدرجہ اول یہ کہ حضرت ﷺ نے اپنے لئے اس کا حکم نہیں دیا دوسرے یہ کہ ایصال ثواب یا ترقی درجات کو مفید ہوتا ہے یا مغفرت ذنوب کو یہ دونوں باتیں وہاں بے سود ہیں جو درجات عالیہ کہ حضرت کو عنایت ہوئے ہیں ان سے بڑھ کر اور کوئی درجہ ہی نہیں جس کے حصول کی امید ہو گناہوں کا ذکر ہی کیا جن کے معافی کی آرزو کی جائے۔مگر یہ خیال صحیح نہیں اولاً اس لئے کہ ایسے امور میں خاص اجازت اور حکم کی ضرورت نہیں ورنہ صحابہ اور علماء امت ایسا نہ کرتے خصوصاً ابن عمرؓ جیسے متبع سنت صحابی کا اس کو کرنا کیسے ممکن ہے۔ثانیاً اس لئے کہ یہاں ایصال ثواب سے ترقی درجات کی آرزو آنحضرت ﷺ کے مراتب عالیہ میں ترقی ممکن ہے ورنہ آنحضرت ﷺ خود اپنے لئے زیادت مراتب کی دعا نہ کرتے حالانکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور درود شریف میں بھی زیادتی کی دعاء کی جاتی ہے اور وہ بھی احادیث سے ثابت ہیں ۱۲۔(ردالمختار)

مسئلہ:۔ ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جس عبادت کا پہنچانا منظور ہو اس عبادت سے فراغت کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ اس عبادت کا ثواب فلاں شخص کی روح کو پہنچا دے۔

(مثال) :۔ قرآن مجید کی سورتیں یا اور کوئی ذکر یا تسبیح وغیرہ پڑھ کر یا نفل نماز پڑھ کر یا کسی محتاج کو کھانا کھلا کر یا کچھ دے کر یا روزہ رکھ کر یا حج کر کے حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ **اللّٰھم اَوصل ثواب ھذہ العبادۃ الیٰ فلان ۔**

آج کل ہمارے اطراف میں جو یہ طریقہ رائج ہے کہ کھانا یا شیرینی وغیرہ آگے رکھ کر قرآن مجید کی سورتیں پڑھتے ہیں اور اس کو ایک ضروری امر خیال کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کے خلاف کرے یعنی بغیر اس کے کہ کھانا آگے رکھا جائے قران مجید کی سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچا دے تو اس پر سخت انکار کیا جاتا ہے عوام کے خیال میں یہ بات جم گئی ہے کہ جب تک یہ خاص صورت نہ کی جائے میت کو ثواب نہ پہنچے گا حالانکہ یہ ایک سخت بدعت ہے کھانا اگر کسی کو کھلایا جائے تو اس کا ثواب علیحدہ میت کو پہنچے گا قرآن مجید کی سورتیں پڑھ کر بخشی جائیں گی تو اس کا ثواب علیحدہ پہنچے ان دونوں میں ایک دوسرے پر موقوف سمجھنا نہایت جہل ہے۔ عوام کے اس خیال کا سبب جہاں تک میں غور کرتا ہوں شاید یہ ہوا ہو کہ کسی بزرگ نے کسی میت کے ایصال ثواب کی لئے چاہا ہوگا کہ عبادت مالی اور عبادت بدنی دونوں کا ثواب اس کو پہنچایا جائے لہذا انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت بھی کی ہوگی اور کھانا بھی کسی محتاج کو کھلایا ہوگا اور یہ دونوں عبادتیں کسی اتفاق سے ایک ہی مجلس میں ہوئی ہوں گی اس حالت اجتماعی کو دیکھ کر بعض ناواقف سمجھے ہوں گے کہ کھانے کا آگے رکھ کر پڑھنا ضروری امر ہے۔ یہ رسم سوا ہندوستان کے اور کسی ملک میں نہیں ہوتی۔

ہمارے زمانہ میں عوام کو یہ بھی خیال ہے کہ قبر پر جا کر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت اس کے کہ اپنی جگہ پر پڑھ دیا جائے یہاں تک کہ جب کسی کو کچھ پڑھ کر کسی میت کو اس کا ثواب پہنچانا منظور ہوتا ہے تو خاص کر اس بیچارے کی قبر پر جانا پڑتا ہے حالانکہ یہ خیال محض بے اصل ہے جیسا کہ قبر پر جا کر پڑھنا ویسا ہی اپنی جگہ پر۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ جب زیارت قبر کے لئے جائیں تو وہاں فاتحہ بھی پڑھ لیں۔

مسئلہ:۔ چند لوگوں کا مقرر کر دینا کہ وہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا کریں اور اس

کا ثواب میت کو دیا کریں جائز ہے بشرطیکہ قبر پر بیٹھنا صرف اس غرض سے ہو کہ قرآن مجید پڑھنا التزام واطمینان کی ساتھ ہو جایا کرے۔ (درمختار۔ ردالمختار)

مسئلہ:۔ ایصال ثواب کے لئے دن اور تاریخ کا مقرر کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رائج ہے۔ تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ شش ماہی۔ برسی بے اصل ہے لیکن اگر اس تقرر تاریخ سے کوئی غرض صحیح متعلق ہو تو پھر بیجا نہ ہوگا مثلاً اس کے کہ کام کا وقت مقرر کر لینے سے کام اچھا اور انتظام اور اطمینان سے ہوتا ہے جیسا کہ صحابہؓ نے قرآن مجید کی تلاوت کا وقت مقرر کر لیا تھا یا یہ غرض ہو کہ وقت مقرر ہو جانے سے لوگوں کے بلانے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے گی اور لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت رہا کرتی ہے اور بے کسی غرض صحیح کے ناجائز ہے اسی لحاظ سے شیخ دہلوی نے اس اجتماع خاص کو جو سوم کے دن ہوتا ہے بدعت و حرام لکھا ہے۔ (شرح سفر السعادۃ)

ہمارے زمانہ میں ان تاریخوں پر سخت التزام ہو گیا ہے اگر کوئی ان تاریخوں میں ان اعمال کو نہ کرے تو نشانہ ملامت ہوتا ہے جس کے سبب سے دو خرابیاں سخت پیدا ہو گئی ہیں ایک یہ کہ عوام کا اعتقاد خراب ہو گیا وہ خدا جانے ان تاریخوں کے اعمال کو کیا سمجھنے لگے سنت یا مستحب یا شاید اس سے بھی زیادہ دوسرے یہ کہ بعض لوگ جو ان اعمال کی اصلیت سے ناواقف ہیں ان کے اعتقاد میں کسی قسم کی خرابی نہیں آئی محض خوف ملامت سے ان اعمال کو کرتے ہیں اس سے مقصود خوشنودی (۲) الٰہی نہیں ہوتی بیچاروں سے جس طرح ممکن ہوا قرض دام لے کر جو دستور ہوتا ہے کرنا ہی پڑتا ہے علاوہ ان سب خرابیوں کے جس چیز کو شریعت نے ہم پر لازم نہیں کیا اس کو لازم سمجھ لینا یہ خود ہی کیا کم بدعت ہے زمانے کی یہ حالت دیکھ کر یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ ان تعینات کے اٹھا دینے کی کوشش کی جائے (۳) اور اصلی حالت اعمال کی ظاہر کر دی جائے کہ نہ

---

(۱) لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ایک تو یہ ہوتی ہے کہ چند مسلمانوں کا مل کر دعائے مغفرت کرنا زیادہ مقبولیت کا سبب ہوتا ہے دوسرے یہ کہ چند لوگ مل کر عبادت کریں گے تو زیادہ ہوگی بہ نسبت ایک دو شخص کے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور یہی اصل مقصود ہے تیسرے یہ کہ فقراء کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے اس کا انتظام بھی اچھا ہوگا ۱۲۔

(۲) علامہ شامی سراج سے ناقل ہیں کہ یہ تمام افعال لوگوں کے دکھلانے کو ہوتے ہیں خدا کی خوشنودی ان سے مقصود نہیں ہوتی لہذا اس سے احتراز چاہئے ۱۲۔

(۳) عوام کے اعتقادات کی حفاظت کے لئے شریعت نے بہت اہتمام کیا ہے بہت ایسی باتیں جو مباح ہیں بلکہ باعث ثواب ہیں اٹھا دی گئی ہیں فقہ کی کتابیں جس نے دیکھی ہیں اس پر اس کی مثالیں پوشیدہ نہیں دیکھئے چار رکعت احتیاطی ظہر کی نسبت صاحب بحرالرائق نے یہ فتویٰ دیا کہ نہ پڑھی جائیں محض اس خیال سے کہ عوام اس کو ضروری سمجھ لیں گے اور جمعے کی نماز کی فرضیت میں ان کو تردد ہوگا فجر کی سنتیں بعد فرض کے قبل طلوع آفتاب کے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہیں مگر عوام کے لئے علامہ شامی نے فتویٰ دیا ہے کہ عیدگاہ میں قبل نماز عید کی نفل ناجائز ہے مگر حضرت علی مرتضےٰ نے عوام کو منع نہ کیا اس خیال سے کہ معلوم نہیں وہ لوگ ممانعت کا کیا مطلب سمجھیں ۱۲۔

یہ سنت ہیں نہ مستحب۔

مسئلہ:۔ چندلوگوں کا مقرر کر دینا کہ وہ قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا کریں اور اس کا ثواب میت کو پہنچائیں جائز ہے۔(درمختار وغیرہ)

مسئلہ:۔ قبروں کی زیارت کرنا یعنی ان کو جا کر دیکھنا مستحب ہے(۱) بہتر یہ ہے کہ ہر مہینے میں کم سے کم ایک مرتبہ زیارت قبور کی جائے اور بہتر یہ ہے(۲) کہ وہ دن جمعے کا ہو۔ بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا بھی جائز ہے۔(۳) عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور جائز ہے بشرطیکہ جوان نہ ہوں اور رنج وغم کے تازہ کرنے کے لئے زیارت نہ کریں بلکہ عبرت اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے۔(ردالمحتار شرح منیہ وغیرہ)

زیارت قبر کے وقت کھڑا رہنا اور کھڑے کھڑے کچھ پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچانا اور اس کے لئے اور اپنے لئے دعا کرنا مستحب ہے اور مسنون ہے کہ جب زیارت قبر کے لئے جائے تو قبرستان میں یا قبر کے پاس پہنچتے ہی کہے **السلام علیکم (۴) دار قوم مومنین و انا ان شاء اللہ بکم لا حقون ونساء ل اللہ لنا ولکم العافیہ** زیارت قبور کا محض اس خیال سے ترک کر دینا کہ وہاں عوام لوگ بدعت اور شرک کی باتیں مثال طواف قبور اور سجدۂ قبور وغیرہ وغیرہ کی کرتے ہیں یا نامحرم عورتیں وغیرہ وہاں جمع ہوتی ہیں نہ چاہئے بلکہ ایسی حالتوں میں انسان

---

(۱) حدیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب اجازت دیتا ہوں قبروں کی زیارت کیا کرو۔ علاوہ اس کے قبروں کی زیارت سے اگر انسان خیال کرے تو بہت بڑی عبرت حاصل کر سکتا ہے اور اپنی موت کے یاد کرنے کی تو اس سے بہتر کوئی صورت نہیں اور موت کا یاد کرنا بھی عبادت ہے ۱۲۔

(۲) علامہ شامی نے ردالمحتار میں نقل کیا ہے کہ جمعے کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس کے بعد اگر کوئی شخص قبر کی زیارت کرے تو میت کو اس کا علم ہوتا ہے ۱۲۔

(۳) چونکہ اولیاء اللہ کی قبور سے مختلف اقسام کے فیوض جاری ہیں کسی سے کسی قسم کے کسی سے کسی قسم کے اس لئے ان کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا بے سود نہ ہوگا اور یہ امر سلف سے معمول ہے امام شافعی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بعض ائمہ شافعیہ نے سوا آنحضرت ﷺ کی قبر کے اوروں کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کو منع کیا ہے مگر امام غزالی نے اس کو رد کر دیا ہے اس اخیر زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی قبر مقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنے میں بہت زور شور سے حرمت کے فتوے دیئے گئے تھے مگر بحمد اللہ کہ جناب مولوی عبدالحئی صاحب فرنگی محلی نے انکا کافی انسداد کیا اور اس بحث میں کئی رسالے لکھ کر خصم کو ساکت کر دیا جس کا جی چاہے السعی المشکور دیکھ لے ۱۲۔

اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ جب کوئی شخص زیارت قبر کو جائے تو میت کے سرہانے کھڑا ہو یا پائنتی محققین نے دونوں صورتوں کو یکساں لکھا ہے اس لئے کہ نبی ﷺ سے دونوں صورتوں میں منقول ہے ۱۲۔(ردالمحتار)

(۴) ترجمہ سلام ہو تجھ پر اے گھر مومنوں کے اور اے مومنوں ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اللہ سے اپنے لئے خیریت چاہتے ہیں ۱۲۔

کو لازم ہے کہ ان امور کو حتیٰ الامکان روکے اور زیارت قبور سے باز نہ رہے۔ (ردالمحتار۔ بحرالرائق)

مسئلہ:۔ کسی میت کے غم میں کپڑوں کا پھاڑنا یا منہ پر طمانچے مارنا یا سینے (۱) کا کوٹنا ناجائز ہے ہاں بغرض اس کے کہ زبان سے کچھ کہا جائے صرف رونا جائز ہے اور مسنون ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو انا للہ وانا الیہ راجعون (۲) کی کثرت کرے۔

نمازوں کے تمام اقسام کا بیان ہو چکا ہے اب ہم ایک ضروری اور مفید بیان پر جس کے مسائل اکثر فقہ کی کتابوں میں متفرق ذکر کئے گئے ہیں اور اس سبب سے ان کے دستیاب ہونے میں فی الجملہ دقت ہوتی ہے اس جلد کو ختم کر دیتے ہیں۔

مسجد کے احکام

یہاں ہم کو مسجد کے وہ احکام بیان کرنا مقصود نہیں جو وقف سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کہ ان کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ وقف کے بیان میں آئے گا۔ ہم یہاں ان احکام کو بیان کرتے ہیں جو نماز سے یا مسجد کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) مسجد کے دروازہ کا بند کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر نماز کا وقت ہو اور مال واسباب کی حفاظت کے لئے دروازہ بند کر لیا جائے تو جائز ہے۔

(۲) مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب یا جماع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ جس گھر میں مسجد ہو اس پورے گھر کو مسجد کا حکم نہیں اسی طرح اس جگہ کو بھی مسجد کا حکم نہیں جو عیدین یا جنازے کی نماز کے لئے مقرر کی گئی ہو۔

(۳) مسجد کے درو دیوار کا منقش کرنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی شخص اپنے خاص مال سے (۳) بنائے مگر بہتر یہی ہے کہ مسجد میں نقش ونگار نہ بنائے جائیں۔ (۴)

---

(۱) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم میں سینہ کوبی بعض جاہل ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ صحیح بخاری میں آنحضرت ﷺ کا صاف ارشاد موجود ہے کہ جو شخص منہ پر طمانچے مارے یا کپڑے پھاڑے وہ ہمارے گروہ سے خارج ہے ۱۲۔

(۲) ترجمہ ہم سب اللہ جل شانہٗ کے مملوک ہیں اور اسی کے پاس ہم کو جانا ہے اس کلمہ کے بہت فضائل اس قدر قرآن مجید میں ہے کہ اس کلمے کے کہنے والوں پر اللہ پاک کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور وہ لوگ مراد کو پہنچیں گے ۱۲۔

(۳) اگر مال وقف سے نقش ونگار بنائے جائیں تو اس کا حکم وقف کے بیان میں لکھا جائے گا ۱۲۔

(۴) مسجد کی آرائش عبادت سے ہوتی ہے نقش ونگار اس کی زینت نہیں یہ درحقیقت ایسا ہی ہے کہ کسی مرد کو بغرض زینت ہاتھوں میں چوڑیاں کانوں میں بالیاں پہنا دی جائیں ۱۲۔

(۴) مسجد کے در و دیوار پر قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا لکھنا اچھا نہیں۔

(۵) مسجد کے اندر وضو یا کلی کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر کوئی ظرف رکھ لیا جائے کہ وضو کا پانی اس میں گرے مسجد میں نہ گرنے پائے تو پھر جائز ہے۔

(۶) مسجد کے اندر یا مسجد کی دیواروں پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر نہایت ضرورت درپیش آئے تو چٹائی یا فرش پر تھوک دینا بہتر ہے بہ نسبت زمین مسجد کے اس لئے کہ چٹائی وغیرہ مسجد کا جزو نہیں ہین نہ ان کو مسجد کا حکم ہے۔

(۷) جنب اور حائض کو مسجد کے اندر جانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۸) مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اعتکاف کی حالت میں بقدر ضرورت مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا جائز ہے ضرورت سے زیادہ اس وقت بھی ناجائز ہے۔

(۹) اگر کسی کے پیر میں مٹی وغیرہ بھر جائے تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون میں پونچھنا مکروہ ہے۔

(۱۰) مسجد کے اندر درختوں کا لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ دستور اہل کتاب کا ہے ہاں اگر اس میں مسجد کا کوئی نفع ہو تو جائز ہے مثلاً مسجد کی زمین میں نمی زیادہ ہو کہ دیواروں کے گر جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں اگر درخت لگایا جائے تو وہ نمی کو جذب کر لے گا۔

(۱۱) مسجد میں کوئی کوٹھڑی وغیرہ مسجد کا اسباب رکھنے کے لئے بنانا جائز ہے۔

(۱۲) مسجد کو راستہ قرار دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر سخت ضرورت لاحق ہو تو ایسی حالت میں مسجد سے ہو کر نکل جانا جائز ہے۔

(۱۳) مسجد میں کسی پیشہ ور کو اپنا پیشہ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ مسجد دین کے کاموں خصوصاً نماز کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں دنیا کے کام نہ ہونے چاہئیں ہاں اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کے لئے مسجد میں بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً کوئی کاتب یا درزی مسجد کے اندر بغرض حفاظت مسجد کے اندر بیٹھے اور ضمناً اپنی کتاب یا سلائی بھی کرتا جائے تو جائز ہے۔

حق جل شانہ کی توفیق سے علم الفقہ کی دوسری جلد تمام ہوگئی جس میں نماز کا بیان ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

نماز کے اذکار غیر عربی زبان میں پڑھے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

حامداً و مصلیاً و مسلماً. اس زمانے میں میرے عزیز گرامی نے مجھ سے پے در پے درخواستیں کیں اور مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ میں ایک رسالہ مستقل اس مسئلہ پر لکھ دوں کہ نماز کے اذکار میں کس ذکر کا غیر عربی زبان میں پڑھنا جائز ہے اور کس کا نہیں اور جائز ہے تو مع الکراہت یا بدون الکراہت اس لئے کہ آج کل بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ لینا کافی ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کی تائید میں رسالے بھی لکھے اطراف دکن میں اس مسئلہ کا بہت شور ہے کم علم مسلمانوں کو سخت تشویش ہے ان کو یہ بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ لہذا میں نے محض تائید الٰہی پر بھروسہ کر کے اس بحث میں خامہ فرسائی کی واللہ ولی التوفیق۔

پہلا مسئلہ:۔ نماز میں قرآن مجید کی اصل عبارت کا پڑھنا فرض ہے یا اگر اس کا ترجمہ کسی زبان میں کر کے پڑھ لیا جائے تب بھی جائز ہے۔

جواب:۔ اصل عبارت کا جو نبی ﷺ سے بتواتر منقول ہے اسی کا پڑھنا نماز میں فرض ہے اگر اس کا ترجمہ کر کے کسی زبان میں پڑھا جائے گا تو نماز نہ ہوگی حتیٰ کہ خود عربی زبان کا لفظ جو نبی ﷺ سے متواتر منقول نہ ہو اس کے پڑھنے سے بھی نماز نہیں ہوتی گو وہ لفظ قرآنی کا مرادف ہو۔

سوال:۔ اگر کسی کو قرآن مجید کی کوئی سورت یاد نہ ہو اور نہ یاد کرسکتا ہو اس کی زبان سے عربی الفاظ نہ ادا ہوتے ہوں یا یاد ہو مگر عربی زبان کے نہ جاننے کے سبب سے اس کے معانی نہ سمجھتا ہو تو وہ کیا کرے اگر بے معنی سمجھے ہوئے طوطے کی طرح زبان سے الفاظ کہہ دے تو دل پر کچھ اثر نہ ہوگا اور نماز میں خشوع کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔

جواب:۔ جس شخص کو قرآن مجید کی کوئی سورت یاد نہ ہو اس کو چاہئے کہ یاد کرنے کی کوشش کرے اور جب تک یاد نہ ہو جائے وہ اصطلاح فقہ میں امی سمجھا جائے گا کہ بقدار قرأت واجبہ سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے اور جس شخص کی زبان سے عربی الفاظ نہ ادا ہوتے ہوں اس کو اختیار ہے چاہے سورہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کا ترجمہ اپنی زبان میں کرا کر پڑھ لے اور چاہے

سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے۔

(۱) قراء ۃ غیر العربی یسمی قرآنا مجاز ا الا تری انه یصح نفی القرآن عنه فیقال لیس بقرآن وانما هو ترجمة وانما جوزناه للعاجز . اذا لم یخل بالمعنی لانه قرآن وجه باعتبار اشتماله علی المعنی فالاتیان به اولیٰ من الترک مطلقا اذالتکلیف بحسب الوسع وهو نظیر الایماء (معراج الدّاریة) واما الی الصحیح الذی رجع الیه ان القرآن اسم النظم والمعنی کما هو قولهما لا یفترض علیه الا تعلم العربی ولا اعلم خلافا فی ان القرآن عندهما اسم النظم والمعنی جمیعا وقد منا عن الاتفاقی ان الفارسیة عندهما لیست قرآنا(النفحةالقدسیه عشر نبلالی)

اور وہ شخص جو عربی زبان نہ جاننے کے سبب سے معانی نہیں سمجھ سکتا۔ اس کو چاہئے کہ بے معنی سمجھے ہوئے وہی اصلی الفاظ نماز میں پڑھے، ہاں اس امر کی کوشش کرنا اس پر ضروری ہے کہ عربی زبان سے اتنی واقفیت کرلے کہ اس سے قرآن مجید کے معانی سمجھنے لگے۔ رہ گیا یہ کہ بے معنی سمجھے ہوئے پڑھنے میں خشوع نہ پیدا ہوگا بالکل غلط اور خلاف مشاہدہ ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہزاروں معنی سمجھنے والوں کو نماز میں کچھ بھی خشوع نہیں ہوتا اور معنی نہ سمجھنے والے بہت لوگوں کو کیفیت خشوع حاصل ہوتی ہے اصل یہ ہے کہ خشوع کا ہونا سمجھنے پر موقوف نہیں، بلکہ رقت قلب اور قوت ایمان کا ثمرہ ہے بلکہ اگر کوئی شخص معنی سمجھتا ہو اور اپنا خیال ہمہ تن معنی پر مقصود کردے تو یقیناً یہ بھی ایک سبب عدم خشوع کا ہوجائے گا۔

سوال:۔ کیا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترجمہ قرآن مجید کے پڑھ لینے سے نماز ہوجاتی ہے اگر فی الواقع ان کا یہ مذہب ہے تو ان کی کیا دلیل ہے۔

جواب:۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ترجمہ قرآن مجید کے پڑھ لینے سے نماز نہیں ہوتی۔ ہاں کسی زمانے میں وہ اس امر کے قائل تھے مگر جب ان کو اس قول کا کمزور اور بے

---

(۱) غیر عربی کو قرآن کہنا مجاز ہے، کیا نہیں معلوم کہ قرآن کی نفی اس سے درست ہے اور یہ کہہ دینا کہ ذکر قران نہیں ہے صرف اس کا ترجمہ ہے اور ہم نے اس کو معذور کے لئے اس وقت جائز کیا ہے کہ معنی میں خلل نہ آنے پائے کیونکہ قران معنی کو بھی شامل ہے، پس اسی کو ادا کرلینا بہ نسبت بالکل چھوڑ دینے کے بہتر ہے کیونکہ تکلیف طاقت کے موافق ہے اور وہ اشارے کی نماز پڑھنے کے مثل ہے کہ معذور کو جائز ہے۔ غیر معذور کو نہیں، لیکن اس صحیح مذہب کی بناپر جس کی طرف امام صاحب نے رجوع کیا کہ قرآن عبارت و معنی دونوں کا نام ہے جیسا کہ صاحبین کا قول، تو اس پر عربی بھی زبان کا سیکھنا فرض ہے، اور میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس میں اختلاف کیا ہو کہ صاحبین کے نزدیک قرآن عبارت و معنی دونوں کا نام ہے اور ہم اتفاقی سے نقل کرچکے ہیں کہ فارسی ترجمہ صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ہے ۱۲۔

دلیل ہونا معلوم ہوا تو انہوں نے اس سے رجوع کیا، ان کا رجوع کرنا فقہ کی تمام کتابوں میں بہت صراحت سے منقول ہے۔ بدایہ میں ہے۔(۱)ویروی رجوعه فی اصل المسئالة الی قولهما وعلیه الاعتماد بنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔(۲)ویروی رجوعه ش ای رجوع ابی حنیفة فی اصل المسئلة ش یعنی القراء ة بالفارسیه م الیٰ قولهما شی ای الیٰ قول ابی یوسف ومحمد رواه ابو بکر الرازی وغیره وعلیه الاعتماد ابن مالک شرح منار میں لکھتے ہیں الاصح(۳) انه رجع من هذا القول کما رواه نوح ابن ابی مریم کفایہ میں ہے و ذکر(۴) ابو بکر الرازی انه رجع الی قولهما وهو الصحیح تلویح میں ہے رواه(۵) ای الرجوع نوح بن ابی مریم شہاب خفاجی حاشیہ بیضادی میں ہے وقد قیل ان الصحیح من مذهبه ان القرآن هو النظم والمعنی تفسیر احمدی میں ہے وقد(۶)صح رجوعه الی قولهما وعلیه الاعتماد تفسیر روح المعانی میں ہے وکان (۷)رضی الله عنه قدذهب الی خلافه ثم رجع عنه وقد صح رجوعه الی القول بجواز فراء ة غیر العربیة مطلقا جمع من الثقات المحققین باقی رہا یہ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول کی کیا دلیل بیان کی ہے معلوم نہیں تفسیر احمدی میں ہے ولا یدری ما قال ابو حنیفة اولا من عدم لزوم نظم العربی ولم یقل بدلیل شاف یوجب ذلک تلویح میں ہے قال(۸) فخرا لاسلام لان ماقاله یخالف کتاب الله ظاهر احیث وصف المنزل بالعربی وقال ابو الیسر هذه المسئلة مشکلة لا یتضح لاحد ما قاله ابو حنیفة وقد صنف الکرخی فیها تصنیفا طویلا ولم یات بدلیل شاف(۹)

---

(۱)اور امام صاحب کا اس مسئلہ میں صاحبین کی طرف رجوع کرنا مروی ہے اور اسی پر اعتماد ہے ۱۲۔

(۲)رجوع ان کا یعنی امام صاحب کا اصل مسئلہ میں یعنی قرآن کے فارسی زبان میں پڑھنے میں ان کے یعنی صاحبین کی قول کی طرف اس کو ابوبکر رازی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسی پر اعتماد ہے ۱۲۔

(۳) بہت صحیح یہ ہے امام صاحب نے اس قول سے رجوع کیا جیسا کہ نوح ابن ابی مریم نے روایت کیا ہے ۱۲۔

(۴)ابوبکر رازی نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے صاحبین کی قول کی طرف رجوع کیا ۱۲۔

(۵)رجوع کرنے کو نوح ابن ابی مریم نے روایت کیا ہے ۱۲۔

(۶) بے شک کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ قرآن عبارت اور معنی دونوں کا نام ہے ۱۲۔

(۷)اور امام صاحب کا اپنے قول سے صاحبین کی قول کی طرف رجوع کرنا صحیح ہے ۱۲۔

(۸)اور امام ابوحنیفہؒ اس کے خلاف کی طرف گئے تھے مگر اس سے رجوع کیا اور ان کا اس قول سے رجوع کرنا کہ قرآن کی قرأت غیر عربی میں جائز ہے، پرہیزگار محققین کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے ۱۲۔

(۹)اور نہیں معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نے پہلے عربی عبارت کے ضروری نہ ہونے کو کیوں کہا تھا اور وہ کسی دلیل شافی کے ساتھ جو اس کو ثابت کرے قائل نہ ہوئے تھے ۱۲۔

مگر بعض لوگوں نے جو دلائل ان کی طرف سے بیان کیے ہیں۔ان سب میں بڑی دلیل یہ ہے قولہ تعالیٰ وانہ لفی زبر الا ولین . انہ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔یعنی بے شک قرآن اگلی کتابوں میں ہے پس اگر قرآن الفاظ عربیہ اور معانی دونوں کا نام ہو تو وہ اگلی کتابوں میں کیسے ہوسکتا ہے۔اگلی کتابیں تو عربی زبان میں تھی ہی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ قرآن صرف معانی کا نام ہے گو وہ کسی زبان میں ہوں، یہ دلیل بہ چند وجوہ مخدوش ہے۔اول یہ کہ ان کی ضمیر جیسے قرآن کی طرف پھیر سکتی ہے۔اسی طرح نبی ﷺ کی طرف پھیر سکتی ہے اور ان قصوں کی طرف بھی پھیر سکتی ہے جو اس آیت سے پہلے مذکور ہوئے پس ان تین احتمالات میں ایک کے خاص کر لینے کی کیا وجہ ہے اور اگر خاص بھی کیا جائے تو تیسرا احتمال کیونکہ وہ سیاق کلام کے زیادہ مناسب ہے۔دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جائے کہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے تو اس کی کیا دلیل ہے کہ حقیقت قرآن کی طرف ضمیر راجع ہے یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ذکر قرآن یا معنی کی طرف ضمیر پھرتی ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کا قول ہے معالم التنزیل میں ہے۔(۱) وانہ ای ذکر القران قال اکثر المفسرین بیضاوی میں ہے(۲) وانہ لفی زبر الا ولین وان ذکرہ او معناہ لفی الکتب المتقدمۃ شہاب خفاجی میں ہے(۳) یعنی انہ علی تقدیر مضاف والا ول اقرب لان مثلہ مستفیض کما یقال فلان فی دفتر الا میر ولذا قدمہ وفیہ اشارۃ الی رد مانقل عن ابی حنیفۃ من عدم جواز القراءۃ بالفارسیۃ فانہ اذا کان علی تقدیر مضاف لم یکن کذلک . مدارک میں ہے۔(۴) وانہ ای القرآن لفی زبرا لا ولین یعنی ان ذکرہ مثبت فی سائر الکتب السماویۃ وقیل ان معانیہ فیہا(۵)

---

(۱) فخر الاسلام نے کہا ہے کہ جو امام ابوحنیفہؒ نے کہا تھا وہ کتاب اللہ سے کھلی ہوئی مخالفت رکھتا تھا اس لئے کہ اللہ نے قرآن کو عربی کے ساتھ موصوف کیا ہے اور ابوالیسر نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے کسی کو نہیں معلوم کہ امام ابوحنیفہؒ نے کیا کہا تھا اور کرخی نے اس مسئلہ میں ایک بڑی کتاب لکھی مگر انہوں نے بھی کوئی دلیل شافی نہیں بیان کی ۱۲۔

(۲) اور بے شک وہ یعنی قرآن کا ذکر یہی اکثر مفسرین کا قول ہے ۱۲۔

(۳) اور بے شک اس کا ذکر یا اس کے معنی اگلی کتابوں میں ہیں ۱۲۔

(۴) یعنی انہ کی ضمیر قرآن کی طرف ایک مضاف کے مقدر کرنے سے پھرتی ہے اور ذکر کا مقدر کرنا معنی کے مقدر کرنے سے بہتر ہے۔کیونکہ اس قسم کا محاورہ بہت رائج ہے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص امیر کے رجسٹر میں ہے اور اسی وجہ سے صاحب بیضاوی نے اس کو مقدم کیا اور اس میں اس کے رد کی طرف اشارہ ہے جو امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ فارسی زبان میں قرأت جائز ہے کہ جب مضاف مقدر ہو جائے گا تو یہ معنی نہ بن سکیں گے ۱۲۔

(۵) یعنی ذکر اس کا تمام اگلی کتابوں میں ہے اور بعض نے کہا کہ معانی قرآنؐ کے ان میں ہیں ۱۲۔

روح البیان میں ہے وانہ ای ذکر القرآن لا عینہ روح المعانی میں ہے وانہ لفی زبرا لا ولین ای وان ذکر القرآن لفی الکتب للتقدمة علی ان الضمیر (۱) للقرآن والکلام علی حذف مضاف وھذا کما یقال ان فلا نا فی دفترا لامیر. تفسیر احمدی میں ہے (۲) ای نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی زبرا لا ولین او القرآن ذکرہ مثبت فی سائر الکتب السماویة اومعانیہ فیھا کشاف میں ہے۔ وانہ ای القرآن یعنی ذکرہ مثبت فی سائر الکتب السماویة اوراس کے بعد جو صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ قیل (۳) ان معانیہ فیھا وبہ یحتج لابی حنیفة فی جواز القراۃ بالفارسیہ فی الصلوٰۃ علی انہ القرآن وان ترجم بغیر ا لعربیة یہ خود صاحب کشاف کے نزدیک بھی ضعیف ہے بلفظ قیل اس کو بیان کرنا اور آیت کے ساتھ اس کو مرتبط نہ کرنا اس طرف اشارہ کررہا ہے حواشی علوی علی الکشاف میں ہے۔ (۴) قولہ قیل ان معانیہ فیھا الخ فیہ اشعار بان الوجہ ھوا لاول دوسری دلیل جو اس زمانے میں بعض لوگوں نے بیان کی یہ ہے کہ صحابی اپنی طرف سے قرآن مجید کے الفاظ بدل بدل کر پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ اس کو جائز رکھتے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی اس مضمون کی شہادت نہیں دیتی بلکہ جس نے حدیث کی کتابیں سرسری نظر سے بھی دیکھی ہیں، وہ خوب جانتا ہے کہ صحابہ حفظ قرآن مجید میں سخت اہتمام فرماتے تھے۔ جس لفظ کو جس طرح نبی ﷺ سے سنتے تھے۔ اس کو اسی طرح ادا کرتے تھے۔ سرمو فرق نہ ہونے پاتا تھا اور حکم نبوی یہ بھی تھا کہ قرآن مجید کی آیتیں لکھ لی جایا کریں اور اگر کسی صحابی نے کوئی لفظ آنحضرت ﷺ سے نہ سنا ہوتا اور دوسرا اصحابی اس کو سنتا اور پڑھتا تو وہ نہ سننے والا اس پر بحث وانکار کرتا تھا۔ حضرت فاروقؓ کا ایک شخص کو اسی بات پر گلے میں رسی ڈال کر کھینچتے ہوئے حضور ﷺ رسالت میں لے جانا اور اسی

---

(۱) یعنی ذکر قرآن کا نہ کہ خود قرآن ۱۲۔

(۲) یعنی ذکر قرآن کا اگلی کتابوں میں ہے اس بنا پر کہ ضمیر قرآن کی طرف پھرتی ہے اور یہ ویسا ہے کہ کہا جائے کہ فلاں شخص امیر کے رجسٹر میں ہے ۱۲۔

(۳) یعنی محمد ﷺ کی تعریف اگلی کتابوں میں سے ہے یا قرآن کا ذکر ان میں ہے، یا اس کے معانی ان میں ہیں ۱۲۔ قرآن یعنی اس کا ذکر اگلی کتابوں میں ہے ۱۲۔

(۴) بعض نے کہا ہے کہ قرآن کے معانی کتابوں میں ہیں اور اسی سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی سند بیان کیا جاتی ہے۔ قرأت کے فارسی میں جائز ہونے پر اس بنا پر کہ قرآن کا ترجمہ بھی قرآن ہے چاہے غیر عربی زبان میں کیا جائے ۱۲۔

بات پران کا ابی بن کعب سے کئی بار مناظرہ کرنا اور حضرت ابن مسعودؓ کا اسی بناء پر سورۂ واللیل میں لفظ ماخلق کے پڑھنے سے سخت انکار کرنا مشہور ہے اور بروایات صحیحہ منقول ہے اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں جنہوں نے غیر قوموں سے بھی اقرار کرالیا ہے کہ قرآن مجید بے کم وکاست بے تغیر وتبدل وہی کتاب ہے جس کی نسبت محمد رسول اللہ ﷺ نے دعوے کیا تھا کہ یہ خدا کی کتاب ہے، ولیم میور جو عیسائیوں کا ایک مشہور اور محقق مؤرخ ہے اس کی تاریخ دیکھیئے۔ المختصر اسی قسم کی اور بھی دلیلیں ہیں جن کے ذکر سے شرم آتی ہے سمجھ دار کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر اس قول پر کوئی دلیل ہوتی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس سے کیوں رجوع کرتے۔

سوال:۔ جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ ترجمہ قرآن، قرآن نہیں ہے اور اس کے پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی وہ کون لوگ ہیں اور ان کی کیا دلیل ہے۔

جواب:۔ تمام علمائے امت اور مجتہدین شریعت اسی طرف ہیں جیسے امام شافعی اور احمد اور قاضی ابی یوسف اور آخر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم بھی، ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ حق جل شانہ، نے قرآن مجید کو عربیت کے ساتھ موصوف کیا ہے۔(۱) انا انزلناہ قرآنا عربیا (۲) کتاب(۱) فصلت ایاتہ قرانا عربیا (۳)(۲) انا جعلناہ قرآنا عربیا. (۴) بلسان(۳) عربی مبین (۵) ھذ(۴) لسان عَرَبِی مبین. وغیرذلک پس اگر قرآن صرف معانی کا نام ہوتو اس کو عربیت کے ساتھ موصوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں معنی کو کسی زبان کی خصوصیت سے کیا تعلق، یہ شان تو الفاظ کی ہے معنی نہ عربی ہوتے ہیں نہ فارسی نہ ہندی لہذا معلوم ہوا کہ قرآن ان خاص عربی الفاظ کا نام ہے جو معانی مخصوصہ پر دلالت کرتے ہیں اور ان کی نسبت نبی ﷺ سے منقول ہے کہ یہ اللہ کا نام ہے۔ علاوہ اس کے نبی ﷺ کے سامنے بہت سے عجمی لوگ اسلام لائے تھے جو عربی زبان بالکل نہ سمجھتے تھے مگر کسی کو آپ ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ تم قرآن کا ترجمہ اپنی زبان میں کرا کر نماز میں پڑھ لیا کرو اور پھر صحابہؓ کے زمانے میں تو صدہا بلاد عجم مفتوح ہوئے اور وہاں کے لوگ اسلام لائے مگر یہ منقول نہیں کہ صحابہ

---

(۱) بے شک ہم نے اس کو عربی قرآن اتارا ہے ۱۲۔
(۲) ایسی کتاب جس کی آیتیں مفصل ہیں عربی قرآن ہے ۱۲۔
(۳) ہم نے اس کو قرآن بلایا ہے ۱۲۔
(۴) صاف عربی زبان میں ۱۲۔
(۵) یہ قرآن عربی زبان ہے ۱۲۔

نے کسی کو اجازت دی ہو کہ تم قرآن مجید کا ترجمہ نماز میں پڑھ لیا کرو اب یہاں چند احتمالات باقی ہیں۔

۱۔ نبی ﷺ اور صحابہؓ نے شاید عجمیوں کو یہ اجازت دی ہو مگر اس کی روایت نہیں کی گئی یا روایت ہوئی۔ مگر کتب میں درج نہیں ہوئی، اس وجہ سے ہم کو وہ روایت معلوم نہیں۔

۲۔ نبی ﷺ اور صحابہؓ نے کچھ اس طرف خیال نہیں کیا، اگر خیال آتا تو ضرور اجازت دیتے۔

۳۔ اس زمانے میں لوگوں کو عربی زبان سیکھ لینا آسان تھا، اس سبب سے اس اجازت کی ضرورت نہیں ہوئی، اب مشکل ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس اجازت کی ضرورت ہے، مگر یہ احتمالات ایک معمولی شخص کے نزدیک بھی قابل وقعت نہیں ہیں۔ پہلے احتمال کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ دیدہ ودانستہ کسی امر شرعی کی روایت میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کرتے تھے۔ اور جس واقعہ کی دن رات ضرورت رہتی ہو، اس کے متعلق ایسی بڑی بات بھول جانا خلاف عقل ہے، جس زمانے میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) ترجمہ قرآن سے جواز نماز کے قائل ہوئے تھے، اس وقت بڑے بڑے تابعین موجود تھے۔ اگر انہیں صحابہؓ کی اجازت معلوم ہوتی اور وہ اس کو بھول گئے ہوتے تو اس واقعہ پر ضرور ان کو یاد آ جاتی اور ان پر اس مسئلہ کا طعن نہ کیا جاتا اور بعد حدیث مل جانے کے امام صاحب اپنے پہلے قول سے رجوع نہ کرتے، حاصل یہ کہ کسی امر کا باوجود کثرت و شدت دواعی اور عدم موانع کے منقول نہ ہونا، اس کے عدم کی دلیل ہے، دوسرا احتمال تو ایک اولوا العزم پیغمبر اور اس کے خلفاء کی طرف کوئی ذی عقل مسلمان نہیں کر سکتا۔ نماز سے بڑھ کر شریعت میں کسی چیز کی تاکید نہیں، پھر جب اسی کا خیال نبی نے نہ کیا تو اور چیزوں میں تو نہ معلوم کیا کچھ بے خیالی کی ہوگی، معاذ اللہ نبوت کیا ہوئی ایک کھیل ہو گیا، تیسرا احتمال بھی بالکل لغو ہے بلکہ پہلے عربی کا حاصل کرنا مشکل تھا۔ قواعد مدون نہ تھے، باقاعدہ تعلیم نہ ہوتی تھی اب بحمد اللہ دونوں باتیں موجود ہیں پہلے اگر ایک سال میں عربی زبان کی مہارت ہو سکتی تھی تو اب چھ مہینے میں وہی کیفیت حاصل ہو سکتی ہے۔

سوال:۔ اگر باوجود قدرت کے کوئی شخص قرآن مجید کا ترجمہ نماز میں پڑھ لے تو نماز میں فساد آئے گا یا نہیں؟

جواب:۔ اگر صرف ترجمہ پر اکتفا کی جائے تو ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر

ترجمہ بھی پڑھا جائے اور اصل عبارت قرآنیہ بھی پڑھی جائے تو وہ ترجمہ اگر کسی قصہ کا یا کسی حکم کا ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کسی ذکر یا تسبیح کا ترجمہ ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ فتح القدیر میں ہے۔ الوجه انه اذا كان المقروء من مكان القصص والا مر والنهى ان يفسد مجرد قراء ته حينئذ متكلم بكلام غير قران بخلاف ما اذا كان ذكر او تنزيها فانه انما تفسد اذا اقتصر على ذالک بسبب اخلاء الصلوٰة عن القراءة . انتهىٰ.

دوسرا مسئلہ:۔ اذان واقامت کا عربی کے سوا کسی اور زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے۔ بشرطیکہ لوگ سمجھ لیں کہ اذان ہو رہی ہے، اور صاحبین کے نزدیک اگر عربی الفاظ کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں، مگر امام صاحب کے نزدیک بھی خلاف سنت ہونے کے سبب سے مکروہ اور بدعت ضرور ہے بعض فقہاء نے مثل صاحب مراقی الفلاح وغیرہ کے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے مگر صحیح نہیں۔ (تبیین الحقایق۔ فتاویٰ قاضی خاں)

تیسرا مسئلہ:۔ نماز کی نیت عربی زبان میں کہنا چاہئے یا اپنی مادری زبان میں بھی جائز ہے۔؟

جواب:۔ اصل تو یہ ہے کہ نیت دلی ارادے کا نام ہے، زبان سے کچھ کہنا نیت ہی نہیں نبی ﷺ اور صحابہؓ کا یہ دستور تھا، ہاں متاخرین نے بخیال اس کے کہ کبھی آدمی متفکر ہوتا ہے اور دلی ارادے کا اس کو خیال نہیں رہتا۔ لہذا اگر زبان سے کہہ لیا کرے گا تو دلی ارادہ بھی ہو جایا کرے گا اور بعض افاضل علماء نے اس کو بدعت حسنہ لکھا ہے لہذا اگر ایسا کیا جائے تو عربی زبان کی تخصیص نہیں جس زبان کو سمجھتا ہو اسی زبان میں نیت کے الفاظ کہے۔

چوتھا مسئلہ:۔ تکبیر تحریمہ اور اسی طرح باقی تکبیرات کا غیر عربی زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں۔؟

جواب:۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی اس میں کسی زبان کی تخصیص نہیں کی، ہاں اس میں شک نہیں کہ مخالف سنت کے سبب سے بدعت اور مکروہ ضرور ہوگا بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس مسئلہ سے بھی رجوع کیا، مگر یہ صحیح نہیں۔

چہل حدیث نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علیٰ عبادہ الذین ا صطفیٰ

بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے علم الفقہ کی دوسری جلد ختم ہو چکی میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر چالیس حدیثیں جن میں نماز کا کچھ بیان ہو کچھ فضائل میں کچھ مسائل میں جمع کر کے اس جلد کے آخر میں ملحق کر دی جائیں تو بہت مناسب ہوگا چنانچہ حق تعالیٰ نے میرے اس خیال کو پورا کیا و لہ الحمد علی ذلک میرے خیال کے چند وجوہ ہوئے جن کو میں ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

(۱) صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص چالیس باتیں دین کی یاد کر لے اللہ تعالیٰ اس کا حشر علماء کے ساتھ کرے گا۔ اسی بنا پر اکثر علماء نے سلفا عن خلف اس طرف پوری توجہ کی اور سینکڑوں چہل حدیثیں جمع ہو گئیں۔

(۲) کسی مسئلے کا اس کے ماخذ سے سمجھ لینا اور طریق استنباط کو جان لینا ہر خاص و عام کے لئے نہایت مفید ہے اور طبیعت کو ایک قسم کی مناسبت شریعت کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳) حدیث کے پڑھنے میں ایک نہایت برکت اور نور ہوتا ہے اور باغ ایمان میں ایک عجیب شادابی و سرسبزی اس آب حیات سے حاصل ہوتی ہے حدیث پڑھنے والے کی حالت بالکل نبی ﷺ کے ہم کلام کی دولت سے مشابہ ہے اسی سبب سے علماء نے کہا ہے کہ اهل الحدیث هم اهل النبی. دینی و دنیاوی فوائد جو حدیث پڑھنے والے کو حاصل ہوتے ہیں بیشمار ہیں یہ امر مشاہد اور مجرب ہو چکا ہے کہ اس فن شریف میں مشغول رہنے والوں کی عمر زیادہ ہوتی ہے پس اگر بطور وظیفے کے بھی یہ حدیثیں ہر روز بعد نماز صبح کے یا اور کسی وقت پڑھ لی جایا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ فائدے کی امید ہے۔ انتیس ۲۹ حدیثیں اس میں صحیح بخاری کی ہیں جس کا ورد ہر مقصد کی کامیابی کے لئے تریاق مجرب ہے اور حرمین شریفین میں بلکہ بعض دیار ہند میں بھی معمول ہے اور ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے اور ایک مؤطا امام محمد کی۔ اور نو ترمذی کی۔ مؤطا کی وہ حدیث جو ہم نے نقل کی ہے۔ بخاری مسلم کی حدیثوں سے صحت میں کم نہیں ترمذی کی وہی حدیثیں ہم نے نقل کی ہیں جن میں تصریح صحت کی موجود ہے پس ناظرین سے امید ہے کہ اس

دولت کو غنیمت سمجھیں اور ان احادیث کو یاد کرلیں ان کے مطالب سمجھیں اور ان کا ہر روز ورد رکھیں۔

وما علینا الا البلاغ

(۱) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لاالٰہ الااللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان . (البخاری)

(ترجمہ): ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسلام (۱) بنایا گیا ہے پانچ چیزوں پر (۱) شہادت اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی خدا نہیں اور اس بات کی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) اور پڑھنا نماز کا (۳) اور زکوٰۃ دینا (۴) اور حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(۲) عن بن عباس ان النبی ﷺ بعث معاذا الی الیمن فقال ادعھم الی شھادۃ ان لاالٰہ الااللہ وانی رسول اللہ فان ھم اطاعوا لذٰلک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم خمس صلوٰتٍ فی کل یوم ولیلۃ فان ھم اطاعوا لذٰلک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم صدقۃ فی اموالھم توخذ من اغنیائھم وترد الی فقرائھم.(البخاری)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے معاذ کو یمن کی طرف (۲) بھیجا اور یہ کہا کہ وہاں کے لوگوں کو بلاؤ اس بات کی شہادت کی طرف کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر وہ لوگ تمہارے اس حکم کو مان لیں تو ان کو آگاہ کرو کہ اللہ نے ان پر فرض کی ہیں پانچ نمازیں ہر دن رات پس اگر وہ تمہارے اس حکم کو مان لیں تو ان کو آگاہ کرو کہ اللہ نے فرض کیا ہے ان پر ان کے مال میں صدقہ کہ ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقیروں کو دیا جائے گا۔ (بخاری)

---

(۱) اسی وجہ سے علماء نے ان چار چیزوں کو بہ ترتیب رکن اسلام قرار دیا ہے ۱۲۔

(۲) یہ قصہ آنحضرت ﷺ کا آخر عمر کا ہے حضرت معاذؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا پھر یمن سے لوٹ کر ان کو آپ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ بعد اسلام کے سب سے پہلے نماز کا حکم ہوتا ہے ۱۲۔

(۳) عن عمربن الخطاب عن النبی ﷺ قال الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وتقیم الصلوٰة وتوتی الزکوٰة وتصوم رمضان ویحج البیت من استطاع الیه سبیلا. (البخاری)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت نبی ﷺ سے ہے کہ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ گواہی دو اس کی کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور حج کرے وہ شخص جو کعبہ تک جاسکتا ہو۔ (بخاری)

(۴) عن بن مسعود قال سألت النبی ﷺ ای العمل احب الی الله قال الصلوٰة علی وقتها قال ثم ای قال ثم بر الوالدین قال ثم ای قال الجهاد فی سبیل الله. (البخاری)

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کون عبادت زیادہ پسند ہے اللہ کو آپ نے فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر میں نے کہا کہ پھر اس کے بعد کون فرمایا(۱) والدین کے ساتھ نیکی کرنا میں نے کہا پھر کون فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری)

(۵) عن ابی هریرة انه سمع رسول الله ﷺ تقول ارأیتم لوان نهرا بباب احدکم یغسل فیه کل یوم خمسا ماتقول ذٰلک یبقی من درنه قالوا لا یبقی قال فذٰلک مثل الصلوٰة الخمس یمحو الله بهن الخطایا. (البخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا جانتے ہو تم لوگ اگر تمہارے کسی کے دروازے پر کوئی نہر ہو کہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو بتلاؤ یہ نہانا اس کے میل کو باقی رکھے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ یہی حال پانچ نمازوں کا ہے کہ اللہ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹاتا ہے (بخاری)

(۶) عن جابر قال قال رسول الله ﷺ بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰة. (مسلم)

---

(۱) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کا رتبہ اطاعت والدین اور جہاد سے زیادہ ہے یہ فضیلت کسی دوسری عبادت میں نہیں ہے ۱۲۔

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بندے اور کفر کے درمیان میں نماز حائل ہے (مسلم)

(۷) عن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال امرت ان اقاتل الناس حتّٰی تشهدوا ان لاالٰه الا الله وان محمدا رسول الله يقيموا الصلوٰة ويؤتواالزكوة فاذا فعلوا ذٰلك عصموا منى دمائهم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم على الله. (البخاری)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس کی کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور اس کی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں پس جب یہ سب کرنے لگیں گے تو بچالیں گے مجھ سے اپنی جان اور مال کو مگر بحق اسلام (۱) اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔

(۸) عن ابی هريرةؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان اول مايحاسب به العبد من اعماله صلوٰة فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فريضة شيئا قال الرب تبارك وتعالىٰ انظروا هل لعبدى من تطوع فليكمل بما ماانتقص من الفريضة ثم يكون سائر عمله على ذٰلك. (الترمذی حسنه)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک تمام ان چیزوں سے پہلے جن کا حساب بندے سے قیامت میں (۲) ہوگا نماز ہے پس اگر نماز درست نکلی تو وہ اپنے مقصود کو پہنچ جائے گا اور کامیاب ہوگا اور اگر نماز درست نہ نکلی تو ناکام اور برباد ہوگا پھر اگر کسی فرض نماز میں کسی چیز کو کم کیا ہے تو پروردگار برتر فرشتوں سے فرمائے گا کہ دیکھو میرے بندے کے کچھ نوافل ہوں تو اس فرض کی کمی کو ان سے پورا کردو پھر تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا۔

ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرکے حسن کہا ہے۔

---

(۱) حق اسلام سے حکم اسلام مراد ہے یعنی ان چیزوں کے بعد اس کی جان یا مال کو نقصان پہنچایا جائے گا تو بحکم اسلام مثلاً وہ کسی کو مار ڈالے تو وہ بھی بحکم اسلام مارا جائے گا ۱۲۔

(۲) اس حدیث کے ابتدائی مضمون کو ایک بزرگ نے اپنی کتاب میں نظم کیا ہے۔

روز محشر کہ جانگداز بود۔ اولین پرسش نماز بود ۱۲۔

(۹) عن انس قال قال النبی ﷺ ان احدکم اذا صلّٰی یناجی ربہ. (البخاری)

ترجمہ: انس (۱) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بے شک جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے (بخاری)

(۱۰) عن ابی هریرة یقول قال رسول اللہ ﷺ لاتقبل صلوٰة من احدث حتّٰی یتوضّأ. (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ حدث والے کی نماز قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ وضو کرے (بخاری)

(۱۱) عن علی عن النبی ﷺ قال مفتاح الصلوٰة الطهور وتحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم وقال هٰذا الحدیث اصح شئ فی هٰذا الباب واحسن.

ترجمہ: علیؓ (۲) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا نماز کی کنجی طہارت ہے اور اس کی حرام کرنے والی تکبیر ہے اور حلال کرنے والی تسلیم یعنی السلام علیکم کہنا ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس باب کی تمام احادیث سے اصح اور احسن ہے۔

(۱۲) عن ابی هریرة ان النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد علیه النبی ﷺ السلام فقال ارجع فصل فانک لم تصل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فقال ارجع فصل فانک لم تصل فقال والذی بعثک بالحق مااحسن غیره فعلمنی فقال اذا اقمت الی الصلوٰة فکبر ثم اقرأ ماتیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتّٰی تعتدل قائما ثم

---

(۱) اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز خداوند عالم سے مناجات کی حالت ہے لہذا اس سے چند مسائل معلوم ہوئے (۱) حالت نماز میں طاہر رہنا چاہئے (۲) کسی اور طرف متوجہ نہ رہنا چاہئے (۳) نہایت ادب اور خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنا چاہئے۔

(۲) نماز کے حرام کرنے سے مقصود نماز میں ان چیزوں کا حرام کرنا ہے جو خارج نماز میں حلال تھیں مثل کھانے پینے چلنے پھرنے بات چیت کرنے کے اسی طرح حلال کرنے سے بھی انہیں چیزوں کا حلال کرنا مراد ہے اس حدیث سے طہارت کا شرط نماز ہونا اور تکبیر تحریمہ کا شرط ہونا اور سلام کا ضروری بمنزلہ واجب کے ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے ۱۲۔

اسجد حتیٰ تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم افعل ذٰلک فی صلوتک کلھا. (البخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں تشریف لائے اسی درمیان میں ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ جا نماز پڑھ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی (یعنی تیری نماز نہیں ہوئی) پھر اس نے نماز پڑھی اور آیا اور آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا کہ جا نماز پڑھ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی یہ تین مرتبہ ہوا تب اس نے کہا قسم ہے اس کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنایا کہ میں اس کے سوا اور طریقہ نہیں جانتا آپ (۱) نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر جس قدر قرآن تم کو آسان ہو پڑھو پھر رکوع کرو یہاں تک کہ حالت رکوع میں مطمئن ہو جاؤ پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ حالت سجدہ میں مطمئن ہو جاؤ پھر اٹھو یہاں تک کہ تمام بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ حالت سجدے میں مطمئن ہو جاؤ پھر ایسا ہی پوری نماز میں کرو۔ (بخاری)

(۱۳) عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة قال سبحٰنك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰه غيرك. الترمذی وابوداوٗد ورواه ابن ماجة عن ابی سعید.

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا پڑھتے (ترجمہ دعا کا) پاکی بیان کرتا ہوں میں تیری اے اللہ ساتھ تیری تعریف کے اور بزرگ ہے تیرا نام اور بڑی ہے تیری شان اور نہیں کوئی خدا سوا تیرے (ترمذی ابوداؤد) ابن ماجہ نے اس کو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۴) عن عبادة بن الصامت ان رسول الله ﷺ قال لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب. (البخاری ومسلم)

ترجمہ: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کی نماز صحیح نہیں جس نے سورۂ فاتحہ (الحمد) نہ پڑھی۔ (بخاری ومسلم)

---

(۱) اس حدیث سے نماز کی اجمالی کیفیت معلوم ہوئی زیادہ رکوع اور سجدے اور قومہ باطمینان ادا کرنے کی تاکید ہو رہی ہے ۱۲۔

(۱۵) عن جابربن عبدالله عن النبی ﷺ قال من صلّی خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة. محمد فی مؤطاه بطريقين فی احدهما ابوحنيفة الامام الاعظم وهواحسن طرقه حكم عليه ابن الهمام بانه صحيح علی شرط الشيخين وقال العينی هوحديث صحيح. اما ابوحنيفة فابوحنيفة وموسیٰ ابن ابی عائشة من الاثبات من رجال الصحيحين وعبدالله بن شداد من كبار الشاميين وثقاتهم وهوحديث صحيح.

ترجمہ: جابرابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی ﷺ سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے امام محمد نے موطا میں یہ(۱) حدیث دوسندوں سے روایت کی ہے ایک میں ابوحنیفہ امام اعظم ہیں اور وہ سند تمام سندوں سے عمدہ ہے محقق ابن ہمام نے اس کو صحیح کہا ہے شرط بخاری ومسلم پر اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے ابوحنیفہ تو ابوحنیفہ ہیں اور موسیٰ بن ابی عائشہ پرہیز گار ثابت قدم لوگوں میں ہیں صحیحین کے راوی ہیں اور عبداللہ بن شداد ملک شام کے بزرگوں اور پرہیزگاروں میں سے ہیں اور وہ حدیث صحیح ہے۔

(۱۶) عن حذيفة انه صلّی مع النبی ﷺ وكان يقول فی ركوعه سبحان ربی العظيم وفی سجوده سبحان ربی الاعلیٰ. الترمذی وقال حديث حسن صحيح.

ترجمہ: حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے ترمذی نے اس کو روایت کرکے حسن صحیح کہا ہے۔

(۱۷) عن انس بن مالکؓ عن النبی ﷺ قال اعتدلوا فی السجود ولا يبسط احدكم ذراعيه انبساط الكلب. (البخاری) (۲)

---

(۱) اس حدیث سے حنفیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر قرأت ضروری نہیں اس حدیث کے ملانے سے پہلی حدیث کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ وہ حکم تنہا نماز پڑھنے والے اور امام کا ہے۔ یہ حدیث بخاری مسلم کی حدیثوں سے کسی طرح صحت میں کم نہیں راوی اس کے سب عادل اور ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ عینی کی تصریح سے معلوم ہوا ۱۲۔

(۲) اس حدیث سے سجدوں میں اطمینان کا وجوب اور کہنیاں بچھا دینے کی کراہت کی گئی ہے ۱۲۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی ﷺ سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ٹھیک رہو سجدوں میں اور نہ بچھاوے کوئی تم میں سے اپنی دونوں کہنیاں جیسے کہ کتا بچھاتا ہے۔ (بخاری)

(۱۸) عن بن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة واشار بیده علی انفه والیدین والرکبتین واطراف القدمین ولانکفت الثیاب والشعر. (البخاری)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کرو (یعنی سات ہڈیاں حالت سجدے میں زمین پر رہیں) پیشانی پر اور (۱) ہاتھ سے ناک کا اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پیر کے پنجوں پر اور یہ کہ نہ اٹھائیں ہم کپڑے اور بال۔ (بخاری)

(۱۹) عن شقیق بن سلمة قال قال عبداللہ بن مسعود کنا اذا صلینا خلف النبی ﷺ قلنا السلام علی جبرئیل ومیکائیل السلام علی فلان وفلان فالتفت الینا رسول اللہ ﷺ فقال ان اللہ هو السلام فاذا صلی احدکم فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته، السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین (فانکم اذا قلتموها اصابت کل عبد للہ صالح فی السماء والارض) اشهد ان لا اله الا اللہ واشهد ان محمدا عبده ورسوله. (البخاری)

ترجمہ: شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم جب نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو (قعدے میں) کہا کرتے تھے کہ السلام علی جبرایل ومیکائیل السلام علی فلاں وفلاں پس متوجہ ہوئے رسول اللہ ﷺ ہماری طرف فرمایا کہ اللہ خود ہی سلام ہے پس جب کوئی تم میں کا نماز پڑھے تو التحیات الخ کہے۔

---

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ ہونا چاہئے اور یہی مذہب صاحبین کا ہے اور علمائے حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے ۱۲۔

(ترجمہ التحیات کا)

سب مالی اور بدنی عبادتیں اور سب عمدگیاں اللہ کے لئے ہیں سلام تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں سلام ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر (حضرت نے فرمایا کہ جب تم یہ کہو گے تو آسمان اور زمین کے سب نیک بندوں کو سلام پہنچ جائے گا مطلب یہ کہ جبرائیل اور میکائیل کی کچھ ضرورت نہیں) میں گواہی دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (بخاری)

(۲۰) عن كعب بن عجرة قال سألنا رسول الله ﷺ فقلنا يا رسول الله كيف الصلوٰة عليكم اهل البيت فان الله علمنا كيف نسلم قال قولوا اللهم صل على محمد وعلىٰ آل محمد كماصليت على ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كمابارکت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انک حميد مجيد[۱] (البخاری)

ترجمہ: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے کہ یا رسول اللہ کیسے درود پڑھا جایا کرے آپ پر؟ اس لئے کہ اللہ نے ہم کو تعلیم کی ہے ہم کیسے درود پڑھیں آپ نے فرمایا کہ کہو اللھم صل الخ ترجمہ اس کا۔ اے اللہ رحمت کر محمد پر اور آل محمد ﷺ پر جیسے رحمت کی تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر بیشک تو تعریف والا اور بزرگ ہے اور اے اللہ برکت اتار محمد پر اور آل محمد پر جیسے برکت اتاری تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو تعریف والا اور بزرگ ہے۔ (بخاری)

(۲۱) عن ابی بكر الصديق انه قال لرسول الله ﷺ علمني دعاء ادعو به في صلوتي قال قل اللهم انی ظلمت نفسی ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفرلي مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحيم[۲] (البخاری)

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی دعا تعلیم فرمائیے کہ اس کو میں اپنی نماز (کے قعدہ خیرہ) میں مانگو آپ نے فرمایا کہ اللھم الخ ترجمہ۔ اے اللہ میں نے ظلم کیا اپنی جان پر (یعنی) (گناہ کیا) بہت ظلم اور نہیں بخشنے والا گناہوں کا

(۱) درود شریف کے اور الفاظ بھی احادیث میں آئے ہیں مگر زیادہ تر نماز میں عمل اسی پر ہے ۱۲۔
(۲) یہ دعا قعدہ اخیرہ میں بعد درود شریف کے ہے ۱۲۔

مگر تو پس بخش دے مجھ کو اپنی طرف سے اور رحم کر مجھ پر بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔(بخاری)

(۲۲) عن عائشة زوج النبی ﷺ ان رسول اللہ ﷺ کان یدعوا فی الصلوٰۃ اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنة المسیح الدجال واعوذ بک من فتنة المحیا والممات اللھم انی اعوذ بک من الماثم والمغرم.(البخاری)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محبوبہ سے روایت ہے کہ آپ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے اللّٰھم الخ. ترجمہ۔اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عذاب قبر سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے فساد مسیح دجال سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری زندگی اور موت کے فساد سے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری گناہ کرنے اور قرض سے۔(بخاری)

(۲۳) عن عبداللہ قال کنت اسلم علی النبی ﷺ وھو فی الصلوٰۃ فیرد علینا فلمّا رجعنا من عند النجاشی سلمنا علیه لم یرد علینا وقال فی الصلوٰۃ شغلا.(البخاری)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کو جس وقت آپ نماز میں ہوتے تھے سلام کرتا تھا اور آپ مجھ کو جواب دیتے تھے پھر جب ہم نے نجاشی کے پاس سے لوٹے تو ہم نے آپ سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا اور (بعد نماز کے) فرمایا کہ بے شک نماز میں بہت بڑی مشغولی ہے (یعنی دوسری طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے۔(بخاری)

(۲۴) عن زید بن ارقم قال انا کنا لنتکلم فی الصلوٰۃ علی عھد النبی ﷺ یکلم احدنا صاحبه بحاجته حتی نزلت حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطٰی وقوموا للہ قانتین فامرنا بالسکوت.(البخاری)

ترجمہ: زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم نماز میں بات کرتے تھے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بیان کرتا تھا ایک ہم میں کا اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت حتیٰ کہ نازل ہوئی آیت حافظوا الخ ترجمہ مداومت کرو نمازوں پر اور درمیانی نماز (عصر) پر اور کھڑے ہو اللہ کے لئے چپ ہو کر پس حکم ہوا ہم کو چپ (۱) رہنے کا یعنی کلام نہ کرنے کا۔(بخاری)

---

(۱) اس حدیث سے اور اس کے بعد کی حدیث سے کلام کی ممانعت نماز میں ظاہر ہو رہی ہے اور یہ حکم ہو رہا ہے کہ نماز میں ایسا مشغول ہونا چاہئے کہ پس اس کے ہو رہو دوسری طرف متوجہ نہ ہو ۱۲۔

(۲۵)عن علقمة قال قال عبدالله ابن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة. الترمذی وحسنه وقال به یقول غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفة.

ترجمہ: علقمہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو نماز نہ پڑھاؤں جیسے رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے پس نماز پڑھی انہوں نے اور ہاتھ نہیں بلند کئے مگر (۱) پہلی دفعہ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے قائل ہیں بہت اہل علم اصحاب نبی ﷺ سے اور تابعین اور یہی قول ہے سفیان اور اہل کوفہ کا۔

(۲۶) عن علی قال الوتر لیس بحتم کصلوتکم المکتوبة ولکن سن (۲) رسول الله ﷺ وقال ان الله وتر یحب الوتر فاوتروا یااهل القرآن. الترمذی وقال حسن.

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وتر ویسی ضروری نہیں ہے جیسے تمہاری فرض نمازیں ہاں اس کو جاری فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے اور فرمایا ہے کہ اللہ وتر (طاق) ہے دوست رکھتا ہے وتر کو پس وتر پڑھوا ے قرآن والو (ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے)

(۲۷)عن عبدالعزیز بن جریج قال سألت عائشة بای شئ کان یوتر رسول الله ﷺ قالت کان یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیة بقل یاایها الکٰفرون وفی الثالثة بقل هو الله احد والمعوذتین. الترمذی وحسنه.

ترجمہ: عبدالعزیز بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا پوچھا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ساتھ کس چیز کے وتر پڑھتے تھے نبی ﷺ انہوں نے فرمایا کہ (۳) پہلی رکعت میں

---

(۱) اس حدیث سے حنفیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ سوا تکبیر تحریمہ کے رکوع میں جاتے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مسنون نہیں اہل کوفہ سے مراد ترمذی کی ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں ۱۲۔

(۲) سنّ کے لفظ سے یہ گمان نہ ہونا چاہئے کہ وتر سنت ہے اس لئے کہ دوسری احادیث میں ترک وتر پر سخت وعیدیں آئی ہیں اور ترک سنت پر وعید نہیں ہوتی بلکہ یہاں سن کے لغوی معنی مراد ہیں جس کا ترجمہ ہم نے جاری فرمایا ہے وہ حدیثیں کہ ترک وتر کی وعید میں آئی ہیں بہت صحیح اور زیادہ ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث ہم علم الفقہ میں لکھ چکے ہیں ۱۲۔

(۳) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر تین رکعت ہے جیسا کہ حنفیہ کا مذہب ہے دوسرے اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ کئی سورتوں کا ایک رکعت میں پڑھنا درست ہے ۱۲۔

سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے اور دوسری میں قل یا ایھا الکفرون تیسری میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) (ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے)

(۲۸) عن ابی الحوراء قال قال الحسن ابن علی علمنی رسول اللہ ﷺ کلمات اقولھن فی الوتر اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ماقضیت فانک تقضی ولایقضی علیک وانہ لایذل من والیت تبارکت وتعالیت. (الترمذی وحسنہ)

ترجمہ: ابوالحورا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کہ تعلیم فرمائی ہیں مجھ کو نبی ﷺ نے چند کلمے کہ کہوں میں ان کو وتر میں اللھم اھدنی الخ (۱) (ترجمہ) اے اللہ ہدایت کر مجھ کو منجملہ ان لوگوں کے جن کو تو نے ہدایت کی اور عافیت عنایت کر مجھ کو منجملہ ان لوگوں کے جن کو تو نے عافیت دی ہے۔ اور محبت کر مجھ سے منجملہ ان کے جن سے تو نے محبت کی اور برکت دے مجھ کو ان چیز میں جو تو نے دی ہے اور بچا مجھ کو ان چیزوں کی برائی سے جو تو نے مقدر کی ہے اس لئے کہ تو حاکم ہے تیرے اوپر کسی کا حکم نہیں اور نہیں ذلیل ہوسکتا وہ جس سے تو محبت کرے بزرگ ہے تو اور برتر ہے۔ (ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے)

(۲۹) عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال صلوٰۃ الجماعۃ تفضل صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ. (البخاری)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز تنہا نماز پر ستائیس ۲۷ درجہ زیادہ فضلیت رکھتی ہے۔ (بخاری)

(۳۰) عن مالک بن الحویرث عن النبی ﷺ قال اذا حضرت الصلوٰۃ فلیوذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم. (البخاری)

ترجمہ: مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت نبی ﷺ سے ہے کہ آپ نے فرمایا: جب نماز کا وقت آئے تو چاہئے کوئی اذان دے (۲) اور بڑا تم میں سے امامت تمہاری کرے۔ (بخاری)

---

(۱) دعائے قنوت کی ایک حدیث یہ ہے اور ایک اور ہے جس میں اللھم انا نستعینک الخ ہے عمل صحابہؓ کے اعتبار سے اس کو قوت زیادہ ہے مگر دونوں کا پڑھنا بہتر ہے وقت اس دعا کا وتر کی تیسری رکعت میں بعد دوسری سورت کے ہے ۱۲۔

(۲) اس حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک اذان کا دوسرے اذان کا قبل از وقت ہونا تیسرے امام ایسے شخص کا بنانا جو تمام حاضرین سے افضل ہے ۱۲۔

(۳۱) عن انس بن مالک قال اقیمت الصلوٰۃ فاقبل علینا رسول اللہ ﷺ فقال اقیموا صفوفکم وتواصّوا. (البخاری)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا قائم کی گئی نماز پس متوجہ ہوئے ہماری طرف نبی ﷺ اور فرمایا کہ سیدھی کرو اپنی صفیں اور مضبوط کرو۔ (بخاری)

(۳۲) عن انس عن النبی ﷺ سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوٰۃ. (البخاری)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سیدھی کرو اپنی صفیں اس لئے کہ سیدھا کرنا صفوں کا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔ (بخاری)

(۳۳) عن ابی ھریرۃؓ قال انما جعل الامام لیوتم بہ فلا تختلفوا علیہ فاذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد واذا سجد فاسجدوا. (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ امام (۱) اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس خلاف نہ کرو اس سے اور وہ جب رکوع کرے تو رکوع کرو اور وہ جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو اور وہ جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو۔

(۳۴) عن ابی قتادۃ عن النبی ﷺ قال انی لاقوم فی الصلوٰۃ فارید ان اطول فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوتی کراھیۃ ان اشق علی امہ. (البخاری)

ترجمہ: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی ﷺ سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں (۲) اور ارادہ کرتا ہوں کہ دراز کروں اس کو پھر سنتا ہوں لڑکے کا رونا (۳) پس جلد نکل جاتا ہوں اپنی نماز میں اس بات کو برا سمجھ کر کہ گرانی کروں اس کی ماں پر۔ (بخاری)

---

(۱) اس حدیث سے اور اس کے بعد کی حدیث سے صف کے سیدھا کرنے کی تاکید اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم معلوم ہوتا ہے ۱۲۔

(۲) اس حدیث میں امام کی اطاعت کا حکم ہو رہا ہے کسی بات میں اس کے خلاف نہ کرنا چاہئے ادائے ارکان میں اس سے سبقت نہ ہونے پائے ۱۲۔

(۳) اس حدیث میں حکم ہے اس بات کا کہ امام کو اپنے مقتدیوں کی ضرورت اور حالت کا لحاظ کر کے قرأت کرنا چاہئے یہ نہیں کہ بڑی بڑی سورتیں یا رکوع سجدے میں زیادہ زیادہ تسبیحیں پڑھنا شروع کر دے جس سے ضرورت والوں کا حرج ہو اور ان کو ناگوار گذرے ۱۲۔

(۳۵) عن ام حبیبة قالت قال رسول الله ﷺ من صلیٰ فی یوم ولیلة ثنتیٰ عشرة رکعة من السنة بنی له بیت فی الجنة اربعا قبل الظهر ورکعتین بعدها ورکعتین بعدالمغرب ورکعتین بعدالعشاء ورکعتین قبل الفجر صلوٰة الغداة. (الترمذی)

ترجمہ: ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرے اسکے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔ (ترمذی)

(۳۶) عن سلمان الفارسی قال قال رسول الله ﷺ من اغتسل یوم الجمعة وتطهر بمااستطاع من طهر ثم ادهن او مس من طیب ثم راح الی الجمعة فلم یفرق بین اثنین فصلی ما کتب له ثم اذا خرج الامام انصت غفر له مابینها وبین الجمعة الاخری. (البخاری)

ترجمہ: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعے کے دن غسل کرے (۱) اور طہارت کرے جس چیز سے ممکن ہو۔ پھر تیل لگائے یا خوشبو ملے پھر نماز جمعہ کو جائے اور دو آدمیوں کے درمیان میں جدائی نہ کرے پھر نماز پڑھے جس قدر اس کی قسمت میں ہو پھر جب امام خطبے کے لئے نکلے چپ ہو جائے تو بخش دیئے جائیں گے وہ گناہ جو اس جمعے سے دوسرے جمعے تک ہیں۔

(۳۷) عن ابی هریرةؓ قال قال النبی ﷺ اذا کان یوم الجمعة وقفت الملائکة علی باب المسجد یکتبون الاول فالاول ومثل المهجر کالذی یهدی بدنة ثم کالذی یهدی بقرةً ثم کبشاً ثم دجاجةً ثم بیضةً ثم اذا خرج الامام طووا صحفهم ویسمعون الذکر. (البخاری)

---

(۱) اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے (۱) غسل جمعہ کا مسنون ہونا (۲) خوشبو اور تیل لگانے کا مسنون ہونا (۳) جمعے میں کسی کو اپنی جگہ سے اٹھانے کی کراہت (۴) امام کے نکلنے کے بعد چپ رہنے کا حکم ۱۲۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب جمعے کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ بہ ترتیب ہر ایک کا نام لکھنا شروع کر دیتے ہیں سویرے(۱) جانے والے کا حال ایسا۔ ہے جیسے اونٹ قربانی کرنے والے کا پھر جیسے گائے کی قربانی پھر جیسے مینڈھے کی پھر جیسے مرغی کی پھر جیسے انڈا صدقہ دینے والے کا پھر جب امام نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔(بخاری)

(۳۸)عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ماتقدم من ذنبہ (بخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان میں رات کو عبادت(۲) کرے با ایمان ہو کر ثواب سمجھ کر بخش دیئے جائیں گے اس کے اگلے گناہ۔(بخاری)

(۳۹)عن انس بن مالک عن النبی ﷺ قال من نسی صلوٰۃ فلیصل اذا ذکر. (البخاری)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا جو کوئی غافل ہو جائے کسی نماز سے تو چاہیئے پڑھ لے جب یاد کرے۔(بخاری)

(۴۰)عن سبرۃؓ قال قال لہ رسول اللہ ﷺ علموا الصبیّ الصلوٰۃ ابن سبع سنین واضربوہ علیھا ابن عشرۃ.(البخاری)

ترجمہ: سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سات برس کے بچے کو نماز سکھلاؤ اور اس کو نماز پر مارو دس برس کے سن میں[۳]۔(ترمذی)

---

(۱) اس حدیث میں جمعے کی نماز کے لئے سویرے جانے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد خطبہ شروع ہو جانے کے جو شخص پہنچے اس کا نام اس دفتر میں لکھا جائے گا ۱۲۔

(۲) اس حدیث سے تراویح کی فضیلت نکلتی ہے ۱۲۔

(۳) اس حدیث سے بعض علماء نے ثابت کیا ہے کہ دس برس کے بعد جتنی نمازیں فوت ہوں ان کی قضا واجب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وعلیٰ الہ وصحبہ ومن والاہ۔

بعد ختم ہونے چہل حدیث کے مجھ کو مناسب معلوم ہوا کہ چالیس آثار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جس میں نماز کے مسائل ہوں یہاں لکھ دوں اس لئے کہ مسائل فقہ کے اصل اصول اور ماخذ انہیں کے آثار ہیں اور نبی ﷺ کے بعد تبلیغ شریعت میں ان سے زیادہ کسی کو حصہ نہیں ملا حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں ایک مستقل رسالہ میں ان کا مذہب اور ان کے اقوال فقہیہ جمع کئے ہیں اور لکھا ہے کہ مجھے بزرگان سلف سے تعجب ہے کہ انہوں نے کیوں اس طرف توجہ نہیں کی حالانکہ اس میں ہر خاص وعام کا فائدہ تھا خواص کو تو یہ فائدہ تھا کہ سمجھ لیں کہ مذاہب اربعہ اسی ایک متن کی شرح میں اور مجتہدین اربعہ حضرت فاروق اعظم کے سامنے مجتہد منتسب کی نسبت رکھتے ہیں اور عوام کو یہ فائدہ تھا کہ وہ ہر مذہب کو علیحدہ دین نہ سمجھیں بلکہ ایک ہی شریعت کی شاخ خیال کریں اسی رسالہ سے میں نے چالیس آثار جمع کئے ہیں۔

چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) مالک عن نافع ان عمر بن الخطاب كتب الى عماله ان اهم امور كم عندى الصلوٰة فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لماسواها اضيع ثم كتب ان صلوا الظهر اذا كان الفئ ذراعا الى ان يكون ظل احدكم مثله والعصر والشمس مرتفعة بيضاء نقية قدرمايسير الراكب فرسخين اوثلاثة قبل غروب الشمس والمغرب اذا غربت الشمس والعشاء اذا غاب الشفق فمن نام فلا نامت عينه فمن نام فلا نامت عينه فمن نام فلا نامت عينه والصبح والنجوم مشتبكة.

ترجمہ: امام مالک نافع سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اپنی ملازمین کو لکھ بھیجا کہ بے شک میرے نزدیک تمہاری عبادتوں میں زیادہ قابل اہتمام نماز ہے پس جس شخص نے اس کی

پابندی کی اور کرائی اس نے اپنے دین کو بچالیا اور جس نے اس کو ضائع کر دیا وہ بدرجہ اولیٰ اور عبادتوں کا ضائع کرنے والا ہوگا اس کے بعد لکھا کہ پڑھو ظہر کی نماز جب سایہ ایک گز ہو جائے اس وقت تک کہ تمہارا سایہ ایک مثل ہو اور عصر کی ایسے وقت کہ آفتاب (۱) بلند روشن اور صاف ہو اس قدر کہ غروب سے پہلے سوار دو فرسخ یا تین فرسخ چل سکے اور مغرب کی جب آفتاب ڈوب جائے اور عشاء کی جب شفق چھپ جائے پس جو کوئی سو جائے تو نہ سوئیں (۲) اس کی آنکھیں (یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا) اور فجر اس حال میں کہ ستارے چھٹکے ہوئے نکلے ہوں۔

(۲) ابوبکر عن سعیدبن المسیب قال عمر لا تنتظروا بصلوٰتکم اشتباک النجوم.

ترجمہ: ابوبکر بن ابی شیبہ نے سعید بن مسیّب سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے نہ انتظار کرو اپنی نماز میں (۳) ستاروں کے نکلنے کا۔

(۳) ابوبکر عن سویدبن غفلة قال عمر عجلوا العشاء قبل ان یکسل العامل وینام المریض

ترجمہ: ابوبکر سوید بن غفلہ سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ سے پڑھ لو عشا قبل اس کے کہ سست ہو جائے کام کرنے والا اور سو جائے (۴) بیمار۔

(۴) ابوبکرعن الاسود عن عمر قال اذا کان یوم الغیم فعجلوا العصر واخروا الظهر

ترجمہ: ابوبکر اسود سے وہ حضرت فاروقؓ سے کہ فرمایا انہوں نے جب ابر کا دن ہو تو جلد (۵) پڑھو عصر کی نماز اور دیر میں ظہر کی نماز۔

---

(۱) اس وقت بھی آفتاب روشن اور صاف رہتا ہے زردی نہیں آتی اور سوار دو فرسخ تین فرسخ چل سکتا ہے لہذا اس سے نہیں لازم آتا کہ عصر کا وقت ایک مثل کے بعد آجاتا ہے کہ حنفیہ کو مفر نہ ہو فرسخ تین میل کا ہوتا ہے شرعی میل سے تقریباً دو فرلانگ زیادہ ہے ۱۲۔

(۲) یہ کلمہ بددعا کا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کو آرام نہ ملے سونے سے انسان کو آرام ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عشا کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے ۱۲۔

(۳) یہ مغرب کا حال ہے کہ اس میں بعد ستارے اچھی طرح نکل آنے کے وقت مکروہ ہو جاتا ہے ۱۲۔

(۴) مقصود ہے کہ مقتدیوں کی رعایت چاہیے ۱۲۔

(۵) یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲۔

(۵) ابوبکر عن عبدالرحمٰن قال عمر لان اصليهما فی جماعة احب الی من ان احيی مابينهما يعنی الصبح والعشاء.

ترجمہ: ابوبکر عبدالرحمٰن سے کہ حضرت عمر نے فرمایا۔ بے شک مجھ کوان دونوں یعنی فجر اور عشا کا جماعت سے پڑھنا زیادہ پسند ہے ان دونوں کے درمیان میں بیدار ہوکر عبادت کرنے سے۔

(۶) ابوبکر عن ابراهيم ان عمر بن الخطاب كان اذا رای غلاما فی الصف اخرجه.

ترجمہ: ابوبکر ابراہیم نخعی سے کہ عمر بن خطابؓ جب کسی لڑکے کے اگلی صف میں دیکھتے تو اس کو نکال(۱) دیتے۔

(۷) ابوبکر عن سعيد بن المسيب ان عمر رای رجلا يصلی ركعتين والمؤذن يقيم فانتهره فقال لاصلوٰة والمؤذن يقيم الا الصلوٰة التی يقام لها.

ترجمہ: ابوبکر سعید بن مسیّب سے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دو رکعت پڑھتے دیکھا اور مؤذن اقامت کہہ رہا تھا تو فرمایا کہ کوئی نماز جائز نہیں(۲) ایسے حال میں کہ مؤذن اقامت کہتا ہو سوا اس نماز کے جس کی اقامت کہی جائے۔

(۸) ابوبکر عن ابی عثمان النهدی رأيت الرجل يجئ وعمر بن الخطاب فی صلوٰة الفجر فيصلی فی جانب المسجد ثم يدخل مع القوم فی صلوتهم.

ترجمہ: ابوبکر ابوعثمان نہدی سے کہ میں نے دیکھا ہے کہ آدمی آتا تھا اور عمر بن خطاب نماز فجر میں ہوتے تھے پس وہ (سنت فجر) پڑھ لیتا تھا(۳) مسجد کے گوشے میں بعد اس کے شریک ہوتا تھا لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں۔

---

(۱) معلوم ہوا کہ لڑکوں کو پیچھے کھڑا ہونا چاہیے ۱۲۔
(۲) اس حکم سے سنت فجر مستثنیٰ ہے چنانچہ آگے کی حدیث ملانے سے یہ مطلب صاف ظاہر ہے ۱۲۔
(۳) معلوم ہوا کہ سنت فجر کا فرض کے ہوتے ہوئے پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ جماعت مل جائے گی یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲۔

(۹) ابوبکر عن نعیم قال اذا کان بینه وبین الامام طریق اونهر اوحائط فلیس معه.

ترجمہ: ابوبکر نے نعیم سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ سے جب مقتدی اور امام کے درمیان میں کوئی راستہ یا نہر یا دیوار حائل ہو تو وہ مقتدی اس امام کے ساتھ نہیں (۱) ہے۔

(۱۰) مالک والشافعی عن عبداللہ بن عتبة دخلت علی عمر بالهاجرة فوجدته یسبح فقمت وراءہٗ فقربنی حتی جعلنی حذاءہ علی یمینه فلما جاء یرقاء فاخرت فصففنا وراءہٗ.

ترجمہ: امام مالک اور شافعی عبداللہ بن عتبہ سے کہ میں حاضر ہوا حضرت عمر کی خدمت میں دوپہر کو تو پایا میں نے ان کو نماز پڑھتے پس کھڑا ہو گیا میں ان کے پیچھے پس قریب (۲) کر لیا مجھ کو اور کر لیا اپنی برابر داہنی جانب پس جب یرقاء (۳) آیا تو میں پیچھے ہٹ گیا اور ہم دونوں نے صف باندھ لی ان کے پیچھے۔

(۱۱) ابوبکر عن یساربن نمیر ان عمرؓ ابن الخطاب کان یقول ابدءوا بطعامکم ثم افرغوا بصلوتکم.

ترجمہ: ابوبکر یسار بن نمیر سے کہ عمر بن خطاب فرماتے تھے (۴) پہلے کھانا کھالو اور فراغت کر لو تو اپنی نماز کے لئے۔

(۱۲) ابوداؤد عن مؤذن لعمر یقال له مسروح اذن قبل الصبح فامرہ عمر ان یرجع فینادی الاان العبد قدنام.

ترجمہ: ابوداؤد حضرت عمر کے مؤذن سے جس کا نام مسروح تھا کہ انہوں نے اذان دی قبل فجر کے تو ان کو حکم دیا حضرت نے کہ لوٹ جائیں (۵) اور پکاریں کہ بندہ سو گیا تھا۔

---

(۱) یعنی اس کی اقتداء کو یہ چیزیں مانع ہیں جیسا کہ علم الفقہ میں گذر چکا ۱۲۔

(۲) معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایک مقتدی نادانستہ پیچھے کھڑا ہو جائے تو امام کو چاہئے کہ اس کو برابر کر لے پھر جب اور مقتدی آ جائیں تو اس کو چاہئے کہ پیچھے ہٹ جائے ۱۲۔

(۳) یرفا حضرت فاروقؓ کے غلام کا نام ہے ۱۲۔

(۴) یہ حکم اس وقت کے لئے ہے کہ جب کھانے کی خواہش ایسی ہو کہ نماز میں جی نہ لگے گا ۱۲۔

(۵) معلوم ہوا کہ قبل وقت کے اذان درست نہیں ہے یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲۔

(۱۳) ابوبکر عن مجاھد ان ابامحذورۃ قال الصلوٰۃ الصلوٰۃ فقال عمر ویحک امجنون انت اما کان فی دعائک الذی دعوتنا مانأتیک حتی تاتینا.

ترجمہ: ابومجاہد سے کہ ابومحذورہ نے کہا۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو مجنون (۱) ہے کیا تیری اس بلانے (اذان) میں جو تو نے بلایا تھا وہ بات نہ تھی کہ ہم آ جاتے یہاں تک کہ آئے تو ہمارے پاس۔

(۱۴) ابوبکر عن ابی الزبیر مؤذن بیت المقدس جاء ناعمربن الخطاب فقال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر.

ترجمہ: ابوبکر ابو الزبیر موذن بیت المقدس سے کہ تشریف لائے ہمارے یہاں عمر بن خطاب پس فرمایا کہ جب اذان دیا کرو تو ٹھہر (۲) ٹھہر کر اور اقامت کہو تو جلدی۔

(۱۵) ابوبکر عن ابن عمر قال عمر مابین المشرق والمغرب قبلۃ مااستقبلت البیت.

ترجمہ: ابوبکر نے ابن عمر سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے مشرق اور مغرب کے درمیان میں سب قبلہ ہے۔ جب تک سامنے (۳) رہو قبلے کے۔

(۱۶) البیھقی عن غضیف قال سألت عمربن الخطاب قلت انا نبدوا فنکون فی الابنیۃ فان خرجت قررت وان خرجت قررت فقال عمر اجعل بینک وبینھا توبا ثم لیصل کل واحد منھما. قلت تمسک بہ الحنفیۃ فی قولھم بفساد صلوٰۃ الرجل اذاحاذتہ امرأۃ فی صلوٰۃ مشترکۃ تحریمۃ واداء واجاب الشافعی فقال لیس بمعروف عن عمر ولیس انھا فی صلوٰۃ واحدۃ لکن استحب ذٰلک قطعا لمادۃ الفتنۃ.

ترجمہ: بیہقی غضیف سے کہ انہوں نے کہا میں نے پوچھا عمر بن خطاب سے کہ ہم جنگل میں ہوتے ہیں تو خیموں میں رہتے ہیں پس اگر میں نکلوں تو میں سردی کھاؤں اور اگر عورت

---

(۱) معلوم ہوا کہ تثویب بدعت ہے سوا فجر کے اس میں خود حضرت فاروقؓ سے منقول ہے ۱۲۔
(۲) معلوم ہوا کہ اذان کا ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کا جلد جلد کہنا مسنون ہے یہی حنفیہ کا مذہب ہے ۱۲۔
(۳) یہی مذہب حنفیہ کا ہے اور امام شافعی کے نزدیک ٹھیک کعبہ کے محاذی کھڑا ہونا ضروری ہے ۱۲۔

نکلے تو وہ سردی کھائے پس فرمایا عمرؓ نے کہ اپنے اور اس کے درمیان میں کوئی کپڑا ڈال لے پھر ہر ایک تم میں کا نماز پڑھے۔

(۱) میں کہتا ہوں کہ تمسک کیا ہے اس سے حنفیہ نے اپنے اس قول میں کہ مرد کی نماز عورت کے محاذات سے فاسد ہو جاتی ہے جب کہ وہ نماز تحریمہ اور ادا میں مشترک ہو اور جواب دیا ہے امام شافعی نے کہ یہ قول حضرت عمر کا مشہور نہیں ہے اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ وہ ایک نماز میں تھی مگر اس کو بہتر سمجھا حضرت عمر نے مادۂ فساد کے قطع کرنے کے لئے۔

(۱۷) ابوبکر عن الاسود سمعت عمر افتتح الصلوٰۃ و کبر فقال سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک ثم یتعوذ.

ترجمہ: ابوبکر اسود سے کہ سنا میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے شروع کی نماز اور تکبیر کہی پھر کہا۔(۲) **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک** . پھر **اعوذ باللہ** پڑھی۔

(۱۸) ابوبکر عن الاسود صلیت خلف عمر سبعین صلوٰۃ فلم یجھر فیھا ببسم اللہ الرحمن الرحیم.

ترجمہ: ابوبکر اسود سے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ستر ۷۰ نمازیں پڑھیں اور انہوں نے بلند آواز سے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** نہیں پڑھی۔(۳)

(۱۹) ابوبکر عن عبایة بن الربعی قال عمر لاتجزی صلوٰۃ لایقرأ فیھا بفاتحة الکتاب و آیتین.

---

(۱) یہ عبارت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہے۔ امام شافعی کی طرف سے یہ جواب ٹھیک نہیں کہ یہ قول حضرت عمر کا غیر مشہور ہے جب کہ صحیح ہو چکا اور اس پر ائمہ کا عمل ہے تو غیر مشہور کیسے ہو سکتا ہے رہ گیا یہ کہ اس میں نماز کے ایک ہونے کا ذکر نہیں ہے یہ کچھ مضر نہیں ضرور یہ ایک ہی نماز کا قصہ ہے اور نماز کے علیحدہ ہونے کی صورت میں تو کوئی فساد کا قائل نہیں ایک نیا قول ہو جائے گا جس کا کوئی قائل نہیں اور یہ کہنا کہ حضرت عمر کے نزدیک یہ مستحب ہے اور امام شافعی کا قیاس ہے امام ابوحنیفہ پر کب حجت ہو سکتا ہے اگر حجت ہوگا تو ان کے مقلدین پر ۱۲۔

(۲) یہی دعا حنیفہ کے یہاں معمول ہے ۱۲۔

(۳) یہی مذہب حنفیہ کا ہے۔ بسم اللہ کا آہستہ آواز سے پڑھنا ان کے نزدیک مستحب ہے امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے ۱۲۔

ترجمہ: ابوبکر عبایہ بن ربعی سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نہیں کافی ہے وہ نماز جس میں نہ پڑھی جائے سورۂ فاتحہ (۱) اور دو آیتیں۔

(۲۰) اخرج محمد فی مؤطاه عن داؤد ابن قیس انامحمدبن عجلان ان عمرابن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجراً۔

ترجمہ: امام محمد اپنے موطا میں داؤد بن قیس سے کہ ہم کو خبر دی محمد بن عجلان نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش جو شخص قرأت خلف امام کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ہوتے۔

(۲۱) البیھقی عن یزید بن شریک انه سأل عمرعن القراءۃ خلف الامام فقال اقرأ بفاتحة الکتاب قال وان کنت انت قال وان کنت انا قال وان جھرت قال وان جھرت. قلت روی اھل الکوفة عن اصحاب عمر الکوفیین ان الماموم لایقرأ شیئاً والجمع ان القبیح فی الاصل ان ینازع الامام وفی القرآن وقراءۃ المأموم قد یفضی الی ذلک ثم اشتغال المأموم بمناجاۃ ربه مطلوب فتعارضت مصلحة ومفسدة فمن استطاع ان یاتی بالمصلحة بحیث لاتخدشھا مفسدة فلیفعل ومن خاف المفسدۃ ترک واللہ اعلم۔

ترجمہ: بیہقی یزید بن شریک سے کہ انہوں نے پوچھا عمر رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف امام کو تو فرمایا انہوں نے کہ پڑھو سورۂ فاتحہ کہا انہوں نے اگرچہ آپ (امام) ہوں فرمایا ہاں اگرچہ میں (امام) ہوں کہا انہوں نے اگرچہ آپ بلند آواز سے پڑھیں فرمایا ہاں اگرچہ میں بلند آواز سے پڑھوں۔

میں نے کہا کہ کوفہ والوں نے حضرت عمر کے کوفہ والے ملاقاتیوں سے یہ روایت کی ہے کہ مقتدی کچھ نہ پڑھے۔ اور دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ اصل میں بری یہ بات ہے کہ امام سے قرآن میں نزاع کی (۲) جائے اور مقتدی کی قرأت کبھی اس حد تک پہنچا دیتی ہے مگر

---

(۱) یہ حکم تنہا نماز پڑھنے والے اور امام ہے مقتدی کا نہیں جیسا کہ آگے کی حدیث ملانے سے ظاہر ہے ورنہ دو آیتوں کا بھی مقتدی پر فرض ہونا کسی کا مذہب نہیں ہے ۱۲۔

(۲) یہ قول شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے فی الواقع بہت محقق اور منصفانہ فیصلہ کیا ہے محققین حنفیہ اسی کے قائل ہیں کہ مقتدی پر قرأت فرض نہیں لیکن اگر قرآن میں امام سے نزاع نہ ہونے پائے اور قرأت کرے تو مستحب ہے جیسا کہ ہم اوپر مدلل لکھ چکے ہیں۔ قرآن میں نزاع کا ایک مطلب یہ ہے کہ مقتدی امام کی قرأت نہ سنے بلکہ اس کے پڑھنے کی حالت میں خود بھی پڑھتا جائے دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسی آواز سے مقتدی قرأت کرے کہ امام کی قرأت میں خلل انداز نہ ہو یہاں دونوں مطلب مراد ہیں دونوں کی ممانعت کتاب و سنت میں وارد ہوئی ہے ۱۲۔

مقتدی کا بھی اپنے پروردگار کی مناجات میں مشغول ہونا مقصود ہے پس پیش آئی ایک عمدگی اور ایک خرابی تو جو شخص عمدگی کو کر سکے بے اس کے کہ اس میں خرابی آئے تو وہ قرأت کرے اور جو شخص ڈرتا ہو برائی کے آنے سے وہ نہ کرے واللہ اعلم۔

(۲۲) ابوبکر عن عبداللہ بن شداد سمعت نشیح عمر فی صلوٰۃ الصبح وھو یقرأ انما اشکوبثی وحزنی الی اللہ.

ترجمہ: ابوبکر بن عبداللہ بن شداد سے کہ میں نے سنا عمرؓ کا رونا فجر کی نماز میں اور وہ پڑھ رہے تھے یہ آیت انما اشکوبثی(۱) وحزنی الی اللہ .

(۲۳) البغوی والبیھقی ان عمر روی عن النبی ﷺ رفع الیدین فی الرکوع والقومۃ منہ.

ترجمہ: بغوی اور بیہقی کہ حضرت عمرؓ نے روایت کی ہے نبی ﷺ سے دونوں ہاتھ کا اٹھانا رکوع میں (جاتے وقت) اور رکوع سے اٹھنے میں۔

(۲۴) ابوبکر عن الاسود صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شئ من صلوتہ الا حین افتتح الصلوٰۃ. قلت تکلم الشافعیۃ والحنفیۃ فی ترجیح الروایات کل علی حسب مذھبہ الا وجہ عندی ان رآی رفع الیدین عندالرکوع والقومۃ منہ مستحبا فکان یفعل تارۃ ویترک اخریٰ.

ترجمہ: ابوبکر اسود سے کہ میں نے نماز پڑھی عمرؓ کے ساتھ اور نہیں اٹھائے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ نماز کے کسی جز میں سوا اس وقت کے جب نماز شروع کی تھی۔

میں نے کہا کہ بحث کی ہے شافعیہ اور حنفیہ نے روایات کی ترجیح میں ہر ایک نے اپنے مذہب کے موافق اور قوی میرے نزدیک یہ ہے کہ عمرؓ نے رکوع اور قومہ کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مستحب سمجھا ہے اس لئے کبھی کرتے تھے کبھی نہ کرتے تھے۔

(۲۵) ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان عمر کان یجعل کفیہ علی رکبتیہ قلت احتج بہ ابراھیم وابوحنیفۃ من بعدہ علیٰ ترک التطبیق.

---

(۱) معلوم ہوا کہ نماز میں رونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر یہ کہ رونا کسی دنیاوی سبب سے نہ ہو یہی حنفیہ کا مذہب ہے ۱۲۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ حماد سے کہ وہ ابراہیم نخعی سے کہ عمرؓ اپنی دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھتے تھے۔ میں (۱) نے کہا حجت کی ہے ابراہیم اور ابوحنیفہ نے ان کے بعد ترک تطبیق پر۔

(۲۶) ابوبکر عن زیدبن وھب ربما قنت عمر فی صلوٰۃ الفجر.

ترجمہ: ابوبکر زید بن وہب سے کہ اکثر قنوت پڑھی ہے (۲) عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں۔

(۲۷) ابوبکر عن ابی مالک الاشجعی قلت لابی یا ابت صلیت خلف النبی ﷺ وخلف ابی بکر وعمر وعثمان فرأیت احدا منھم یقنت فقال یابنی محدثۃ.

ترجمہ: ابوبکر ابو مالک اشجعی سے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم نے نماز پڑھی ہے نبی ﷺ اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے کیا دیکھا ہے کہ تم نے ان میں سے کسی کو قنوت پڑھتے تو کہا انہوں نے کہ اے میرے بیٹے نئی بات ہے (۳)۔

(۲۸) ابوبکر عن الشعبی قال عبداللہ لوان الناس سلکوا وادیا وشعبا وسلک عمر وادیا وشعبا سلکت وادی عمر وشعبۃ ولوقنت عمر قنت عبداللہ.

ترجمہ: ابوشعبی سے کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے اگر چلیں سب لوگ ایک جنگل یا درّے

---

(۱) یہ قول شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے گویا فیصلہ انکا نہایت منصفانہ ہے مگر میرے فہم ناقص میں دوسری روایت کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ پہلی روایت میں صرف ان کا راوی ہونا نبی ﷺ سے مذکور ہے اور دوسری روایت میں ان کا فعل منقول ہے اور ناقل بھی وہ شخص (اسود) ہے جس کا بیان اوپر گذر چکا ہے کہ اس نے ستر نمازیں آپ کے ساتھ پڑھی تھیں اگر وہ کبھی رفع یدین کرتے ہوتے تو کبھی تو وہ شخص دیکھتا باقی رہا ان کا نبی ﷺ سے روایت کرنا اس کا جواب ہے کہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا کہ جب صحابی کا عمل اس کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو اور وہ حدیث محتمل التاویل نہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک منسوخ سمجھی جاتی ہے خصوصاً حضرت فاروقؓ سے ایسا واقع ہونا قطعاً مستلزم نسخ ہے اس لئے کہ ان کا ورع وتقویٰ اور اتباع سنت پر دلدادہ ہونا مسلمات سے ہے ۱۲۔

(۲) حنفیہ کے نزدیک سوا وتر کے اور کسی نماز میں قنوت نہیں ہے مگر جب کوئی مصیبت یا سخت کام پیش آئے تو اس کے دفعیہ کے لئے دعا بطور قنوت کے پڑھنا درست ہے۔ زید ابن وہب کا یہ کہنا کہ اکثر پڑھا ہے مراد اس سے اکثر اوقات مہمات کے ہیں جیسا کہ منقول ہے۔ فارس کی لڑائی کے وقت حضرت فاروق کا قنوت پڑھنا لہذا یہ حدیث کسی طرح حنفیہ کو مضر نہیں ۱۲۔

(۳) یہ حدیث اور اس کے بعد کی حدیث دلیل قوی ہے اس امر پر کہ حضرت فاروقؓ بلکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے قنوت نہ پڑھتے تھے جیسا کہ مذہب حنفیہ کا ہے ابو مالک اشجعی کا اپنے باپ سے یہ نقل کرنا کہ قنوت نئی بات ہے اور اسی طرح عبداللہ بن مسعود کا حضرت فاروقؓ کے قنوت پڑھنے سے انکار کرنا بغرض رد کرنے ان لوگوں کے اقوال کے ہے جو ہمیشہ مصیبت اور مصیبت میں قنوت کے قائل ہیں ورنہ مصیبت کے وقت تو حضرت فاروقؓ بلکہ نبی ﷺ سے بھی منقول ہے حنفیہ کے نزدیک یہی مستحب ہے ۱۲۔

میں اور چلیں صرف عمر دوسرے جنگل یا درّے میں تو چلوں گا میں عمر کے جنگل اور درّے میں اگر قنوت پڑھی ہوتی عمر نے تو قنوت پڑھتا عبداللہ۔

(۲۹) محمدبن الحسن عن حمیدبن عبدالرحمٰن قال سمعت عمربن الخطاب یقول لاتجوز الصلوٰۃ الا بتشھد.

ترجمہ: امام محمد بن حسن حمید بن عبد الرحمٰن سے کہا انہوں نے سنا میں نے عمر بن خطاب کو یہ فرماتے ہوئے کہ نہیں جائز ہے نماز بے تشہد (التحیات) کے۔

(۳۰) الترمذی والبغوی قال عمر الدعاء موقوف بین السماء والارض حتی تصلی علی نبیک.

ترجمہ: ترمذی اور بغوی نے روایت کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا(۱) دعاء کی ہوئی رہتی ہے آسمانوں وزمین کے بیچ میں یہاں تک کہ درود پڑھے اپنے نبی پر۔

(۳۱) الشافعی عن عمر انه کتب ان الجمع بین صلاتین من الکبائر

ترجمہ: امام شافعی حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو لکھ بھیجا تھا کہ دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا کبائر ہے(۲)۔

(۳۲) الشافعی عن عبداللہ بن عمر وغیرہ ان النبی ا واباابکر وعمر کانوا یصلون فی العید قبل الخطبة

ترجمہ: امام شافعی عبداللہ بن عمر وغیرہ سے کہ نبی ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھتے تھے عید کے دن خطبے سے پہلے۔

(۳۳) مالک عن یزید بن رومان کان الناس یقومون فی زمان عمر بثلاث وعشرین رکعة.

ترجمہ: امام مالک یزید بن رومان سے کہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تئیس رکعت (تراویح معہ وتر) پڑھا کرتے۔(۳)

---

(۱) دعا کا اطلاق نماز پر بھی آیا ہے اس لئے یہ حدیث نماز میں درود کے سنت مؤکدہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور حدیث سابق تشہد کے واجب ہونے پر ۱۲۔

(۲) یہ حدیث حنفیہ کے مؤید ہے ایک کے نزدیک دو نمازوں میں جمع کرنا جائز نہیں سوا مزدلفہ اور عرفہ کے وہ بھی اس سبب سے کہ نبی ﷺ سے بطریق قطعی منقول ہے ۱۲۔

(۳) معلوم ہوا کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں پس جو لوگ اس کو خلاف سنت سمجھ کر آٹھ رکعتیں پڑھتے ہیں نہایت غلطی پر ہیں شاید وہ اپنے آپ کو حضرت فاروق اعظم سے بھی زیادہ عالم سنت یا اتباع پر حریص سمجھتے ہیں معاذ اللہ ۱۲ منہ۔

(۳۴) ابوبکر عن مکحول ان عمر بن الخطاب اوتر بثلاث رکعات لم یفصل بینھن بسلام.

ترجمہ: ابوبکر مکحول سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ وتر پڑھتے تھے تین رکعتوں سے کہ نہ فصل کرتے تھے ان تینوں میں سلام سے۔(۱)

(۳۵) ابوبکر عن القاسم زعموا ان عمر کان یوتر فی الارض

ترجمہ: ابوبکر قاسم سے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ وتر پڑھتے تھے زمین میں۔(۲)

(۳۶) ابوبکر عن الاسود ان عمر قنت فی الوتر قبل الرکوع.

ترجمہ: ابوبکر اسود سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھی وتر میں رکوع سے پہلے۔(۳)

(۳۷) مالک والشافعی انھم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یوم الجمعۃ یصلون حتی یخرج عمر وجلس علی المنبر واذن المؤذن جلسوا یتحدثون حتی اذا سکت المؤذن وقام عمر سکتوا فلم یتکلم احد.

ترجمہ: امام مالک اور شافعی یہ کہ لوگ عمر بن خطابؓ کے زمانے میں جمعہ کے دن نماز پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ نکلتے عمر، اور بیٹھتے منبر پر اور اذان دیتے مؤذن اور لوگ باتیں کرتے ہوئے تھے یہاں تک کہ جب چپ ہو جاتے مؤذن اور کھڑے ہو جاتے عمر چپ ہو جاتے لوگ پھر کوئی بات نہ کرتا تھا۔(۴)

(۳۸) ابوبکر عن راشد بن سعد قال عمر یکفن الرجل فی ثلاثۃ اثواب لاتعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین

ترجمہ: ابوبکر راشد بن سعد سے کہ فرمایا حضرت عمر نے مکفّن کیا جائے مرد تین کپڑوں میں حد سے آگے نہ بڑھو اللہ نہیں پسند فرماتا حد سے آگے بڑھنے والوں کو(۵)۔

---

(۱) یہی مذہب حنفیہ کا ہے کہ وتر تین رکعت ایک سلام سے ہے امام شافعی وغیرہ اس میں مخالف ہیں ۱۲۔

(۲) ائمہ کا اختلاف ہے کہ وتر کا مثل نوافل کے سواری پر پڑھنا جائز ہے یا مثل فرائض کے سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا چاہئے حنفیہ امر اخیر کے قائل ہیں یہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے ۱۲۔

(۳) حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔

(۴) یہی مذہب حنیفہ کا ہے کہ امام جب خطبہ شروع کر دے تو پھر نماز نہیں پڑھنا چاہئے ۱۲۔

(۵) مقصود یہ ہے کہ تین کپڑوں سے زیادہ کفن نہ دو عمامہ کی کراہت اس سے نکلتی ہے جیسا کہ متقدمین حنفیہ کا مذہب ہے اور وہی محقق ہے ۱۲۔

(۳۹) ابوبکر عن راشد بن سعد عن عمر قال تكفن المرأة فی خمسة اثواب الدرع والخمار والرداء والازار والخرقة.

ترجمہ: ابوبکر راشدین بن سعد سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ مکفّن کی جائے عورت پانچ کپڑوں میں کفنی اور دوپٹہ اور چادر اور تہ بند و اور سینہ بند۔

(۴۰) البیھقی عن سعیدبن المسیب عن عمر انه قال کل ذٰلک قد کان اربعا وخمسا فاجمعنا علی اربعٍ.

ترجمہ: بیہقی سعد بن مسیّب سے وہ حضرت عمر سے کہ انہوں نے فرمایا بیشک (جنازہ کی نماز میں) یہ سب کچھ ہوا چار (تکبیر) اور پانچ مگر پھر ہم نے اتفاق کرلیا چار (تکبیر) پر۔

علم الفقہ حصہ سوم

صوم۔روزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الصیام جنۃ من النیران وعد للصائمین با ب الریان فیالہ من عظیم الفضل وعمیم الا حسان والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ ما تتا بع الملوان.

جب علم الفقہ کی دوسری جلد بعنات ایزدی تمام ہوچکی جس میں اسلام کے رکن اعظم یعنی نماز کا بیان ہے۔ارادہ ہوا کہ اب زکوٰۃ کا بیان شروع کرو جو اسلام کا دوسرا رکن ہے اور اکثر علمائے اسلام نے اپنی تصانیف میں اسی ترتیب کو اختیار کیا ہے مگر ہم نے بوجوہ ذیل اس ترتیب کے خلاف روزے کا بیان شروع کردیا بعض علماء نے ہماری اس ترتیب کو اختیار بھی کیا ہے جیسے امام محمد نے جامع صغیر میں۔

(۱) جن لوگوں پر روزہ فرض ہے وہ بہت زیادہ ہیں ان سے جن پر زکوٰۃ فرض ہے اس لئے کہ زکوٰۃ صرف امراء پر ہے اور روزے میں سب شریک ہیں، خصوصاً آج کل کہ اسلام میں غربت وافلاس زیادہ ہے۔زکوٰۃ کے مخاطب اور بھی کم ہیں اس لئے زیادہ لوگوں کو ضرورت روزے کے مسائل کی ہے۔

(۲) روزہ زکوٰۃ سے افضل ہے (۱) ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا۔

(۳) وہ زمانہ جس میں ہم یہ تیسری جلد لکھ رہے ہیں ماہ مبارک سے قریب ہے اور عنقریب اس کے مسائل کی سخت ضرورت ہونے والی ہے۔

(۴) زکوٰۃ صرف انہیں لوگوں پر فرض ہے جو معصوم نہیں ہیں انبیاء علیہم السلام پر فرض نہیں ہے اور روزہ ان پر بھی فرض ہے یہ امر بھی روزہ کی جلالت شان کے لئے کافی ہے۔

---

(۱) سید طحاویؒ نے درمختار کی شرح میں زکوٰۃ کا افضل ہونا نقل کیا ہے مگر یہ قول شاذ معلوم ہوتا ہے احادیث صحیحہ صریحہ اس قول کو رد کررہی ہیں واللہ اعلم ۱۲۔

(۵) شارع نے بھی روزہ کا احکام زکوٰۃ سے پہلے بیان فرمائے ہیں اس لئے کہ زکوٰۃ کی فرضیت علی سبیل التفصیل (۱) روزے کی فرضیت کے (۲) بعد اتری ہے۔

رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارویں مہینے شعبان میں فرض کئے گئے اس سے پہلے بقول بعض کوئی روزہ فرض نہ تھا اور بقول بعض عاشوا ءمحرم کی دسویں تاریخ کا روزہ فرض تھا۔ ابتدائے فرضیت رمضان میں بہت کچھ سختی تھی۔ غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی بعد سونے کے اگرچہ بے کھائے پئے سو گیا ہو، اور کھانا پینا جائز نہ تھا، اور جماع تو کسی حالت میں درست نہ تھا مگر جب یہ احکام لوگوں پر شاق ہوئے اور کئی واقعات پیش آئے تب منسوخ ہو گئے۔ اب بحمد اللہ کسی قسم کی سختی نہیں (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح) اگلی امتوں پر بھی روزہ فرض تھا مگر معلوم نہیں کہ کس دن اور کتنے۔

---

(۱) علی سبیل التفصیل کے لفظ اس لئے بڑھائے گئے کہ حسب تحقیق ملا قاری صاحب مرقاہ شرح مشکوٰۃ اجمالی فرضیت زکوٰۃ کی مکے ہی میں اتر چکی تھی مگر مسائل اس کے ہجرت کے بعد بیان کئے گئے ۱۲۔

(۲) اگرچہ علمائے کے نزدیک زکوٰۃ کی فرضیت رمضان سے پہلے ہوئی ہے صاحب درمختار وغیرہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے مگر شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے سفر السعادت میں ایک نہایت صحیح حدیث سے ثابت کر دیا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت رمضان کے بعد ہوئی لہذا ہم نے انہیں کا قول اختیار کیا۔ وہ فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت رمضان کے بعد ہوئی بدلیل اس حدیث کے کہ جس کو امام احمد اور ابن ماجہ اور نسائی اور ابن خزیمہ اور حاکمؒ نے بسند صحیح و ثابت قیس بن سعد بن عبادہؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے صدقۂ فطر کا زکوٰۃ سے پہلے حکم دیا تھا اس کے بعد زکوٰۃ کی فرضیت ہوئی پھر ہم کو صدقۂ فطر کا حکم دیا اور نہ منع کیا اور ہم اس کو اب بھی کرتے ہیں یہ حدیث صحیح دلالت کرتی ہے فرضیت رمضان کے مقدم ہونے پر ۱۲۔

روزے کی فضیلت اور تاکید اور رمضان کی بزرگی

روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس کی بیش از بیش تاکید ہے ماہرین شریعت خوب واقف ہیں منکر اس کا کافر، تارک اس کا فاسق ہے، اس کی فضیلت کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ بعض علماء نے اس بے انتہا فضائل کو دیکھ کر اس کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت پر ترجیح و تفضیل دی اور اپنے قول کی تاکید و تائید میں نبی ﷺ کی وہ حدیث پیش کی ہے جس کو امام نسائی نے ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کوئی ایسی چیز بتلائیے جس کو میں آپ ﷺ سے یاد رکھوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ روزے کو اپنے اوپر لازم کرلو، اس لئے کہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں، اگرچہ اکثر علماء کا مذہب تفضیل نماز ہے اور وہی حق ہے (شرح سفر السعادۃ) پس جب اس میں اختلاف ہورہا ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ، تو اب کسی دوسری عبادت کا کیا رتبہ ہے جو اس کی ہمسری کر سکے زکوٰۃ ہو یا حج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید کو اگر دیکھئے تو کہیں روزے کی فرضیت بیان ہورہی ہے کہ **یآ ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایا ما معدودات.**

اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ چند دنوں جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تاکہ تم پرہیز گار ہوجاؤ۔ اور کہیں روزے کی فضیلت بیان ہورہی ہے کہ **ان تصوموا خیر لکم.** روزہ رکھنا تمہارا تمہارے لئے بہتر اور مفید ہے، کہیں ماہ صیام کی بزرگی ظاہر فرمائی جاتی ہے۔ **شھر رمضان الذی انزل فیه القران هدیً للناس وبینت من الهدی و الفرقان.** رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اور نشانیاں ہیں ہدایت کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی حتیٰ کہ ایک پوری صورت اس کی ایک رات کی فضیلت میں نازل ہوئی۔

انا انزلناہ فی لیلة القدر و ماادراک مالیلة القدر. لیلة القدر خیر من الف شھر O بے شک ہم نے اتارا ہے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں اور تم جانتے ہو کہ کیا مرتبہ ہے لیلۃ القدر کا، لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے[۲] نماز جو بالاتفاق تمام عبادات میں اعلیٰ اور

---

(۱) اس آیت سے معلوم ہورہا ہے کہ روزے کی خاصیت ہے کہ آدمی کو پرہیز گار بنا دیتا ہے اسی واسطے حضرات صوفیہ کے یہاں معمول ہے کہ ابتدا میں روزے کی کثرت کرائی جاتی ہے چالیس چالیس ۴۰ روزے پے درپے رکھتے ہیں۔

(۲) ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب علماء نے یہ لکھا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت میں جس قدر ثواب ملتا ہے ہزار مہینوں کی عبادت میں بھی اس قدر نہیں ملتا ۱۲۔

اعظم ہے اس کے مسائل بھی کتاب اللہ میں اس قدر نہیں ہیں جتنے روزے کے، کہیں رویت ہلال کے احکام بیان ہوتے ہیں کہ **من شهد منكم الشهر فليصمه** جو شخص تم میں سے پائے اس مہینے کو تو چاہیئے کہ روزہ رکھے اس کا۔ کہیں روزے کی ابتدا انتہاء اور افطار کے احکام ارشاد ہوتے ہیں کہ **ثم اتموا الصيام الى الليل** پھر پورا کرو روزہ کو رات تک اور کہیں سحر کھانے کی اجازت اور اس کا وقت بیان فرمایا جاتا ہے کہ **كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الا بيض من الخيط الا سود من الفجر.** کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو تم کو سفید لکیر (صبح صادق) سیاہ لکیر (رات) سے فجر کے وقت، کہیں شب کی وقت جماع وغیرہ کی اجازت عطا ہوتی ہے کہ **احل لكم ليلة الصيام الرفث الىٰ نسآئكم هن لباس لكم وانتم لباس لهن** جائز کیا گیا تمہارے لئے روزے کی رات میں لذت حاصل کرنا اپنی عورتوں سے وہ تمہاری چھپانے والی ہوں (۱) اور تم ان کے چھپانے والے، کہیں اعتکاف کا ذکر ہو رہا ہے کہ **ولا تباشروهن وانتم عاكفون.** اور نہ ملو (جماع کرو) عورتوں سے جس حالت میں کہ تم معتکف ہو، مسجدوں میں کہیں اس کی قضا کے احکام ارشاد ہوتے ہیں کہ **من كان منكن مريضاً او علىٰ سفر فعدة من ايام اخر.** اور جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اس کو شمار کرنا چاہئے دوسرے دنوں سے کہیں معذورین کے حق میں خطاب ہوتا ہے کہ **وعلىٰ الذين يطيقونه' فدية طعام مسكين** اور ان لوگوں پر جو نہیں طاقت رکھتے ہیں اس روزے کی واجب ہے صدقہ ایک محتاج کا کھانا۔ (۲)

غرض کہ اسی طرح بکثرت کتاب اللہ میں اس کا ذکر ہے کہیں صراحۃً کہیں اشارۃً صبر کے لفظ سے قرآن مجید میں اکثر یہی مراد ہے۔

مدد چاہو روزے اور نماز سے ۔صبر سے مراد یہاں روزہ ہے۔ (تفسیر جلالین)۔

اب حدیث کو دیکھئے۔

(۱) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جہاں رمضان کی پہلی رات ہوئی شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ اس کا کھلا نہیں رہتا،

---

(۱) کنایہ ہے حالت جماع سے کہ اس وقت ایک دوسرے کو چھپا لیتا ہے ۱۲

(۲) اس لفظ کا ترجمہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ طاقت رکھتے ہیں اس سبب سے ان کو سخت دقت پیش آئی بعض نے تو یہاں نا مقدر کیا جس کے لانے سے یہ معنی ہوئے کہ طاقت نہیں رکھتے ہیں بعض نے اس آیت کو منسوخ الحکم قرار دیا مگر جبکہ کتب صرفیہ میں باب افعال کا خاصہ سلب ماخذ لکھا ہوا ہے اور کلام عرب میں اس کے شواہد بھی موجود ہیں تو ان تکلفات کی کیا ضرورت ہے غیر لا کے مقدر کئے ہوئے اس کے معنی یہی ہوتے ہیں جو ہم نے لکھے اس صورت میں منسوخ الحکم کہنا بھی بے سود ہے ۱۲۔

اور جنت کے دواز ے کھول دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ اس کا بند نہیں رہتا اور ایک منادی پکارتا ہے کہ اے طالب خیر سامنے آ اور اے طالب شر رک جا اور اللہ آزاد کرتا ہے لوگوں کو دوزخ سے اور یہ ندا اور آزادی ہر روز ہوتی ہے (ترمذی)

اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب شیاطین مقید ہو جاتے ہیں تو چاہئے کہ کوئی شخص اس ماہ مبارک میں گناہ اور نافرمانی نہ کرے، حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ گناہوں کی کمی تو ضرور ہو جاتی ہے، بہت سے نمازی نماز پڑھنے لگتے ہیں رمضان کے نمازی مشہور ہیں، ہاں بالکل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس انسانی جو گیارہ مہینے تک شیطان کے اغوا سے اس کے ہم رنگ ہو رہا ہے اس میں خود گناہ کرنے کی استعداد آ گئی ہے۔ بقول کے

(۱) اول ابلیسے مرا استاد بود
بعد ازاں ابلیس پشیم باد بود

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ آ گیا رمضان کا مبارک مہینہ اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر لئے جاتے ہیں اور قید کر دیئے جاتے ہیں اس میں سرکش جن، اس میں ایک رات اللہ کی ہے جو بہتر ہے ہزار مہینوں سے جو کوئی اس کے فائدے سے محروم رہا وہ بے شک بے نصیب ہے۔ (نسائی۔ مسند امام احمد)

(۳) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے شعبان کے آخری دن میں ہم لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے لوگو! تم پر سایہ فگن ہوا ہے، ایک بزرگ مہینہ ایک مبارک مہینہ ایسا مہینہ جس میں ایک رات ہے جو بہتر ہے ہزار مہینوں سے اللہ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کو عبادت کرنا سنت قرار دیا ہے جو شخص اس مہینے میں اللہ کا تقرب چاہے کوئی نفل عبادت کر کے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جو اور دنوں میں فرض ادا کرے اور جو اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جو اور دنوں میں ستر ۷۰ فرض ادا کرے۔ یہ مہینہ ہے صبر کا اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ ہے یک جا ہو کر عبادت کرنے اور مل جل کر کھانے پینے کا، یہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو شخص اس مہینے میں کسی روزہ دار، روزہ

(۱) ترجمہ۔ پہلے ایک شیطان میرا استاد تھا۔ بعد اس کے شیطان بھی میرے سامنے ہوا تھا یعنی میری شرارت سے وہ بھی بھاگتا تھا ۱۲۔

کشائی کرے اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے اور دوزخ سے آزاد کر دیا جائے گا اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جتنا اس روزہ دار کو ہے اس کے کہ اس روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ کی جائے سلمانؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم میں سے ہر شخص اس قدر نہیں پاتا ہے جس سے روزہ دار کی روزہ کشائی ایک گھونٹ پانی یا ایک چھوہارے سے کرائے اور جو سیر ہو کر کھلائے اس کو اللہ میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا کہ پھر پیاسا نہ ہوگا آخر جنت میں داخل ہوگا یہ ایسا مہینہ ہے جس کا شروع (۱) (پہلا عشرہ) رحمت ہے اور درمیان مغفرت ہے اور اس کا آخر آزادی ہے دوزخ سے جو کوئی اس مہینہ میں اپنے غلام سے کم کام لے اللہ اس کو بخش دے گا اور دوزخ سے آزاد کر دے گا (مشکوٰۃ)

(۴) ایک حدیث میں آیا ہے کہ رمضان سب مہینوں کا سردار ہے (مرقاۃ المفاتیح)۔

(۵) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم سب لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار (۲) آیا اور مسجد میں اونٹ کو بٹھلا کر وہیں باندھ دیا پر ہم لوگوں سے پوچھا کہ تم میں محمد (ﷺ) کون ہیں؟ اور نبی ﷺ ہم لوگوں کے درمیان میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے ہم لوگوں نے کہا، یہ ہیں۔ تب اس نے آپ سے عرض کیا کہ اے ابن عبدالمطلب نبی ﷺ نے اس کو جواب دیا۔ اس نے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنے والا ہوں اور پوچھنے میں سختی کروں گا۔ آپ اپنے دل میں رنجیدہ نہ ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ تیرے دل میں آئے پوچھ۔ تب اس نے کہا کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ کو قسم دے کر آپ کے پروردگار کی اور اگلوں کے پروردگار کی کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا بار خدایا ہاں! پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم کیا ہے دن رات میں ان پانچ نمازوں کے پڑھنے کا؟ آپ نے فرمایا بار خدایا ہاں! پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے سال بھر میں اس مہینے کے روزے رکھنے کا؟ آپ نے فرمایا بار خدایا (۳) ہاں! پھر اس نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمارے مالداروں سے صدقہ لے کر ہمارے فقیروں کو دیجئے؟ آپ نے فرمایا بار خدایا ہاں! پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا

---

(۱) یعنی اس کے شروع میں رحمت کی کثرت ہوتی ہے۔ اور درمیان میں مغفرت کی اور آخر میں آزادی کی ۱۲۔

(۲) یہ واقعہ ۹ ہجری کا ہے فتح الباری ۱۲۔

(۳) بار خدایا ایک لفظ ہے محاورہ کے تبرکا یا کلام کی تصدیق کے لئے استعمال ہوتا ہے ۱۲۔

اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمارے مالداروں سے صدقہ لے کر ہمارے فقیروں کو دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا بار خدایا ہاں تب اس نے کہا کہ میں نے یقین کیا آپ کی باتوں پر، میں قاصد ہوں اپنی قوم کا میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو بے شک ضرور جنت میں داخل ہوگا (بخاری)

(۶) نبی ﷺ کے پاس کچھ لوگ قبیلہ(۱) عبدالقیس کے آئے اور عرض کیا کہ ہم آپ کے پاس ایک دور جگہ سے آئے ہیں اور ہمارے آپ کے درمیان کفار مضر رہتے ہیں ان کے سبب سے ہم سوا ان حرام مہینوں کے اور کبھی نہیں آ سکتے لہذا آپ ہم کو کوئی ایسی بات بتلا دیجئے کہ ہم اپنے قبیلے والوں سے جا کر کہہ دیں اور اس کے سبب سے ہم سب جنت میں داخل ہوں آپ نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع کیا، حکم دیا صرف اللہ پر ایمان لانے کا پھر پوچھا کہ جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا یہ ہے کہ گواہی دو اس کی کہ سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں اور حکم دیا نماز پڑھنے کا اور زکوٰۃ دینے کا اور روزہ رکھنے کا ان سب کے بعد فرمایا کہ اس کی خبر اپنے قبیلے والوں کو بھی کر دو۔ (صحیح بخاری)

(۷) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اس کی رات میں عبادت (۲) کرے ایمان دار ہو کر ثواب سمجھ کر اس کے اگلے گناہ سب بخش دیئے جاتے ہیں اور جو لیلۃ القدر میں عبادت کرے ایماندار ہو کر ثواب سمجھ کر اس کے بھی اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری۔ ترمذی)

(۸) نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہر نیکی کے عوض میں دس ثواب ملتے ہیں سات سو تک مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لئے ہے میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور روزہ آگ کے لئے سپر ہے اور بے شک روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو زیادہ پسند ہے مشک کی خوشبو سے اور اگر

---

(۱) قبیلہ عرب میں ویسا ہی ہے جیسے ہمارے یہاں محلہ محلہ فرق اس قدر، کہ محلہ میں مختلف لوگ رہتے ہیں اور قبیلے میں صرف ایک شخص کی اولاد اور اسی کے نام سے وہ قبیلہ مشہور ہوا ہے۔ ۱۲۔

(۲) اس مضمون کی احادیث میں اس جگہ قام اور احی کی الفاظ ہیں جن کے معنی پوری شب کا جاگنا ہوا مگر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر شب کا اکثر حصہ عبادت میں گزرے تو پوری شب کا شمار عبادت میں ہوتا ہے ہاں اگر پوری شب عبادت کرے اور کسی قسم کی ماندگی نہ آئے تو اور بھی بہتر ہے ۱۲

کوئی جاہل کسی روزہ دار سے جھگڑا کرے تو اس کو چاہئے کہ کہہ دے(۱) انی صائم میں روزہ دار ہوں۔(بخاری۔ترمذی)

یہ حدیث نہایت غور سے دیکھنے کے قابل ہے۔روزے کی نسبت پروردگار عالم کا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ ان تمام عبادتوں سے مستثنیٰ ہے جن کا اجر دس گنے سے سات سو تک ملتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی جزا(۲) میں دوں گا۔فرشتوں کا بھی واسطہ نہ ہوگا۔اس سے زیادہ روزہ داروں کو اور کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی اس عبادت کا بدلہ اپنے مالک کے ہاتھوں سے پائیں گے۔کسی غیر کو دخل تک نہ ہوگا پھر وہ بھی خدا جانے کیا اور کس قدر درحقیقت جو لوگ روزے کو نماز پر فضیلت دیتے ہیں فی الجملہ ایک حد تک معذور ہیں۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ روزے کو فرمایا کہ یہ ہمارے لئے ہے علماء نے اس کے کئی مطالب بیان فرمائے ہیں۔(۱) روزہ ایسی عبادت ہے کہ کسی زمانے میں غیر خدا کے لئے نہیں کی گئی۔اس لئے ارشاد ہوا کہ یہ ہمارے لئے (۲) روزے میں ریا کا احتمال نہیں اگر صرف لوگوں کے خیال سے کوئی شخص روزہ رکھنا چاہئے ممکن ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر کھا پی لے کسی کو علم نہیں ہوسکتا کہ شخص روزہ دار نہیں پس جو شخص فی الواقع روزہ رکھتا ہے وہ خدا ہی کے لئے رکھتا ہے (۳) روزہ اللہ کی صفت ہے نہ کھانا اور نہ پینا اور جماع سے باز رہنا اسی کا وصف ہے اس لئے فرمایا گیا کہ روزہ ہمارے لئے ہے(شرح سفر السعادۃ)

خیر جو کچھ بھی ہو روزے کے فخر کے لئے کافی ہے کہ اس کو مالک عرش نے اپنا فرمایا ہے

ازاں دم کہ یارم کس خویش خواند
وگربا کے آشنائی نماند

(۹) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے روزہ دار اسی سے بلائے جائیں گے جو روزہ دار ہوگا اسی دروازے سے داخل ہوگا اور جو اس دروازے سے داخل ہوگا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔(ترمذی)

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ حالت صوم میں کسی سے جھگڑا نہ کرے اگر کوئی کرے بھی تو ٹال دے اور اس سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں جھگڑا نہ کروں گا۔بعض علماء نے لکھا ہے کہ صرف دل میں سمجھ لینا کافی ہے کہنے کی ضرورت نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ بغرض اتباع کہہ دے ۱۲ شرح سفر السعادت۔

(۲) اسی حدیث کی طرف اشارہ کر کے مولانا جامی فرماتے ہیں۔

آنچہ بداں شرع بشارت دہ است
از ہمہ حرف آنکہ آجزی بہ است

(۱۰) نبی ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ جو شخص دو چیزیں ایک قسم کی اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، جو شخص اہل نماز سے ہوگا(۱) وہ نماز کے دروازے سے اور جو شخص اہل صیام سے ہوگا وہ ریان کے دروازے سے اور جو شخص اہل صدقہ سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازے سے ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ جو شخص ان سب دروازوں سے بلایا جائے اس کو تو پھر کوئی ضرورت نہیں کیا کوئی ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! میں امید کرتا ہوں کہ تم انہیں میں ہوگے (بخاری)

(۱۱) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کے واسطے ایک دن روزہ رکھے حق تعالیٰ اس کو دوزخ سے بقدر مسافت ستر ۷۰ برس کے دور رکھے گا ۔(بخاری)

(۱۲) نبی ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو دفعہ فرحت حاصل ہوتی ہے ایک افطار کے وقت دوسرے اس وقت جب اپنے پروردگار کو دیکھے گا۔ (بخاری، ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی بدولت پروردگار بزرگ کے دیدار کی عظمت عظمیٰ بھی حاصل ہوگی۔

(۱۳) نبی ﷺ رمضان کے مہینہ کو عید کا مہینہ فرماتے تھے۔ (بخاری)

(۱۴) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا روزہ اور قرآن (۲) دونوں شفاعت کریں گے، بندے کا روزہ کہے گا کہ اے پروردگار میں نے اس کو کھانے سے روکا اور تمام خواہشات سے دن بھر باز رکھا پس میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما اور قرآن کہے گا میں نے سونے سے رات میں روکا پس میری سفارش اس کے لئے قبول فرما بس دونوں کی سفارش قبول ہو جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

(۱۵) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے بغیر اس کے کہ کوئی قطعی حکم دیں فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کی رات میں عبادت کرے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پس وفات پائی رسول اللہ ﷺ نے اور حال یہی رہا پھر حال یہی رہا خلافت میں ابوبکر صدیق کی اور شروع خلافت میں عمر بن خطاب کی رضی اللہ

(۱) اہل نماز سے وہ شخص مراد ہے جو نماز بہت پڑھا کرتا ہو اسی طرح اہل صیام وغیرہ سے ورنہ اگر ایک فرض نہ ادا کرلے، گو دوسرے کو ادا کرتا ہو ہرگز اس جزا کا مستحق نہیں ۱۲۔

(۲) یہاں قرآن سے مراد نماز تراویح ہے جیسا کہ کتاب اللہ میں قرآن الفجر سے نماز فجر مراد ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

عنہما۔ (بخاری۔ترمذی)

(۱۶) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان میں بے عذر شرعی ایک دن بھی روزہ نہ رکھے تو اس روزے کے بدلے میں اگر تمام عمر روزہ رکھے تو کافی نہ ہوگا۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ وہ گناہ معاف نہ ہوگا اور وہ ثواب نہ ملے گا ورنہ قضا تو صحیح ہو جائے گی اور اگر صدق دل سے توبہ کرے تو امید معافی کی بھی ہے۔

یہاں تک تو نبی ﷺ کے مقدس اقوال تھے اگر آپ کے اعمال و عبادات پر جو اس ماہ مبارک میں ہوتے تھے نظر ثانی کی جائے تو فی الواقع سوال کے کہ قوت نبوت تھی ورنہ کوئی بشر ان کا تحمل نہیں کر سکتا، ایک ادنیٰ بات یہ تھی کہ کبھی دو دو تین تین اور کبھی اس سے بھی زیادہ پے در پے روزے رکھتے تھے اور رات کو بھی افطار نہ فرماتے تھے نہ کچھ کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے، یوں تو آپ پورے مہینہ میں عبادات کی کثرت فرماتے تھے مگر خاص کر اخیر عشرہ میں زیادہ اہتمام ہوتا تھا، احادیثِ صحیحہ میں ہے کہ جب اخیر عشرہ آتا تو آپ اپنے ازار کو سخت (۱) باندھتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی شب بیداری کا حکم دیتے تھے، جود و سخا آپ کا یوں ہی عام تھا مگر خاص کر اس مہینے میں اور ہی کیفیت ہوتی تھی، اللہ پاک کے جود و کرم کا ایک سچا نمونہ صفحہ ہستی پر کھچ جاتا تھا، ایک صحیح حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ **کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس واجود مایکون فی رمضان حین یلقاہ جبرئیل و کان جبرئیل یلقاہ کل لیلۃ فی رمضان حتیٰ ینسلخ فاذا لقیہ جبرائیل کان اجود الناس بالخیر من الریح المرسلۃ لا یسأل شیئاً الا اعطاہ۔**(۲)۔

خیر یہ حال تو ایک اولوالعزم پیغمبر کا تھا صحابہ کا حال ایک اجمالی نظر سے دیکھئے ان کے دلوں میں کس قدر عظمت اور محبت اس مہینے کی تھی اور روزے پر کس قدر دلدادہ اور حریص تھے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت میں منقول ہے کہ انہوں نے پندرہ دن تک رات کو بھی افطار نہیں کیا اور دوسرے بزرگوں سے بھی اس قسم کی روایتیں منقول ہیں۔ (شرح سفر السعادۃ)

---

(۱) کنایہ ہے ترک جماع سے ۱۲۔
(۲) نبی ؐ یوںہی تمام لوگوں سے زیادہ بخشش کرنے والے تھے مگر تمام دنوں سے زیادہ رمضان میں آپ ؐ کا جود ہوتا تھا جب آپ سے جبرائیل ملاقات کرتے تھے اور وہ رمضان ہر رات میں آتے تھے بس اسی میں نبی ؐ جود و بخشش میں ہوا سے بھی تیز ہوتے تھے کسی چیز کا آپ سے سوال کیا جاتا تھا مگر آپ دے دیتے تھے ۱۲۔

انس بن مالک کہتے ہیں کہ (۱) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں جہاد کے خیال سے نوافل کے روزے بہت کم رکھتے تھے۔ بعد آپ کے میں نے ایام ممنوعہ (۲) کے سوا کبھی ان کو افطار کرتے نہیں دیکھا (صحیح بخاری)۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو میرے اس قول کی خبر پہنچی کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ روزہ رکھوں گا، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ایسا کہتے ہو؟ میں نے اقرار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نبھ نہ سکے گا کبھی روزہ رکھو کبھی نہ رکھو، مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، سال بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے زیادہ طاقت ہے، ارشاد ہوا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھو، دو دن افطار کرو، میں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ طاقت ہے، ارشاد ہوا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا طریقہ تھا اور یہ افضل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ (صحیح بخاری)

ذرا اس حرص کو دیکھئے صحابہؓ نے تو یہاں تک کہا کہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھاتے تھے جن کو بھوک کی برداشت نہ ہوتی تھی اور رونے لگتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایک آدمی لایا گیا جس نے رمضان میں نشہ پیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو ہمارے بچے تک تو روزہ دار ہیں اور اس شخص پر حد جاری کی۔ (صحیح بخاری)

ربیّع رضی اللہ عنہا معوذ بن عفرا کی بیٹی فرماتی ہیں کہ ہم خود روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو روزہ رکھاتے تھے اور روئی کی گڑیا بنا رکھتے تھے جب کھانے کے لئے وہ روتے تو وہی گڑیاں ان کو دیتے تھے اسی طرح شام تک ان کو بہلا رکھتے تھی۔ (صحیح بخاری)

---

(۱) یہ ابوطلحہ انس بن مالک کی والدہ کے شوہر ہیں رضی اللہ عنہم ۱۲۔
(۲) حدیث میں فطر اور اضحیٰ کے لفظ ہیں مگر چونکہ اضحیٰ سے تمام ایام تشریق مراد ہیں اس لئے ہم نے بجائے اس کے ایام ممنوعہ کا لفظ استعمال کیا ۱۲۔

رویت ہلال کے احکام

(۱) شعبان کی انتیسویں تاریخ کو لوگوں پر واجب کفایہ ہے کہ رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں اگر چاند دیکھ لیا جائے تو اسی کی صبح سے روزہ رکھنا شروع کر دیں اور اگر نہ دیکھا جائے تو اس کی صبح کو روزہ نہ رکھیں، بلکہ یہ خیال کر لیں کہ شعبان کا مہینہ تیس دن کا تھا۔

(۲) رجب کی انتیسویں تاریخ کو شعبان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا مستحب ہے اس لئے کہ ممکن ہے انتیسویں رجب کو چاند نکل آئے اور ان لوگوں کو خبر نہ ہو اور یکم شعبان کو تیس ۳۰ رجب سمجھیں اور یہ اختلاف اخیر تاریخ تک پہنچے جس سے یہ تیس ۳۰ شعبان کو انتیس سمجھیں اور اس روز کسی سبب سے چاند دکھلائی دے تو اس کی صبح کو تیس ۳۰ شعبان، حالانکہ وہ یقیناً یکم رمضان کی ہو گی اس صورت میں ان لوگوں کا ایک روزہ مفت میں جاتا رہے گا۔

(۳) جو شخص رمضان کا چاند دیکھے اس پر واجب ہے کہ اسی رات میں اس مقام کے لوگوں کو خبر کر دے۔ یہاں تک کہ غلام بے اجازت اپنے آقا کے اور منکوحہ پردہ نشین عورت بے رضا مندی شوہر کے اپنے گھر سے نکل کر اس خبر کو بیان کرے۔ یہ حکم اس وقت کے لئے ہے جب کہ ایک ہی شخص نے چاند دیکھا ہو اور وہ شخص فاسق نہ ہو، اگر کئی شخصوں نے چاند دیکھا ہو تو پھر کسی پر واجب نہیں اسی طرح اگر وہ دیکھنے والا فاسق ہو، تب بھی واجب نہیں اس خیال سے کہ فاسق کی شہادت اکثر مقبول نہیں ہوتی، مگر بہتر اس صورت میں بھی یہی ہے کہ وہ اپنے دیکھنے کی خبر بیان کر دے۔ (درمختار۔ ردالمختار۔ فتاویٰ ہندیہ) عورت کے لئے یہ حکم نہایت ضرورت کے وقت ہے جب یہ بات معلوم ہو کہ بے اس کی شہادت کے رویت کا ثبوت کسی طرح نہ ہو گا۔ (ردالمختار)

(۴) رمضان کے چاند میں صرف ایک آدمی کی خبر مقبول ہو جاتی ہے تین شرطوں سے (۱) خبر دینے والا مسلمان عاقل بالغ ہو اور فاسق نہ ہو یا اس کا فسق دونوں غیر معلوم ہوں (۲) اپنے دیکھنے کی خبر دے (۳) چاند کے نکلنے کی جگہ غبار یا ابر وغیرہ کی وجہ سے صاف نہ ہو کہ ہر شخص اس کو آسانی سے دیکھ لے پہلی شرط اگر نہ پائی جائے۔ مثلاً کوئی کافر یا مجنون مست یا نابالغ بچہ خبر دے یا کوئی ایسا شخص خبر دے جس کا فاسق ہونا وہاں کے لوگوں پر ظاہر ہو تو پھر اس کا قول اعتبار کے قابل نہ ہو گا اور اگر دوسری شرط نہ پائی جائے۔ مثلاً کوئی شخص دوسرے لوگوں کا دیکھنا بیان کرے تو

قابل اعتبار نہیں، ہاں اگر اسی شہر کے قاضی کا دیکھنا بیان کرے اور یہ کہ قاضی نے اس کو اس خبر دینے کا حکم دیا ہے تو ایسی صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا، اور اگر تیسری شرط نہ پائی جائے۔ یعنی مطلع صاف ہو تب بھی ایک شخص کا بیان کرنا کافی نہیں ہے، ہاں اگر وہ شخص کسی اور شہر کا رہنے والا ہو یا وہ اپنا چاند دیکھنا جنگل میں بیان کرے یا اسی شہر میں رہتا ہو مگر کسی اونچے مقام سے اپنا دیکھنا بیان کرے تو ایسی حالت میں اس کا قول کافی ہوگا۔ (ردالمختار۔ عالمگیری)

(۵) عید الفطر کا چاند بغیر اس کے کہ دو متقی پرہیزگار مرد یا ایک مرد اور ایک دو عورت قاضی کے پاس گواہی دیں ثابت نہ ہوگا، یہ بھی اس وقت جب کہ مطلع صاف نہ ہو۔

(۶) اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان اور فطر دونوں میں دو ایک آدمیوں کا کہنا کفایت نہ کرے گا۔ بلکہ اس قدر آدمی ہوں جن کے خبر دینے سے یقین یا گمان غالب ہو جائے۔

(۷) جن مقامات میں شریعت کی طرف سے کوئی قاضی یا حاکم ہو وہاں چاند دیکھنے کی خبر حاکم یا قاضی کے سامنے بیان کرنا چاہئے اس کو اختیار ہے کہ جو اس وقت روئداد حال سے اس کو حق معلوم ہو حکم دے۔

(۸) جن مقامات میں کوئی قاضی یا حاکم شریعت کی جانب سے نہ ہو جیسے ہندوستان میں تو وہاں کے لوگ خود ان قواعد کے موافق عمل کریں۔ (ردالمختار۔ عالمگیری)

(۹) جس شخص نے رمضان یا فطر کا چاند دیکھا ہو اور اس کی خبر کسی سبب سے قابل اعتبار قرار نہ پائے تو اس کو دونوں دنوں میں روزہ رکھنا واجب ہے فرض نہیں۔

(۱۰) اگر حاکم یا قاضی رمضان کا چاند خود دیکھے تو اس کو اختیار ہے کہ کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے عام لوگوں کو خبر کر دے یا خود لوگوں کو حکم دے بخلاف عید کے اس لئے کہ عید میں ایک آدمی کی شہادت کسی حالت میں کافی نہیں۔

(۱۱) چاند کا ثبوت نجوم کے قواعد سے جیسا جنتری وغیرہ میں لکھا جاتا ہے کہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ اگر چہ چند لوگ ثقہ اور پرہیزگار اس علم کے ماہر اس کی خبر دیں اور صحیح یہ ہے کہ ان لوگوں کو خود بھی اپنے حساب پر عمل کرنا جائز نہیں۔ (ردالمختار)

(۱۲) چاند کی رویت کسی کے تجربہ سے بھی ثابت نہیں ہوتی، گو وہ تجربہ کیسا ہی معتبر کیوں نہ ہو، مثلاً امام جعفر صادقؒ سے منقول ہے کہ رجب کی پانچویں تاریخ جس دن ہوتی ہے اسی دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے یہ تجربہ اکثر علماء کے امتحان میں آچکا ہے حتیٰ کہ مولانا شیخ محمد

عبدالحی فرنگی محلی نے فلک الدوار میں لکھا ہے کہ میں بھی اس کو بارہ برس سے آزمارہا ہوں، ہر مرتبہ صحیح نکلتا ہے، مگر پھر بھی اس تجربے کے اعتماد پر چاہئے کہ رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے، ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) چاند کی خبر تار یا خط کے ذریعہ سے قبول نہ کی جائے گی، ہاں اگر قاضی کا خط قاضی کے پاس آئے تو وہ قابل اعتبار ہے۔

(۱۴) اگر کسی شہر کے کچھ (۱) لوگ آکر شہادت دیں کہ وہاں چاند دیکھا گیا اور قاضی نے ان کی خبر قبول کر لی تو یہ شہادت ان کی معتبر ہوگی، بخلاف اس کے اگر صرف وہاں کے لوگوں کا دیکھنا یا صرف قاضی کا لوگوں کو حکم دینا نقل کریں تو یہ نقل قابل قبول نہ ہوگی۔ (درالمختار۔ ردالمختار وغیرہ)

(۱۵) ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہروں والوں پر بھی حجت ہے (۲) ان دونوں شہروں میں کتنا ہی فصل کیوں نہ ہو، حتی کہ ابتدائے مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقے سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں کو پہنچ جائے تو ان پر اس دن کا روزہ ضروری ہوگا (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

---

(۱) یہ لوگ کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت ہوں۔

(۱) ظاہر روایت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی منقول ہے اور جمہور حنفیہ کا اسی پر اعتماد ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک شہر والوں کا دیکھنا دوسرے شہر والوں کے لئے کافی نہیں بعض حنفیہ نے مثل صاحب تبیین الحقائق وغیرہ کے اسی قول کو ترجیح دی ہے مگر یہ قول خلاف مذہب ہونے کے علاوہ چونکہ بے دلیل بھی ہے لہذا قابل ترک ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں صوموا لرویته افطروا الرؤیته. خطاب عام ہے تمام دنیا کے مسلمانوں سے لہذا اگر ایک بھی دیکھ لے گا تو سب پر روزہ رکھنا ضروری ہو جائے گا۔ امام شافعی وغیرہ کے عقلی اور قیاسی دلائل کے جوابات تو شامی وغیرہ میں موجود ہیں۔ باقی رہی ایک حدیث جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے کریب سے جب وہ سفر شام سے واپس آئے پوچھا کہ وہاں چاند کب دیکھا گیا انہوں نے کہا کہ شب جمعہ کو ابن عباس نے پوچھا کہ تم نے دیکھا انہوں نے کہا اور لوگوں نے دیکھا اور روزہ رکھا حضرت امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ ابن عباسؓ نے کہا ہم نے شب شنبہ کو دیکھا ہے اسی حساب سے روزہ رکھیں گے کریب نے کہا کیا آپ کے نزدیک حضرت معاویہؓ کا روزہ رکھنا اور دیکھنا کافی نہیں ہے انہوں نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا ہے امام ترمذی کے نزدیک ابن عباسؓ کے نہ ماننے کا سبب اختلاف شہر ہے حالانکہ یہ سبب بھی ہو سکتا ہے کہ شہادت باقاعدہ نہ تھی کریب نے اپنا دیکھنا بیان نہیں کیا بلکہ دوسروں کا دیکھنا اور ایسی حالت میں کم سے کم دو آدمی اس بات کے گواہ ہونا چاہئیں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھا اور حضرت معاویہؓ نے ان کے قول کو قبول کر لیا صرف کریب کا کہنا کافی نہیں ہو سکتا جیسا کہ نمبر ۱۳ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہی مطلب اس حدیث کی عبارت سے ظاہر بھی ہے ورنہ ابن عباس کا ان کی رویت کو پوچھنا بالکل بیکار ہو جائے گا۔ اگر انکار اختلاف شہر کے سبب سے ہوتا تو پہلی ہی سے کہہ دیتے کہ ہم اس رویت کا اعتبار نہ کریں گے اس پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم نے خود دیکھا یا نہیں، حنفیہ کو بھی اس امر کا انکار نہیں ہے کہ دو شہروں میں اختلاف طلوع ممکن نہیں بلکہ جن شہروں میں ایک مہینہ کی مسافت ہوگی وہاں اختلاف مطالع ضرور ہوگا بحث اس میں ہے کہ اس اختلاف کا شریعت میں اعتبار ہے یا نہیں حنفیہ امر ثانی کے قائل ہیں اور شافعیہ، حنبلیہ امر اول کے واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

(۱۶) اگر دو ثقہ آدمیوں کی شہادت سے رویت ہلال ثابت ہو جائے اور اسی حساب سے لوگ روزہ رکھیں بعد تیس روزے پورے ہو جانے کے عید الفطر کا چاند نہ دیکھا جائے خواہ مطلع صاف ہو یا نہیں تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

(۱۷) اگر صرف ایک آدمی کے کہنے سے لوگوں نے روزہ رکھا ہو اور تیسویں دن کا چاند نہ دیکھا جائے اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے اور اگر مطلع صاف ہو تو پھر افطار جائز نہیں اور حاکم وقت پر اس کو اس جھوٹی خبر کی سزا دینی لازم ہے۔

(۱۸) اگر تیس (۱) تاریخ کو دن کے وقت چاند دکھلائی دے تو وہ شب آئندہ کا سمجھا جائے گا۔ شب گذشتہ کا نہ سمجھا جائے گا اور وہ دن آئندہ مہینے کی تاریخ نہ قرار دیا جائے گا خواہ یہ نیت زوال سے پہلے (۲) ہو یا زوال کے بعد (ردالمحتار وغیرہ)۔

(۱۹) چاند دیکھنے کے وقت انگلیوں سے اشارہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار)

(۲۰) جو شخص رمضان یا عید کا چاند دیکھے اور کسی سبب سے اس کی شہادت شرعاً قابل اعتبار نہ قرار پائے اس پر دونوں کا روزہ رکھنا واجب ہے۔ (ردالمحتار)

---

(۱) تیس تاریخ کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ انتیس تاریخ کو اگر ایسا واقعہ ہوتا تو بالاتفاق شب آئندہ کا سمجھا جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ مہینہ اٹھائیس دن کا ہو جائے اور یہ ممکن نہیں ۱۲۔

(۲) یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور فقہائے حنفیہ اسی کے قائل ہیں قاضی ابو یوسف کے نزدیک اگر قبل زوال دیکھا جائے تو شب گذشتہ کا سمجھا جائے گا ۱۲۔

روزے کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر پر روزہ واجب نہیں۔(۱)

(۲) بالغ ہونا۔ نابالغ پر روزہ واجب نہیں۔

(۳) رمضان کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام میں رہنا جو شخص دارالحرب میں رہتا ہو اور رمضان کی فرضیت سے ناواقف ہو اس پر روزہ واجب نہیں۔ (ردالمحتار وغیرہ)

(۴) ان عذروں سے خالی ہونا جن کی حالت میں روزہ رکھنا مباح ہے وہ عذر دس ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) سفر خواہ جائز (۲) ہو یا ناجائز (۲) حمل بشرطیکہ روزہ رکھنے میں اپنے یا بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو (۳) دودھ پلانا بشرطیکہ بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو خواہ دودھ پلانے والی بچے کی ماں ہو یا دائی۔ (۳) خواہ دائی نے رمضان سے پہلے نوکری کی ہو یا عین رمضان میں۔ گمان غالب کی چند صورتیں ہیں۔ اپنے یا کسی کے تجربہ سے مضرت ثابت ہو چکی ہو، یا کسی طبیب حاذق مسلمان کی رائے مضرت کی جانب ہو بشرطیکہ وہ طبیب متقی و پرہیزگار ہو یا اس کا تقویٰ اور عدم تقویٰ کچھ نہ معلوم ہو۔ (۴) کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے یا مرجانے کا خوف ہو۔ مثلاً کسی کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہو اور اگر وہ روزہ رکھے اور دوا کا استعمال نہ کرے تو مرجائے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو اور درد چشم اور درد سر وغیرہ بھی ان امراض میں ہیں جن کے بڑھ جانے کے خوف سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ جو شخص کسی بیمار کی خدمت کرتا ہو اس کے روزہ رکھنے سے اس بیمار کی تکلیف کا خیال ہو وہ بھی اس حکم میں داخل ہے (۵) کمزوری ایسی کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو خواہ یہ کمزوری بڑھاپے کے سبب سے ہو یا بیماری کی خواہ پھر قوت آنے کی امید ہو یا نہیں (۶) جان یا بدن کا خوف مثلاً کوئی دشمن کہے کہ اگر تو روزہ رکھے گا تو ہم تجھ کو مار ڈالیں گے یا تیرا کوئی عضو کاٹ لیں گے (۷) جہاد یعنی کسی دشمن سے محض خدا کے لئے لڑنا

---

(۱) یہ مذہب حنفیہ کا ہے کہ کفار پر عبادات فرض نہیں امام شافعی اس کے خلاف ہیں نتیجہ اس خلاف کا یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک کفار پر عبادات کے نہ ادا کرنے کا بھی عذاب ہوگا۔ ہمارے نزدیک نہیں بعض فقہائے مثل صاحب بدائع کے ان دونوں روزوں کو مستحب کہا ہے مگر اکثر فقہا کی تصریحات کے خلاف ہے ۱۲۔

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک ناجائز سفر میں روزہ رکھنا مباح نہیں ۱۲۔

(۳) بعض فقہاء نے مثل صاحب ذخیرہ کے صرف دائی کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت کے ساتھ خاص کیا ہے ماں کو نہیں اس لئے کہ باپ کسی اور کو دودھ پلانے کے لئے نوکر رکھ سکتا ہے مگر یہ قول اکثر فقہاء کے خلاف ہے ۱۲۔ (بحر الرائق)

بشرطیکہ روزہ رکھنے سے کمزوری کا خیال ہو کہ جس سے لڑائی میں نقصان آئے (۸) بھوک ایسی کہ روزہ کا تحمل نہ ہو سکے (۹) پیاس اس قدر کہ روزہ نہ رکھ سکے (۱۰) بے عقل ہونا جنون اور مستی اور بیہوشی کی حالت میں روزہ واجب نہیں ۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

یہ عذر جو ہم نے بیان کئے ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کے رفع ہو جانے کے بعد جس قدر روزے فوت ہوئے ان کی قضا یا عوض کچھ لازم نہیں ہوتا اور بعض ایسے ہیں کہ جن میں روزے کا عوض واجب ہوتا ہے بعض ایسے ہیں جن کے رفع ہو جانے کے بعد قضا لازم ہوتی ہے ان سب عذروں کے تفصیلی حالات عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوں گے۔

روزے کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر کا روزہ صحیح نہیں۔

(۲) حیض نفاس سے خالی ہونا۔ حیض نفاس والی عورتوں کا روزہ صحیح نہیں، ہاں اس کے بعد کہ حیض نفاس بند ہو چکا ہو، گو غسل نہ کیا گیا ہو، روزہ صحیح ہے، اس لئے کہ روزے کے صحیح ہونے میں طہارت شرط نہیں۔

(۳) نیت (۱) یعنی دل سے روزے کا قصد کرنا۔ اگر کوئی شخص بے قصد و بے ارادہ کچھ نہ کھائے نہ پیئے اور تمام ان چیزوں سے جن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، بچے تو اس کا روزہ صحیح نہیں۔

نیت کے مسائل:۔ (۱) رمضان کے ہر روزے میں نیت کرنا ضروری ہے ایک روز نیت کر لینا تمام روزوں کے لئے کافی نہیں (۲) نیت کا زبان سے ظاہر کرنا کچھ ضروری نہیں، صرف دلی قصد کافی ہے حتیٰ کہ سحور کھانا خود قائم مقام نیت کے ہے۔ اس لئے کہ سحور روزہ رکھنے کی غرض سے کھائی جاتی ہے۔ (بحر الرائق)

ہاں اگر کسی کی عادت اس وقت کھانے کی ہو یا کوئی بدبخت سحور کھاتا ہو روزہ نہ رکھتا ہو اس کے لئے سحور کھانا قائم مقام نیت کے نہیں (۳) رمضان کے ادائی روزوں میں اور اس نذر کے روزوں میں جس میں دن تاریخ کی تخصیص کر دی گئی ہو اور نوافل کے روزوں میں غروب آفتاب

---

(۱) امام زفر رحمۃ اللہ کے نزدیک نیت شرط نہیں ہے۔ یہ ہمارے امام صاحب کے شاگرد ہیں ۱۲۔

کے بعد سے نصف (۱) نہار شرعی سے کچھ پہلے تک نیت کر لینی کافی ہے ،اگر کوئی شخص رات کو نیت کرنا بھول جائے ، صبح کو یاد آئے ، یا دن چڑھے تو اس وقت بھی نیت کر سکتا ہے۔(۴) رمضان کے قضائی روزوں میں اور نذر غیر معین اور کفارات کے روزوں میں اور اس نفل کی قضا میں جو شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق کے طلوع تک نیت کر لینا ضروری ہے۔ بعد صبح صادق کے اگر نیت کی جائے تو کافی نہ ہوگی (۵) کسی روزے کی نیت غروب آفتاب سے صحیح نہیں (۶) رمضان کے ادائی روزوں میں صرف روزے کی نیت کر لینا کافی ہے، فرض کے تخصیص کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ یہ مہینہ رمضان کا ہے اور وہ کسی نفل یا کسی واجب روزے کی نیت کرے تب بھی کافی ہے۔ ہاں مریض کے لئے چونکہ اس پر رمضان کا روزہ فرض نہیں، اس لئے فرض کی تخصیص ضروری ہے اور اگر کسی نفل یا صرف روزے کی نیت کرے گا تو پھر رمضان کا روزہ نہ ہوگا، بلکہ اسی نفل کا، لہذا مریض پر رمضان کے روزے کے لئے فرض کی تخصیص ضروری ہے اور مسافر کو یہ ضروری ہے کہ کسی دوسرے واجب روزے کی نیت نہ کرے خواہ رمضان کی نیت کرے یا نفل کی صرف روزے کی نیت رمضان کے قضائی روزوں میں اور مطلق اور نوافل کی قضا کے روزوں میں ان کی تخصیص ضروری ہے بے تخصیص کے ان کی نیت درست نہ ہوگی۔(۸) نیت میں تبرکاً انشاء اللہ کہہ لینا کچھ مضر نہیں (۹) روزے کی حالت میں افطار کی نیت کر لینے سے روزے کی نیت باطل نہیں ہوتی۔

---

(۱) نصف نہار یعنی آدھا دن شرعی کی قید اس لئے کہ عرفی نصف نہار تک نیت کی اجازت نہیں شرعی نہار صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے اور عرفی طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک لہذا شرعی نہار کا نصف پہلے ہوگا اور عرفی کا اس کے بعد مثلاً عرفی نصف نہار بارہ بجے ہو تو شرعی گیارہ بجے ہو جائے گا کچھ کم و بیش ۱۲۔

روزے کے اقسام

روزے کی آٹھ قسمیں ہیں۔(۱)فرض معین عہ (۲)فرض غیر معین،(۳)واجب معین، (۴)واجب غیر معین،(۵)مسنون،(۶)مستحب،(۷)مکروہ تحریمی،(۸)مکروہ تنزیہی۔

فرض معین۔رمضان کے ادائی روزے۔

فرض غیر معین۔رمضان کے قضائی روزے۔

واجب معین(۱)نذر معین یعنی جس میں دن تاریخ کی تخصیص مثلاً کوئی شخص منت مانے کہ میں فلاں تاریخ فلاں دن یا فلاں مہینے میں روزہ رکھوں گا تو اس کو اسی دن اسی تاریخ یا اسی مہینے میں روزہ رکھنا واجب ہوگا(۲)جس شخص نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا ہو اور شرعاً اس کی شہادت قبول نہ ہوئی ہو اس پر ان دونوں دنوں کا روزہ واجب غیر معین۔کفارے عہ کے روزے(۲) نذر غیر معین جس میں دن تاریخ کی تخصیص نہ ہو مثلاً کوئی شخص منت کرے کہ میں چار روزے رکھوں گا اور دن تاریخ کا کچھ ذکر نہ کرے(۳)ان روزوں کی قضاء جو شروع کرنے کے بعد فاسد ہو گئے ہوں۔مسنون۔(۱)عرفہ(۱) کا روزہ(۲)عاشورا(محرم کی دسویں تاریخ) کا روزہ ایک دن ملا کر خواہ اس کے بعد کا یا اس کے قبل کا(۳)ہر مہینے کی تیرھویں یا چودھویں پندرھویں کا روزہ۔

مستحب:۔ شوال کے مہینے میں عید کے بعد چھ دن روزہ رکھنا،بہتر یہ ہے کہ یہ روزے درمیان میں فصل دے دے کر رکھے جائیں(۲)دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ۔(۳)ذی الحجہ کی پہلے عشرے کے آٹھ دن کا روزہ(۴) صوم(۲) داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن بیچ میں ناغہ دے

عہ۔معین سے مقصود یہ ہے کہ اس کا وقت مقرر ہو اور غیر معین جس کا وقت مقرر نہ ہو ۱۲۔

عہ۔کفارے کے روزوں کو اکثر فقہا نے فرائض میں شمار کیا ہے مگر در حقیقت یہ فرض نہیں،اس لئے کہ ان کے منکر کو کوئی کافر نہیں کہتا،ہاں واجب کی اعلیٰ قسم میں ہیں اسی وجہ سے محقق کمال الدین بن ہمام نے ان کو واجبات میں لکھا ہے،اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ یہی مناسب ہے ۱۲۔

(۱)عرفے اور عاشورے کے روزے کو بعض نے مستحب لکھا ہے اور بعض نے صوم عرفہ کو مستحب لکھا ہے در حقیقت یہ دونوں سنت ہیں ان دونوں کے فضائل حدیث میں بہت وارد ہوئے ہیں صوم عرفہ کی نسبت وارد ہوا ہے کہ وہ ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ گناہوں کا کفارہ ہے اور صوم عاشورا ایک سال گذشتہ کا ۱۲۔

(۲)اس کو بھی بعض فقہا نے مستحب لکھا ہے مگر صحیح نہیں ان تاریخوں کے روزوں کو صیام ایام بیض کہتے ہیں فضائل ان کے بہت ہیں۔آنحضرت ﷺ کی ان پر مواظبت تھی ۱۲۔

کر سوائے ایام ممنوعہ کے ہمیشہ روزہ رکھنا۔(۵) خواص کو یوم شک کا روزہ۔

مکروہ تحریمی:۔ (۱) عید الفطر کے دن روزہ رکھنا (۲) ایام تشریق میں روزہ رکھنا۔(۳) خاص کر عاشورہ کا روزہ رکھنا (۴) بالتخصیص سنیچر یا اتوار کو روزہ رکھنا۔(۵) بالتخصیص صرف جمعہ کا روزہ (۶) نوروز کا روزہ(۱) (۷) مہرجان کا روزہ۔(۸) عوام کو یوم شک (۲) کا روزہ رکھنا (۹) عورت اور غلام اور مزدور کو نفل کا روزہ بے رضامندی اپنے شوہر اور مالک اور آقا کے (۱۰) رمضان سے پہلے ایک دو دن بغرض تعظیم رمضان کے روزہ رکھنا۔

مکروہ تنزیہی:۔ (۱) بغیر کسی دن کے بیچ میں ناغہ کئے ہوئے ہمیشہ روزہ رکھنا۔(۲) روزہ میں وصال کرنا یعنی شب کو بھی افطار نہ کرنا اس کی کراہت اس شخص کے حق میں ہے جو اپنی طبیعت پر جبر کر کے ایسا کرے یا اس کو اس سے کچھ تکلیف ہو۔ اگر کوئی آدمی ایسا ہو جس کو ذرا بھی گراں نہ گذرے نہ کسی قسم کی تکلیف ہو تو اس کو مکروہ نہیں۔ سلف صالح خاص کر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بطریق صحیحہ منقول ہے)(۳) سکوت کا روزہ رکھنا۔

روزے کے فرائض

چونکہ روزے سے حق جل شانہ کا اصل مقصود یہ ہے کہ بندوں میں ایک قوت صبر کی پیدا ہو جائے جو ایک اعلیٰ درجہ کا انسانی کمال ہے اور انسان اپنے نفس کی خواہشوں کے خلاف کرنے پر جو تمام خرابیوں اور حکم الٰہی کی نافرمانیوں کا منبع ہے قادر ہو جائے۔ چنانچہ اسی طرف قرآن شریف کا یہ لفظ اشارہ کر رہا ہے۔ لعلکم تتقون۔ پس دراصل اپنے نفس کی خواہش کے خلاف کرنا یہی روزے کی حقیقت ہے مگر شریعت نے تمام خواہشوں کے ترک کو فرض نہیں فرمایا بلکہ صرف بڑی بڑی تین خواہشوں کے ترک کو فرض فرمایا ہے جب انسان ان کے ترک پر قادر

---

(۱) نوروز اور مہرجان دونوں عجمیوں کے عید کے دن ہیں مہرجان بڑے دن کو کہتے ہیں اور نوروز شمسی سال کے ابتدائی دن کو کہتے ہیں ۱۲۔

(۲) یوم شک یعنی شعبان کی ۳۰ تاریخ جب کہ ۲۹ کو بہ سبب ابر یا غبار کے رویت ہلال نہ ہوئی ہو۔ عوام اس دن احتیاطاً روزہ رکھتے ہیں، نیت یہ کرتے ہیں کہ اگر رویت ہوگئی ہو تو یہ روزہ رمضان کا ہے ورنہ نفل، اور یہ تردد نیت میں مکروہ ہے اسی سے عوام کو اس روزے کی ممانعت کی جاتی ہے، اگر قطعی طور پر نفل کی نیت کی جائے تو کچھ کراہت نہیں بلکہ مستحب ہے جو شخص قطعی نیت کرنے پر قادر ہو جائے وہ عوام میں نہ سمجھا جائے گا اور اگر رویت ہوگئی ہوگی تو وہ رمضان کا ہو جائے گا، نیت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ۱۲ (ردالمحتار)

ہو جائے گا تو اور باقی خواہشیں کوئی چیز نہیں ہیں۔ وہ تین فرض یہ ہیں۔

(۱) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کچھ نہ کھانا۔ جن صورتوں میں کہ درحقیقت کوئی چیز کھائی نہیں جاتی مگر کھانے کی مشابہت ان میں پائی جاتی ہے ان کا بھی ترک کر دینا فرض ہے۔ (مثال) کوئی شخص کان ناک وغیرہ میں تیل ڈالے اور جوف میں پہنچ جائے پس اس صورت میں اگرچہ کوئی چیز کھائی نہیں گئی مگر کھانے کی مشابہت ضرور ہے۔ کھانے میں بھی ایک چیز جوف میں پہنچائی جاتی ہے اور اس میں بھی ایسا ہی ہوا تفصیل ان سب صورتوں کی مفسدات۔

(۲) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کچھ نہ پینا۔

(۳) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک جماع نہ کرنا۔ لواطت بھی جماع کے حکم میں ہے اور جس فعل سے عادتاً منی خروج ہو جاتی ہے اس کے ذریعہ سے منی کا خارج نہ کرنا بھی فرض ہے۔ (مثال) کسی جانور کے جماع سے یا بذریعہ جلق کے منی کا خارج کرنا۔ بخلاف کسی عورت کے دیکھنے یا بوسہ لینے یا لپٹانے کے اس لئے کہ ان سے عادۃً خروج منی نہیں ہوتا۔ پس ان افعال سے اگر منی خارج ہو جائے گی تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

صبح صادق کے طلوع سے ابتدائے طلوع مراد ہے اور غروب آفتاب سے جرم آفتاب کا نظر سے غائب ہو جانا کہ ان کی شعاع وغیرہ بالکل باقی نہ رہے۔ جس وقت مغرب کا وقت آ جاتا ہے۔

روزے کے سنن اور مستحبات

روزے میں تمام چیزوں سے بچنا مسنون ہے جن کے کرنے میں گناہ ہے۔ مثلاً غیبت کرنا جھوٹ بولنا چغلی کھانا کسی مال کا ناحق لے لینا۔ کسی کو ظلماً مارنا۔ یا کچھ سخت کہنا۔

اور بہ نسبت اور دنوں کے اس زمانہ میں عبادت کی کثرت کرنا خصوصاً رمضان کے اخیر عشرے میں شب بیداری کرنا اور مسجد میں اعتکاف کرنا بھی مسنون ہے رات کو پچھلے وقت صبح صادق سے پہلے کچھ کھا لینا مسنون ہے جس کو سحور کہتے ہیں۔ (۱)

---

(۱) حدیث میں اس کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں اور اس کو انبیاء علیہم السلام کی سنت فرمایا گیا ہے یہاں تک کہ اس کی تاکید کی گئی ہے کہ اگر کچھ نہ ممکن ہو تو صرف پانی ہی پی لو، یہود و نصاریٰ کے روزوں میں سحور کی اجازت نہ تھی

روزے کے افطار میں جلدی کرنا یعنی وقت آ جانے کے بعد تاخیر نہ کرنا مستحب ہے اور اسی طرح سحور میں دیر کرنا یعنی صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے کھانا مستحب ہے، بہت پہلے کھا لینے میں سحور کا ثواب نہیں، روزے میں تمام ان چیزوں سے بچنا جن سے اور ائمہ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جاتا ہے اگرچہ حنفیہ کے نزدیک ان سے فساد نہیں آتا ان چیزوں کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ مفسدات صوم سے معلوم ہوگی۔

روزہ جن چیزوں سے فاسد ہو جاتا ہے

یہ بات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ روزے میں اکل وشرب اور جماع کا ترک کرنا فرض ہے، پس جب کوئی امر اس فرض کے خلاف کیا جائے گا تو روزہ فاسد ہو جائے گا یعنی جاتا رہے گا، فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز جوف میں پہنچائی جائے گی جس کی نافع ہونے کا خیال ہے خواہ غذا ہو یا دوا تو ایسی حالت میں روزے کی قضا رکھنا پڑے گی اور اس جرم کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر کوئی ایسی چیز قصداً پہنچائی جائے، بلکہ خود پہنچ جائے یا اس کے نافع ہونے کا خیال نہ ہو تو صرف روزے کی قضا رکھنا پڑے گی۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا فعل کیا جائے گا جس کی لذت جماع کی لذت کے برابر ہے تو قضا اور کفارہ دونوں ورنہ صرف قضا، حاصل یہ کہ روزہ کی فاسد کرنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ کہ جن سے صرف قضا لازم ہوتی ہے دوسرے وہ جن سے قضا کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں ہم ہر قسم کی تفصیل علیٰحدہ بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

(۱) بے قصد کوئی ایسی چیز جو غذاءً یا دواءً انسان کے استعمال میں آتی ہو، جوف (۱) میں پہنچ جائے (مثال) ا:۔ کسی شخص نے کلی کرنے کے لئے منہ میں پانی لیا اور وہ حلق کے نیچے اتر گیا (۲) سونے کی حالت میں کسی نے کچھ کھا پی لیا (۳) کسی کے منہ میں پانی گو ایک ہی قطرہ ہو یا برف کا ٹکڑا چلا گیا اور حلق کے نیچے چلا گیا (۴) ناک یا کان میں تیل وغیرہ ڈالا اور دماغ یا پیٹ میں پہنچ گیا۔ (۵) پیٹ یا دماغ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ اس زخم کی راہ سے پیٹ یا دماغ میں پہنچ گئی۔

(۱) جوف سے جسم کا وہ اندرونی حصہ مراد ہے جو سینے سے شانے تک ہے دماغ بھی جوف کے حکم میں ہے شانہ جوف سے خارج ہے۔ (ردالمحتار)

(۲) کسی روزہ دار کو زبردستی کھلا پلا دی جائے۔

(۳) کوئی شخص احتقان (۱) لے یا ناس کا استعمال کرے۔

(۴) کوئی شخص اس خیال سے کہ آفتاب غروب ہو گیا افطار کرے یا اس خیال سے کہ ابھی رات باقی ہے سحور کھالے تو اس کی اٹھارہ صورتیں ہیں کہ منجملہ ان کے پانچ میں صرف قضا واجب ہوتی ہے وہ یہ ہیں (۱) اس گمان غالب پر کہ ابھی رات باقی ہے سحور کھالی اور بعد کھانے کے اس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہوا یعنی رات نہ تھی (۲) اس شک (۲) پر کہ ابھی رات باقی ہے سحور کھالی اور بعد کو اس شک کا غلط ہونا معلوم ہوا (۳) باوجود گمان غالب صبح صادق کے ہو جانے کا تھا اور رات ہو جانے کا صرف مرجوح خیال تھا مگر سحور کھائی اور اس گمان غالب کا صحیح ہونا ظاہر ہوا (۴) اس گمان غالب پر کہ آفتاب غروب ہو گیا، افطار کرلیا اور بعد کو اس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا (۵) باوجودیکہ غروب آفتاب میں شک تھا افطار کرلیا اور بعد کو اس شک کا صحیح یا غلط ہونا کچھ نہ معلوم ہوا (۶) کسی شخص نے بہ سبب اس کے کہ اس کو روزے کا خیال نہ رہا، کھا پی لیا، یا جماع کرلیا (۷) کسی کو بے اختیار قے ہو گئی یا احتلام ہو گیا یا صرف کسی عورت وغیرہ کے دیکھنے سے انزال ہو گیا اور مسئلہ نہ معلوم ہونے کے سبب وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا اور عمداً اس نے کھا پی لیا۔

(۵) کوئی شخص روزے کی حالت میں عمداً قے کرے بشرطیکہ وہ قے منہ بھر کر ہو خواہ ایک ہی مرتبہ کی قے منہ بھر کر ہو یا کئی مرتبہ کی مگر ایک ہی مجلس میں اور خواہ کھانے پانی، صفرا خوان کی قے ہو یا (۳) بلغم کی۔

(۶) کسی شخص نے روزے کی نیت ہی نہ کی، یا کی مگر بعد نصف نہار شرعی کے۔

(۷) کسی شخص نے رات کو روزے کی نیت نہ کی بلکہ بعد صبح صادق کے نصف نہار سے پہلے اس نے عمداً کچھ کھا پی لیا۔

---

(۱) کسی دوا کے مشترک حصہ کے ذریعہ سے پیٹ میں پہنچا دینا احتقان ہے جس کو ہمارے عرف میں عمل کہتے ہیں ۱۲۔

(۲) شک اور گمان میں فرق یہ ہے کہ حالت شک میں دونوں جانب نفی اثبات کے برابر ہوتے ہیں اور گمان میں ایک جانب غالب ہوتا ہے اور اسی جانب غالب کو گمان کہتے ہیں رات باقی ہونے کا شک ہے یعنی دل کو جس طرح رات ہونے کا خیال ہے اور اسی قدر رات نہ ہونے کا بھی خیال ہے ۱۲۔

(۳) یہ مذہب امام ابو یوسف کا ہے ان کے نزدیک بلغم کی قے سے بھی وہ روزہ جاتا رہتا ہے اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ وضو جاتا ہے۔ علامہ محقق کمال الدین بن ہمام نے لکھا ہے روزے کے بارے میں امام ابو یوسف کا قول قابل عمل ہے اور وضو کے مسئلہ میں امام صاحب اور امام محمد کا اور ہر بیعت ان کے اور فقہاء نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے ۱۲۔

(۸) کسی شخص نے کوئی ایسی چیز اپنے جوف میں پہنچائی جس کے مفید اور نافع ہونے کا خیال نہیں نہ غذا ءً نہ دواءً خواہ منہ کے ذریعہ سے پہنچائے یا ناک کان سے یا مشترک حصے سے یا عورت اپنے خاص حصہ سے، مرد اگر اپنے خاص حصہ کی سوراخ میں کوئی چیز ڈالے تو وہ چونکہ جوف تک نہیں پہنچتی، اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (ردالمحتار)

مثال:۔ (۱) کسی نے کوئی مٹی کی کنکری یا لکڑی کھالی (۲) کسی چیز سے بخارات یا دھواں اٹھ رہا ہو اور کوئی شخص اس کو سونگھے جس کے سبب سے وہ بخارات جوف میں داخل ہو جائیں۔ بشرطیکہ وہ بخارات بخیال نفع نہ پہنچائے گئے ہوں حقہ کا دھواں بھی اس حکم میں ہے مگر اس شخص کے لئے جس کو حقہ پینے کی عادت نہ ہو اور نہ کسی نفع کی غرض سے اس نے پیا ہو (۳) کوئی لکڑی یا کپڑا اروئی وغیرہ مشترک حصہ یا عورت اپنے خاص حصہ میں اس طرح داخل کرے کہ سب اس کے اندر داخل ہو جائے ایسی چیز کا کھانا جس سے انسان بالطبع کراہت رکھتا ہے اسی حکم میں ہے، یعنی روزہ فاسد ہوجاتا ہے اور صرف قضا لازم ہوتی ہے ، جیسے کسی کی قے کھالینا یا کسی کے منہ سے نکلے ہوئے لقمہ کا کھالینا، بشرطیکہ وہ شخص محبوب نہ ہو، اس لئے کہ محبوب کے منہ سے نکلی ہوئی چیز سے کراہت نہیں ہوتی، دیکھو بزرگان دین کے منہ سے نکلی ہوئی چیز ان کے مریدین کس خوشی سے کھاتے ہیں اور اگر کوئی چیز ایسی ہو جس سے کسی کی طبیعت نفرت کرے ،کسی کی نہ کرے تو جس شخص کی طبیعت کو نفرت ہو اس پر کھانے سے صرف قضا لازم ہوگی اور جس کو نفرت نہ ہو اس پر اس کے کھانے سے قضا اور کفارہ دونوں۔ (ردالمحتار)

(۹) کسی شخص کے منہ میں آنسو یا پسینے کے اس قدر قطرے چلے گئے کہ جن کا مزہ یعنی نمکینیت تمام منہ بھر میں محسوس ہوئی اور وہ ان کو پی گیا۔

(۱۰) کسی نے مردہ عورت یا ایسی کم سن نابالغہ لڑکی جس کے ساتھ جماع کی رغبت نہیں ہوتی یا کسی جانور سے جماع کیا یا کسی کو لپٹایا یا بوسہ لیا یا جلق کا مرتکب ہوا اور ان سب صورتوں میں منی کا خروج ہوگیا۔

(۱۱) کسی روزہ دار عورت سے زبردستی یا سونے کی حالت میں یا بحالت جنون جماع کیا گیا۔

(۱۲) کسی رنگین دھاگے کو کسی نے بٹنے کی غرض سے منہ میں ڈالا اور اس کا رنگ زبان میں آ گیا۔ (ردالمحتار)

(۱۳) کسی شخص کے دانتوں کے درمیان میں کچھ غذا باقی رہ گئی ہو اور وہ اس کو بغیر منہ سے نکالے ہوئے کھا جائے بشرطیکہ وہ غذا چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو یا چنے سے کم ہو مگر منہ سے باہر نکال کر کھائے۔

(۱۴) کوئی شخص اپنی قے کو نگل جائے بشرطیکہ منہ بھر کر ہو گو پوری قے نہ نکلی ہو بلکہ اس کا بہت ہی حصہ چنے کے برابر۔

(۱۵) کسی ناواقف سے روزے کی حالت میں کوئی ایسا فعل ہوا جس سے حنفیہ کے نزدیک روزے میں فساد نہیں آتا اور اس نے کسی عالم سے اس کا مسئلہ پوچھا اور اس نے فاسد ہو جانے کا فتویٰ دیدیا حالانکہ اس کا فتویٰ غلط تھا۔

(۱۶) رمضان کے ادائی روزوں کے سوا اور کسی قسم کا روزہ فاسد ہو جائے خواہ عمداً فاسد کیا جائے یا خطاءً ہر حال میں صرف قضاء واجب ہوگی، یہ تمام تفصیل جو اوپر بیان ہوئی صرف رمضان کے ادائی روزوں کے لئے تھی۔

دوسری قسم:۔ یعنی وہ صورتیں جن میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔

(۱) وہ شخص جس میں روزے کے واجب ہونے کے تمام شرائط پائے جاتے ہو، رمضان کے اس ادائی روزے میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو عمداً منہ کے ذریعہ سے جوف میں کوئی ایسی چیز پہنچائے جو انسان کی دوا غذا میں مستعمل ہوتی ہو، یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا نفع جسمانی یا لذت متصور ہو اور اس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو گو وہ بہت ہی قلیل ہو حتیٰ کہ ایک تل کے برابر یا جماع کرے یا کرائے لواطت بھی اس حکم میں ہے ، جماع میں خاص حصے کے سر کا داخل ہو جانا کافی ہے منی کا خارج ہونا بھی شرط نہیں، بہر صورت قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع ایسی عورت سے کیا جائے، جو قابل جماع ہو، بہت کم سن لڑکی نہ ہو، جس میں جماع کی بالکل قابلیت نہ پائی جائے ۔(بحر الرائق رد المحتار)

مذکورۂ بالا قیود کے فوائد۔ روزے کی شرائط وجوب کا پایا جانا اس لئے شرط کیا گیا کہ نابالغ بچے اور مجنون پر کفارہ نہیں ہوتا اور اسی طرح وہ شخص جو حالت سفر میں ہو یا حیض ونفاس والی عورت پر بھی کفارہ نہیں واجب ہوتا اگرچہ ان لوگوں نے روزے کی نیت کر لی ہو اور اگرچہ نیت کے وقت ان میں شرائط وجوب پائے جاتے ہوں، سفر یا حیض ونفاس بعد نیت کے طاری ہوا ہو۔(درمختار

۔ردالمحتار)

رمضان کی قید اس لئے لگائی گئی کہ سوا رمضان کے اور کسی روزے کے افطار سے کفارہ نہیں لازم ہوتا۔

ادائی کی قید اس لئے لگائی گئی کہ رمضان کے قضائی روزے کے افطار سے کفارہ نہیں ہوتا نیت اور پھر اس کا صبح صادق سے پہلے ہونا اس لئے شرط کیا گیا کہ جس روزے میں نیت نہ کی گئی ہو اس کے افطار کرنے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ روزہ ہی صحیح نہیں ہوا روزے کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے اور جب روزہ ہی صحیح نہ ہوا تو کفارہ کیسا، کفارہ تو روزے کے افطار سے ہوتا ہے۔ اسی طرح جس روزے کی نیت بعد صبح صادق کے کی جائے اس کی افطار سے بھی کفارہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ امام شافعی کے نزدیک قبل صبح صادق کے نیت کرنا شرط ہے پس ان کے نزدیک روزہ ہی نہیں ہوا اور کفارہ اس روزے کے افطار میں ہوتا ہے جس کے صحیح ہونے میں کسی کا خلاف نہ ہو یا خلاف ایسا ہو جو بے دلیل یا مخالف اجماع ہونے کے سبب سے قابل اعتبار نہ ہو۔

عمداً کی قید اس لئے کی گئی کہ اگر کوئی شخص بغیر قصد کے روزے کو بھول کر سونے میں کچھ کھا پی لے یا غلطی سے کوئی چیز اس کے حلق سے اتر جائے مثلاً کلی کرنے کی غرض سے منہ میں پانی لے اور حلق کے نیچے اتر جائے یا کوئی شخص کسی روزہ دار کو کچھ کھلا پلا دے یا زبردستی جماع کرے تو ان سب صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

منہ کے ذریعہ سے اور پھر جوف میں پہنچنے کی شرط اس لئے کی گئی کہ اگر کوئی شخص کسی اور راستے سے کوئی چیز پہنچائے تو اس پر کفارہ نہ ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص ناک کان کے ذریعہ سے یا مشترک حصہ سے یا عورت اپنے خاص حصہ سے کوئی چیز داخل کرے، جیسے ناس اور عمل وغیرہ، اور اسی طرح اگر جوف میں نہ پہنچے جیسے کوئی شخص سر میں تیل ڈالے یا سرمہ لگائے یا مرد اپنے مشترک حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز داخل کرے تو چونکہ یہ چیزیں جوف تک نہیں پہنچتیں، اس لئے ان سے کفارہ کیا قضا بھی واجب نہ ہوگی۔

غذاءً یا دواءً اس چیز کا مستعمل ہونا اس لئے شرط کیا گیا کہ جو چیز ایسی نہ ہو جیسے مٹی کی کنکری یا لکڑی یا درخت کی پتی وغیرہ اس کے استعمال سے کفارہ واجب نہ ہوگا، ہاں جو لکڑی دوا میں مستعمل ہو جیسے اصل السوس وغیرہ یا جس درخت کی پتی کھائی جاتی ہو جیسے چنے کی یا املی کی کوپل

اس کے استعمال سے کفارہ واجب ہو جائے گا جو لوگ حقہ پینے کے عادی ہوں یا کسی نفع کی غرض سے حقہ پئیں ان پر بھی کفارہ واجب ہوگا۔

سلیم الطبع انسان کی طبیعت کا نفرت نہ کرنا اس لئے شرط کیا گیا کہ جس چیز سے نفرت ہوتی ہو اس کے استعمال سے کفارہ واجب نہیں ہوتا جیسے قے پیشاب پاخانہ وغیرہ منہ کا نکالا ہوا لقمہ اس کی تفصیل اوپر ہو چکی، ہاں کچے گوشت کے کھانے سے کفارہ لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ سڑا نہ ہو علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کا اس میں اختلاف نہیں دیکھا، باوجودیکہ کچے گوشت سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت کرتی ہے۔ شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ گوشت میں غذائیت کا وصف بہت بڑھا ہوا ہے، جماع میں عورت کے قابل جماع ہونے کی شرط اس لئے کی گئی کہ ناقابل جماع عورت سے جماع کرنے میں کفارہ نہیں ہوتا۔

ناقابل جماع عورت کی تشریح ہم پہلی جلد میں کر چکے ہیں ہاں عورت کے لئے مرد کا بالغ ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی عورت کسی نابالغ بچے یا مجنون سے جماع کرائے تب بھی اس کو قضا اور کفارہ دونوں کا حکم دیا جائے گا۔ (ردالمحتار)

جماع میں عورت اور مرد دونوں کا عاقل ہونا شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر ایک مجنون ہو اور دوسرا عاقل تو عاقل پر کفارہ لازم ہوگا۔ مثلاً مرد عاقل ہو اور عورت مجنون تو مرد پر بالعکس تو عورت پر۔

(۲) کوئی ایسا فعل کرنے کے بعد جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور نہ اس میں روزے کے فاسد ہو جانے کی کوئی ظاہری صورت معلوم ہوتی ہو اور نہ اس فعل کا مفسد صوم ہونا اس کو کسی عالم کے فتوے یا حدیث سے معلوم ہوا ہو بلکہ صرف اپنے خیال میں یہ سمجھ کر کہ روزہ فاسد ہو گیا عمداً روزے کو فاسد کر ڈالا۔ مثال۔ پچھنے لگائے یا فصد لے یا سرمہ لگایا، یا کسی عورت کو لپٹایا یا بوسہ لیا یا کسی مردہ یا جانور سے جماع کیا مگر منی کا خروج نہیں ہونے پایا اور بعد ان افعال کے یہ سمجھ کر کہ میرا روزہ جاتا رہا عمداً روزے کو فاسد کر ڈالا۔

مذکورۂ بالا قیود کے فوائد:۔ اگر کوئی ایسا فعل کرے جس میں روزے کے فاسد ہو جانے کی ظاہری صورت معلوم ہوتی ہو جیسے کسی نے روزے میں کچھ کھا پی لیا یا جماع کر لیا یا احتلام ہو گیا یا کسی عورت کے دیکھنے یا تصور کرنے سے منی خارج ہو گئی یا بے اختیار قے ہو گئی اور ان افعال کے بعد مسئلہ نہ معلوم ہونے کے سبب سے اس نے یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا اور کچھ کھا پی لیا تو چونکہ ان افعال میں ظاہری صورت فساد صوم کی موجود ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم

نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی عالم سے فتویٰ پوچھا اور اس نے فتویٰ دے دیا کہ اس فعل سے تمہارا روزہ جاتا رہا اور بعد اس فتویٰ کے اس نے عمداً روزے کو فاسد کر دیا اس صورت میں گو اس عالم کا فتویٰ غلط بھی ہو تب بھی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ بشرطیکہ وہ عالم اس شہر کے لوگوں میں معتمد اور معتبر ہو لوگ اس سے فتویٰ پوچھتے ہوں اس لئے کہ حسب تصریح محققین جاہل پر اپنے شہر کے عالم کی تقلید (۱) واجب ہے گو وہ کسی مذہب کا ہو، شافعی یا حنفی یا مالکی یا حنبلی۔

اسی طرح اگر کسی حدیث کے سننے سے اس فعل کا مفسد ہونا اسے معلوم ہوا ہو اور اس وجہ سے اس نے عمداً روزے کو فاسد کر دیا ہو تب بھی کفارہ لازم نہ ہوگا اگر چہ وہ حدیث صحیح نہ ہو یا اس کا مطلب اس نے غلط سمجھا ہو، حاصل یہ کہ جب کسی شبہ سے روزہ فاسد کیا جائے گا تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ کفارہ ایک قسم کی سزا ہے اور سزا کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جو (۲) دیدہ دانستہ خلاف ورزی کرے ہاں اگر مفتی کا غلط فتویٰ یا وہ غیر صحیح حدیث یا صحیح حدیث کا وہ غلط مطلب جو اس نے سمجھا ہے اجماع کے خلاف ہوگا تو پھر اس فتوے وغیرہ کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اس صورت میں عمداً روزہ فاسد کرنے سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ (فتح القدیر)

مثال:۔ (۱) کسی شخص نے غیبت کی یا سر میں تیل لگایا بعد اس کے کسی عالم سے مسئلہ پوچھا اور اس نے روزہ فاسد ہو جانے کا فتویٰ دے دیا یا غیبت سے روزہ فاسد ہو جانے کی غیر (۳) صحیح حدیث سن کر روزے کو فاسد کر ڈالا۔

(۲) کسی شخص نے پچھنے لگائے اور کسی عالم سے مسئلہ پوچھا اور روزہ فاسد ہو جانے کا فتویٰ دے دیا اس نے حدیث صحیح **افطر الحاجم والمحجوم** کا غلط مطلب سمجھ کر روزہ فاسد کر ڈالا، تو ان صورتوں میں چونکہ یہ فتوے اور غیر صحیح یا حدیث صحیح کا غلط مطلب مخالف اجماع ہے۔ لہذا کفارہ لازم ہوگا۔

(۱) زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی ہمارے رسالہ ورفرید میں ہے ۱۲۔

(۲) یہ حکم اللہ کے حقوق میں ہے، بندوں کے حقوق تلف کرنے سے تو ہر حال میں اس کو سیاستاً سزا دی جائے گی اس کو مقصود خلاف ورزی نہ ہو ۱۲۔

(۳) غیبت سے روزہ فاسد ہو جانے کی جس قدر حدیثیں ہیں ان میں کوئی صحیح نہیں جیسا کہ علامہ محقق نے فتح القدیر میں لکھا ہے ۱۲۔

وہ صورتیں جن میں روزہ فاسد نہیں ہوتا

روزہ جن چیزوں سے فاسد نہیں ہوتا ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جن کے کرنے میں کسی قسم کی کراہت بھی نہیں دوسرے وہ کہ جن کے کرنے میں کراہت ہے۔

پہلی قسم:۔(۱) یعنی جن چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا نہ کسی قسم کی کراہت آتی ہے کسی شخص کو روزے کا خیال نہ رہا اور اس وجہ سے اس نے کچھ کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا خواہ فرض ہو یا نفل روزے کی نیت کر چکنے کے بعد کھائے پئے اس سے پہلے بشرطیکہ کسی شخص نے اس کو یاد نہ دلایا ہو، ایسی حالت میں دوسرے لوگوں پر واجب ہے کہ اس کو یاد دلائیں بشرطیکہ اس میں روزہ رکھنے کی قوت ہو ہاں اگر اس میں قوت نہ ہو تو پھر یاد دلانا کچھ ضروری نہیں۔(۱)

(۲) کسی شخص کے حلق میں بے قصد واختیار مکھی یا دھواں یا غبار چلا جائے بخلاف اس کے اگر قصداً کوئی شخص ان چیزوں کو اپنے جوف میں داخل کرے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا جیسا بیان ہو چکا ہے۔

(۳،۴) سر یا بدن میں تیل ملنا، سرمہ لگانا، روزہ فاسد نہ ہوگا اگر چہ تیل یا سرمہ کا اثر حلق میں محسوس ہو مثلاً سرمہ کی سیاہی تھوک میں نکلے۔

(۵) پچھنے لگانا ہاں اگر ضعف کا خیال ہو تو مکروہ ہے جیسا کہ دوسری قسم میں بیان ہوگا۔

(۶) سونے کی حالت میں منی کا خارج ہونا جس کو احتلام کہتے ہیں اگر چہ بغیر غسل کئے ہوئے روزہ رکھے اس لئے کہ صوم میں طہارت شرط نہیں۔

(۷) کسی عورت یا اس کا خاص حصہ دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا خیال دل میں کرنے سے منی خارج ہو جائے۔(بحر الرائق۔ رد المحتار)

(۸) کسی جانور کے خاص یا مشترک حصہ کو چھونا اگر چہ انزال بھی ہو جائے تب بھی مفسد نہیں۔

---

(۱) تمام علماء کا اجماع ہے کہ اس حدیث کا ظاہری مطلب مراد نہیں ہے۔ بلکہ جیسے اوا قبل اللیل من ھر دنا فقل افطر الصائم . میں ظاہری مطلب مراد نہیں ہے بلکہ جہاں غروب آفتاب ہوا تو روزہ افطار ہو جاتا ہے خواہ روزہ دار افطار کرے یا نہ کرے بلکہ یہ مطلب ہے کہ غروب کے بعد روزہ کے افطار کا وقت آ جاتا ہے اسی طرح اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پچھنے لگانے سے ضعف ہو جائے گا جو روزہ رکھنے سے معذور کر دے گا اور اس کو مجبوراً افطار کرنا پڑے گا اور اگر اس نے اپنے اوپر جبر کیا اور روزہ فاسد کیا تب بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روزہ کا ثواب اس کو نہیں ملتا اور جب ثواب نہ ملا تو روزے کا رکھنا اور نہ رکھنا برابر ہے تو گویا اس نے روزہ افطار کر لیا۔ یعنی فاسد کر ڈالا ۱۲

(۹) جماع یا لواطت کے سوا اور کسی ایسے فعل کا مرتکب ہونا جس سے عادتاً خروج منی ہو جاتا ہو، بشرطیکہ منی خارج ہوئی ہو، (مثال) (۱) جلق (۲) کسی عورت وغیرہ کی ناف وغیرہ سے مباشرت کرنا (۳) کسی جانور یا مردے کے خاص یا مشترک حصہ میں اپنے خاص حصہ کا داخل کرنا۔

(۱۰) عورتوں کا باہم مباشرت کرنا جس کو عام لوگ (۱) چپٹی لگانا کہتے ہیں۔ ان سب صورتوں میں اگر منی خارج نہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر منی خارج ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہو جائے گی۔

(۱۱) مرد کا اپنے خاص حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز مثل تیل یا پانی کے ڈالنا خواہ پچکاری کے ذریعہ سے یا اسی طرح یا (۲) سلائی وغیرہ کا داخل کرنا اگرچہ یہ چیزیں مثانہ تک پہنچ جائیں تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا اس لئے کہ مثانہ جوف سے خارج ہے۔ (ردالمختار)

(۱۲) کوئی لکڑی وغیرہ یا خشک انگلی کوئی شخص اپنے مشترک حصہ میں یا عورت اپنے خاص حصہ میں داخل کرے بشرطیکہ پوری لکڑی اندر غائب نہ ہو جائے ورنہ روزہ فاسد ہو جائے گا یہی حکم ہے، اگر کوئی عورت اپنے خاص حصہ میں روئی (۳) رکھے کہ اگر سب اندر غائب ہو جائے گی تو روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

(۱۳) کسی شخص نے بہ سبب اس کے کہ اس کو روزے کا خیال نہیں رہا رات باقی سمجھ کر جماع شروع کر دیا یا کچھ کھانے پینے لگا اور بعد اس کے جیسے ہی روزے کا خیال آ گیا یا گمان کی غلطی معلوم ہوئی فوراً علیحدہ ہو گیا یا لقمہ کو منہ سے پھینک دیا اگرچہ بعد علیحدہ ہو جانے کے منی بھی خارج ہو جائے تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہ انزال احتلام کے حکم میں ہوگا۔

(۱۴) کلی کرنے کے بعد پانی کی تری جو منہ میں باقی رہ جاتی ہے اس کو نگل جانا مگر اس میں یہ شرط ہے کہ کلی کرنے کے بعد ایک یا دو مرتبہ تھوک منہ سے نکال دیا جائے اس لئے کہ کلی کرنے کے بعد کچھ پانی باقی رہ جاتا ہے ہاں دو ایک مرتبہ تھوک دینے کے بعد پھر پانی نہیں رہ جاتا اس کی خفیف تری رہ جاتی ہے۔

---

(۱) نفائس اللغات میں ایسا ہی دیکھا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

(۲) مرض سوزاک میں اور سنگ مثانہ وغیرہ میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۳) جن عورتوں کو استحاضہ یا خروج رطوبت کی شکایت ہوتی ہے ان کو اس کی ضرورت پڑتی ہے ۱۲۔

(۱۵) کان میں پانی کے خود بخود چلے جانے یا قصداً ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بخلاف تیل کے کہ اس کے ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے بشرطیکہ تیل جوف میں داخل ہو جائے۔

(۱۶) کوئی چیز جو غذا وغیرہ کی قسم سے دانتوں کے درمیان میں باقی رہ گئی ہو(۱) اس کا نگل جانا بشرطیکہ وہ چنے کی مقدار سے کم ہو اور منہ سے باہر نکال کر نہ کھائی جائے۔

(۱۷) کسی کے دانتوں سے یا منہ کے اندرونی اور کسی جز سے خون نکلے اور حلق میں چلا جائے بشرطیکہ پیٹ تک نہ پہنچے یا پہنچ جائے مگر تھوک ساتھ مخلوط ہو کر اور تھوک سے کم۔

(۱۸) کسی شخص کے زخم لگا اور نیزہ یا تیر جوف تک پہنچ گیا خواہ تیر کی گانسی وغیرہ جوف میں رہ جائے بہر حال روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(۱۹) بے اختیار قے ہو جانا خواہ کسی قدر ہو منہ بھر کر یا اس سے زیادہ۔

(۲۰) قے ہونے کی حالت میں بے اختیاری سے کچھ حصہ اس کے حلق سے نیچے اتر جائے اگرچہ وہ قے منہ بھر کر ہو۔

(۲۱) اگر کوئی شخص قصداً قے کرے تو اگر منہ بھر کر نہ ہوگی تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(۲۲) جو قے عمداً کی جائے اور منہ بھر کر نہ ہو وہ اگر بے اختیار حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر کوئی قصداً نگل جائے تب بھی صحیح یہ ہے کہ روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (ردالمحتار)

(۲۳) کسی شخص کی ناک میں بلغم آ جائے (۲) اور وہ اس کو چڑھا جائے یہاں تک کہ حلق کے نیچے اتر جائے جیسا کہ اکثر بے تمیز اور کثیف الطبع لوگ کہتے ہیں۔

(۲۴) کسی کے منہ سے لعاب نکلے اور وہ مثل تار کے لٹک کر ذقن تک پہنچ جائے اور اس لعاب کو پھر وہ اوپر کھینچ کر نگل جائے۔

(۲۵) کسی خوشبو کی چیز کا مثل پھول یا عطر وغیرہ کے سونگھنا بخلاف ایسی چیز کے سونگھنے کے جس سے بخارات اٹھ رہے ہوں۔

---

(۱) یہ واقعہ پان کھانے والوں کو اکثر پیش آتا ہے کہ ڈلی کا چھوٹا ٹکڑا کبھی دانتوں کے درمیان میں رہ جاتا ہے اور وہ دن میں نکلتا ہے بعض ناواقف سمجھتے ہیں کہ ہمارا روزہ فاسد ہو گیا حالانکہ چنے سے کم ہو اور بے منہ سے باہر نکالے ہوئے نگل لیا جائے تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا ۱۲۔

(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جبکہ بلغم وغیرہ کے تھوک دینے پر قادر ہو اور نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے ۱۲۔

(۲۶) مسواک کرنا اگرچہ(۱) بعد زوال کے ہو تازی لکڑی سے یا خشک سے۔

(۲۷) گرمی وغیرہ کے سبب سے کلی کرنا ناک میں پانی لینا یا منہ بھر پانی ڈالنا نہانا کپڑا پانی سے تر کر کے بدن پر ڈالنا۔(۲)(درمختار وغیرہ)

دوسری قسم:۔ یعنی وہ چیزیں جن کے ارتکاب سے روزہ فاسد تو نہیں ہوتا، مگر مکروہ ہو جاتا ہے۔علامہ محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ بظاہر ان چیزوں کی کراہت تنزیہی ہے۔

(۱) کسی چیز کا مزہ چکھنا یا اس کو چبانا(۳) مکروہ تنزیہی ہے(۴) بشرطیکہ کسی عذر کے سبب سے نہ ہو۔

عذر کی مثال:۔(۱) کوئی عورت یا لونڈی اپنے شوہر یا آقا کے لئے کھانا پکاتی ہو اور اس کی بدمزاجی سے یہ خوف ہو کہ اگر نمک درست نہ ہوگا تو وہ ناخوش ہوگا(۲) کوئی چیز بازار سے ایسی خریدی جائے کہ بے چکھے ہوئے لینے میں اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور اس چیز کا لینا بھی ضروری ہو اور کوئی دوسری صورت اس نقصان سے بچنے کی نہ ہو۔(۳) کوئی چھوٹا بچہ بھوکا ہو اور بے اس کے کہ کوئی چیز منہ سے اس کو چبا کر دی جائے اور کچھ نہ کھاتا ہو اور وہاں کوئی شخص بے روزہ نہ ہو۔

(۲) عورت سے بوسہ لینا اور بغل گیر ہونا مکروہ ہے۔بشرطیکہ انزال کا خوف ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جانے کا اور اس حالت میں جماع کر لینے کا اندیشہ ہو، اگر یہ خوف و اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔(۵)

(۳) کسی عورت وغیرہ کے ہونٹ کا منہ میں لینا اور مباشرت فاحشہ ہر حال میں مکروہ ہے خواہ انزال یا جماع کا خوف ہو یا نہیں۔

---

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بعد زوال کے مسواک کرنا مکروہ ہے ۱۲۔

(۲) نبی ﷺ نے ایک مرتبہ پیاس یا گرمی کی شدت سے صوم کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا تھا(ابوداؤد) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کپڑے کو تر فرما کر اپنے بدن پر لپیٹ لیتے تھے امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ افعال مکروہ ہیں مگر فتویٰ ان کے قول پر نہیں ۱۲(ردالمحتار)۔

(۳) عورتیں اکثر کوئلہ وغیرہ چبا کر اپنے دانتوں کو صاف کیا کرتی ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے ۱۲۔

(۴) یعنی فقہا کے نزدیک اس کی کراہت صرف فرض روزوں کے ساتھ خاص ہے۔مگر یہ صحیح نہیں ہر روزہ اس سے مکروہ ہو جاتا ہے ۱۲(درالمختار)

(۵) ابوداؤد میں بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بوڑھے آدمی کو ان افعال کی اجازت دی اور جوان کو ممانعت فرمائی، معلوم ہوا کہ وجہ ممانعت خوف شہوت ہے ۱۲۔

(۴) حالت صوم میں کوئی ایسا فعل کرنا جس سے ضعف کا خیال ہو کہ اخیر نتیجہ اس کا یہاں تک پہنچے کہ اس کو روزہ توڑ ڈالنا پڑے مکروہ ہے۔

اگر کوئی شخص کوئی پیشہ ایسا کرتا ہو جس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ غریب محتاج ہو کہ اگر وہ اس پیشے کو چھوڑ دے تو بظاہر کوئی سامان کھانے پینے کا نہ ہو اور اس پیشے کے سوا کوئی دوسرا پیشہ جانتا ہی نہ ہو اور اگر کسی شخص کا خود ذاتی کام ہو اور وہ اتنی قدرت رکھتا ہو کہ دوسرے نوکر رکھ کر کام کرائے مگر مزدوری دستور سے زائد مانگتا ہو، تب بھی اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اگر ایسا غریب بھی نہیں یا کوئی دوسرا پیشہ بھی جانتا ہے مگر رمضان کے آنے سے پہلے کسی پیشے کا ٹھیکہ لے چکا اور اب ٹھیکدار ٹھیکہ توڑنے پر راضی نہیں ہوتا تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

معذورین کے احکام

روزے کے عذر ہم اوپر بیان کر چکے ہیں جن کی حالت میں شریعت مقدسہ نے روزہ رکھنے کی اجازت فرمائی ہے، اب یہاں ہم ان عذروں کے تفصیلی حالات بیان کرتے ہیں جس کا وعدہ اوپر کر چکے ہیں، ان عذروں کو صاحب تنویر الابصار نے پانچ پر ختم کر دیا ہے صاحب درمختار نے چار اور بڑھائے ہیں، علامہ شامی نے ان کو نہایت خوش اسلوبی سے اپنے اشعار میں نظم فرمایا ہے۔

(۱) وعوارض الصوم التی قد لتیف
للمرء فیھا الفطر تسع تستطر
حمل وارضاع واکراہ سفر
مرض جھاد جوعہ عطش کبر

ہم نے جنون اور بے ہوشی کو اس پر اضافہ کر دیا اس لئے کہ دونوں سے بھی خالی ہونا شرط صحت ہے۔ پس کل عذر بارہ ہوئے، اب ان کے احکام سنئے۔

سفر خواہ (۲) جائز ہو یا ناجائز، بے مشقت ہو جیسے ریل کا یا با مشقت جیسے پیادہ یا گھوڑے وغیرہ کی سواری پر ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے، مگر بے مشقت سفر میں مستحب یہی ہے

---

(۱) ترجمہ۔ وہ چیزیں جو صوم میں عارض ہوتی ہیں جن میں آدمی کو روزہ نہ رکھنا معاف کر دیا جاتا ہے۔ نو ۹ ہیں جو لکھی جاتی ہیں، (۱) حمل اور (۲) رضاع اور (۳) اکراہ اور (۴) سفر اور (۵) مرض اور (۶) جہاد اور بھوک اور پیاس اور بڑھاپا ۱۲۔

(۲) سفر میں اس کی تعریف اور تحدید جلد دوم کے مقدمہ میں بیان ہو چکی اور جائز ناجائز کی مثالیں گذر چکی ہیں ۱۲۔

کہ روزہ رکھ لے، ہاں اگر چند لوگ اس کی ہمراہ ہوں اور وہ روزہ نہ رکھیں اور تنہا اس کے روزہ نہ رکھنے میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں ان لوگوں کو تکلیف ہو تو پھر گو مشقت بھی نہ ہو تب بھی نہ رکھے۔

اگر کوئی مقیم رمضان میں بعد نیت صوم کے سفر کرے تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے، لیکن اگر اس روزہ کو فاسد کر دے تو کفارہ نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی مسافر قبل نصف نہار کے مقیم ہو جائے اور ابھی تک کوئی فعل منافی صوم کے مثل کھانے پینے وغیرہ کے اس سے صادر نہ ہوا ہو تو اس کو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے، لیکن اگر فاسد کر دے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا۔ (بحر الرائق)

اگر کوئی مسافر کسی مقام میں کچھ دنوں ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہو پھر بھی جتنے دنوں وہاں ٹھہرے تو اس کو ان دنوں میں روزہ نہ رکھنا مکروہ ہے (ردالمختار)

اگر کوئی مقیم بعد نیت صوم کے مسافر بن جائے اور تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کے لینے کو اپنی مکان واپس آئے اور وہاں پہنچ کر روزے کو فاسد کر دے تو اس کو کفارہ دینا ہوگا اس لئے کہ اس پر اس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا گو وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہ گیا تھا اور نہ وہاں ٹھہرا۔

حمل:۔ حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو خواہ وہ گمان اس کا واقع کے مطابق نکلے یا نہیں! اگر کسی عورت کو بعد نیت صوم کے اپنے حاملہ ہونے کا علم ہوا تب بھی اس کو روزے کا فاسد کر دینا جائز ہے صرف قضا لازم ہوگی۔

ارضاع:۔ یعنی دودھ پلانا۔ جس عورت کے متعلق کسی بچے کا دودھ پلانا ہو خواہ وہ بچہ اسی کا ہو یا کسی دوسرے کا باجرت پلاتی ہو یا مفت بشرطیکہ بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو، جیسا کہ اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ حالت صوم میں دودھ خشک ہو جاتا ہے، بچہ بھوک کے سبب سے تڑپتا ہے اور کچھ حرارت بھی دودھ میں آ جاتی ہے۔ وہ بھی بچہ کو نقصان کرتی ہے، ہاں اگر مفت دودھ پلاتی ہو اور کوئی دوسرا دودھ پلانے والا مل جائے اور وہ بچہ بھی اس سے پینے پر راضی ہو جائے تو پھر ایسی حالت میں اس کو روزہ نہ رکھنا جائز نہیں، بعض بچوں کو عادت ہوتی ہے کہ ہر شخص کا دودھ نہیں پیتے، جس سے طبیعت مانوس ہو جاتی ہے اس کے سوا دوسرے کی طرف التفات نہیں

کرتے، اگرچہ بھوک سے مر جائیں۔ (ردالمحتار)

جس دائی نے کہ عین رمضان کے دن دودھ پلانے کی نوکری (۱) کی ہو اس کو اس دن بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے گو اس سے پہلی صوم کی نیت کر چکی ہو۔

مرض:۔ اگر روزہ رکھنے سے کسی نئے مرض کے پیدا ہو جانے یا مرض موجودہ بڑھ جانے کا خوف ہو یا گمان ہو کہ صحت دیر میں حاصل ہوگی تو اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ ان سب چیزوں کا گمان غالب ہو صرف وہم و خیال پر فرض روزے کا ترک کر دینا جائز نہیں، گمان غالب کی مثال ہم دے چکے ہیں۔

بعد روزے کی نیت کر لینے کے اگر کوئی مرض پیدا ہو جائے مثلاً کسی کو سانپ بچھو کاٹ لے یا بخار چڑھ آئے یا دردِ سر ہونے لگے تو اس کو اس دن کا روزہ رکھنا بھی ضروری نہیں بلکہ اس کا فاسد کر دینا بہتر ہے، لیکن اگر کوئی ایسا مرض ہو کہ جس میں اس نے خود اپنے کو مبتلا کیا ہو تو پھر روزہ نہ رکھنے یا رکھے ہوئے روزے کو فاسد کر دینے کی اجازت نہیں، مثلاً کسی ایسی دوا یا غذا کا استعمال کرے جس سے کوئی مرض پیدا ہو جائے اور اس دوا کا یہ اثر جانتا ہے۔

(۴) ضعف:۔ (۲) ایسا کہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو خواہ یہ ضعف بڑھاپے کے سبب سے ہو یا بیماری کے اور خواہ پھر قوت آنے کی امید ہو یا نہ ہو فرق یہ ہے کہ جو ضعف بڑھاپے کے سبب سے ہوگا یا ایسی بیماری کے کہ جس میں صحت کی امید بالکل نہ رہی ہو ایسے ضعف کے سبب سے جو روزہ قضا ہوگا اس کے ہر روزے کے عوض میں ایک فدیہ یعنی ایک مقدار صدقہ فطر کی واجب ہوگی، خواہ اسی وقت دے دے یا کچھ دنوں کے بعد۔

(۵) الاکراہ:۔ یعنی مجبور کیا جانا۔ جو شخص روزہ رکھنے پر مجبور کیا جائے اس کو بھی شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ جان سے مار ڈالنے یا کسی کے عضو کے کاٹ لینے یا ضرب شدید کا خوف اس کو دلایا جائے اگر ان چیزوں کا خوف اس کو نہ دلائے جائے، بلکہ اس سے

---

(۱) بعض فقہاء نے مثل علامہ صدر الشریعۃ کے دائی کے لئے روزہ رکھنے کی اجازت میں یہ شرط کی ہے کہ اس نے رمضان سے پہلے نوکری کی ہو رمضان کے بعد اگر نوکری کرے تو پھر اس کو اجازت نہیں اس نے نوکری ہی کیوں کی مگر یہ اکثر محققین فقہاء کے خلاف ہے۔۱۲ (ردالمحتار)

(۲) اکثر فقہاء نے اس مقام پر صرف بڑھاپے کا ذکر کیا ہے، بیماری کے ضعف کو نہیں لکھا، مگر علامہ شامی نے قہستانی سے نقل کیا ہے کہ ایسی بیماری کے ضعف سے جس میں صحت کی مایوسی ہو چکی ہو اگر روزہ نہ رکھا جائے تو کفارہ لازم نہ ہوگا۔ بحر الرائق میں اور بھی تعمیم کی ہے کہ جب کسی کو ایسا عذر لاحق ہو جائے جس سے نجات کی امید نہ ہو تو ہر روزے کے عوض میں فدیہ دینا چاہئے۱۲۔

کہا جائے اگر تم روزہ رکھو گے تو تم کو قید کردیں گے یا ایک دو طمانچے ماریں گے یا شراب پلائیں گے یا سور کا گوشت کھلائیں گے تو ان صورتوں میں اس کو روزہ نہ رکھنا جائز نہیں اس لئے کہ سور کا گوشت شراب وغیرہ بوقت ضرورت حلال ہیں۔ (ردالمختار)

(۶) خوف ہلاک یا نقصان عقل:۔ جس شخص کو کسی مشقت یا محنت کی وجہ سے روزہ رکھنے میں اپنی جان کے ہلاک ہو جانے یا عقل میں فتور آجانے کا خیال ہو اس کو بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے اگر بعد روزے کی نیت کر لینے کے کوئی ایسی صورت پیش آئے تب بھی اس دن کا روزہ فاسد کرنا اس کے اختیار میں ہے صرف قضا اس کے ذمہ ہوگی۔ مثال۔(۱) گرمیوں کے زمانے میں روزے کی نیت کرنے کے بعد کسی شخص کو دھوپ میں کچھ کام کرنا پڑا خواہ کسی دوسرے کے مجبور کرنے سے یا اپنی ضرورت سے۔

(۷) جہاد:۔ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان میں کسی دشمن دین سے لڑنا پڑے گا اور اگر روزہ رکھے گا تو لڑائی میں نقصان آئے گا اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ اگر بعد نیت کر لینے کے ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس کو اس روزہ کے فاسد کر دینے کا اختیار ہے کفارہ نہ دینا پڑے گا۔

(۸) بھوک:۔ جس شخص کو بھوک کا اس قدر غلبہ ہو کہ اگر کچھ نہ کھائے تو جان جاتی رہے یا عقل میں فتور آجائے، اس کو بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے، بعد نیت کر لینے کے اگر ایسی حالت پیدا ہو جائے، تب بھی اس کو اختیار ہے فاسد کر دے گا تو کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضا واجب ہوگی۔

(۹) پیاس:۔ کی شدت میں بھی روزہ نہ رکھنا یا رکھے ہوئے روزے کا فاسد کر دینا جائز ہے بشرطیکہ پیاس اس درجہ کی ہو جس درجہ کی بھوک میں شرط کی گئی۔

(۱۰) بیہوشی:۔ بیہوشی کی حالت میں بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے، مگر ان روزوں کی قضا اس پر لازم ہوگی، گو یہ بیہوشی رمضان بھر رہے۔(۱)

جس دن یا جس دن کی رات میں بیہوشی پیدا ہوئی ہو اس دن کے سوا باقی تمام دنوں کی قضا ضروری ہوگی، اس خیال سے کہ اس دن اس نے روزے کی نیت ضرور کی ہوگی اور کوئی امر مفسد صوم اس سے ظہور میں نہیں آیا، پس وہ دن اس کا صوم میں شمار ہوگا، ہاں اگر وہ شخص صوم سے معذور تھا تو یہ سمجھ کر اس نے نیت نہ کی ہوگی وہ دن صوم میں شمار نہ ہوگا اور اس دن کی قضا اس پر لازم ہوگی

---

(۱) ایک ماہ کامل بیہوشی کا رہنا اگرچہ ممکن نہیں مگر احتیاطاً ایک صورت فرض کر کے اس کا حکم لکھ دیا گیا ۱۲۔

اور اگر اس کو اپنے نیت کرنے یا نہ کرنے کا حال معلوم ہو تو پھر اپنے علم کے موافق عمل کرے، اگر نیت کرنے کا علم ہو تو اس دن روزہ قضا نہ کرے اور اگر نیت نہ کرنے کا علم ہو تو اس دن کا بھی روزہ قضا کرے۔

(۱۱) جنون:۔ کی حالت میں بھی روزہ نہ رکھنا معاف ہے۔ خواہ جنون (۱) عارضی ہو یا اصلی، اگر ایسا جنون ہو کہ رات میں کسی وقت افاقہ نہ ہوتا ہو اس زمانے کے روزوں کی قضا لازم نہ ہوگی اور اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہو خواہ رات کو یا دن کو تو پھر اس کی قضاء کرنا پڑے گی۔

مذکورۂ بالا اعذار میں سوا ضعف اور بیہوشی اور جنون کے تمام عذروں میں بعد ان کے زائل ہو جانے کے قضا ضروری ہے فدیہ دینا درست نہیں یعنی فدیہ دینے سے روزہ معاف نہ ہوگا اور اگر وہ لوگ حالت عذر میں مر جائیں تو ان پر فدیہ کی وصیت کر جانا بھی لازم نہیں اور وارثوں کو ان کی طرف سے فدیہ دینے کی کچھ ضرورت بھی نہیں۔ اگر بعد عذر کے زائل ہو جانے کے بے قضا کے ہونے مر جائیں تو ان پر وصیت کر جانا ضروری ہے اور اگر ان کے وارث ان کی طرف سے بغیر وصیت کے احساناً فدیہ دے دیں تو ان کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

ضعف کی حالت میں صرف فدیہ دینا ضروری ہے قضا نہیں۔

بیہوشی کے سبب سے جو روزے قضا ہوئے ان کی قضا ضروری ہے، ہاں روز اول کی قضا ضروری نہیں، بشرطیکہ اس دن کے نیت کرنے نہ کرنے کا حال معلوم نہ ہو یا نیت کرنے کا حال معلوم ہو۔

جنون کے سبب سے جو روزے قضا ہوئے ہوں ان میں نہ قضا کی ضرورت نہ فدیہ کی ہاں اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہو تو پھر اس دن کی قضا ضروری ہوگی۔

---

(۱) بعض فقہاء نے جنون کے اصلی ہونے کی شرط کی ہے مگر ظاہر روایت میں یہ شرط نہیں، اصلی جنون وہ ہے جو بلوغ کے پہلے کا ہو، عارضی وہ جو بلوغ کے بعد عارض ہوا ہو ۱۲۔

قضا اور کفارے کے مسائل

قضا کے روزوں کا علی الاتصال رکھنا ضروری نہیں خواہ رمضان کے روزوں کی قضا ہو یا اور کسی قسم کی روزوں کی۔ قضا کے روزوں کا معاً عذر زائل ہوتے ہی رکھنا بھی ضروری نہیں اختیار ہے جب چاہے رکھے نماز کی طرح اس میں ترتیب بھی فرض نہیں ادا کے روزے بے قضا روزوں کے رکھے ہوئے رکھ سکتا ہے۔

کفارے کے روزے کئی قسم کے ہیں یہاں ہم صرف رمضان کے کفارے کو بیان کرتے ہیں۔

ایک روزے کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرنا چاہئے، اگر یہ ممکن نہ ہو عدم استطاعت کی سبب سے یا اس مقام پر غلام نہ ملنے کی وجہ سے تو ساٹھ روزے رکھنا واجب ہے، اگر کسی وجہ سے ساٹھ روزے بھی نہ رکھ سکے تو ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا واجب ہے، ان ساٹھ روزوں کا علی الاتصال رکھنا ضروری ہے، درمیان میں کوئی دن ناغہ نہ ہونے پائے اور اگر کسی وجہ سے کوئی دن ناغہ ہو جائے تو پھر نئے سرے سے شروع کرنا ہوگا جس قدر روزے رکھ چکا ہے ان کا حساب نہ ہوگا، ہاں اگر کسی عورت کو حیض آجائے اور اس سبب سے درمیان کے رزے ناغہ ہو جائیں تو اس کا یہ ناغہ معاف ہوگا اور بعد حیض کے صرف اسی قدر روزے رکھنا ضروری ہوں گے جتنے باقی رہ گئے ہیں، بہتر یہ ہے کہ پہلے قضا کے روزے رکھے جائیں۔ اس کے بعد علی الاتصال کفارے کے روزے، اگر کوئی پہلے کفارے کے روزے رکھ لے، اس کے بعد قضا کے روزے رکھے یا قضا کا روزہ رکھنے کے بعد کفارے کے روزے، تب بھی جائز ہے، سوا جماع کے اور کسی سبب سے اگر کفارہ واجب ہوا ہو اور ایک کفارہ ادا کرنے پایا ہو کہ دوسرا واجب ہو جائے تو ان دونوں کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہے، اگر چہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں، ہاں جماع کے سبب سے جتنے روزے فاسد ہوئے ہوں، ہر ایک کا کفارہ علیحدہ رکھنا ہوگا، اگر چہ پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو۔

اگر کوئی شخص کفارے کے تینوں طریقوں پر قادر ہو یعنی غلام بھی آزاد کر سکتا ہو ساٹھ روزے بھی رکھ سکتا ہو، ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا سکتا ہو تو جو طریقہ اس پر زیادہ شاق ہو اس کو اسی کا حکم دینا چاہئے اس لئے کہ کفارے سے مقصود زجر اور تنبیہ ہے اور جب شاق نہ ہوا تو کچھ تنبیہ نہ ہوگی۔

صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں کہ اگر کسی بادشاہ پر کفارہ واجب ہوا ہو تو اس کو غلام کے آزاد

کرنے یا ساٹھ محتاجوں کے کھانا کھلانے کا حکم نہ دینا چاہئے کیونکہ یہ چیزیں اس کے نزدیک کچھ دشوار نہیں ان سے کچھ بھی تنبیہ اس کو نہ ہوگی، بلکہ ساٹھ روزے رکھنے کا حکم دینا چاہئے کہ اس پر گراں گزرے اور آئندہ پھر رمضان کے روزے کو اس طرح فاسد نہ کرے۔

روزے کے متفرق مسائل

(۱) جن لوگوں میں روزے کے صحیح ہونے اور واجب ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں اور کسی وجہ سے ان کا روزہ فاسد ہوگیا ہو ان پر واجب ہے کہ جس قدر دن باقی ہو اس میں کھانے پینے جماع وغیرہ سے اجتناب کریں اور اپنے کو روزہ داروں کے مشابہ بنائیں۔

مثال:۔(۱) کسی نے عمداً روزے کو فاسد کردیا (۲) یوم شک میں روزہ نہ رکھا گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا (۳) بخیال رات باقی ہونے کے سحور کھائی گئی اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ رات نہ تھی۔

(۲) جس شخص میں دن کے اول وقت شرائط وجوب یا صحت کے نہ پائے جاتے ہوں اور اس وجہ سے اس نے روزہ نہ رکھا ہو مگر بعد نصف نہار کے شرائط پائے جائیں تو اس کو مستحب ہے کہ جس قدر دن باقی رہ گیا ہو اس میں کھانے پینے وغیرہ سے اجتناب کرے۔

مثال:۔(۱) کوئی مسافر بعد نصف نہار کے مقیم ہوجائے (۲) کسی عورت کا حیض یا نفاس بعد نصف نہار کے بند ہوجائے (۳) بعد نصف نہار کے کسی مجنون یا بیہوش کو افاقہ ہوجائے (۴) کوئی مریض بعد نصف نہار کے شفا پاجائے (۵) کسی شخص نے بحالت اکراہ روزہ فاسد کردیا ہو اور بعد نصف نہار کے اس کی مجبوری جاتی رہے (۶) کوئی نابالغ بعد نصف نہار کے بالغ ہوجائے (۷) کوئی مسافر بعد نصف نہار کے اسلام لائے، ان سب لوگوں کو باقی دن میں مثل روزہ داروں کے کھانے پینے وغیرہ سے اجتناب کرنا مستحب ہے اور اس دن کی قضا ان پر ضروری ہوگی، سوا نابالغ اور کافر کے۔

(۳) جو نفل روزہ قصداً شروع کیا گیا ہو بعد شروع کر چکنے کے اس کا تمام کرنا ضروری ہے اور درصورت فاسد ہوجانے کے اس کی قضا ضروری ہے خواہ قصداً فاسد کرے یا بے قصد فاسد ہوجائے۔

(۴) حیض آنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ (ردالمحتار)

(۵) اگر عیدین یا ایام تشریق (ذی الحجہ کی ۱۱-۱۲-۱۳ تاریخ) میں کوئی ایسا شخص صوم کی نیت کرے تو اس صوم کا تمام کرنا اس پر ضروری نہ ہوگا اور درصورت فاسد ہو جانے کے اس کی قضا بھی لازم نہ ہوگی بلکہ اس کا فاسد کر دینا واجب ہے۔ اس لئے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۶) صحیح یہ ہے کہ نفل روزے کا بھی بغیر عذر کے افطار کرنا جائز نہیں ہاں اس قدر فرق ہے کہ نفل میں خفیف عذر کے سبب سے بھی افطار کرنا جائز ہے بخلاف فرض کے مثلاً روزہ دار کسی کی دعوت کرے اور مہمان بغیر اس کی شرکت کے کھانا نہ کھائے یا رنجیدہ ہو جائے تو ایسی حالت میں اگر اس کو اپنے نفس پر کامل وثوق ہو کہ اس کی قضا رکھ لے گا تو نفل روزہ توڑ ڈالے ورنہ نہیں (رد المحتار)

(۷) عورت کو بے رضامندی شوہر کے سوا رمضان کے روزوں کے اور کوئی روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے (۱) اور اگر روزہ رکھ لینے کے بعد شوہر اس کے فاسد کر دینے کا حکم دے تو توڑ ڈالنا ضروری ہے پھر اس کی قضا بے اس کی اجازت کے نہ رکھے۔ (بحر الرائق)

(۸) غلام بھی عورت کے حکم میں ہے کہ بے اجازت اپنے آقا کے نفل روزہ رکھنا اس کو جائز نہیں۔

(۹) شوال کے چھ روزوں کا درمیان میں فصل دے دے کر رکھنا مستحب ہے اور اگر فصل نہ کیا جائے تب بھی جائز ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص ایام ممنوعہ کے روزوں کی نذر کرے کہ میں پورے ایک سال کے روزے رکھوں گا تو اس کو چاہئے کہ ایام ممنوعہ کے روزے نہ رکھے ہاں اس کے بدلے دوسرے دنوں میں رکھ لے اس لئے کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے نذر کے الفاظ چونکہ قسم کا احتمال بھی رکھتے ہیں یعنی جن الفاظ سے نذر کا مضمون ادا کیا جاتا ہے انہیں الفاظ سے قسم کا بھی مضمون ادا ہو سکتا ہے

(۱) بعض فقہاء نے مثل صاحب درمختار کے اس مسئلہ میں تخصیص کی ہے کہ اگر شوہر کا کوئی نقصان ہو یعنی جماع میں اس کے خلل واقع ہوتا ہو تو اس کو منع کرنے کا اختیار ہے ورنہ نہیں مثلاً بیمار ہو یا کہیں سفر میں مگر صاحب بحر الرائق نیز اور فقہاء نے اس میں تعمیم کی ہے۔ صاحب بحر الرائق نے یہ بھی کہا ہے کہ روزہ نہ رکھنے دینے کی غرض صرف جماع میں منحصر نہیں روزے سے لاغری بدن میں آ جاتی ہے ممکن ہے کہ اس سے محفوظ رکھنا مد نظر ہو علامہ شامی نے اس کا جواب دیا ہے کہ ایک روزے سے لاغری نہیں آ سکتی مگر پھر یہ نہیں لکھا کہ آخر کتنے روزوں کے بعد لاغری آتی ہے کہ شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہوا اس لئے ہم کو صاحب بحر الرائق کا قول قواعد کے زیادہ مناسب معلوم ہوا اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ۱۲۔

اس لئے باعتبار نیت متکلم کے فقہا نے اس کی صورتیں لکھی ہیں (۱) کچھ نیت نہ کرے (۲) صرف نذر کی نیت کرے (۳) نذر کے ہونے اور قسم کے نہ ہونے کی نیت کرے، ان تینوں صورتوں میں صرف نذر ہوگی، (۴) قسم کے ہونے اور نذر کے نہ ہونے کی نیت کرے اس صورت میں صرف قسم ہوگی (۵) نذر اور قسم دونوں کی نیت کرے (۶) قسم کی نیت کرے نذر کا خیال ہی دل میں نہ آئے ان دو صورتوں میں نذر اور قسم دونوں ہوں گی۔

ف:۔ نذر اور قسم میں فرق یہ ہے کہ قسم کے روزوں کو اگر فاسد کردے تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر عمر بھر نہ رکھے تو اس کے کفارے کی وصیت کر جانا اس پر ضروری ہے بخلاف نذر کے کہ اس کے روزوں کے فاسد کرنے میں صرف قضا لازم ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا ہاں وصیت کرنا اس میں بھی ضروری ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص کسی غیر معین مہینے کے روزوں کی نذر کرے اس پر تیس دن کے روزے علی الاتصال رکھنا واجب ہوں گے اور اگر اس مہینے میں ایام ممنوعہ آ جائیں تو ان میں روزہ نہ رکھے اور پھر نئے سرے سے تین روزے رکھے پہلے جس قدر روزے رکھ چکا ہے ان کا حساب نہ ہوگا۔ (رد المختار وغیرہ)

نذر کی دو قسمیں ہیں معلّق اور غیر معلّق، معلق وہ نذر جس میں کسی شرط کا اعتبار کیا گیا ہو خواہ وہ شرط مقصود ہو جیسے کوئی مریض کہے کہ اگر مجھ کو اس مرض سے صحت ہو جائے تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا غیر مقصود جیسے کوئی کہے کہ اگر میں نماز نہ پڑھوں تو اس قدر روزے رکھوں گا، نذر غیر معلق کسی جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہوتی اگرچہ متکلم تخصیص کرے۔

مثال:۔ (۱) کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا اور وہ دوشنبہ کے دن رکھ لے تب بھی نذر پوری ہو جائے گی (۲) کوئی شخص نذر کرے کہ میں مکہ معظّمہ میں روزے رکھوں گا اور وہ اپنے گھر ہی میں رکھ لے تب بھی جائز ہے، نذر غیر معلق کے روزوں میں البتہ اس شرط کی پابندی کرنا ہوگی، جس کا اس میں لحاظ کیا گیا ہو جو شخص یہ نذر کرے کہ میں اگر فلاں مقصد میں کامیاب ہو جاؤں تو اس قدر روزے رکھوں گا اور قبل کامیابی کے روزے رکھ لے تو درست نہیں، یعنی اس کی نذر پوری نہ ہوگی اور بعد کامیابی کی اس کو پھر روزے رکھنا ہوں گے نذر اور قسم کے احکام یہاں ہم نے بہت مختصر لکھے اس لئے کہ نذر اور قسم کے احکام انشاء اللہ مستقل عنوان سے اپنے مقام پر ذکر کئے جائیں گے۔

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کے معنی لغت میں کسی جگہ ٹھہرنا اور اصطلاح شریعت میں مسجد کے اندر ٹھہرنا چونکہ اعتکاف رمضان کے اخیر عشرے میں سنت مؤکدہ ہے، گویا رمضان کا مہینہ اعتکاف ہی پر ختم کیا جاتا ہے اس مناسبت سے ہم صوم کا بیان اعتکاف کے ذکر پر ختم کرتے ہیں واللہ الموافق.

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ رمضان کا مہینہ خاص کر عبادت کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ اس مہینے میں بہ نسبت اور مہینوں کے عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ خصوصاً عشرہ اخیر میں، اس مضمون کی ایک صحیح حدیث بلحاظ ہم نقل کر چکے ہیں اسی اخیر عشرے میں آپ اعتکاف بھی فرماتے تھے، عشرہ اخیر کی تخصیص کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر اکثر اسی (۱) عشرے میں ہوتی ہے جس کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کے علاوہ یہ زمانہ ماہ رمضان کا اخیر ہوتا ہے اور قاعدے کی بات ہے کہ جب کوئی عزیز کہیں جانے لگتا ہے اور اس کے جلد واپس آنے کی امید نہیں ہوتی تو اس کے پاس زیادہ تر نشست و برخاست کی جاتی ہے اور اس کی دلجوئی اور رضا طلبی میں اور بھی زیادہ کوشش کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی عمر کے اخیری رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا، (۲) آپ جانتے تھے کہ اب میری عمر آخر ہو چکی اور آئندہ سال میں یہ عزیز اور مبارک مہینہ مجھ کو نہ ملے گا، نبی ﷺ کو تو اعتکاف ایسا مرغوب تھا کہ ایک مرتبہ کسی مصلحت (۳) سے اخیر عشرہ میں اعتکاف نہ

---

(۱) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک لیلۃ القدر صرف رمضان میں ہوتی ہے مگر کسی عشرے اور کسی تاریخ کے ساتھ خاص نہیں کسی رمضان میں کسی تاریخ کو اور کسی میں کسی تاریخ کو اور جن احادیث سے کہ اس کا عشرہ اخیر میں ہونا معلوم ہوتا ہے ان احادیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ صرف اسی رمضان کا حال ہے جس میں وہ حدیث ارشاد ہوئی (ردالمحتار) چونکہ عشرہ اخیرہ کی نسبت احادیث بہت ہیں اس لئے اس میں اکثر ہونے کا انکار نہیں ہو سکتا، ابن عربی فتوحات میں لکھتے ہیں کہ رمضان کے ساتھ بھی مخصوص نہیں ۱۲۔

(۲) حق تعالیٰ نے آپ کو اس کی خبر دے دی تھی چنانچہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔ "پھر ایک بندے کو اللہ نے دنیا و آخرت میں اختیار دیا تو اس نے آخرت کو اختیار کر لیا۔" اس رمز کو حضرت ابو بکر صدیقؓ سمجھ گئے اور بہت روئے اور صحابہؓ نے تعجب بھی کیا کہ اس میں رونے کی کیا بات تھی، مگر آپ کی وفات کے بعد سب کو معلوم ہو گیا کہ اس حدیث میں آپ نے اپنا ہی حال بیان فرمایا تھا اس وقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ابو بکر کو ہم سب سے زیادہ علم تھا صحیح بخاری ۱۲۔

(۳) وہ مصلحت یہ تھی کہ ایک مرتبہ آپ کی اجازت سے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی مسجد میں اعتکاف کے لئے ایک خیمہ نصب کیا ان کو دیکھ کر ام المومنین زینب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لئے ایک خیمہ نصب کیا، صبح کو جب آپ نے یہ حال دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ کیا اس (مسجد میں اعتکاف کرنے کو) اچھا سمجھتی ہو یہ کہہ کر آپ نے اعتکاف ترک کر دیا (بخاری) مقصود یہ تھا کہ عورتیں اس میں ٹھہرا نہ کریں ۱۲۔

فرما سکے تو بجائے اس کے شوال میں دس دن اعتکاف فرمایا۔

اعتکاف کی حکمتیں علماء نے بہت کچھ بیان کی ہیں منجملہ اس کے یہ کہ جب مسجد میں رہے گا تو بڑی بات یہ ہوگی کہ ہر وقت کی نماز جماعت سے ملے گی اور دوسرے لغویات سے بھی بچے گا جو مسجد میں نہیں ہو سکتے۔ مجھے سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے جب یہ خیال کرتا ہوں کہ اعتکاف جیسی پسندیدہ عبادت اور مرغوب سنت اس زمانے میں یک قلم ترک ہوگئی۔ مسلمانوں کی بڑی بڑی بستیوں میں بھی ایک آدمی اعتکاف کرنے والا نہیں ملتا افسوس کوئی اپنے نبی کی ایسی پسندیدہ سنت کو اس بے پروائی سے ترک کرتا ہے۔ میرا افسوس اور بھی بڑھ جاتا ہے، جب دیکھتا ہوں کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مشرکین ہند کیسی کیسی سخت عبادتیں نہایت سرگرمی سے ادا کرتے ہیں، یہ مانا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ عینیہ نہیں ہے، مگر کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ بالکل اسے ترک ہی کر دیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص اپنی دینی دنیاوی ضرورتوں کو ترک کر دے اور ہمہ تن اعتکاف میں مشغول ہوجائے، نہیں جو لوگ بالکل بیکار رہتے ہیں وہ تو نہ ترک کریں عمر بھر میں بھی ایک آدھ دفعہ کرلیا کریں۔

نبی ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ رمضان کے اخیر عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے، جہاں رمضان کا اخیر عشرہ آتا تو آپ کے لئے مسجد مقدس میں ایک جگہ مخصوص کر دی جاتی اور وہاں آپ ﷺ کے لئے کوئی پردہ چٹائی وغیرہ کا ڈال دیا جاتا یا کوئی چھوٹا سا خیمہ نصب ہو جاتا اور بیسویں تاریخ کو فجر کی نماز پڑھ کر آپ وہاں چلے جاتے تھے اور عید کا چاند دیکھ کر وہاں سے باہر تشریف لاتے تھے۔ اس درمیان میں آپ ﷺ برابر وہیں اکل و شرب فرماتے، وہیں سوتے، آپ کی ازواج طاہرات میں جس کو آپ کی زیارت مقصود ہوتی، وہیں چلی جاتیں اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی آتیں، بغیر کسی شدید ضرورت کے آپ وہاں سے باہر نہ تشریف لاتے، ایک مرتبہ آپ ﷺ کو سر صاف کرنا مقصود تھا اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایام معمولہ سے تھیں تو آپ نے اپنا سر مبارک کھڑکی سے باہر کر دیا اور ام المومنین نے مل کر صاف کر دیا۔ (صحیح بخاری وغیرہ)

اعتکاف کے مسائل

(۱) اعتکاف کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں (۱) مسجد میں ٹھہرنا خواہ (۱) اس مسجد میں پنج وقتی نمازیں ہوتی ہوں یا نہیں (۲) بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا بے قصد وارادہ ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے، چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لئے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے لہذا عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آ گیا۔ (۳) حیض ونفاس سے خالی (۲) اور پاک ہونا اور جنابت سے پاک ہونا، جس اعتکاف میں کہ صوم شرط ہے اس میں حیض ونفاس سے خالی ہونا شرط صحت ہے اس لئے کہ ان دونوں سے خالی ہونا صوم کی صحت میں شرط ہے اور جس اعتکاف میں صوم شرط نہیں اس میں حیض ونفاس سے خالی ہونا شرط صحت نہیں بلکہ شرط حلت ہے اور حیض ونفاس سے پاک ہونا اور جنابت سے پاک ہونا تو کسی اعتکاف میں شرط صحت نہیں بلکہ شرط حلت ہے، شرط صحت اور شرط حلت میں فرق یہ ہے کہ شرط صحت کے نہ پائے جانے سے اعتکاف ہی صحیح نہ ہوگا، لہذا اگر کسی نے اعتکاف کی نذر کی یا قسم کھائی تو اس کی نذر اور قسم پوری نہ ہوگی اور شرط حلت کے نہ پائے جانے سے گو ایک فعل حرام (۳) کا ارتکاب ہوگا۔ مگر اعتکاف فی نفسہ صحیح اور درست ہو جائے گا۔ نذر کرنے والے کی نذر اور قسم کھانے والے کی قسم پوری ہو جائے گی، بالغ ہونا یا مرد ہونا اعتقاد کے لئے شرط نہیں، نابالغ مگر سمجھ دار اور عورت کا اعتکاف درست ہے۔

سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجد حرام یعنی کعبہ مکرمہ میں کیا جائے، اس کے بعد مسجد نبوی کا، اس کے بعد مسجد بیت المقدس کا، اس کے بعد اس جامع مسجد کا جس میں جماعت کا انتظام ہو اگر جامع مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو محلے کی مسجد اس کے بعد وہ مسجد جس میں زیادہ جماعت ہوتی ہو، (۳) عورتوں کو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا بہتر ہے اور کسی

---

(۱) بعض فقہاء نے مسجد جماعت کی شرط رکھی ہے، یعنی وہ مسجد جس میں امام اور مؤذن مقرر ہو، بعض نے یہ شرط کی ہی کہ اس میں پنج وقتی نمازیں ہوتی ہوں، مگر صاحبین یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے۔ اسی کی اکثر علماء نے تائید کی اور اس زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے (در المختار)

(۲) خالی ہونے اور پاک ہونے میں یہ فرق ہے کہ جب عورت کا حیض یا نفاس بند ہو جائے گا تو وہ حیض یا نفاس سے خالی سمجھی جائے گی (اور روزے کے صحیح ہونے کے لئے اسی قدر شرط ہے) مگر پاک اس وقت ہوگی جب غسل کر لے اور کوئی عذر ہو تو تیمّم کر لے ۱۲۔

(۳) فعل حرام سے مسجد میں جانا کہ حدث اکبر کی حالت میں جانا جائز نہیں اور اعتکاف بے اسکے ہو نہیں سکتا ۱۲۔

دوسری مسجد میں مکروہ تنزیہی ہے(۱)

(۴) اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔(۱) واجب۔(۲) سنت مؤکدہ۔(۳) مستحب۔

واجب ہے اگر نذر کی جائے نذر خواہ غیر معلق ہو جیسے کوئی شخص بے کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے یا معلق جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔

سنت مؤکدہ ہے رمضان کے اخیر عشرے میں، اس عشرے میں نبی ﷺ سے بالالتزام اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے۔

مستحب ہے رمضان کے اخیر عشر کے سوا اور کسی زمانے میں خواہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ وہ یا اور کوئی مہینہ۔

(۵) اعتکاف کے لئے صوم شرط ہے جب کوئی شخص اعتکاف کرے گا تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا بلکہ یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہ رکھوں گا تب بھی اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا، اسی وجہ سے اگر کوئی شخص صرف رات کی اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی، کیونکہ رات روزے کا محل نہیں ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دنوں کی تو پھر رات ضمناً داخل ہوجائے گی اور رات کو اعتکاف کرنا ضروری ہوگا، اور اگر صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر کرے تو پھر رات ضمناً داخل نہ ہوگی روزے کا خاص اعتکاف کے لئے رکھنا ضروری نہیں خواہ کسی غرض سے روزہ رکھا جائے، اعتکاف کے لئے کافی ہے، مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اس اعتکاف کے لئے بھی کافی ہے، ہاں اس روزے کا واجب ہونا ضروری ہے نفل روزہ اس کے لئے کافی نہیں، مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور بعد اس کے اسی دن اعتکاف کی نذر کرے تو صحیح نہیں، اگر کوئی شخص رمضان کے اعتکاف کی نذر کرے اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہوجائے گی مگر علی الاتصال روزے رکھنا اور ان میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

---

(۱) گو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے بعض ازواج طاہرات نے اعتکاف کیا جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اعتکاف فی نفسہ ایک امر جائز ہے مگر بہت ایسی مباح چیزیں ہیں جو کسی عارضی فساد کے سبب سے ناجائز ہوجاتی ہیں عورتوں کی مسجد محلہ میں اعتکاف کرنے کی خرابیاں ظاہر ہیں مسجد میں اگر پردہ ڈالا جائے تو جگہ رکے گی اس کی ممانعت ہے جیسا کہ جہل آثار سے معلوم ہوگا اور پردہ نہ ڈالا جائے گا تو بے ستری ہوگی ہر قسم کے لوگ مسجد میں آتے ہیں فساد کا خوف ہے اس سبب سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ اگر اس زمانے کی حالت نبی ﷺ دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجد جانے سے منع کر دیتے ۱۲۔

(۶) اعتکاف مسنون میں تو روزہ ہوتا ہی ہے اس لئے اس کے واسطے شرط کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۷) اعتکاف مستحب میں روزہ شرط نہیں۔

(۸) اعتکاف واجب کم سے کم ایک دن ہوسکتا ہے اور زیادہ جس قدر نیت کرے اور اعتکاف مسنون ایک عشرہ اس لئے کہ اعتکاف مسنون رمضان کے اخیر عشرے میں ہوتا ہے اور اعتکاف مستحب کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم ہوسکتا ہے۔

(۹) حالت اعتکاف میں دو قسم کے افعال حرام ہیں یعنی ان کے ارتکاب سے اگر اعتکاف واجب یا مسنون ہے تو فاسد ہوجائے گا اور اس کی قضا کرنا پڑے گی، اور اگر اعتکاف مستحب ہے تو ختم ہوجائے گا۔ اس لئے کہ اعتکاف مستحب کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں۔

پہلی قسم:۔ معتکف سے بے ضرورت باہر نکلنا ضرورت عام ہے خواہ طبعی ہو یا شرعی طبعی جیسی پاخانہ، پیشاب، غسل، جنابت بشرطیکہ مسجد میں غسل ممکن نہ ہو، مسجد میں غسل ممکن ہونے کی دو صورتیں ہیں، مسجد میں غسل خانہ یا حوض وغیرہ بنا ہو یا کوئی ظرف اس قدر بڑا ہو جس میں بیٹھ کر نہائے اور مسجد میں غسل کا پانی نہ گرنے پائے، کھانا کھانا بھی ضرورت طبعی میں داخل ہے۔ بشرطیکہ کوئی شخص کھانا لانے والا نہ ہو، شرعی ضرورت جیسے جمعہ اور عیدین کی نماز یا پنج وقتی نماز کی جماعت۔

جس ضرورت کے لئے اپنے معتکف سے باہر جائے بعد اس سے فارغ ہونے کے وہاں قیام نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ ضرورت رفع کرے جو اس کے معتکف سے زیادہ قریب ہو، مثلاً پاخانہ کے لئے اگر جائے اور اس کا گھر دور ہو اور اس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر قریب ہو تو وہیں جائے اگر اس کی طبیعت اپنے گھر سے مانوس ہو تو اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت رفع نہ ہو تو پھر جائز ہے، اگر جمعہ کی نماز کے لئے کسی مسجد میں جائے اور بعد نماز کے وہی ٹھہر جائے اور وہیں اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

بھولے سے بھی اپنے معتکف کو ایک منٹ بلکہ اس سے کم بھی چھوڑ دینا جائز نہیں۔

جو عذر کثیر الوقوع نہ ہوں ان کے لئے بھی اپنے معتکف کو چھوڑ دینا جائز نہیں، مثلاً کسی

مریض کی عیادت کے لئے یا کسی ڈوبتے ہوئے کے بچانے کو یا آگ بجھانے کو یا مسجد کے گرنے کے خوف سے گو ان صورتوں میں معتکف سے نکل جانا گناہ نہیں بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے مگر اعتکاف قائم نہ رہے گا اگر کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے نکلے اور اس درمیان میں خواہ ضرورت رفع ہونے کے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (بحر وغیرہ)

جمعہ کی نماز کے لئے ایسے وقت جانا جائز ہے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور بعد نماز کے بھی سنت پڑھنے کے لئے ٹھہرنا جائز ہے اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا۔ (ردالمختار)

اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف قائم نہ رہے گا مثلاً کسی جرم میں حاکم کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور سپاہی اس کو گرفتار کر لے جائیں یا کسی کا قرض چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکال لے اسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور پھر معتکف تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

دوسری قسم:۔ جماع وغیرہ کرنا خواہ عمداً کیا جائے یا سہواً۔ اعتکاف کا خیال نہ رہنے کے سبب سے مسجد میں کیا جائے یا مسجد سے باہر ہر حال میں اعتکاف باطل ہو جائے گا، جو افعال کہ غالباً باعث جماع ہوتے ہیں، مثل بوسہ لینے یا مباشرت فاحشہ وغیرہ کے وہ بھی حالت اعتکاف میں ناجائز ہیں مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ منی خارج نہ ہو ہاں اگر ان افعال سے منی کا خروج ہو جائے تو پھر اعتکاف فاسد ہو جائے گا صرف خیال اور فکر سے اگر منی خارج ہو جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

(۱۰) حالت اعتکاف میں بے ضروری کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے مثلاً بے ضرورت خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا، ہاں اگر کوئی کام نہایت ضروری ہو مثلاً گھر

میں کھانے کو نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا کوئی شخص قابل اطمینان خریدنے والا نہ ہو ایسی حالت میں خرید و فروخت کرنا جائز ہے مگر مبیع کا مسجد میں لانا کسی حال میں جائز نہیں بشرطیکہ اس کے مسجد میں لانے سے مسجد کے خراب ہو جانے یا جگہ رک جانے کا خوف ہو ہاں اگر مسجد کے خراب ہو جانے یا جگہ رک جانے کا خوف نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ (ردالمحتار)

حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے ہاں بری باتیں زبان سے نہ نکالے، جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے، بلکہ قرآن مجید کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے مقصود یہ کہ چپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں ۔الحمد اللہ کہ صیام کا بیان اور اس کے احکام ختم ہوئے اب میں چالیس احادیث روزے کے متعلق نقل کرتا ہوں۔

چہل حدیث صیام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) عن طلحة بن عبدالله يقول جاء رجل الى رسول الله عليه وسلم من اهل نجد ثائر الرأس نسمع دوى صوته ولانفقه مايقول حتى دنا فاذا هو يسأل عن الاسلام فقال رسول الله ﷺ خمس صلوات فى اليوم والليلة فقال هل على غيرها قال لا الا ان تطوع قال رسول الله ﷺ وصيام رمضان قال هل على غيرها قال لا الاان تطوع قال وذكر رسول الله ﷺ الزكوٰة قال هل على غيرها قال لاالاان تطوع قال فادبر الرجل وهو يقول والله لاازيد على هذا ولا انقص قال رسول الله ﷺ افلح ان صدق.

(البخارى)

ترجمہ: طلحہ بن عبداللہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلعم کے حضور میں ایک شخص نجد کا رہنے والا حاضر ہوا جس کے سر (کے بال) پریشان تھے ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ سنتے تھے اور یہ نہ سمجھتے تھے کہ وہ کیا کررہا ہے یہاں تک کہ (جب) وہ قریب آیا تو اس وقت (معلوم ہوا کہ) وہ پوچھتا ہے کہ اسلام کے (فرائض) کو پس فرمایا نبی ﷺ نے پانچ نمازیں ہیں دن رات میں تب اس نے کہا کہ کیا ان کے سوا اور بھی کچھ (نمازیں) فرض ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تو نفل پڑھے اور فرمایا نبی ﷺ نے اور روزے رمضان کے اس نے پوچھا کہ کیا مجھ پر سوا اس کے اور (روزے) بھی فرض ہیں ارشاد ہوا کہ نہیں مگر یہ کہ تو بطور نفل کے رکھے طلحہؓ کہتے ہیں کہ اس سے نبی ﷺ نے زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا اس نے پوچھا کہ کیا مجھ پر سوا اس کے اور بھی فرض ہے ارشاد ہوا کہ نہیں مگر یہ کہ تو بطور نفل کے (صدقہ) دے طلحہ کہتے ہیں کہ پھر وہ آدمی یہ کہتا ہوا چل دیا کہ خدا کی قسم نہ اس سے زیادہ کرے گا نہ اس سے کم نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہوگا (صحیح بخاری)

(۲) عن ابى هريرةؓ يقول قال رسول الله ﷺ اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وغلقت ابواب جهنم وسلسلت

الشياطين. (البخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے آسمان کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

(۳) عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال الصیام جنة فلایرفث ولایجھل فان امرؤ قاتله اوشاتمه فلیقل انی صائم مرتین والذی نفسی بیدهٖ الخلوف فم الصائم اطیب عنداللہ من ریح المسک یترک طعامه وشرابه وشھوته من اجلی، الصیام لی واناا جزی به والحسنة بعشر امثالھا. (البخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا روزہ سپر ہے پس روزہ دار کو چاہئے فحش بات نہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑے، پھر اگر کوئی اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں دومرتبہ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے) (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ روزہ دار اپنا کھانا پینا میرے لئے چھوڑتا ہے لہذا روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ (۱) دوں گا اور (دوسرے) نیکی کا دس گناہ ثواب ملتا ہے۔ (بخاری)

(۴) عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال والذی نفس محمد بیده لخلوف فم الصائم اطیب عنداللہ من ریح المسک للصائم فرحتان یفرحھا اذا افطر فرح واذا لقی ربه فرح بصومه. (البخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے اختیار میں محمد کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک (۲) سے زیادہ پسند ہے دومرتبہ خوشی ہوتی ہے جب

---

(۱) روزہ داروں کے فخر کے لئے اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان کے منہ کی بو خداوند عالم کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے اور روزہ کا ثواب خود اپنے مبارک ہاتھوں سے دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور پھر معلوم نہیں کہ کس قدر دے گا اور نیکیوں کی طرح اس کا ثواب دس گنے تک محدود نہیں رہا ۱۲۔

(۲) ذرا ان احادیث پر غور کیجئے کہ روزے کی کس قدر فضیلت ہے اور وہ حق سبحانہ کو کیسا پسند ہے اگر احادیث کے پڑھنے سے بھی دل میں روزہ رکھنے کا شوق اور جوش پیدا نہ ہو تو یقیناً وہ دل پتھر سے زیادہ سخت، گناہوں کی کثرت سے بالکل زنگ آلود ہوگیا ہے اس کو صدق دل سے توبہ کرنی چاہئے امید ہے کہ غفور ورحیم اسکے گناہ بخش دے اور اس کے دل کی سختی اور تاریکی جاتی رہے ۱۲۔

افطار(۱) کرتا ہے اور جب اپنے پروردگار سے ملے گا۔ (بخاری)

(۵) عن ابی ہریرةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه ومن صام رمضان ایماناو احتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه. (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شب قدر میں ایماندار ہو کر ثواب کے لئے عبادت کرے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو کوئی رمضان کے روزے رکھے ایماندار ہو کر ثواب کے لئے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(۶) عن سهل عن النبی ﷺ قال ان فی الجنة باباً یقال له الریان یدخل منه الصائمون یوم القیامة لایدخل منه احد غیرهم فاذا دخلوا غلق فلم یدخل منه احد (البخاری)

ترجمہ: سہلؓ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس سے روزہ دار (جنت) میں جائیں گے قیامت کے دن ان کے سوا کوئی اس سے نہ جائے گا جب وہ اس سے نکل جائیں گے تو بند کر دیا جائے گا پھر کوئی اس سے نہ جائے گا۔ (البخاری)

(۷) عن ابی ہریرةؓ ان اعرابیا اتی النبی ﷺ فقال دلنی علی عمل اذا عملته دخلت الجنة قال تعبداللہ ولاتشرک به شیئاً وتقیم الصلوٰة المکتوبة وتودی الزکوٰة المفروضة وتصوم رمضان قال والذی نفسی بیده لاازید علی هٰذا فلما ولی قال النبی ﷺ من سره ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی هٰذا. (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے کہ ایک اعرابی نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کوئی کام ایسا بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت کا مستحق ہو جاؤں ارشاد ہوا کہ اللہ کی پرستش کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور فرض نمازیں پڑھا کر اور فرض زکوٰة دیا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر اس نے

---

(۱) افطار سے اگر ہر روز کا افطار مراد لیا جائے تب بھی صحیح ہے فی الجملہ ہر روز بوقت افطار ایک فرحت ہوتی ہے اور اگر عید کا دن کا افطار مراد لیا جائے تو زیادہ مناسب ہے اس دن فرحت کامل ہوتی ہے ۱۲۔

قسم کھا کر کہا کہ میں اس سے زیادہ نہ کروں گا جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا جو کسی جنتی کو (۱) دیکھنا چاہئے تو وہ اس کو دیکھ لے۔ (بخاری)

(۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس واجود مایکون فی رمضان حین یلقاہ جبرئیل و کان یلقاہ فی کل لیلة من رمضان فیدارسه القرآن فرسول اللہ ﷺ اجود فی الخیر من الریح المرسلة. (البخاری)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ سب لوگوں سے زیادہ فیاض تھے (خصوصاً) رمضان میں، جب آپ سے جبرائیل ملتے تھے اور جبرائیل رمضان بھر ہر رات میں آپ سے ملتے تھے اور قرآن کا آپ سے دور کیا کرتے تھے پس۔ (اس وقت) نبی ﷺ نفع رسانی میں ہوا سے بھی زیادہ تیز ہوتے تھے (بخاری)

(۹) عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال لایصوم عبد یوما فی سبیل اللہ الا باعد ذلک الیوم النار عن وجهه سبعین خریفا. الترمذی وقال حسن صحیح.

ترجمہ: ابو سعید خدری سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن بھی خدا کی راہ میں روزہ رکھتا ہے وہ دن اس کو بقدر ستر برس کی مسافت کے دوزخ سے دور کر دیتا ہے۔ (ترمذی)

(۱۰) عن زید بن خالد الجهنی قال رسول اللہ ﷺ من فطر صائما کان له مثل اجره غیر انه لاینقص من اجر الصائم. (الترمذی)

ترجمہ: زید بن خالدؓ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو کوئی کسی روزہ دار کو افطار (۲) کرائے تو اس کو بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ (ترمذی)

---

(۱) ذرا اس حدیث کو غور سے پڑھو دیکھو نبی ﷺ نے اس اعرابی کو کس بات پر جنتی کہا اس اعرابی کا دلی خلوص اور قلبی تصدیق قابل قدر تھی کیا اب کسی مسلمان سے یہ ارکان نہیں ادا ہو سکتے؟ اگر ہو سکتے ہیں تو جلدی کرو اور جنت جیسے ابدی عیش کو ہاتھ سے نہ دو قیامت میں نبی ﷺ کے اس ارشاد کو اپنا تمسک بنانے سے قوی امید ہے کہ نجات پا جائے۔

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتیبان
چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان

(۲) اس زمانہ میں بعض جاہل کسی کے یہاں روزہ افطار نہیں کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ کا ثواب جاتا رہے گا اگر کسی کے یہاں دعوت بھی ہوتی ہے تو افطار کرنے کے لئے کوئی چیز گھر سے لیتے جاتے ہیں یہ کتنی بڑی جہالت ہے ۱۲۔

(۱۱) عن ابن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ اذا رأيتموه فصوموا واذا رأيتموه فافطروا وان غم عليكم فاقدروا. (البخاری)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند (۱) دیکھو تب افطار کرو اگر تمہارے مطلع (۲) پر ابر آ جائے تو فرض کر لو کہ ماہ گذشتہ تیس (۳۰) دن کا تھا۔ (بخاری)

(۱۲) عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال انی رأيت الهلال فقال اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدا رسول الله قال نعم قال يابلال اذن فی الناس ان يصوموا غدا. (البخاری)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے کہ ایک اعرابی نے نبی ﷺ سے آ کر کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے آپ نے پوچھا کہ اللہ کی وحدت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے کہا ہاں آپ نے حکم دیا کہ اے بلال لوگوں کو اطلاع کردو کہ کل سے روزہ رکھیں۔ (صحیح بخاری)

(۱۳) عن الربيع بنت معوذ قالت ارسل النبی ﷺ غداة عاشوراء الی قری الانصار من اصبح مفطر فليتم بقية يومه ومن اصبح صائما فليصم. (البخاری)

ترجمہ: ربیع بنت معوذ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے عاشوراء کی صبح کو انصار کی بستیوں میں یہ کہلا بھیجا جس نے صبح کو کھایا ہو وہ تمام کرے اپنے بقیہ دن کو اور جس نے صبح کو کچھ نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے۔

(۱۴) عن انس بن مالک ان النبی ﷺ قال تسحروا فان فی السحور بركة. (الترمذی وقال حسن صحيح)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سحور کھاؤ اس لئے کہ سحور میں برکت ہے (۳) (ترمذی)

(۱) معلوم ہوا کہ انتیس ۲۹ تاریخ کو چاند دکھلائی دے تو اس کے دوسرے دن روزہ نہ رکھنا چاہیے ۱۲۔
(۲) یہ واقعہ غالباً اس وقت کا ہے کہ جب مطلع صاف نہ ہو مطلع صاف ہونے کی حالت میں تو ایک گواہی کافی نہیں بلکہ ایک بڑی جماعت ہونا چاہیے ۱۲۔
(۳) معلوم ہوا کہ سحور کھانا مستحب ہے ۱۲۔

(۱۵) عن سهل بن سعد قال قال رسول الله ﷺ لایزال الناس بخیر ماعجلوا الفطر. (البخاری)

ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ نیکی پر رہیں گے جب تک کہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (بخاری)(۱)

(۱۶) عن ابن ابی اوفی قال کنامع رسول الله ﷺ فی سفر وهو صائم فلما غابت الشمس قال لبعض القوم یا فلان قم فاجدح لنا فقال یارسول الله فلوامسیت قال انزل فاجدح لناقال یارسول الله فلوامسیت قال انزل فاجدح لنا قال ان علیک نهارا قال انزل فاجدح لنا فنزل فجدح لهم فشرب رسول الله ﷺ وقال اذا رأیتم اللیل قداقبل من ههنا فقد افطر الصائم. (البخاری)

ترجمہ: ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھے اور آپ روزہ رکھے ہوئے تھے پس جب آفتاب (نظر) سے غائب ہو گیا تو آپ نے کسی سے کہا کہ اٹھو اور ہمارے لئے ستو گھول دو اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ تھوڑی دیر اور ٹھہر جایئے کہ (شام) ہو جائے ارشاد ہوا کہ (سواری) سے اترو اور ہمارے لئے ستو گھولو، اس نے عرض کیا کہ ابھی دن ہے (پھر) آپ نے فرمایا کہ اترو اور ہمارے لئے ستو گھول دو[1] تب وہ اترا اور اس نے سب کے لئے ستو گھول دیئے اور نبی ﷺ نے پیے اور فرمایا جب تم رات کی سیاہی کو دیکھو کہ سامنے آ گئی اس طرف سے تو بے شک افطار کرے روزہ دار (بخاری)

(۱۷) عن عائشة وام سلمة ان رسول الله ﷺ کان یدرکه الفجر وهو جنب من اهله ثم یغتسل ویصوم (البخاری)

ترجمہ: عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو کبھی فجر ہو جاتی تھی حالانکہ آپ اپنی ازواج کی (ہم بستری) سے جنب ہوتے تھے پھر غسل کر لیتے تھے اور روزہ رکھتے تھے۔ (بخاری)

---

(۱)۔ دیکھیے ان احادیث میں جلد افطار کرنے کی کس قدر تاکید ہے مگر افسوس آج کل عام طور پر روزے کے افطار میں حد سے زیادہ دیر کی جاتی ہے ۱۲۔

(۱۸) عن عائشة کان النبی ﷺ یقبل ویباشر وھو صائم وکان املکم لاربه. (البخاری)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (اپنی ازواج سے) بوس و کنار فرماتے تھے حالانکہ آپ روزہ دار ہوتے تھے اور وہ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشوں پر قابو رکھتے تھے۔ (بخاری)

(۱۹) وعن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال اذا نسی احدکم فاکل وشرب فلیتم صومه فانه اطعمه الله وسقاه . (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا جب کوئی تم میں سے (روزے کو) بھول جائے اور کھا پی لے تو چاہئے کہ اپنا روزہ تمام کرے، اس لئے کہ اس کو اللہ ہی نے کھلایا پلایا ہے۔ (بخاری)

(۲۰) عن عبداللہ بن عامر بن ربیعة عن ابیه قال رأیت النبی ﷺ مالااحصی یتسوک وھو صائم. (الترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن عامر اپنے باپ سے راوی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو کئی بار حالت صوم میں مسواک کرتے دیکھا۔ (ترمذی)

(۲۱) عن سلیمان بن عامر الضبی عن النبی ﷺ قال اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانه طھور. (الترمذی)

ترجمہ: سلیمان بن عامر الضبی سے کہ نبی صلعم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے افطار کرے تو چھوہارے پر اگر نہ ملے تو پانی پر اس لئے کہ پانی پاک کرنے والا ہے۔ (ترمذی)

(۲۲) عن ابی ھریرۃؓ ان النبی ﷺ قال من ذرعه القی فلیس علیه قضاء ومن استقاء عمدا فلیقض. (الترمذی)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس کو بے اختیار قے ہو جائے تو اس پر اس روزے کی قضا نہیں اور جو قصداً قے کرے تو اس کو قضا کرنا چاہئے۔ (ترمذی)

(۲۳) عن ابی قتادۃؓ ان النبی ﷺ قال صیام عاشوراء انی احتسب علی الله ان یکفر السنة التی قبله. (الترمذی)

ترجمہ: ابوقتادہؓ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ عاشوار کا روزہ سال گذشتہ کے گناہ معاف کرادے گا۔(ترمذی)

(۲۴) عن حمزة بن عمرو الاسلمی قال النبی ﷺ اصوم فی السفر وکان کثیر الصیام فقال ان شئت فصم وان شئت فافطر(البخاری)

ترجمہ: حمزہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ سفر میں (بھی) روزہ (فرض) ہے اور وہ بہت روزہ رکھا کرتے تھے، آپ نے فرمایا اگر چاہو رکھو چاہو نہ رکھو۔(بخاری)

(۲۵) عن عائشة قالت کنانحیض عند رسول اللہ ﷺ ثم تطهر فیامرنا بقضاء الصیام ولا یامرنابقضاء الصلوٰة.(الترمذی)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو نبی ﷺ کے زمانہ میں حیض ہوتا تھا تو جب ہم پاک ہوجاتے تھے تو آپ ہم کو روزہ کی قضا کا حکم دیتے تھے نماز کی قضا کا نہیں۔(ترمذی)

(۲۶)عن ابن عباس ان النبی ﷺ احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم.(البخاری)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حالت احرام اور حالت صوم میں پچھنے لگوائے۔(بخاری)

(۲۷) عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال لایتقدمن احدکم رمضان صوم یوم اویومین الاان یکون رجل کان یصوم صومه فلیصم ذٰلک الیوم.(البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کوئی رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر ہاں جو شخص اس دن روزہ رکھا کرتا ہو وہ رکھ لے۔(بخاری)

(۲۸)عن ابی بکرة عن النبی ﷺ قال شهران لاینقصان شهرا عید رمضان وذوالحجة. (البخاری)

ترجمہ: ابوبکرہؓ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا دو مہینے (کبھی) کم نہیں ہوتے (وہ دو مہینے عید کے

ہیں) یعنی رمضان کا مہینہ اور ذی الحجہ کا۔ (بخاری)(۱)

(۲۹) عن عبد الله ان النبی ﷺ واصل فواصل الناس فشق علیهم فنهاهم قالوا فانک تواصل قال لست کهیأتکم انی اطعم واسقی. (البخاری)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے (روزوں میں وصل فرمایا، لوگوں نے بھی وصل کیا اور ان پر شاق ہوا پس آپ نے ان کو منع فرمایا انہوں نے کہا آپ جو وصل کرتے ہیں ارشاد ہوا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں کھلا پلا دیا جاتا ہوں۔ (بخاری)

(۳۰) عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال لاتصوم المرأة وزوجها شاهد یوما من غیر رمضان الا باذنه (الترمذی)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: عورت بے اجازت اپنے شوہر کے رمضان کے سوا اور کوئی روزہ نہ رکھے درصورتیکہ اس کا شوہر گھر میں ہو۔(۲)(ترمذی)

(۳۱) عن عائشة قال ما کنت اقضی مایکون علی من رمضان الافی شعبان حتی توفی رسول الله ﷺ. (الترمذی)

ترجمہ: عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میرے اوپر رمضان کی جو قضا ہوتی تھی اس کو میں سوا شعبان کے اور کبھی نہ رکھتی تھی یہاں تک کہ وفات پائی رسول اللہ ﷺ نے۔ (ترمذی)

(۳۲) عن ابی هریرةؓ قال قال النبی ﷺ من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه. (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو کوئی فریب کی بات کہنا اور فریب کرنا نہ چھوڑے تو خدا کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کچھ خواہش نہیں۔ (البخاری)

(۳۳) عن ابی هریرةؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول لایصوم من احدکم یوم الجمعة الا یوما قبله او بعده. (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی تم میں سے جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر ایک دن اس سے قبل یا اس کے بعد ملا کر۔ (صحیح بخاری)

---

(۱) یعنی اگر دونوں کی تعداد کم ہو جائے تو ثواب کم نہیں ہوتا ۱۲۔
(۲) شوہر کے موجود ہونے کی قید اس حدیث میں اتفاقی معلوم ہوتی ہے ۱۲۔

(۳۴) عن عبداللہ بن بسر عن اختہ ان رسول اللہ ﷺ قال لاتصوموا یوم السبت الا فیما افترض علیکم فان لم یجد احدکم الالحاء عنبة او عود شجرة فلیمضغه. (الترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن بسر کی ہمشیرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سنیچر کے دن فرض کے سوا اور کوئی روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ اگر کسی کو کچھ کھانے کو نہ ملے تو انگور کا چھلکا یا کسی درخت کی لکڑی ہی چبا لے۔ (ترمذی)

(۳۵) عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ ﷺ من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال فذٰلک صیام الدهر. (الترمذی)

ترجمہ: ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جوکوئی رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں (بھی) رکھ لے تو یہ سال بھر کے روزے ہیں (ترمذی)

(۳۶) عن ابی قتادةؓ عن النبی ﷺ قال صیام عرفة انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنة التی قبله. (الترمذی)

ترجمہ: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی ﷺ سے ہے، آپ نے فرمایا میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ عرفہ کا روزہ ایک سال گذشتہ کے گناہ مٹادے گا۔ (ترمذی)

(۳۷) عن ابی هریرةؓ قال اوصانی خلیلی بثلٰث صیام ثلٰثة ایام من کل شهر ورکعتی الضحیٰ وان اوتر قبل ان انام. (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے جانی دوست (نبی ﷺ) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے، ہر مہینے میں تین دن کے روزے اور دو رکعت نماز چاشت اور قبل سونے کے وتر پڑھ لینا۔ (بخاری)

(۳۸) عن ابی هریرةؓ قال کان النبی ﷺ یعتکف فی کل رمضان عشرة ایام فلما کان العام الذی قبض اعتکف عشرین. (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا نبی ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی بیس دن اعتکاف فرمایا تھا۔ (بخاری)

(۳۹) عن عائشة زوج النبی ﷺ ان رسول اللہ ﷺ کان یعتکف

العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ۔(البخاری)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہر رمضان کی اخیر عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دی پھر آپ کے بعد آپ کی (۱) ازواج نے اعتکاف کیا۔(بخاری)

(۴۰) عن عائشة انها قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا اعتکف ادنی الی رأسه فأُرَجِّل و کان لایدخل البیت الالحاجة الانسان۔(البخاری)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب اعتکاف فرماتے تھے تو اپنا سر مجھ سے قریب کر دیتے تھے اور میں کنگھی کر دیتی تھی اور آپ گھر میں بغیر انسانی ضرورت کے نہ آتے تھے۔(بخاری)

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اعتکاف فی نفسہ ایک امر جائز ہے مگر بہت ایسے جائز امور ہیں جو عوارض خارجیہ کے سبب سے مکروہ اور حرام ہو جاتے ہیں ۱۲۔

چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) قال عمر لنشوان فی رمضان ویلک وصبیاننا صیام فضربہ (البخاری)تعلیقا

ترجمہ: عمرؓ نے رمضان میں ایک نشہ والے سے فرمایا کہ تیری خرابی ہو(۱) ہمارے بچے (تک) تو روزہ دار ہیں پھر اس کو مارا (بخاری)۔

(۲) ابوبکرعن ابن عمران عمر سردالصوم قبل موتہ بسنتین.

ترجمہ: ابوبکرؓ بن عمرؓ سے ہے کہ عمرؓ نے اپنی وفات سے دو برس پہلے لگاتار (۲) روزے رکھے۔

(۳) ابوبکر عن ابی لیلی ان عمربن الخطاب اجاز شھادۃ رجل فی الحلال.

ترجمہ: ابوبکر ابولیلیٰ سے کہ عمر بن الخطاب نے ایک شخص کی گواہی (۳) (چاند کے ثبوت میں) کافی سمجھی۔

(۴) البیھقی روی مجالد عن الشعبی ان عمروعلیاینھیان عن صوم الیوم الذی یشک فیہ من رمضان.

ترجمہ: بیہقی مجالد نے شعبی سے روایت کی کہ عمر اور علی رضی اللہ عنہما اس دن کے روزہ رکھنے سے منع کرتے تھے جس کے رمضان ہونے میں شک ہو۔

(۵) ابوبکر والبیھقی عن ابی وائل اتانا کتاب عمران الاھلۃ بعضھااکبر من بعض فاذا رأیتم الھلال نھارا فلا تفطرواحتی یشھد رجلان مسلمان انھما اھلاہ امس.

ترجمہ: ابوبکر اور بیہقی ابووائل سے کہ ہمارے پاس عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا کہ بعض چاند بعض سے بڑے ہوتے ہیں تو جب تم دن کو چاند دیکھو تو افطار نہ کرو یہاں تک کہ دو مسلمان (۴) مرد اس

---

(۱) معلوم ہوا کہ نابالغ بچوں کو عادت پڑنے کے لئے روزہ رکھنا مستحب ہے بشرطیکہ روزہ رکھنے کی قوت آ گئی ہو۱۲۔

(۲) اللہ اکبر! صحابہ کو روزہ سے کیسی محبت تھی اسی قسم کا واقعہ اکثر صحابہ سے منقول ہے۱۲۔

(۳) یہ حکم رمضان کے چاند کا ہے بشرطیکہ مطلع صاف نہ ہو رمضان کے سوا اور مہینوں کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو آدمیوں کی گواہی ہونی چاہئے، اور مطلع صاف ہو تو رمضان اور غیر رمضان ہر مہینے کے لئے ایک بہت بڑی جماعت کا ہونا شرط ہے ایک دو آدمیوں کی گواہی کافی نہیں ۱۲۔

(۴) معلوم ہوا کہ عید کے چاند میں دو گواہ ہونا چاہیئے بشرطیکہ مطلع صاف ہو ورنہ پھر دو بھی کافی نہیں ۱۲۔

بات کی گواہی دیں کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے۔

(۶) ابوبکر عن سویدبن غفلة سمعت عمر یقول شهر ثلاثون وشهرتسع وعشرون.

ترجمہ: ابوبکر بن غفلہ سے کہ میں نے عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے کوئی انتیس کا۔

(۷) عن عاصم بن عمربن الخطاب قال قال رسول اللهؐ اذا اقبل اللیل من ههنا وادبر النهار من ههنا فقد افطر الصائم (البخاری)

ترجمہ: عاصم بن عمرؓ سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا نبی ﷺ نے جب آجائے رات اس طرف سے اور چلا جائے دن اس طرف سے تو افطار کرلے روزہ دار ۔(بخاری)

(۸) ابوبکر عن سعیدبن المسیب کان عمریکتب الی امرائه لاتکونوا من المسوفین لفطرکم ولاتنتظروالصلاتکم اشتباک النجوم.

ترجمہ: ابوبکر سعید بن میّب سے کہ حضرت عمرؓ اپنے حکام کو لکھ بھیجتے تھے کہ (اے لوگو) تم روزے کے افطار کرنے میں تاخیر کرنے والے نہ بنو اور (مغرب کے وقت) اپنی نماز میں ستاروں کے جھٹک جانے کا انتظار نہ کرو۔

(۹) ابوبکرعن عطاء قال عمر لاتزال هذه الامة بخیر ماعجلناالفطر.

ترجمہ: ابوبکر عطاء سے کہ فرمایا عمرؓ نے یہ امت فائدے میں رہے گی جب تک کہ لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

(۱۰) الشافعی عن حمیدبن عبدالرحمٰن ان عمروعثمان کانایصلیان المغرب حین

ترجمہ: شافعی حمید بن عبدالرحمٰن سے کہ عمرؓ اور عثمانؓ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے۔

(۱۱) ابوبکرعن الحسن قال عمر اذا شک الرجلان فیاکلا حتی یستیقنا.

ترجمہ: ابوبکر حسنؒ سے کہ فرمایا عمرؓ نے کہ جب دو آدمی (رات کے ہونے نہ ہونے میں) شک کریں تو ان کو کھانا جائز ہے یہاں تک کہ رات نہ ہونے کا یقین ہو جائے۔

(۱۲) ابوبکر عن الشعبی قال عمر لیس الصیام من الطعام والشراب وحدہ ولکن من الکذب والباطل واللغو والحلف.

ترجمہ: ابوبکر شعبیؒ سے کہ فرمایا عمرؓ نے روزہ صرف کھانے پینے سے اجتناب کا نام نہیں ہے بلکہ جھوٹ اور بیہودہ لغو (افعال واقوال) اور قسم سے بھی بچنا ضروری ہے۔

(۱۳) ابوبکر عن مسروق عن عمر قال الا لا تقدموا الشھر.

ترجمہ: ابوبکر مسروقؒ سے حضرت عمرؓ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ خبردار رمضان سے دوایک دن پہلے روزہ نہ رکھو۔

(۱۴) ابوبکر عن ابی عمرو الشیبانی بلغ عمر ان رجلا یصوم الدھر فعلاہ بالدرۃ.

ترجمہ: ابوبکر عمر شیبانیؒ سے کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص علی الاتصال برابر روزے رکھتا چلا جاتا ہے تو انہوں نے اس پر درّہ اٹھایا۔

(۱۵) عن عمر بن الخطاب قال غزونا مع رسول اللہ ؐ فی رمضان غزوتین یوم بدر والفتح فافطرنا فیھما. (الترمذی)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ ہم نے نبی ﷺ کے ہمراہ رمضان میں دو جہاد کئے، بدر اور فتح مکہ اور دونوں میں روزہ نہیں رکھا۔ (ترمذی)

(۱۶) عن ابی ھریرۃؓ قال اتی النبی ؐ بطعام بمر الظھران فقال لابی بکر وعمر ادنیا فکلا فقالا انا صائمان فقالا ارحلوا لصاحبیکم اعملوا لصاحبیکم.

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ مرالظہران میں نبی ﷺ کے (۱) سامنے کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے ابوبکر وعمرؓ سے کہا کہ قریب آجاؤ اور کھاؤ تو ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم روزہ دار ہیں پس آپ نے فرمایا کہ اے لوگو کجاوا کس دو اپنے دونوں صاحبوں کا اور کام کرالو اپنے دونوں صاحبوں کا۔ (نسائی)

---

(۱) اس حدیث سے سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت ثابت ہوتی ہے لہٰذا بعض علماء کا یہ خیال کہ حضرت فاروقؓ کے نزدیک سفر میں روزہ رکھنا جائز نہ تھا صحیح نہیں آگے کی حدیث میں جو ایک مسافر کو روزے کی قضا کا حکم دیا ہے اس لئے کوئی فعل مفسد صوم صادر ہوا ہوگا مگر چونکہ راوی کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی اس سبب سے اس نے خیال کیا کہ سفر کے سبب سے قضا کا حکم دیا ۱۲۔

(۱۷) عن عمر انه سافر فی آخر رمضان وقال الشهر قد تشعشع فلو صمنا بقية (کنز العمال)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آخر رمضان میں سفر کیا اور فرمایا کہ ماہ مبارک ختم ہو چلا اب کاش ہم باقی دن بھی روزہ رکھ لیتے۔ (کنز العمال)

(۱۸) عن عمرؓ قال من کان فی سفر رمضان فعلم انه داخل المدینة فی اول یومه دخل وهو صائم. (کنز العمال)

ترجمہ: عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص ماہ مبارک میں سفر میں ہو اور وہ یہ جان لے کہ دن کے اول وقت وہ اپنے شہر میں پہنچ جائے گا تو اس کو چاہئے کہ وہ روزہ دار پہنچے۔ (کنز العمال)

(۱۹) عن عمر انه امر رجلا صام فی رمضان فی سفر ان یقضیه.
(کنز العمال)

ترجمہ: عمرؓ نے ایک شخص کو جس نے بحالت سفر رمضان میں روزہ رکھا تھا روزے کی قضا کا حکم دیا۔ (کنز العمال)

(۲۰) مالک والشافعی عن خالد بن اسلم ان عمر بن الخطاب افطر من رمضان فی یوم ذی غیم ورأی ان قد امسی وغابت الشمس فجاءه رجل فقال یاامیر المؤمنین قد طلعت الشمس فقال عمر بن الخطاب یسیر وقد اجتهدنا.

ترجمہ: امام مالک وشافعی خالد بن اسلم سے کہ عمر بن خطاب نے ایک ابر والے دن رمضان میں یہ سمجھ کر افطار کر لیا کہ شام ہوگئی اور آفتاب غروب ہوگیا اتنے میں ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آفتاب ابھی ہے تو انہوں نے فرمایا بہت آسان ہے ہم نے کوشش تو کی تھی۔

(۲۱) ابوبکر عن حنظلة شهنات عمر بن الخطاب فی رمضان وقرب الیه شراب شرب بعض القوم وهم یرون ان الشمس قد غربت ثم ارتقی المؤذن فقال یاامیر المومنین والله الشمس طالعة لم تغرب فقال عمرؓ منعنا الله من شرک مرتین او ثلاثا یاهؤلاء من کان افطر فلیصم یوما مکان یوم ومن لم یکن افطر فلیتم حتی تغرب الشمس.

ترجمہ: ابوبکر حنظلہ سے کہ میں نے عمر بن خطابؓ کی ملازمت ماہ رمضان میں حاصل کی اور

آپ کے سامنے شربت پیش کیا گیا تو بعض لوگوں نے پی لیا اور وہ یہ سمجھے کہ آفتاب غروب ہو گیا پھر مؤذن منارہ پر چڑھا تو اس نے کہا کہ اے امیر المومنین اللہ کی قسم آفتاب ابھی ہے پس دو تین مرتبہ یہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (اے آفتاب) ہم کو اللہ نے تیرے شر سے بچا لیا، اے لوگو جس نے افطار کر لیا ہو وہ ایک دن کے بدلے میں ایک دن روزہ رکھ لے اور جس نے افطار نہ کیا ہو وہ پورا کرے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے۔

(۲۲) عن سعید بن المسیب ان عمر خرج علی اصحابه فقال ماترون فی شئ صنعت الیوم اصبحت صائما فمرت بی جاریة فاعجبتنی فاصبت منها فعظم القوم علیه لما صنع وعلی رضی الله عنه ساکت فقال ماتقول قال اتیت حلالا ویوم مکان یوم فقال انت خیرهم فتیا (الدار قطنی)

ترجمہ: سعید بن مسیّب سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا(۱) رائے ہے تم لوگوں کی اس کام میں جو میں نے آج کیا، میں آج روزہ دار تھا اور میرے پاس ایک لونڈی آئی اور وہ مجھ کو اچھی معلوم ہوئی اور میں اس سے ہم بستر ہوا تو لوگوں نے اس فعل کو بہت بڑا گناہ سمجھا اور علی رضی اللہ عنہ چپ بیٹھے تب آپ نے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے ایک امر جائز کیا اور اس دن کے بدلے میں ایک دن روزہ رکھ لیجئے، آپ نے فرمایا کہ تم بہت اچھا فتویٰ دیتے ہو۔ (دار قطنی)

(۲۳) ابو بکر عن جابر بن عبد الله عن عمر بن الخطاب قال هششت یوما الی المرأة فقبلتها وانا صائم فقال رسول الله ﷺ ارأیت لو تمضمضت ساء وانت صائم قلت لا باس فقال نفیم.

ترجمہ: ابوبکر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنی عورت سے مسرور ہوا اور میں نے اس کا بوسہ لے لیا حالانکہ میں روزہ دار تھا، تو فرمایا نبی ﷺ نے تم کیا سمجھتے ہو اگر حالت صوم میں پانی سے کلی کرو میں نے کہا کچھ حرج نہیں،

---

(۱) یہ رمضان کا ادائی روزہ نہ تھا بلکہ نفل کا روزہ ہوگا اور حضرت فاروقؓ کو خود بھی یہ مسئلہ معلوم تھا صرف امتحاناً اور تعلیماً لوگوں سے پوچھا تھا جیسا کہ نبی ﷺ کی بھی عادت کریمہ تھی چنانچہ انہوں نے حضرت علی مرتضیٰؓ کے جواب کی تعریف جو کی اس امر سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو تعریف کیوں کرتے ۱۲۔

آپ نے فرمایا پھر اب کیا حرج ہوا(۱)۔

(۲۴) ابو بکر عن سعید بن المسیب ان عمر نھی عن القبلة للصائم .

ترجمہ: ابو بکرؒ سعید بن میسّبؒ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے روزہ دار کو بوسہ لینے سے منع فرمایا(۲)

(۲۵) ابـوبکر عن نافع قال عمر لو ادرکنی البدأوانابین رجلیها لصمت او قالماافطرت.

ترجمہ: ابوبکر نافع سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے اذان (کی آواز) ایسی حالت میں پہنچے کہ میں عورت کے پیروں کے درمیان میں ہوں تب بھی روزہ رکھوں گا یا یہ کہا کہ میں افطار نہ کروں گا۔(۳)

(۲۶) ابـوبـکـر عن زیاد بن جریر مارأیت ادوم سواکا وھو صائم من عمر بن الخطاب.

ترجمہ: ابوبکر زیاد بن جریر سے کہ میں نے روزہ کی حالت میں مسواک پر مداومت کرنے والا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(۲۷) عـن زیـاد بـن جـریـر قـال رأیت عـمـر اکثر الناس صیاما واکثر ھم سواکا (کنز العمال)

ترجمہ: زیاد بن جریر سے انہوں نے کہا کہ میں نے عمرؓ کو تمام لوگوں سے زیادہ روزہ رکھنے والا اور سب سے زیادہ مسواک کرنے والا پایا۔ (کنز العمال)

(۲۸) عـن عـمـر قال صلّی بنا رسول اللہ ﷺ الصبح وانه لینفض راسه یتطابر منه الماء من غسل جنابة فی رمضان (کنز العمال)

---

(۱) معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا جائز ہے اور اگر شہوت کا خوف نہ ہو تو مکروہ بھی نہیں خود نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے حالت صوم میں اپنے ازواج کو بوسہ دیا ۱۲۔

(۲) جس شخص کو منع فرمایا تھا غالباً اس کو شہوت کا خوف ہوگا ۱۲۔

(۳) مطلب یہ کہ اگر کسی کو ایسی حالت میں صبح ہو جائے تو وہ فوراً علیحدہ ہو جائے ۱۲۔

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فجر کی نماز پڑھائی ہم کو رسول اللہ ﷺ نے اور آپ اپنے سر (کے بالوں) کو جھٹکتے جاتے تھے اور اس سے پانی اڑ رہا تھا غسل جنابت کے سبب (۱) سے واقعہ رمضان میں ہوا تھا۔ (کنز العمال)

(۲۹) ابوبکر عن زید بن وهب کتب الینا عمر ان المرأة لاتصوم تطوعا الاباذن زوجها.

ترجمہ: ابوبکر زید بن وہب سے کہ لکھ بھیجا ہم کو عمر رضی اللہ عنہ نے کہ عورت بے اجازت اپنے شوہر کے نفل روزہ نہ رکھے۔

(۳۰) ابوبکر عن ابی عبید مولی ابن ازهر شهدة العید مع عمر بن الخطاب فبدا بالصلوٰة قبل الخطبة وقال ان النبی ؑ نهی من صوم هذین الیومین امایوم الفطر فیوم فطرکم من صیامکم واما یوم الاضحیٰ فکلوا فیه من نسککم.

ترجمہ: ابوبکر ابوعبید مولیٰ ابن ازہر سے کہ میں نے عید کی نماز عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ کے ہمراہ پڑھی تو آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور فرمایا کہ نبی ﷺ نے ان دونوں (عید کے) دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے مگر عید الفطر تو تمہارے صوم سے افطار کرنے کا دن ہے۔ اور رہ گیا عید الضحیٰ سو اس میں (تم کو حکم ہے کہ اپنی قربانیوں سے کھاؤ)۔

(۳۱) ابوبکر عن خرشة بن الحر رأیت عمر یضرا کف الناس فی رجب حتی یضلعوها فی الجفان ویقول کلوا فانما هوشهر کان یعظم اهل الجاهلیة.

ترجمہ: ابوبکر خرشہ بن حر سے کہ دیکھا میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہ ماہ رجب میں لوگوں کے ہاتھ پکڑتے تھے تا کہ وہ برتنوں میں رکھیں اور فرماتے تھے کہ کھاؤ اس لئے کہ اہل جاہلیت اس مہینے کی تعظیم کرتے تھے۔

(۳۲) ابوبکر عن عوف بن مالک الاشجعی قال عمر صیام یوم من غیر رمضان واطعام مساکین یعدل صیام یوم من رمضان قلت هذا فی الذی افطر رمضان بعذر واخر قضاء ه حتی جاء رمضان آخر وعلیه الشافعی.

---

(۱) معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں صبح ہو جائے اور بعد صبح کے غسل کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ طہارت روزے میں شرط نہیں حتیٰ کہ اگر دن بھر کوئی شخص حالت جنابت میں رہے تب بھی اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا، ناپاک رہنے کی جو خرابیاں ہیں وہ روزے سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں ۱۲۔

ترجمہ: ابوبکرعوف بن مالک اشجعی سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کے سوا اور دنوں میں روزہ رکھنا اور مسکینوں کو کھانا کھلا دینا رمضان کے روزے کے برابر ہے،(۱) میں نے کہا کہ یہ حکم اس شخص (کے حق) میں ہے جو رمضان کا (روزہ) کسی عذر سے افطار کرے اور اس کی قضا نہ رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آجائے اسی مسئلہ پر امام شافعیؒ ہیں۔

(۳۳) سئل ابن عمر عن صوم عرفة قال حججت مع النبی ؐ فلم یصمه ومع ابی بکر فلم یصمه ومع عمر فلم یصمه . (الترمذی)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرفہ کے روزہ کے بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ حج کیا اور آپ نے اس کا روزہ نہیں رکھا اور ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بھی حج کیا انہوں نے روزہ نہیں رکھا اور عمرؓ کے ساتھ بھی حج کیا انہوں نے بھی روزہ نہیں رکھا۔ (ترمذی)

(۳۴) ابوبکر عن عبدالرحمٰن بن قاسم کان عمر لایصومه یعنی یوم عاشوراء

ترجمہ: ابوبکر عبدالرحمٰن بن قاسم سے کہ عمر رضی اللہ عنہ اس کا یعنی عاشوراء کا روزہ نہ رکھتے تھے۔

(۳۵) ابوبکر عن بکرة بن عبدالرحمٰن ان عمر ارسل الی عبدالرحمٰن بن الحارث ان تسحروا صبح صائما

ترجمہ: ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے کہ عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن حارث سے یہ کہلا بھیجا کہ اے عبدالرحمٰن آج سحور کھانا اور صبح کو روزہ دار اٹھنا۔(۲)

(۳۶) ابوبکر عن قیس عن ابیه عن عمر لاباس بقضاء رمضان فی العشر یعنی عشر ذی الحجة.

ترجمہ: ابوبکر قیس سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رمضان کی قضا ذی الحجہ کے (پہلے) عشرے (۳) میں رکھنا کچھ حرج نہیں۔

---

(۱) میری فہم ناقص میں اس اثر میں معذور اور بے طاقت بوڑھے کا حکم بیان ہوا ہے معذور کو تو بعد رمضان کے روزے رکھ لینا چاہئیں، اور بے طاقت بوڑھے کو ہر روزے کے عوض کھانا کھلانا چاہئے یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲۔

(۲) یہ حکم وجوب ظاہر کرنے کے لئے نہیں ہے ۱۲۔

(۳) دسویں تاریخ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس دن روزے کا جائز نہ ہونا خود حضرت فاروقؓ کے قول سے اوپر ثابت ہو چکا ہے ۱۲۔

(۳۷) **ابوبکر عن ابن عباس عن عمر لقد علمتم ان رسول اللّٰہؐ قال فی لیلۃ القدر اطلبوھا فی العشر الاواخر.**

ترجمہ: ابوبکر ابن عباس سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک تم لوگوں کو معلوم ہے کہ نبی ﷺ نے لیلۃ القدر (۱) کی بابت میں فرمایا ہے کہ اس کو اخیر عشرے میں تلاش کرو۔

(۳۸) **ابوبکر عن زر کان عمر و حذیفۃ و ابی لایشکون لیلۃ سبع وعشرین.**

ترجمہ: ابوبکر زر سے کہ عمر اور حذیفہ اور اُبیّ رضی اللہ عنہم لیلۃ القدر کی ستائیسویں تاریخ ہونے میں شک نہ کرتے تھے۔

(۳۹) **ابوبکر عن قطبۃ ابن مالک ان عمر رأی قوما اعتکفوا فی المسجد وقد ستروا فانکرہ وقال ماھذا قالوا انما نستر علی طعامنا قال فاستروا فاذا طعمتم فاھتکوہ.**

ترجمہ: ابوبکر قطبہ بن مالک سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انھوں نے مسجد میں اعتکاف کیا ہے اور پردہ ڈال رکھا ہے، پوچھا کہ یہ پردہ کیوں ڈال رکھا ہے؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے کھانے کو چھپاتے ہیں، آپ نے فرمایا جب کھانا کھاؤ تو پردہ ڈال لو اور جب کھا چکو تو الٹ دو۔

(۴۰) **عن ابن عمر ان عمر سأل النبیؐ قال کنت نذرت فی الجاھلیۃ ان اعتکف لیلۃ فی المسجد الحرام قال فاوف بنذرک. (البخاری)**

ترجمہ: ابن عمر سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے جاہلیت میں ایک رات کعبہ میں اعتکاف کرنے کی نذر کی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلے (۲)۔ (بخاری)

---

(۱) اعتکاف کے بیان میں حاشیہ پر لیلۃ القدر کے بارے میں علماء کا اختلاف لکھ چکے ہیں، ہاں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اکثر احادیث سے رمضان کے اخیر عشرے بلکہ ستائیسویں تاریخ میں لیلۃ القدر کا ہونا معلوم ہوتا ہے ۱۲۔

(۲) بعض لوگوں نے اس اثر سے حنفیہ پر اعتراض کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اعتکاف میں صوم شرط ہے اور اس اثر میں رات کا ذکر ہے رات کو روزہ کہاں معلوم ہوا کہ اعتکاف میں صوم شرط نہیں، اس اعتراض کے دو جواب ہیں (۱) حنفیہ کے نزدیک ہر اعتکاف میں صوم شرط نہیں ہے بلکہ اعتکاف واجب میں شرط ہے اور یہ حضرت عمر کا اعتکاف واجب تھا کیونکہ جاہلیت کی نذر تھی اسلام کے بعد اس کا پورا کرنا ضروری نہیں باقی رہا نبی ﷺ کا ان کو حکم دینا سو یہ بطور استحباب کے لئے (۲) صحیح مسلم میں اس حدیث میں یوماً کا لفظ بھی ہے پس معلوم ہوا کہ رات دن دونوں کی اعتکاف کی نذر تھی ۱۲۔

علم الفقہ حصّہ چہارم

زکوٰۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث الینا از کی المرسلین بالشریعۃ السھلۃ البیضآء و کتاب مبین . سید نامحمداً المحمود فی زبر الاولین .فصلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ الذین بھم تکامل نصاب الدین ورضی عنھم رب العالمین .ؕ

جب حق سبحانہ کی نامحدود عنایت سے جواس بندہ ناچیز پر ہے علم الفقہ کی تیسری جلد ختم ہوچکی جس میں صوم کا بیان ہے تواب میں اس چوتھی جلد کوشروع کرتا......ہوں اس میں زکوٰۃ کا بیان ہوگا ، قادر ذوالجلال محض اپنے فضل وکرم سے اس جلد کوبھی اپنی مرتضٰی کے موافق اتمام کو پہنچائے اور مسلمانوں کواس سے بھی ویسا ہی منتفع فرمائے جیسا پہلی تین جلدوں سے منتفع فرمایا اور مجھے حق لکھنے اور خطا سے بچنے کی توفیق دے ویرحم اللہ عبداً قال اٰمیناً میں اپنے پروردگار کے احسان کاشکر کس طرح ادا کروں کہ اس نے مجھ جیسے نا قابل اور ناچیز کواس دینی خدمت کے لئے منتخب فرمایا جس سے آج صدہا مسلمانوں کوفائدہ پہنچ رہا ہے۔سچ ہے ؎

داد حق را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت داد اوست

فللّٰہ الحمد اولا واٰخراً. زکوٰۃ کے معنی لغت میں طہارت اور برکت اور بڑھنے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں اپنے مال کی مقدار معین کے اس جزء کا جس کوشریعت نے مقرر کر دیا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا چونکہ اس فعل سے باقی مال پاک ہوجاتا ہے اور اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عنایت ہوتی ہے اور اس مال کی دنیا میں بھی ترقی ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ پاک اس کا دس گناہ بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اس لئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

زکوٰۃ بھی نماز کی طرح تمام انبیاء کی امتوں پر فرض تھی ہاں اس کی مقدار اور اس مال کی تحدید میں جس پر زکوٰۃ فرض ہو ضرور اختلاف رہا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اسلام میں اس کے متعلق بہت آسان احکام ہیں، اگلی امتوں پر اتنی آسانی نہ تھی۔

زکوٰۃ کی فضیلت اور اس کی تاکید

زکوٰۃ کی فضیلت اور تاکید کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں بتیس جگہ تو اس کا ذکر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے ساتھ فرمایا گیا ہے اور بہت جگہ اس کا ذکر علیحدہ بھی ہے اس کے ادا کرنے والوں کو دلکش اور سچے وعدوں سے عزت دی گئی ہے اور اس کے ادا سے باز رہنے والوں کو ایسے سخت سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ خدا جانتا ہے ایمان والوں کے دل اس عذاب کے خیال کرنے سے کانپ اٹھتے ہیں، آفریں ہے لان لوگوں کی مردانہ ہمت پر جو اس عذاب کے برداشت کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک بڑا رکن ہے اس کی فرضیت قطعی ہے، منکر اس کا کافر اور تارک اس کا فاسق ہے اب میں بطور نمونہ چند آیات واحادیث زکوٰۃ کی تاکید کے متعلق نقل کرتا ہوں آیات

(۱) ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون. (بقرہ)

ترجمہ:۔ (قرآن) ان پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھا کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں یہ آیت قران مجید کی ہدایت سے فیضیاب ہونے کا انہیں لوگوں سے وعدہ کیا گیا جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(۲) واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکین (بقرہ)

ترجمہ:۔ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ (مل کر جماعت سے نماز پڑھا کرو۔

(۳) واقیمو االصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لا نفسکم من خیر تجدوہ

عندا للہ (بقرہ)

ترجمہ:۔ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (یقین کرلو کہ) جو نیکی تم اپنے لئے (مرنے سے) پہلے کرلو گے اس (کے ثواب) کو تم اللہ کے یہاں پاؤ گے۔

(۴) لکن البر من امن باللہ والملئکة والنبین واتی المال علی حبه ذوی القربیٰ والیتمی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة واتی الزکوة (الی قوله تعالیٰ) اولئک الذین صدقوا واولئک هم المتقون (بقرہ)

ترجمہ:۔ لیکن نیک وہ شخص ہے جو اللہ پر اور (اس کے) فرشتوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت پر (اپنے قرابت والوں اور یتیموں اور غریبوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو مال دے اور غلاموں (کے آزاد کرانے) میں (خرچ کرے) اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے، یہی لوگ ہیں جو سچے (ایماندار ہیں) اور یہی لوگ پرہیز گار ہیں، دیکھئے اس آیت میں سچے ایماندار اور پرہیز گا ہونے کا حصر ان صفات پر کر دیا گیا۔

(۵) یا ایها الذین امنوا انفقوا مما رزقنا کم من قبل ان یاتی یوم لابیع فیه ولا خلة ولا شفاعة (بقرة)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تم کو دیا اس سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ (کسی کی) دوستی اور سفارش کام (آئے گی)

(۶) مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنا بل فی کل سنبلة مائة حبة واللہ یضا عف لمن یشآء(بقرہ)

ترجمہ:۔ ان لوگوں کے مال کا حال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اس دانے کے مثل ہے جو سات بالیاں نکالے اور ہر بالی میں سو دانے ہوں (یعنی ایک چیز کا ثواب سات سو گناہ ملے گا) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے (بھی) بڑھا دیتا ہے۔

(۷) یاایها الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (بقرہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں سے اور اس چیز سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے (ہماری راہ میں) خرچ کرو۔

(۸) ان تبدوا الصدقات فنعماھی وان تخفوھا وتو توھا الفقراء فھو خیرلکم ویکفر عنکم سیأ تکم (بقرہ)

ترجمہ:۔ اگرتم صدقے ظاہر کر(کے دو) تو وہ (بھی) اچھا ہے اور اگر ان کو چھپاؤ اور فقیروں کو دو تو وہ تمہارے لئے (زیادہ) مفید ہے اور تمہارے گناہ تم سے دور کردے گا۔

(۹) الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وّعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون(بقرہ)

ترجمہ:۔ جولوگ اپنے مال دن رات کھلے اور چھپے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کی مزدوری ان کے پروردگار کے یہاں ہے اور (وہاں) نہ ان پرخوف ہوگا نہ غمگین ہوں گی۔

(۱۰)والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ والمومنون باللہ والیوم الاٰخر اولئک سنؤتیھم اجرا عظیما (بقرہ)

ترجمہ:۔ اور نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والے یہی لوگ ہیں جن کو ہم بڑا اچھا بدلہ دیں گے۔

(۱۱)وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ وآتیتم الزکوٰۃ وآمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیئا تکم ولا دخلنکم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار .(مائدہ)

ترجمہ:۔ اور اللہ نے اہل کتاب سے فرمایا کہ اگرتم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے (سب) پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو تو میں تمہاری ساتھ ہوں اور بے شک میں تمہارے گناہ تم سے دور کردوں گا اور ضرور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

(۱۲) ورحمتی وسعت کل شئی فسا کتبھا للذین یتقون ویوتون الزکوٰۃ والذین ھم باٰیٰتنا یومنون.(اعراف)

ترجمہ:۔ اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے پس عنقریب میں اس کو ان لوگوں کے لئے مقرر کردوں گا جو پرہیز گار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لایا کرتے ہیں۔

(۱۳) انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایٰتہ زادتھم ایماناً وعلیٰ ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنا ھم ینفقون اولئک ھم المومنون حقا لھم درجٰت عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم (انفال)

ترجمہ:۔ مومن وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کے سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں وہ (ایسے) لوگ (ہیں) کہ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے ایمان دار ہیں انہیں کے لئے ان کے پروردگار کے یہاں (بڑے) درجے ہیں اور بخشش اور عمدہ رزق ہے اس آیت کا حصر بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

(۱۴) فان تابوا واقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم. (توبہ)

ترجمہ:۔ پھر اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگے تو ان کی راہ (نہ بند کرو اور ان کو تکلیف نہ دو بلکہ ان کو) چھوڑ دو۔ معلوم ہوا کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دیتا ہو وہ اسلام کی امان میں نہیں ہے اسی سبب سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا۔

(۱۵) فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فاخوا نکم فی الدین (توبہ)

ترجمہ:۔ پھر اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں، معلوم ہوا کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے وہ دینی بھائی نہیں ہیں ذرا اس بات پر غور کیجئے کہ کہاں تک پہنچتی ہے۔

(۱۶) ویقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیرحمھم اللہ. (توبہ)

ترجمہ:۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی کرے گا۔

(۱۷) خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا (توبہ)

ترجمہ:۔ (اے نبی) ان کے مالوں سے تم صدقہ لو جس کے ذریعہ سے تم ان کو

(گناہوں سے) پاک کرو اور ان (کے دلوں کو) صاف کرو۔ معلوم ہوا کہ صدقہ دینا گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

(۱۸) واوصانی بالصلوۃ والزکوٰۃ مادمت حیا (مریم)

ترجمہ:۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ صرف شریعت اسلامیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام پیغمبروں کو اس کا حکم دیا گیا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ انبیا علیہم السلام (۱) پر زکوٰۃ فرض نہیں حضرت مسیح علیہ السلام کو حکم دینے سے یہ مقصود ہے کہ وہ اپنی امت کو اس کی تعلیم کریں۔

(۱۹) وکان یامر اھلہ بالصلوۃ والزکوٰۃ وکان عندہ ربہ مرضیا (مریم)

ترجمہ:۔ اور (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) اپنے کنبے کو نماز (پڑھنے) اور زکوٰۃ (دینے) کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے، دیکھئے زکوٰۃ کی تعلیم کو اللہ پاک نے ایک اولوالعزم پیغمبر کی تعریف میں ذکر فرمایا۔

(۲۰) واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوۃ وایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عابدین (انبیاء)

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان کی طرف نیکیوں کے کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

(۲۱) قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم للزکوۃ فاعلون (مومنون)

---

(۱) علماء نے انبیاء پر زکوٰۃ فرض نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ زکوٰۃ کی غرض گناہوں سے پاک ہونا ہے اور انبیاء یوں ہی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں مگر یہ وجہ درست نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ زکوٰۃ حق مال ہے خواہ صاحب مال گناہوں سے پاک ہو یا نہ ہو بلکہ اصل وجہ اس کی جو میری فہم ناقص میں آتی ہے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ پاک کے پورے اور کامل بندے ہوتے ہیں ان کا حال بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسا رقیق (غلام) کا کہ کوئی چیز اس کی ملک نہیں ہوتی اس کے ہاتھ میں جا ہے جتنا مال آئے سب اس کے مالک کا ہوتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے جو کچھ ان کے ہاتھ میں آجائے وہ سب اللہ کا ہے پس جب وہ کسی مال کے مالک نہیں ہوتے تو زکوٰۃ کس چیز کی دیں یہی سبب ہے کہ ان کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور اسی کی طرف اس صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ نحن معاشرا الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقہ یعنی ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے اسی سبب سے آنحضرت ﷺ کے مال متروکہ سے آپ کی ازواج اور بنات کو حصہ نہیں دیا گیا۔۱۲

ترجمہ:۔ بیشک کامیاب ہوں گے وہ ایماندار جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ (ادا) کرنے والے ہیں۔

(۲۲) قل لعبادی الذین آمنوا یقیموا الصلوٰۃ وینفقوا مما رزقنا ھم سرا وعلانیة من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیه ولا خلال (رعد)

ترجمہ:۔ (اے نبی) میرے ان بندوں سے جو ایمان لائے ہیں کہہ دو کہ نماز پڑھا کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ (ہماری راہ میں) چھپے اور کھلے خرچ کیا کریں اس دن (یعنی قیامت کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ (لوگوں کی) دوستی (کام آئے گی)

(۲۳) رجال لا تلھیھم تجارة ولا بیع عن ذکر الله واقام الصلوة وایتآء الزکوٰۃ یخافون یوما تتقلب فیه القلوب والا بصار (نور)

ترجمہ:۔ ایسے مرد کہ ان کو کوئی تجارت اور کوئی بیع اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن (یعنی قیامت) سے ڈرتے ہیں جن میں (خوف کے مارے لوگوں کے) دل اور آنکھیں الٹ جائیں۔

(۲۴) ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتھم الله من فضله وھو خیرلھم بل ھو شرلھم سیطوقون ما بخلوا به یوم القیمة (ال عمران)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ اللہ کی دئے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ بخل ان کے لئے مفید ہے بلکہ (وہ یقین کرلیں کہ) وہ ان کے لئے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن جس چیز کے ساتھ انہوں نے بخل کیا ہے اس کا طوق انہیں پہنایا جائے گا، اس آیت کی توضیح حدیث سے ہوگی۔

(۲۵) والذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونھا فی سبیل الله فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جبا ھھم وجنو بھم وظھور ھم ھذا ما کنز تم لا نفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔

ترجمہ:۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے نبی) تم ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو جس دن کہ وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان (بدنصیبوں) کی پیشانیاں اور ان

کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) کہ یہ وہی (سونا چاندی) جس کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا پس (اب) جو تم نے جمع کیا تھا اس (کے مزے) کو چکھو۔ اللہ اکبر کیسی سخت وعید ہے کہ سننے سے دل کانپتا ہے، اے مہربان پروردگار اپنے فضل و کرم کی طرف نظر فرما اور اس ناقابل برداشت عذاب سے اپنے برگزیدہ نبی کی مرحوم امت کو بچائے ان آیات کے دیکھنے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ زکوٰۃ کی کس قدر تاکید اللہ پاک کو منظور ہے نماز اور زکوٰۃ کے سوا کسی عبادت کا اس قدر ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے گو اس کے مسائل روزہ کی طرح بیان نہیں فرمائے گئے، یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ جس قدر آیتوں میں زکوٰۃ کا ذکر ہے ہم نے وہ سب یہاں لکھ دی ہیں بلکہ ابھی بہت سی آیتیں باقی ہیں جن کو ہم نے طول کے سبب سے نہیں ذکر کیا اب ذرا ایک سرسری نظر سے احادیث کو بھی دیکھئے۔

احادیث (۱) نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتو مجھ کو یہی اچھا معلوم ہوگا کہ تین دن بھی نہ گزرنے پائیں کہ وہ سب خرچ ہو جائے اور میرے پاس کچھ بھی نہ رہ جائے (صحیح بخاری)

(۲) ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر صبح کو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ سخی کو اس کے مال کا بدل عنایت فرما، دوسرا دعا کرتا ہے کہ اے اللہ بخیل کو ہلاکت نصیب کر (بخاری و مسلم)

(۳) ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے بھی قریب ہے، لوگوں سے بھی قریب ہے اور دوزخ سے بعید ہے اور بخیل اللہ سے بھی بعید ہے، جنت سے بھی بعید ہے، لوگوں سے بھی بعید ہے اور دوزخ سے قریب ہے اور بے شک سخی جاہل بخیل عابد سے اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ (ترمذی)

شیخ مصلح الدین شیرازی نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نباشد بحکم خبر

(۴) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی ﷺ کے حضور میں حاضر ہوا آپ کعبہ مکرمہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے مجھ کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ پروردگار کعبہ کی قسم، وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں، میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟، ارشاد ہوا کہ جن کے پاس

مال زیادہ ہو۔ مگر ہاں جو اس مال کو آگے سے پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ اور ایسے کم لوگ ہیں (صحیح بخاری)

(۵) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لئے سانپ کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا وہ اس کے دونوں جبڑوں کو اپنے منہ میں لے لے گا یعنی اس کو کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ولا یحسبن الذین یبخلون. الآیة . (صحیح بخاری)

(۶) ایک مرتبہ نبی ﷺ نے دو عورتوں کے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے تو ان سے پوچھا کہ ان کی زکوٰۃ دیتی ہو یا نہیں انہوں نے عرض کیا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ اس کے بدلے میں تم کو آگ کے کنگن پہنائے جائیں انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا اس کی زکوٰۃ دیا کرو (ترمذی)

(۷) نبی ﷺ نے ایک دن اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بکری کو اپنی گردن پر لادے ہوئے قیامت میں میرے پاس نہ آئے اور مجھے پکارے یعنی مجھ سے مدد چاہے اور میں اس سے کہہ دوں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا میں نے تو تم لوگوں کو احکام الٰہی سنا دیئے تھے اور کوئی شخص اونٹ کو اپنی گردن پر لادے ہوئے میرے پاس نہ آئے اور مجھے پکارے اور میں کہہ دوں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا میں تبلیغ کر چکا۔ (صحیح بخاری)

ذرا اس حدیث کو دیکھئے زکوٰۃ نہ دینے والے کو کیسے سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ وہ بکری اور اونٹ جن کی زکوٰۃ نہیں دی گئی اس کی گردن پر سوار ہوں گے سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ نبی ﷺ اس کی شفاعت سے انکار فرماتے ہیں، اب کہیئے زکوٰۃ نہ دینے والوں کا کہاں ٹھکانہ ہے۔

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ جو شخص پاک کمائی سے ایک خرمے کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ خود اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے ثواب کو بڑھاتا ہے جیسے تم اپنے پالے ہوئے بچے کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ وہ ثواب ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے ۔ (صحیح بخاری)

(۹) قیامت کے دن جو سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے ان میں نبی ﷺ نے اس شخص کو بھی بیان فرمایا ہے جو ایسا چھپا کے صدقہ دے کہ اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ (صحیح

بخاری)

(۱۰) ایک مرتبہ نبی ﷺ کی ازواج نے آپ سے پوچھا کہ ہم میں سب سے پہلے آپ سے کون ملے گا؟ ارشاد ہوا کہ جس کا ہاتھ تم سب میں بڑا ہوگا انہوں نے اس کا ظاہری مطلب سمجھ کر ایک لکڑی سے سب کے ہاتھ ناپے تو ام المومنین سودہ ؓ کا ہاتھ سب میں بڑا نکلا مگر جب سب سے پہلے ام المومنین زینب ؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کے بڑے ہونے سے سخاوت مراد تھی اور ام المومنین زینب ؓ سب سے زیادہ سخیہ تھیں۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث کو دیکھئے صدقہ دینے کی کتنی فضیلت اس سے نکلتی ہے کیا کسی ایماندار کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی اور نعمت ہو سکتی ہے کہ مرنے کے بعد نبی ﷺ کا قرب اس کو نصیب ہو حاشا وکلا یہ وہ نعمت ہے جس کے سامنے جنت بھی کوئی چیز نہیں۔

(۱۱) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو آگ سے بچو اگر چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی (صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ صدقہ دینا چاہئے۔ کتنی ہی کم چیز ہو دوزخ سے نجات کا سبب ہوتا ہے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ صدقہ ہر بلا کر دور کرتا ہے اور ہر مرض کو اس سے شفا ہوتی ہے۔

(۱۲) نبی ﷺ کے حضور میں جب کوئی شخص کچھ مال صدقہ دینے کے لئے لاتا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور اس کے لئے رحمت کی دعا فرماتے تھے چنانچہ ابو اوفیٰ رضی اللہ عنہ جب اپنا صدقہ لائے تو آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی **اللھم صل علیٰ آل ابی اوفی** اے اللہ! رحمت نازل فرما ابی اوفیٰ کے خاندان پر۔ (صحیح بخاری)

یہاں تک تو نبی ﷺ کے مقدس اقوال تھے اگر آپ کے حالات سخاوت ذکر کئے جائیں۔ اور صرف انہیں پر اکتفا کی جائے جو نہایت صحیح طریقوں سے مروی ہیں تب بھی ایک ضخیم دفتر کی ضرورت ہے۔

(۱۳) ایک مرتبہ نبی ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور بعد اس کے بہت جلد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے، صحابہ ؓ نے اس خلاف عادت واقعہ کا سبب پوچھا تو ارشاد ہوا کہ سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں رہ گیا تھا مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ رات کو گھر میں رہے تو میں اس کو تقسیم کر آیا۔ (صحیح بخاری)

(۱۴) ایک مرتبہ مرض وفات میں نبی ﷺ کے چھ یا سات دینار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کے پاس تھے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو تقسیم کردو حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ مجھے آنحضرت ﷺ کی بیماری کے سبب سے کچھ خیال نہ رہا آپ نے پھر مجھ سے پوچھا کہ وہ دینار کیا ہوئے، میں نے عرض کیا کہ آپ کی بیماری کے سبب سے مجھ کو خیال نہیں رہا تب آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر فرمایا کہ اللہ کے نبی کا خیال ہے کہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ یہ اس کے پاس نہ ہو۔ (مسند امام احمد)

اب صحابہؓ کے حالات سنیئے کہ انہیں زکوٰۃ کے معاملات میں کیسی سرگرمی ہوتی تھی اور صدقہ دینے پر کیسے حریص اور دلدادہ تھے اور کیوں نہ ہوتے نبی ﷺ کی صحبت کا اثر کہاں جاسکتا ہے۔

آثار صحابہ:۔ سب سے بڑا واقعہ زکوٰۃ کے متعلق جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بلکہ خلیفہ ہوتے ہی ہوا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دفات کے بعد کچھ لوگ زکواۃ کے منکر ہو گئے اور یہ کہنے لگے کہ زکواۃ صرف نبیؐ کی زندگی میں فرض تھی آپ کے بعد اس کی فرضیت نہیں رہی۔ صحابہ نے ان لوگوں کو مرتد سمجھا اور ان سے اسی طرح جہاد کیا جیسے مرتدوں سے کیا جاتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے اور عرب کے بعض لوگ مرتد ہو گئے اور حضرت صدیقؓ نے ان سے جہاد کا ارادہ کیا تو حضرت فاروقؓ نے ان سے عرض کیا کہ آپ ان سے کیوں جہاد کرتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اس کا جان و مال میری طرف سے مامون ہو جاتا ہے، حضرت صدیقؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم کہ جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اس سے میں ضرور لڑوں گا خدا کی قسم اگر وہ اونٹ کا چھوٹا بچہ بھی نبی ﷺ کے سامنے دیتے تھے اور مجھ کو نہ دیں گے تو میں ان سے ضرور جہاد کروں گا۔ حضرت فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ اللہ نے ابوبکرؓ کے دل میں یہ بات ڈالی ہے۔ پس مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہ حق ہے۔

صحابہ میں بعض لوگ ایسے تھے کہ جو حاجت سے زائد ایک پیسہ کا بھی رکھنا حرام سمجھتے تھے۔ اور جو شخص ایسا کرے اس کے لئے وہی عذاب بیان کرتے تھے جو الذین یکنزون. الآیۃ۔ میں مذکور ہے، حضرت ابوذر غفاری بدری رضی اللہ عنہ کا ذکر اس مقام پر خاص طور سے کیا جاتا ہے ان کو اس مسئلہ میں سخت غلو تھا تمام لوگ ان کے مخالف ہو گئے اسی کے سبب سے ان کو اپنا پیارا وطن مدینہ چھوڑنا پڑا۔ مگر اس مسئلے سے نہ پھرے اخیر وقت تک یہی کہتے رہے کہ زائد از حاجت جو ایک پیسہ بھی رکھے گا وہ اسی سخت عذاب کا مستحق ہے اور صحابہ کی عموماً یہ عادت تھی کہ جس مسئلے کو نبی ﷺ سے اخذ کرتے تھے گو اس کے اخذ کرنے میں اسے غلطی ہوئی ہو مگر پھر اس سے رجوع نہ

کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ زید بن وہبؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گزر مقام ربذہ میں ہوا تو مجھ کو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ملے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ یہاں کیسے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں شام میں تھا مجھ سے اور معاویہؓ سے اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہوا۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ معاویہؓ کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں ہے میں کہتا تھا نہیں ان کے اور ہمارے سب کے حق میں ہے تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کو میری شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عثمانؓ نے مجھ کو مدینہ میں بلا لیا مدینہ والوں نے میرے پاس سخت ہجوم کیا کہ گویا اس سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے حضرت عثمانؓ سے یہ کیفیت بیان کی انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو مدینے سے باہر کسی اور قریب کے مقام میں جا کر رہو اسی سبب سے میں یہاں پڑا ہوں۔

حضرت ابوذرؓ کی یہ بھی عادت تھی کہ جہاں لوگوں کا مجمع دیکھتے تو زکوٰۃ کا وعظ ضرور کہتے۔

صحابہ کی تو یہ کیفیت تھی کہ جن کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تھا تو وہ صرف صدقہ دینے کے لئے مزدوری کرتے تھے، بوجھ لادتے تھے، صحیح بخاری میں ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم بازار جا کر مزدوری کرتے تھے اور بوجھ اٹھاتے تھے جو کچھ ہم کو مل جاتا اس کو صدقے میں دیتے تھے، اللہ اکبر، اس حرص کو دیکھئے، کھانے کو میسر نہ تھا مگر صدقہ کے فضائل سن کر ان سے نہ رہا گیا خاص صدقے کے لئے مزدوری کرتے تھے ایک مرتبہ نبی ﷺ نے صحابہ کو صدقہ دینے کا حکم دیا، حضرت فاروقؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت اتفاق سے میرے پاس مال تھا میں اپنا نصف مال لے آیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر کبھی ابوبکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ آج ہی کا دن ہوگا جب میں اپنا مال لایا تو نبی ﷺ نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کس قدر چھوڑ دیا؟ میں نے عرض کیا کہ اسی قدر، اور ابوبکرؓ اپنا کل مال لے آئے، ان سے بھی نبی ﷺ نے وہی پوچھا، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ دیا ہے تب میں نے کہا کہ میں ابو بکرؓ پر کبھی سبقت نہ لیجا سکوں گا۔ (ترمذی)

غرض کہ اسی قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہؓ کو جیسی سرگرمی اور دلدہی زکوٰۃ کے متعلق تھی اس کی نظیر ملنا دشوار ہے۔

زکوٰۃ کے فضائل میں گو بظاہر ہم نے کچھ زیادہ بیان کیا۔ مگر در حقیقت اس کی جس قدر تاکید اور فضیلت شریعت اسلامیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں بیان فرمائی گئی ہے اس کا ایک شمہ بھی بیان نہیں ہوا، لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہے اور وہ یہ

سمجھتا ہے کہ ایک دن مجھ کو خداوند رب العزت کے حضور میں جانا ہے وہ ان قدر قلیل تاکیدوں کے دیکھنے کے بعد بھی اس امر کی جرأت نہیں کر سکتا کہ ادائے زکوٰۃ میں ذرا بھی کوتاہی کرے، کیا کسی میں ایسی طاقت ہے کہ ان عذابوں کی برداشت کر لے جو زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمائے ہیں۔

مقدمہ

جس میں ان اصطلاحی الفاظ کا بیان ہوگا جو زکوٰۃ کے مسائل میں مستعمل ہوئے ہیں۔

نصاب:۔ مال کی وہ خاص مقدار ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی مثلاً اونٹ کے لئے پانچ اور پچیس وغیرہ کا عدد اور بکری کے لئے چالیس اور ایکسو ایکیس وغیرہ کا عدد اور چاندی کے لئے دوسو درم اور سونے کے لئے بیس مثقال۔

سائمہ:۔ وہ جانور جن میں یہ تین باتیں پائی جائیں (۱) سال کے اکثر حصہ میں اپنے منہ سے چر کے اکتفا کرتے ہوں اور گھر میں ان کو کچھ نہ دیا جاتا ہو اگر نصف سال اپنے منہ سے چر کے رہتے ہوں اور نصف سال ان کو گھر میں کھلایا جاتا ہو تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں، اسی طرح اگر گھانس ان کے لئے گھر میں منگائی جاتی ہو خواہ وہ بہ قیمت یا بے قیمت تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں (۲) جو گھانس وہ چرتے ہوں اس کے چرنے کی کسی طرف سے ممانعت نہ ہو۔ اگر کسی کی منع کی ہوئی اور ناجائز گھانس ان کو چرائی جائے تب بھی وہ سائمہ نہ ہوں گے (۳) دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لئے رکھے گئے ہوں، اگر دودھ اور نسل کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ گوشت کھانے کے لئے یا سواری کے لئے تو پھر وہ سائمہ نہ کہلائیں گے۔

ضرورت اصلیہ: وہ ضرورت جو جان یا آبرو سے متعلق ہو یعنی اس کے پورا نہ ہونے سے جان یا آبرو کا خوف ہو مثلاً کھانا، پینا، کپڑے، رہنے کا مکان، پیشہ ور کو اس کے پیشہ کے اوزار وغیرہ۔

درم:(۱) زکوٰۃ کے مسائل میں جب بولا جاتا ہے تو اس سے دو ماشہ اور ڈیڑھ رتی مراد ہوتی

---

(۱) نبی ﷺ اور حضرت صدیقؓ کے زمانے میں درم مختلف اوزان کے ہوتے تھے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب دیکھا کہ درم کے مختلف ہونے سے لوگوں میں نزاع ہوتی ہے تو انہوں نے اس نزاع کے دور کرنے کے لئے ہر وزن کا ایک ایک درم کے لئے گلوایا اور ان کے تین درم برابر برابر وزن کے بنوائے بعد اس کے وزن کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر درم چودہ قیراط کا ہے پس اسی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور تمام عرب میں یہی درم رائج ہوا اسی حساب سے تمام شرعی فرائض مثل زکوٰۃ اور حد سرقہ وغیرہ کے ادا ہونے لگے یہاں درم کا وہی وزن لکھا گیا وہکذا فی البحر الرائق وغیرہ ۱۲۔

ہے۔اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے اور ایک رتی چار جو کی ہوتی ہے پس ایک درم (۱) میں ستر جو ہوئے اور ساڑھے سترہ رتی۔

مثقال:۔ تین ماشے اور ایک رتی کا ہوتا ہے اس لئے کہ مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہے اور ایک قیراط پانچ جو کا ہوتا ہے پس ایک مثقال میں سو جو ہوئے اور سو جو کی (بحساب) چار (جو فی رتی پچیس) رتیاں ہوئیں اور پچیس رتی کے (بحساب آٹھ رتی فی ماشہ) تین ماشے ایک رتی ہوئی۔

صاع:۔ (۲) انگریزی سیر کے حساب سے جو کلدار اسی روپیہ کا ہوتا ہے سوا دو سیر نو تولہ سات ماشہ کا ہوتا ہے یا یوں کہا جائے کہ پانچ ماشہ کم دو سیر ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے غرض کہ پانچ ماشہ کی کمی کوئی کمی نہیں ایک صاع کو دو سیر ڈیڑھ پاؤ سمجھنا چاہئے کیونکہ حسب تصریح محققین ایک صاع ایک ہزار چالیس درم کا ہوتا ہے اور ہر درم دو ماشہ ڈیڑھ رتی کا۔ پس صاع میں دو ہزار دو سو چھتر ماشے ہوئے اور ان ماشوں کے ایک سو نواسی تولے سات ماشے ہوئے اور ان تولوں کے بحساب اسی تولہ فی سیر دو سیر ایک پاؤ نو تولے سات ماشے ہوئے۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا، کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۲) بالغ ہونا، نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں نابالغ کے ملک میں چاہے جس قدر مال آ جائے، مگر نہ اس پر نہ اس کے ولی پر کسی پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۳) عاقل ہونا، مجنون پر زکوٰۃ فرض نہیں نہ اس شخص پر جس کے دماغ میں کوئی مرض پیدا ہو گیا۔ اور اس سبب سے اس کی عقل میں فتور آ گیا ہو، ہاں اس قدر تفصیل ہے کہ جنون غیر (۳) اصلی اور یہ نقصان عقل اگر پورے سال بھر رہے گا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی اور اگر یہ پورے سال

---

(۱) علم الفقہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۳۵ کے حاشیہ میں درم کا وزن دو ماشہ ایک رتی لکھا ہے مگر وہ صحیح نہیں غلطی سے لکھ دیا گیا ہے ۱۲۔

(۲) صاع کا وزن جو یہاں لکھا گیا عراقی صاع کا ہے جو حنفیہ کے یہاں معتبر ہے اور یہ حساب صاحب درمختار اور دوسرے محققین حنفیہ کے موافق ہے۔ مگر صاحب شرح وقایہ نے صاع کے حساب میں اختلاف کیا ہے مگر وہ اکثر حنفیہ کے نزدیک مقبول نہیں اس لئے اختیار نہیں کیا گیا امام شافعی کے نزدیک حجازی صاع کا اعتبار ہے وہ انگریزی سیر سے ڈیڑھ سیر ایک چھٹانک ہوتا ہے ۱۲۔

(۳) جنون اگر بالغ ہونے سے پہلے عارض ہوا ہو تو اصلی ہے ورنہ غیر اصلی ۱۲۔

بھر نہ رہے تو لغو سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ فرض ہوگی البتہ اگر جنون اصلی ہے تو اس کا ہر حال میں اعتبار ہوگا، سال بھر نہ رہے تب بھی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ مثلاً کسی کو سال میں دو ایک مرتبہ جنون ہو جائے تو اس سال کی زکوٰۃ اس پر فرض نہ ہوگی بلکہ جس وقت سے اس کا جنون زائل ہوا ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتداء سمجھی جائے گی۔ (ردالمحتار وغیرہ)

(۴) زکوٰۃ کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام میں ہونا، جو شخص زکوٰۃ کی فرضیت سے ناواقف ہو اور دارالاسلام میں بھی نہ رہتا ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۵) آزاد ہونا غلام پر گو وہ مکاتب (۱) یا ماذون (۲) ہو زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۶) ایسی چیز کے نصاب کا مالک ہونا جو ایک سال تک قائم رہتی ہو، جو چیز ایک سال تک قائم نہ رہتی ہو جیسے ککڑی، کھیرا، خربوزہ، تربوز اور باقی ترکاریاں وغیرہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۷) اس مال پر ایک سال کامل کا گزر جانا بغیر ایک سال کے گزرے ہوئے زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۸) سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا پورا ہونا چاہئے سال کے درمیان میں کم ہو جائے ہاں اگر سال کے شروع یا آخر میں نصاب کم ہو جائے تو پھر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

(۹) اس مال کا ایسے قرض سے محفوظ ہونا جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہوسکتا ہے خواہ اللہ جل شانہ کا قرض ہو جیسے زکوٰۃ عشر خراج وغیرہ کہ حق اللہ تو ہیں مگر ان کا مطالبہ امام وقت کی طرف سے ہوسکتا ہے یا وہ قرض بندوں کا ہو زوجہ کا مہر بھی اسی قرض میں داخل ہے اگرچہ موجل ہو، جو مال اس قسم کے قرض میں مستغرق ہو یا اس قدر قرض ہو کہ اس کے ادا کرنے کے بعد نصاب پورا نہ رہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر ایسا قرض ہو کہ جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہیں ہوسکتا مثلاً کسی پر کفارہ واجب ہو یا حج تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، سال کے درمیان میں اگر قرض ہو جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ مال فنا ہو گیا یہاں تک کہ اگر قرض خواہ اس قرض کو معاف کر دے تب بھی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔ بلکہ جس وقت اس نے معاف کیا ہے اس وقت سے اس مال کے سال کی ابتدا رکھی جائے گی، اگر کسی کے پاس کئی قسم کے مالوں کا نصاب ہو اور اس پر قرض ہو تو اس کو چاہئے کہ قرض کو ایسی چیز کی طرف راجع کرے جس کی زکوٰۃ کم ہو اور اس کی زکوٰۃ

---

(۱) مکاتب وہ غلام ہے جس کو اس کے آقا نے اس شرط پر آزاد کر دیا ہو کہ وہ اس قدر روپیہ کما کر اس کو دے دے جب تک وہ اس قدر روپیہ کما کر نہ دے غلام رہتا ہے اور بعد دے دینے کے آزاد ہو جاتا ہے ۱۲۔

(۲) ماذون وہ غلام جس کو اس کے آقا نے اجازت دی ہو کہ وہ کمائی کرے اور اپنے آقا کو لا کر دے ۱۲۔

نہ دے مثلاً کسی کے پاس چاندی کا ایک نصاب ہو اور بکری کا بھی ایک ہو تو اس کو چاہیئے کہ قرض کو چاندی کے نصاب کی طرف راجع کرے کیونکہ چاندی کے ایک نصاب کی زکوٰۃ بہ سبب اس کے کہ چاندی کے ایک نصاب کی زکوٰۃ ہے بکری کے ایک نصاب کی زکوٰۃ سے بہت کم ہوتی ہے ہاں اگر وہ قرض اس قدر زیادہ ہو کہ ایک چیز کا نصاب اس لئے کافی نہ ہو تو پھر جتنے نصابوں میں اس کی ادائی ممکن ہو اسی قدر نصابوں کی طرف راجع کیا جائے گا اور ان کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی۔

(۱۰) وہ مال اپنی اصلی ضرورتوں سے زائد ہو جو مال اپنی اصلی ضرورتوں کے لئے ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں بس پہننے کے کپڑے اور رہنے کے گھر پر اور خدمت کے غلاموں پر اور سواری کے گھوڑوں پر اور خانہ داری کے اسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں اور اسی طرح ان کتابوں پر جو تجارت کی نہ ہو خواہ کسی اہل علم کے پاس ہوں یا کسی جاہل کے پاس ہوں اور اسی طرح پیشہ وروں کے اوزار واسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں خواہ وہ اوزار اس قسم کے ہوں کہ ان سے نفع لیا جائے اور وہ باقی رہیں جیسے کلہاڑی بسولی وغیرہ یا ایسے ہوں کہ نفع لینے سے) ان کی ذات فنا ہو جاتی ہو مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اس کا اثر باقی نہ رہے جیسے صابون وغیرہ کہ دھونے سے خود فنا ہو جاتا ہے اور اسکا اثر کپڑے پر نہیں رہتا اور اگر اثر باقی رہ جاتا ہے پس اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

اور اسی طرح وہ روپیہ جو اپنی اصلی ضرورتوں کے لئے رکھا ہو اس پر بھی زکوٰۃ (۱) فرض نہیں بشرطیکہ وہ ضرورت اسی سال میں درپیش ہو اور اگر وہ ضرورت سال آئندہ میں پیش آنے والی نہ ہو تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ (ردالمحتار)

(۱۱) مال کا اپنے یا اپنے وکیل کے ملک و قبضے میں ہونا، جو مال ملک اور قبضے میں نہ ہو یا ملک میں ہو قبضے میں نہ ہو یا قبضے میں ہو ملک میں نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں پس مکاتب کے کمائے ہوئے مال میں زکوٰۃ، نہ اس پر نہ اس کے مولیٰ پر اس لئے کہ وہ مال مکاتب کی ملک میں نہیں گو قبضے میں ہے اور مولیٰ کے قبضہ میں نہیں گو ملک میں ہے اور اسی طرح ماذون کی کمائی میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں اور رہن کی ہوئی چیز پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔ نہ رہن رکھنے والے پر نہ رہن کرنے والے پر اس لئے کہ اس کا مالک ہے اسی طرح جو مال ایک مدت تک کھویا رہا بعد اس کے مل گیا تو جس

....

(۱) بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ روپیہ پر ہر حال میں زکوٰۃ فرض ہے خواہ ضرورت اصلیہ سے زائد ہو یا نہیں مگر چونکہ علامہ بن ملک نے تصریح کر دی ہے کہ اگر روپیہ اصلی ضرورتوں کے لئے رکھا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں اور متون فقہ کی ظاہر عبارت بھی اسی کی موید ہے لہذا علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی جائے کہ وہ ضرورت اگر بالفعل موجود ہے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی ورنہ ہوگی۔۱۲۔ (ردالمحتار)

زمانہ تک کھویا رہا اس زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ اس وقت قبضے میں نہ تھا اسی طرح جو مال دریا میں گر جائے اور کچھ دنوں کے بعد نکالا جائے تو جس زمانہ تک گرا رہا اس زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہیں اسی طرح جو مال کسی جنگل میں دفن کردیا گیا ہو اور اسکا مقام یاد نہ ہو اور کچھ زمانہ کے بعد یاد آجائے تو جتنے زمانہ تک بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر کسی مکان میں دفن کیا گیا ہو اور اس کا مقام یاد نہ رہے اور پھر یاد آجاوے تو جس زمانہ میں بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض ہوگی کیونکہ وہ مال قبضہ سے باہر نہیں ہوا۔ اسی طرح جو مال کسی کے پاس امانت رکھا گیا ہو اور بھول جائے کہ کس کے پاس رکھا تھا اور پھر یاد آجائے تو جس زمانہ تک بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی، بشرطیکہ وہ شخص جس کے پاس امانت رکھی گئی تھی اجنبی ہو اگر کسی جانے ہوئے آدمی کے پاس امانت رکھی جائے اور یاد نہ رہے تو اس بھولے ہوئے زمانہ کی زکوٰۃ بھی فرض ہوگی، اسی طرح اگر کسی کو کچھ قرض دیا جائے اور قرض دار انکار کرجائے اور کوئی تمسک یا گواہی اس کی نہ ہو خواہ قرض دار مالدار ہو یا مفلس، پھر چند روز کے بعد وہ لوگوں کے سامنے یا قاضی کے روبرو اقرار کرلے تو اس انکار کے زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی اسی طرح جو مال کسی سے ظلماً چھین لیا جائے اور پھر چند روز کے بعد وہ اس کو مل جائے تو جس زمانہ تک وہ اس کو نہیں ملا اس زمانہ کی زکوٰۃ اس پر فرض نہ ہوگی حاصل یہ کہ جب مال قبضہ یا ملک سے نکل جائے گا تو زکوٰۃ فرض نہ رہے گی زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے قبضہ اور ملک دونوں کا ہونا شرط ہے۔

(۱۲) مال میں ان تین وصفوں سے ایک وصف کا پایا جانا (۱) نقدیت (۲) سوم (۳) نیت تجارت سونے اور چاندی میں نقدیت پائی جاتی ہے لہذا ان میں بہر حال زکوٰۃ فرض ہوگی خواہ نیت تجارت کی ہو یا نہیں اور خواہ سونا چاندی مشکوک ہو یا غیر مشکوک اور خواہ اس کے زیور (۱) یا برتن بنائے گئے ہوں، سائمہ جانوروں میں سوم پایا جاتا ہے۔ غیر سائمہ جانور اور باقی اموال اگر ان

(۱) امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک زیور جو پہننے کے لئے ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ان کے نزدیک پہننے کا زیور بھی پہننے کے کپڑوں کے حکم میں ہے مگر یہ صرف ان کا قیاس ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں چاندی اور سونے کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کی خرابی بیان فرمائی ہے وہاں زیور کو مستثنےٰ نہیں کیا۔ احادیث میں بھی کہیں زیور کو مستثنیٰ نہیں فرمایا بلکہ صحیح احادیث میں زیور کی زکوٰۃ دینے کا حکم وارد ہوا ہے چنانچہ ابوداؤد میں، عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے، آپ نے پوچھا کہ تو اس کی زکوٰۃ دیتی ہے اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تجھے آگ کے کنگن پہنائے فتح القدیر میں ابوالحسن قطان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو صحیح اور منذری نے بھی اس کے سند کی تنقید کی اور ہر راوی کو جانچا اور اس کو صحیح کہا اسی قسم کی اور حدیثیں بھی ہیں ۱۲۔

میں تجارت کی نیت کی جائے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، خواہ وہ مال کتنا ہی قیمتی اور از قسم جواہر کیوں نہ ہو۔ تجارت کی نیت مال کے مول لیتے وقت ہونا چاہئے، اگر بعد مول لینے کے نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں تاوقتیکہ اس کی تجارت شروع نہ کردی جائے اگر کوئی مال تجارت کے لئے مول لیا گیا ہو اور بعد مول لینے کے یہ نیت نہ رہے تو وہ مال تجارتی نہ رہے گا اور اس پر زکوٰۃ فرض نہ رہے گی پھر اس کے بعد اگر نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہ ہوگی جب تک کہ اس کی تجارت نہ کردی جائے۔

(۱۳) اس سال میں کوئی دوسرا حق مثل عشر یا خراج کے واجب نہ ہو۔

اگر عشر یا خراج اس مال پر ہوگا تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیونکہ دو حق ایک مال پر فرض نہیں ہوتے۔

زکوٰۃ کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر کا زکوٰۃ دینا صحیح نہیں، اگر کوئی کافر اپنے مال کی کئی سال پیشگی زکوٰۃ دیدے اور بعد اس کے مسلمان ہو جائے تو وہ زکوٰۃ دینا اس کے لئے کافی نہ ہوگا بلکہ اس کو پھر زکوٰۃ دینا ہوگی۔

(۲) عاقل ہونا، مجنون اور ناقص العقل کی زکوٰۃ صحیح نہیں۔

(۳) بالغ ہونا۔ نابالغ کی زکوٰۃ صحیح نہیں۔

(۴) زکوٰۃ کا مال فقیر کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا یعنی دل میں یہ ارادہ کرنا کہ میرے اوپر جس قدر مال کا دینا فرض تھا محض اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے دیتا ہوں اگر کوئی شخص زکوٰۃ دے دینے کے بعد نیت کرے اور مال فقیر کے پاس ابھی موجود ہو تو یہ نیت صحیح ہو جائے گی اور اگر وہ مال فقیر کے پاس خرچ ہو چکا ہے تو نیت صحیح نہ ہوگی اور اس کو پھر دوبارہ زکوٰۃ دینا ہوگی، اگر کوئی شخص اپنے وکیل کو زکوٰۃ کا مال تقسیم کرنے کے لئے دے اس کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرے تو درست ہے، خواہ وکیل فقیروں کو دیتے وقت نیت کرے یا نہیں، اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے زکوٰۃ کا مال علیحدہ کرلے اور علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت اسکے دل میں تو یہ نیت کافی ہے کہ فقیروں کو دیتے وقت نیت نہ کرے۔

(۵) زکوٰۃ کے مال کا جس شخص کو دیا جائے اس کو مالک اور قابض بنا دینا اگر کوئی شخص کچھ کھانا پکوا کر فقیروں کو اپنے گھر جمع کر کے کھلا دے اور زکوٰۃ کی نیت کرے تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر وہ کھانا فقیروں کو دے دے اور انہیں اختیار دے کہ اس کو جو چاہیں کریں جہاں چاہیں کھائیں تو پھر درست ہے۔

(۶) زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کو دینا جو اس کا مستحق ہو۔ اس مسئلے کی زیادہ تفصیل زکوٰۃ کے مستحقین کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی اس میں بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ غیر مستحق کو دیدیا جائے اور پھر بھی درست ہو وہ سب وہیں بیان کی جائیں گی۔ چونکہ شریعت نے چار قسم کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے (۱) سائمہ جانوروں پر (۲) سونے چاندی پر (۳) تجارتی مال پر خواہ وہ کسی قسم کا ہو (۴) کھیتی اور درختوں کی پیداوار پر گو اس چوتھی قسم کو فقہا کی کتابوں میں زکوٰۃ کے لفظ سے یاد نہیں کرتے بلکہ عشر کہتے ہیں لہذا ہم ہر قسم کی زکوٰۃ علیٰحدہ علیٰحدہ بیان کرتے ہیں۔

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ جنگلی نہ ہوں جنگلی جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ جو جانور کسی دیسی اور جنگلی جانور سے مل کر پیدا ہوں تو اگر ان کی ماں دیسی ہے تو وہ دیسی سمجھے جائینگے اور اگر جنگلی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے۔

مثال:۔ بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہو تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور نیل گاؤ اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہو تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

جو جانور سائمہ ہو اور سال کے درمیان میں اس کی تجارت کی نیت کرلی جائے تو اس سال کی زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی اور جب سے اس نے تجارت کی نیت کی ہے اس وقت سے اس کا تجارتی سال شروع ہوگا۔

جانوروں کے بچوں پر اگر وہ تنہا ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں ہاں اگر ان کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو گو ایک ہی ہو تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی اور زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (درمختار وغیرہ)

وقف کے جانوروں پر اور ان گھوڑوں (۱) پر جو دینی غزوے کے لئے رکھے گئے ہوں زکوٰۃ فرض نہیں گھوڑوں پر خواہ وہ سائمہ ہوں یا غیر سائمہ اور گدھے اور خچر پر بشرطیکہ تجارت کے لئے نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔

اونٹ کا نصاب:۔ پانچ اونٹ میں زکوٰۃ فرض ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں، پانچ اونٹ میں ایک بکری دینا فرض ہے خواہ نر ہو یا مادہ۔

چھ سے چوبیس تک کچھ نہیں۔

پچیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو دوسرا برس شروع ہو۔

چھبیس سے پینتیس تک کچھ نہیں۔

چھتیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو تیسرا برس شروع ہو چکا ہو۔

سینتیس سے پینتالیس تک کچھ نہیں۔

چھیالیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو چوتھا برس شروع ہو۔

سینتالیس سے ساٹھ تک کچھ نہیں۔

اکسٹھ اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو پانچواں برس شروع ہو۔

باسٹھ سے پچھتر تک کچھ نہیں۔ چھہتر اونٹ میں دو اونٹنیاں جن کو تیسرا برس شروع ہو سے نوے تک کچھ نہیں۔

اکانوے اونٹ میں دو اونٹنیاں جن کو چوتھا برس شروع ہو۔

بانوے سے ایک سو بیس تک کچھ نہیں۔

ایک سو بیس سے زائد ہو جائیں تو پھر نیا حساب کیا جائے گا یعنی اگر چار زیادہ ہیں تو کچھ نہیں جب زیادتی پانچ تک پہنچ جائے یعنی ایک سو پچیس ہو جائے تو ایک بکری اور پچیس اونٹ بڑھ جائیں گے۔ تو ایک دو برس والی اونٹنی اور تیس اونٹ بڑھ جائیں گے تو ایک چوتھے برس والی

(۱) امام صاحب کے نزدیک گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے یہاں ہم نے فرض نہ ہونے کو لکھا یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی پر اکثر فقہاء مثل علامہ طحاوی اور قاضی خان اور زیلعی وغیرہ کا فتویٰ ہے گو صاحب فتح القدیر نے بہت کوشش کی ہے کہ امام صاحب کے قول کو ترجیح دیں مگر جو دلائل انہوں نے بیان کئے ہیں وہ ناکافی ہیں۔ دارقطنی میں مروی ہے کہ کچھ لوگ شام کے رہنے والے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس گھوڑے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ دیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ میرے صاحبین (نبی ﷺ) اور حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) مجھ سے پہلے کر گئے ہیں وہی کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے صحابہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ بہتر ہے اور حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا بہتر ہے بشرطیکہ ایک چیز مقرر نہ ہو جائے جو آپ کے بعد ہمیشہ کی جایا کرے اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ نبی ﷺ اور حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں گھوڑوں کی زکوٰۃ نہیں دی جاتی تھی اور حضرت فاروقؓ نے بھی بطور فرض کے مقرر نہیں کی ۱۲۔

اونٹنی پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو نئے سرے سے حساب (۱) ہوگا یعنی پانچ اونٹوں میں ایک بکری اور پچیس میں ایک دو برس والی اونٹنی اور چھتیس میں ایک تیسرے برس والی اونٹنی پھر چھیالیس میں ایک چوتھے برس والے اونٹنی۔ پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو ہمیشہ اسی طرح نیا حساب ہوتا رہے گا۔

اونٹ کی زکوٰۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونی چاہئے نر اگر دیا جائے گا تو صحیح نہیں اور اگر قیمت دی جائے تو پھر اختیار ہے چاہئے نر کی قیمت دے چاہے مادہ کی۔

گائے بھینس کا نصاب:۔ گائے اور بھینس دونوں ایک قسم میں ہیں، دونوں کا نصاب بھی ایک ہے اور اگر دونوں کو ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملالیں گے مثلاً بیس گائے ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کرلیں گے مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا۔ جس کی تعداد زیادہ ہو یعنی اگر گائے زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینس زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی اور جو دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔

تیس گائے بھینس میں ایک گائے یا ایک بھینس کا بچہ جو پورے ایک برس کا ہو۔

تیس سے کم میں کچھ نہیں اور تیس کے بعد انتالیس تک بھی کچھ نہیں۔

چالیس گائے بھینس میں پورے دو برس کا بچہ۔

اکتالیس سے انسٹھ تک کچھ نہیں۔ (۲)

جب ساٹھ ہوجائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیئے جائیں گے۔ پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہوجائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس میں دو برس کا بچہ۔ مثلاً ستر ہوجائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ کیونکہ ستر میں ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس

---

(۱) اس حساب میں صرف اس قدر فرق ہے کہ پہلے چھتیس میں یہ زکوٰۃ تھی اور یہاں تیس میں ہے مگر اس کے بعد جو حساب ہیں وہ سب پہلے حساب کے موافق ہیں اور چھتیس کا نصاب اس میں رکھا گیا ہے تیس کا نہیں ۱۲۔

(۲) یہ صاحبین کا قول ہے اور امام صاحب سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے اور اسی پر محققین فقہا کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے اور امام صاحب سے ایک روایت میں منقول ہے کہ چالیس سے جس قدر زیادہ ہوں گے ان کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے دی جائے گی مثلاً ایک زیادہ ہو تو دو برس والے بچے کا چالیسواں حصہ یعنی اس کی پوری قیمت کا چالیسواں حصہ اور دو زیادہ ہوجائیں تو وہ چالیسویں حصے وعلیٰ ہذا القیاس مگر اس روایت کو محققین نے قبول نہیں کیا (درمختار۔ بحرالرائق۔ ردالمحتار) ۱۲۔

کا اور جب اسی ہو جائیں تو دو برس کے دو بچے کیونکہ اس میں چالیس کے دو نصاب ہیں اور نوے میں ایک ایک برس کے تین بچے کیونکہ نوے میں تیس کے نصاب ہیں اور سو میں دو بچے ایک ایک برس کے اور ایک بچہ دو برس کا۔ کیونکہ سو میں دو نصاب تیس کے اور ایک نصاب چالیس کا ہے ہاں جہاں کہیں دونوں نصابوں کا حساب مختلف نتیجہ پیدا کرتا ہے وہاں اختیار ہے چاہے جس کا اعتبار کریں مثلاً ایک سو بیس میں چار نصاب تو تیس کے ہیں اور تین نصاب چالیس کے پس اختیار ہے کہ تیس کے نصاب کا اعتبار کر کے ایک برس کے چار بچے دیں یا چالیس کے نصاب کے اعتبار کر کے دو برس کے تین بچے دیں۔ غرض کہ ساٹھ کے بعد پھر ہر دہائی سے نصاب بدلتا رہے گا دہائی سے کم بڑھے تو زکوٰۃ میں زیادتی نہ ہوگی وہی زکوٰۃ دینا ہوگی جو اس سے پہلی دی جاتی تھی۔

بکری بھیڑ کا نصاب:۔ زکوٰۃ کے بار میں بکری بھیڑ سب یکساں ہیں خواہ بھیڑ دم دار ہو جس کو دنبہ کہتے ہیں یا معمولی ہو، اگر دونوں کا نصاب پورا ہو تو دونوں کی زکوٰۃ علیحدہ دی جائے گی اور ہر ایک کا نصاب تو پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے سے زیادہ ہو جاتا ہو تو دونوں کو ملا لیں گے اور جو زیادہ ہوگا تو زکوٰۃ میں وہی دیا جائیگا اور دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔

چالیس بکری یا بھیڑ میں ایک بکری یا بھیڑ۔

چالیس سے کم میں اور چالیس کے بعد ایک سو بیس تک کچھ نہیں۔

ایک سو اکیس میں دو بھیڑ یا بکریاں۔

دو سو ایک میں تین بھیڑ یا بکریاں۔

دو سو دو سو سے تین سو ننانوے تک کچھ نہیں۔

چار سو میں چار بکریاں یا بھیڑیں۔

چار سو سے زیادہ ہوں تو ہر سو میں ایک بکری کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی سو سے کم زیادتی میں کچھ نہیں۔

بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں نر مادہ کی قید نہیں ہاں ایک سال سے کم کا بچہ نہ ہونا چاہئے خواہ بھیڑ ہو یا بکری۔

چاندی سونے اور تجارتی مال کا نصاب

چاندی سونے اور تمام تجارتی مالوں میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

چاندی کا نصاب دو سو درم ہے جس کے چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے ہوتے ہیں جس کی زکوٰۃ دس ماشے ساڑھے سات رتی چاندی ہوئی کیونکہ چھتیس تولے ساڑے پانچ ماشہ کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے۔

چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے سے کم چاندی (۱) پر زکوٰۃ نہیں۔

سونے کا نصاب میں بیس مثقال ہے جس کے پانچ تولہ ڈھائی ماشہ ہوتے ہیں جس کی زکوٰۃ ایک ماشہ ساڑھے چار رتی سونا ہوا کیونکہ پانچ تولہ ڈھائی ماشہ کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے پانچ تولہ ڈھائی ماشہ سے کم سونے پر زکوٰۃ نہیں۔

تجارتی مال کا نصاب اس کی قیمت کے اعتبار سے ہوگا اگر اس کی قیمت چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ چاندی یا پانچ تولے ڈھائی ماشہ سونے تک پہنچتی ہو تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں ،اگر چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ چاندی اور پانچ تولے ڈھائی ماشہ سونا دونوں قیمت میں برابر ہوں تو اختیار ہے ورنہ جس کے اعتبار سے نصاب پورا ہو جائے یا جس کا رواج زیادہ ہو اسی کا حساب کریں۔

---

(۱) بعض لوگوں نے چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے اور سونے کا ساڑھے سات تولہ بیان کیا ہے مگر یہ خلاف تحقیق ہے ہدایہ اور بحر الرائق اور فقہ کی تمام معتبر کتابوں میں اس کے خلاف ہے چنانچہ ی سب کہتے ہیں کہ چاندی کی زکوۃ میں وہ درم مراد ہے جس کے دس درم سات مثقال کے برابر ہوں اور مثقال بالاتفاق تین ماشے اور ایک رتی کا ہوتا ہے پس سات مثقال کے اکیس ماشے ساتھ رتی ہوئی جس کو دس پر تقسیم کی جائے تو دو ماشے ڈیڑھ رتی حاصل ہوتا ہے پس معلوم ہوا ایک ماشہ ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے اس کو اگر دو سو سے جو زکوٰۃ کا نصاب ہے ضرب دیجئے تو چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ ہوتا ہے پس یہی چاندی کا نصاب ہے اسی طرح سونے کے نصاب میں لوگوں نے غلطی کی ہے تمام فقہا لکھتے ہیں کہ سونے کا مثقال حساب سے تین ماشہ ایک رتی کا ہوتا ہے پس تین ماشے ایک رتی کو بیس سے ضرب دیا جائے تو پانچ تولہ ڈھائی ماشہ ہوتا ہے۔ دوسری غلطی لوگوں نے روپیہ کی تعداد بیان کرنے میں کی ہے بعض نے انگریزی سکہ دار باون روپے لکھے ہیں اور بعض نے کچھ بعض نے کچھ ، حالانکہ اگر روپیہ انگریزی ساڑھے گیارہ ماشے کا ہوتا تو تقریباً اڑتالیس میں نصاب پورا ہوتا ہے اور اگر روپیہ پورے تولہ بھر کا ہو جیسے کہ میں نے بعض محقق سادہ کاروں سے تحقیق کی ہے تو چھتیس روپیہ ایک اٹھنی میں نصاب پورا ہو جائے گا مگر میں نے روپیہ کی تعداد کو قصداً اس لئے نظر انداز کر دیا ہے کہ زکوٰۃ گنتی سی دینا خلاف احتیاط ہے تول کر دینا چاہیئے پس روپیہ کو تولیں جتنے روپیہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ کے ہوں ان کا ایک نصاب سمجھیں اسی طرح سونے کی زکوۃ بھی تول کر دیں۔

سونے چاندی کا یا تجارتی مالوں کا جو نصاب بیان کیا گیا اس نصاب سے اگر کچھ مال زیادہ ہو جائے تو وہ زیادتی اگر نصاب کے پانچویں حصے کے برابر ہے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، مثلاً اگر کسی کے پاس علاوہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشہ چاندی کے سات تولے ایک ماشہ دورتی چاندی اور بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی کیونکہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے کا پانچواں حصہ ہے اور اگر علاوہ پانچ تولہ ڈھائی ماشہ کے ایک تولہ چار رتی سونا اور بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی کیونکہ یہ پانچ تولہ ڈھائی ماشہ کا پانچواں حصہ ہے۔ اسی طرح جب پانچویں حصے کے برابر زیادتی ہو جائے گی تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی، پانچویں حصے سے کم زیادتی پر زکوٰۃ معاف ہے، پیسوں کا کوئی خاص نصاب نہیں جب ان کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کے برابر ہو جائے گی تو ان پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، اگر کسی مال میں سونا اور چاندی ملے ہوئے ہوں تو جو زیادہ ہوگا اسی کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر سونا زیادہ ہے تو وہ سونا سمجھا جائے گا اور سونے کے نصاب سے اسی کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر سونا زیادہ ہے تو وہ سونا سمجھا جائے گا اور سونے کے نصاب سے اس کی زکوٰۃ دی جائے گی اور اگر اس میں چاندی زیادہ ہے تو وہ چاندی سمجھا جائے گا اور چاندی کے نصاب سے اس کی زکوٰۃ دی جائے گی۔

اگر چاندی یا سونے میں کسی اور چیز کا میل ہو جائے اور وہ چیز غالب نہ ہو تو وہ کالعدم سمجھی جائے گی اور اگر وہ چیز غالب ہوگی تو وہ اگر تجارتی مال کے قسم سے ہے تو اس کی قیمت کے اعتبار سے اس میں زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر تجارتی مال نہیں ہے تو اس کی چاندی یا سونا اگر علیحدہ ہو سکتا ہو اور وہ بقدر نصاب کے ہو تو اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر علیحدہ نہ ہو سکتا ہو مگر شہر میں اس کا عام رواج ہو تب بھی اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر عام رواج نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی۔

اگر کسی کے پاس صرف چاندی کا نصاب بھی پورا نہ ہو اور صرف سونے کا بھی پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس وقت دونوں کو ملا لیں گے مثلاً کسی کے پاس بارہ تولے چاندی ہو اور ایک تولہ سونا اور ایک تولہ سونے کی قیمت چوبیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی کے برابر ہوتی ہو تو دونوں کو ملا لیں گے یعنی سمجھیں گے کہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی ہے اور اس کی زکوٰۃ دی جائے گی، اس صورت میں اختیار ہے کہ چاہے کم کو زیادہ سے ملائیں اور چاہے زیادہ کو کم کے ساتھ مگر وہ صورت اختیار کرنی چاہئے جس سے نصاب پورا ہو جائے اگر چاندی اور سونے کا نصاب پورا نہ ہو اور تجارتی مال بھی موجود ہو اس کے ملا لینے

سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس کو بھی ملا لیں گے مثلاً کسی کے پاس چھ روپیہ ہوں اور ایک تجارتی گھڑی ہو جس کی قیمت تیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی کے برابر ہو تو دونوں کو ملا کر سمجھیں گے کہ چاندی کا نصاب پورا ہے اور اس کی زکوٰۃ دیں گے۔

زکوٰۃ کے مسائل

(۱) اگر کچھ مال چند لوگوں کی شرکت میں ہو تو ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے اگر نصاب پورا ہوتا ہو تو زکوٰۃ اس پر فرض ہوگی ورنہ نہیں مثلاً چالیس بکریاں یا آدھ سیر چاندی دو آدمیوں کی شرکت میں ہو تو کسی پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر دینے سے نصاب پورا نہیں رہتا۔

(۲) دو نصابوں کے درمیان میں جو مال ہو اس پر زکوٰۃ معاف ہے وہ اگر ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔(۱)

(۳) زکوٰۃ واجب ہو جانے کے بعد اگر مال ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی تو زکوٰۃ کے دینے کا وقت آ گیا ہو اور حاکم وقت کی طرف سے اس کا مطالبہ بھی کیا گیا ہو اور اس نے کسی وجہ سے نہ دی ہو، ہاں اگر خود ہلاک کر دے تو پھر اس کو زکوٰۃ دینا ضروری ہوگی۔ مثلاً جانوروں کو چارہ پانی نہ دے اور وہ مر جائیں۔ یا کسی مال کو قصداً ضائع کر دے کسی کو قرض یا عاریت دینے کے بعد اگر مال تلف ہو جائے تو اس کا شمار ہلاک کرنے میں نہ ہوگا اور اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی تجارتی مال کو تجارتی مال سے بدل لینا ہلاک کرنے میں ہے لہٰذا اس بدل لینے میں زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی تجارتی مال کو غیر تجارتی مال سے بدل لینا اسی طرح سائمہ جانور کو دوسرے سائمہ جانور سے بدل لینا ہلاک کر لینا ہے اور اس سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی (درمختار وغیرہ)

(۴) زکوٰۃ میں اختیار ہے خواہ وہ چیز دی جائے جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی۔ یا اس کی قیمت دی جائے اور قیمت اسی زمانے کی معتبر ہوگی جس زمانے میں زکوٰۃ دینا چاہتا ہے خواہ زمانہ وجوب کے اعتبار سے اس وقت اس چیز کی قیمت زیادہ ہو یا کم ہو مثلاً آخر سال میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی تھی۔ ایک بکری کی قیمت تین روپے تھی اور ادا کرتے وقت چار روپے ہو جائے یا دو روپے ہو جائے تو اس کو چار روپے یا دو روپے دینا ہوں گے۔

---

(۱) صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں زکوٰۃ کم ہو جاتی ہے ۱۲۔

(۵) اگر کل مال عمدہ ہے تو زکوٰۃ میں عمدہ مال دینا چاہئے اور اگر سب مال خراب ہے تو خراب مال دیا جائے اور اگر کچھ مال عمدہ اور کچھ خراب ہے تو زکوٰۃ میں متوسط درجہ کا مال دینا چاہئے۔ اگر ادنیٰ درجہ کی چیز دی جائے اور اس میں جس قدر کمی ہو اس کے بدلے میں کچھ قیمت دی جائے یا اعلیٰ درجہ کی چیز دی جائے اور اس میں جس قدر زیادتی ہے اس کی قیمت واپس لے لی جائے تو جائز ہے۔

(۶) جو مال سال کے اندر حاصل ہوا ہو خواہ مول لینے سے یا تناسل سے یا وراثت سے یا ہبہ وغیرہ سے وہ اپنے ہم جنس نصاب کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور اسی کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔

مثال:۔ شروع سال میں پچیس اونٹ تھے سال کے درمیان میں ان کے پچیس بچے ہوئے تو اب سال کے ختم پر یہ بچے بھی ان اونٹوں کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے اور کل اونٹوں کی زکوٰۃ میں چوتھے برس کا اونٹ دینا ہوگا گو ان بچوں پر ابھی پورا سال نہیں گزرا ہاں اگر اس مال کے ملا دینے سے ایک ہی مال پر دو مرتبہ زکوٰۃ دینا پڑے تو نہ ملائیں گے مثلاً کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دے چکا ہو بعد اس کے اس مزکی روپیہ سے کچھ جانور مول لے تو وہ جانور اپنے ہم جنس نصاب کے ساتھ نہ ملائیں گے ورنہ ان کی زکوۃ پھر دینا ہوگی اور ابھی ان کی قیمت کی زکوٰۃ دی جا چکی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص جانوروں کی زکوٰۃ دے چکا ہو بعد اس کے ان مزکی جانوروں کو بیچ ڈالے تو ان کی قیمت کا روپیہ روپے کے نصاب کے ساتھ نہ ملایا جائے گا۔

(۷) اگر کسی شخص کے پاس کوئی تجارتی مال ہو مگر اس کی قیمت نصاب سے کم ہو تو پھر چند روز کے بعد اس چیز کے گراں ہو جانے کے سبب سے اس کی قیمت بڑھ کر بقدر نصاب کے ہو جائے تو جس وقت سے قیمت بڑھی ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتداء رکھی جائے گی (طحطاوی مراقی الفلاح)

(۸) ہر چیز کا نفع جو سال کے اندر حاصل ہوا ہو، اس کی اصل کے ساتھ ملایا جائے گا اور آخر سال میں جب اس کی اصل کی زکوٰۃ دی جائی گی تو اس کی زکوٰۃ بھی دی جائے گی تو اس پر پورا سال نہیں گزرا۔

(۹) اگر کسی شخص کے پاس ایک مال کے دو نصاب ایسے ہوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملایا نہیں جا سکتا مثلاً زکوٰۃ دیئے ہوئے جانوروں کی قیمت کا کچھ روپیہ اس کا اس کے علاوہ ہو پھر

اس کو کہیں سے کچھ روپیہ اور مل جائے تو یہ روپیہ اس روپیہ کی ساتھ ملایا جائے گا جس کا سال پہلے ختم ہوتا ہو، یعنی اگر بکریوں کی قیمت کے روپے کے سال پہلی ختم ہوتا ہو تو یہ روپیہ اس کے ساتھ ملایا جائے گا اور اگر دوسرے روپے کا سال پہلے ختم ہوتا ہو تو یہ روپیہ اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔

(۱۰) اگر حاکم وقت کوئی مسلمان عادل ہے تو اس کو ہر قسم کے مال زکوٰۃ لینے کا حق حاصل ہے وہ تمام لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر صرف کرے گا۔

(۱۱) اگر حاکم وقت کوئی ظالم یا غیر مسلم ہو تو اس کو زکوٰۃ کے لینے کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر جبراً لے لے تو دیکھنا چاہئے کہ اس نے اس مال کو مستحقین پر صرف کیا یا نہیں، اگر مستحقین پر صرف کیا ہے تو خیر ورنہ ان لوگوں کو چاہئے کہ پھر دوبارہ زکوٰۃ نکالیں اور بطور خود مستحقین پر تقسیم کریں (درمختار وغیرہ)

(۱۲) اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو حاکم وقت کو چاہئے کہ اس کو قید کر دے اور اس سے زکوٰۃ طلب کرے جبراً اس کے مال کو قرق کر لینا چاہئے کیونکہ زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں نیت شرط ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اس کا مال جبراً لیا جائے تو وہ نیت زکوٰۃ کی نہ کرے گا۔

(۱۳) اگر کوئی شخص حرام مال کو حلال مال کے ساتھ ملا دے تو سب کی زکوٰۃ اس کو دینا ہوگی۔

(۱۴) اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سال ختم ہونے سے پہلے یا کئی سال کی پیشگی دے دے تو جائز ہے۔

(۱۵) اگر کوئی شخص زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مر جائے تو اس کے مال کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی ہاں اگر وہ وصیت کر گیا ہو تو اس کا تہائی مال زکوٰۃ میں لے لیا جائے گا۔ گویا تہائی پوری زکوٰۃ کو کفایت نہ کرے اور اگر اس کے وارث تہائی سے زیادہ دینے پر تیار نہ ہوں تو جس قدر وہ اپنی خوشی سے دے دیں لے لیا جائے گا۔

(۱۶) اگر کسی کو شک پیدا ہو جائے کہ اس نے زکوٰۃ دی ہے یا نہیں تو اس کو چاہئے کہ پھر دے دے۔

(۱۷) جو دین کہ اس کا ثبوت کافی دائن کے پاس موجود ہو یا مدیون اس دین سے منکر نہ ہو اور وہ دین قوی ہو یا متوسط تو ایسی حالت میں اس دین کی زکوٰۃ دینا دائن (۱) کے ذمہ لازم ہے مگر

---

(۱) جو شخص کسی کو قرض دے اس کو دائن کہتے ہیں اور قرض دار کو مدیون کہتے ہیں ثبوت کافی کی قید اس واسطے لگائی گئی کہ اگر ثبوت کافی نہ ہو اور مدیون بھی منکر ہو تو زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔

بعد قبضہ کے دین قوی میں تو بعد چالیس درم پر قبضہ کے اور دین متوسط میں دوسو درم پر قبضہ پانے کے بعد اور اگر ضعیف ہے تو اس کی زکوۃ دینا لازم نہیں ہاں جب وہ قبضہ میں آجائے اور اس پر ایک سال گزرے گا تو مثل اور مالوں کے اس کی زکوۃ بھی دینی ہوگی۔

دین کی تین قسمیں ہیں(۱) قوی، متوسط، ضعیف۔

قوی وہ دین ہے جو کسی کو بطور قرض کے دیا گیا ہو یا کسی ایسے مال کا عوض ہو کہ جس پر زکوۃ فرض ہے مثلاً کسی نے اپنی سائمہ بکریاں کسی کے ہاتھ ادھار فروخت کی ہوں تو ان کی قیمت مشتری کے ذمہ دین قوی ہے اور اسی طرح اگر کسی اور تجارتی مال کو ادھار فروخت کیا ہو تو اس کی قیمت بھی مشتری کے ذمہ دین قوی ہے اور جب بائع کو اس کی قیمت میں سے چالیس درم مل جائیں گے تو اسے ان مقبوضہ درموں کی زکوۃ اس وقت سے دینا ہوگی کہ جب سے وہ اصل مال جس کی وہ قیمت ہے اس کے پاس تھا۔

مثال:۔ کسی شخص نے اپنی سائمہ بکریاں جو اس کے پاس چھ مہینہ سے تھیں ادھار بیچیں اور چھ مہینے کے بعد اسے دوسو درم ملے تو ان دوسو درموں کی زکوۃ پانچ درم اس کو فوراً دینا چاہئیں کیونکہ ان پر ایک سال کامل گزر گیا چھ مہینے تو اس کے اصل کے یعنی وہ بکریاں جو اس کے پاس رہی تھیں اور چھ مہینے مدیون کے پاس اس مال کو گزرے۔

متوسط وہ دین ہے جو ایسے مال کا عوض ہو جس پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی مثلاً کسی نے اپنی خدمت کے غلام یا غیر سائمہ بکریاں کسی کی ہاتھ ادھار بیچیں تو ان کی قیمت مشتری پر دین متوسط کی قسم سے ہے اور دین متوسط کا سال اس کی اصل کے زمانہ سے نہ رکھا جائے گا کیونکہ اس کی اصل پر تو زکوۃ فرض ہی نہ تھی بلکہ اس زمانہ سے رکھا جائے گا جب سے وہ مال اس نے بیچا ہے۔

ضعیف وہ دین ہے جو کسی کے عوض میں نہ ہو مثل دین مہر اور دین دیت اور دین کتابت اور دین خلع وغیرہ کے اس دین کی زکوۃ دائن پر فرض نہیں ہاں جب اس کے قبضے میں آجائے گا اور اس پر بعد قبضے کے ایک سال گزر جائے گا تو ان کی زکوۃ دینا ہوگی اور اگر دین نصاب سے کم ہو تو اس پر کسی حال میں زکوۃ فرض نہیں اگرچہ قوی یا متوسط کیوں نہ ہوں ہاں اگر اس کے پاس اس کا ہم جنس نصاب کوئی چیز متعدد ہے تو یہ دین بعد قبضے کے اس اپنے ہم جنس چیز کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور جب اس کا سال ختم ہوگا تو اس دین کی بھی زکوۃ دی جائے گی۔ اور اگر

(۱)۔ دین کی تین قسمیں امام صاحب کی نزدیک ہیں صاحبین کے نزدیک ہر دین میں زکوۃ فرض ہے ۱۲۔

ایک سال کے بعد دائن اپنا دین مدیون کو معاف کردے تو پھر زکوٰۃ اس ایک سال کی اس کو نہ دینا پڑے گی، ہاں اگر وہ مدیون مالدار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا ہلاک کرنا سمجھا جائے گا اور دائن کو زکوٰۃ دینا پڑے گی کیوں کہ زکوٰتی مال کے ہلاک کردینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ (بحرالرائق)

اگر کسی عورت کو نکاح کے بعد پورا مہر مل جائے اور ایک سال تک اس کے قبضے میں رہے اور بعد اس کے اس کا شوہر قبل خلوت صحیحہ کے اسے طلاق دے دے اور دیئے ہوئے مہر میں سے نصف واپس کرے تو اگر وہ مہر نقد یعنی سونے چاندی کی قسم سے ہے تو اس عورت کو پورے مہر کی زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر وہ نقد کی قسم سے نہیں ہے تو پھر پورے مہر کی زکوٰۃ اس کے ذمہ نہ ہوگی بلکہ نصف کی ہوگی۔

(۱۸) اگر کوئی شخص اپنا مال کسی کو ہبہ کردے اور بعد ایک سال کے رجوع کرے یعنی وہ ہبہ کی ہوئی چیز واپس کرے تو اس سال کی زکوٰۃ واہب پر ہوگی نہ موہوب پر اور ہبہ کرنے سے پہلے جتنے زمانہ تک وہ مال واہب کے قبضہ میں رہا تھا وہ زمانہ کالعدم سمجھا جائے گا، اس کا حساب نہ کیا جائے گا، مثلاً کسی نے زکوٰتی مال دس مہینے تک اپنے پاس رکھ کر کسی کو ہبہ کردیا اور پھر چند روز کے بعد اس سے واپس لے لیا تو اب وہ پہلا زمانہ محسوب کرکے دو مہینے کے بعد اس پر زکوٰۃ دینے کا حکم نہ دیا جائے گا بلکہ جب از سر نو پورا سال گزرے گا تب زکوٰۃ واجب ہوگی۔ تب اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر کوئی شخص خاص کر زکوٰۃ کے ساقط کرنے کی نیت سے حیلہ کرے کہ زکوٰۃ کا سال جب ختم ہونے کے قریب آئے تو وہ مال کسی کو ہبہ کرے پھر واپس لے لے تو اگرچہ زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی مگر یہ فعل اس کا مکروہ تحریمی ہوگا[1] کیونکہ اس میں فقیروں کا نقصان اور ان کے حق کا باطل کرنا اور زکوٰۃ کے دروازہ کا بند کرنا ہے۔

---

(۱) امام ابو یوسف کے نزدیک اس قسم کا حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ نیت زکوٰۃ کے ساقط کرنے کی نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہو کہ زکوٰۃ میرے ذمہ واجب ہی نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص بسبب بخل کے ایسا کرے یا اس کی نیت ہی ہو کہ مجھے زکوٰۃ نہ دینا پڑے تو ان کے نزدیک بھی مکروہ ہے بعض کوتاہ اندیشوں نے امام ابو یوسف کی نسبت لکھ دیا ہے کہ وہ خود زکوٰۃ ساقط کرنے کے لئے اس قسم کا حیلہ کیا کرتے تھے یہ محض غلط ہے ۱۲۔

عشر یعنی زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

عشر عربی زبان میں دسویں حصے کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد عام ہے خواہ دسواں حصہ ہو یا اس کا نصف یعنی بیسواں حصہ یا اس کا دونا یعنی پانچواں حصہ کیونکہ بعض صورتوں میں عشر واجب ہوتا ہے جو بعض میں اس کا نصف بعض میں اس کا دونا زمین کی پیداوار سے کھیتی اور درختوں کے پھل اور شہد مراد ہے ان تمام چیزوں کا عشر نکالنا فرض ہے عشر کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ہے اور احادیث سے بھی اور اجماع وقیاس بھی اس کی فرضیت پر دلالت کرتے ہیں۔ **قولہ تعالیٰ انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض واتو حقہ یوم حصادہ** ترجمہ۔ ہماری راہ میں اپنی پاکیزہ کمائیوں سے اور اس چیز سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہے خرچ کرو۔ **قولہ تعالیٰ واتو حقہ یوم حصادہ** ترجمہ:۔ زمین کی پیدوار کا حق دے دو (جو) اس کے کٹنے کے دن تم پر ثابت ہوتا ہے، تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حق سے عشر اور نصف عشر مراد ہے سائمہ جانوروں اور نقد اور تجارتی مالوں کی زکوٰۃ میں اور عشر میں سات فرق ہیں۔

(۱) عشر کے واجب ہونے میں کسی نصاب کی شرط نہیں (۱) قلیل اور کثیر ہر چیز میں عشر واجب ہوتا ہے بشرطیکہ ایک صاع سے کم نہ ہو۔

(۲) اس میں یہ بھی شرط نہیں کہ وہ چیز ایک سال تک باقی رہ سکے جو چیزیں نہ باقی رہ سکیں ان پر بھی عشر واجب ہے جیسے ترکاریاں کھیرا، ککڑی، تربوز، خربوزہ، لیموں، نارنگی، امرود، آنبہ وغیرہ۔

(۳) اس میں ایک سال کے گزرنے کی بھی قید نہیں حتیٰ کہ اگر کسی زمین میں سال کے اندر دو مرتبہ کاشت کی جائے تو ہر مرتبہ کی پیدوار میں عشر واجب ہوگا سال میں دو مرتبہ تو اکثر زمینیں کاشت کی جاتی ہیں مگر درختوں میں سوا امرود کے کوئی درخت سال میں دو مرتبہ نہیں پھلتا اور بالفرض اگر کوئی درخت دو مرتبہ یا اس سے زیادہ پھلے تو ہر مرتبہ عشر دینا ہوگا۔

---

(۱) یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ صاحبین کے نزدیک اور نیز امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں عشر فرض نہیں ایک وسق سات صاع کا ہوتا ہے صاع کی تحقیق اوپر گزر چکی اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تحقیق چہل آثار میں آوے گی ۱۲۔

(۴) عشر کے واجب ہونے کے لئے عاقل کی بھی شرط نہیں، مجنون کے مال میں بھی عشر واجب ہے۔

(۵) بالغ ہونا بھی شرط نہیں نابالغ کے مال میں بھی عشر واجب ہے۔

(۶) آزاد ہونا بھی شرط نہیں، مکاتب اور ماذون کے مال میں بھی عشر واجب ہے۔

(۷) زمین کا مالک ہونا بھی شرط نہیں، اگر وقف کی زمین ہو یا کرایہ کی تو اس کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے ہاں شرط ضرور ہے کہ وہ چیز قصداً بوئی گئی ہو یا خرید وفروخت کے قابل ہو اگر خود رو اور بے قیمت چیز ہو جیسے گھانس وغیرہ تو اس پر عشر نہیں۔ ایک چیز بعض مقامات میں قابل قدر ہوتی ہے اور اس کی خرید وفروخت کی جاتی ہے اور بعض مقامات میں وہی چیز بے قدر ہوتی ہے کوئی اس کی خرید وفروخت نہیں کرتا وہ قابل قدر ہے اس پر عشر واجب ہوگا اور جہاں بے قدر ہے وہاں نہ ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ اس زمین پر خراج واجب نہ ہوگا اگر خراج واجب ہوگا تو پھر عشر واجب نہیں ہوسکتا کیونکہ دو حق ایک زمین پر واجب نہیں ہوتے۔

جو زمین کہ خراجی نہ ہو اور وہ بارش کے یا دریا کے پانی سے سینچی جائے تو اس کی پیداوار میں عشر فرض ہے اور جو زمین کنویں سے سینچی جائے خواہ بذریعہ پر کے یا بذریعہ ڈول کے یا مول کے پانی سے تو اس کی پیدار میں عشر کا نصف یعنی بیسواں حصہ فرض ہے۔

اور اگر کوئی زمین دونوں قسم کے پانیوں سے سینچی گئی ہو تو اس میں اکثر کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر زیادہ تر بارش یا دریا کے پانی سے سینچی گئی ہے تو عشر دینا پڑے گا اور اگر زیادہ تر کنویں سے یا مول کے پانی سے سینچی گئی ہو تو نصف عشر دینا ہوگا اور جو دونوں قسم کے پانی برابر ہوں تو بھی نصف عشر دینا ہوگا۔

پہاڑ اور جنگل کی پیدوار میں بھی عشر ہے بشرطیکہ امام یا حاکم اسلام نے راہزنوں اور کافروں سے اس کی حمایت کی ہو۔

جس قدر پیدوار ہے اس سب کا عشر ہونا چاہئے بغیر اس کے کہ بیج کی قیمت بیلوں کا کرایہ ہل چلانے والے باغ یا کھیت کی حفاظت کرنے والوں کی مزدوری یا کھیت کا لگان وغیرہ اس سے وضع کیا جائے۔

مثال:۔ کسی کھیت میں بیس من غلہ پیدا ہوا تو اس کو چاہئے کہ دو من عشر میں نکال دے، اگر زمین بارش یا دریا سے سینچی گئی ہو اور جو کنویں وغیرہ سے سینچی گئی ہو تو ایک من نکالے یہ نہ کرے

کہ اس بیس من غلہ سے تمام اس کے اخراجات کاشت نکالنے کے بعد جو باقی رہ جائے مثلاً دس من رہ جائے تو اس کا عشر یعنی ایک من یا نصف عشر یعنی بیس سیر نکالے۔

مسلمان پر ابتداءً خراج نہ مقرر کیا جائے گا بلکہ اس کے لائق یہی ہے کہ اس پر عشر مقرر کیا جائے کیونکہ عشر ایک قسم کی عبادت ہے اور خراج محصول ہے لیکن اگر خراجی زمین کوئی مسلمان خریدے گا پھر اس پر بھی خراج واجب ہو جائے گا۔

زمین کی تین قسمیں ہیں۔ عشری، خراجی، تضعیفی۔

عشری وہ زمین ہے کہ جس کو مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا ہو اور وہاں کی زمین اپنے لشکر پر تقسیم کر دی ہو۔ یا وہاں کے رہنے والے اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے ہوں، عرب کی اور بصرہ کی زمین باوجود ان شرائط کے نہ پائی جانے کے بھی عشری ہے۔ خراجی وہ زمین ہے جس کو اہل اسلام نے بزور شمشیر نہ فتح کیا ہو اور وہاں کی زمین بذریعہ صلح کے فتح ہوئی ہو، عراق کی زمین باوجود ان شرائط کے نہ پائے جانے کے بھی خراجی ہے۔

تضعیفی وہ عشری زمین ہے جو کسی بنی تغلب (۱) کے نصرانی کے قبضہ میں ہو، تضعیفی اس کو اس سبب سے کہتے ہیں کہ بنی تغلب کے نصرانیوں کو عشری زمین کے پیداوار میں عشر کا ضعف (دونا) یعنی کل پیداوار کا پانچواں حصہ دینا ہوتا ہے، مسلمان اگر عشری زمین کو خریدے گا تو اس کے پاس بھی عشری رہے گی اور خراجی کو خریدے گا تو اس کے پاس بھی خراجی رہے گی اور جو تضعیفی کو خریدے گا تو اسکے پاس بھی تضعیفی رہے گی۔ تغلبی اگر عشری زمین کو خریدے گا تو اس کی ملک میں آتے ہی تضعیفی ہو جائے گی ور جو خراجی کو خریدے گا تو خراجی رہے گی اور جو تضعیفی کو خریدے گا تو وہ بھی تضعیفی رہے گی اور اگر کوئی ذمی خراجی یا تضعیفی زمین کو خریدے گا تو بدستور اس کے پاس بھی خراجی اور تضعیفی رہے گی اور جو عشری زمین خریدے گا تو وہ اس کے ملک میں آتے ہی خراجی ہو جائے گی۔

مگر جس وقت یہ عشری زمین جو اس کے ملک میں آنے سے خراجی ہو گئی ہے بذریعہ حق شفعہ کے کسی مسلمان کے ملک میں چلی جائے گی تو پھر عشری ہو جائے گی اسی طرح اگر کوئی کافر

---

(۱) بنی تغلب عرب کا ایک قبیلہ ہے اس قبیلہ کے نصرانیوں سے حضرت عمرؓ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ جس قدر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اس کا دونا تم سے لیا جائے گا اسی واسطے اب تک وہ قاعدہ جاری ہے یہ مسئلہ اگرچہ ہندوستانیوں کے لئے غیر ضروری ہے کیوں کہ وہ قوم ہی نہیں اور ہو بھی تو کیا عشر لینا تو بادشاہ کا کام ہے مگر صرف علم کی غرض سے یہ مسئلہ لکھ دیا گیا ۱۲

مسلمان سے عشری زمین مول لے اور پھر یہ سب بیع کے فاسد ہونے یا خیار شرط یا خیار رویت کے ذریعہ سے اسی مسلمان کے پاس واپس آجائے تو عشری ہی رہے گی اور جو خیار عیب کے سبب سے واپس کی جائے تو اس میں شرط ہے کہ قاضی کے حکم سے واپس ہو تو عشری رہے گی اور جو بے حکم قاضی کے واپس کی جائے تو خراجی ہو جائے گی۔

ہندوستان:۔ کی زمینیں جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں ان کی نو حالتیں ہیں۔

(۱) بادشاہان اسلام کے وقت سے موروثی ہیں۔

(۲) موروثی ہیں مگر بادشاہی وقت سے نہیں اور معلوم نہیں کیونکر قبضے میں آئیں۔

(۳) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں اور ان بیچنے والے مسلمانوں نے بھی مسلمانوں سے مول لی ہیں۔

(۴) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ ان بیچنے والے مسلمانوں نے کس سے مول لی ہیں۔

(۵) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور وہ اس سے پہلے مسلمانوں کے ملک میں تھیں۔

(۶) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور معلوم نہیں کہ وہ اس سے پہلے کس کی ملک میں تھیں۔

(۷) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لیں اور ان بیچنے والے مسلمانوں نے غیر مسلم سے مول لی تھیں۔

(۸) مسلمانوں نے غیر مسلم سے مول لیں۔

(۹) سرکار ا[illegible] نے بطور معافی کے عنایت کیں اور وہ اس سے پہلے غیر مسلم کی مملوکہ تھیں۔

پہلی پانچوں صورتوں میں ان زمینوں کی پیداوار پر اگر وہ بارش یا دریا کے پانی سے سینچی جائیں تو عشر فرض ہے اور جو مول کے پانی سے یا کنویں سے سینچی جائیں تو نصف عشر فرض ہے کیونکہ ان سب صورتوں میں یہ زمینیں یا مملوکہ اہل اسلام ہیں یا کچھ معلوم نہیں نہ معلوم ہونے کی صورت میں بھی انہیں کی مملوکہ سمجھی جائیں گی کیونکہ انہیں کی سلطنت تھی اور مسلمانوں کی مملوکہ زمینوں پر عشر یا نصف عشر ہی فرض ہوتا ہے اور آخیر کی چار صورتوں میں ان زمینوں کی پیداوار پر عشر

واجب نہیں بلکہ وہ زمینیں خراجی ہیں یعنی اگر بادشاہ اسلام ہوتا تو ان پر خراج ہوتا سرکاری مالگزاری جو دی جاتی ہے یہ عشر میں محسوب نہیں ہو سکتی کیونکہ عشر کے مصارف میں صرف نہیں کی جاتی پس اس کے دینے سے عشر ساقط نہ ہوگا اگر کوئی ذمی کافر اپنے گھر یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنالے تو وہ خراجی ہے اگر کوئی مسلمان اپنے گھر یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنائے تو اگر سینچائی خراج کے پانی سے کرے تو خراجی ہے اور اگر دونوں سے سینچے تب بھی وہ عشری ہوگی اور اگر عشر کے پانی سے کرے تو عشری ہے اگرچہ خراج کا پانی زیادہ ہو (درمختار وغیرہ)

خراجی:۔ وہ پانی ہے جس پر پہلے کفار کا قبضہ ہو اور پھر اہل اسلام نے بزور اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ عشری ہے جیسے بارش کا پانی اور ان کنووں، چشموں کا پانی جو کسی کے قبضہ میں نہ ہو، گھر میں قبرستان میں اور تیل وغیرہ کے چشمے میں کچھ بھی واجب نہیں، جب کھیتی اور درخت پھلجائیں اور ان کے پھل عادتاً استعمال کے قابل ہو جائیں تو ان پر عشر واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ پکے ہوں یا نہیں، کٹنے کے قابل ہوں یا نہیں، بعض غلے قبل پکنے کے استعمال میں آنے لگتے ہیں مثل نخود اور بڑی جوار وغیرہ کے اسی طرح بعض درختوں کے پھل بھی مثل آنبہ کے کہ کچے پن ہی میں چٹنی اچار کے کام آنے لگتے ہیں پس جس وقت سے جو غلہ اور جو پھل عادتاً قابل استعمال ہو جائے اسی وقت سے اس پر عشر واجب ہے۔

جس غلہ اور جس پھل پر عشر واجب ہو گیا اس کا استعمال بغیر عشر ادا کئے جائز نہیں اور اگر کوئی شخص استعمال میں لائے گا تو اسے تاوان دینا پڑے گا، جس شخص پر عشر فرض ہو اور وہ بغیر ادا کئے ہوئے عشر کے مرجائے تو اس کے مال متروکہ سے عشر لیا جائے گا، خواہ وہ وصیت کر گیا ہو یا نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

کوئی شخص باوجود قدرت کے کسی عشری زمین میں کاشت نہ کرے تو اس کو عشر دینا پڑے گا بخلاف خراج کے۔

اگر کوئی شخص اپنی کھیتی یا پھلا ہوا باغ بیچ ڈالے تو اگر قبل پکنے کے بیچا ہے تو عشر مشتری کے ذمے ہوگا اور اگر پکنے کے بعد بیچا ہے تو عشر بائع کے ذمہ ہوگا۔

کرایہ کی زمین میں عشر کرایہ (۱) دار پر ہوگا جو اس کی کاشت کرتا ہے، نہ مالک پر، اسی طرح

(۱) یہ صاحبین کا مذہب ہے اسپر اکثر متقدمین کا فتویٰ ہے اور یہی قواعد کے موافق ہے کیونکہ عشر پیداوار پر ہوتا ہے اور مالک پیداوار کا بھی مالک ہے امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر عشر فرض ہے بعض متاخرین نے ان کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے مگر ترجیح صاحبین ہی یہ قول کو معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم ۱۲۔

عاریت کی زمین پر عشر عاریت لینے والے پر ہوگا نہ عاریت دینے والے پر (درمختار وغیرہ۔

اگر دو آدمی شرکت میں کھیتی کریں تو دونوں (۱) پر عشر ہوگا خواہ بیج ان میں سے ایک ہی کا ہو (درمختار وغیرہ)

عشر میں بھی اختیار ہے کہ خواہ خود وہ چیز دے جس پر عشر واجب ہوا ہے خواہ اس کے بدلے میں قیمت دے دے۔

ساعی اور عاشر کا بیان

آنحضرت علیہ السلام اپنے مسعود زمانے میں زکوٰۃ کی تقسیم کا انتظام خود بنفس نفیس فرماتے تھے تمام مسلمانوں کی زکوٰۃ کسی خاص شخص کے ذریعہ سے تحصیل فرما کر بطور خود مستحقین پر صرف کیا کرتے تھے اور جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا تو ان کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کی زکوٰۃ تم خود وصول کر کے فقراء پر تقسیم کرنا اور اسی پر خلفائے راشدین کا عمل رہا اور اس کے بعد بادشاہان اسلام نے بھی اس پر عمل کیا خلفائے عباسیہ وغیرہ تک اس امر کا پتہ کچھ کچھ چلتا ہے اور ہر قسم کی زکوٰۃ اور صدقہ کا بیت المال یعنی خزانہ علیحدہ رہا کرتا تھا مثلاً خمس کا بیت المال علیحدہ رہتا تھا اس میں غنیمت کے مالوں کا پانچواں حصہ اور دفینوں وغیرہ کا پانچواں حصہ جو اللہ کی راہ میں لیا جاتا ہے رہتا تھا اس میں زکوٰۃ اور عشر کا بیت المال علیحدہ ہوتا تھا خراج اور جزیہ کا بیت المال جدا ہوتا تھا اور جس شخص کو زکوٰۃ کی تحصیل کے لئے مقرر کرتے تھے اور وہ مسلمانوں کے گھر جا کر زکوٰۃ وصول کر کے لاتا تھا اس کو ساعی کہتے تھے اس ساعی کی تنخواہ اسی زکوٰۃ کی مال سے دی جاتی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور آئندہ بیان ہوگا ایک دوسرا طریقہ اور تھا کہ عام شاہراہوں پر جس طرف سے تاجروں کی آمد و رفت رہتی تھی امام یعنی احکام وقت کی طرف سے ایک شخص مقرر کر دیا جاتا تھا جو ان کے مالوں کی رہزنوں سے حفاظت کیا کرتا تھا اور ان کے تجارتی مالوں سے بشرطیکہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ایک سال ان پر گزر چکا ہو اور قرض سے محفوظ ہوں ایک خاص حصہ لے لیا کرتا تھا یعنی مسلمانوں سے چالیسواں حصہ ذمی کافروں سے بیسواں حصہ حربی کافروں سے دسواں حصہ اور اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ حربیوں نے مسلمان تاجروں سے جو ان کے ملک میں گئے تھے اس سے زیادہ یا کم لیا تھا تو ان سے بھی اسی

---

(۱) یہ مذہب صاحبین کا ہے فتویٰ اسی پر ہے ۱۲۔

قدر لیا جاتا تھاہاں اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ مسلمانوں کا سب مال لے لیتے ہیں تو ان کے ساتھ ایسا نہ کیا جاتا تھا کیونکہ یہ ظلم صریح ہے اور اگر یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کچھ نہیں لیتے ہیں تو پھر ان سے بھی کچھ نہ لیا جاتا تھا۔

اس شخص کو جو ان شاہراہوں پر بیٹھ کر تاجروں کے مال سے حصہ لیتا تھا عاشر کہتے تھے یہ عاشر جو کچھ وصول کرتا تھا امام یعنی حاکم وقت کے پاس بھیج دیتا تھا اور وہ زکوٰۃ کے بیت المال میں جمع رہتا تھا اور عندالضرورت مستحقین پر صرف ہوتا تھا ہم نے عاشر کے احکام نہایت اجمال سے بلکہ کچھ بھی نہیں بیان کئے ہم کو صرف یہ بتانا منظور تھا کہ عاشر کس کو کہتے ہیں اس کے احکام کی ضرورت ہم کو آج کل نہیں ہے اس لئے کہ بدنصیبی سے ہم ان مبارک ازمنہ سے جن میں احکام کی ضرورت شرعیہ پر عمل ہوتا تھا بہت بعد پیدا ہوئے ہیں۔

اب وہ زمانہ ہے کہ مسلمان کو خود اس کا انتظام کرنا چاہئے ہر شخص اپنی زکوٰۃ خود قواعد شرعیہ کے لحاظ سے نکالے اور خود اپنے طور پر مستحقین پر صرف کرے خود اپنے ہی صندوقچہ کو زکوٰۃ کا بیت المال بنائے یعنی زکوٰۃ کا سال جس وقت ختم ہو یا عشر جس وقت واجب ہو فوراً اگر مستحقین دستیاب ہو جائیں تو اسی وقت تقسیم کر دے ورنہ اس کو صندوقچہ میں علیحدہ جمع رکھے جس وقت مستحقین ملتے جائیں اس مال کو صرف کرتا رہے اس زمانہ میں جو لوگ مستعدی سے قواعد شریعت قادسہ پر عمل کرتے ہیں ان کے لئے بڑا اجر ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بصراحت وارد ہو گیا ہے، اللہ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین بالنبی الامین۔

زکوٰۃ اور عشر کے مستحقین کا بیان

جس طرح اللہ پاک نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کا اتنا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ نماز جیسی عبادت کے ساتھ اس کو بتیس ۳۲ جگہ ذکر فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی جا بجا اس کی تاکید وفضیلت کے بیان کو اپنے مقدس کلام سے زینت دی ہے اسی طرح حق سبحانہ نے زکوٰۃ کے مصارف بھی بیان فرما دیئے ہیں اور جن جن لوگوں کو زکوٰۃ کا مال لینے کا استحقاق ہے ان کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے فقہاء نے جو کچھ لکھا ہے سب اسی ایک آیت کی تفسیر ہے انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل ترجمہ:۔ صدقہ (کے مال) تو صرف فقیروں اور

مسکینوں کے لئے ہیں اور عاملوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کی تالیف قلب کی جائے اور غلاموں (کی آزادی) میں خرچ کرنے کے لئے اور قرض داروں کے (قرض ادا کروانے) کے لئے اور اللہ کی راہ میں (خرچ کرنے کے لئے) اور مسافر کے لئے۔

اس آیت میں صدقات سے صدقات واجبہ (۱) مراد ہیں صدقات نافلہ کا ان لوگوں کے سوا دوسروں کو دینا بھی جائز ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا اس آیت میں آٹھ قسم کے لوگ بیان ہوئے ہیں جن کو صدقہ کا مال دینا چاہئے اور ان کے سوا کسی اور کو دینا جائز نہیں۔ فقیر، مسکین، عاملین صدقہ مولفۃ القلوب، غلام قرض دار۔ فی سبیل اللہ مسافر ان آٹھ قسموں میں مولفۃ القلوب (۲) کا حصہ حنفیہ (۳) کے نزدیک ساقط ہوگیا ہے لہذا ان کے نزدیک سات قسمیں رہ گئیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے فقیر وہ شخص ہے جو کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک نہ ہو جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مگر بالکل تہی دست بھی نہ ہو۔

مسکین وہ شخص ہے (۴) جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو حتیٰ کہ دوسرے وقت کا کھانا بھی۔

عاملین صدقہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی تحصیل کے لئے حاکم اسلام کی طرف سے مقرر ہوں عاشر بھی ان میں داخل ہیں ان لوگوں کی تنخواہ زکوٰۃ کے مال سے دی جائے گی اور تنخواہ کی مقدار ہر شخص کے کام کے موافق حاکم وقت کی تجویز سے مقرر ہوگی۔ اس قدر کہ اس کو اور اس کے متعلقین کو کافی ہو سکے اور اگر صدقات کے مال جو اس نے جمع کئے ہیں اس کی تحویل سے ہلاک ہو جائیں

---

(۱) صدقات کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل، واجب وہ صدقات ہیں جن کی فرضیت یا وجوب شریعت سے ثابت ہو جیسے زکوٰۃ اور عشر اور صدقہ فطر اور نذر کئے ہوئے صدقے اور ان کے علاوہ جو اپنی طرف سے کوئی شخص صدقہ دے تو وہ نفل ہے ۱۲۔

(۲) شروع اسلام میں آنحضرت ﷺ کچھ لوگوں کو تالیف قلب کے لئے صدقات کے مال دے دیتے تھے کچھ لوگ تو کافر تھے جن کو دینے سے مقصود یہ تھا کہ ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو اور وہ مسلمان ہو جائیں اور کچھ کافروں کو اس غرض سے دیا جاتا تھا کہ وہ شر و فساد نہ کریں اور کچھ لوگ نو مسلم ضعیف الایمان تھے، ان کو اس لئے دیا جاتا تھا کہ ان کے دل میں اسلام کی جڑ مضبوط ہو جائے ۱۲۔

(۳) امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور یہ مذہب اکابر صحابہ سے منقول ہے حضرت فاروق رضی اللہ نے حضرت صدیق ہی کے زمانہ خلافت سے مولفۃ القلوب کو صدقہ دینا موقوف کرا دیا تھا۔ اور آنحضرت ﷺ کی آخر عمر کی حدیث ہے کہ جب آپ نے معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اسی مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ مالدار مسلمانوں سے صدقہ لے کر فقیر مسلمانوں کو دینا مولفۃ القلوب کا ذکر آپ نے ان سے نہیں کیا امام شافعی اس کے مخالف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے اگر ضرورت ہو تو اب بھی تالیف قلب کے لئے صدقات کا مال کافروں کو دیا جا سکتا ہے ۱۲۔

(۴) مسکین کی یہ تعریف حنفیہ کے نزدیک ہے ان کے نزدیک مسکین کا درجہ فقر میں فقیر سے بڑھا ہوا ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک مسکین اور فقیر میں کچھ فرق نہیں اور بعض کے نزدیک فقیر کا درجہ فقر میں مسکین سے زیادہ ہے ۱۲۔

تو پھر اس کو کچھ نہ ملے گا، خاندان بنی ہاشم کے لوگ اگر عامل مقرر کئے جائیں تو جائز ہے (۱) مگر ان کی تنخواہ زکوٰۃ اور عشر کے مال سے نہ دی جائے کیونکہ اس قسم کا مال لینا ان کو مکروہ تحریمی ہے مگر ان کی تنخواہ کسی ایسے روپیہ سے دی جائے جس کا لینا ان کو جائز ہو۔

غلام یعنی مکاتب (۲) بشرطیکہ وہ کسی ہاشمی کے ملک میں نہ ہو خواہ اس کا آقا غنی ہو یا فقیر ہر سال میں اس کو دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنے آقا کو دے کر آزادی حاصل کر لے قرض دار یعنی وہ شخص جس پر کسی کا قرض چاہتا ہو اور اس کے پاس اس قدر مال نہ ہو کہ اس قرض کو ادا کرے تو اس کو صدقات کا مال دے دیا جائے تاکہ وہ اپنے قرض خواہ کا قرض ادا کر کے اس بار عظیم سے سبکدوش ہو جائے۔

فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں مجاہد لوگ مفلسی کے سبب سے لشکر اسلام کے ساتھ جہاد کے لئے نہ جا سکتے ہوں اور جو لوگ بارادۂ حج گھر سے نکلے ہوں اور اثنائے راہ میں کسی سبب سے مفلس ہو جائیں کہ حج کے لئے نہ جا سکیں اور جو لوگ طلب علم کرتے ہوں اور بے سامانی اور افلاس ان کو پریشان کر رہا ہو یہ سب لوگ اس میں داخل ہیں (۳) اور ان سب کے صدقات کے مال دیئے جا سکتے ہیں۔

مسافر یعنی وہ شخص جس کے ملک میں مال ہو مگر بالفعل اس کے قبضے میں نہ ہو خواہ اس سبب سے کہ وہ اپنے وطن سے باہر ہو جہاں اس کا مال ہے یا اس سبب سے کہ اس کا مال کسی دوسرے پر قرض ہو اور وہ اس کے لینے پر قادر نہ ہو یا اور کوئی صورت ایسی ہو کہ اس کا مال اس کے قبضے سے نکل گیا ہو اور بالفعل اس کے قبضے میں نہ آسکتا ہو، یہ معنی مسافر کے تعمیماً بیان کئے گئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے باہر ہو۔

---

(۱) بعض فقہا کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاشمی کا عامل مقرر کرنا جائز ہی نہیں مگر یہ صحیح نہیں جیسا کہ شامی وغیرہ میں بتصریح موجود ہے ۱۲۔

(۲) یہ مذہب حنفیہ کا ہے ان کے نزدیک غلام سے یہی خاص قسم غلام کی مراد ہے اور یہی اکثر اہل علم کا مذہب ہے امام حسن بصریؒ سے بھی یہی منقول ہے مکاتب کے سوا اور کسی قسم کے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں نہ زکوٰۃ کے مال سے غلاموں کا مول لے کر آزاد کرنا درست ہے ۱۲۔

(۳) بعض فقہاء نے اس میں خلاف کیا ہے کہ فی سبیل اللہ سے صرف مجاہدین مراد ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی عبادت اور دین کے کاموں میں کوشش کرتے ہوں اور وہ مفلس ہوں تو وہ سب فی سبیل اللہ میں داخل ہیں جیسا کہ رد المختار وغیرہ میں بہ صراحت موجود ہے ۱۲۔

زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان اقسام میں سے جس قسم کو چاہے اپنی زکوٰۃ کا مال دے دے یہ ضروری (۱) نہیں کہ ان تمام اقسام کو دے۔

زکوٰۃ کا مال ان مصارف کے سوا اور کسی کام میں نہ صرف کیا جائے کسی میت کا کفن اس مال سے نہ بنائے نہ میت کا قرض اس مال سے ادا کیا جائے۔ نہ ان سے مسجد وغیرہ بنائی جائے، اسی طرح زکوٰۃ کے مال سے غلاموں کو مول لے کر آزاد کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ ان سب صورتوں میں کسی فقیر کو مال کا مالک نہیں بنایا جاتا اور زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں یہ شرط ہے کہ کسی فقیر کو اس کا مالک بنا دیا جائے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

زکوٰۃ کا مال کسی ایک شخص کو نہ دینا چاہئے جس سے زکوٰۃ دینے والے کو ابوت یا بنوت کا تعلق ہو پس اپنے باپ دادا پر دادا وغیرہ اور دادی پر دادی وغیرہ اور ماں اور ماں کے باپ دادا پر دادا وغیرہ کو نہ دے اور اپنے بیٹے اور پوتے پر پوتے اور بیٹی اور نواسی اور نواسے وغیرہ کو بھی نہ دے اور اسی طرح اس کو بھی نہ دینا چاہئے جس سے زوجیت کا تعلق ہو پس شوہر اپنی بی بی کو اور بی بی اپنے شوہر کو زکوٰۃ کا مال نہ دے، عورت اگر مطلقہ ہو مگر عدت کے اندر ہو تو اس کو بھی زکوٰۃ کا مال نہ دے، ہاں بعد عدت کے چونکہ زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہتا اس لئے اس وقت دینا جائز ہے اور اسی طرح اس کو بھی نہ دے جس سے ملکیت کا تعلق ہو پس اپنی لونڈی اور غلام کو زکوٰۃ نہ دے اگرچہ اس کو مکاتب (۲) یا مدبر کر چکا ہو۔ ان سب لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا اس سبب سے ناجائز ہے (۳) کہ یہ لوگ ایک اعتبار سے زکوٰۃ دینے والے سے متحد ہیں پس ان کو زکوٰۃ دینا گویا اپنی ہی ذات کو نفع پہنچانا ہے اور زکوٰۃ کے مال سے خود منتفع ہونا جائز نہیں۔ مذکورہ بالا اعزہ (۴) کے سوا اور عزیزوں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے بلکہ یہ بہتر ہے کہ جہاں تک اپنے اعزہ میں صاحب حاجت لوگ ملیں غیر کو نہ دے، جب اعزہ میں کوئی صاحب حاجت نہ ملے تو اپنے دوستوں کو جو محتاج ہوں دے اور ان کے بعد پڑوسیوں کا حق ہے۔

---

(۱) یہ حنفیہ کا مذہب ہے امام شافعیؒ کے نزدیک تمام قسموں کے تین تین آدمیوں کو دینا ضروری ہے

(۲) اصل وجہ اس کی یہی ہے کہ آیت میں رقاب کے لفظ سے جس کے معنی غلام کے ہیں حنفیہ کے نزدیک صرف مکاتب مراد ہے۔۱۲

(۳) مکاتب وہ غلام ہے جس کو اس کے آقا نے لکھ دیا ہو کہ یہ اگر اس قدر مال ادا کرے تو آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جس کی نسبت اس نے کہہ دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد یہ آزاد ہے۔۱۲

(۴) ان لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا تو ناجائز ہے مگر ان کی خبر گیری اور ان کی کفالت شریعت کی طرف سے ہر شخص پر لازم کر دی گئی ہے۔۱۲

اگر یہ خیال ہوا کہ اس کے اعزہ زکوٰۃ کا روپیہ دینے سے برا مانیں گے تو ان کو نہ بتایئے کہ میں تم کو زکوٰۃ کا مال دیتا ہوں کیونکہ زکوٰۃ کی صحت میں یہ شرط نہیں کہ جس کو دیا جائے اس سے بھی یہ کہہ دیا جائے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے بلکہ اس کی بہت عمدہ صورت یہ ہے کہ برسم عیدی یا اور کسی خوشی کی تقریب میں اپنے اعزہ کے لڑکوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دے دے اس طور پر ان کو ہرگز خیال بھی نہ ہوگا کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے مگر اس میں شرط ہے کہ وہ لڑکے سمجھ دار ہوں ناسمجھ بچے کو زکوٰۃ کا مال درست نہیں (درالمختار وغیرہ)

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو کچھ ہدیہ دے جیسے امراء کی یہاں پہلے پہل کے پھل کی ڈالی لگائی جاتی ہے تو اس ڈالی لگانے والے کو زکوٰۃ کے مال سے دینا درست ہے بشرطیکہ اس میں مستحقین کے اوصاف پائے جاتے ہوں۔ اور اس ڈالی کا عوض نہ سمجھے (درالمختار وغیرہ)

مالدار کو اور اس کے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں ہاں اس کے مکاتب غلام کو دینا جائز ہے اور اس کے اس ماذون غلام کو بھی دینا جائز ہے جس پر اس قدر قرض ہو جو اس کی قیمت اور اس کے مال سے زیادہ ہو۔ مالدار سے وہ شخص مراد ہے جس کے پاس اصلی ضرورتوں سے زائد مال ہو اور وہ تمام مال کم از کم بہ قدر نصاب ہو۔

بنی ہاشم کے تین خاندان (۱) کے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کو، حارث کی اولاد کو، ابو طالب کی اولاد کو، سادات بنی فاطمہ اور سادات علویہ اس تیسرے خاندان میں داخل ہیں کیونکہ وہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی اولاد ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ ابو طالب کے بیٹے ہیں ان خاندانوں کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ کا مال نہ دینا چاہئے ہاں صدقات واجب یعنی زکوٰۃ عشر اور صدقہ فطر کے سوا اور قسم کے صدقات سے ان کی مدد کرنا جائز ہے۔

کافروں کو بھی صدقات کا مال دینا جائز نہیں ہاں اگر ذمی کافر ہو تو اس کو زکوٰۃ عشر خراج کے سوا اور صدقات کا دینا جائز ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے غالب گمان میں کسی شخص کو زکوٰۃ کا مستحق سمجھ کر زکوٰۃ کا مال دے دے اور بعد میں یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنا ہی غلام تھا یا مکاتب یا کافر حربی یا کافر مستأمن تو اس کو چاہئے کہ پھر دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ مالدار تھا یا ذمی کافر تھا یا اس کا باپ یا بیٹا یا اس کی بی بی

---

(۱) ہاشم عبد المطلب کے والد یعنی آنحضرت ﷺ کے پردادا کا نام ہے علاوہ عبد المطلب کے ان کے تین بیٹے اور تھے مگر نسل صرف عبد المطلب سے جاری ہوئی عبد المطلب کے بارہ بیٹے تھے جن میں صرف ان تین بیٹوں کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (۱) عباس، (۲) حارث۔ (۳) ابو طالب۔ ۱۲۔

تھی یا بنی ہاشم کے ان خاندانوں میں سے تھا جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں تو پھر دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہاں اگر بغیر غالب گمان کے دے دے تو ان صورتوں میں پھر دوبارہ زکوٰۃ دینے کی ضرورت ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

کسی فقیر کو زکوٰۃ کا مال بقدر نصاب یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے مگر اس صورت میں کہ وہ قرض دار ہو یا اس کے لڑکے بالے بہت ہوں۔

زکوٰۃ کا مال دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں کہ اس کے اعزہ محتاج ہوں اور دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا اس شہر سے دوسرے شہر میں زیادہ محتاج لوگ ہوں یا وہ لوگ بہ نسبت یہاں کے لوگوں کے پرہیز گار زیادہ ہوں جو شخص دارالحرب میں رہتا ہو اس کو اپنی زکوٰۃ کا دارالاسلام میں بھیجنا مکروہ نہیں کیونکہ دارالاسلام کے فقرا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔

اسی طرح طالب علم کے واسطے بھی زکوٰۃ کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ نہیں۔ اور اگر سال کے تمام ہونے سے پہلے کوئی شخص زکوٰۃ دے تو اس کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا کسی حال میں مکروہ نہیں۔

علاوہ فرض صدقات یعنی زکوٰۃ اور عشر کے اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اللہ کے لئے اس قدر صدقہ دوں گا۔ تو یہ صدقہ واجب ہے اور جس قسم کے لوگوں کے دینے کی اس میں نیت کی جائے اسی قسم کے لوگوں کو دیا جائے گو وہ صدقہ کا استحقاق باعتبار آیت کے نہ رکھتے ہوں۔

فرض و واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت میں مستحب ہے جب کہ مال اپنی ضرورتوں اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتوں سے زائد ہو ورنہ مکروہ ہے اسی طرح اپنے کل مال کو صدقہ میں دے دینا بھی مکروہ ہے ہاں اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت بہ یقین جانتا ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

جو شخص نفل صدقہ دے اس کے لئے افضل ہے کہ اس کا ثواب تمام مسلمانوں کی ارواح کو بخش دے کیونکہ اس سے خود اس کا ثواب کم نہ ہوگا اور تمام مسلمانوں کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔ اس فائدہ رسانی کا ثواب انشاءاللہ اس کو علاوہ ملے گا۔

رکاز کا بیان

رکاز اس مال کو کہتے ہیں جو زمین کے نیچے پوشیدہ ہو خواہ اس کو کسی نے گاڑا ہو جیسے روپیہ پیسہ وغیرہ کو لوگ گاڑتے ہیں یا خود وہیں پیدا ہوا ہو مثل کان وغیرہ کے قسم اول کو کنز کہتے ہیں اور قسم دوم کو معدن۔

اگر کوئی مسلمان یا ذمی دار الاسلام کی کسی زمین میں معدن پا جائے اور وہ معدن ایسی منجمد چیز کا ہو جو آگ میں ڈالنے سے نرم ہو جاتی ہو۔ جیسے لوہا، چاندی، سونا رانگا(۱) پارہ وغیرہ تو دیکھنا چاہئے کہ وہ زمین کسی کی مملوک ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کسی ایک کی یا تمام مسلمانوں کی۔ اگر کسی کی مملوک نہیں ہے تو اس معدن کا پانچواں حصہ بیت المال کا ہے اور چار حصے پانے والے کے ہیں اور اگر کسی ایک کی مملوک ہے تو ایک حصہ بیت المال کا اور چار حصے مالک کے اور اگر تمام مسلمانوں کی مملوک ہے تو وہ سب مال بیت المال میں رہے گا۔ کیونکہ بیت المال تمام مسلمانوں کا خزانہ ہے۔

اگر معدن میں کوئی ایسی چیز نکلے جو منجمد نہ ہو جیسے تیل وغیرہ یا آگ میں ڈالنے سے نرم نہ ہوتی ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو ان میں بیت المال کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے بلکہ وہ سب پانے والے کا ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے گھر میں یا دوکان میں کوئی معدن نکل آئے تو وہ بھی کل اسی کا ہے۔ بیت المال کا اس میں کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔

اگر کسی مسلمان یا ذمی کو کنز مل جائے تو اس بات کے دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ مسلمانوں کا گاڑا ہوا ہے یا کافروں کا اگر کسی قرینے سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کافروں کا ہے یا کچھ نہ معلوم ہو تو اس کا پانچواں حصہ بیت المال کا اور باقی پانے والے کا خواہ وہ کسی کی مملوکہ زمین ہو یا نہیں۔ (ردالمحتار)

اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مال مسلمانوں کا گاڑا ہوا ہے تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ عام شاہراہوں پر اور مسجدوں کے دروازوں پر اس کی منادی کی جائے یہاں تک کہ جب ظن غالب ہو جائے کہ اب اس کا کوئی مالک نہ ملے گا تو فقیروں کو دے دیا جائے اور اگر خود

---

(۱) پارہ اگرچہ خود آگ پر نہیں ٹھہرتا مگر دوسری چیز کے ساتھ ملا کر ٹھہر جاتا ہے ۱۲۔

فقیر ہو تو اپنے اوپر خرچ کرے۔

آج کل خصوصاً ہمارے ملک میں بیت المال کا کچھ انتظام نہیں ہے اس لئے بیت المال کا حصہ بطور (۱) خود ان لوگوں کو جن کا ذکر مستحقین زکوٰۃ کے بیان میں گزر چکا تقسیم کر دیا جائے۔ (درمختار وغیرہ)

صدقۂ فطر کا بیان

ہم دوسری جلد میں لکھ چکے ہیں کہ عید الفطر کے دن ایک مقدار معین کا محتاجوں کو دینا واجب ہے اسی کو صدقۃ الفطر کہتے ہیں مگر وہاں ہم نے اس کے احکام نہیں بیان کئے تھے اب یہاں چونکہ تمام صدقات کا بیان ہو رہا ہے لہذا اس کا بیان کیا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔

صدقہ فطر کا حکم نبی ﷺ نے اسی سال دیا تھا جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے۔

عید الفطر کے دن خاص کر اس صدقہ کے تقرر میں یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ دن خوشی کا ہے اور اس دن اسلام کی شان وشوکت کثرت وجمیعۃ کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور صدقہ دینے سے یہ مقصود خوب کامل ہو جاتا ہے علاوہ اس کے اس میں روزے کی بھی تکمیل ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

علامہ طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں ناقل ہیں کہ صدقہ فطر کے دینے سے روزہ مقبول ہو جاتا ہے انتہیٰ۔ اور اس صدقہ میں حق تعالیٰ کے اس عظیم الشان احسان کا کہ اس نے ماہ مبارک سے ہمیں مشرف کیا اور اس میں روزہ رکھنے کی ہم کو توفیق دی کچھ ادائے شکر بھی ہے۔

---

(۱) یہ امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے اور اسی پر اس زمانے میں فتویٰ ہے۔ (ردالمحتار)

مسائل

(۱) صدقۂ فطر واجب (۱) ہے فرض نہیں۔

(۲) صدقۂ فطر کے واجب ہونے کے لئے صرف تین چیزیں شرط ہیں۔

۱۔ آزاد ہونا، لونڈی غلام پر اصالتاً (۲) صدقہ فطر واجب نہیں۔

۲۔ مسلمان ہونا کافر پر اصالتاً صدقہ فطر واجب نہیں۔

۳۔ کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی ضرورتوں سے فارغ ہو۔ اور قرض سے بالکل یا بقدر ایک نصاب کے محفوظ ہو۔ اس مال پر ایک سال کا گذر جانا شرط نہیں نہ مال کا تجارتی ہونا شرط ہے نہ صاحب مال کا بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے حتیٰ کہ نابالغ بچوں اور مجنونوں پر بھی صدقہ فطر واجب ہے ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہئے اور اگر ولی نہ ادا کرے اور وہ اس وقت خود مالدار ہو تو بعد بالغ ہونے یا جنون زائل ہو جانے کے خود ان کو اپنے عدم بلوغ یا جنون کے زمانے کا صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

(۳) صدقہ فطر کے صحیح ہونے میں وہی سب شرطیں ہیں جو زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں تھیں۔

(۴) صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے پر ہوتا ہے لہذا جو شخص قبل طلوع فجر کے مرجائے یا فقیر ہو جائے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اسی طرح جو شخص بعد طلوع فجر کے اسلام لائے اور مال پا جائے یا جو لڑکا طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا اس پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں، ہاں جو لڑکا قبل طلوع فجر کے پیدا ہوا ہو یا شخص قبل طلوع فجر کے اسلام لائے یا مال پا جائے اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔

(۵) صدقہ فطر کے واجب ہونے میں روزہ دار ہونا شرط نہیں جس شخص نے کسی (۳) عذر کے سبب سے روزہ نہ رکھا ہو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

---

(۱) فقہا نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے مگر درحقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک واجب کی اصطلاح قائم ہی نہیں ہاں فرض کی دو قسمیں ہیں قطعی اور ظنی سو صدقہ فطر ان کے نزدیک بھی قطعی نہیں ہے ۱۲۔

(۲) اصالتاً کی قید اس لئے کہ خود اس پر تو واجب نہیں مگر اس کے مالک پر اس کی طرف سے دینا واجب ہے اسی طرح کافر پر بھی اصالتاً واجب نہیں لیکن اگر وہ کسی مسلمان کا غلام ہو تو اس مسلمان پر اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر کا دینا واجب ہے ۱۲۔

(۳) عذر کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مسلمان کبھی بے عذر روزہ کو ترک نہیں کر سکتا اور اگر کوئی بدنصیب برائے نام مسلمان بے عذر ترک کر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی صدقہ فطر اس کے ذمہ بھی واجب ہوگا۔

(۶) صدقہ فطر کا ادا کرنا اپنی طرف سے بھی واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی بشرطیکہ وہ فقیر ہوں اور اپنی خدمت کے لونڈی غلاموں کی طرف سے بھی اگرچہ وہ کافر ہوں، نابالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کے مال سے ادا کردے اور جو مالدار نہ ہوں تو اپنے مال سے بالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احساناً اگر ادا کردے تو جائز ہے یعنی پھر ان اولاد کو دینے کی ضرورت نہ رہے گی اور اگر بالغ اولاد مالدار تو ہوں مگر مجنون ہوں تب بھی ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے مگر انہیں کے مال سے جو لونڈی غلام خدمت کے نہ ہوں بلکہ تجارت کے ہوں ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں باپ اگر مر گیا ہو تو دادا باپ (۱) کے حکم میں ہے یعنی پوتے اگر مالدار ہیں تو ان کے مال سے ورنہ اپنے مال سے ان کا صدقہ فطر ادا کرنا اس پر واجب ہے اپنی بی بی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احساناً ادا کردے تو جائز ہے اسی طرح ماں کو اپنی اولاد کی طرف سے اور بی بی کو اپنے شوہر کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں اور بے اجازت اگر احساناً ادا کرے تو جائز نہیں یعنی اس کے ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

اگر کسی نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا جائے اور وہ شوہر کے گھر میں رخصت کردی جائے تو اگر وہ قابل خدمت کے یا موانست کے ہے تو اس کے باپ کے ذمہ اس کی صدقہ فطر واجب نہیں بلکہ اگر وہ لڑکی مالدار ہے تو خود اس کے مال سے صدقہ فطر دے دیا جائے ورنہ اس پر واجب ہی نہیں، اور اگر وہ قابل خدمت کے اور قابل موانست کے نہ ہو تو اس کا صدقہ فطر اس کے باپ کے ذمہ واجب رہے گا اور اگر شوہر کے گھر میں رخصت نہیں کی گئی تو گو ہو قابل خدمت کے اور قابل موانست کے ہو ہر حال میں اس کے باپ پر اس کا صدقۂ فطر واجب ہوگا (ردالمحتار وغیرہ)

(۷) صدقۂ فطر میں گیہوں اور اس کے آٹے یا ستو کا آدھا صاع ہر شخص کی طرف سے ہونا چاہئے اور چھوہارے (۲) یا منقےٰ یا جو کا ایک صاع (۳)۔

---

(۱) اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض لوگوں کے نزدیک دادا باپ کے حکم میں نہیں ہے محققین ابن ہمام نے فتح القدیر میں دیگر اور محققین نے اپنی اور کتابوں میں اسی کو ترجیح دی ہے کہ اگر باپ مرجائے تو دادا اس کے حکم میں ہے ۱۲۔

(۲) معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جو اور چھوہارے اور منقےٰ وغیرہ قیمت میں برابر تھے اور گیہوں کی قیمت ان کے اعتبار سے دونی ہوتی تھی ۱۲۔

(۳) صاع کی مقدار کی تحقیق اسی جلد کے مقدمہ میں گزر چکی کہ وہ تقریباً دو سیر ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے اور اس حساب سے آدھا صاع ایک سیر تین چھٹانک ہوا ۱۲۔

انہیں چار چیزوں کا ذکر احادیث میں ہے لہذا اگر کوئی شخص ان کے علاوہ اور چیز دینا چاہے تو اس کو چاہئے کہ انہیں چیزوں کی قیمت کا لحاظ کرے یعنی اسی قدر دے کہ جس کی قیمت آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو وغیرہ کے برابر ہو جائے اور اگر نقد دینا چاہئے تو اختیار ہے (۱) کہ جس کی قیمت چاہے دے خواہ نصف صاع گیہوں کی یا ایک صاع جو چھوہاروں وغیرہ کی۔

ان چاروں چیزوں میں ایک کو بلحاظ دوسرے کی قیمت کے اس کی مقدار معین سے کم دینا جائز نہیں مثال کوئی شخص چھوہارے بقدر چوتھائی صاع کے دے اس لحاظ سے کہ چھوہارے کا چوتھائی گیہوں کے نصف صاع یا جو کے پورے صاع کی برابر ہے تو یہ جائز نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص گیہوں کا آٹا آدھے صاع سے کم دے بخیال اس کے کہ یہ نصف صاع سے کچھ بھی کم ہوا تو نصف صاع گیہوں کی قیمت کے برابر ہوگا تو یہ بھی جائز نہیں ہے (ردالمحتار وغیرہ)

اگر کسی کے پاس ایک قسم کی چیز پوری نہ ہو یعنی نہ گیہوں نصف صاع ہوں اور نہ جو وغیرہ ایک صاع تو اس وقت اختیار ہے (۲) کہ دو قسموں کو ملا کر مقدار واجب کو پورا کر دے مثلاً نصف صاع جو دے اور نصف صاع چھوہارا ، یا نصف صاع جو دے اور چوتھائی صاع گیہوں۔ (بحرالرایق وغیرہ)

اگر زمانہ ارزانی کا ہو تو نقد دینا بہتر ہے اور اگر خدانخواستہ گرانی کا زمانہ ہو تو کھانے کی چیزوں کا دینا افضل ہے۔ (مراقی الفلاح)

(۸) صدقۂ فطر کے مستحقین بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ اور عشر کے ہیں ان کے سوا کسی اور کو صدقہ فطر کا دینا جائز نہیں یعنی اوروں کے دینے سے صدقۂ فطر ادا نہ ہوگا، ہاں عامل زکوٰۃ اس سے مستثنیٰ ہے یعنی جس طرح اس کو زکوٰۃ کے مال سے دینا جائز تھا صدقۂ فطر کے مال سے دینا جائز نہیں۔

صدقۂ فطر کا مال اس شخص کو دینا جو سحر کے لئے لوگوں کو اٹھاتا ہو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو اس کی اجرت میں نہ قرار دے بلکہ پہلے کچھ اور اس کو دے دے اس کے بعد صدقۂ فطر کا مال دے۔

---

(۱) میرے نزدیک امراء کو یہ مناسب ہے کہ اگر ان سے گراں چیز کی قیمت دیں مثلاً آج کل چوہارا اور منقیٰ ان سب چیزوں میں گراں ہیں لہذا اس کی قیمت دیا کریں کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے اذا وسع اللہ فوسعوا جب اللہ تمہیں زیادہ دے تو تم بھی زیادہ دو۔۱۲

(۲) امام شافعیؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے ۱۲۔

(۹) صدقۂ فطر کا قبل رمضان کے آنے کے ادا کر دینا بھی جائز ہے اور دوسرے شہر میں بھی بوجوہ مذکورۂ بالا بھیجنا درست ہے۔

(۱۰) صدقۂ فطر کا اگر وہ عید کے دن سے پہلے ادا نہ کر دیا گیا ہو تو عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دینا مستحب ہے۔

(۱۱) بہتر یہ ہے کہ ایک شخص کا صدقہ ایک محتاج کو دیا جائے اور اگر ایک شخص کا صدقہ کئی محتاجوں کو دیا جائے تو بھی جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمختار)

اور اگر کوئی شخصوں کا صدقہ ایک محتاج کو دیا جائے تو بھی جائز ہے بکراہت اگر اس کی ضرورت سے زیادہ ہو اور بے کراہت۔ اگر اس کی ضرورت کے موافق ہو۔

زکوٰۃ کے مسائل ختم ہو گئے اب زکوٰۃ کے متعلق چالیس حدیثیں اور حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چالیس اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ واللہ المعین۔

چہل حدیث زکوٰۃ

(۱) قال ابن عباس حدثنی ابوسفیان (۱) فذکر حدیث النبی ؐ فقال یامر بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصلۃ والعفاف. (البخاری)

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوسفیانؓ نے بیان کیا یعنی نبی ﷺ کی حدیث بیان کی اور کہا کہ وہ ہم کو نماز کا اور زکوٰۃ کا اور صلہ رحم کا اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔ (بخاری)

(۲) قال جریر بن عبداللہ بایعت النبی ؐ علی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم. (البخاری)

ترجمہ: جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے (کے اقرار) پر بیعت کی۔ (بخاری)

(۳) عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ؐ من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یقبلھا بیمینہ ثم یربیھا لصاحبہ کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل. (البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے جو شخص ایک چھوہارے کے برابر بھی پاک کمائی سے صدقہ دیتا ہے اور اللہ تو پاک کمائی ہی کو قبول فرماتا ہے تو بیشک اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے پھر اس کو صدقہ دینے والے کے لئے بڑھاتا ہے جیسا تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچہ کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے (بخاری)

---

(۱) یہ حدیث مختصر ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں لکھا ہے۔ مفصل حدیث بخاری کے باب الوحی میں اس طرح ہے کہ جب ہرقل شاہ روم کو آنحضرت ؐ کا ہدایت نامہ پہنچا تو اس نے عرب کے قافلہ کو جو اتفاق سے بغرض تجارت وہاں گیا ہوا تھا بلایا اس قافلہ میں ابوسفیان بھی تھے یہ اس وقت تک کافر تھے مختصر یہ کہ ہرقل نے ابوسفیان سے آنحضرت ؐ کے حالات دریافت کئے اور ہر حال کے معلوم ہونے پر یہ کہتا گیا کہ ہاں انبیاء سابقین کیحالات بھی اسی طرح تھے بالآخر اس نے آپ کی تعلیمات کی کیفیت بھی دریافت کی تو ابوسفیان نے کہا کہ وہ ہم کو نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم کرتے ہیں، اس حدیث سے بعض علمانے یہ بات ثابت کی ہے کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوچکی تھی کیونکہ ابوسفیان نے ہرقل سے آپ کی تعلیم کا جو حال بیان کیا وہ قیام مکہ کے وقت کا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں زکوٰۃ سے مراد مطلق صدقہ ہے نہ صدقہ مفروضہ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خود امام بخاری نے باب الوحی میں بجائے زکوٰۃ کے صدقہ کا لفظ روایت کیا ہے، ہم اس کی مفصل کیفیت تیسری جلد میں لکھ چکے ہیں ۱۲۔

(۴) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من اتاہ اللہ مالا فلم یود زکوتہ کانہ مثل لہ مالہ یوم القیٰمۃ شجاعٌ اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیٰمۃ یاخذ بلھزمیتہ یعنی بشدقیہ ثم یقول انامالک انا کنزک. (البخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو وہ مال اس کا قیامت کے دن اس کے سامنے ایک مار سیاہ کی شکل میں کر دیا جائے گا جس کے دو نقطے ہوتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کی گردن میں لپٹ جائے گا اور اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ لے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں ۔(بخاری)

(۵) عن عدی بن حاتم قال قال النبی ﷺ لیقفن احدکم بین یدی اللہ لیس بینہ وبینہ حجاب ولا ترجمان یترجم لہ ثم لیقولن لہ الم اتک مالا فلیقولن بلی ثم لیقولن الم ارسل الیک رسولا فلیقولن بلی فینظر عن یمینہ فلا یری الا النار ثم ینظر عن شمالہ فلا یری الاالنار فلیتق احدکم النار ولولشتی تمرۃ فان لم یجد فکلمۃ طیبۃ. (البخاری)

ترجمہ: عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک ضرور تم میں سے ہر شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا اس کے اور اللہ کے درمیان میں (اس وقت) نہ کوئی حجاب ہوگا اور نہ کوئی ترجمان جو اس کی باتیں بیان کرے پھر اللہ اس سے فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھے مال نہ دیا تھا وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا پس اپنی داہنی طرف بھی سوا آگ کے کچھ نہ دیکھے گا(۱) اور اپنی بائیں جانب بھی سوا آگ کے کچھ نہ دیکھے گا پس تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ آگ سے بچے اگر چہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی پھر اگر (یہ بھی) نہ پائے تو اچھی بات کہہ کر۔(بخاری)

(۶) عن اسماء قالت قال لی النبی ﷺ لاتوکی فیوکی علیک.

---

(۱) شیخ مصلح الدین شیرازی نے اپنے پند نامہ کے اس شعر میں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نباشد بحکم خبر

یعنی بخیل جو شخص زکوٰۃ مفروضہ نہ ادا کرے۔ اگر چہ دنیا بھر کی عبادتیں کرے مگر وہ بحکم حدیث بہشت میں نہ جائے گا یعنی بغیر سزا کے ورنہ بعد سزا کے تو ہر مومن بہشت میں داخل ہوگا ۱۲۔

ترجمہ: اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے نبی ؐ نے فرمایا کہ (اے اسماء اپنے مال پر) گرہ نہ دو ورنہ تم پر (بھی اللہ کی طرف سے) گرہ دے دی جائے گی۔ (بخاری)

(۷) عن عمر رضی اللہ عنہ ان النبیؐ کان یتعوذ من خمس من البخل والجبن وفتنۃ الصدر وعذاب القبر وسوء العمل .(مسند احمد)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے، بخل سے اور نامردی سے اور دل کے فساد سے اور قبر کے عذاب سے، اور بدکاری سے۔ (مسند احمد)

(۸) عن عبداللہ بن ابی اوفی قال کان رسول اللہؐ اذا اتاہ قوم بصدقتھم قال اللھم صل علیھم فاتاہ الی ابو اوفی بصدقتہ فقال اللھم صل علی ابی اوفیٰ .(مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں جب کچھ لوگ اپنا صدقہ لاتے تو آپ ﷺ فرماتے، اے اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرما پس میرے باپ ابواوفی اپنا صدقہ آپ کے پاس لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ابواوفی پر رحمت نازل کر۔ (مسلم)

(۹) عن ام سلمۃ قالت کنت البس اوصاحا فقلت یارسول اللہ اکنز ھو فقال مابلغ ان تودی زکوٰۃ فزکی فلیس بکنز .(ابو داوٗد)

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں کنگن پہنتی تھی تو میں نے کہا کہ یارسول اللہ کیا یہ بھی کنز ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو مال اس حد کو پہنچے کہ اس کی زکوٰۃ دینا چاہئے پھر اس کی زکوٰۃ دے دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔ (۱)

(۱۰) عن انس قال قال رسول اللہؐ من سرہ ان یبسط اللہ علیہ فی رزق وینساء فی اثرہ فلیصل رحمہ .(ابو داوٗد)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس کو اس بات کی خوشی ہو کہ اللہ اس پر اس کے رزق میں کشادگی کرے اور اس کی عمر زیادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ صلہ (۲) رحم کرے۔ (ابوداوٗد)

---

(۱) یعنی آیۃ الذین یکنزون میں جو سزا مال کے جمع کرنے کی ارشاد ہوئی ہے یہ بھی اس میں داخل ہے یا نہیں ۱۲۔
(۲) اس حدیث کو خوب غور سے دیکھو اور اس پر عمل کرو، دیکھو کہ تمہارے رزق میں کشادگی ہوئی ہے کہ نہیں ۱۲۔

(۱۱) عن عبداللہ بن عمرو قال خطب رسول اللہ ؐ فقال ایاکم والشح فانما ھلک من کان قبلکم بالشح امر بالبخل فبخلوا وامرھم بالقطیعة فقطعوا وامرھم بالفجور ففجروا. (ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ تم لوگ حرص سے بچو اس لئے کہ اگلے لوگ حرص ہی سے برباد ہوئے تھے، حرص نے (ان کو) بخل سکھایا اور وہ بخیل ہو گئے اور اسی نے ان کو قطع (رحم) سکھایا اور انہوں نے قطع کر دیا اور اسی نے ان کو بدکاری سکھائی اور وہ بدکار ہو گئے۔ (ابوداؤد)

(۱۲) عن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ ؐ یقول لایشبع الرجل دون جارہ. (مسند احمد)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص بغیر اپنے پڑوسی کے اپنا پیٹ نہ بھرے (مسند احمد)

(۱۳) قال عمر امرنا رسول اللہ ؐ ان نصدق فوفق ذٰلک مالا عندی فقلت الیوم اسبق ابابکر ان سبقته یوما فجئت بنصف مالی فقال رسول اللہ ؐ ماابقیت لاھلک قلت مثله فاتی ابوبکر بکل ماعندہ فقال یا ابابکر ماالقیت لاھلک قال ابقیت لھم اللہ ورسولہ فقلت لا اسابقک الی شیٔ ابدا. (الدارمی)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو آنحضرت ﷺ نے یہ حکم دیا کہ ہم صدقہ دیں اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس کچھ مال تھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کسی دن میں ابوبکر پر سبقت لے جاؤں گا تو آج ضرور لے جاؤں گا پس میں اپنا آدھا مال لے آیا آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کس قدر چھوڑ دیا میں نے کہا کہ اسی قدر، پھر ابوبکر اپنا کل مال لے آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا تو آپ بولے کہ اللہ (۱) اور اس کے رسول کو، تو میں نے (ان سے) کہا کہ میں کسی نیکی میں تم سے آگے کبھی نہ جاسکوں گا۔ (دارمی)

---

(۱) معلوم ہوا کہ اگر کسی میں توکل کی صفت درجہ علیا تک پہنچ گئی ہے تو اس کو کل اپنا مال خیرات کر دینا جائز ہے جیسا کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ۱۲۔

(۱۴) قال النبی ﷺ لیس علی المسلم فی فرسه وغلامه صدقة.(البخاری)

ترجمہ: فرمایا نبی ﷺ نے کہ مسلمان پر اس کے سواری کے گھوڑے اور اس کی خدمت کے غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (بخاری)

(۱۵) بعث رسول الله ﷺ عمر علی الصدقة فقیل منع ابن جمیل وخالد ابن الولید والعباس عم رسول الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ماینقم ابن جمیل الا انه کان فقیرا فاغناه الله واما خالد فانکم تظلمون خالدا قد احتبس ادراعه واعتاده فی سبیل الله والعباس فهی علی ومثلها معها ثم قال یا عمر اماشعرت ان عم الرجل صنوابیه.(مسلم)

ترجمہ:(۱) رسول اللہ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ (کی تحصیل کرنے پر مقرر کیا) تو کہا گیا کہ ابن جمیل نے اور خالد بن ولیدؓ نے اور آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے نہیں دیا تو آپ نے فرمایا کہ ابن جمیل اسی بات کا بدلہ دیتا ہے کہ وہ فقیر تھا اور اللہ نے اس کو مالدار کر دیا اور رہ گئے خالدؓ تو تم ان پر ظلم کرتے ہو۔ بےشک انہوں نے اپنی زرہ اور اپنے آلات حرب اللہ کی راہ میں وقف کر رکھے ہیں یعنی ان سے سوا جہاد کے کچھ کام نہیں لیتے اور رہ گئے عباسؓ تو ان کی زکوٰۃ میرے ذمہ ہے بلکہ اس سے دو چند، پھر فرمایا کہ اے عمر کیا تم نہیں جانتے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کے مثل ہوتا ہے۔ (مسلم)

(۱۶) امرأة من اهل الیمن اتت رسول الله ﷺ وبنت لها وفی یدا بنتها مسکتان غلیظتان من ذهب فقال اتودیان زکوٰة هذا قالت لاقال ایسرک ان یسورک الله عزوجل بهما یوم القیٰمة سوارین من نار قال فخلعتهما الی رسول الله ﷺ فقالت هما لله ولرسوله ﷺ.(نسائی)

ترجمہ: ایک عورت یمن کی مع اپنی بیٹی کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی بیٹی کے ہاتھ میں دو موٹے موٹے کنگن تھے تو آپ نے پوچھا کہ تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ وہ بولی کہ نہیں! آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں تم کو

---

(۱) اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ دینی خدمت کے آلات واسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں اگرچہ وہ بھی قیمتی ہوں جیسے حضرت خالدؓ پر ان کے سلاح جنگ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی کیونکہ وہ ان سے دین کا کام لیتے تھے، اسی قیاس پر علماء کے حق میں دینی کتابوں کو بھی سمجھ لو، دوسری بات یہ کہ اگر ایک عزیز اپنے کسی عزیز کی طرف سے زکوٰۃ دے دے تو وہ جائز ہے یعنی اس کے ذمہ سے اتر جائے گی جیسے آنحضرت ﷺ نے اپنے عم مکرم کی طرف سے ادا کر دی ۱۲۔

قیامت کے دن آگ کے دو کنگن پہنائے تو اس نے ان دونوں کو اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کہ یہ اللہ و رسول کی خوشنودی کے لئے زکوٰۃ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱۷) عن سمرة بن جندب قال امابعد فان رسول اللهؐ كان يامرنا ان نخرج الصدقة من الذى هذا البيع. (ابو داؤد)

ترجمہ: سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے کہ کہا بعد حمد و نعت کے معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ ہم کو حکم دیا کرتے تھے کہ ہم تجارتی (۱) مال کی زکوٰۃ ادا کیا کریں (ابوداؤد)

(۱۸) عن عبدالله بن ابى بكرعن ابيه ان رسول اللهؐ استعمل رجلا من بنى عبدالاشهل على الصدقة فلما قدم سئله ابلا من الصدقة فغضب رسول اللهؐ حتى عرف الغضب فى وجهه و كان ممايعرف به الغضب فى وجهه ان تحمر عيناه ثم قال ان الرجل ليسألنى مالا يصلح لى ولاله فان منعه كرهت المنع وان اعطيته اعطيته مالايصلح لى ولاله فقال الرجل يارسول الله لااسئلك منها شيئاً ابداً. (مؤطاامام مالک)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عبدالاشہل کی اولاد سے ایک شخص کو صدقہ پر مامور فرمایا پس وہ مال (تحصیل کر کے آئے تو انہوں نے آپ سے صدقہ کا ایک اونٹ مانگا تو آپ غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے چہرہ مبارک میں غضب کا اثر معلوم ہوا اور غضب کا اثر آپ کے چہرہ مبارک میں یہ ہوتا تھا کہ آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں پھر آپ نے یہ فرمایا کہ

بے شک ایک شخص مجھ سے ایسی چیز مانگتا ہے کہ مجھ کو نہ اس کا دینا جائز ہے اور نہ اس کو لینا پھر اگر میں نہ دوں تو نہ دینے کو برا جانتا ہوں اور اگر دے دو تو میں نے اس کو وہ چیز دی کہ نہ اس کا دینا جائز ہے میرے لئے اور نہ لینا جائز ہے اس کے لئے پس اس آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ اب میں کبھی آپ سے صدقہ کی کوئی چیز نہ مانگا کروں گا۔ (موطا امام مالک)

---

(۱) معلوم ہوا کہ ہر تجارتی مال پر زکوٰۃ ہے یعنی بعد نصاب کامل ہو جانے اور تجارتی مال کی زکوٰۃ اس کی قیمت کے حساب سے ہوتی ہے یعنی چالیسواں حصہ بعد نصاب پورا ہو جانے کے ۱۲۔

(۱۹) عن طاؤس الیمانی ان معاذبن جبل الانصاری اخذ من ثلثین بقرة تبیعا ومن اربعین بقرة مسنة واتی لمادون ذٰلک فابی ان یاخذ منه شیئاً وقال لم اسمع من رسول اللہؐ فیه شئ حتی القاه فاسأله فتوفی رسول اللہؐ قبل ان یقدم معاذبن جبل (مؤطا امام مالک)

ترجمہ: طاؤس یمانی سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل نے تیس گائے کی زکوٰۃ میں ایک سال کی گائے لے لی اور چالیس گائے کی زکوٰۃ میں ایک دو برس کی گائے اور اس سے کم گائیں جوان کے پاس لائی گئیں تو انہوں نے اس کی زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا یہاں تک کہ میں آپ سے ملوں اور پوچھوں مگر معاذؓ کے آنے سے پہلے آنحضرت علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ (موطا)

(۲۰) عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہؐ قال لیس فیما دون خمسة اوسق من التمر صدقة ولیس فیما دون خمس اواق من الودق صدقة ولیس فیما دن خمس ذود من الابل صدقة. (مالک)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پانچ وسق چھوہاروں میں (زکوٰۃ فرض) نہیں ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ (فرض) ہے۔ اور نہ پانچ عدد سے کم اونٹ میں زکوٰۃ (فرض) ہے۔ (مالک)

(۲۱) عن ابی هریرةؓ ان رسول اللہؐ قال فی الرکاز الخمس. (موطا امام مالک)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ زکوٰۃ میں پانچواں حصہ (بیت المال کا ہے) موطا۔

(۲۲) عن سویدبن غفلة اتانی مصدق النبیؐ فاتیته فجلست فسمعته یقول ان فی عهدی ان لاناخذ راجع لین ولا نجمع بین متفرق ولا نفرق بین مجتمع فاتاه رجل بناقة کوماء فقال خذها فابی. (نسائی)

ترجمہ: سوید بن غفلہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میرے آنحضرت ﷺ کا مصدق آیا تو میں اس سے ملا اور بیٹھ گیا تو میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے حکم نامہ میں

یہ ہے کہ ہم نہ کوئی (۱) دودھ دار جانور لیں اور نہ متفرق (اشیا) کے درمیان میں جمع کریں اور نہ مجتمع اشیاء کے درمیان میں تفریق کریں پھر ایک شخص عیب دار اونٹنی لے آیا اور کہا اس کو لو تو انہوں نے منظور نہ کیا۔ (نسائی)

(۲۳) **عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ قد عفوت من الخیل والرقیق فادوا زکوتکم من کل مائتین خمسة. (نسائی)**

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے گھوڑے (۲) سے اور غلام سے زکوٰۃ معاف کردی پس تم اپنی زکوٰۃ ہر دوسو درم سے پانچ درم نکالو (نسائی)

(۲۴) **قال رسول اللہ ﷺ لزینب امرأة ابن مسعود زوجک وولدک احق من تصدقت به علیهم. (البخاری)**

ترجمہ: فرمایا رسول خدا ﷺ نے ابن مسعود کی بی بی زینب سے کہ تمہارے شوہر اور تمہارا بیٹا جو صدقہ تم دو اس کے زیادہ حقدار ہیں (۳)۔ (بخاری)

(۲۵) **عن ابی هریرةؓ قال اخذ الحسن بن علی تمرة من تمر الصدقة فقال النبی ﷺ کخ کخ لیطوحها ثم قال اما شعرت انالانا کل الصدقة. (البخاری)**

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارہ لے لیا تو نبی ﷺ نے فرمایا کخ کخ تاکہ وہ اسے ڈال دیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے۔ (۴) (بخاری)

(۲۶) **عن ابی حمید الساعدی قال استعمل رسول اللہ ﷺ رجلا من الاسد علی صدقات بنی سلیم یدعی ابن اللتبیة فلماجاء حاسبه. (البخاری)**

---

(۱) معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے تحصیل کرنے والے کو بے رضامندی مالک کے عمدہ جانور لے لینا جائز نہیں اسی طرح خراب جانور کا بھی ۱۲۔

(۲) مراد سواری کا گھوڑا ہے تجارت کی تو ہر چیز پر زکوٰۃ ہے۔

(۳) یہ نفلی صدقوں کا حکم ہے زکوٰۃ مفروضہ کا نہیں۔ کیونکہ اس کا اپنے شوہر یا اپنی اولاد کو دینا جائز نہیں ۱۲۔

(۴) معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو صدقہ لینا جائز نہیں مگر بعض متاخرین نے بسبب ضرورت کے اس زمانہ میں جائز لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

ترجمہ: ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ایک شخص کو (جو قبیلہ بنی) اسد میں سے (تھا) بنی سلیم کے صدقات پر عامل بنایا اس کو ابن اللتبیہ کہتے تھے تو جب وہ آیا تو آپ نے اس سے (۱) حساب کیا۔ (بخاری)

(۲۷) عن النبی ﷺ قال فیما سقت السماء والعیون او کان اثربا العشر وماسقی بالنضح نصف العشر. (البخاری)

ترجمہ: نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اس پیداوار میں جسے آسمان کا پانی یا چشمے سینچیں یا از خود پیدا ہو عشر فرض ہے اور جو زمین ڈول سے سینچی جائے اس میں نصف عشر۔ (بخاری)

(۲۸) عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر اوصاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیروغیرہ من المسلمین وامر بھا ان تودی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ. (البخاری)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر چھوہاروں سے ایک صاع مقرر فرمایا ہے اور جو سے بھی ایک صاع غلام پر آزاد پر مرد پر اور عورت پر، چھوٹے پر اور بڑے پر غرض سب مسلمانوں پر اور آپ نے قبل اس کے کہ لوگ نماز عید کے لئے جائیں اس کے ادا کئے جانے کا حکم دیا ہے۔ (۲) (بخاری)

(۲۹) عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یعطینی العطاء فاقول اعطہ من ھو افقر الیہ منی فقال خذ اذا جاءک من ھذالمال شئ وانت غیر مشرف ولا مسائل فخذہ ومالا فلا تتبعہ نفسک. (البخاری)

عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ مجھے کچھ انعام دیتے تھے تو میں کہتا تھا کہ یہ اس کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو تو آپ نے فرمایا کہ جب اس۔ (دنیا کے) مال میں سے کچھ بغیر طمع کے مل جائے تو اس کو لے لیا کرو ورنہ اس کے پیچھے اپنا خیال نہ

(۱) معلوم ہوا کہ اگر کسی دینی خدمت پر کوئی شخص مقرر کیا جائے۔ اس کی کارگذاری کا جانچنا بھی ضروری ہے ۱۲۔
(۲) یہ حکم بطور استحباب کے ہے ۱۲۔

دو۔(۱)(بخاری)

(۳۰) ابو مسعود البدری عن النبیؐ قال ان المسلم اذا انفق علی اھلہ نفقۃ وھو یحتسبھا کانت لہ صدقۃ (مسلم)

ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنی بی بی پر بھی بغرض ثواب کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔(مسلم)(۲)

(۳۱) عن عائشۃ اتی النبیؐ بلحم بقر فقیل ھذا ماتصدق بہ علی بریرۃ فقال ھو لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ .(مسلم)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے (ایک مرتبہ) گائے کا گوشت پیش کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ بریرہ کو صدقہ میں ملا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان کے حق میں صدقہ کا حکم رکھتا ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے(۳)۔(مسلم)

(۳۲) عن جابر انہ قال اعتق رجل من بنی عذرۃ عبداللہ عن دبر فبلغ ذلک رسول اللہؐ فقال الک مالا غیرہ فقال لا فقال من یشتریہ منی فاشتراہ نعیم بن عبداللہ العدوی بثمان مأۃ دراھم فجاء بھا رسول اللہ ؐ فدفعھا الیہ ثم قال ابدأ بنفسک فتصدق علیھا فان فضل شیٔ فلأ ھلک فان فضل شیٔ عن أھلک فلذی قرابتک فان فضل عن ذی قرابتک شیٔ فھکذا وھکذا یقول فبین یدیک وعن یمینک وعن شمالک. (مسلم)

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ کے ایک شخص نے اپنا غلام (۴) مدبر کیا تو آنحضرت ﷺ کو خبر پہنچی، آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اس کے سوا اور مال بھی ہے انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون مول لیتا ہے تو اس کو نعیم بن

---

(۱) معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی دینی خدمت پر بھیجا جائے اور اس کے معاوضہ میں اس کو کچھ دیا جائے اور اس نے لینے کی غرض سے اس کام کو نہ کیا ہو بلکہ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا ہو تو اس کا لے لینا اس کے حق میں بلا کراہت جائز ہے۔

(۲) اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہوگی کہ ثواب کی غرض سے اپنے بی بی بچوں پر جو کچھ خرچ کرو وہ بھی عبادت ہے۔۱۲

(۳) معلوم ہوا کہ صدقہ کا مال اگر فقیر لے کر کسی کو ہدیہ دے تو وہ صدقہ نہیں رہتا پس بنی ہاشم کے دینے کی بہت اچھی صورت نکل آتی کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دے دیا جائے اور بعد دے چکنے کے اس سے کہا جائے کہ اگر تمہارے دل چاہے تو اس میں سے فلاں سید کو بھی دے دو۱۲۔

(۴) معلوم ہوا کہ اپنے اہل وعیال کو حاجت مند چھوڑ کر غیر پر احسان کرنا درست نہیں ۱۲۔

عبداللہ عدوی نے آٹھ سو درہم پر مول لے لیا اور آنحضرت ﷺ کے پاس وہ درم لایا تو آپ نے ......وہ درم اس شخص کو دیئے پھر فرمایا کہ پہلے اپنی ذات سے ابتدا کرو اور اس کو صدقہ دو پھر اگر بچ جائے تو اپنے گھر والوں کو دو پھر اگر تمہارے گھر والوں سے کچھ بچ جائے تو وہ تمہارے قرابت داروں کے لئے ہے پھر اگر تمہارے قرابت داروں سے کچھ بڑھے تو اس طرح اور اس طرح یعنی اپنے سامنے اور داہنے اور بائیں سے خرچ کرو۔ (رواہ مسلم)

(۳۳) عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ من یضمن لی واحدة وله الجنة قال یحیی ههنا کلمة معناها ان لایسأل الناس شیئاً. (نسائی)

ترجمہ: ثوبان سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے کہ مجھ سے ایک بات کا اقرار کرے اور اس کو جنت مل جائے یحییٰ نے کہا کہ اس جگہ پر کوئی ایسا لفظ تھا جس کے معنی یہ تھے کہ لوگوں سے کچھ سوال نہ کرے۔ (نسائی)

(۳۴) مالک انه بلغه ان رسول اللہ ﷺ قال لاتحل الصدقة لآل محمد انما هی اوساخ الناس. (موطا)

ترجمہ: امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ آل محمد ﷺ کے لئے جائز نہیں ہے سوا اس کے نہیں کہ صدقہ لوگوں کا میل ہے۔ (موطا امام مالک)

(۳۵) عن عطاء بن یسار ان رسول اللہ ﷺ قال لاتحل الصدقة لغنی الا لخمسة لغاز فی سبیل اللہ او لعامل علیها او لغارم او لرجل اشتراه بماله او لرجل له جار مسکین فتصدق علی المسکین فاهدی المسکین للغنی. (موطا امام مالک)

ترجمہ: عطا بن یسار سے (روایت) ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ غنی کے لئے حلال نہیں سوا پانچ کے (۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے (۲) یا صدقہ پر کام کرنے کے لئے (۳) یا قرض دار کے لئے (۴) یا اس شخص کے لئے جو اس کو اپنے مال سے مول لے (۵) یا اس شخص کے لئے جس کا پڑوسی مسکین ہو پھر اس مسکین کو صدقہ ملے اور وہ مسکین اس غنی کو بطور ہدیہ کے دے۔ (موطا امام مالک۔)

(۳۶) عن ابی هریرة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ ﷺ قال والذی نفسی بیده لان یاخذ احدکم حبله یحطب علی ظهره خیر من ان یاتی رجل

اعطاه اللہ من فضله فيساله اعطاه او منعه. (مالک)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بے شک میں کسی کا اپنی رسی لے کر اور پیٹھ پر لکڑی لادنا اور اس کو بیچ کر کھانا اس سے بہتر ہے کہ کسی آدمی کے پاس جائے جس کو اللہ نے اپنے فضل سے مال دیا ہو پھر اس سے سوال کرے وہ دے اس کو یا نہ دے۔ (مؤطا امام مالک)

(۳۷) **عن ام سلمة قالت قلت يا رسول اللہ ؐ الی اجر ان انفق علی بنی ابی سلمة انما هم بنی فقال انفقی عليهم فلک اجر ماانفقت عليهم. (البخاری)**

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا مجھے کچھ ثواب ہوگا اگر میں ابو سلمہ (اپنے پہلے شوہر کی اولاد پر خرچ کروں وہ تو میرے ہی بیٹے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم ان پر جو کچھ خرچ کروگی اس کا ثواب تم کو ملے گا۔ (بخاری)

(۳۸) **مالک عن زيدبن اسلم عن ابيه قال سمعت عمربن الخطاب يقول حملت علی فرس عتيق فی سبيل اللہ وكان الرجل هو الذی عنده قد اضاعه فاردت ان اشتريه منه وظننت انه بايعا وبرخص قال فسالت عن ذلک رسول اللہ ؐ فقلا لاتشتره وان اعطاكه بدرهم واحد فان العائد فی صدقته كالكلب يعود فی قيئه.**

ترجمہ: امام مالکؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے (ایک مرتبہ) راہ خدا میں ایک اصیل گھوڑا ایک شخص کو سواری کے لئے دے دیا اور جس شخص کے پاس وہ رہا اس نے اس کو اس نے قریب المرگ کر دیا تو میں نے چاہا کہ میں اس کو اس شخص سے مول لے لوں اور میں نے یہ سمجھا کہ وہ کچھ ارزانی سے اس کو بیچ ڈالے گا تو اس کی بابت میں نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ اسے تم نہ مول لو(۱) اگرچہ دو ایک ہی درہم میں بیچ ڈالے کیونکہ اپنے صدقہ کا واپس لینے والا مثل اس کتے کے ہے جو اپنی قے کھالے۔

(۱) معلوم ہوا کہ صدقہ دے کر بقیمت واپس لینا بھی مکروہ ہے چہ جائیکہ بلا قیمت واپس لینا یہیں سے سمجھ لو۱۲۔

(۳۹) عن ابی رافع ان رسول اللهؐ بعث رجلا من بنی مخزوم علی الصدقة فقال لابی رافع اصحبنی کیما تصیب منها لا حتی الی رسول اللهؐ فاسأله فانطلق الی النبیؐ فسأله فقال ان الصدقة لاتحل لنا وان مولی القوم من انفسهم. (الترمذی)

ترجمہ: ابورافع رضی اللہ عنہ سے (مروی ہے) کہ آنحضرت ﷺ نے (قبیلہ) بنی مخزوم کے ایک شخص کو صدقہ تحصیل کرنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے ابورافع سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ ہو جاؤ تا کہ تم کو بھی اس سے کچھ مل جائے وہ بولے کہ نہیں یہاں تک کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوں اور آپ سے پوچھ لوں پس وہ نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا صدقہ ہمارے لئے حلال (۱) نہیں ہے اور بے شک قوم کا غلام بھی اسی قوم کے حکم میں ہے۔

(۴۰) عن بن مسعود قال قال رسول اللهؐ من اصابته فاقة فانزلها بالناس لم تسد فاقته من انزلها بالله او شک له الله بالغنی انما بموت عاجل او غنی آجل. (ابوداؤد)

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے (مروی ہے کہ) انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو فاقہ کی مصیبت پہنچے اور اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے تو اس کی حاجت (۲) پوری نہ کی جاوے گی اور جو کوئی اس کو اللہ کے سامنے پیش کرے تو عنقریب اللہ اس کو بے نیاز کرے گا یا بذریعہ موت کے جو جلد آجائے یا بذریعہ تونگری کے جو دیر میں حاصل ہو۔

---

(۱) معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے غلاموں کو بھی صدقہ کا مال لینا جائز نہیں، ابورافع آنحضرت کے غلام تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی ہاشم یا بنی ہاشم کے غلاموں کا مال صدقہ بنانا جائز ہے ورنہ آنحضرت ابورافع کو اس امر کی اجازت نہ دینے کا سبب یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو کامل صدقہ بنانا یا بنوانا جائز ہے ۱۲۔

(۲) یہ بات برابر تجربہ میں آرہی ہے کہ جو لوگ آدمیوں سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیشہ صاحب احتیاج رہتے ہیں اور در بدر گدائی کرتے کرتے ان کی عمر ختم ہو جاتی ہے ۱۲۔

چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) قال ابو هريرةؓ لما توفى رسول اللهﷺ وكان ابوبكر وكفر من كفر من العرب قال عمر كيف تقاتل الناس وقد قال رسول اللهﷺ امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لااله الاالله فمن قالها فقد عصم منى ماله ونفسه الا بحقه وحسابه على الله فقال والله لاقاتلن من فرق بين الصلوٰة والزكوٰة فان الزكوٰة حق المال والله لومنعونى عقالا كانوا يودونها الى رسول اللهﷺ لقاتلتهم على منعها قال عمر فوالله ماهو الا ان شرح الله صدر ابى بكر فعرفت انه الحق. (البخارى)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ(۱) کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور ابو بکرؓ (خلیفہ) ہوئے اور عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے (تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنے کا ارادہ کیا) اور عمرؓ نے کہا کہ تم ان لوگوں سے کس طرح لڑ سکتے ہو حالانکہ یقیناً آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسی وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں پس جو شخص اسے کہہ دے گا تو بے شک اس نے تجھ سے اپنا مال واپنی جان محفوظ کر لی مگر کسی حق کے عوض میں۔ اور اس کا حساب اللہ پر ہے تو ابو بکرؓ نے کہا۔ کہ اللہ کی قسم میں ضرور ضرور اس شخص سے لڑوں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اس لئے کہ زکوٰۃ حق مال کا ہے اللہ کی قسم اگر وہ مجھے ایک تسمہ جو آنحضرت ﷺ کے سامنے دیتے تھے نہ دیں گے تو یقیناً میں ان سے لڑوں گا، عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ یہی بات تھی کہ اللہ نے ابو بکر کے سینہ کو کھول دیا تھا، پس میں سمجھ گیا کہ یہ حق ہے۔ (بخاری)(۲)

---

(۱) اس حدیث کو غور سے دیکھو زکوٰۃ کی تاکید کس قدر سختی کے ساتھ اس سے نکل رہی ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا زمانہ خلافت جو کل تقریباً ڈھائی برس کا تھا بہت پر آشوب زمانہ تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ مہر رسالت چھپ چکا تھا اور ایک سخت اور نیا واقعہ اس زمانہ میں پیش آیا تھا کہ بہت سے لوگ مرتد ہو گئے تھے اور اندیشہ تھا کہ اگر سختی کی جائے تو اور بھی لوگ برگشتہ ہو جائیں گے مگر حضرت ابو بکرؓ زکوٰۃ کی سخت سخت تاکیدوں کو دیکھ کر نہ رہ سکے اور زمانہ کی نیرنگی کی کچھ بھی پروانہ کی اور مرتدوں کو سزا دہی کے لئے سخت جنگ کی اور اللہ نے ان کو اس میں کامیاب فرمایا ۱۲۔

(۲) حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق کی رائے کا برحق ہونا نہ صرف ان کے کہنے سے سمجھا بلکہ خود اپنے اجتہاد سے کیونکہ وہ خود بھی مجتہد تھے اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے ۱۲۔

(۲) عن عمربن الخطاب قال ذکرلی ان الاعمال تباھی فتقول الصدقة انا افضلکم وقال عمر مامن امرء مسلم یتصدق الاابتدارته حجبة الجنة. (کنزالعمال)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعمال باہم فخر کریں گے تو صدقہ کہے گا کہ میں تم سب سے افضل ہوں اور عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مسلمان صدقہ دیتا ہے اس کو جنت کے داروغہ ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ (کنز العمال)

(۳) عن عمر قال ماکان من دقیق اوبر یراد به التجارة ففیه الزکوٰة (کنزالعمال)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آٹا یا گیہوں جو کچھ بھی بغرض تجارت ہو اس میں زکوٰۃ (فرض) ہے۔ (کنزل العمال)

(۴) کتب عمر الی ابی موسی ان مرمن قبلک من نساء المسلمین ان یتصدقن من حلیھن (کنزالعمال)

ترجمہ: عمرؓ نے ابوموسیٰ کو لکھا کہ تم اپنی طرف کی مسلمان عورتوں کو یہ حکم دو کہ وہ اپنے زیوروں (۱) کی زکوٰۃ دیں۔ (کنزالعمال)

(۵) مالک انه قرأ کتاب عمرؓ فی الصدقة قال فوجدت فیه. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. ھٰذا کتاب الصدقة فی اربعة وعشرین من الابل فدونھا الغنم فی کل خمس شاة وفیما فوق ذٰلک الی خمس وثلاثین بنت مخاض فان لم یکن بنت مخاض فابن لبون ذکر وفیما فوق ذٰلک الی خمس واربعین ابنة لبون وفیما فوق ذٰلک الی ستین حقة طروقه الفحل وفیما فوق ذٰلک الی خمس وسبعین جذعة وفیما فوق ذٰلک الی تسعین بنتا لبون وفیما فوق ذٰلک الی عشرین ومائة حقتان طروق الفحل فما زاد علی ذٰلک من الابل

(۱) زیوروں کی کچھ تخصیص نہیں ہے کہ وہ استعمال میں آتے ہوں یا نہیں معلوم ہوا کہ ہر حال میں ان پر زکوٰۃ فرض ہے، یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے ۱۲۔

ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقة وفی سائمة الغنم اذا بلغت اربعین الی عشرین ومائة شاة وفیما فوق ذٰلک الی مائتین شاتان وفیما فوق ذٰلک الی ثلث مائة ثلث شیاه فما زاد علی ذٰلک ففی کل مائة شاة ولا یخرج فی الصدقة تیس ولاهرمة ولا ذات عوا الاماشاء المصدق ولایجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع خشیة الصدقة وما کان من خلیطین فانهما یتراجعان بالسویة وفی الرّقة اذا بلغت خمس اواق ربع العشر.

ترجمہ: امام مالک کہتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے خط کو پڑھا تو اس میں یہ مضمون پایا بسم اللہ الرحمن الرحیم . یہ زکوٰۃ(۱) کی کتاب ہے۔ چوبیس اونٹوں میں اور ان سے کم میں بکری (واجب ہے) ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری اور اس سے زیادہ (۲) میں پینتیس تک ایک بنت (۳) مخاض پھر اگر بنت مخاض نہ ہو تو ایک نر ابن لبون (۴) اور اس سے زیادہ میں پینتالیس تک ایک مادہ بنت لبون اور اس سے زیادہ میں ساٹھ تک ایک حقہ جو حاملہ ہونے کے قابل ہو اور اس سے زیادہ میں پچھتر تک ایک جزعہ اور اس سے زیادہ میں نوے تک دو بنت لبون، اور اس سے زیادہ میں ایک سو بیس تک دو حقہ جو حاملہ ہونے کے قابل ہوں پھر جس (۵) قدر اونٹ اس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ اور ساٹھ بکریوں میں جب وہ چالیس ہو جائیں ایک سو بیس تک ایک بکری اور اس سے زیادہ میں دو سو تک دو بکریاں اور اس سے زیادہ میں تین سو تک تین بکریاں پھر جو اس سے زیادہ ہوں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری اور

---

(۱) اس مقدس خط سے جانوروں کی زکوٰۃ کے اکثر مسائل نکالے گئے ہیں اس خط کے بعض بعض الفاظ کے دو دو مطلب ہو سکتے ہیں، شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے مسوی شرح موطا میں اس کی شرح امام ابوحنیفہ و امام شافعی دونوں کے مذاہب کے موافق کی ہے مگر میں صرف حنفیہ کے موافق اس کی شرح کرتا ہوں تا کہ بہت طول نہ ہو ۱۲۔

(۲) یعنی پچیس پر ایک بنت مخاض ہے پچیس کے بعد پینتیس پر کچھ نہیں نتیجہ یہ کہ اگر کسی کے پاس پینتیس اونٹ ہوں اور دس آخر سال میں مر جائیں تو زکوٰۃ کم نہ ہوگی کیونکہ وہ معافی میں تھے۔

(۳) بنت مخاض اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دوسرے برس میں ہو اور بنت لبون تیسری برس کی اونٹنی کو اور حقہ چوتھے برس کی اونٹنی کو اور جزعہ پانچویں برس کی اونٹنی کو۔

(۴) یہ ارشاد بلحاظ قیمت کے ہیں، ابن لبون کی قیمت اس زمانہ میں بنت مخاض کے برابر ہوگی۔

(۵) جب ایک سو بیس سے اونٹ بڑھ جائیں تو امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک ایک سو پینتالیس نہ ہو جائیں ہر پانچ میں ایک بکری لی جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا...... غرض یہ یہاں سے ان کا عمل اس خط پر نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے خط پر ہے اسی پر حضرت ابوبکر صدیق نے عمل کیا اور حضرت فاروق اعظم سے بھی ایک روایت میں اسی پر عمل کرنا منقول ہے ۱۲۔ (شامی)

زکوٰۃ میں نر بکرا نہ دیا جائے اور نہ کوئی بوڑھی بکری اور نہ کوئی عیب دار سوا اس کے جو مصدق(۱) چاہے اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے کسی متفرق مال میں جمع نہ کیا جائے اور نہ کسی مجتمع مال کی تفریق کی جائے اور جو مال دو شخصوں کی شرکت میں ہو تو وہ دونوں برابر باہم سمجھ لیں اور چاندی میں جب وہ پانچ اوقیہ ہو جائے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ ہے) (موطا امام مالک)

(۶)وفی کتاب عمر بن الخطاب وفی سائمة الغنم اذا بلغت اربعين شاة شاة فان كان الضان اكثر من المعز ولم تجب على ربها الا شاة واحدة اخذ المصدق تلك الشاة التى وجبت على رب المال من الضان وان كانت اكثر اخذ منها فان استوى الضان والمعز اخذ من ايتها شاء.

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ کے خط میں یہ مضمون تھا کہ سائمہ بکریوں میں جب وہ چالیس ہو جائیں ایک بکری ہے پھر اگر بھیڑ بکری کی بہ نسبت زیادہ ہوں اور ان کے مالک پر صرف ایک ہی بکری واجب ہوئی تو مصدق اس بکری کے عوض میں جو واجب ہوئی بھیڑ لے لے۔(۲) اور اگر بکری زیادہ ہوں تو بکری لے۔ پھر اگر بھیڑ اور بکری برابر ہوں تو دونوں میں سے جسے چاہے لے ۔(موطا امام مالک)

(۷) ابوبکر عن طارق ان عمر بن الخطاب كان يعطيهم العطاء ولا يزكيه.

ترجمہ: ابوبکرؒ طارقؒ سے (راوی) ہیں کہ عمر بن خطابؓ فقیروں کو صدقے دیتے تھے اور صدقہ کی زکوٰۃ نہ دیتے تھے۔

(۸) ابوبكر عن عبدالرحمٰن بن عبد القارى وكان على بيت المال فى زمن عمر فكان اذا خرج العطاء جمع عمر اموال التجار فيحسب عاجلها وآجلها ثم ياخذ الزكوٰة من الشاهد والغائب.

ترجمہ: ابوبکرؒ عبدالرحمٰنؒ بن عبد قاریؒ سے راوی ہیں اور وہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال پر (مامور) تھے پس جس

---

(۱) مصدق صدقہ تحصیل کرنے والا۔
(۲) معلوم ہوا کہ بھیڑ بکریوں سے ملا کر نصاب پورا کر لیا جائے اور زکوٰۃ میں وہی جانور لیا جاوے گا جو تعداد میں زیادہ ہو ایک بکری کی قید اتفاق ہے اوپر یہ مسئلہ مفصل گزر چکا ہے ۱۲۔

وقت صدقہ نکلتا تھا تو حضرت عمرؓ تاجروں کے مالوں کو جمع کر لیتے تھے اور ان کے (۱) پرانے اور نئے مال کا حساب کر لیتے تھے پھر ہر حاضر و غائب سے زکوٰۃ لیتے تھے۔

(۹) ابوبکر عن عبدالمالک بن ابی بکر انّ عمر قال احسب دینک وما عندک فاجمع ذٰلک جمیعا ثم زکه.

ترجمہ: ابوبکرؒ عبدالملک بن ابوبکرؒ سے (راوی ہیں) عمرؓ نے (ایک شخص) سے کہا کہ تو اپنے قرض کا (۲) اور اس (مال) کا جو تیرے پاس ہے حساب کر اور سب کو جمع کر پھر جو بڑھے اس کی زکوٰۃ دے۔

(۱۰) مالک والشافعی عن عائشة زوج النبی ؐ انها قالت مر علی عمربن الخطاب بغنم من الصدقة فرأی فیها شاة حافلا ذات ضرع عظیم فقال عمربن الخطاب ماهذه الشاة فقالوا شاة من الصدقة فقال عمر مااعطی هذه اهلها وهو طائعون لاتفتنوا الناس لاناخذ حرزات المسلمین نکبوا عن الطعام.

ترجمہ: مالکؒ و شافعیؒ رسول خدا ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (راوی ہیں) انہوں نے کہا عمرؓ کے سامنے زکوٰۃ کی بکریاں گزریں تو انہوں نے ان میں سے ایک دودھار بڑے تھن والی بکری دیکھی تو پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ زکوٰۃ کی بکری ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اس کو اس کے مالک نے خوشی (۳) سے نہیں دیا (دیکھو) لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ مسلمانوں کا عمدہ مال (زکوٰۃ میں) نہ لو (ان کے) کھانے کی چیز سے احتراز کرو۔

(۱۱) الشافعی عن ابی عمروبن الحماس ان اباه قال مررت بعمربن الخطاب وعلی عنقی ادمة احملها فقال عمر الاتؤدی زکوتک یاحماس فقلت یاامیر المؤمنین مالی غیرهذا الذی علی ظهری هبة فی القرظ قال ذٰلک مال فضع فوضعتها بین یدیه فیحبسها فوجدها قد وجبت فیها الزکوٰة فاخذ منها الزکوٰة.

---

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ سال کے اندر جو مال ملا ہو اور ابھی اس پر سال نہ گزرا ہو اس کو علیحدہ اور جس پر سال گزر چکا ہو اس کو علیحدہ رکھتے تھے پس اگر دونوں ہم جنس ہوتے اور دو دفعہ زکوٰۃ کا دینا لازم نہ آتا تو دونوں کو ملا دیتے ورنہ تفصیل اس مسئلہ کی زکوٰۃ کے بیان میں دیکھو ۱۲۔

(۲) معلوم ہوا کہ جو مال قرض میں مستغرق ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ۱۲۔

(۳) معلوم ہوا کہ اگر خوشی سے دے دیتا تو درست تھا ۱۲۔

ترجمہ: شافعی ابوعمرو بن حماسؓ سے کہ ان کے باپ نے کہا میں ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے گزرا اور میری گردن پر کچھ کھالیں تھیں جن کو میں لادے ہوئے تھا تو انہوں نے فرمایا کہ اے حماسؓ کیا تم اپنی زکوٰۃ نہیں دیتے؟ میں نے کہا اے امیرالمومنین میرے پاس سوا اس کے جو میری پیٹھ پر ہے کچھ نہیں ہے یعنی چند کھالیں دباغت کے لئے ہیں اور اس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں آپ نے فرمایا یہ بھی مال ہے (۱) رکھ دو میں نے ان کے سامنے رکھ دیا تو وہ اس کو چھونے لگے اور انہوں نے اس میں زکوٰۃ واجب پائی تو اس سے زکوٰۃ لے لی۔

(۱۲) الشافعی روی عن عمر انه قد کانت النواضح علی عهد رسول اللّٰہ ؐ وخلفائه فلم اعلم احد اروی ان رسول اللّٰہ ؐ اخذ منها صدقة ولا احدا من خلفائه ولا شک انشاء اللّٰہ ان قد کان للرجل الخمس واکثر.

ترجمہ: شافعیؒ (کہتے ہیں) کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک پانی بھرنے والے اونٹ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں تھے مگر میں نہیں جانتا کہ کسی نے روایت کی ہو کہ آپ نے ان سے زکوٰۃ لی ہو (۲) اور نہ آپ کے خلفا میں کسی نے اور خدا نے چاہا تو اس میں شک نہیں کہ ایک ایک آدمی کے پاس پانچ اونٹ اور (بلکہ) اس سے بھی زیادہ تھے۔

(۱۳) مالک والشافعی عن سلیمان ابن یسار ان اهل الشام قالوا لابی عبیدة الجراح خذ من خیلنا صدقة فابی ثم کتب الی ابن الخطاب فابی عمر ثم کلموه ایضاً فکتب الیه ان احبوا فخذها منهم واردوها علیهم وارزق رقیقهم.

ترجمہ: مالکؒ اور شافعیؒ سلیمان بن یسار سے (روایت کرتے ہیں) کہ شام کے لوگوں نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے گھوڑوں کی بھی زکوٰۃ لیا کرو تو انہوں نے نہ مانا، پھر انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا، انہوں نے بھی نہ مانا، (۳) پھر لوگوں نے ان سے کہا بھی تو انہوں نے ان کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ چاہیں تو اس کو ان سے لے لو اور پھر انہیں پر واپس کر دو اور ان کے غلاموں کو کھلا دو۔

---

(۱) وہ کھالیں ان کی ذاتی مملوکہ ہوں گی اور ان کی قیمت نصاب کے برابر ہوگی ۱۲۔

(۲) یہی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے ۱۲ عالمگیری۔

(۳) گھوڑوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کی بحث اوپر گذر چکی ہے اور یہ کہ تجارتی گھوڑے ہوں تو ان پر بھی تجارتی مال کی زکوٰۃ فرض ہے یہاں مراد سواری کے گھوڑے ہیں ۱۲۔

(۱۴) الشافعی عن بن شهابة ان ابابكر وعمر لم يكون ياخذ ان الصدقة بنسيئة ولكن يبعثان عليها في الجذب والحصب والمسمن والعجف لان اخذها في كل عام من رسول اللهؐ سنة.

ترجمہ: شافعیؒ ابن شہابؒ سے (روایت کرتے ہیں) کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما زکوٰۃ ادھار پر نہ لیتے تھے لیکن گرانی اور ارزانی اور فربہی اور لاغری (غرض ہر حال میں) اس کی تحصیل کراتے تھے کیونکہ زکوٰۃ کا ہر سال لینا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

(۱۵) ابوبكر عن الحسن كتب عمر الى ابى موسىٰ فما زاد على المائتين ففي كل اربعين درهما درهم قلت معناه عند ابى حنيفة لايوخذ في اقل من الاربعين اذا زاد على مائتين وعند الشافعي هذا بيان الكسر ببيان مخرجه.

ترجمہ: ابوبکر حسن بصریؒ سے (راوی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰؓ کو یہ لکھ بھیجا کہ جس قدر (چاندی) دوسو (دوم سے) زیادہ ہو تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم (زکوٰۃ) ہے۔(۱) میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ دوسو سے زیادہ ہو تو چالیس سے کم میں زکوٰۃ نہ لی جاوے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک کسر کا بیان ہے، بذریعہ اس کے مخرج کے۔

(۱۶) مالك والشافعي عن سفيان بن عبدالله الثقفي ان عمربن الخطاب بعثه مصدقا فكان يعد على الناس بالسخل فقالوا اتعد علينا بالسخل ولاتاخذ منه شيئاً فلما قدم على عمربن الخطاب ذكر ذلك له فقال عمر نعد عليهم بالسخلة يحملها الراعي ولاناخذها ولا ناخذ الا كولة ولاالربى ولاالماخض ولا فحل الغنم وناخذ الجذعة والثنية وذلك عدل بين غذاء الغنم وخياره.

ترجمہ: مالکؒ اور شافعیؒ سفیان بن عبداللہ ثقفی سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو صدقہ تحصیل کرنے پر مقرر کیا تو وہ بکریوں کے بچوں (۲) کو بھی شمار کر لیتے تھے تو لوگوں نے کہا کہ تم

---

(۱) یہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے امام شافعی کے مذہب پر جو انہوں نے اس اثر کو منطبق کیا ہے خالی از تکلف نہیں ہے ۱۲ کمالا تخفی۔

(۲) امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے کہ اگر سب بچے ہی بچے ہیں اور ایک بھی ان میں بڑا جانور موجود ہو تو اس کی تبعیت میں بچے بھی شمار کر لئے جائیں گے اور زکوٰۃ لے لی جائیگی ۱۲۔

ہمارے بچوں کو بھی شمار کر لیتے ہو اور ان میں سے کسی کو لیتے نہیں تو جب وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو اس کا ذکر ان سے کیا انہوں نے فرمایا کہ ہم ان کے اس بچے کو بھی شمار کریں گے جس کو چرواہا(۱) اٹھاتا ہے اور اس کو لیں گے نہیں۔ اور نہ کھانے کی بکری لیں گے اور نہ حاملہ اور نہ بکریوں کا نر اور نہ ایک سال کی بکری اور دو سال کی لیں گے اور یہ متوسط ہے بڑی اچھی بکریوں میں۔

(۱۷) ابوبکر قال عمر اذا وقف الرجل عليكم غنمه فاصدعوها صدعين ثم اختاروا من النصف الأخر.

ترجمہ: ابوبکر ابن ابی شیبہؒ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے (صدقہ تحصیل کرنے والوں سے) فرمایا کہ جب کوئی اپنی بکریاں تمہارے حوالے کر دے تو ان کے (۲) دو حصے کر دو پھر دوسرے حصہ میں سے زکوٰۃ کی بکری نکالو۔

(۱۸) ابوبكر عن مجاهد عن عمر ليس فى الخضروات زكوٰة.

ترجمہ: ابوبکر مجاہد سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سبزیوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۱۹) البيهقى عن عمر وابن شعيب عن ابيه عن جده ان رجلا جاء الى رسول اللهﷺ بعشور نحل له وساله ان يحمى واديا يقال له سلبة فحماه له فلما ولى عمر كتب سفيان بن وهب الى عمر بن الخطاب يساله عن ذلك فكتب عمر ان ادى اليك ما كان يودى الى رسول اللهﷺ من عاشور نحله فاهم له سلبته والا فانما هو ذباب غيث ياكله من شاء.

ترجمہ: بیہقی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے (روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے شہد کا عشر لایا اور اس نے آپ سے درخواست کی کہ سبلہ نام جنگل کی آپ حفاظت کر دیں تو آپ نے حفاظت کر دی پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ

---

(۱) یعنی اس قدر چھوٹے بچوں کا بھی شمار کر لیا جائے گا جو خود (اپنے پیروں سے چراگاہ نہیں جا سکتے مقصود حضرت فاروق اعظم کا اس تمام بیان سے یہ ہے کہ ہم انصاف پر چلتے ہیں جیسا کہ بچوں کا شمار کر لینے میں تم پر زیادتی ہے ویسا ہی حاملہ اور کھانے کی بکری نہ لینے میں تمہارے ساتھ رعایت بھی ہے ۱۲۔

(۲) دو حصہ سے مراد یہ ہے کہ اچھی اور بری کے درمیان میں ہو، نہ بہت عمدہ نہ بہت بری ۱۲۔

ہوئے تو سفیان بن وہب نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے لکھ دیا کہ اگر وہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو دیتا تھا یعنی شہد کا عشر وہ تم کو دے تو تم اس کے لئے سلبہ کی حفاظت کرو ورنہ (مکھی سے پیدا ہوئی چیز تو) آسمانی بارش کے مثل ہے جو چاہے اس کو کھالے۔(۱)

(۲۰) **ابوبکر عن زیاد بن حدیر بعثنی عمر علی العشور وامرنی ان لاافتش احدا.**

ترجمہ: ابوبکر زیاد بن حدیر سے (روایت کرتے ہیں) کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے عشر کے تحصیل کرنے پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ میں کسی کے (مال) کی تلاشی نہ لوں۔(۲)

(۲۱) **ابوبکر عن زیاد بن حدیر بعثنی عمر علی السواد ونهانی ان اعشر مسلما.**

ترجمہ: ابوبکر ابن حدیر سے راوی ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ناکہ پر متعین کیا اور مجھے منع کر دیا کہ میں کسی مسلمان سے عشر (نہ) لوں۔

(۲۲) **ابوبکر عن عبدالرحمٰن بن البلیمانی قال ابوبکر الصدیق ممایوصی به عمر من ادی الزکوٰة الی غیر ولاتها لم یقبل منه صدقة ولوتصدق بالدنیا جمیعاً**

ترجمہ: ابوبکر عبدالرحمٰن بن بیمانی سے (راوی ہیں) کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمرؓ کو اس بات کی بھی وصیت کی جاتی ہے کہ جو شخص عاملین زکوٰۃ کے سوا کسی کو زکوٰۃ دے تو اس سے کہہ دیں کہ اس کا صدقہ اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگا۔(۳) اگرچہ تمام دنیا صدقہ کر دے۔

(۲۳) **قال الشافعي سمعت بعض من لایقول بنصاب خمسة اوسق یقول قد قام بالامر بعد النبی ؑ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی واخذوا الصدقات اخذا عاماً زمانا طویلا فما روی عنهم انهم قالوا لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة ماروا ہ عن النبی ﷺ الا ابوسعید الخدری ثم اجاب الشافعی بماحاصله ان الحدیث صحیح من روایة ابی سعید**

---

(۱) معلوم ہوا کہ عشر تجارتی مالوں پر اسی وقت آتا ہے جب امام وقت کی طرف سے اس کی حفاظت ہو۱۲۔
(۲) یعنی مسلمانوں کے مال کی بابت جیسا کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بات کا اعتبار کر لیا کرو۱۲۔
(۳) اس سے مراد یہ ہے کہ اگر امام برحق یعنی حاکم مسلم عادل کے ہوتے کسی اور کو اگر زکوٰۃ کا مال دیا جائے تو وہ قبول نہ ہوگا اس کو پھر زکوٰۃ دینی چاہئے یہ مسئلہ بھی اوپر بیان ہو چکا ہے۱۲۔

وجابر موجود فی کتاب عمرو بن حزم فوجب العمل به ولم یذکر عن الائمة ان الحدیث ظهر فی زمانهم فتکلموا فیه قلت بل ذکر مالک سنة اهل المدینة علی مارویته عن ابی سعید.

ترجمہ: امام شافعی نے کہا ہے کہ میں نے (۱) بعض ان لوگوں سے جو عشر میں پانچ وسق کے نصاب ہونے کے قائل نہیں ہیں سنا کہ وہ کہتے ہیں بعد آنحضرت ﷺ کے ابوبکر وعمر وعثمان وعلیؓ خلیفہ ہوئے اور وہ عام طور پر بغیر تعین اس نصاب کے ایک زمانہ دراز تک صدقات لیتے رہے پھر ان سے کسی نے روایت کی کہ انہوں نے کہا ہو کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ فرض نہیں ہے اور اس کو آنحضرت ﷺ سے ابوسعید خدری کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا۔ پھر امام شافعی نے اس کا یہ جواب دیا (۲) کہ ابوسعید کی اور جابر کی روایت صحیح ہے عمرو ابن حزم کے خط میں موجود ہے پس اس پر عمل واجب ہے اور خلفائے راشدین سے یہ منقول نہیں کہ یہ حدیث ان کے زمانہ میں ظاہر ہوئی اور انہوں نے اس میں کلام کیا میں (۳) کہتا ہوں کہ امام مالکؒ نے اہل مدینہ کا طریقہ اسی کے موافق ذکر کیا ہے جو ابو سعیدؓ سے ہم کو روایت ملی ہے۔

(۲۴) عمر بن الخطاب بعث رجلا من ثقیف علی الصدقة ثم رأه بعد ذٰلک متخلفا فقال اراک متخلفا ولک اجر غاز فی سبیل الله. (کنز العمال)

---

(۱) اس سے مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں ان کے نزدیک عشر کے واجب ہونے میں کوئی نصاب شرط نہیں ہے صاحبین کے نزدیک شرط ہے اور انہوں نے اسی حدیث سے تمسک کیا ہے جس کا جواب امام ابو حنیفہ کی طرف سے امام شافعی نے نقل فرما کر رد کیا ہے اور اس کے رد کی کیفیت حاشیہ آئندہ میں مذکور ہے ۱۲۔

(۲) امام شافعی کا جواب اس امر کی تسلیم پر مبنی ہے کہ خلفاء راشدین کا عمل اس حدیث پر نہ تھا اب اس پر عمل نہ ہونے کی وجوہ انہوں نے بیان فرمائی یعنی حدیث کا نہ معلوم ہونا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے خلفائے راشدین کی خلافت بہت دنوں تک رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قطعی حکم تھا کہ جس کسی کو حدیث معلوم ہو مجھ سے آکر بیان کرے جب ان کو کسی مسئلہ میں حدیث نہ معلوم ہوتی تھی تو مجمع عام کر کے اس مسئلہ کو پیش کر دیتے تھے تا کہ اگر کسی کو حدیث معلوم ہو تو بتا دے اور جب کوئی بتا دیتا تھا تو مان لیتے تھے پس ایسی حالت میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ان سے کیوں نہ بیان کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کیوں نہ کہا معلوم ہوتا ہے کہ ابو سعید خدریؓ خود جانتے تھے کہ یہ حدیث متروک العمل ہے یا انہوں نے حضرت فاروق کے سامنے یہ حدیث پیش کی ہو اور اس کو اس کا متروک العمل ہونا معلوم تھا اس سبب سے اس پر عمل نہ کیا ۱۲۔

(۳) یہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا قول ہے ان کا جواب بھی امام صاحب کے استدلال کے تسلیم کرنے پر مبنی ہے اب رہ گیا مدینہ کا عمل وہ خلفائے راشدین کے ترک عمل کے بعد ہرگز ہمارے نزدیک حجت نہیں ہو سکتا ۱۲۔

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ثقیف سے کسی شخص کو صدقہ (کی تحصیل) پر (مقرر کر کے) بھیجا پھر انہوں نے اس کو (جانے میں تاخیر کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا میں تمہیں تاخیر کرتا ہوا دیکھتا ہوں حالانکہ اگر تم اس کام کو کرو تو) تمہارے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب ہوگا۔ (کنز العمال)

(۲۵) عن ابی الساعد المالکی قال استعملنی عمر بن الخطاب علی الصدقة فلما فرغت منها و ادیتها الیه امرنی بعمالة فقلت له انما عملت لله واجری علی الله فقال خذ ما اعطیت (مسلم)

ترجمہ: ابن ساعدی مالکی سے روایت ہے کہ مجھ کو عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ (کی تحصیل) پر (مقرر کر کے) بھیجا تو میں جب اس سے فارغ ہوا اور سب مال ان کو دے چکا تو مجھے اجرت کا حکم دیا تو میں نے کہا کہ میں نے صرف اللہ کے لئے کیا ہے اور میری اجرت اللہ کے ذمہ ہے تو انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ دیا جائے لی لیا کرو۔ (مسلم)

(۲۶) ابوبکر عن عمر فی قوله تعالیٰ انما الصدقات للفقراء فقال هم زمناء اهل الکتاب.

ترجمہ: ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں " انما الصدقات" پر فرمایا کہ اہل کتاب کے لنجھے لوگ ہیں۔(۱)

(۲۷) ابوبکر عن عطاء ان عمر کان یاخذ العوض فی الصدقة وغیرها زاد فی روایة ویعطیها فی صنف واحد مماسمی الله.

ترجمہ: ابوبکر عطاؒ سے راوی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ صدقہ وغیرہ میں اسباب (۲) بھی لے لیا کرتے تھے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ صدقہ کو اللہ کی بنائی ہوئی ایک (۳) قسم میں دے دیا کرتے تھے۔

---

(۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زکوٰۃ اور عشر کا مال کافر کو نہیں دیا جاتا گو وہ ذمی ہو اور حضرت فاروق کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو صدقہ کا مال د جا سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت فاروقؓ کے نزدیک اس آیت میں صدقات سے عام صدقات مراد ہوں واجبہ بھی نافلہ بھی، اور نافلہ صدقات کا ذمی کافروں کو دینا جائز ہے یا حضرت فاروقؓ کا اس بیان سے مقصود یہ ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ لوگ اس میں داخل تھے مگر جب تالیف قلوب کی مصلحت جاتی رہی تو یہ حکم ساقط ہو گیا ۱۲۔

(۲) یعنی نقد کی تخصیص نہ کرتے تھے یہی حنفیہ کا مذہب ہے ۱۲۔

(۳) یہی مذہب حنفیہ کا ہے امام شافعی کے نزدیک ضروری ہے کہ ہر قسم کو دیا جائے ۱۲۔

(۲۸) لما قبض رسول اللهﷺ جاء الی ابی بکر لاخذ سهمهم والی عمر فقال عمر ان رسول الله کان یعطیکم لیولفکم علی الاسلام فاما الیوم فقد اعز الله دینه فلیس بیننا وبینکم الا السیف او الاسلام فصرفوا الی ابی بکر فقالوا انت الخلیفة ام عمر فاقر ابوبکر رای عمر وابطل سهمهم وکان ذلک بمحضر من الصحابة فصار اجماعا منهم علی سقوط سهمهم. (بنایه)

ترجمہ: جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو مولفۃ القلوب (۱) اپنا حصہ لینے کے لئے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آئے تو عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ تم کو اس لئے دیتے تھے کہ تم کو اسلام پر راغب کریں لیکن اب تو اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا لہذا اب ہمارے تمہارے درمیان میں یا تلوار ہے یا اسلام تو وہ ابوبکر صدیقؓ کے پاس لوٹ کر گئے اور کہنے لگے کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمرؓ تو ابوبکر صدیقؓ نے عمر فاروقؓ کی رائے کو برقرار رکھا اور ان کا حصہ بند کر دیا اور یہ معاملہ صحابہ کے سامنے ہوا تو اجماعی ہو گیا۔ (بنایہ)

(۲۹) ابوبکر عن الحسن قال عمر اذا تحولت الصدقة الی غیر الذی تصدق علیه فلا باس ان یشتریها.

ترجمہ: ابوبکر حسنؒ سے راوی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب صدقہ اس شخص کے پاس چلا جائے جس کو دیا نہیں گیا تو صدقہ دینے والا اس کو مول (۲) لے سکتا ہے۔

(۳۰) ابوبکر عن جماعة ان عمربن الخطاب صالح نصاری بنی تغلب علی ان لیضعف علیهم الزکوٰة مرتین.

ترجمہ: ابوبکرؒ بہت لوگوں سے (روایت کرتے ہیں کہ) عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے نصرانیوں سے اس شرط پر صلح کی ان سے کہ دگنی زکوٰۃ (۳) لی جائے گی۔

---

(۱) یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے کہ مولفۃ القلوب کا حصہ ساقط ہو گیا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں مگر امام شافعی اس میں مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اب بھی امام وقت کو بحسب مصلحت اختیار ہے ۱۲۔
(۲) یعنی مکروہ بھی نہیں ۱۲۔
(۳) زکوٰۃ سے مراد عشر ہے یہ مسئلہ عشر کے بیان میں بالتفصیل دیکھ لو ۱۲۔

(۳۱) عن عبدالله بن عمر قال كان الناس يخرجون صدقة الفطر على عهد رسول اللهؐ صاعا من شعير او تمر اوسلت او زبيب قال قال عبدالله فلما كان عمر رضى الله عنه وكثرت الحنطة جعل عمر نصف صاع حنطة مكان صاع تلك الاشياء (ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے (روایت) ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں لوگ صدقہ فطر میں ایک صاع جو یا چھوہارے یا منقیٰ دیا کرتے تھے عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور گیہوں کثرت سے ہوا تو انہوں نے گیہوں کا آدھا صاع ان چیزوں کے ایک صاع کے برابر کردیا۔ (ابوداؤد)

(۳۲) الشافعى عن عمربن دينار ان عمر بن الخطاب قال اتجروا فى اموال اليتامىٰ لاتستهلكها الزكوٰة.

ترجمہ: شافعی عمر بن دینارؒ سے (روایت کرتے ہیں) کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یتیموں کے مال میں تجارت کرو (کہیں) زکوٰۃ(۱) ان کو ختم نہ کردے۔

(۳۳) قال ابوعمرو رأى عمرو على وابن عمر وجابر وعائشة وطاؤس وعطاء وابن سيرين ان يزكى مال اليتيم وقال الزهرى يزكى مال المجنون (البخارى)

ترجمہ: ابوعمرو نے کہا ہے کہ عمر اور علی اور ابن عمر اور جابر اور عائشہ اور طاؤس اور عطاء اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہے کہ یتیم کے مال(۲) کی زکوٰۃ لی جائے اور زہریؒ نے کہا مجنون کے مال کی بھی۔ (بخاری)

(۳۴) عن عمر قال اذا اعطيتم الصدقة فاغنوا يعنى عن الصدقة (كنز العمال)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے انہوں نے کہا کہ جب تم صدقہ دو تو فقیر کو سوال (۳) سے بے پروا کردو۔ (کنز العمال)

---

(۱) زکوٰۃ سے مراد صدقہ فطر ہے چنانچہ حضرت فاروقؓ کی طرف امام بخاریؒ نے بھی اسی مذہب کو منسوب کیا ہے، زکوٰۃ کا مال یتیم پر ان کے نزدیک واجب ہونا کسی نے نہیں لکھا ۱۲۔
(۲) یہ حدیث امام بخاریؒ نے صدقہ فطر کے باب میں لکھی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زکوٰۃ سے مراد یہاں صدقہ فطر ہے ۱۲۔
(۳) یعنی صرف اس دن کے لئے نہ تمام عمر کے لئے ۱۲۔

(۳۵) عن مکحول ابن عمربن الخطاب جعل المعادن بمنزلة الزکاز فی الخمس (کنز العمال)

ترجمہ: مکحولؒ سے (روایت) ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معدن کو (۱) خمس کے بارے میں رکاز میں رکھا ہے۔ (کنز العمال)

(۳۶) ان رباح انهم وجدوا قبر بالمدائن علیه ثیاب منسوجة بالذهب ووجدوا معه مالا فاتوا به عمار بن یاسر فکتب فیه الیه عمر ان اعطهم ایاه ولا تنزعه منهم. (کنز العمال)

ترجمہ: رباح سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے مدائن میں ایک قبر پائی کہ جس میں کچھ سونے کے تاروں کے بنے ہوئے کپڑے تھے اور اس کے ساتھ کچھ مال بھی پایا تھا تو وہ اس کو عمار بن یاسرؓ کے پاس لے آئے عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں ان کو یہ لکھا کہ یہ انہیں کو دے دو (۲) اور اس کو ان سے نہ لو۔ (کنز العمال)

(۳۷) ابوبکر عن الشعبی ان غلاما من العرب وجد ستوقة فیها عشرة الاف فاتی بها عمر فاخذ منها خمسها الفین واعطاه ثمانیة الاف.

ترجمہ: ابوبکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عرب کے کسی غلام نے ایک ظرف (۳) گڑا ہوا پایا جس میں دس ہزار درم تھے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کو لے آیا تو آپ نے اس کا پانچواں حصہ یعنی دو ہزار بیت المال کے لئے اور آٹھ ہزار اس کو دے دیا۔

(۳۸) قال عمر رضی الله عنه والله ما احد احق بهذا المال من احد وما انا احق به من احد والله فامن المسلمین احد لاوله نصیب الا عبدا مملوکاً (مسند احمد)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اس مال کا کوئی بہ نسبت کسی کے زیادہ حق دار نہیں (۴) اور نہ میں بہ نسبت کسی کے زیادہ حقدار ہوں اس میں سب مسلمانوں کا سوا غلام کے حصہ ہے۔

---

(۱) یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے امام بخاریؒ نے صحیح بخاریؒ میں اس مذہب پر بہت طعن و تشنیع کی ہے اور اس کا خلاف حق ہونا بڑے شد و مد سے بیان کیا ہے مگر اس اثر کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اس مسئلہ میں بے قصور ہیں حضرت فاروقؓ کا مذہب ان کی طرف داری کر رہا ہے ۱۲۔

(۲) معلوم ہوا کہ قبر کے اندر سے جو مال نکلے وہ رکاز نہیں ہے بلکہ جس کی قبر ہے اس کے ورثاء کو وہ مال دے دینا چاہئے ۱۲۔

(۳) یہ رکاز کا مسئلہ ہے رکاز کے بیان میں مفصل دیکھو ۱۲۔

(۴) یہ غنیمت کے مال کا ذکر ہے کیونکہ زکوٰۃ کے مال میں سوا فقیروں کے اور کسی مسلمان کا حق نہیں ہوتا ۱۲۔

(۳۹) البیھقی سئل عمر بن الخطاب اعلی المملوک زکوۃ قال لاقیل علی من ھی قال علی مالکہ.

بیہقی سے روایت ہے، عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا غلام (۱) پر زکوٰۃ فرض ہے؟ فرمایا نہیں، کہا گیا اس کی زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟ فرمایا اس کے مالک پر۔

(۴۰) عن عدی بن حاتم قال اتیت عمربن الخطاب رضی اللہ عنہ فی اناس من قومی فجعل یفرض للرجل من الفین ویعرض عنی قال فاستقبلہ فاعرض عنی ثم آتیتہ من حیال وجھہ فاعرض عنی قال فاستقبلتہ فاعرض عنی قال فقلت یا امیر المؤمنین اتعرفنی قال فضحک حتی استلقی لقفاہ ثم قال نعم واللہ انی لاعرفک آمنت اذ کفروا واقبلت اذادبروا وفیت اذغدروا وان اول صدقۃ بیضت وجہ رسول اللہ ؐ ووجوہ اصحابہ صدقۃ علی جیئت بھا الی رسول اللہ ؐ ثم اخذ یعتذر ثم قال انما فرضت لقوم احجفت بھم الفاقۃ وھم ساسۃ عشائرھم لماینوبھم من الحقوق. (مسند الامام احمد)

ترجمہ: عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) انہوں نے کہا کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ہمراہ آیا تو وہ ایک شخص کا دو ہزار درم سے حصہ لگانے لگے اور مجھ سے اعراض کرتے رہے تو میں ان کے سامنے گیا مگر مجھ سے منہ پھیر لیا عدیؓ کہتے ہیں پھر تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو وہ ہنس دیئے، یہاں تک کہ (جب کام ختم کر کے) لیٹ گئے تو بولے کہ ہاں اللہ کی قسم ضرور تمہیں میں پہچانتا ہوں کہ تم اس وقت ایمان لائے کہ جب لوگ کافر تھے اور تم اس وقت (اسلام کی طرف) متوجہ ہوئے جب لوگ پیٹ پھیر کر (بھاگتے) تھے اور تم نے (عہد ازلی کو) اس وقت پورا کیا جب لوگ عہد شکنی کر رہے تھے، اور بے شک (سب سے) پہلا صدقہ جس نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے چہروں کو بشاش کر دیا حضرت علی مرتضیٰؓ کا تھا کہ جب وہ آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے معذرت کے ساتھ اسے لے لیا پھر فرمایا کہ یہ تو انہیں کے لئے جائز کیا گیا ہے جن کو فاقہ نے کمزور کر دیا ہو اور وہ اپنے قبیلہ کے متکفل ہوں، ان ان حقوق میں جو ان کو پہنچتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

---

(۲) زکوٰۃ سے مراد یہاں صدقہ فطر ہے، غلام کا صدقہ فطر اس کے آقا پر واجب ہوتا ہے ۱۲۔

علم الفقہ حصہ پنجم

حج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی وضع للناس بیتہ ' ببکۃ مبارکاً وھدیً للعالمین وبعث فیھا اشرف الرسل داعیاً الی الشرع المبین فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ماطاف طائف بالبیت التعیق وما دام البلد الا مین.

حق جل شانہ کی توفیق سے علم الفقہ کی چار جلدیں تمام ہوچکیں اب یہ پانچویں جلد شروع ہوتی ہے جس میں اسلام کے پانچویں رکن حج کا بیان ہے امید ہے کہ خدائے تعالی اس کو بھی بخیر وخوبی انجام کو پہنچائے، آمین بالنبی الامین۔

حج کے معنی لغت میں کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا اور اصطلاح شریعت میں کعبۂ مکرمہ کا طواف اور مقام عرفات میں ٹھہرنا، انہیں خاص طریقوں سے جو صاحب شریعت سے منقول ہیں اسی خاص زمانہ میں جو شریعت سے ثابت ہے (مراقی الفلاح وغیرہ) صحیح یہ ہے کہ حج کی فرضیت اسی امت مکرمہ کے ساتھ خاص ہے گو حج کا رواج حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے ہے مگر اس وقت اس کی فرضیت کا حکم نہ تھا حج کی فرضیت ۹ھ ہجری کے آخری (۱) میں ہوئی جب اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا تھا کہ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ من استطاع الیہ سبیلاً ترجمہ: اللہ کی خوشنودی کے لئے لوگوں پر کعبہ کا حج (ضروری) ہے (یعنی) اس شخص پر جو وہاں تک جاسکے جس سال یہ آیت نازل ہوئی حج کا زمانہ باقی نہ تھا، سال آئندہ یعنی ۱۰ھ میں نبی ﷺ نے اس فرمان عالی شان کی تعمیل فرمائی اور یہ آپ کا آخری

---

(۱) اکثر علماء اس طرف ہیں کہ حج کی فرضیت ۶ھ میں ہوئی مگر علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ ان علما کے پاس کوئی اس کی دلیل نہیں اور نبی ﷺ کی شان سے بہت بعید ہے کہ خدا کے حکم کی تعمیل میں اس قدر تاخیر کریں حج کی فرضیت تو ۶ھ میں ہو اور آپ ۱۰ھ پورے چار برس تک اس کی تعمیل نہ کریں قبلۂ عبدالقیس کے لوگ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو حج کا حکم نہیں دیا (صحیح بخاری) قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حج کا حکم نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہ ہوا تھا اور یہ واقعہ ۸ھ کا ہے اور حج ۹ھ میں فرض ہوا تھا (فتح الباری)

حج تھا جو حجۃ الوداع کے لقب سے مشہور ہے (ردالمحتار) فرضیت کے بعد اسی ایک حج کا اتفاق ہوا اس کے بعد آپ نے اپنی مفارقت سے دنیا کو بے نور کر دیا فالی اللہ المشتکی . انا للہ وانا الیہ راجعون .

حج کی تاکید اور فضیلت

حج کا ضروری ہونا (جس کو اصطلاح فقہ میں فرضیت کہتے ہیں) قرآن مجید سے اسی صراحت کے ساتھ ثابت ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ کا قرآن مجید میں اس کے چند مسائل بھی مذکور ہیں، سچے مسلمانوں کے لئے تو یہی دو تین لفظیں کافی ہیں مگر سوتوں کے جگانے کے لئے چند احادیث بھی نقل کی جاتی ہیں۔

اس سے زیادہ اور کیا تاکید ہوگی کہ نبی ﷺ نے نماز روزہ کی طرح حج کو بھی اسلام کا مبنیٰ قرار دیا ہے۔ (بخاری و مسلم) اسی طرح بہت سی حدیثیں ہیں کہ کچھ ان میں سے دوسری تیسری چوتھی جلد میں مذکور ہو چکی ہیں یہاں ہم چند حدیثیں نقل کرتے ہیں جو ابھی تک نہیں لکھی گئیں۔

(۱) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی ﷺ نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بے شک اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہذا تم حج کرو، تو ایک شخص بولا، یارسول اللہ کیا ہر سال (حج فرض ہے؟) تو آپ نے سکوت فرمایا یہاں تک اس شخص نے یہی تین مرتبہ کہا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا ہاں تو یقیناً (ہر سال کے لئے) ضروری ہو جاتا اور بلا شبہ تم لوگ (ہر سال حج) نہ کر سکتے، پھر آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں کہا کروں مجھ سے نہ پوچھا کرو اس لئے کہ اگلے لوگ جو ہلاک ہوئے تو انبیا سے زیادہ پوچھنے اور اختلاف کرنے سے ہوئے لہذا جب میں تم کو کسی بات کا حکم دے دوں تو حتیٰ الامکان اس کو کرو اور جب میں تم کو کسی بات سے منع کر دوں تو اس کو چھوڑ دو۔ (مسلم)

(۲) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا عرض کیا گیا کہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا کہ حج مبرور (بخاری)

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے حج کرے اور

(اثنائے حج میں) فحش گوئی سے بچے تو وہ (ایسا بے گناہ ہو کے لوٹے گا جیسے اس دن بے گناہ تھا کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا (بخاری و مسلم)

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمرہ ان گناہوں کا کفارہ ہے جو دوسرے عمرہ تک ہوں اور حج مبرور کا بدلہ سوا جنت کے کچھ نہیں ہے (بخاری و مسلم)

(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

(۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہے اور کوئی عورت بغیر اپنے محرم کی (ہمراہی) کے سفر نہ کرے، تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میرا نام تو فلاں فلاں جہاد میں لکھ دیا گیا ہے اور میری بی بی حج کرنے نکلی ہے آپ نے فرمایا کہ (تو جہاد میں نہ جا بلکہ اپنی عورت کے ساتھ جا) اور اپنی عورت کے ہمراہ حج کر۔ (بخاری و مسلم)

(۷) عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نے نبی ﷺ سے جہاد میں (جانے کی) اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا جہاد حج ہے (بخاری و مسلم)

(۸) علی مرتضیٰؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص زاد راہ اور سواری رکھتا ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے اور (پھر بھی) وہ حج نہ کرے تو اس کے لئے یہودی یا نصرانی مر جانے میں (اور بے حج مر جانے میں کچھ فرق نہیں) اور یہ اس لئے کہ اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ اللہ (کی خوشنودی) کے لئے لوگوں پر کعبہ کا حج کرنا (ضروری) ہے (یعنی) اس پر جو وہاں تک جا سکتا ہو۔ (ترمذی)

(۹) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا حج اور عمرہ ساتھ کرو اس لئے کہ یہ دونوں فقر کو اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہیں اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (ترمذی)

(۱۰) ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ہوئی ضرورت یا کوئی ظالم بادشاہ یا کوئی معذور کر دینے والا مرض نہ روکے اور وہ بغیر حج کئے مر جائے تو اسے اختیار ہے چاہے یہودی ہو کر مر جائے چاہئے نصرانی ہو کر (دارمی) اس حدیث کو خوب غور سے دیکھو اور سمجھو کیسی سخت تاکید ہے۔

(۱۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعا قبول کرے اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (ابن ماجہ)

(۱۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب تم کسی حج کرنے والے سے ملاقات کرو تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کرے کیونکہ اس کی مغفرت ہو چکی ہے۔ (مسند امام احمد)

(۱۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص حج کرے یا عمرہ کرنے کے لئے یا جہاد کرنے کے لئے (اپنے گھر سے) نکلے پھر راستہ ہی میں مر جائے تو اللہ اس کو غزوا کرانے والے کا ثواب دے گا۔ (بیہقی)

(۱۴) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی کہ بیت اللہ کا حج نہ کیا جائے۔ (بخاری)

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب معاصی کی کثرت ہو جائے گی اور حج نہ کرنا چونکہ ایک بڑی معصیت ہے لہذا آپ نے اس کے ترک کو علامات قیامت قرار دیا۔ یہاں تک تو حج کے فضائل تھے، مکہ مکرمہ کے فضائل میں بھی بہت صحیح حدیثیں ہیں مگر اس کی فضیلت کے لئے یہ بات کیا کم ہے اللہ جل شانہ کا مقدس مکان یعنی کعبۂ مکرمہ وہاں ہے اور یہ شہر خدا کے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے آباد ہوا۔ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شہر مقدس کو بلد امین اور ام القریٰ کے خطاب سے مشرف فرمایا ہے۔

حج کی نسبت اگر صحابہ اور اگلے مسلمانوں کے ذوق شوق کی کچھ کیفیت بیان کی جائے تو بلا مبالغہ ایک بہت بڑا ضخیم دفتر بھی کفایت نہ کرے گا اور ان کے دلی جذبات اور شوقی کیفیات کا ایک شمہ بھی بیان نہ ہو سکے گا۔ اب تو روز بروز خشکی اور تری کے سفروں میں آسانی پیدا ہوتی جاتی ہے، پہلے زمانہ میں یہ باتیں کہاں تھیں مگر وہ اپنے ذوق شوق میں تمام مصائب کو راحت سمجھتے تھے۔

اس بیان کو طول دینا مناسب نہیں، گو ائمہ ماضین کے حالات کا دل پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے لیکن حج تو ایک ایسی پیاری اور مرغوب عبادت ہے کہ اس کے لئے زیادہ ترغیب و ترہیب کی کچھ ضرورت نہیں، وہ کون مسلمان ہے جس کا دل یہ نہ چاہتا ہو کہ خدا کے مقدس گھر کی زیارت کرے

اس پاک سرزمین کے جمال سے اپنی آنکھوں کو روشن کرے جہاں سے اسلام نکلا، رسول خدا ﷺ وہاں پیدا ہوئے وہیں نبی ہوئے برسوں وہاں وعظ فرمایا، صدہا صحابہ سورہے ہیں وہ کون مسلمان ہے جس کو یہ آرزو نہ ہو کہ اس پرانے اور باعظمت گھر کا طواف کرے، جس کے گرد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ پھرا کرتے تھے،اے میرے ذوالجلال پروردگار، اے خداوند لوح وقلم، اے وہ کہ تیرا پاک جلوہ عرش بریں پر ہے اے وہ کہ کعبہ مکرمہ کا رب البیت ہے اپنے برگزیدہ نبی محمد عربی ﷺ اور ان کے پسندیدہ ہم نشینوں کے طفیل میں تمام مسلمانوں کو اس نعمت عظمیٰ سے فیضیاب کر سب کے دلوں کو اپنے جمال بے مثال کا پروانہ بنالے اور اس ناچیز عاجز کو بھی اپنی نیک نظر سے مورد لطف وکرم فرما اور اگلے بزرگ اور درد ذوق کا ایک آدھا قطرہ اس کو بھی عنایت کر، آمین بالنبی الامین۔

زان حریفم اگر رسد حرفے
بندم از دولت ابد طرفے

اصطلاحی الفاظ اور مقامات کے ناموں کی تشریح

میقات:۔ وہ مقام ہے جس سے آگے مکہ مکرمہ کا جانے والا بغیر احرام کے نہ جاسکے آفاقی کے لئے پانچ میقات ہیں، اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کوفہ بصرہ والوں کے لئے ذات عرق۔ شام والوں کے لئے جحفہ یمن کے رہنے والوں کے لئے یلملم ہندوستانیوں کی بھی یہی میقات ہے۔

قرن:۔ اہل نجد کے لئے اور حلی کی میقات حل ہے، اور حرمی کی میقات حج کے لئے تو حرام ہے مگر عمرہ کے لئے حل۔

آفاقی:۔ وہ شخص جو میقات سے باہر کا رہنے والا ہو، جیسے مدنی، عراقی، شامی۔ ہندوستانی۔

حلی:۔ وہ شخص جو میقات کے اندر مگر مکہ مکرمہ سے باہر رہتا ہو، جیسے نخلہ محمود کے رہنے والے۔

حرمی:۔ خاص مکہ مکرمہ کا رہنے والا۔

احرام:۔ حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ یا کوئی ایسا فعل کرنا جو قائم مقام تلبیہ کے ہو مثل ہدی کے روانہ کرنے کے جو شخص احرام باندھے اس کو محرم کہتے ہیں۔

حج:۔ بحالت احرام کعبہ مکرمہ کا طواف اور عرفہ کا وقوف ایک مخصوص زمانہ میں کرنے والے کو حاج کہتے ہیں۔

عمرہ:۔ بحالت احرام کعبہ کا طواف اور سعی، عمرہ کرنے والے کو معتمر کہتے ہیں۔

افراد:۔ صرف حج کا احرام باندھنا اور صرف حج پر اکتفا کرنا، جو شخص ایسا کرے اس کو مفرد کہتے ہیں۔

قران:۔ حج وعمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھنا اور پہلے عمرہ کر کے پھر حج کرنا جو شخص ایسا کرے اس کو قارن کہتے ہیں۔

تمتع:۔ ایام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر لینا اور اس کے بعد اسی سال اسی سفر میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا، جو شخص ایسا کرے اس کو متمتع کہتے ہیں۔

طواف:۔ کعبۂ شریفہ کے گرد گھومنا اور کبھی صفا مروہ کے درمیان میں سعی کرنے کو کہتے ہیں شوط۔ ایک چکر۔

استلام:۔ جب حجر اسود کی نسبت مستعمل ہوتا ہے تو اس کا بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے اور جب رکن یمانی کی نسبت بولا جاتا ہے تو صرف اس کا چھو لینا مراد ہوتا ہے۔

تلبیہ:۔ اس عبارت کا پڑھنا **لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک**(۱)۔

تہلیل:۔ کلمہ طیبہ **لآ الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا پڑھنا۔

تلبید:۔ کسی چیز کا مثل گوند وغیرہ کے احرام سے پہلے بالوں میں لگا لینا تاکہ ٹوٹنے سے محفوظ رہیں۔

وقوف:۔ کے معنی لغت میں ٹھہرنا اور اصطلاح میں عرفات اور مزدلفہ میں پہنچ جانا۔

رمی:۔ ایک خاص مقام میں کنکریوں کا مارنا۔

رمل:۔ شانہ ہلا کر کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھ کر چلنا۔

---

(۱) اے اللہ میں تیرے دروازے پر بار بار حاضر ہوں اور تیری طلبی کو بار بار قبول کرتا ہوں تیرا کوئی شریک نہیں بے شک تعریف اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہت تیری ہی ہے کوئی تیرا شریک نہیں ۱۲۔

اضطباع:۔ چادر کا اس طرح اوڑھنا کہ اس کے ایک سرا داہنے شانے سے اتار کر داہنی بغل نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لے۔

تقسید:۔ بالوں کی یا کپڑے کی رسی بنا کر اس میں جوتی کا ٹکڑا یا کسی درخت کی چھال وغیرہ باندھ کر ہدی کے گردن میں ڈال دینا تا کہ دیکھتے ہی ہر شخص سمجھ لے کہ یہ ہدی ہے اور اس سے مزاحمت نہ کرے اور اس رسی کو قلادہ کہتے ہیں۔

اشعار:۔ ہدی کی پہچان کے لئے اس کے داہنے شانے پر خفیف زخم لگا دینا جو اس کی کھال ... مگر گوشت تک نہ پہنچے۔

جلیل:۔ ہدی کو جھول اڑھا دینا۔

تحلیق:۔ بالوں کا منڈوانا۔

تقصیر:۔ بالوں کا کتروانا۔

رفث:۔ جماع کرنا یا عورتوں کے سامنے جماع وغیرہ کا ذکر کرنا اشارۃً یا صراحۃً۔

مکہ:۔ ایک شہر ہے جو کسی زمانہ میں بالکل جنگل تھا کوہستان اور بے آب و گیاہ ریگستان ہونے کے سبب سے لوگ وہاں رہنے کا قصد نہ کرتے تھے جب حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدۂ ماجدہ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اس جنگل میں لاکر چھوڑا اور خدا سے دعا کی کہ اس جنگل کو آباد کر دے اور یہاں کے رہنے والوں کو میوہ جات سے رزق عطا فرما اس وقت حق تعالیٰ نے اس جنگل مقدس کو آباد کر دیا، میوہ جات بھی وہاں بکثرت آنے لگے وہ جنگل خدا کو ایسا محبوب ہوا کہ اس کو خوب سرسبز کیا اور بلد امین کا مبارک لقب اسے دیا اور سردار انبیا ﷺ کو وہاں مبعوث فرمایا مکہ بھی اسی شہر کو کہتے ہیں۔

کعبہ:۔ شہر مکہ مکرمہ میں ایک مقدس مکان ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے زمین پر بیت معمور کی محاذات میں تعمیر کیا تھا بیت معمور ساتویں آسمان پر ایک مکان ہے جس کا فرشتے طواف کیا کرتے ہیں پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو بوجہ پہلی عمارت کے منہدم ہو جانے کے درست کیا اور ان کی اولاد نے اس کو آباد رکھا یہاں تک کہ نوح علیہ السلام کے طوفان میں وہ غرق ہو گیا پھر حق تعالیٰ نے اپنے خلیل مکرم حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کو تعمیر کا حکم دیا۔ انہوں نے اور

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مکرمہ میں دو دروازے بنائے ایک بجانب مشرق دوسرا بجانب مغرب کہ ایک دروازہ سے آدمی داخل ہو اور دوسرے سے نکل جائے۔ اور انہوں نے دروازوں کی چوکھٹ اونچی نہ بنائی تھی بلکہ زمین سے ملی ہوئی، پھر لوگ برابر اس مکان تقدس نشان کی تعمیر اور درستی کرتے رہے اور اس کا طواف کرنے کو دور دور سے لوگ آتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نبوت سے پہلے کچھ حصہ کعبۂ شریف کا آگ سے جل گیا اہل مکہ نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ پاک کمائی سے جو مال پیدا کیا گیا ہو وہی اس کی تعمیر میں صرف کیا جائے الغرض انہوں نے تعمیر شروع کی مگر قدیم طرز عمارت کو بدل دیا اور بجائے دو دروازوں کے صرف ایک دروازہ بجانب مشرق باقی رکھا، اتفاق سے سرمایہ کم پڑ گیا اس سبب سے بقدر چھ گز کی دیوار چھوٹی کردی گئی۔

(اعلام الاعلام ببنائے مسجد الحرام) پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر عمر میں اپنی یہ تمنا ظاہر فرمائی کہ اگر میں سال آئندہ تک زندہ رہا تو کعبہ کی از سر نو تعمیر کروں گا اور خلیل علیہ السلام کی طرز پر اس کی عمارت کردوں گا اور جو حصہ کفار قریش نے کعبہ سے نکال دیا ہے اس کو پھر اس میں داخل کردوں گا مگر سال آئندہ میں آپ کی وفات ہوگئی خلفائے راشدین کو مہمات خلافت سے اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ آپ کی اس تمنا کے پوری ہونے کی کوشش کرتے جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اہل حجاز وغیرہ نے خلیفہ بنایا تو انہوں نے کعبہ کی تعمیر سرور انبیاء ﷺ کی تمنا کے موافق شروع کی اور خلیل علیہ السلام کے طرز پر کعبے کی عمارت بنادی بعد اس کے جب عبدالملک نے عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے حجاج کو بھیجا اور اس نے ان پر فتح پائی تو اس نے نہ چاہا کہ ابن زبیر کا بنایا ہوا کعبہ باقی رہے چنانچہ اس نے حجر اسود کی طرف دیوار توڑ دی اور اس کی عمارت کا پھر وہی طرز کردیا جو زمانہ جاہلیت میں تھا اور اب بھی اسی طرز پر ہے کعبہ مکرمہ دنیا میں سب سے پہلا مکان ہے جو اللہ جل شانہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا، چنانچہ حق سبحانہ اس کی تعریف میں فرماتا ہے **ان اول بیة وضع للنا س للذی ببکة مبارکاً وھدیً للعالمین فیه آیات بینات مقام ابراھیم ومن دخله کان آمنا** ترجمہ بے شک (سب سے) پہلا گھر جو لوگوں کے (عبادت کرنے کے لئے) بنایا گیا یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور لوگوں کا رہنما اس میں واضح نشانیاں (ہماری قدرت کی) ہیں، یعنی مقام ابراہیم اور جو کوئی وہاں داخل ہو جاتا

ہے (دشمن کے شر سے) بے خوف ہو جاتا ہے۔

حطیم:۔ وہ حصہ جو حضرت خلیل علیہ السلام کے عہد میں کعبہ کے اندر داخل تھا اور قریش نے سرمایہ کم ہو جانے کے سبب سے اس کو داخل نہیں کیا۔

حجر اسود:۔ ایک سیاہ رنگ کا پتھر ہے جو کعبہ مکرمہ کی مشرقی گوشہ میں جو دروازے کے قریب ہے گڑا ہوا ہے یہ پتھر جنت سے نازل ہوا ہے جس وقت نازل ہوا تھا دودھ سے زیادہ سفید تھا مگر آدمیوں کے گناہ نے اس کو سیاہ کر دیا (ترمذی) قیامت کے دن یہ پتھر بھی اٹھایا جائے گا اور اس کو آنکھیں اور زبان عنایت ہو گی جس نے اس کو استلام کیا ہے اس کے مومن ہونے کی گواہی دے گا۔ (ترمذی۔ دارمی)

رکن یمانی:۔ ایک پتھر ہے جو کعبہ مکرمہ کی ایک گوشہ میں بجانب یمن گڑا ہوا ہے۔

مقام ابراہیم:۔ ایک پتھر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کے دیکھنے کو مکہ آتے تھے اونٹ سے اسی پتھر پر اترتے تھے اور جب جانے لگتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر اونٹ پر سوار ہوتے اسی پتھر پر ان کے دونوں مبارک قدموں کا نشان بن گیا ہے۔

زمزم:۔ ایک چشمہ جو بی بی ہاجرہ اور ان کے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے حق تعالیٰ نے جاری کیا تھا، اس پانی کے بہت فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں اسی سبب سے اس پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے۔

میلین اخضرین:۔ صفا اور مروہ کے درمیان میں ایک نشیب تھا جس سے بی بی ہاجرہ دوڑ کر نکل جاتی تھیں اب وہ نشیب تو باقی نہ رہا مگر اس کی حد معلوم کرنے کے لئے اس کے دونوں سروں پر ایک ایک نشان گاڑ دیا گیا ہے، ان دونوں نشانوں کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔

منیٰ:۔ ایک گاؤں ہے حدود حرم میں مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل۔

عرفات:۔ ایک پہاڑ کا نام ہے جس میدان میں وہ پہاڑ واقع ہے اس کو وادی عرفات کہتے ہیں۔

بطن عرنہ:۔ میدان عرفات میں ایک خاص مقام کا نام ہے۔

مزدلفہ:۔ ایک مقام ہے منیٰ اور عرفات کے درمیان میں۔

محسّر:۔ مزدلفہ میں ایک خاص مقام کا نام ہے۔

ذوالحلیفہ :۔ ایک مقام ہے مدینہ منورہ سے مکۂ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مسجد نبوی سے پانچ میل سے کچھ کم ہے۔
ذات عرق:۔ ایک مقام ہے اس میں عرق نامی ایک پہاڑ ہے کوفہ بصرہ سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مکہ مکرمہ سے بیالیس میل ہے۔
جحفہ:۔ ایک مقام ہے شام سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مکہ سے تقریباً تین مراحل ہے۔
قرن:۔ ایک مقام ہے نجد سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مکہ مکرمہ سے بیالیس میل ہے۔
یلملم:۔ ایک پہاڑ کا نام ہے یمن سے مکہ مکرمہ آتے ہوے ملتا ہے ہندوستان سے جو لوگ مکہ مکرمہ جاتے ہیں ان کو بھی یہ پہاڑ ملتا ہے۔مکہ سے دو مراحل ہے۔
جبل الرحمۃ:۔ میدان عرفات کے وسط میں ایک پہاڑ ہے۔
جبل قزح:۔مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے۔
مسجد خیف:۔منیٰ میں ایک مسجد ہے۔
محصّب:۔ منیٰ اور مکہ مکرمہ کے درمیان میں ایک مقام ہے۔

حج کے فوائد اور اس کی حکمتیں

اگر چہ شریعت کا کوئی حکم مصالح اور فوائد سے خالی نہیں مگر ان کی حکمتوں کا کما ینبغی سمجھ لینا بڑی عقل قدسی کا کام ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات سمجھ میں آجاتی ہے مگر اس کے بیان کرنے کے لئے بہت سے مقدمات کی تمہید کی ضرورت پڑتی ہے اور ان کے مبادی ذہن میں حاضر نہیں ہوتے بہر کیف جو کچھ سمجھ میں آرہا ہے اور جہاں تک قوت بیانیہ کام دیتی ہے لکھتا ہوں۔

(۱) حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے جو حق سبحانہٗ کے خلیل اور بڑے برگزیدہ تھے اور یہ بڑی حکمت ہے کہ جب کسی سے تقرب اور ازدیاد محبت منظور ہو تو ان لوگوں کا طریقہ اختیار کیا جائے جو اس کی نظر میں محبوب اور پسندیدہ ہوں۔

(۲) خاص کر اس امت کے لئے حج کی فرضیت میں یہ بڑی حکمت ہے کہ حج کرنے سے

ان مقامات متبرکہ کی زیارت نصیب ہوتی ہے جہاں اس امت کے سردار کے آثار نمایاں طور پر موجود ہیں ، وہیں آپ پیدا ہوئے ، وہیں رہے وہیں کی مبارک زمین سے آپ کے مقدس قدموں نے مس کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ان امور کے ملاحظہ کرنے سے ایمانی کیفیت میں ایک عجیب ترقی ہوتی ہے اسی سبب سے ہر مذہب کے عقلاء نے اپنے مذہبی مقامات کی زیارت کو لازم کرلیا ہے۔

(۳) حج کے جتنے افعال ہیں وہ عاشقانہ ہیں اوران سب سے ازخود رفتگی اور شیفتگی ظاہر ہوتی ہے، اپنے محبوب کے لئے اپنی وطن گھر بار کا چھوڑ دینا مصائب سفر کا برداشت کرنا، ایک مدت تک جنگل جنگل پھرنا، تمام آرائش اور زیب وزینت کی چیزوں کو ترک کردینا اور اکثر نفسیانی خواہشوں سے اجتناب کرنا پھر اسکے گھر کے گرد نہایت شغف کے ساتھ چکر لگانا یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ اگر چہ بہ تکلف کی جائیں اور دلی کیفیت سے نہ صادر ہوں تب بھی دل میں کچھ نہ کچھ اثر کر جاتی ہیں اور خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو تو یہ بات تو ضرور ہے کہ عشاق کی صورت بنائی جاتی ہے اور محض اللہ کے لئے تکالیف اور مصائب اٹھانے اور گھر بار چھوڑنے کی نفس کو عادت ہوتی ہے۔

(۴) وہ مقامات متبرکہ جن کی زیارت حج میں نصیب ہوتی ہے اور انوار و برکات الٰہیہ کے مہبط ہیں پس لامحالہ ان کی زیارت کرنے والے پر انوار و برکات کا ضرور انعکاس ہوتا ہے اسی کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ حج کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اسی دن کا پیدا ہوا بچہ۔

(۵) شریعت کا ایک بڑا مقصود اتحاد فیما بین المسلمین اور اظہار شوکت دجلالت بھی ہے یہ مقصود بھی حج میں پورے طور سے حاصل ہوتا ہے، دور دراز ممالک کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں سب ایک ہی کام میں مصروف ہوتے ہیں اس اجتماع سے کیسی کچھ ہیبت اور شوکت اسلام کی ظاہر ہوتی ہے۔

حج کے احکام

فرض ہے:۔ عمر بھر میں ایک بار جب کہ وہ تمام شرائط پائے جائیں جن سے حج فرض ہوتا ہے باوجود پائے جانے ان شرائط کے جو شخص حج نہ کرے وہ فاسق گنہگار۔ ہے اور جو شخص فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

صحیح یہ ہے کہ جب حج کی شرائط پائے جائیں تو علی الفور حج (۱) کرنا فرض ہے دوسرے سال تک اس میں تاخیر کرنا گناہ ہے (مراقی الفلاح درمختار وغیرہ)

واجب ہے:۔ (۱) اس شخص پر جو میقات کے اندر بغیر احرام باندھے چلا جائے اور اس کے بعد (۲) حج کا احرام باندھے (۲) اس شخص پر جس نے حج کی نذر کی ہو۔

حرام ہے:۔ ناجائز مال سے حج کرنا۔

مکروہ تحریمی ہے:۔ (۱) بغیر اجازت ان لوگوں کے حج کرنا جن سے اجازت لینا ضروری ہے (۳) (۲) جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے نفقہ کے انتظام کئے بغیر حج کرنا۔

حج کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا کافر پر واجب نہیں۔

(۲) حج کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام میں ہونا۔

---

(۱) یہ امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے ان کے نزدیک بعد تمام شرائط کے پائے جانے کے اگر کسی سال حج نہ کیا جائے تو ایسے شخص کی گواہی نہیں قبول کی جاتی۔ امام محمد کے نزدیک علی الفور حج کرنا کچھ ضروری نہیں ان کے نزدیک تاخیر سے کچھ گناہ نہیں ہوتا ۱۲۔

(۲) میقات کے اندر بغیر احرام باندھے ہوئے جانا ممنوع ہے لہذا اگر کوئی شخص سہواً بے احرام باندھے چلا جائے تو اس پر واجب ہے کہ پھر میقات پر واپس آ کر احرام باندھے پس اگر حج کا احرام باندھے گا تو یہ حج واجب ہوگا اور اگر عمرہ کا احرام باندھے گا تو عمرہ واجب ہے ۱۲۔

(۳) مثلاً کسی کے ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج ہوں یا کسی کا قرض اس کے ذمہ آتا ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو یا کسی کی ضمانت کی ہو تو ان سب صورتوں میں ماں باپ یا قرض خواہ یا جس سے ضمانت کی ہے اس سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے ۱۲۔

(۳) بالغ ہونا نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔

(۴) عاقل ہونا، مجنون مست، بیہوش پر حج فرض نہیں۔

(۵) آزاد ہونا، لونڈی غلام پر حج فرض نہیں۔

(۶) استطاعت یعنی اس قدر مال کا مالک ہونا (۱) جو ضرورت اصلیہ سے اور قرض سے محفوظ ہو اور اس کے زاد راہ اور سواری (۲) کے لئے کافی ہو جائے اور جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے لئے بھی اس میں سے اس قدر چھوڑ جائے جو اس کے لوٹنے تک ان لوگوں کو کفایت کر سکے۔

زاد راہ سے وہ متوسط مقدار مراد ہے جو اس کی صحت قائم رکھ سکے مثلاً جو شخص گوشت اور مٹھائی کا عادی ہو اس کے لئے انہیں چیزوں کا ہونا ضروری ہے، اگر ایسے شخص کے پاس فقط اس قدر روپیہ ہو جو صرف خالی روٹی یا دال وغیرہ کے لئے کافی ہو سکے تو وہ شخص زاد راہ کا مالک نہ سمجھا جائے گا۔

سواری انہیں لوگوں کے لئے شرط ہے جو مکہ معظمہ کے رہنے والے نہ ہوں مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کے لئے بشرطیکہ وہ پیادہ چل سکیں، سواری کی شرط نہیں اور جو پیادہ نہ چل سکیں تو ان کے لئے بھی شرط ہے (مراقی الفلاح)

(۷) ان سب شرائط کے ساتھ اس قدر وقت کا ملنا جس میں ارکان حج ادا ہو سکیں اور مکہ معظّمہ تک رفتار معتاد سے پہنچ سکے۔ (ردالمحتار)

یہاں تک جو شرائط بیان ہوئے یہ وہ تھے کہ اگر نہ پائے جائیں تو حج فرض ہی نہ ہوگا اور باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے اگر حج کیا جائے تو اس کے بعد جس وقت یہ شرائط پائے جائیں گے دوبارہ حج کرنا پڑے گا پہلا حج کافی نہ ہوگا اور اب آگے جو شرائط بیان کئے جاتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کے نہ پائے جانے سے فرضیت حج کی ثابت رہے گی ہاں بذات خود اس وقت حج کرنا ضروری نہ ہوگا بلکہ دوسرے سے حج کرا لینا یا وصیت کر جانا کافی ہوگا اور جب شرائط

---

(۱) مالک ہونے کی قید اس لئے لگائی گئی اگر کوئی شخص کسی کو حج کرنے کے لئے یا کسی غرض سے کچھ مال ہبہ کر کے تو اس پر حج فرض نہیں نہ اسکے ذمہ ہبہ کا قبول کرنا ضروری ہے گو ہبہ کرنے والا اس کا عزیز کیوں نہ ہو مثل باپ ماں لڑکے بالوں اور بی بی کے ف: نفقہ کے معنی خرچ کرنا کھانے پینے کپڑے کا خرچ رہنے کا مکان سب نفقہ میں داخل ہیں ۱۲۔

(۲) سواری کے بیان میں فقہاء نے بہت تفصیل کی ہے کہ کس قسم کی ہونی چاہئے مگر ماحصل اس کا یہ ہے کہ یعنی سواری ہو جس پر سوار ہونے کی اسے عادت ہو یا اس پر سوار ہونے سے اسے تکلیف نہ ہو پس جو شخص گھوڑے کی سواری کا عادی نہ ہو نہ اس پر سوار ہونے سے اس کو تکلیف ہوتی ہو اس کے لئے گھوڑے کی سواری کا موجود ہونا کافی نہیں ہے ۱۲۔

پائے جائیں گے پھر بذات خود حج کرنا پڑے گا اور باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے اگر حج کرے گا تو دوبارہ نہ کرنا پڑے گا۔ (ردالمحتار)

(۸) بدن کا ایسے عوارض (۱) سے محفوظ ہونا جن کے سبب سے سفر نہ کر سکے پس اندھے اور لنگڑے اپاہج اور ایسے بوڑھے پر جو سواری پر بیٹھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو بذات خود حج کرنا فرض نہیں اسی طرح تمام ان امراض کو قیاس کرلو جو سفر سے باز رکھیں۔

(۹) کسی بادشاہ ظالم کا خوف یا کسی کی قید میں نہ ہونا۔

(۱۰) راستہ میں امن ہونا (۲) اگر راستہ میں ڈاکہ زنی ہوتی ہو یا کوئی دریا ایسا حائل ہو کہ اس میں بکثرت جہاز ڈوب جاتے ہوں یا اور کسی قسم کا خوف ہو تو ایسی حالت میں بذات خود حج کرنا فرض نہیں بلکہ اس امر کی وصیت کر جانا کہ بعد امن کے میری طرف سے حج کرلیا جائے کافی ہے۔

(۱۱) عورت کے لئے ہمراہی میں شوہر یا کسی اور محرم (۳) کا موجود ہونا، اور محرم کا عاقل بالغ مسلمان ہونا بھی شرط ہے اور فاسق نہ ہونا تو شوہر اور محرم دونوں میں شرط ہے۔

(۱۲) عورت کے لئے عدت کا نہ ہونا (۴) جو عورت عدت میں ہو خواہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی خواہ طلاق رجعی یا بائن کی بہر حال اس پر اس وقت حج فرض نہ ہوگا اگر سفر کر چکنے کے بعد عدت لاحق ہو جائے مثلاً اس کا شوہر مر جائے یا طلاق بائن ہو جائے تو اس کو دیکھنا چاہیئے کہ جس مقام میں وہ ہے وہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری بقدر مسافت سفر کے ہے یا اس کے وطن کی اگر دونوں اس مقدار سے کم ہیں تو اس کو اختیار ہے چاہے وطن واپس آئے اگر ایک کم ہے اور دوسری زیادہ تو جو کم ہے اسی کو اختیار کرے یعنی اگر مکہ مکرمہ مسافت سفر سے کم ہو تو وہاں چلی جائے اور اگر وطن کم ہو تو وطن واپس آجائے اور دونوں کی دوری مسافت سفر کی برابر ہو تو اگر وہ مقام جہاں وہ ہے کوئی

---

(۱) یہ صاحبین کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسے عوارض کے حالات میں دوسرے سے بھی حج کرانے کی ضرورت نہیں ۱۲۔

(۲) ہمارے زمانہ میں حجاج کی لئے قرنطینہ مقرر ہے پس اگر اس میں حج کرنے والوں کے ساتھ زیادہ سختی کی جائے تو اس کا شمار بے امنی میں ہوگا ۱۲۔

(۳) محرم اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ نکاح درست نہ ہو خواہ نسب کے سبب سے جیسے باپ چچا بھائی بیٹا وغیرہ یا دودھ کے باعث جیسے دودھ شریک بھائی وغیرہ یا سسرالی قرابت کی وجہ سے جیسے خسر وغیرہ لیکن پھر بھی احتیاط اس کو چاہتی ہے کہ جوان عورت اپنے سسرالی یا دودھ کے رشتہ داروں کے ہمراہ سفر نہ کرے ۱۲۔

(۴) عدت اس کو کہتے ہیں جو عورت کے لئے بعد طلاق کے یا بعد شوہر کی وفات کے شریعت کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے کہ اس عدت کے اندر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ۱۲۔

شہر یا امن کی جگہ ہو تو وہیں ٹھہر جائے اور عدت پوری کرلے اور اگر امن کی جگہ نہ ہو تو امن کے مقام میں جو وہاں سے قریب تر ہو جا کر عدت پوری کرے عدت کے پورا کرنے کے بعد اگر حج کا زمانہ باقی ہو تو وہ حج کے لئے جا سکتی ہے اور اگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق رجعی دی ہو تو اس کے شوہر کو چاہئے کہ اس کو اپنے ہمراہ رکھے۔

حج کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا، کافر کا حج صحیح نہیں بعد اسلام کے اس کا پہلا حج کافی نہ ہوگا۔

(۲) حج کے تمام فرائض کا بجالانا اور مفسدات سے بچنا۔

(۳) زمانہ حج میں حج کرنا اور اس کے ہر رکن کا اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا۔ مثلاً وقوف اپنے وقت میں، طواف اپنے وقت میں، حج کرنے کے مہینہ یہ ہیں۔ شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کا پہلا عشرہ۔

(۴) مکان یعنی حج کے ہر رکن کا اسی مقام میں ادا کرنا جو اس کے لئے معین ہے مثلاً طواف کا مسجد حرام کے گرد ہونا وقوف عرفات کا عرفات میں ہونا وغیرہ ذلک۔

(۵) سمجھدار اور عاقل ہونا۔

(۶) جس سال احرام باندھا ہے اسی سال حج کرنا۔

حج کی فرضیت ساقط ہونے کی شرطیں

حج کی فرضیت کی پہلی سات شرطیں اور حج کے صحیح ہونے کی کل شرطیں جو مذکور ہوئیں ان کا پایا جانا بھی ضروری ہے اور ان کے علاوہ چار شرطیں اور ہیں۔

(۱) اسلام کا آخر عمر تک باقی رہنا اگر خدانخواستہ درمیان میں مرتد ہو جائے (معاذ اللہ منہ) تو وہ پہلا حج کافی نہ ہوگا اور درصورت پائے جانے شرائط فرضیت کے دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔

(۲) بہ شرط قدرت بذات خود حج کرنا اگر باوجود قدرت کے دوسرے سے حج کرائے تو فرض ادا نہ ہوگا گو ثواب مل جائے گا۔

(۳) حج کا احرام باندھتے وقت نفل کی نیت نہ کرنا۔

(۴) حج کا احرام باندھتے وقت کسی دوسرے کی طرف سے نیت نہ کرنا۔

حج کا مسنون و مستحب طریقہ

اے زگلت ناز دہ سر حب دل
ماندہ زحب وطنت پابہ گل
خیز کہ شد پردہ کش و پردہ ساز
مطرب عشاق براہ حجاز
رو بہ حرم کن کہ دران خوش حریم
ہست سیاہ پوش نگارے مقیم
صحن حرم روضۂ خلد بریں
او بہ چنان صحن مربع نشین
قبلۂ خوبان عرب روئے او
سجدہ شوخان عجم سوئے او

جب کسی خوش نصیب صاحب اقبال پر رب العرش کی رحمت خاصہ کا نزول ہو اور حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو سعادت عظمیٰ کی توفیق دے اور حج بیت اللہ کا مبارک ارادہ اس کے قابل قدر دل میں پیدا ہو تو اس کو چاہئے کہ استخارہ (۱) کر کے کوئی تاریخ اس سفر مقدس کی معین کرے اور جہاں تک ممکن ہو برادر اخیار کے ہمراہی کی کوشش کرے اور اس امر کے لئے بھی استخارہ کرے اور اپنے ماں باپ سے اجازت حاصل کرے اور تمام اپنے احباب و اعزا سے رخصت ہو اور ان سے معافی طلب کرے اور جن جن لوگوں کے حقوق مانند قرض وغیرہ کے اس کے ذمہ ہوں ان کو ادا کرے یا ان سے اجازت لے لے جب چلنے لگے تو مسجد میں دو رکعت نماز سفر پڑھے اور کچھ صدقہ دے اور خدا کا شکر کرتا ہوا منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائے۔

زہے سعادت آن بندۂ کہ کرد نزول
گہے بہ بیت خداؤ گہے بہ بیت رسول

(۱) استخارہ کا مسنون طریقہ اور اس کی دعا دوسری جلد میں دیکھو ۱۲۔

کم از کم اپنے وطن سے ایسے وقت چلے کہ مکۂ مکرمہ میں ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ سے پہلے پہنچ جائے تاکہ ساتویں تاریخ کا خطبہ سن سکے۔

جب میقات پر پہنچے تو احرام باندھ لے اگر مفرد ہو تو صرف حج کا اور قارن ہو تو حج وعمرہ دونوں کا متمتع ہو تو صرف عمرہ کا۔

احرام (۱) کے بعد تمام گناہوں سے اور تمام ان باتوں سے جو حالت احرام میں ممنوع ہیں پرہیز کرے اور احرام کے بعد فوراً اور تیز ہر صبح کو اور جب بلندی پر چڑھے یا نشیب میں اترے یا کسی سوار کو آتا ہوا دیکھے اور جب باہم ایک دوسرے سے ملاقات کرے اور ہر نماز کے بعد غرض ہر حال میں کھڑے بیٹھے سوا حالت طواف کے بلند آواز سے تلبیہ کی کثرت کرے مگر اتنا نہ چلائے کہ تکلیف ہو اور جب مکہ مکرمہ قریب آجائے تو غسل کرے اور وہاں دن میں کسی وقت باب المعلیٰ سے داخل ہو اور سب سے پہلے مسجد حرام کی زیارت کرے اور حرم میں باب السلام کی طرف سے شرف وصول حاصل کرے اور اس وقت اگر بدقسمتی سے خدانخواستہ حالت ذوق وشوق میں کچھ کمی ہو تو بہ تکلف آثار شوق پیدا کرے اور نہایت خشوع خضوع کی حالت اپنے اوپر طاری کرے اور اس مقام مقدس کی جلالت وعظمت کا تصور ہر وقت دل میں رکھے (۲) اور تلبیہ کے ساتھ تہلیل (۳) بھی کرتا رہے اور نبی ﷺ پر درود پڑھتا رہے اور اس وقت جو شخص اس سے مزاحمت کرے اس کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آئے اور کعبہ کے جمال دلربا پر نظر پڑتے ہی جو کچھ دل چاہے اپنے پروردگار سے طلب (۴) کرے پھر تکبیر وتہلیل کرتا ہوا حمد وصلوٰۃ پڑھتا ہوا حجر اسود کے مقابلہ میں آئے اور اس کا استلام کرے۔

---

(۱) بعض فقہا نے لکھا ہے کہ پنجشنبہ کے دن روانہ ہو کیونکہ نبی ﷺ حجۃ الوداع کے لئے پنجشنبہ کے دن مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تھے۔ گناہ کا ارتکاب تو ہر حالت میں ممنوع ہے لیکن احرام کی حالت میں اس کا ارتکاب اور بھی زیادہ قبیح ہے ۱۲ حالت احرام میں جو چیزیں ممنوع ہیں ان کا ذکر انشاء اللہ آگے ہوگا ۱۲۔

(۲) زیادہ تکلف کی بھی ضرورت نہیں صرف یہ خیال کرلینا کافی ہے کہ یہ کون مقام مقدس ہے جس کی آرزو برسوں لوگوں کے دلوں میں رہتی ہے اور بڑی خوش قسمتی سے یہ دن نصیب ہوتا ہے علاوہ بریں اس عظیم الشان مجمع میں اکثر لوگ صاحب درد وذوق ہوں گے ان کے حال پر نظر کرنا بھی بہت مفید ہوگا ۱۲۔

(۳) تلبیہ کے ساتھ تہلیل کرنے میں علماء نے یہ حکمت لکھی ہے کہ اس سے توہم شرک دفع ہوجاتا ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس مقام کی پرستش منظور ہے۔

(۴) علماء نے لکھا ہے کہ پندرہ مقامات ایسے ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے منجملہ ان کے کعبہ مکرمہ کے دیکھتے وقت اور زمزم کا پانی پیتے وقت اور ملتزم میں وغیرہ ذلک ۱۲۔

آفاقی ہوتو طواف قدوم کرے طواف کرتے وقت اپنی چادر بصورت اضطباع اوڑھ لے طواف اپنی داہنی طرف سے جو کعبہ مکرمہ کے دروازہ سے قریب ہے شروع کرے، طواف میں حطیم کو بھی شامل کرے اور سات شوط کرے ہر شوط کا ختم حجر اسود کے مقابلہ میں اور ہر مرتبہ جب حجر اسود کے مقابلہ میں آئے تو اس کا استلام کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے، اور نیز ہر شوط میں رکن یمانی کا بھی استلام کرے، بعد اس کے دو رکعت نماز طواف بہ نیت واجب مقام ابراہیم علیہ السلام میں پڑھے وہاں نہ میسر ہو تو کعبہ شریفہ کے اندر جس جگہ چاہے نماز پڑھ لے، اس کے بعد ملتزم میں آئے اور زمزم (۱) کا پانی پیئے اور پھر حجر اسود کا استلام کر کے سعی کرے اور جب صفا پر چڑھے تو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور تکبیر و تہلیل کرے درود پڑھے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے، پھر جب مروہ پر چڑھے تو اسی طرح کرے، یہاں بھی سات شوط پورے کرے ہر شوط کی ابتدا صفا سے ہو اور انتہا مروہ پر اور ہر شوط میں میلین اخضرین کے درمیان میں سعی کرے اور بہتر ہے کہ طواف قدوم کے بعد بحالت احرام مکۂ مکرمہ میں ٹھہرا رہے اور جتنے دن وہاں رہے روزانہ جس قدر چاہے طواف کرے طواف کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں جس وقت چاہے مگر ان طوافوں میں رمل اور ان کے بعد سعی نہ کرے۔

پھر ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو کعبۂ مکرمہ کے اندر امام خطبہ پڑھے اور اس میں حج کے مسائل بیان کرے، یہ خطبہ ظہر کی نماز کے بعد پڑھا جائے اور ایک خطبہ ہو، پھر ذلحجہ کی آٹھویں تاریخ کو فجر کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھ کر منیٰ جانے کی تیاری کرے اور ایسے وقت جائے کہ ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر پڑھے اور منیٰ میں قیام کرے اور حتی الوسع مسجد خیف کے قریب ٹھہرے۔

منیٰ میں نویں تاریخ کو فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھے پھر جب آفتاب نکل آئے تو عرفات جائے اور وہاں وقوف کرے جب ظہر کے وقت آجائے تو فوراً مسجد نمرہ میں جائے اور امام اس وقت مثل جمعہ کے دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان میں خفیف جلسہ بھی کرے اور جس وقت امام منبر پر بیٹھے اس کے سامنے اذان بھی دی جائے ان خطبوں میں حج کے مسائل بیان کئے جائیں خطبوں سے فراغت کر کے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھ لی جائے اذان صرف ایک مرتبہ دی جائے، ہاں اقامت دونوں فرضوں کے لئے علیحدہ علیحدہ پڑھی

---

(۱) زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے علماء نے لکھا ہے کہ تین قسم کے پانیوں کا بغرض تعظیم کھڑے ہو کر پینا وارد ہے زمزم کا پانی وضو کا بچا ہوا پانی۔ مومن کا جھوٹا پانی، ان کے علاوہ اور کسی پانی کا کھڑے ہو کر پینا مکروہ ہے ۱۲۔

جائے اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نفل نہ پڑھی جائے ان دو نمازوں کے ایک وقت میں پڑھنے کی اسی شخص کو اجازت ہے جو محرم ہو اور امام کے ساتھ نماز پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر موقف چلا جائے عرفات میں سو بطن عرنہ کے جہاں چاہے وقوف کرے اور وقوف کے لئے زوال کے بعد غسل بھی کرلے اور جبل رحمت کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو کر تہلیل تلبیہ کرتا ہوا ہاتھ پھیلا کر خوب دل سے دعا مانگے اور بہت گڑگڑائے اور اپنے اور اپنے والدین اور تمام اعزہ کے لئے استغفار کرے اور اس وقت کو غنیمت سمجھے خصوصاً آفاقی ہو کیونکہ اس کو یہ دن کہاں نصیب ہوتا ہے اور وقوف سواری پر افضل ہے ورنہ کھڑا رہنا بہ نسبت بیٹھے رہنے کے بہتر ہے اور امام اس کے بعد خطبہ پڑھے اس میں حج کے مسائل بیان کرے یہ خطبہ نماز ظہر کے بعد پڑھا جائے پھر جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام مع تمام لوگوں کے آہستگی کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے اور جب وسیع میدان مل جائے تو تیز روی بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو جب مزدلفہ پہنچ جائیں تو جبل قزح کے قریب اتریں اور آنے جانے والوں کے لئے راہ چھوڑ دیں، اور وہیں مغرب وعشا کی نماز ایک ساتھ پڑھیں، اذان بھی ایک ہی مرتبہ پڑھی جائے اور اقامت بھی ایک ہی مرتبہ اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نفل نہ پڑھیں اور اگر کوئی شخص مزدلفہ کے راستے میں مغرب کی نماز پڑھ لے تو وہ درست نہ ہوگی بلکہ اس کو چاہئے کہ طلوع آفتاب سے پہلے پہلے اس کا اعادہ کرلے۔

دسویں تاریخ کی رات بھر مزدلفہ میں ٹھہرے جب صبح ہو جائے تو فجر کی نماز سب لوگ اول وقت اندھیرے میں پڑھ لیں، پھر سب لوگ وہاں وقوف کریں، مزدلفہ میں سوا بطن محسر کے جہاں چاہیں وقوف کر سکتے ہیں، اس وقوف کی حالت میں سب لوگ نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اپنی دینی و دنیوی مقاصد کے لئے خداوند عالم سے دعا کریں اور بہت الحاح وزاری کے ساتھ التجا کریں کہ اے پروردگار جس طرح تو نے ہمارے سردار محمد رسول اللہ ﷺ کی دعائیں قبول فرمائیں اسی طرح اپنے فضل سے ہماری دعائیں بھی قبول فرما، آفتاب کے نکلنے سے کچھ پہلے وقوف ختم کر دیں، پھر جب روشنی خوب پھیل جائے تو آفتاب نکلنے سے پہلی سب لوگ امام کے ہمراہ منیٰ واپس جائیں اور وہاں اتریں پھر جمرۃ العقبہ کے پاس آکر نشیب سے اس کو رمی کریں سات کنکریاں ماری جائیں اور یہ کنکریاں یا تو مزدلفہ سے ہمراہ لیتے آئیں یا راستہ سے اٹھالیں جمرۃ العقبہ کے پاس سے نہ لیں رمی کے ابتدا ہی سے تلبیہ موقوف کر دیں بعد اس کے قربانی کریں پھر

اپنے سر کو منڈوا ڈالیں یا ایک انگل کتروا دیں، مرد کے لئے منڈوانا بہتر ہے اور عورت کو منڈوانا منع ہے اس کو کتروا دینا چاہئے اس کے بعد وہ تمام باتیں جو حالت احرام میں منع تھیں سوا رفث کے جائز ہو جائیں گی پھر منیٰ میں نماز عید پڑھ کر اسی دن مکہ معظّمہ جائے اور طواف زیارت کرے اس طواف میں رمل اور سعی دونو لیلہ کرے اور گر اس سے پہلے طواف میں سعی نہ کی ہو تو اس طواف میں رمل اور سعی دونوں کرے طواف زیارت کر کے پھر منیٰ میں واپس آئے وہاں ٹھہرے طواف زیارت کے بعد رفث بھی جائز ہو جاتا ہے۔

گیارھویں تاریخ کو زوال کے بعد پیادہ پا تینوں جمروں کی رمی کرے جو مسجد خیف کے پاس ہے اس کو سات کنکریاں مارے ہر مرتبہ تکبیر کہتا جائے بعد اس کے وہیں ٹھہر کر حمد وصلوٰۃ پڑھ کر جو کچھ چاہے دعا کرے اپنے اور اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لئے استغفار کرے، پھر اسی طرح اس جمرہ کی رمی کرے جو پہلے جمرہ کے قریب ہے اور اس کے پاس بھی ٹھہر کر دعا کرے پھر سوار ہو کر جمرۃ العقبہ کی رمی کرے اور وہاں نہ ٹھہرے پھر رات بھر منیٰ میں رہے۔

بارھویں تاریخ کو تینوں جمروں کی بدستور سابق پھر رمی کرے اور اسی دن غروب آفتاب سے پہلے مکہ مکرمہ واپس چلا آئے اور راستہ میں تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترے پھر جب مکہ معظّمہ سے سفر کرنے لگے تو طواف وداع کرے اس طواف میں بھی رمل وسعی نہیں ہے پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھ کر زمزم کا مبارک پانی پیئے اور گھونٹ گھونٹ کر کے پئے اور ہر مرتبہ کعبۂ مکرمہ کی طرف دیکھ کر حسرت سے آہ سرد بھرے پھر اس مقدس چوکھٹ کو بوسہ دے جو بیت اللہ میں ہے اور اپنا منہ اور سینہ ملتزم پر رکھ دے اور کعبہ مکرمہ کے پردوں کو پکڑ کر دعا کرے اور روئے اگر خود بخود یہ حالت طاری نہ ہو تو اس مقدس سرزمین کے فراق کا تصور کر کے بہ تکلف اپنے اوپر یہ حالت پیدا کرے پھر پچھلے پیروں واپس آئے یعنی کعبہ شریفہ کی طرف پشت نہ کرے حج کے تمام افعال ختم ہو گئے۔

عورت بھی اسی طرح حج کرے مگر بلند آواز سے تلبیہ نہ کرے اور میلین اخضرین کے درمیان میں سعی نہ کرے اور ازدحام کے وقت حجر اسود کا استلام نہ کرے اور رمی کے بعد اپنے بالوں کو نہ منڈوائے بلکہ ایک ایک انگل کتروا ڈالے۔ یہ طریقہ مفرد کے حج کا ہے قارن بھی اسی طرح تمام افعال ادا کرے صرف فرق یہ ہے کہ وہ جب مکہ مکرمہ میں پہنچے تو سب سے پہلے عمرہ کا طواف کرے اس کے بعد طواف قدوم کرے عمرہ کا طواف اور طواف قدوم دونوں کا طریقہ ایک ہی

ہے سعی بھی ہر طواف کے بعد کرے پھر دسویں تاریخ کو جمرۃ العقبہ کی رمی کر کے قربانی ضرور کرے اگر استطاعت نہ ہو تو تین روزے دسویں تاریخ سے پہلے اور سات روزے بعد ایام تشریق کے رکھ لے متمتع کو چاہئے کہ وہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظّمہ آئے اور عمرہ کا طواف کرے اور اسی وقت تلبیہ موقوف کر دے، طواف کے بعد نماز طواف پڑھ کر سعی کرے اس طواف کے پہلے تین شوطوں میں رمل بھی کرے بعد اس کے اپنے سر کو منڈ وا ڈالے یا بال کتروالے پھر چاہے تو احرام سے باہر ہو جائے چاہے نہ باہر ہو۔ باہر ہو جائے گا تو حج کے احرام کے لئے میقات جانا پڑے گا۔ نہ باہر ہو گا اور مکہ میں رہے گا تو اس کی میقات حرم ہے، الغرض اسی طواف کے بعد از سر نو حج کا احرام باندھے اور بہتر ہے کہ آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھے پھر مفرد کی طرح حج کے تمام ارکان بجالائے اور قارن کی طرح قربانی اس پر بھی ضروری ہے نہ کر سکے تو اس کے مانند دس روزے رکھے۔

اور اگر متمتع اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو تو وہ عمرے کے طواف کے بعد قربانی کرے اس کے بعد حج کا احرام کرے اور پھر بدستور سابق حج کرے بعد اس کے دسویں تاریخ کو تحلیق یا تقصیر کرے تب وہ عمرہ اور حج دونوں کے احرام سے باہر ہو جائے گا اس سے پہلے عمرہ کے احرام سے بھی باہر نہیں ہو سکتا۔

حج کے فرائض

حج میں پانچ فرض ہیں۔

(۱) احرام، یہ حج کے لئے شرط بھی ہے اور رکن بھی ہے، اگر شرط نہ ہوتا تو زمانہ حج سے پیشتر احرام صحیح نہ ہوتا اور اگر رکن نہ ہوتا تو جس کو حج نہ ملے اس کو احرام پر قائم رہنا درست نہ ہوتا۔

(۲) وقوف عرفات، گو ایک منٹ ہی کے بقدر ہو اور خواہ دن میں ہو یا رات میں۔

(۳) طواف کا اکثر حصہ یعنی چار شوط۔

(۴) ان فرائض میں ترتیب کا لحاظ یعنی احرام کو وقوف پر مقدم کرنا اور وقوف کو طواف زیارت پر مقدم کرنا۔

(۵) ہر فرض کو اسی کے مکان مخصوص میں ادا کرنا یعنی وقوف کا خاص عرفات میں اور طواف کا خاص مسجد حرام یعنی کعبہ مکرمہ کے گرد ہونا۔

(۶) ہر فرض کا اسی خاص وقت میں ادا کرنا جو شریعت سے اس کے لئے مقرر ہے یعنی وقوف کا نویں ذی الحجہ کی ظہر کے وقت سے دسویں تاریخ کی فجر سے پہلے ادا کرنا اور طواف کا اس کے بعد ادا کرنا۔

حج کے واجبات

حج میں چھ واجب ہیں۔

(۱) وقوف مزدلفہ

(۲) سعی

(۳) رمی

(۴) آفاقی کے لئے طواف قدوم۔

(۵) حلق یا تقصیر، قارن اور متمتع کو قربانی کرنا حج کے واجبات لوگوں نے پینتیس تک لکھے ہیں مگر درحقیقت وہ بلاواسطہ حج کے واجبات نہیں ہیں بلکہ اس کے افعال کے ہیں کوئی احرام کا ہے اور کوئی طواف کا اور کوئی وقوف کا لہذا ہم نے بضرورت انہیں چھ واجبات پر اکتفا کی اور باقی واجبات کو ہم اسی فعل کے ضمن میں بیان کریں گے جس کا وہ واجب ہے۔

حج کے مسائل

حج میں بہت سے ارکان ہیں ہر رکن کے مسائل علیحدہ بیان کئے جاتے ہیں تا کہ ان کے معلوم کرنے میں آسانی رہے۔

احرام:۔ (۱) میقات سے بغیر احرام کے آگے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے گو مکہ معظمہ بغرض تجارت یا سیر ہی کو کیوں نہ جاتا ہو۔ (۲) میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا واجب ہے اور جو میقات سے پہلے باندھ لے بشرطیکہ اس کے آداب کی رعایت کر سکے تو افضل ہے (۳) احرام جس چیز کا باندھا جائے خواہ حج کا یا عمرہ کا اس احرام سے بغیر اس چیز کے پورا کئے ہوئے باہر ہو جانا جائز نہیں اگر چہ وہ فاسد بھی ہو جائے تو اس کا پورا کرنا بخلاف نماز کے کہ اگر وہ فاسد ہو جائے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہاں اگر حج کا احرام کیا ہو اور حج کا زمانہ فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے احرام سے باہر

ہو جائے اسی طرح حج سے روک دیا جائے تو بھی ہدی ذبح کر کے احرام سے باہر ہو جائے (۴) احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا سنت موکدہ ہے نہ ہو سکے تو صرف وضو پر اکتفا کرے حیض ونفاس والی عورت اور نابالغ بچوں کے لئے بھی غسل مسنون ہے اس غسل کے عوض میں تیمّم مشروع نہیں کیونکہ یہ غسل صفائی کے لئے ہے نہ طہارت کی غرض سے (۵) غسل سے پہلے ناخون کا کتروانا اور حجامت بنوانا اور بعد غسل کے سفید چادر اور تہبند کا پہننا اور خوشبو لگانا مستحب ہے (۶) احرام کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز بہ نیت نفل پڑھے (۱) بشرطیکہ کوئی وقت مکروہ نہ ہو بعد اس کے مفرد اپنے دل میں صرف حج کا ارادہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اس ارادہ میں کامیابی کی دعا مانگے کہ اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبله منی اے اللہ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اس کو مجھ سے قبول فرما اور معتمر اپنے دل میں صرف عمرہ کی نیت کرے اور یوں دعا مانگے کہ اللھم انی ارید العمرۃ فیسرہ لی وتقبله منی اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اس کو مجھ سے قبول فرما اور قارن حج وعمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ کرے اور یوں دعا مانگے کہ اللّٰھم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرھما لی وتقبلھمامنی اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کر دے اور ان کو مجھ سے قبول فرما اور متمتع پہلے عمرہ کی نیت بطریق مذکور کرے بعد اس کے جب عمرہ کے افعال سے فراغت پائے تو حج کی نیت کرے، بعد ان تینوں کے تلبیہ کرے اور دل میں نیت حج وعمرہ وغیرہ کی مضبوط رکھے ،نیت کر کے تلبیہ کہتے ہی احرام باندھا جاتا ہے جس طرح نماز میں نیت کر کے تکبیر کہتے ہی تحریمہ بند جاتی ہے اور اگر کوئی شخص بعد نیت کے تلبیہ نہ کرے بلکہ مکہ مکرمہ کی طرف اونٹ قربانی کے لے کر روانہ ہو جائے یا کسی اونٹ کی تقلید کر دے (خواہ وہ اونٹ کی نفل قربانی کا ہو یا حرم میں کوئی شکار اس نے کیا ہو اس کے بدلہ کا ہو) اور اس کے ہمراہ حج کے ارادہ سے خود بھی روانہ ہو جائے یا اس کو پہلے روانہ کر دے اور بعد اس کے خود بھی چل دے کہ میقات سے پہلے اس سے جا کر مل جائے یا عمرہ یا قران کے لئے روانہ کرے اور پھر خود بہ نیت احرام روانہ ہو جائے ۔(۲) تو یہ افعال قائم مقام تلبیہ کے ہو جائیں گے اور ان افعال کے کرتے ہی احرام بندھ جائے گا بشرطیکہ یہ سب افعال حج کے زمانہ میں ہوں،

---

(۱) اور بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھے ۱۲۔

(۲) جس صورت میں کہ عمرہ یا قران کی قربانی روانہ کرے تو اس صورت میں خود لے کر جانا یا اس سے میقات کے پہلے جا کر مل جانا ضروری نہیں ۱۲۔

بخلاف اس کے اشعار اور تجلیل اور اونٹ کے سوار اور کسی جانور کی تقلید یا قربانی کا نہ بغرض عمرہ و قران کے روانہ کرنا اور پھر اس سے میقات کے پہلے نہ مل جانا قائم مقام تلبیہ کے نہیں اور ان افعال سے احرام نہ ہوگا۔

(۷) احرام کے صحیح ہونے کے لئے کسی رکن خاص کا نیت میں معین کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر کسی رکن کی تعیین نہ کرے یعنی نیت میں نہ حج کی تخصیص کرے نہ عمرہ کی تب بھی احرام صحیح ہو جائے گا ہاں قبل شروع کرنے کے افعال کے اس کو معین کرنا ضروری ہے۔(۱) اور نہ کرے گا اور افعال شروع کر دے گا تو وہ احرام عمرہ کے لئے معین ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص حج کی نیت کرے مگر اس میں فرض یا نفل کی تخصیص نہ کرے تو وہ احرام حج فرض کا ہو جائے گا بشرطیکہ اس کے ذمہ حج فرض ہو(۲) اور اگر باوجود حج کے فرض ہونے کے نفل کی نیت کر لے گا تو وہ احرام نفل ہی کا ہوگا اسی طرح اگر کسی کے ذمہ حج فرض ہو اور وہ اپنے حج میں کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی نیت کر لے یا نذر کے حج کی نیت کر لے تو جیسی نیت اس نے کی ہوگی ویسا ہی ہوگا۔(۳)

(۸) احرام کی حالت میں ان افعال کا ارتکاب ممنوع ہے رفث کرنا، گناہ کا ارتکاب (۴) کسی سے (۵) جھگڑا کرنا۔ جنگلی جانور کا خود شکار (۶) کرنا یا اس کے طرف اشارہ کرنا تا کہ کوئی

---

(۱) یعنی ہدی کا روانہ کرنا یا اس کو لے کر جانا، اور یہ افعال قائم مقام تلبیہ کے اس سبب سے ہیں کہ جس طرح تلبیہ نسک یعنی حج یا عمرہ ہی کے وقت ہوتا ہے اسی طرح یہ افعال بھی نسک کے ساتھ خاص ہیں بخلاف اشعار وغیرہ کے کہ وہ بسا اوقات اور کسی فائدہ کے لئے بھی کئے جاتے ہیں مثلاً اشعار بغرض علاج اور تجلیل سردی سے محفوظ رکھنے کے لئے بھی ہوتے ہیں ۱۲۔

(۲) چنانچہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب یمن سے واپس آئے ہیں تو انہوں نے یہی کہہ کر احرام باندھا ہے کہ جس نسک کے لئے رسول خدا ﷺ نے احرام باندھا ہے اس کے لئے میں بھی احرام باندھتا ہوں (بحر الرائق)

(۳) یہ امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک جس شخص کے اوپر حج فرض ہے وہ اگر حج نفل کی نیت کرے یا کسی دوسرے کی طرف سے تو وہ احرام حج فرض ہی کے لئے ہوگا اور اس کا فرض ادا ہو جائے گا امام شافعی حج کو روزے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح رمضان کے مہینہ میں اگر نفل روزہ کی نیت کی جائے تب بھی فرض ہی ادا ہوتا ہے اسی طرح حج کے زمانہ میں چاہے نفل کی نیت کرے تب بھی فرض ادا ہوگا، مگر یہ قیاس صحیح نہیں، حج کا وقت روزہ کے وقت کے مثل نہیں ہے بلکہ نماز کے وقت کے مثل ہے جیسا کہ اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ ۱۲

(۴) گناہ کا ارتکاب اگر چہ ہر حالت میں ممنوع ہے مگر حالت احرام میں اس کا صدور اور بھی زیادہ قبیح ہے جس طرح ریشمی لباس کا استعمال ہر حالت میں منع ہے مگر حالت نماز میں اس کا استعمال اور بھی زیادہ برا ہے۔(درمختار)

(۵) اس سے مراد دنیاوی امور میں یا بلا ضرورت دینی امور میں جھگڑنا۔ لیکن اگر ضرورت اگر سخت واقع ہو جائے اور دینی معاملہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر تو حج کی تکمیل کا باعث ہے (شامی)

(۶) دریائی جانوروں کے شکار کی ممانعت نہیں گو وہ از قسم ماکولات نہ ہوں ۱۲۔

دوسرا شخص شکار کرلے یا کسی قسم کے شکار میں (۱) اعانت کرنا، سلے ہوئے کپڑے (۲) کا پہننا (۳) مثل کرتہ، پائجامہ، ٹوپی، عبا، قبا موزوں (۴) وغیرہ کے، ورس یا زعفران یا کسم یا کسی اور خوشبودار (۵) چیز سے رنگے ہوئے کپڑے کا استعمال کرنا منہ اور سر کا کسی چیز سے چھپانا (۶) داڑھی اور سر کے بالوں کا خطمی سے دھونا خوشبو کا استعمال کرنا (۷) تیل (۸) کا استعمال کرنا اپنے جسم کے بالوں کا (خواہ وہ سر کے ہوں یا داڑھی کے یا اور کسی مقام کے) (۹) منڈوانا یا کسی دوا کے ذریعہ ان کا اڑا دینا یا کتروانا یا اکھاڑ ڈالنا یا جلا دینا،، ناخونوں کا کتروانا، (۱۰) ان باتوں کے علاوہ اور کسی بات کی ممانعت نہیں نہانا، (۱۱) سایہ میں آرام لینا بشرطیکہ وہ چیز جس سے سایہ لے اس کے سر اور چہرہ میں نہ لگنے پائے ہمیانی کا کمر میں باندھنا ہتھیاروں کا کمر میں لگانا، اپنے پاس رکھنا، انگوٹھی وغیرہ پہننا، بے خوشبو سرمہ کا استعمال کرنا، ختنہ کرانا، فصد لینا، پچھنے لگوانا، بشرطیکہ بال نہ ٹوٹنے پائے دانت کا اکھڑوانا، اپنے بدن یا سر کا نرمی کے ساتھ کھجلانا کہ بال نہ ٹوٹنے پائیں نہ جوئیں وغیرہ گرنے پائیں، نکاح کرنا، غرض یہ تمام باتیں جائز ہیں۔

---

(۱) کسی شخص کو شکار کے ذبح کرنے کے لئے چاقو وغیرہ دینا یا کوئی آلہ شکار کا مثل بندوق وغیرہ کے اس کے حوالہ کرنا اور شکار کا بھگانا یا اس کے پر وغیرہ کا توڑ ڈالنا یا اس کی خرید و فروخت کرنا اس کا گوشت کھانا یہ سب شکار کی اعانت میں داخل ہے جوئیں اور مچھر وغیرہ کا بھی شمار جنگلی جانوروں میں ہے ان کا قتل بھی ناجائز ہے ان کے مرجانے کے لئے کپڑے کا دھوپ میں ڈالنا یا اس کا دھونا ممنوع ہے ۱۲۔

(۲) اگر کوئی کپڑا اس طرح بنایا گیا ہو کہ خود بخود جسم پر قائم رہے مثل پائتابہ بنیان وغیرہ کی وہ بھی سلے ہوئے کے حکم میں ہے ۱۲۔

(۳) پہننے سے مراد طریقہ استعمال ہے جو مروج ہو مثلاً کرتہ کا پہننا اس طرح معمول ہے کہ آستین میں ہاتھ ڈالے جاتے ہے اور سر اس کے گریبان میں داخل کیا جاتا ہے اگر کوئی شخص کرتہ کو اپنی پشت پر ڈال لے اور اس کی آستینوں میں ہاتھ نہ داخل کرے نہ اس کے گریبان میں سر ڈالے تو ممنوع نہیں ۱۲۔

(۴) ہاں اگر نعلین نہ ملے تو موزوں کو کاٹ ڈالے تاکہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں اس کے بعد ان کو پہن سکتا ہے ۱۲۔

(۵) ہاں اگر اس کو دھو ڈالے کہ اسکی خوشبو بالکل جاتی رہے تو اس کا پہننا جائز ہے۔

(۶) خواہ پورا منہ چھپائے یا اس کا بعض حصہ ہاتھ کسی بدبو وغیرہ کی وجہ سے یا یونہی ناک پر ہاتھ رکھ کر لینا جائز ہے۔

(۷) خوشبو کا بغیر استعمال کے بالاختیار سونگھنا بھی مکروہ ہے ۱۲۔ (شامی)

(۸) تیل کا اگرچہ اکثر مصنفین نے ذکر نہیں کیا لیکن وہ چونکہ تمام خوشبوؤں کی اصل ہے اس لئے وہ بھی خوشبو میں داخل ہے اور اس کا استعمال ممنوع ہے ۱۲۔ (بحر الرائق)

(۹) جس طرح اپنے بالوں کو منڈوانا منع ہے اسی طرح حالت احرام میں کسی دوسرے کے بالوں کا مونڈ دینا بھی ناجائز ہے اگرچہ وہ دوسرا محرم نہ ہو ۱۲۔

(۱۰) ہاں اگر کوئی ناخون ٹوٹ گیا ہو کہ اس میں نمو نہ ہو سکے تو اس کا کاٹ ڈالنا جائز ہے ۱۲۔

(۱۱) مگر مستحب ہے کہ نہانے میں بدن کا میل نہ صاف کیا جائے بلکہ حرارت کے دفع کرنے کے لئے نہائے کیونکہ حج میں نظافت اور لطافت مطلوب نہیں بلکہ پراگندگی اور شوریدہ سری مرغوب ہے ۱۲۔

تلبیہ:۔(۱)احرام کے بعد ایک بار تلبیہ کرنا تو فرض ہے اور ایک مرتبہ سے زیادہ سنت ہے اور جس طرح نماز میں ہر انتقال کے وقت تکبیر مسنون ہے اسی طرح حج میں ہر نئی حالت کے بعد تلبیہ مسنون ہے مثلاً نماز پڑھنے کے بعد اور صبح شام کو اور نشیب و فراز میں اترتے چڑھتے وقت کسی سے ملاقات ہونے کے وقت۔

(۲)مستحب ہے کہ جب تلبیہ کرے تو تین مرتبہ اس کی تکرار کرے۔

(۳)تلبیہ بلند آواز سے کرنا مسنون ہے مگر نہ ایسی بلند آواز کہ اس سے مشقت ہو ۔

(۴)تلبیہ کی عبارت جو اوپر لکھی گئی اس سے کم نہ کہنا چاہئے ہاں زیادہ رکھنے کا اختیار ہے۔

(۵)تلبیہ کرنے کی حالت میں سوا سلام کے جواب کے اور کوئی بات کرنا مکروہ ہے۔

(۶)تلبیہ کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

(۷)تلبیہ کے بعد آنحضرت ﷺ پر درود پڑھنا مستحب ہے۔

طواف:۔(۱)طواف میں بیس باتیں واجب ہیں کہ ان کے ترک کر دینے سے ایک قربانی کرنی پڑتی ہے طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا، ابتداء طواف کی اپنی داہنی جانب سے کرنا، اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیادہ پا طواف کرنا، اگر بغیر عذر کے سوار ہو کر طواف کرے گا تو اس کا اعادہ اس پر ضروری ہوگا ہاں اگر نفل کا طواف ہو اور تھکا ہوا ہو تو سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے لیکن پھر بھی پیادہ پا کرنا افضل ہے، طواف کی حالت میں نجاست (۱) حکمیہ کے دونوں فردوں یعنی حدث اصغر و اکبر سے پاک ہونا، حالت طواف میں اپنے جسم عورت کا پوشیدہ رکھنا طواف کے باقی تین شوط کا پورا کرنا ، سعی کی ابتداء صفا سے کرنا، سعی پیادہ پا کرنا بشرطیکہ کوئی معذوری نہ ہو، ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، رمی اور ذبح اور حلق میں ترتیب کا لحاظ رکھنا، یعنی پہلے رمی اس کے بعد ذبح اس کے بعد حلق ہاں جس کے اوپر ذبح واجب نہ ہو جیسے مفرد تو اس کو صرف رمی اور حلق کے درمیان میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے حلق کا ایک مقام خاص یعنی حرم کے اندر ہوتا، مفرد اور قارن اور متمتع کے لئے ایک خاص زمانے یعنی ذی الحجہ کی دسویں ، گیارہویں ، بارہویں، ان تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں ہونا، ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخوں میں کسی تاریخ میں طواف زیارت کا کرنا، طواف کا حطیم کے پیچھے سے ہونا۔ تا کہ حطیم بھی طواف میں

---

(۱) نجاست حکمیہ کی تعریف اور حدث اصغر و اکبر کا بیان پہلی جلد میں ہو چکا ۱۲۔

(۲) طواف میں سات شوط ہیں اس میں چار فرض تین واجب ۱۲۔

شامل ہو جائے۔ عرفات میں شب کے کسی جز کے اندر وقوف کرنا، عرفات سے امام کے پیچھے نہ روانہ ہونا، عرفات سے آتے وقت راستے میں مغرب کی نماز نہ پڑھنا بلکہ مزدلفہ پہنچنے تک اس میں تاخیر کرنا، ہر دن کی رمی دوسرے دن پر نہ اٹھا رکھنا، سعی کا کم از کم بغیر چار شوط طواف کے کئے ہوئے نہ کرنا۔ ممنوعات احرام سے اجتناب کرنا، زیادہ تفصیل ان واجبات کی انشاء اللہ جنایات کے بیان میں ہوگی۔

(۲) اگر کوئی شخص طواف کرتے وقت شوطوں کا عدد بھول جائے یعنی یہ نہ یاد رہے کہ کتنا شوط کر چکا ہے تو اس کو اعادہ کرنا چاہئے ہاں اگر کوئی راست گو آدمی بتا دے تو اس کے قول پر عمل کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص بھولے سے سات شوط کے بعد ایک شوط اور زیادہ کر جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، ہاں اگر دیدہ و دانستہ کرے گا تو اس کے بعد چھ شوط اور کرنے ہوں گے تا کہ ایک طواف پورا ہو جائے کیونکہ نفل عبادت بھی شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتی ہے۔

(۴) طواف کرتے کرتے اگر جنازہ کی نماز یا پنج وقتی نماز پڑھنے یا وضو کرنے چلا جائے تو پھر جب لوٹ کر آئے تو وہیں سے شروع کردے جہاں سے باقی ہے نئے سرے سے طواف شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۵) طواف کی حالت میں کوئی چیز کھانا اور خرید و فروخت کرنا اور شعر پڑھنا اور بے ضرورت کلام کرنا مکروہ ہے۔

(۶) طواف کی حالت میں نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا مسنون ہے۔

(۷) جن اوقات میں نماز مکروہ ہے طواف مکروہ نہیں۔

(۸) طواف کے ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے خواہ علی الاتصال پڑھ لے یا کچھ دیر کے بعد مگر جب تک ان دو رکعتوں کو نہ پڑھ لے دوسرا طواف شروع نہ کرے کیونکہ دو طوافوں کا وصل کر دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (بحر الرائق)

رمل:۔ (۱) طواف کے پہلی تین شوطوں میں رمل کرنا مسنون ہے۔

(۲) رمل اسی طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی ہو پس اگر کوئی شخص طواف قدوم کے بعد سعی نہ کرے بلکہ اس کا ارادہ طواف زیارت کے بعد سعی کرنے کا ہو تو اس کو چاہئے کہ طواف قدوم میں رمل نہ کرے بلکہ طواف زیارت میں اسی طرح جو شخص قارن ہو اور وہ عمرہ کے طواف میں

رمل کر چکا ہو وہ حج کے طواف قدوم میں رمل نہ کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص پہلے شوط میں رمل کرنا بھول جائے تو وہ صرف دو شوطوں میں عمل کرے اوران دو شوطوں میں جو سب کے بعد ہیں۔

(۴) اور اگر کوئی شخص پہلے تینوں شوطوں میں رمل کرنا بھول جائے تو اب وہ رمل کو بالکل موقوف کردے۔

(۵) اگر کوئی شخص طواف کے ساتوں شوطوں میں رمل کر جائے تو اس پر کوئی جنایت نہیں۔ ہاں اتنی بات ضروری ہے کہ مخالفت سنت کی وجہ سے کراہت تنزیہی آجائے گی۔

(۶) اگر ازدحام کی وجہ سے رمل دشوار ہو تو تھوڑی دیر توقف کرلے کہ ازدحام کچھ کم ہو جائے اور اگر کعبہ سے کچھ فاصلہ پر جا کر رمل کر سکے تو بہتر ہے کہ فاصلہ پر جا کر رمل کے ساتھ طواف کرے۔

استلام:۔ (۱) ہر شوط کی ابتدا پر اور طواف کے ختم ہو جانے پر حجر اسود کا استلام مسنون ہے اور رکن یمانی کا مستحب۔

(۲) حجر اسود اور رکن یمانی کی سوا کعبہ مکرمہ کے کسی اور رکن کا استلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۳) حجر اسود کے استلام میں صرف منہ کا اس پر رکھ دینا مسنون ہے بوسہ کی آواز نکالنا نہ چاہئے۔ (بحرالرائق)

(۴) اگر ممکن ہو تو حجر اسود پر سجدہ کرنا بھی مسنون ہے۔

(۵) حجر اسود کا استلام اس وقت مسنون ہے جب کہ اور کسی کو تکلیف نہ ہو ازدحام کے وقت لوگوں کو ہٹانا اور ان کو ایذا دے کر اندر جانا اور استلام کرنا مکروہ ہے بلکہ ازدحام کے وقت چاہئے کہ کسی لاٹھی سے حجر اسود کو مس کر کے اس لاٹھی کا بوسہ لے لے یہ بھی ممکن نہ ہو تو حجر اسود کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھالے ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف کر کے ان کو بوسہ دے لے۔

سعی:۔ (۱) طواف کے بعد صفا مروہ کے درمیان میں سعی واجب ہے طواف سے پہلے جائز نہیں۔

(۲) سعی کے ساتوں شوط واجب ہیں کوئی بھی فرض نہیں۔

(۳) طواف کے بعد علی الاتصال سعی کرنا مسنون ہے واجب نہیں، اور سعی کی حالت میں نجاست حکمیہ سے طاہر ہونا بھی مسنون ہے اور صفا مروہ پر چڑھنا اور ان کے بعد کے افعال بھی مسنون ہیں۔

(۴) سعی میں پیادہ رہنا واجب ہے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

(۵) پورے حج میں صرف ایک مرتبہ سعی کرنا چاہئے چاہے طواف قدوم کے بعد کر لے چاہے طواف زیارت کے بعد بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ طواف زیارت کے بعد بہتر ہے۔

وقوف:۔ (۱) آٹھویں تاریخ کو کسی وقت منیٰ جانا مسنون ہے اور مستحب ہے کہ بعد طلوع آفتاب کے جائے اور نماز ظہر کی وہیں پڑھے اور رات کو وہیں سورہے۔

(۲) نویں تاریخ کو بعد طلوع آفتاب کے عرفات جائے اور وقوف کرے وقوف میں صرف عرفات کے اندر پہنچ جانا ضروری ہے نیت کرنا یا کھڑا رہنا کچھ ضروری نہیں۔

(۳) وقوف مزدلفہ کے لئے پیادہ پا داخل ہونا مسنون ہے یعنی جب مزدلفہ قریب آجائے تو سواری سے اتر پڑے اور مزدلفہ کی حد کے اندر پیادہ پا جائے۔

(۴) مزدلفہ میں وقتاً فوقتاً تلبیہ، تہلیل اور تحمید مستحب ہے۔

(۵) مزدلفہ میں ایک رات شب باشی کرنا مسنون ہے۔

(۶) وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے، اگر طلوع فجر سے پہلے یا طلوع آفتاب کے بعد وقوف کیا جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں۔

رمی:۔ (۱) رمی واجب ہے۔

(۲) رمی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کنکری کو انگلی کی نوک سے پکڑ کر پھینکیں۔

(۳) واجب ہے کہ سات کنکریاں سات دفعہ کر کے ماری جائیں۔ اگر کوئی شخص ایک ہی مرتبہ میں سات کنکریاں ماردے تو وہ ایک ہی رمی سمجھی جائے گی۔

(۴) پہلی مرتبہ یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو صرف جمرۃ العقبہ کی رمی کی جائے پھر گیا ہویں بارہویں تاریخوں میں تینوں جمروں کی رمی کرے مگر تیرھویں تاریخ کی رمی کچھ ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے اگر بارھویں تاریخ کو منیٰ سے کوچ نہ کیا ہو تو بہتر ہے کہ کرے۔

(۵) رمی تمام ان چیزوں سے جائز ہے جو از قسم زمین ہوں جن سے تیمم جائز ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مٹھی بھر خاک پھینک دے تب بھی رمی ہو جائے گی لکڑی اور عنبر و مشک اور جواہرات

وغیرہ سے جائز نہیں۔

(۶) کنکری اگر جمرہ پر جا کر نہ لگے بلکہ کسی آدمی یا جانور پر پڑ جائے تب بھی درست ہے بشرطیکہ جمرہ کی قریب جا کر پڑ جائے اور قصداً ایسا نہ کرے۔

(۷) نشیب میں کھڑے ہو کر رمی کرنا مسنون ہے اونچے مقام سے مکروہ ہے۔

(۸) ہر رمی کے ساتھ ساتھ تکبیر کہنا مسنون ہے۔

(۹) کنکریاں مارنے اور جمرہ کے درمیان میں تقریباً پانچ گز کا فصل ہونا چاہئے۔

(۱۰) رمی کے لئے (۱) جمرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ سے ہمراہ لیتا آئے۔

(۱۱) یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو توڑ کر سات کنکریاں بنائے۔

(۱۲) سات مرتبہ سے زیادہ رمی کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۱۳) جو کنکری کہ بالیقین نجس (۲) ہو اس سے بھی رمی کرنا مکروہ ہے۔

(۱۴) دسویں تاریخ کی رمی کا مسنون وقت طلوع آفتاب سے زوال تک رہتا ہے اگرچہ غروب تک جائز ہے اور بعد غروب کے فجر تک مکروہ وقت ہے اور باقی تاریخوں کی رمی کا مسنون وقت زوال کے بعد سے غروب تک ہے، ہاں تیرھویں تاریخ کی رمی کا وقت فجر سے شروع ہو جاتا ہے لیکن نہ وقت مسنون بلکہ وقت جائز ہے۔

(۱۵) دسویں تاریخ کی رمی شروع کرتے ہی تلبیہ موقوف کر دینا چاہئے۔

(۱۶) دسویں تاریخ کی رمی کے بعد قربانی اور حلق یا تقصیر کر کے طواف زیارت کے لئے مکہ مکرمہ جانا چاہئے اور وہاں طواف زیارت کر کے ظہر کی نماز مکہ (۳) میں پڑھ کر اسی دن پھر منیٰ میں واپس آ جائے، کیونکہ دوسرے دن رمی کرنا ہوگی اور رمی کے لئے ایک شب منیٰ میں شب

---

(۱) جمرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھانا اس سبب سے مکروہ ہے کہ وہاں وہی کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں جو مردود ہوتی ہیں اور جس قدر کنکریاں مقبول ہو جاتی ہیں وہ وہاں اٹھ جاتی ہیں فرشتے اٹھا لیجاتے ہیں چنانچہ دار قطنی کی روایت میں ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کنکریاں جن سے ہم ہر سال رمی کرتے ہیں ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ کم ہو جاتی ہیں آپ نے فرمایا ہاں جس قدر ان میں سے مقبول ہو جاتی ہیں وہ اٹھالی جاتی ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے ڈھیر پہاڑوں کے برابر دیکھتے ۱۲۔

(۲) اور اگر اس کی نجاست بھی یقین نہ ہو تو اس کا دھوڈالنا مستحب ہے ۱۲۔ (بحرالرائق)

(۳) بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر پڑھے جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے مگر صحاح ستہ میں نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی تھی۔ صاحب فتح القدیر نے اسی کو ترجیح دی ہے ۱۲۔

باشی کرنی مسنون ہے۔

(۱۷) سوا تیرھویں تاریخ کے جس تاریخ کی رمی رہ جائے تو اس دن کے بعد جو شب آئے اس میں وہ رمی ادا ہوسکتی ہے اور قضا نہ سمجھی جائے گی ہاں مخالفت سنت کے سبب سے کراہت ضروری ہوگی اور تیرہویں تاریخ کی رمی اگر رہ جائے تو وہ ہر حال میں قضا ہی سمجھی جائیگی کیونکہ اس دن کے بعد جو شب آئے گی وہ اس میں نہیں ادا کی جاسکتی۔

(۱۸) دسویں تاریخ کی رمی کے بعد اس ترتیب سے رمی کرنا مسنون ہے پہلے اس جمرہ کی جو مسجد خیف سے قریب ہے پھر اس کی جو اس سے قریب ہے پھر جمرۃ العقبہ کی۔

(۱۹) پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی کے بعد بقدر قرآۃ سورۃ فاتحہ کے کھڑا رہنا اور تحمید و تہلیل اور تکبیر اور درود پڑھنے میں مصروف ہونا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مسنون ہے۔

(۲۰) پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی تو پیادہ پا افضل ہے اور جمرۃ العقبہ کی سوار ہوکر۔

(۲۱) رمی سے فراغت کر کے جب مکہ مکرمہ آنے لگے تو تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترنا مسنون ہے۔

حلق و تقصیر

(۱) دسویں تاریخ کو جمرۃ العقبہ کی رمی کے بعد حلق یا تقصیر واجب ہے، مرد کے لئے حلق افضل ہے اور عورت کو تقصیر چاہیئے۔

(۲) تقصیر میں صرف چوتھائی سر کے بال سے بقدر ایک انگلی کے کتروا دینا کافی ہے اور پورے سر کے بالوں سے ایک ایک انگل کتروا دے تو اولیٰ ہے۔

(۳) جو شخص گنجا ہو یا اس کے سر میں زخم ہوں تو صرف استرہ پھروالینا اس کے لئے ضروری ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص نورہ وغیرہ یعنی کسی تیزاب سے بال اڑا دے تو یہ بھی کافی ہے۔

(۵) حلق یا تقصیر کے بعد آدمی احرام سے باہر ہوجاتا ہے جیسے نماز میں سلام کے بعد تحریمہ سے باہر ہوجاتا ہے، یعنی جو اشیاء حالت احرام میں ممنوع تھیں اب جائز ہوجاتی ہیں، سوا عورتوں کے کہ وہ بعد (۱) طواف زیارت کے حلال ہوتی ہیں۔

---

(۱) عورتوں کے حلال ہونا بھی حلق یا تقصیر ہی کے سبب سے ہوتا ہے نہ کہ طواف زیارت کے سبب سے ہاں حلق و تقصیر کا اثر عورتوں کے حلت کے بارے میں کعبہ کے طواف زیارت کے بعد ظاہر ہوتا ہے ۱۲۔

عمرہ

(۱) عمرہ عمر بھر میں ایک بار سنت مؤکدہ ہے (۲) عمرہ کی لئے کسی خاص زمانہ کی شرط نہیں جیسے کہ حج کے لئے ہے بلکہ جس وقت چاہے کرسکتا ہے ہاں رمضان میں اس کا کرنا مستحب (۱) اور نویں ذی الحجہ کو اور اس کے بعد چار دن تک جدید احرام (۲) سے عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ (۳) عمرہ کا حال بالکل حج کے مثل ہے وہی طریقہ احرام کا وہی فرائض وہی واجبات وہی محرمات وہی مفسدات سوا ان چند امور کے، عمرہ کے لئے وقت مقرر نہیں، عمرہ میں طواف قدوم وطواف وداع نہیں، عمرہ میں مزدلفہ اور عرفات کے وقوف نہیں اور نہ رمی ہے، عمرہ میں نہ کوئی خطبہ ہے اور نہ دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا، عمرہ کے فاسد کرنے سے یا حالت جنابت میں عمرہ کا طواف کرنے سے اونٹ یا گائے کی قربانی واجب نہیں ہوتی بلکہ ایک بکری کی قربانی کافی ہے عمرہ کی میقات تمام لوگوں کے لئے حل ہے۔ (۳)

قران

(۱) قرآن افراد اور تمتع دونوں سے افضل ہے، قران کا طریقہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں (۲) قران میں پہلے عمرہ کا طواف کرنا واجب ہے (۳) قارن کو عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں کرنا ضروری ہے، اگر کل شوط زمانہ حج میں نہ ہوں تو اکثر ضرور ہوں (۴) عمرہ کی سعی کے بعد حلق وتقصیر ممنوع ہے۔ (۵) مسنون ہے کہ قارن عمرہ کے تمام افعال سے فراغت کر کے حج کے افعال کرے اگر کوئی قارن عمرہ کا طواف اور حج کا طواف قدوم ایک ساتھ کر لے بعد اس کے ایک ہی ساتھ دونوں کی سعی کر لے تو جائز ہے۔ لیکن خلاف سنت ہونے کے سبب سے گنہگار ہوگا (۶) قارن پر دسویں تاریخ کی رمی کے بعد قران کے شکریہ میں ایک قربانی واجب ہے،

---

(۱) اہل مکہ ماہ رجب میں عمرہ کیا کرتے ہیں لیکن رمضان میں عمرہ کے مستحب ہونے کی وجہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ادب فی رجب میں یہ لکھی ہے کہ ابن زبیر نے رمضان میں عمرہ کیا تھا اور سب کو حکم دیا تھا اور ظاہر ہے کہ صحابہ کا فعل بھی حجت ہے ۱۲۔

(۲) جدید احرام کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر عمرہ کا احرام پہلے سے کیا ہے تو ان دنوں میں اس کے ادا کرنے میں ممانعت نہیں مثلاً کوئی شخص قارن ہو اور حج اس سے فوت ہوگیا ہو تو اس کو اس زمانہ میں عمرہ کر لینا جائز ہے۔ ۱۲

(۳) بخلاف حج کے کہ اس کی میقات اہل مکہ کے لئے حرم ہے ۱۲۔

اگر قربانی میسر نہ ہو تو اس کے بدلہ میں دس روزے رکھنا واجب ہیں تین دسویں (۱) تاریخ سے پہلے اور سات ایام تشریق کے بعد (۷) اگر کوئی قارن عمرہ کے پورے یا اکثر طواف سے پہلے عرفات میں وقوف کرلے تو اس کا عمرہ باطل ہو جائے گا اور اس باطل یا اکثر طواف سے پہلے عرفات میں وقوف کرلے تو اس کا عمرہ باطل ہو جائے گا اور اس باطل کرنے کے سبب سے ایک قربانی اس کو کرنی پڑے گی اور اس عمرہ کی ایام تشریق کے بعد قضا بھی اس پر ضروری ہوگی اور اب وہ قارن نہ رہے گا بلکہ مفرد ہو جائے گا لہذا قران کے شکریہ میں جو قربانی واجب ہوتی ہے وہ اس پر واجب نہ ہوگی۔

تمتع

(۱) تمتع افراد سے افضل ہے، تمتع کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ اپنے ہمراہ ہدی لائے دوسرے یہ کہ ہدی نہ لائے پہلی قسم دوسری قسم سے افضل ہے تمتع کا طریقہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

(۲) تمتع کے صحیح ہونے کے لئے آٹھ شرطیں ہیں، عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ حج کے مہینوں میں ہو، اگر کسی شخص نے رمضان میں عمرہ کا احرام باندھ کر صرف تین شوط اس کے طواف کے کئے ہوں اور چار شوط شوال میں کرے تب بھی اس کا تمتع صحیح ہوگا عمرہ کا احرام حج سے پہلے کرے، حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ ادا کرے، عمرہ کا اور حج کا فاسد نہ کرنا، عمرہ اور حج کے احرام کے درمیان میں المام نہ (۲) کرے عمرہ اور حج دونوں کا طواف ایک ہی سال میں ادا کرے، اگر کوئی شخص ایک سال عمرہ کا طواف کرے اور دوسرے سال حج کا تو وہ متمتع نہ کہلائے گا اگر چہ اس نے المام بھی نہ کیا ہو اور دوسرے سال تک احرام

---

(۱) اگر کسی وجہ سے کوئی شخص دسویں تاریخ سے پہلے روزہ نہ رکھ سکے تو پھر اس پر قربانی ضروری ہو جائے گی اب کوئی اس کا بدل اس کے لئے نہیں ہوسکتا، بہتر یہ ہے کہ یہ روزے اور نیز وہ سات روزے جو بعد ایام تشریق کے رکھے جائیں پے در پے رکھے جائیں بشرطیکہ ضعف کا خیال نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ پہلے روزے اس طرح رکھے جائیں کہ آخری روزہ نویں تاریخ کو پڑے ۱۲۔

(۲) المام کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس چلا جائے اور پھر مکہ لوٹنے کی کوئی شرعی ضرورت اس کو نہ ہو شرعی ضرورت کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ وہ ہدی اپنے ہمراہ لایا ہو ہدی کی صورت میں دسویں تاریخ سے پہلے احرام کے باہر ہونا جائز نہیں لہذا اس کو پھر واپس آ جانا چاہئے، دوسری صورت یہ کہ بغیر حلق و تقصیر کے چلا گیا ہو حلق کا خاص حرم کے اندر ہونا ضروری ہے اس لئے اس کو پھر واپس آنا پڑے گا۔

سے بھی باہر نہ ہوا۔ مکی الوطن نہ ہو، جب حج کے مہینے شروع ہوں تو وہ مکہ میں غیر محرم نہ ہو اور نہ ایسا محرم ہو کہ عمرہ کا اکثر طواف زمانۂ حج سے پہلے کر چکا ہو، ہاں اگر کوئی شخص عمرہ کا طواف زمانۂ حج سے پہلے کر کے اپنے وطن چلا گیا ہو پھر دوبارہ آ کر اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳) متمتع اگر ہدی نہ لایا ہو تو عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کرا لے اور احرام سے باہر ہو جائے اس کے بعد حج کے لئے جدید احرام باندھے اور بہتر تو یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ سے پہلے حج کا احرام باندھ لے نہ ہو سکے تو آٹھویں کو سہی اگر نویں کو باندھے تب جائز ہے اور اگر اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو تو پھر دسویں تاریخ سے پہلے احرام سے باہر نہ ہو دسویں تاریخ کو ہدی کی قربانی کر کے احرام سے باہر ہو اور حج کا احرام باندھے اور اس کی میقات اب وہی ہے جو اہل مکہ کی ہے یعنی حرم۔

(۴) متمتع کو طواف قدوم کرنا مسنون نہیں اور طواف زیارت میں اس کو رمل کرنا چاہیئے۔

(۵) قارن کی طرح متمتع پر بھی قربانی واجب ہے، نہ میسر ہو تو اسی طرح دس روزے رکھنا چاہیئے، تمتع اور قران اہل مکہ اور تمام ان لوگوں کے لئے جو داخل میقات رہتے ہوں مکروہ تحریمی ہے متمتع تو بالکل صحیح ہی نہیں اور قران صحیح تو ہے مگر کراہت تحریمہ کے ساتھ زیادہ تحقیق و تفصیل اس مسئلہ کی ردالمحتار میں ہے۔

عورتوں کے حج اور عمرہ کا بھی یہی طریقہ ہے صرف ان چند باتوں میں فرق ہے۔

(۱) احرام کی حالت میں وہ اپنے سر کو بند رکھیں اور صرف منہ کو کھلا رکھیں اور منہ کے کھلا رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز اس پر نہ ڈالیں جو اس سے مس کرے بلکہ منہ پر لکڑی وغیرہ کی تیلیاں رکھ کر اوپر سے کپڑے ڈال لیں، تا کہ کپڑا منہ سے ہٹا ہوا رہے۔ (۱)

(۲) حالت احرام میں سلا ہو کپڑا اور موزے اور زیور پہننا ان کو ممنوع نہیں۔

(۳) تلبیہ بلند آواز سے نہ کریں بلکہ آہستہ آواز سے۔

(۴) طواف کے وقت اضطباع نہ کریں۔

---

(۱) عورت کے لئے اجنبی لوگوں سے منہ کا چھپانا ضروری ہے نہایہ میں اس کو واجب لکھا ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبیوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا منع ہے اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں بھی ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر وہاں کوئی اجنبی نہ ہو تو منہ کا چھپانا مستحب ہے اور اگر کوئی اجنبی ہو تو منہ کا چھپانا واجب ہے ۱۲۔

(۵) طواف میں رمل نہ کریں۔

(۶) میلین اخضرین کے درمیان دوڑیں نہیں۔

(۷) حلق نہ کرائیں بلکہ بالوں کا چوتھائی حصہ کتروا دیں، سب بالوں کا چوتھائی کتروا دیں تو بہتر ہے ورنہ چوتھائی سر کے بالوں کی چوتھائی تو ضرور ہی کتروا دیں۔

(۸) ازدحام اور مجمع کے وقت حجر اسود کے استلام نہ کریں۔

(۹) اگر عورت کو حیض یا نفاس ہو جائے تو وہ سوا طواف اور سعی کے تمام افعال حج کی بجا لائے صرف طواف اور سعی نہ کرے بلکہ طواف میں مسجد کے اندر داخل ہونا پڑتا ہے اور حیض و نفاس والی عورت کو مسجد کے اندر داخل ہونا ممنوع ہے، رہ گئی سعی سو وہ طواف کی تابع ہے جب طواف نہ کیا تو سعی بھی نہ کرے پھر اگر تیرھویں تاریخ تک اس کو اپنے حیض سے ایسے وقت طہارت حاصل ہو جائے کہ چار شوط طواف کے کر سکتی ہے تو فورا بعد غسل کے طواف زیارت کرے اگر تاخیر کرے گی تو ایک بدنہ کی قربانی اس پر واجب ہو جائے گی ہاں اگر تیرھویں تاریخ کو بھی پاک نہ ہو تو پھر طواف زیارت کی تاخیر سے اس پر گناہ نہ ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے۔

جنایتوں کا بیان

جنایت کے معنی لغت میں برا کام کرنا۔ اور اصطلاح شریعت میں فعل حرام کا ارتکاب خواہ مال سے تعلق رکھتا ہو مثل اس کے کہ کسی کی کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لے لی جائے یا جسم سے تعلق رکھتا ہو مثل ترک نماز اور شراب خواری وغیرہ کے مگر فقہا کی اصطلاح جنایت خاص اسی فعل حرام کو کہتے ہیں جو جسم سے تعلق رکھتا ہو۔

لیکن حج کے بیان میں جنایت سے مراد وہ فعل حرام ہے جس کی حرمت احرام کے سبب سے ہو یا حرم کے سبب سے، اب پہلے ہم ان جنایتوں کو بیان کرتے ہیں جو احرام کے سبب سے ہیں، اس کے بعد ان جنایتوں کو بیان کریں گے جو حرم کے سبب سے ہیں۔

احرام کی جنایتیں

ان میں بعض ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے صرف ایک قربانی واجب ہوتی ہے بعض ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے دو قربانیاں واجب ہوتی ہیں، بعض ایسی ہیں کہ جن سے صرف صدقہ واجب ہوتا ہے، پھر کسی سے تو نصف صاع گیہوں کسی سے اس سے بھی کم اور بعض ایسی ہیں کہ ان سے ایک خاص چیز کی قیمت ادا کرنا واجب ہوتا ہے لہذا ہم ہر ایک کی تفصیل علیٰحدہ علیٰحدہ بیان کرتے ہیں۔ ایک قربانی کی جنایتیں (۱) خوشبو کا استعمال کرنا، اگر خوشبو زیادہ ہے تو بہر حال ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر کم ہے تو اس میں یہ شرط ہے کہ پورے ایک عضو میں جو بہت چھوٹا نہ ہو مثل کان ناک وغیرہ کے خوشبو کا استعمال کرے جیسے ہاتھ، پیر، سر وغیرہ اگر خشبو کم ہو اور پورے ایک ایک بڑے عضو میں نہ لگائی گئی ہو بلکہ آدھے عضو میں مثلاً کسی چھوٹے عضو میں تو قربانی واجب نہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص کسی خشبودار چیز کو کھا کر منہ کو خوشبودار کر لے تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی بشرطیکہ وہ خوشبو خالص ہو کسی دوسری چیز کی آمیزش اس میں نہ ہو اور اگر خوشبو کسی دوسری چیز میں ملا دی گئی ہو اور وہ چیز کھانے پینے کی ہو جیسے حلوہ یا شربت وغیرہ تو اگر وہ پکی ہوئی شے ہے تو کسی حالت میں اس کو خوشبو کا حکم نہ دیا جائے گا، خواہ خوشبو غالب ہو یا

مغلوب اور وہ پکی ہوئی چیز نہیں ہے تو کھانے کی چیز میں اس کے غلبہ (۱) کا اعتبار کیا جائے گا اگر خوشبو غالب ہے تو اس کی خوشبو کا حکم دیا جائے گا نہیں تو نہیں اور پینے کی چیز میں خواہ خوشبو غالب ہو یا نہیں بہر حال اس کو خوشبو کا حکم دیا جائے گا۔ ہاں اتنا فرق ہے اگر غالب ہوگی تو قربانی واجب ہوگی اور غالب نہ ہوگی تو صدقہ واجب ہوگا غالب نہ ہونے کی صورت میں اگر کئی بار پئے گا تب بھی قربانی واجب نہ ہوگی، اور اگر وہ چیز جس میں خوشبو ملائی گئی ہے نہ کھانے کی ہو نہ پینے کی بلکہ ایسی چیز ہو جو بدن میں لگائی جاتی ہے مثل صابن، موم، روغن وغیرہ کے تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ یہ صابن ہے یا موم یا روغن ہے تب اس میں صدقہ واجب ہوگا اور اگر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ یہ خوشبو ہے تو قربانی واجب ہوگی۔

اگر ایک ہی مجلس میں پورے بدن پر خوشبو لگائے تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اور اگر مختلف مجالس میں پورے بدن پر لگائے تو جتنے مرتبہ خوشبو لگائے گا ہر مرتبہ کے عوض میں ایک قربانی واجب ہوگی ہاں جس مرتبہ کی خوشبو کم ہوگی اور پورے ایک عضو میں نہ لگائی گئی ہوگی اس کے عوض میں قربانی واجب ہوگی۔

اگر کسی نے خوشبو لگانے کے بعد قربانی کر لی مگر اس خوشبو کو جسم سے زائل نہیں کیا تو پھر دوسری قربانی واجب ہوگی۔ خوشبودار لباس کے استعمال سے بھی قربانی واجب ہوتی ہے مگر جب پورے ایک دن اس کو پہنے رہے اور خوشبو زیادہ ہو یا ایک بالشت مربع میں لگی ہو خوشبو کا استعمال ہر حالت میں قربانی کو واجب کرتا ہے گو بطور دوا کے استعمال کی جائے اور خوشبودار چیز کا مثل پھول عطر وغیرہ کے استعمال کرنا مکروہ ہے۔

(۲) رقیق (۲) مہندی کا استعمال خواہ سر میں لگائے یا داڑھی میں یا ہاتھ پیر وغیرہ میں۔

(۳) روغن زیتون یا روغن کنجد کا لگانا، ان دونوں تیلوں کے کھانے سے یا دواء استعمال

---

(۱) اس میں فقہا کا اختلاف ہے کہ غلبہ معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے بعض تو کہتے ہیں کہ اگر خوشبو مل جانے کے بعد اس مرکب میں ویسی ہی خوشبو آئے جیسے اس خالص خوشبو میں تھی تو سمجھا جائے گا کہ خوشبو غالب ہے ورنہ سمجھا جائے گا مغلوب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مقدار کا لحاظ کیا جائے گا اگر خوشبو کی مقدار زیادہ ہے تو وہ غالب سمجھی جائے گی ورنہ مغلوب، اسی کو ردالمختار میں ترجیح دی ہے ۱۲۔

یہ اس خوشبو کا حکم ہے جو بعد احرام کے لگائی ہو ورنہ اگر قبل احرام کے لگائی گئی ہو اور اس کا اثر جسم پر بعد احرام کے باقی رہ جائے تو کچھ جنایت نہیں ۱۲۔

(۲) رقیق مہندی کے استعمال کی قید اس لئے ہے کہ اگر مہندی گاڑھی ہوگی تو اس سے دو قربانیاں واجب ہوں گی جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا ۱۲۔

کرنے سے کوئی جنایت نہیں ہوتی۔

(۴) سلے ہوئے کپڑے کا موافق رواج (۱) اور عادت کے استعمال کرنا۔ اس میں یہ شرط ہے کہ پورے ایک دن یا پوری ایک رات اس کو پہنے رہے اس سے کم میں قربانی واجب نہ ہوگی، بلکہ صدقہ، ایک کپڑا سلا ہوا پہنے یا کئی ہر حال میں قربانی واجب ہوگی، اگر کوئی شخص ایک دن رات سے زیادہ پہنے تب بھی ایک ہی قربانی واجب ہوگی خواہ درمیان میں اتار بھی ڈالا کرے ہاں اگر ایک مرتبہ پہن کر اتارے اور اتارتے وقت یہ نیت کرے کہ میں اب نہ پہنوں گا تو پھر دوبارہ پہننے سے دوسری قربانی واجب ہوگی، اسی طرح اگر ایک مرتبہ پہن کر اس کا کفارہ دے دے اور بعد اس کفارہ کے اتار کر دوبارہ پہنے یا اتارے ہی نہیں تو پھر دوسری قربانی واجب ہوگی۔

اگر کسی ضرورت سے سلا ہوا کپڑا پہنا تھا اور جب اس ضرورت کے زائل ہو جانے کا یقین یا گمان غالب ہو گیا تب بھی اس کو پہنے رہا تو دوسری قربانی کرنی ہوگی۔ اسی طرح جس ضرورت سے پہنا تھا وہ ضرورت جاتی رہے اور معاً دوسری ضرورت پیدا ہو جائے تب بھی دوسری قربانی واجب ہوگی۔

(۵) سر کا یا منہ کا ڈھانکنا ایسی چیز سے کہ عادتاً اس سے ڈھانکنے کا رواج ہو۔ مثلاً رومال، ٹوپی۔ چھتری وغیرہ کے بخلاف اس کے اگر کوئی شخص طشت سے یا اور کسی شے سے جس سے ڈھانکنے کا دستور نہ ہو اپنے سر کو ڈھانک لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

چوتھائی سر یا چوتھائی منہ کا ڈھانکنا مثل پورے ڈھانکنے کے ہے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ ایک دن یا رات ڈھانکے رہے جیسا کہ سلے ہوئے کپڑے میں بیان ہو چکا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی ضرورت سے سر یا منہ کو ڈھانکے یا کوئی سلا ہو کپڑا پہنے تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور جب اس کو معلوم ہو جائے کہ اب ضرورت جاتی رہی اس کے بعد پھر بھی وہ ڈھانکے رہے یا اس لباس کو پہنے رہے تو دوسری قربانی اس پر واجب ہوگی۔

(۶) سر یا داڑھی کے بالوں کا دور کرنا خواہ منڈوا کر یا کسی اور طریقہ سے مثل دوا وغیرہ کے چوتھائی سر اور چوتھائی داڑھی کا بھی وہی حکم ہے جو پورے سر اور پوری داڑھی کا ہے۔

(۷) پوری ایک بغل یا زیر ناف یا گردن کے بالوں کا دور کرنا۔

---

(۱) پس اگر کوئی شخص کرتہ کو اس طرح پہنے کہ آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے صرف گریبان میں سر ڈالے تو کچھ جنایت نہیں ۱۲۔

(۸) ہاتھوں یا پیروں کے ناخنوں کا کتروانا ، اگر ہاتھ اور پیر دونوں کے ناخون ایک ہی مجلس میں کتروائے جائیں تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اور اگر علیٰحدہ علیٰحدہ مجلسوں میں کتروائے تو دو قربانیاں واجب ہوں گی اور ایک ہاتھ یا ایک پیر کے ناخنوں کے کتروانے کا بھی وہی حکم ہے جو دونوں ہاتھوں یا دونوں پیروں کے ناخنوں کے کتروانے کا ہے۔

(۹) پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال منڈوا کر پچھنے لگوانا۔

(۱۰) طواف کا بحالت جنابت کرنا خواہ کوئی طواف ہو فرق یہ ہے کہ طواف زیارت کے بحالت جنابت ادا کرنے میں ایک گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی اور اس کے سوا اور کسی طواف میں صرف ایک بکری یا بھیڑ۔

(۱۱) طواف زیارت کا حدث اصغر کی حالت میں کرنا۔

(۱۲) عمرہ کا طواف جنابت یا حدث اصغر کی حالت میں کرنا خواہ پورا طواف اس حالت میں کرے یا صرف ایک ہی شوط، اسی طرح عمرہ کے طواف کا کوئی شوط ترک کر دینا۔

(۱۳) غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے چلدینا اور اس کے حدود سے باہر ہو جانا۔ اگر کوئی شخص غروب آفتاب کے بعد چلا جائے تو اس پر کچھ جنایت نہیں اگرچہ امام ابھی نہ چلا ہو۔ اسی طرح جو شخص غروب آفتاب سے پہلے چل دے اس پر قربانی واجب ہے اگرچہ امام کے ہمراہ ہو، اور اگرچہ اس کی سواری بغیر اس کی تحریک کے بھاگ نکلے۔

(۱۴) طواف زیارت کے ایک یا دو تین شوطوں کا ترک کر دینا اگر تین سے زیادہ چھوڑ دے گا تو پھر قربانی سے اس کی تلافی نہیں ہوسکتی بلکہ اس طواف کا اعادہ اس پر ضروری ہے اگر اعادہ نہ کیا تو جماع کے حق میں ہمیشہ محروم رہے گا اور جب جماع کیا کرے گا ایک قربانی واجب ہوا کرے گی بشرطیکہ تعدد جماع کا مجالس متعددہ میں ہو۔ ایک ہی مجلس میں کئی بار جماع کرنے سے ایک ہی قربانی واجب ہوگی، ہاں اگر پہلے جماع سے نیت احرام کے توڑنے کی کر لی ہو اور مسئلہ(۱) سے ناواقف ہو تو پھر ایک ہی قربانی واجب ہوگی اگرچہ مجالس بھی متعدد

---

(۱) مسئلہ یہ ہے کہ احرام توڑنے کی نیت سے یا بغیر اس نیت کے اگر کوئی شخص خلاف احرام افعال کا ارتکاب کرے تو اس سے احرام نہیں ٹوٹتا بلکہ جنایت ہوتی ہے نماز کا سا حال نہیں ہے کہ کوئی فعل مخالف تحریمہ کے اگر کرے تو تحریمہ فاسد ہو جائے ہاں اگر عذر شرعی لاحق ہو گیا ہے جس میں شریعت کی طرف سے باہر ہو جانے کا حکم ہے تو اس صورت میں البتہ احرام کے مخالف افعال بہ نیت ترک احرام کرنے سے احرام ٹوٹ جائے گا ان عذروں کی تفصیل احصار کے بیان میں انشاء اللہ آئے گی ہاں اس قدر فرق ہے کہ باوجود مسئلہ جاننے کے کئی جنایات کا ارتکاب کرتا تو ہر جنایت کا کفارہ دینا پڑتا اب صرف ایک ہی کفارہ دینا پڑے گا۔

ہو جائیں (درمختار۔ردالمحتار)

(۱۵) طواف وداع کے کل شوطوں یا چار شوطوں کا ترک کر دینا، اگر کوئی شخص بغیر طواف وداع کئے ہوئے مکہ سے چل دیا لیکن ابھی میقات سے باہر نہیں ہوا تو اس پر واجب ہے کہ لوٹ آئے اور طواف وداع کرے اور اگر میقات سے باہر نکل گیا ہے تو اس کو اختیار ہے چاہے لوٹ کر طواف وداع کو ادا کرے اور چاہے اس کے بدلے قربانی کر دے، لوٹنے کی صورت میں یہ چاہئے کہ عمرہ(۱) کا احرام باندھ کر لوٹے طواف وداع میں اس تاخیر سے کوئی جنایت نہ ہوگی کیونکہ اس طواف کا کوئی وقت مقرر نہیں۔

(۱۶) سعی کے کل شوطوں یا اکثر شوطوں کا ترک کر دینا۔

(۱۷) سعی میں بلا عذر سوار ہو جانا۔

ان دونوں صورتوں میں اگر کوئی شخص پھر سعی کا اعادہ کر لے گو یہ اعادہ بعد احرام سے باہر ہو جانے اور منافی احرام افعال کے ارتکاب کے بعد کیوں نہ ہو تو قربانی واجب نہ ہوگی۔(بحر الرائق)

(۱۸) وقوف مزدلفہ کا ترک کر دینا۔

(۱۹) رمی(۲) کا بالکل ترک کر دینا یا کسی ایک دن کی پوری رمی کا ترک کر دینا یا کسی دن کی رمی(۳) کے اکثر حصہ کا ترک کر دینا مثلاً سات کنکری کی جگہ تین کنکری مارے۔

(۲۰) حرم سے باہر حلق یا تقصیر کرانا۔

(۲۱) حج مفرد کے حلق یا تقصیر میں یا طواف زیارت میں دسویں ذی الحجہ سے تاخیر کریں۔

(۲۲) عورت کا بوسہ لینا یا مباشرت فاحشہ کرنا یا بہ شہوت اس کو مس کرنا یا اسی کے مثل

---

(۱) عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹنے کا حکم اس سبب سے ہے کہ صورت مفروضہ میں وہ شخص میقات سے باہر چلا گیا ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ میقات کے اندر بغیر احرام باندھے داخل ہونا منع ہے۔

(۲) رمی کا ترک جب ہی سمجھا جائے گا جب چودہویں تاریخ کو آفتاب غروب ہو جائے اور اس نے رمی نہ کی ہو کیونکہ چودہویں تاریخ کی شام تک رمی کا زمانہ باقی ہے ایک دن کی چھوٹی ہوئی رمی دوسرے دن میں وہ ادا کر سکتا ہے ہاں بعد چودہویں تاریخ کے پھر رمی کا زمانہ باقی نہیں رہتا ۱۲۔

(۳) مثلاً دسویں تاریخ کو سات رمی ہیں وہ بھی صرف جمرہ عقبہ کی تو اس میں سے چار ترک کر دے اور باقی دنوں میں ہر دن اکیس اکیس رمی ہیں تو ان میں سے مثلاً گیارہ رمی ترک کر دے خواہ یہ گیارہ رمی جو ترک کی گئی ہیں کچھ کچھ تینوں جمرہ کی ہوں چار ایک کے چار دوسرے کی تین تیسرے کی یا کسی جمرہ کی پوری ہوں اور کسی کی بعض بہر صورت ایک قربانی واجب ہوگی ۱۲۔

کوئی اور فعل کرنا خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور اسی طرح استمنا (۱) اور جماع بہیمہ بھی موجب جنایت ہے مگر ان دونوں میں انزال شرط ہے۔

(۲۳) وقوف عرفات کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے جماع کرنا، اس میں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر یہ جماع حلق یا تقصیر سے پہلے ہوا ہے تو ایک گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی اور بعد حلق کے بکری یا بھیڑ کی۔

(۲۴) جن مناسک میں کہ ترتیب واجب ہے ان کی ترتیب بدل دینا۔

(۲۵) قارن (۲) کا ذبح سے پہلے یا رمی سے پہلے حلق کرا لینا۔

(۲۶) بعد حج کرنے کے بغیر حلق کرائے حرم سے باہر چلا جانا اور پھر بارہویں ذی الحجہ کے بعد لوٹنا۔ اگر حرم کے باہر جا کر بارہویں تاریخ کے اندر اندر پھر حرم میں آ کر حلق کرا لیا تو کچھ جنایت نہیں۔

دو قربانی کی جنایتیں

(۱) گاڑی مہندی کا یا اور کسی قسم کی خوشبودار چیز کا سر میں لگانا۔ بشرطیکہ وہ چیز گاڑی ہو اور پورے سر میں یا چوتھائی سر میں لگائی جائے اور بقدر ایک دن رات کے لگی رہے، ایک قربانی تو بسبب استعمال خوشبو کے اور دوسری بسبب سر ڈھانکنے کے مگر یہ مرد کا حکم ہے عورت پر ایک ہی قربانی ہوگی خوشبو کے استعمال کے سبب سے سر ڈھانکنا تو اس کے حق میں جنایت ہی نہیں۔

(۲) (۳) قارن کی وہ جنایتیں جن کے کرنے سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوتی ہے

(۳) جو متمتع اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو اس کی وہ جنایتیں جن کے کرنے سے مفرد پر ایک

---

(۱) استمناء جلق لگانا۔ جماع بہیمہ جانور سے فعل کرنا۔

(۲) اس صورت میں قارن پر دو قربانیاں واجب ہوتی ہیں مگر ایک تو قران کے شکریہ کی ہے لہذا اس کا ذکر یہاں بیکار ہے اوپر ہو چکا ہے دوسری جنایت کے سبب سے ہے اسی کا یہاں ذکر کیا گیا صاحب ہدایہ نے دونوں قربانیاں جنایت کے سبب سے قرار دی ہیں اس پر لوگوں نے ان کی تغلیط کی ہے پھر صاحب بحر الرائق وغیرہ نے ان کی عبارت کی توجیہ بھی کی ہے ۱۲۔

(۳) قارن پر اور نیز متمتع مذکور پر دو قربانیاں اس سبب سے ہوتی ہیں کہ وہ دو احرام میں مقید ہے ایک تو عمرہ کا دوسرا حج کا ایک جنایت کے ارتکاب سے اس نے دو احراموں کے خلاف کیا گویا دو جنایتیں کیں اسی سبب سے جو متمتع اپنے ہمراہ ہدی نہیں لایا اگر بغیر عمرہ کے احرام سے باہر ہوئے یا حج کا احرام باندھ لے تو اس پر بھی دو قربانیاں واجب کی گئی ہیں ۱۲۔

قربانی واجب ہوتی ہے، جو متمتع اپنے ہمراہ ہدی نہ لایا ہو وہ اگر عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد عمرہ کے احرام سے باہر نہ ہو جائے تو اس پر بھی ہر ایسی جنایت کے کرنے سے دو قربانیاں واجب ہوں گی۔

ان جنایتوں کا بیان ہو چکا جن سے قربانی واجب ہوتی ہے لہذا یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جہاں قربانی کا لفظ بغیر کسی جانور کی تخصیص کے استعمال کیا گیا ہے وہاں بکری یا بھیڑ مراد ہے اور اگر گائے یا اونٹ کا ساتواں (۱) حصہ اس کے عوض میں دیا جائے تب کافی ہے بشرطیکہ جتنے لوگ اس گائے یا اونٹ میں شریک ہوں سب کی نیت بغرض ثواب ذبح کرنے کی ہو اگر کوئی شریک اپنے کھانے کے واسطے یا گوشت بیچنے کے لئے ذبح کرنا چاہے تو پھر کافی نہ ہوگا اور جہاں جانور کی تخصیص کر دی گئی ہے وہی خاص مراد ہے، اور تخصیص جانور کی صرف دو جگہ کی گئی ہے ایک تو نمبر (۱۰) میں دوسری نمبر (۲۳) میں اور صرف انہیں دونوں مقامات میں پوری گائے یا اونٹ کی قربانی ہے اور کہیں نہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان تمام قربانیوں میں وہ سب شرطیں ملحوظ ہیں جو عید الاضحیٰ کی قربانی میں ہیں مثل عمر کی ایک خاص مقدار اور معائب سے سالم ہونے وغیرہ کے۔

اب ہم ان جنایتوں کا بیان کرتے ہیں جن کے ارتکاب سے صدقہ دینا پڑتا ہے یہ بات ذہن نشین رہے کہ جہاں کوئی خاص مقدار صدقہ کی نہ بتائی جائے وہاں ایک مقدار صدقۂ فطر کی مراد ہے یعنی نصف صاع گیہوں وغیرہ۔ اور صدقات کی مقدار میں یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جب کسی وجہ سے ان کی قیمت قربانی کے برابر ہو جائے خواہ صدقات کے متعدد ہونے کے سبب سے یا قربانی کے ارزاں ہونے کی وجہ سے تو صدقہ کی مقدار واجب میں سے اس قدر کم کر دینا چاہیئے کہ باقی مقدار کی قیمت قربانی سے کم رہ جائے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

اب وہ جنایتیں شروع ہوتی ہیں جن سے صدقہ واجب ہوتا ہے (۲) قلیل مقدار کی خوشبو کا ایک عضو سے کم میں استعمال کرنا، اور اسی طرح قلیل مقدار کی خوشبو کا کسی لباس کے ایک

---

(۱) صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ اس جگہ قائم مقام ایک بکری کے نہیں ہو سکتا مگر محققین نے ان کے اس قول کو قبول نہیں کیا اور خود انہوں نے بھی باب الہدیٰ میں جا کر اس کے خلاف لکھ دیا ہے ۱۲۔

(۲) خوشبو کی قلت و کثرت پہچاننے کا فقہا نے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ عام طور پر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ کم ہے تو کم سمجھنا اور اگر لوگ کہیں بہت ہے جیسے ایک چلو عرق گلاب یا ایک مٹی مشک تو سمجھنا چاہیئے کہ بہت ہے اور کھانے کی چیزوں میں یہ لکھا ہے کہ اگر منہ کے اکثر حصہ میں لگ جائے تو کثیر ہے ورنہ قلیل ۱۲۔

بالشت مربع سے کم میں استعمال کرنا اگرچہ پورے ایک دن یا ایک رات کے بہ قدر استعمال کرے یا خوشبو قلیل نہ ہو بلکہ کثیر ہو یا پورے ایک بالشت مربع میں لگی ہو مگر ایک دن یا ایک رات سے کم اس لباس کا استعمال کرے۔

(۲) ایک دن یا ایک رات سے کم اپنے سر ڈھانکنا یا سلا ہوا کپڑا پہننا۔ اس میں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر ایک گھنٹہ سے کم سر ڈھانکا یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو صرف ایک مٹھی آٹا دینا ہوگا اور جو پورا ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ تک ڈھانکے یا پہنے رہا تو نصف صاع۔

(۳) مونچھ کا منڈوانا یا سر داڑھی کے چوتھائی حصہ سے کم کا منڈوانا یا گردن کے کسی حصہ کا منڈوانا بشرطیکہ تین بالوں سے زیادہ ہوں اگر صرف تین بال ہوں تو ہر بال کے عوض میں ایک مٹھی آٹا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر کوئی شخص گنجا ہو یا اس کے سر کے بال پہلے ہی سے گر کر یا کسی وجہ سے کم ہو گئے ہوں حتیٰ کہ بقدر چوتھائی سر کے نہ ہو تو وہ اگر پورا سر منڈوالے گا تب بھی صدقہ واجب ہوگا اسی طرح اگر کسی کی داڑھی میں بہت ہی کم بال ہوں کہ چوتھائی کی حد کو نہ پہنچیں تو اس پر پوری داڑھی منڈوا دینے میں بھی صدقہ واجب ہوگا (ردالمحتار)

(۴) پانچ ناخونوں سے کم کا ترشوانا یا پانچ سے زیادہ کا مگر متفرق طور پر یعنی ہر عضو کے چار چار ناخنوں کا، ہر ناخون کے عوض میں ایک صدقہ واجب ہوگا۔

(۵) طواف قدوم یا طواف وداع یا اور کسی نفل طواف کا بے وضو ادا کرنا ہر شوط کے عوض میں ایک صدقہ۔ (۶) پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال بالغرض پچھنے لگانے کے منڈوانا مگر پھر کسی وجہ سے پچھنے نہ لگوانا۔

(۷) طواف قدوم یا طواف وداع یا سعی کے تین یا تین سے کم شوطوں کا ترک کر دینا ہر شوط کے عوض میں ایک صدقہ۔

(۸) ایک دن جس قدر رمی واجب ہیں ان میں سے نصف سے کم ترک کر دینا مثلاً دسویں تاریخ کو جمرۃ العقبہ کی سات رمی واجب ہیں ان میں سے تین ترک کر دے یا اور تاریخوں میں سب جمروں کو ملا کر اکیس رمی واجب ہیں ان میں سے دس ترک کر دے ہر کنکری کے عوض میں ایک صدقہ۔

(۹) کسی دوسرے شخص کا سر یا گردن مونڈ دینا اس کے ناخون کاٹ دینا خواہ محرم ہو یا غیر محرم۔

ان جنایتوں کا بھی بیان ہو چکا جن کے ارتکاب سے صدقہ دینا پڑتا ہے لہذا اب چند

باتیں اسی کے متعلق اور ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے وہ یہ ہیں۔

اگر کوئی واجب ترک کیا جاتا ہے تو اگر بے عذر ترک کیا گیا ہے تو قربانی کرنی ہوگی اور بعذر ترک کرنے میں کچھ نہیں نہ قربانی نہ صدقہ۔

اگر ممنوعات احرام میں سے کسی چیز کا ارتکاب بلا عذر کیا جائے تو کہیں قربانی واجب ہوتی ہے کہیں صدقہ جیسا کہ گذشتہ بیان سے واضح ہو چکا اور کسی عذر سے ارتکاب کیا جائے تو اگر اس کے بے عذر ارتکاب سے قربانی واجب ہوتی تھی تو اب اختیار دیا جائے گا چاہے قربانی کرے چاہے قربانی کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک مقدار صدقہ فطر کی دے دے چاہے تین روزے رکھ لے جہاں چاہے رکھے اور جس وقت چاہے رکھے اور اگر اس کے بے عذر ارتکاب سے صدقہ واجب ہوتا تھا تو اب اختیار دیا جائے گا چاہے صدقہ دے دے اور چاہے ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔(۱)

عذر کی مثالیں۔ بخار(۲) سردی(۳) زخم (۴) دردسر جو(۵) میں وغیرہ۔(۶) عذر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت رہے نہ یہ ضروری ہے کہ اس سے خوف (۷) مرجانے کا ہو بلکہ صرف تکلیف اور مشقت کا ہونا کافی ہے، خطاء اور نسیان اور بے ہوشی اور مجبور ہونا اور سونا(۸) اور مفلسی (۹) کا شمار عذر میں نہیں ہیں بلکہ ان حالتوں جو جنایت صادر ہوگی اس کا کفارہ ضرور دینا ہوگا ہاں آخرت کا گناہ اس کے ذمہ نہ ہوگا۔

---

(۱) افضل یہ ہے کہ یہ مسکین مکہ کے رہنے والے ہوں، ان مسکینوں کا چھ ہونا ضروری ہے اگر کوئی شخص چھ مقدار صدقہ فطر کی تین یا چار مسکینوں کو دے دے تو کافی نہیں ۱۲۔

(۲) مثلاً کسی کو بخار چڑھا اور اس نے سر ڈھانک لیا یا کوئی سلا ہو کپڑا پہن لیا ۱۲۔

(۳) مثلاً کسی کو سردی بہت معلوم ہوئی اور اس نے کوئی سلا ہو کپڑا پہن لیا بے سیاہ ہوا گرم کپڑا کوا سکے پاس نہ تھا ۱۲۔

(۴) مثلاً زخم پر پھایا وغیرہ رکھنے کے لئے بال اس مقام کے منڈوائے یا کوئی خوشبودار مرہم اس مقام پر رکھا ۱۲۔

(۵) مثلاً دردسر کے دفع کرنے کے لئے کوئی خوشبودار ضماد استعمال کیا ۱۲۔

(۶) جوئیں سر میں پڑ گئیں اور اس ضرورت سے اس نے بال منڈوا ڈالے ۱۲۔

(۷) مثلاً کسی محرم سے کسی نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کئے ڈالتا ہوں نہیں تو تو اپنا سر منڈوائے یا یہ خوشبودار لباس پہن لے ۱۲۔

(۸) مثلاً کسی محرم نے سونے کی حالت میں اپنا سر چادر میں ڈھانک لیا یا اور کوئی فعل کیا۔

(۹) مفلسی سے مراد ہے کہ کسی سے کوئی جنایت صادر ہوئی اور اس کی وجہ سے اس پر قربانی یا صدقہ واجب ہوا اور اس کے پاس اس قدر روپیہ نہیں ہے جو وہ قربانی کر سکے یا صدقہ دے سکے تو وہ شخص معذور نہیں سمجھا جائے گا اس پر قربانی یا صدقہ واجب ہوا تھا واجب رہے گا ہاں یہ اس کو اختیار ہے کہ جب اس کو مقدور ہو تب کفارہ ادا کرے اور اگر مرتے دم تک اتنی مقدرت حاصل نہ ہوئی تو امید ہے کہ حق تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے ۱۲۔

(۹) اس کیفیت کا بیان مفصل پہلی جلد میں ہو چکا ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ مرد کے خاص حصہ کا سر یا بقدر اس کے کسی کے خاص حصہ میں یا مشترک حصہ میں داخل ہو جائے اور عورت بہت صغیر سن نہ ہو اور مرد اپنے خاص حصہ پر ایسا کپڑا وغیرہ نہ لپٹے جو جسم کی حرارت محسوس ہونے کو مانع ہو ۱۲۔

مفسد حج وعمرہ

وقوف عرفات سے پہلے جماع یا لواطت کا مرتکب ہونا حج کو فاسد کر دیتا ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہیں، جماع ولواطت میں یہ شرط ہے کہ اس کیفیت سے واقع ہو کہ جس سے غسل واجب ہو جاتا ہے بھولے سے ہو جائے یا مجبوری سے سونے کی حالت میں یا کسی نابالغ بچہ سے اس کا وقوع ہو یا مجنون سے بہر حال حج فاسد ہو جائے گا عورت (۱) اگر کسی جانور کا خاص حصہ اپنے خاص حصہ میں داخل کر لے یا کسی جانور یا آدمی کے خاص حصہ کو اپنے خاص حصہ میں داخل کرلے تب بھی اس کا حج فاسد ہو جائے گا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حج اگر فاسد ہو جائے تب بھی اس کا پورا کرنا ضروری ہے اور بعد پورا کرنے کے ایک قربانی کرنا بھی ضروری ہے ایک قربانی جب ہی واجب ہوگی کہ ایک مرتبہ جماع کیا جائے یا کئی بار یا کئی عورتوں سے کیا جائے مگر مجلس ایک ہی ہو اگر مجالس متعدد ہوں گی تو بہ قدر ان کی تعداد کے قربانیاں (۲) بھی ہوں گی۔(بحرالرایق)

اس فاسد شدہ حج میں بھی تمام وہی رعایتیں ضروری ہیں جو صحیح حج میں کرنا پڑتی ہیں، پس اگر کسی ممنوع احرام کا ارتکاب کرے گا تو اس کا کفارہ دینا پڑے گا۔

اس فاسد حج کی قضا علی الفور واجب ہے یعنی سال آئندہ میں اس کی قضا کر لے اس سے زیادہ تاخیر نہ کرے، حج اگر چہ نفل ہو تب بھی اس کی قضا کرنی پڑے گی کیونکہ ہر عبادت گو وہ نفل ہو بعد شروع کرنے کے لازم و واجب ہو جاتی ہے ہاں نابالغ بچہ اور مجنون پر اس حج کی قضا واجب نہیں (درالمختار)

عمرہ میں طواف کے چار شوط سے پہلے جماع ولواطت مفسد ہے، بعد چار شوط کے نہیں عمرہ فاسد ہو جائے تو اس کو بھی پورا کرے اور ایک قربانی کرے اور اس کی قضا کرے۔

---

(۱) عورت کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مرد اگر جانور کے ساتھ یہ فعل کرے تو اس کا یہ فعل مفسد حج نہ ہوگا کیونکہ جنایت کامل نہیں ہوئی، بخلاف عورتوں کے کہ ان میں بوجہ زیادتی شہوت کے ان صورتوں میں بھی جنایت کامل ہو جائے گی۔

(۲) ہاں اگر دوسرے جماع سے اس حج فاسد کے توڑنے کی نیت کرلے اور مسئلہ نہ جانتا ہو تو پھر دوسرے جماع کے بعد جس قدر جماع ہوں گے ان میں کفارہ واجب نہ ہوگا جیسا کہ سابق میں گذر چکا ہے ۱۲۔

شکار کی جزا

(۱) کسی جنگلی شکار (۲) کے قتل (۳) کرنے یا اس کے قتل میں اعانت کرنے سے جزا لازم ہوتی ہے۔ جزا سے مراد وہ قیمت ہے جو (۴) دو مبصر آدمی اس شکار کی تجویز کریں اور یہ قیمت اس مقام کے اعتبار سے ہو جہاں وہ شکار مارا گیا ہے یا اس کے قریب تر مقام کے اعتبار سے کیونکہ ایک چیز کی قیمت مختلف مقامات کے اعتبار سے بدل جاتی ہے اور نیز اس زمانہ کے اعتبار سے وہ قیمت ہو جس زمانہ میں وہ شکار مارا گیا ہے کیونکہ مختلف اوقات میں ایک چیز کی قیمت مختلف ہوتی ہے۔

اس قیمت سے اس کو اختیار ہے کہ کوئی جانور قربانی کا مول لے کر حرم بھیج دے اور وہ وہاں ذبح کر دیا جائے یا اس قیمت سے گیہوں وغیرہ مول لے کر ہر فقیر کو ایک مقدار صدقۂ فطر

---

(۱) جنگلی ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کا توالد تناسل خشکی میں ہوا ہو گو ان کی بود و باش پانی میں ہو جیسے بطخ اور مرغابی وغیرہ یہ سب جنگلی جانور ہیں کیونکہ ان کے انڈے بچے خشکی میں ہوتے ہیں جو جانور جنگلی نہ ہو بلکہ دریائی ہو اس کا شکار حالت احرام میں بھی جائز ہے خواہ اس کا کھانا جائز ہو یا نہیں ۱۲۔

(۲) شکار اس جانور کو کہتے ہیں جو اصل خلقت میں وحشی ہو خواہ وہ کسی وجہ سے مانوس ہو گیا ہو جیسے ہرن کے پالنے سے مانوس ہو جاتا ہے مگر چونکہ وہ دراصل وحشی ہے اس لئے شکار کہلائے گا، فقہا نے کبوتر کو وحشی الاصل قرار دیا ہے۔ جو جانور وحشی الاصل نہ ہو اس کا قتل کرنا حالت احرام میں بھی جائز ہے اور جزا واجب نہیں ہوتی جیسے بکری گائے اونٹ مرغی وغیرہ گائے بیل اگر چھوٹ کر آوارہ ہو گئے ہوں اور ان میں وحشت آ گئی ہو تب بھی وہ شکار نہ سمجھے جائیں گے ۱۲۔

(۳) قتل میں تعمیم ہے چاہے قتل کا ارتکاب اپنے ہاتھوں سے کرے چاہے باعث قتل ہو جائے دونوں صورتوں میں جزا دینا لازم ہی ہوگی فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں ارادہ اور نیت شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی شکار پر گر پڑے اور وہ اس کے گرنے سے مرجائے یا سونے میں اس کا ہاتھ کسی شکار پر پڑ جائے اور وہ مرجائے تو جزا لازم ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مانوس جانور کے طرف گولی چلائے اور وہ کسی شکار کے لگ جائے تب بھی جزا لازم ہوگی۔ اور دوسری صورت میں ارادہ اور قصد شرط ہے لہذا اگر کوئی شخص کنواں کھودے اور اس میں اگر شکار مرجائے تو دیکھا جائے گا کہ اس نے کنواں کس غرض سے کھودا ہے اگر شکار کے گرفتار کرنے یا مارنے کے لئے کھودا ہے تب تو اس پر جزا واجب ہوگی اور اگر محض پانی کے لئے کھودا ہے تو جزا واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر کسی شخص نے شکاری کتے کو کسی مانوس جانور کے پکڑنے کے لئے چھوڑا اور اس نے جا کر شکار کو پکڑ لیا تو جزا واجب نہ ہوگی علیٰ ھذا اگر کسی شخص نے کسی گھڑی کو بند کیا اور اس کی اندر کوئی پرندہ بند ہو گیا اور پیاس وغیرہ سے مر گیا تو دیکھا جائے گا کہ بند کرنے والے کو اس پرندہ کے وہاں ہونے کا علم تھا یا نہیں اگر تھا تو جزا واجب ہوگی ورنہ نہیں ۱۲۔

(۴) یہ امام ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے۔ امام محمد کے نزدیک جن جانوروں کا مثل موجود ہے ان کے قتل کرنے سے انکے مثل جانوروں کا قربانی کرنا ضروری ہے۔ مثلاً ہرن کو مارے تو بکری۔ شتر مرغ کو مارے تو اونٹ گورخر کو مارے تو گائے وعلیٰ ہذا اور یہی امام شافعی کا بھی قول ہے ۱۲۔ (بحر الرائق۔ رد المختار)

کی تقسیم کردے اور یہ بھی اختیار ہے کہ ہر مسکین کے کھانے کے عوض میں ایک ایک روزہ رکھ لے اور اگر قیمت اس قدر واجب ہوئی ہو کہ اس سے قربانی نہیں ہوسکتی تو پھر صرف دو ہی باتوں کا اختیار ہے صدقہ دینے اور روزہ رکھنے کا۔ اور اگر اس قدر قیمت واجب ہوئی ہو کہ اس میں ایک مقدار صدقہ فطر کی نہیں مل سکتی تو اختیار ہے جس قدر مل جائے اسی قدر اگر اسی قدر خرید کر محتاج کو دے دے یا اس کے عوض میں ایک روزہ رکھ لے، شکار اگر کسی آدمی کا مملوک ہوگا تو اس کے قاتل کو دو قیمتیں دینا پڑیں گی، ایک قیمت تو اس کے مالک کے حوالہ کردے اور ایک قیمت اللہ کی راہ میں تصدق کردے۔ (بحرالرائق)

قتل میں اعانت کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ شکار جہاں اس وقت موجود ہو، اس مقام کی اطلاع شکاری کو دینا، دوسرے یہ کہ کوئی آلہ قتل کا اس کو دینا یا قتل کی تدبیر بتانا، پہلی صورت میں جزا واجب ہونے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔

(۱) اس شکار کا قتل اس کے بتانے سے ہو جائے۔

(۲) جس کو شکار کا مقام بتایا ہے وہ خود اسکا مقام نہ جانتا ہو بلکہ اسی کے بتانے سے اس نے جانا ہو۔

(۳) جس کو شکار کا پتہ بتایا ہے وہ اس کے قول کو جھوٹ نہ سمجھے۔

(۴) بتانے والا اس شکار کے قتل ہونے تک محرم رہے۔

(۵) شکار بھاگ نہ جائے اگر بھاگ جائے اور بعد اس کے وہ شخص پھر اس کو مارے تو بتلانے والے پر جزا واجب نہ ہوگی کیونکہ جب اس نے بتایا تھا اس وقت وہ شکار ہاتھ نہیں آیا۔

دوسری صورت میں یہ شرط ہے کہ خود وہ شخص جس کو محرم نے آلہ قتل دیا ہے یا تدبیر قتل بتائی ہے اپنے پاس آلہ قتل نہ رکھتا ہو یا اس تدبیر قتل کو نہ جانتا ہو مثلاً کوئی شکار غار کے اندر چھپا بیٹھا ہو اور کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہے لیکن اس سے کوئی تدبیر نہ بن پڑے اور کوئی محرم اس کو اس غار کے اندر جانے کا راستہ بتادے یا کوئی نیزہ وغیرہ اتنا لمبا دے دے جو غار کے اس مقام تک جہاں شکار بیٹھا ہے پہنچ سکے۔

اگر کئی محرم ایک شکار کے قتل کے مرتکب ہوں یا اس کے قتل میں معین ہوں تو ہر ایک پر جزا واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک محرم کئی شکاروں کو قتل کرے تو اس پر اتنی ہی جزائیں واجب ہوں گی جتنے اس نے شکار کئے ہیں۔ (بحرالرائق)

ان جانوروں (۱) کے قتل کی جزا جن کا گوشت حلال نہیں کبھی ایک بکری سے زیادہ نہیں ہوسکتی چاہے وہ جانور کتنا ہی بڑا اور کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو مثلاً کوئی شخص ہاتھی کو مار ڈالے تب بھی اس کی جزا میں صرف ایک بکری واجب ہوگی۔

جزا کے عوض میں اگر صدقہ دے تو اس کا حکم بالکل صدقہ فطر کے مثل ہے اور اس کے مصارف وہی ہیں جو صدقہ فطر کے ہیں۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کو زخمی کر دے اور وہ اس زخم سے مرے نہیں یا شکار کے بال اکھاڑ دے یا کوئی عضو توڑ دے یا کاٹ دے تو اس کا شکار کی حالت صحت میں جس قدر کمی آ گئی ہو وہ اس محرم کو دینا چاہئے بشرطیکہ زخمی کرنا یا بال وغیرہ کا توڑنا اس شکار کے فائدے کی غرض سے نہ ہو اگر فائدے کی غرض سے ہوگا تو پھر کچھ بھی جزا واجب نہ ہوگی مثال کوئی کبوتر کسی جال میں پھنسا ہوا ہو اور کوئی محرم اس کو جال سے نکالنا چاہے نکالنے میں اس کے بال وغیرہ ٹوٹ جائیں بلکہ ایسی صورت میں اگر وہ مر بھی جائے تو بھی جزا واجب نہ ہوگی۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کے پیر کاٹ ڈالے یا اس کے پر نوچ ڈالے کہ وہ اپنی حفاظت سے معذور ہو جائے تو اس شکار کی پوری قیمت دینا پڑے گی۔ (۲)

اگر کسی شکار کے انڈے توڑ ڈالے اور وہ انڈے گندے نہ ہوں تو اگر ان انڈوں کے اندر سے بچہ نہ نکلے گا تو انڈے کی قیمت دینی پڑے گی اور جو اس کے اندر سے بچہ نکلے تو اگر وہ صحیح وسالم نکل آیا تو کچھ نہیں اور اگر مرا ہوا نکلا یا نکل کر مر گیا تو اس بچہ کی قیمت دینی پڑے گی نہ انڈے کی۔

اگر کوئی شخص جوئیں یا ٹڈی کو مار ڈالے یا دوسرے کو مارنے کا حکم دے یا اس غرض سے کسی کو اشارہ سے جوئیں یا ٹڈی کو بتائے یا کوئی فعل بقصد (۳) مار ڈالنے کے کرے اور وہ

---

(۱) یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ جانور کسی کا مملوک نہ ہو ورنہ اس کی پوری قیمت مالک کو دینا پڑے گی اگر چہ وہ قد و قامت میں چھوٹا ہو مگر کسی وصف کے سبب سے اس کی قیمت بڑھ گئی ہے تو اس وصف کا بھی اعتبار کیا جائے گا مثلاً کوئی بولتا ہوا طوطا یا شکاری چیتا یا کوئی شکاری پرند بشرطیکہ وہ وصف شرعاً معیوب نہ ہو اگر معیوب ہوگا تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا جیسے لڑائی کا مرغ یا مینڈھا وغیرہ مگر اللہ کی راہ میں بہر حال ایک ہی بکری یا اس کی قیمت دینا ہوگی ان اوصاف کا اعتبار صرف مالک کا حق ادا کرنے کے لئے کیا جائے گا۔

(۲) مثلاً حالت صحت میں اس کی قیمت دس ۱۰ روپے تھی اور اب آٹھ روپے رہ گئی تو دو روپیہ دینا ہوں گے ۱۲۔

(۳) مثلاً جس کپڑے میں جوئیں ہیں اس کو دھوپ میں ڈال دے اس غرض سے کہ وہ مر جائیں اگر اس غرض سے نہیں ڈالا بلکہ اور کسی خیال سے اور وہ مر گئیں تو کچھ جنایت نہیں ۱۲۔

مرجائیں تو اگر دو تین مارے تو جس قدر چاہے صدقہ دے دے مثلاً ہر ایک کے عوض میں ایک مٹھی آٹا اور جو تین (۱) سے زیادہ مارے تو صدقہ فطر کی پوری مقدار دینا ضروری ہے جوئیں کا بدن سے نکال کر زمین پر پھینک دینا بھی مارنے کے حکم میں ہے۔

یہاں تک تو ان جنایتوں کا بیان تھا جن کا ارتکاب صرف احرام کے سبب سے ممنوع تھا، غیر محرم کے حق میں وہ امور ممنوع نہ تھے، اب ہم ان جنایتوں کو بیان کرتے ہیں جن کا ارتکاب حرم کے سبب سے منع ہے حرم کے اندر خواہ محرم ہو یا غیر محرم ان جنایتوں کا ارتکاب کرے گا تو اس کو جزا دینا ضروری ہوگی اور اس میں صرف دو اختیار ہیں یا تو قربانی کر دے اگر قیمت بقدر ایک قربانی کے ہوگئی ہو یا وہ قیمت محتاجوں کو دے دے روزہ رکھنے کا اختیار نہیں ہے۔

حرم (۲) کی جنایتیں

(۱) سوا اذخر (۳) کے حرم کے کسی اور گھاس یا درخت کا کاٹنا (۴) بشرطیکہ خشک اور ٹوٹا ہوا نہ ہو اور خود رو ہو اور اس قسم میں سے نہ ہو جس کو لوگ عادتاً بویا کرتے ہیں جیسے غلہ اور میوہ جات کے درخت اگر ایسی گھاس یا درخت کو کوئی شخص کاٹے گا تو اس کی قیمت دینا پڑے گی، بشرطیکہ یہ گھاس وغیرہ کسی کی مملوک نہ ہو اور اگر مملوک ہوگی تو دوہری قیمت دینا پڑے گی ایک تو بدستور خدا کی راہ میں اور دوسری اس کے مالک کو ہاں اگر مالک نے اجازت دے دی ہو یا معاف کر دے تو پھر وہی ایک قیمت اللہ کی راہ میں دینا پڑے گی۔

---

(۱) یہی اکثر فقہا کا قول ہے صاحب بحر الرائق نے اسی کو ترجیح دی ہے لیکن فتاویٰ قاضی خاں میں اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ جب دس ۱۰ سے زیادہ ہو جائیں تب ایک مقدار صدقہ فطر واجب ہوگی ۱۲۔

(۲) حرم مکہ اور اس کے آس پاس کے محدود مقاموں کو کہتے ہیں حرم کی حد ہر طرف سے برابر نہیں ہے جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں مدینہ منورہ کی جانب تو مکہ سے تین میل تک حرم ہے اور یمن کی طرف سات میل اور طائف کی طرف بھی سات میل اور عراق کی طرف بھی سات میل اور جدہ کی طرف دس ۱۰ میل حرم کے تمام اطراف کی حد بندی کر دی گئی ہے پہلے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نشان لگائے پھر نبی ﷺ نے پھر عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے پھر حضرت معاویہؓ نے جواب تک ہیں ۱۲۔

(۳) اذخر ایک قسم کی گھاس ہے جو دوا میں کام آتی ہے اور قبروں کو بھی اس سے پاٹتے ہیں ہندوستان میں بھی اس کی جڑ دوا میں لکھی جاتی ہے ۱۲۔

(۴) کاٹ لینا اور جڑ سے اکھاڑ لینا ایک حکم میں ہے ۱۲۔

اذخر کے کاٹنے میں کچھ جنایت نہیں اور جو چیز خود رونہ ہو بلکہ بوئی اور لگائی گئی ہو خواہ اس کی بونے کا رواج ہو یا نہیں اس کے بھی کاٹ لینے میں کچھ جنایت نہیں، کیونکہ یہ اس قسم میں سے ہے جس کو لوگ عادتاً بوتے ہیں کسی درخت کی پتی وغیرہ توڑ لینے میں جو اس درخت کو نقصان (۱) نہ پہنچائے کوئی جنایت نہیں بشرطیکہ یہ چیزیں کسی کی مملوک نہ ہوں اور اگر مملوک ہوں تو مالک نے اجازت دے دی ہو یا معاف کر دیا ہو یا خود مالک نے کاٹا ہو۔

کوئی درخت وغیرہ اگر ایسا ہو کہ اس کی شاخوں کا کچھ حصہ حرم کے اندر ہو اور کچھ حصہ حرم سے باہر تو اس کی جڑ کا اعتبار کیا جائے گا اگر جڑ حرم میں ہے تو وہ درخت حرم کا سمجھا جائے گا، اور کچھ جڑ حرم کے اندر ہے کچھ باہر تب بھی وہ حرم کا سمجھا جائے گا اور اگر ایسے درخت پر کوئی پرندہ بیٹھا ہوگا تو اس میں یہ بات دیکھی جائے گی کہ اگر وہ زخمی ہو کر گرے تو کہاں گرے گا اگر حرم میں گرے تو وہ پرندہ حرم کا سمجھا جائے گا۔

حرم کی گھاس کا جانوروں سے چروالینا (۲) بھی جائز نہیں اگر خود بخود کوئی جانور چرلے تو اس کے مالک پر ضمان نہ پڑے گا (درمختار وغیرہ)

(۲) حرم کے شکار کا قتل کرنا، اگر کوئی جانور ایسی جگہ بیٹھا ہو کہ پیر تو اس کے حرم میں ہوں اور سر حرم سے باہر تو وہ حرم کا سمجھا جائے گا اور اگر لیٹا ہوا ہو تو اگر اس کے بدن کا کوئی جز حرم میں ہوگا تو وہ جانور حرم کا سمجھا جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی جانور کو حرم سے باہر نشانہ لگائے اور وہ جانور حرم کے اندر بھاگ جائے اس کے بعد اسی نشانہ سے زخمی ہو تو جنایت ہو جائے گی۔

اگر حرم کے کسی پرندے کے انڈے توڑ ڈالے یا بھون لے یا حرم کی ٹڈیاں (۳) مارے یا حرم کے کسی شکار کا دودھ دوہے تو اس کا ضمان دینا ہوگا بعد ضمان دینے کے اس کا کھانا جائز ہے اور اس کا بیچنا بھی جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔

---

(۱) اس قدر ٹوٹ جانا مراد ہے کہ اس میں نمو کی قوت نہ ہو اور نہ تروتازہ رہ سکے۔ اگر پورا درخت نہیں ٹوٹا کوئی شاخ اسکی ٹوٹ گئی ہے تو صرف اسی شاخ کے کاٹنے میں جنایت نہ ہوگی تروتازہ شاخ کے کاٹنے میں جنایت ہوگی۔

(۲) امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب ہے قاضی ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ چرانے کی ممانعت میں لوگوں کا سخت حرج ہے اور حدیث میں صرف کاٹنے کی اور توڑنے کی ممانعت ہے چرانے کا ذکر نہیں ہے بعض فقہاء نے انہیں کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور لکھا ہے کہ لوگوں کا عمل بھی اسی پر ہے ۱۲ (ردالمحتار)

(۳) ٹڈی اگر تین سے کم مارے تو صدقہ کی کوئی مقدار معین نہیں جس قدر چاہے دے دے ہاں تین سے زیادہ مارنے میں ایک مقدار صدقہ فطر کی معین ہے یہی حال جوؤں کا بھی ہے (درمختار)۔

کوے اور چیل اور بھیڑیئے اور سانپ بچھو اور چوہے کے مار ڈالنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی جزا واجب نہ ہوگی اسی طرح کتے (۱) مچھر اور کھٹمل، چیونٹی، پسو اور کلنی اور کچھوا اور پروانہ اور مکھی اور چھپکلی اور بھیڑ اور تمام خرندہ (۲) جانوروں کے مار ڈالنے میں بھی جزا واجب نہیں ہوتی جو حملہ کرے اور اس کے حملہ کی دفعیہ بغیر قتل کے ممکن نہ ہو، بشرطیکہ وہ جانور کسی کا مملوک نہ ہو، ان جانوروں کے قتل میں کچھ جزا نہیں خواہ حرم کے اندر ہی کیوں نہ قتل کئے جائیں اور خواہ قاتل ان کا محرم ہو۔

کوے کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے عقعق (۳) کو فقہا نے مستثنیٰ کیا ہے یعنی اس کے قتل سے جزا لازم ہوتی ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

اگر کوئی غیر محرم شکار مارے اور اس کو حرم سے باہر ذبح کرے تو اس کا کھانا محرم کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اس شکار کے قتل میں کسی محرم کی کسی قسم کی اعانت نہ ہو نہ اس نے شکار کے قتل کا حکم دیا ہو گو اس شکار کرنے والے نے اس کو کسی محرم ہی کے لئے شکار کیا ہو۔

جو شخص حرم کے اندر داخل ہو اس پر واجب ہے کہ اگر اس کے ساتھ میں کوئی شکار ہو تو اس کو چھوڑ دے۔ (۴) یعنی آزاد کر دے اسی طرح جو شخص احرام باندھے اور اس کے ہاتھ میں شکار ہو اس پر بھی واجب ہے کہ اس کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دے کسی کے پاس امانت رکھا دے یا دے دے۔

اگر یہ شکار جس کو اس نے آزاد کیا ہے کوئی درندہ ہو جیسے شکرا باز وغیرہ اور وہ آزاد ہو کر حرم کے کسی شکار کو قتل کر دے تو اس کی جزا اس پر واجب نہ ہوگی۔

---

(۱) بعض فقہاء کی عبارتوں میں اس مقام پر کتے کے ساتھ کاٹنے والے کی قید ہے مگر یہ قید اتفاقی ہے کاٹتا ہو یا نہیں جنگلی یا پالا ہوا ہر حال میں اس کے مار ڈالنے سے جزا لازم نہ ہوگی ہاں اگر وہ کسی کا مملوک ہو تو اس کو ضمان دینا پڑے گا ۱۲۔

(۲) خرندہ وہ جانور ہیں جو سوراخوں میں گھس جاتے ہیں اور ان کے اندر بود و باش کرتے ہیں جیسے سانپ، بچھو، چوہا وغیرہ ۱۲۔

(۳) عقعق وہ کوا ہے جس کے رنگ میں سیاہی کے ساتھ سپیدی بھی ہو اس کو آواز میں عین قاف کی صورت پیدا ہوتی ہے ۱۲۔

(۴) چھوڑ دینے کا یہ مطلب خاص کر اس سبب سے بیان کیا گیا کہ پرند کا اڑا دینا یا چوپایہ کا آزاد کر دینا ممنوع ہے اس میں مال کی اضاعت ہے جو شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں رکھی گئی ۱۲۔

اگر شکار اس کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ مکان میں یا پنجرہ میں بند ہو اور وہ پنجرہ اس کے ہاتھ میں یا اس کے خادم کے ہاتھ میں ہو یا اسباب کے اندر رکھا ہو تو پھر اس کا چھوڑنا ضروری نہیں، اسی طرح اگر وہ رسی میں بندھا ہو اور وہ رسی اس کے ہاتھ میں ہو تب بھی اس کا چھوڑنا واجب نہیں (ردالمحتار)

محرم کو شکار کا مول لینا یا بیچنا جائز نہیں، اگر بیچے تو اس پر ضروری ہے کہ واپس لے لے ورنہ جزا دینا پڑے گی۔

محرم شکار کا مالک کسی اختیاری سبب سے مثل خریدنے یا ہبہ وغیرہ کے نہیں بن سکتا ہاں اگر کوئی سبب اختیاری نہ ہو تو اس کی وجہ سے البتہ مالک بن سکتا ہے مثلاً کوئی عزیز اس کا مرجائے اور اس کے مال میں شکار ہو اور وہ اس کو وراثت میں ملے تو اس صورت میں اس کا مالک ہو جائے گا کیونکہ وراثت غیر اختیاری چیز ہے۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کو پکڑے یا مول لے پھر اس کو کوئی شخص اڑا دے تو اس پر ضمان نہیں کیونکہ وہ شکار اس محرم کی ملک میں نہ تھا۔

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جن جنایتوں کے سبب سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوگی ان کے سبب سے قارن اور ہدی والے متمتع پر دو قربانیاں واجب ہوں گی علیٰ ہذا۔ صدقہ بھی قارن وغیرہ پر دوگنا واجب ہوتا ہے سوا اس جنایت کے کہ اندر بغیر احرام باندھے ہوئے چلا جائے اس جنایت میں قارن وغیرہ پر بھی مفرد کی طرح ایک ہی قربانی واجب ہوتی ہے۔ (درمختار ۔ردالمحتار)

میقات سے بغیر احرام باندھے ہوئے حرم کے اندر چلا جانا بھی جنایت ہے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جو شخص حرم کے اندر جانا چاہے اس پر ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، پس اس کے خلاف کرے گا تو جنایت کا مرتکب ہوگا اور اس جنایت کے احکام حسب تفصیل ہیں۔

(۱) جو شخص حرم کے ارادے سے بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے چلا جائے اس پر واجب ہے کہ میقات پر لوٹ کر آئے اگر نہ لوٹا تو چاہے میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھ لے یا نہ باندھے اس پر ایک قربانی واجب ہے۔

(۲) اگر حرم جانے کے ارادہ سے بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے نکل گیا

پھر میقات پر لوٹ کر اس نے احرام باندھ لیا یا احرام میقات پر لوٹنے سے پہلے باندھ لیا مگر ابھی تک افعال حج وعمرہ شروع نہیں کئے پھر میقات پر لوٹ کر تلبیہ(۱) کہا تو قربانی معاف ہو جائے گی۔

(۳) اگر میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھ لیا اور افعال حج وعمرہ کے شروع کر دیئے مثلاً طواف کا ایک شوط کر لیا اس کے بعد میقات پر لوٹ کر آیا یا افعال حج وعمرہ کے شروع کرنے سے پہلے میقات پر لوٹ کر آ گیا مگر تلبیہ نہ کہا تو ان دونوں صورتوں میں ایک قربانی واجب ہوگی۔

(۴) اگر دوبارہ میقات پر آنے سے حج کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو چاہئے کہ نہ لوٹے اور اس نہ لوٹنے کی وجہ سے ایک قربانی کر دے۔

(۵) کوئی مکی یا وہ متمتع جو اپنے عمرہ سے فارغ ہو چکا ہے بقصد حج حرم سے باہر نکل گئے اور پھر حل میں جا کر احرام باندھا اور وہیں سے عرفات میں وقوف کے لئے چلے گئے تو ان پر ایک قربانی واجب ہے کیونکہ ان کی میقات حرم ہے اور وہ اس سے بغیر احرام باندھے ہوئے نکل آئے۔

(۶) اگر کوئی شخص بغیر احرام باندھے ہوئے کئی مرتبہ حرم کے اندر آمد ورفت کرے تو ہر مرتبہ کے عوض میں اس کے ذمہ ایک حج یا ایک عمرہ ضروری ہے پھر اسی سال اگر کوئی حج یا عمرہ کرے گا گو وہ اس بغیر احرام جانے کی جنایت اتارنے کی غرض سے نہ ہو تو ایک مرتبہ کی جنایت اتر جائے گی، ہاں بعد اس سال کے پھر خاص اسی نیت سے کرے گا تو جنایت اترے گی ورنہ نہیں۔

(۷) اگر کوئی شخص میقات سے بغیر احرام باندھے نکل جائے اور اس کا ارادہ حرم میں جانے کا نہ ہو بلکہ حل میں کسی مقام کے جانے کی نیت ہو تو اس پر بغیر احرام نکل جانے میں کچھ جنایت نہیں پھر وہ اس مقام سے بغیر احرام باندھے حرم کے اندر جا سکتا ہے اگرچہ وہ اس حل کے مقام میں پندرہ روز سے بھی کم رہا ہو۔ (درمختار وغیرہ)

(۸) اگر کوئی شخص بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے نکل گیا پھر اس نے بغیر میقات پر لوٹے ہوئے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور اتفاق سے وہ فاسد ہو گیا تو اس کو پورا کر کے اس کی قضا کر لے، قضا کا احرام میقات سے باندھے اب اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

---

(۱) یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے ان کے نزدیک تلبیہ کی تجدید ضروری ہے ۱۲۔

احرام پر احرام باندھنا

احرام پر احرام باندھنے کی صورت یہ ہے کہ ہنوز ایک احرام سے باہر نہ ہوا ہو کہ دوسرا احرام باندھ لے اس کی چار قسمیں ہیں۔ عمرہ کے احرام پر حج کا احرام باندھنا حج کے احرام پر دوسرے حج کا احرام باندھنا، عمرہ کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھنا، حج کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھنا اب ہر قسم کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) غیر آفاقی (۱) اگر عمرے کے احرام باندھ کر چار شوط سے کم اس کے طواف کے ادا کر چکا ہو تو پھر حج کا احرام باندھ لے تو اس کو ضروری ہے کہ ان دو احراموں میں سے ایک احرام کو توڑ دے یعنی کوئی فعل مخالف احرام کے (مثل حلق وغیرہ) کے بہ نیت احرام توڑنے کے کر لے اور اس احرام توڑنے کی جنایت کے کفارہ میں ایک قربانی کرے پس اگر اس نے حج کا احرام توڑا ہے اور یہی بہتر ہے تو اس پر اس سال ایک عمرہ اور سال آئندہ میں ایک حج ضروری ہے اور اگر حج کا زمانہ باقی ہو اور اسی سال حج کر لے تو پھر عمرہ کی حاجت نہیں اور اگر اس نے عمرہ کا احرام توڑا ہے تو صرف عمرہ کی قضا اس کو کرنی ہوگی چاہے اسی سال کر لے چاہے سال آئندہ میں۔

غیر آفاقی کی قید اس لئے لگائی گئی کہ آفاقی اگر ایسا کرے گا تو اس کو کسی احرام کے توڑنے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ صورت مفروضہ میں قارن ہو جائے گا اور اگر عمرہ کے چار یا چار سے زیادہ شوط طواف کے کر چکا ہوگا تو متمتع ہو جائے گا اور قران اور متمتع آفاقی کے لئے ممنوع نہیں ہے عمرہ کے چار شوط سے کم طواف کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر عمرہ کا طواف بالکل کیا ہی نہ ہوگا تو پھر عمرہ کے احرام کا خاص کر توڑنا ضروری ہوگا۔ اور چار شوط یا اس سے زیادہ عمرہ کا طواف کر چکا ہوگا تو پھر خاص کر حج کے احرام کا توڑنا لازم ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ چکا ہو پھر اس پر دوسرے حج کا احرام باندھ لے تو اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ دونوں حجوں کا احرام ساتھ ہی باندھے دوسرے یہ کہ ایک حج کا

---

(۱) غیر آفاقی وہ شخص جو مکہ مکرمہ یا حرم کے اندر اور کسی مقام کا رہنے والا ہو متمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام کرے وہ بھی حکماً غیر آفاقی ہے ۱۲۔

احرام باندھنے کے بعد بغیر اس کے کہ اس کے افعال شروع کر دینے کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھ لے تیسرے یہ کہ ایک حج کا احرام باندھ کر اس کے افعال شروع کر دینے کے بعد دوسرے احرام باندھے پہلی دونوں صورتوں میں دو حج اس کے ذمہ لازم ہو جائیں گے مگر ایک کا احرام توڑ دے جب چلنے لگے اور اس کو سال آئندہ قضا کرے اور ایک عمرہ بھی اس کے ذمہ ضروری ہوگا اور ایک قربانی کرنی ہوگی۔ تیسری صورت میں اگر دوسرے حج کا احرام دسویں تاریخ کو حلق یا تقصیر کے بعد باندھا ہے تو اس دوسرے حج کا سال آئندہ میں ادا کرنا اس پر ضروری ہے اور جب تک اس کو ادا نہ کرے گا محرم رہے گا اور اگر دسویں تاریخ کو حلق و تقصیر سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھ لیا ہے تو پہلے حج کے لئے حلق یا تقصیر کرائے اور سال آئندہ میں دوسرا حج کرے اور ایک قربانی بھی جنایت کے بدلہ میں کرے اور اگر دسویں تاریخ سے پہلے احرام دوسرے حج کا باندھ لیا تو بدستور اس دوسرے احرام کو توڑ ڈالے اور ایک قربانی جنایت کی دے اور سال آئندہ میں دوسرا حج کر لے۔

(۳) اگر کوئی شخص عمرے کے احرام پر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لے تو اگر پہلے عمرہ کی سعی سے فارغ نہیں ہوا تو دوسرے عمرہ کا احرام خود بخود پہلے عمرہ کی سعی شروع کرتے ہی ٹوٹ جائے گا اور ایک قربانی اس احرام کے توڑنے کی اس کو دینا ہوگی اور اگر پہلے عمرہ کی سعی سے فارغ ہو چکا ہے تو دوسرے عمرہ کا احرام توڑنے کی حاجت نہیں اس کو بھی ادا کرے اور اس کے فراغت سے پہلے عمرہ کا حلق و تقصیر کرانے کے سبب سے اور دوسرے دو عمروں کے جمع کرنے کی وجہ سے۔

(۴) اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ چکا ہو اس کے بعد عمرہ کا باندھ لے تو اگر غیر آفاقی ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو پہلی قسم میں گزر چکا یعنی دو احراموں میں کسی ایک کا توڑنا اور توڑنے کے عوض میں قربانی کرنا وغیرہ اس پر ضروری ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور اگر آفاقی ہے تو اس کو کسی احرام کا توڑنا ضروری نہیں دونوں اس پر لازم ہو جائیں گے اور وہ اس صورت میں متمتع کہلائے گا گو خلاف سنت ہونے کے سبب سے گنہگار ہوگا کیونکہ متمتع کی مسنون صورت یہ تھی کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھتا اس سے فراغت کر کے حج کا احرام باندھتا یہ دونوں کا ساتھ باندھنا تو قران ہو جاتا۔ اب اگر وہ حج کا طواف قدوم کر چکا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ عمرہ کے احرام کو توڑ دے اور حج کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے اور ایک قربانی اس

صورت میں احرام توڑنے کی جنایت میں دے اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تب بھی درست ہے مگر ایک قربانی جنایت کی اس صورت میں بھی دینا ہوگی۔ اور اگر حج کے وقوف عرفات سے فارغ ہو چکا اس کے بعد دسویں تاریخ کو یا اس کے بعد ایام تشریق کے کسی اور دن میں عمرہ کا احرام باندھا تو اس پر عمرہ لازم ہو جائے گا گو ابھی حج کے لئے حلق و تقصیر نہ کرآیا ہو اور طواف زیارت نہ کیا ہو یا کر چکا ہو، مگر عمرہ کے اس حرام کا توڑنا واجب ہے پھر حج کی رمی وغیرہ سے بالکل فارغ ہونے کے بعد از سر نو عمرہ کا احرام باندھ کر اس عمرہ کی قضا کرے اور احرام توڑنے کے بدلے میں قربانی کرے۔

جس شخص کا حج فوت ہو گیا ہو وہ اگر حج کا احرام باندھے یا عمرہ کا تو اس کو اس دوسرے احرام کا توڑ دینا ضروری ہے اور جب حج فوت ہو جائے تو چاہئے کہ عمرہ ادا کر کے حج کے احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ میں اس حج کی قضا کرلے اور ایک قربانی اس جنایت کے بدلہ میں کرے کہ وہ بغیر حج کئے حج کے احرام سے باہر ہو گیا۔

احصار کا بیان

احصار کے معنی لغت میں تو روک لیا جانا، اور اصطلاح فقہ میں احرام کے بعد حج یا عمرہ کے کسی رکن سے روکا جانا۔ جس شخص پر ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس کو محصر کہتے ہیں چونکہ یہ بھی ایک قسم کی جنایت ہے یعنی جس طرح جنایت کی قربانی کا قربانی کرنیوالے کو کھانا جائز نہیں اسی طرح احصار کی قربانی کا بھی قربانی کرنے والے کو کھانا درست نہیں لہذا اس کا ذکر بھی جنایات کے بعد مناسب معلوم ہوا۔

اس جگہ ہم دو باتیں بیان کریں گے۔ اول تو احصار کی صورتیں دوسرے احصار کا حکم اور نتیجہ۔

احصار کی صورتیں

(۱) کسی دشمن کا خوف ہو:۔ دشمن سے مراد عام ہے خواہ کوئی آدمی ہو یا درندہ جانور مثلاً یہ معلوم ہو کہ راستہ میں کوئی دشمن بیٹھا ہوا ہے وہ حجاج کو ستاتا ہے لوٹتا ہے مارتا ہے یا کوئی

جانور مول لے لیا جائے یہ قربانی حرم میں کسی مقام پر ذبح کر دی جائے گو دسویں تاریخ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو اور قربانی بھیجتے وقت یہیں سے اس کے ذبح کا دن مقرر کر دے تا کہ اسی دن یہ محصر اپنے کو احرام سے باہر سمجھنے لگے، معاذاً ذبح کرتے ہی احرام سے باہر ہو جائے گا حلق یا تقصیر کرائے یا نہ کرائے۔

اگر کسی محصر نے یہ سمجھ کر کہ اب قربانی ذبح ہوگئی ہوگی اپنے کو احرام سے باہر سمجھ لیا اور کوئی فعل خلاف احرام کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ اس دن قربانی ذبح نہیں ہوئی تھی یا ذبح تو اسی دن ہوگئی تھی مگر حرم میں ذبح نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں جس قدر جنایتیں اس نے کی ہوں گی ہر جنایت کے عوض میں جزا دینی پڑے گی۔ (درمختار)

پھر جب احصار جاتا رہے اور اس محصر نے حج کا احرام باندھا ہو اور اس سال حج کا زمانہ باقی ہو اور حج کرنے جائے تو مفرد ایک حج اور عمرہ کرے اور قارن دو عمرہ اور ایک حج کرے اور اگر احرام عمرہ کا تھا تو صرف ایک عمرہ کر لے۔

اگر قربانی روانہ کرنے کے بعد احصار جاتا رہا اور یہ ممکن ہے کہ اگر وہ محصر روانہ ہو جائے تو قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے پہنچ جائے گا اور حج بھی مل جائے گا اس پر واجب ہے کہ فوراً روانہ ہو جائے اور اگر یہ ممکن نہیں یعنی قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے نہیں پہنچ سکتا یا کہ حج نہیں مل سکا تو پھر اس پر فوراً جانا واجب نہیں۔

کوئی شخص اگر مکہ میں ہے اور وہ حج کے دونوں رکنوں یعنی طواف اور اور وقوف عرفات سے روکا جائے تو وہ محرص ہو جائے گا اور اگر صرف ایک رکن سے روکا جائے مثلاً صرف طواف سے یا صرف وقوف عرفات سے تو پھر وہ محصر نہیں ہے یعنی اسکو اس روکے جانے کے عوض میں قربانی نہ کرنی پڑے گی ہاں اگر وقوف سے روکا گیا ہے تو سال آئندہ میں اس کی قضا کرنی پڑے گی۔

جس شخص سے حج فوت ہو جائے اس کو چاہئے کہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے اگر وہ مفرد ہے تو ایک عمرہ کر کے قارن ہے تو دو عمرہ کر کے اور بعد اس کے حلق یا تقصیر کرائے اور پھر سال آئندہ میں اس حج مفرد یا قران کی قضا کرے قران کی قضا میں یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی قران ہو بلکہ اختیار ہے کہ عمرہ کا احرام علیحدہ باندھ کر عمرہ کر لے اور حج کا احرام جداگانہ باندھ کر حج کرے۔

دوسرے کی طرف سے حج کرنا

ہم اگلی جلدوں میں لکھ چکے ہیں کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ بعض تو صرف بدنی ہیں جیسے نماز، روزہ، تلاوت، ذکر وغیرہ۔ اور بعض صرف مالی ہیں جیسے زکوٰۃ، صدقہ، فطر، عشر، وغیرہ اور بعض دونوں سے مرکب ہیں جیسے حج، عمرہ، زیارت قبور مقدسہ انبیاء اولیاء پہلی قسم کی عبادات کا دوسرے کی طرف سے کرنا درست نہیں یعنی اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوسکتا مثلاً کوئی شخص نماز نہ پڑھے اور دوسرے سے پڑھوا دے یا خود روزہ نہ رکھے دوسرے سے رکھوا دے تو درست نہیں ہاں اگر ان عبادات کا ثواب کسی کو پہنچانا ہو تو بے شبہ درست ہے (۱) دوسری قسم کی عبادات کا دوسرے کی طرف سے کرنا درست ہے یعنی اسکے ذمہ سے فرض اتر جاتا ہے اور ان کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔

تیسری قسم (۲) کی عبادات کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچ جاتا ہے مگر اس کے ذمہ سے فرض اترنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے، حج بھی اسی تیسری قسم کی عبادات میں ہے لہذا ہم ہر جگہ حج کی تخصیص کریں گے کیونکہ اصالتاً اسی کا بیان کرنا مقصود ہے اسی پر تیسری قسم کی تمام عبادات کا قیاس کرلیا جائے۔

(۱) وہ شخص جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہے بذات خود حج کرنے سے معذور ہو اور وہ معذوری اگر ایسی ہو کہ اس کے زائل ہوجانے کی امید ہے تو اس معذوری کا آخر وقت یعنی موت تک رہنا شرط ہے اور اگر وہ معذوری ایسی ہے کہ اس کے زائل ہوجانے کی امید نہیں ہے جیسے بڑھاپے کا ضعف یا نابینا ہونا یا پیروں کا کٹا ہونا وغیرہ تو پھر اس معذوری کا آخر وقت تک رہنا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر بعد اس کے کہ دوسرے نے اس کی طرف سے حج کرلیا اور پھر وہ معذوری جاتی رہی تو اس کو بذات خود حج نہ کرنا پڑے گا۔ فرض اتر چکا بخلاف پہلی قسم کی معذوری

---

(۱) امام مالک اور امام شافعی اس مسئلہ میں مخالف ہیں وہ کہتے ہیں بدنیہ کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچتا باقی اقسام کی عبادتوں کا ثواب پہنچتے ہے وہ بھی متفق ہیں حنفیہ کی تائید میں بہت احادیث صحیحہ اور آیات قرآن مجید وارد ہیں اور وہ اپنے مقام میں مذکور ہیں ۱۲۔

(۲) اس تیسری قسم کی عبادات کے سوا اور کوئی عبادت خدا کی طرف سے فرض نہیں کی گئی ہاں اگر خود کسی عبادت کی نذر کرے تو واجب ہوجائے گی مثلاً کسی نبی کی قبر پاک کی زیارت کی نذر کرے تو وہ واجب ہوجائے گی اور اس کا وجوب بغیر ان شرائط کے نہ اترے گا۔ اور آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت بھی واجب ہے جیسا کہ ہم آئندہ بہت محققانہ طور پر بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔

کے کہ اگر وہ زائل ہو جائے تو پھر دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔

(۲) یہ معذوری حج کرانے سے پہلے پائی جاتی ہو اگر اس وقت نہ تھی اور بعد کو پیدا ہو گئی تو اس کا اعتبار نہیں یعنی وہ حج اس کی طرف سے صحیح نہ ہوگا بلکہ اب بعد معذوری پیدا ہو جانے کے اس کو چاہئے کہ کسی کو حج کے لئے بھیجے۔

(۳) جس کی طرف سے حج کیا جائے احرام باندھتے وقت اس کی نیت کرنا مثلاً یوں کہے کہ میں فلاں شخص کی طرف سے احرام باندھتا ہوں اس کی طرف سے تلبیہ کہتا ہوں اور اگر اس کا نام بھول گیا ہو تو صرف یہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ جس نے مجھے بھیجا ہے اس کی طرف سے میں احرام باندھتا ہوں۔

(۴) جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہو اس نے حج کرنے کا حکم دیا ہو یعنی یہ کہا ہو کہ تو میری طرف سے حج کر۔ بغیر کہے ہوئے اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے حج کر لے تو اس دوسرے شخص کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا، اگر کوئی شخص (۱) مرتے وقت وصیت کر گیا ہو کہ میری طرف سے حج کرا دیا جائے تو یہ بھی حکم ہے وارث اگر بغیر وصیت کے حج کرے یا کسی سے کرائے تب بھی درست ہے یعنی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

(۵) جس کی طرف سے حج کیا جائے روپیہ وہی دے پورے خرچ کے بقدر یا اکثر حصہ اگر کوئی شخص اپنے مال سے خرچ کر کے دوسرے کی طرف سے حج کرے اور پھر اس سے خرچ لے لے تو اس دوسرے کی طرف سے حج کرنا ہو جائے گا اس کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا ہاں اگر خرچ اس سے نہ لے تو پھر اس کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا۔

(۶) جو شخص اپنی طرف سے حج کرائے اس نے اگر کسی خاص شخص کی نسبت کہا ہو کہ وہ میری طرف سے حج کرے تو اسی خاص شخص کا حج کرنا اگر دوسرا شخص کرے تو اس کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا ہاں اگر کسی شخص کو روپیہ دے کر اس سے کہہ دیا (۲) جائے کہ تجھے اختیار ہے چاہے خود حج کرنے جائے چاہے کسی اور کو بھیج دے تو پھر وہ شخص چاہے خود جائے چاہے کسی اور کو بھیج دے بہر حال اس روپیہ دینے والے کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا۔

---

(۱) بعض فقہا کہتے ہیں کہ اگر غیر وارث بھی بغیر وصیت کے اپنی طرف سے احسان کر کے کسی دوسرے کے عوض حج کرائے تو اس دوسرے کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا مگر یہ قول اکثرین کے خلاف ہے ۱۲۔

(۲) مثلاً بیٹا اپنے باپ کی طرف سے بغیر وصیت کے حج کر لے تو فرض اتر جائے گا ۱۲۔

(۷) جس شخص کی طرف سے حج کیا جاتا ہے اس پر حج فرض ہو ورنہ فرض نہ ساقط ہوگا مثلاً کوئی فقیر یا ایسا شخص جس میں حج کی فرضیت کے شرائط نہیں پائے جاتے اپنی طرف سے کسی کو حج کرائے تو اس کے ذمہ سے فرض نہ ساقط ہوگا یعنی اس حج کرانے کے بعد اگر اس میں شرائط فرضیت حج کے پائے جائیں گی تو پھر اس کو حج کرانا ہوگا۔

(۸) حج جس شخص سے کرایا جاتا ہے وہ راستہ سواری پر طے کرے نہ پیادہ پاء ہاں اگر خرچ کم پڑ جائے اور اس وجہ سے کچھ راستہ پیادہ پا کرلے تو درست ہے۔

(۹) جس شخص سے حج کرایا جائے وہ وہیں سے سفر کرے جہاں وہ شخص رہتا ہو جس کی طرف سے حج کرایا جاتا ہے اور اگر وہ شخص مر گیا ہو اور اس کے وارث اس کی طرف سے حج کراتے ہوں تو میت کا تہائی (۱) مال جس مقام سے کفایت کرے وہیں سے حج کے لئے سفر کیا جائے۔

(۱۰) جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے وہ حج کو فاسد نہ کرے اگر فاسد کردے گا اور پھر اس کی قضا کردے گا تو دوسرے شخص کی طرف سے فرضیت کو ساقط نہ کرے گا۔

(۱۱) جو شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے جائے وہ اس کے حکم کی مخالفت نہ کرے یعنی اگر اس نے افراد کو کہا ہو تو افراد کرے قران کو کہا ہو تو قران کا احرام باندھے تمتع کے لئے کہا ہو تو تمتع کرے ہاں اگر اس نے افراد کے لئے کہا تھا اور اس نے پہلے اس کی طرف سے حج کیا بعد اس کے پھر اپنے لئے عمرہ کیا تو درست ہے مگر اس زمانہ کے قیام کا خرچ وغیرہ اس دوسرے شخص کے ذمہ نہ ہوگا بلکہ اس کو اپنے پاس سے کرنا چاہئے۔

(۱۲) جو شخص دوسرے کی طرف سے حج کرے وہ ایک ہی حج کا احرام باندھے اگر وہ شخص ایسا کرے گا ایک حج کا احرام دوسرے کی طرف سے اور ایک کا اپنی طرف سے باندھے گا تو دوسرے کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی، ہاں اگر دوسرے حج کا احرام توڑے تو درست ہے۔

(۱۳) ایک ہی شخص کی طرف سے حج کا احرام کرنا، اگر دو آدمی مل کر کسی شخص کو حج کرنے کے لئے بھیجیں اور وہ دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھے تو کسی کے ذمہ سے

---

(۱) تہائی مال کی قید اس لئے لگادی گئی کہ وصیت صرف تہائی مال میں جاری ہوتی ہے اور یہ صورت بھی وصیت کے مثل ہے۔

فرضیت ساقط نہ ہوگی اگر چہ بعد حج کے ان دونوں میں سے کسی ایک کی تخصیص کر لے، ہاں (۱) اگر کوئی وارث اگر اپنے دو موروثوں کی طرف سے بغیر ان کی وصیت کے حج کرے تو درست ہے یعنی اگر ان دو موروثوں میں سے کسی ایک کے ذمہ حج فرض تھا اور اس نے بعد حج کرنے کے اس کی تخصیص کر لی کہ میں اس کی طرف سے حج کرتا ہوں تو اس کے ذمہ سے فرض (۲) اتر جائے گا۔

(۱۴) جس سے حج کرایا جائے وہ مسلمان ہو۔

(۱۵) جس سے حج کرایا جائے وہ عاقل ہو، مجنون نہ ہو۔

(۱۶) جس سے حج کرایا جائے وہ سمجھدار ہو گو نابالغ ہو۔ ناسمجھ بچے سے اگر حج کرایا جائے تو فرضیت ساقط نہ ہوگی۔

(۱۷) جو شخص دوسرے کی طرف سے حج کرنے جائے حج اس سے فوت نہ ہو اگر ہو جائے گا اور وہ پھر قضا کرے گا تو دوسرے کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی یہ سب شرائط فرضیت ساقط ہونے کے لئے ہیں محض ثواب پہنچانے کے لئے ان شرائط کی ضرورت نہیں۔ (۳) ان شرائط کے سوا اور کوئی شرط ہمارے یہاں نہیں ہے ہمارے یہاں عورتوں سے، غلام سے اور اس شخص سے جس نے اپنے لئے کبھی حج نہ کیا ہو حج کرا لینا درست ہے۔ فرضیت ساقط ہو جائے گی، ان شرائط کے علاوہ اور شرائط بھی علماء نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں حتیٰ کہ صاحب لباب المناسک نے بیس شرطیں گنا دی ہیں لیکن بعض تو ان میں مکرر ہیں یعنی صرف عبارت کا فرق ہے۔ مآل ایک ہی ہے اس لئے ہم نے ان کو حذف کر دیا اور بعض درحقیقت شرط ہی نہیں ہیں مثلاً صاحب درمختار اور صاحب لباب المناسک وغیرہما لکھتے ہیں کہ جس سے

---

(۱) مثلاً بیٹا اپنے ماں باپ دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھے چنانچہ اس کے فضائل احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہوئے ہیں دار قطنی میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو اللہ اس کا حج پورا کر دے گا اور اس کو دس حج کے برابر ثواب ملے گا اور قیامت کے دن نیک لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے غافل ہیں اگر حج کرنے جاتے ہیں تو اپنے ماں باپ کو اس کا ثواب نہیں پہنچاتے حالانکہ اس سے ان کا نقصان نہ ہوگا ان کا فرض اتر ہی جائے گا۔

(۲) اس مقام پر ایک یہ بات باقی ہے کہ اگر یہ حج اس وارث نے اپنا فرض اتارنے کے لئے کیا ہو تو صرف مورث کا فرض اترے گا یا صرف اس کا یا دونوں کا۔ محققین فقہا کی تحریر اور ظاہر احادیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا اتر جائے گا ۱۲۔ (ردالمحتار)

(۳) امام شافعی کے نزدیک اس کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں مثلاً مرد ہونا، آزاد ہونا اور اپنی طرف سے حج کر چکنا ان کے نزدیک عورت اور غلام اور اس شخص کا حج دوسرے کی طرف سے درست نہیں جس نے کبھی اپنے لئے حج نہ کیا ہو ۱۲۔

حج کرایا جائے اس سے اجرت کا معاملہ نہ کیا جائے یعنی یوں نہ کہا جائے کہ ہم تم کو اس قدر روپیہ دیں گے۔ تم اس کے عوض میں ہماری طرف سے حج کر آؤ مگر ایسا کیا جائے گا تو حج کرانے والے کی طرف سے وہ حج صحیح نہ ہوگا حالانکہ یہ قول خلاف تحقیق اور خلاف ظاہر (۱) روایت ہے محققین نے لکھا ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں عبادت کی اجرت لازم آتی ہے اور عبادت پر اجرت (۲) لینا ناجائز ہے لہذا اس قسم کا معاملہ جائز ہی نہ ہوگا اور یہ اجارہ باطل ہو جائے گا اور حج کرنے والے کو صرف اسی قدر روپیہ دینا ہوگا جو حج میں خرچ ہوا ہے خواہ اجارہ اس سے کم پر ہوا ہو زیادہ اور حج اس کی طرف سے درست ہو جائے گا مثال زید نے عمرو سے کہا کہ ہم تم کو پانچ سو روپیہ دیں گے تم ہماری طرف سے حج کر آؤ تو یہ اجارہ باطل ہے زید کو صرف اسی قدر روپیہ دینا ہوگا جو عمرو نے حج میں خرچ کیا ہو خواہ پانچ سو سے زیادہ ہو یا پانچ سو سے کم (ردالمختار وغیرہ)

شرائط کا بیان تو ہو چکا اب مسائل کا بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) جس شخص کو حج کے لئے بھیجا ہے اگر وہ محصر ہو جائے تو احصار کی قربانی کی قیمت اسی شخص کے ذمہ واجب ہے جس نے حج کے لئے بھیجا ہے اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے تہائی (۳) مال سے لی جائے پھر سال آئندہ میں ایک حج اس حج کے بدلے کرے جیسا کہ احصار کا عام قاعدہ ہے پھر اس کے بعد دوسرے سال ایک حج حج کرنے والے کی طرف سے کرے۔

(۲) جس شخص کو حج کے لئے بھیجا ہے اگر اس سے حج فوت ہو جائے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کے قصور سے فوت ہوا ہے یا کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے پہلی صورت میں اس پر ضروری ہوگا کہ بھیجنے والے کا جس قدر روپیہ خرچ کیا تھا اس کو اپنا سمجھے اور پھر اپنے پاس سے خرچ کر کے علاوہ اس حج کے جو فوت ہو جانے کے بدلے میں اس کو کرنا پڑے گا، حج کرانے والے کے لئے ایک حج اور کرے۔

---

(۱) ظاہر روایت اس مسئلہ کو کہتے ہیں جو امام محمد کی ان چھ کتابوں میں ہوں۔ (۱) جامع صغیر، (۲) جامع کبیر، (۳) سیر صغیر (۴) سیر کبیر، (۵) زیادات، (۶) مبسوط ۱۲۔

(۲) متاخرین علماء نے بعض بعض عبادتوں پر اجرت لینے کو جائز لکھا ہے مثلاً تعلیم دین۔ اور اذان و امامت وغیرہ کے اس مسئلہ کو اگر خدا نے چاہا تو ہم بہت مدلل و مبسوط بیان کریں گے ۱۲۔

(۳) بعض فقہا کہتے ہیں کہ تہائی مال سے نہیں بلکہ کل مال سے یعنی اگر کل مال قربانی میں خرچ ہو جائے تو خرچ کر دیں گے بعض نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے مگر زیادہ قوی وہی قول ہے جو کتاب میں لکھا گیا۔

(۳) قران اور تمتع کی قربانیاں اور جنایت (۱) کی قربانی حج کرنے والے کے ذمہ ہوں گی نہ حج کرنے والے کے اگر (۲) حج کرانے والے نے تمتع یا قران کی اجازت دی ہو۔

(۴) اگر دوسرے کی طرف سے حج کرنے والا حج کو فاسد کردے تو اس کی قضا سال آئندہ میں اس کے ذمہ ضروری ہوگی مگر یہ قضا کا حج کرنے والے کی طرف سے نہ ہوگا بلکہ حج کرانے والے کے لئے اس کے علاوہ ایک حج اور اس کو کرنا پڑے گا اور اس کا خرچ اس کو اپنے پاس سے کرنا پڑے گا حج کرانے والے سے تو پہلے ہی لے چکا ہے۔

(۵) جس کو کسی میت کی طرف سے حج کے لئے بھیجا ہے اگر وہ وقوف عرفات سے پہلے مر جائے یا اس کا روپیہ چوری ہوجائے تو جسقدر مال میت کا باقی ہے اس کی تہائی سے دوسرا حج کرایا جائے اسی مقام سے جہاں وہ میت رہتا تھا اور اگر تہائی مال اس قدر نہ ہو تو جہاں سے ممکن ہو وہیں سے حج کرادیا جائے پھر اگر یہ دوسرا شخص جو بھیجا گیا اس پر بھی وہی واقعہ پیش آئے یعنی مر جائے یا اس کا مال چوری ہوجائے تو پھر جس قدر مال میت کا باقی ہے اس کے تہائی سے پھر حج کرایا جائے اگر یہ واقعہ پھر پیش آجائے تو پھر ایسا ہی کیا جائے یہاں تک کہ سب مال ختم ہوجائے یا اس قدر مال رہ جائے جس میں حج نہیں ہوسکتا۔

(۶) حج کے لئے کسی دوسرے کو بھیجنا یا بھیجنے کی وصیت کرجانا اسی حالت میں ضروری ہے کہ اس پر حج فرض ہوچکا ہو اور خود نہ جاسکے، اگر کوئی شخص حج کے لئے گھر سے چلا جائے مگر وقوف عرفات سے پہلے مر گیا تو اس پر حج کے لئے وصیت کرنا اسی حالت میں ضروری ہے کہ جس سال حج اس پر فرض ہوا تھا اس سال سے اس نے تاخیر کردی ہو اگر اسی سال حج کرنے چلا گیا تو پھر وصیت کرجانے کی کچھ حاجت نہیں۔

(۷) اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ تو اسی سال جا کر میری طرف سے حج کرآ اور وہ اس سال نہ جائے تو وہ مخالفت (۳) کرنے والا نہ سمجھا جائے گا اور جب حج کرے گا درست ہوجائے گا، یعنی بھیجنے والے کی طرف سے فرض ادا ہوجائے گا۔

---

(۱) جنایت کی قربانی کا اس کے ذمہ ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ اسی کا قصور ہے سزا بھی اسی کو ملنی چاہئے باقی رہی قران اور تمتع کی قربانی کا تو اس کے ذمہ واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں قربانیاں شکریہ کی ہیں اور یہ شکریہ اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو حقیقۃً تمتع اور قران کرے اور حقیقۃً ان کا کرنے والا یہی شخص ہے نہ بھیجنے والا ۱۲۔

(۲) یہ شرط اس واسطے لگائی گئی کہ اگر اس نے اجازت نہ دی ہوگی تو یہ حج اس کی طرف سے نہ ہوگا اور ایسی حالت میں بدرجہ اولی اسی شخص کے ذمہ تمتع اور قران کی قربانی واجب ہوئی ۱۲۔

(۳) اوپر مذکور ہوچکا ہے کہ اگر حج کرنے والے کے حکم کی مخالفت کرے گا تو حج اس کی طرف سے نہ ہوگا ۱۲۔

(۸) جس قدر روپیہ کسی شخص کو حج کرنے کے لئے دیا جائے اگر اس میں کمی پڑ جائے تو وہ اس قدر بھیجنے والے سے اور لے اور اگر کچھ بچ رہے تو واپس کرے، ہاں اگر بھیجنے والا یہ کہے کہ جس قدر بچ جائے اس کی بابت میں تجھے اختیار دیتا ہوں کہ جس کو چاہے دے دے چاہے خود اپنے صرف میں لے آئے تو اس صورت میں بچے ہوئے روپیہ کا اپنے صرف میں لے آنا اس شخص کے لئے جائز ہو جائے گا۔

حج کی نذر ماننا

حج جس طرح کہ خدا کی طرف سے جب اس کی شرائط پائے جائیں فرض ہے اور اس حج کو حجۃ الاسلام کہتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص حج کی نذر مانے تو وہ بھی واجب ہو جاتا ہے اور اس شخص پر حج کرنا ضروری ہو جاتا ہے، یہی حال تمام عبادات کا ہے اگرچہ وہ فی نفسہ واجب نہ ہوں مگر نذر کرنے سے واجب ہو جاتی ہے۔

تیسری جلد میں نذر روزہ کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ نذر کے الفاظ میں قسم کا بھی احتمال ہے جس لفظ سے نذ کا مفہوم ادا ہوتا ہے اسی سے قسم کا بھی مطلب سمجھا جاتا ہے دونوں مثل لازم وملزوم کے ہیں نذر کہتے ہیں کہ ایک غیر واجب چیز کے واجب کر لینے کو اور قسم کہتے ہیں (۱) مباح چیز کے حرام کر لینے کو پس جب کسی غیر واجب چیز کو کرنا اپنے اوپر واجب کیا جائے گا تو اس کا نہ کرنا جو مباح تھا حرام ہو جائے گا۔ مثلاً جس کسی شخص نے نفل نماز کی نذر مانی تو اب اس نفل نماز کا پڑھنا اس پر واجب ہو گیا اور اس نفل کا نہ پڑھنا جو اس کے لئے مباح تھا اس پر حرام ہو گیا۔ برخلاف بیان سابق کے حج کی اگر کوئی شخص نذر مانے گا تو اس سے قسم مراد نہ ہوگی، یعنی اگر چاہے کہ حج نہ کرے اور جس طرح قسم کا کفارہ دینے سے قسم کے خلاف کرنے کا گناہ اتر جاتا ہے اس کا کفارہ دے کر نذر کے حج نہ کرنے کے گناہ سے سبکدوش ہو جائے تو ممکن نہیں (عالمگیریہ)

نذر اگر کسی شرط پر معلق کی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میرے

---

(۱) مباح اس فعل کو کہتے ہیں جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو یعنی جس طرح اس کے کرنے میں ثواب نہیں اسی طرح اس کے نہ کرنے میں کچھ گناہ نہیں ۱۲۔

اوپر ایک حج ضروری ہے یا میں ایک حج کی نذر مانتا ہوں تو جب وہ شرط ہو جائے گی حج کرنا اس پر ضروری ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں احرام کی نذر مانتا ہوں یا مکہ مکرمہ یا کعبہ معظمہ جانے کی نذر مانتا ہوں اور اس کے ساتھ حج یا عمرہ کی تخصیص نہ کرے تو اس پر ایک حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا دونوں میں سے جس کو ادا کرلے گا نذر پوری ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص پیادہ پا حج یا عمرہ کرنے کی نذر کرلے تو صحیح یہ ہے کہ اس کو اپنے مکان سے مکہ مکرمہ تک پیادہ پا جانا ضروری ہے اور حج میں طواف زیارت کے بعد اور عمرہ میں سعی کے بعد اس کو سوار ہو جانا جائز ہو جائے گا۔ اگر اس کے خلاف کرے گا یعنی پورا راستہ یا اس کا اکثر حصہ سواری پر قطع کرے گا تو اس کو ایک قربانی کرنی ہوگی۔ (عالمگیریہ)

اگر کوئی شخص مکہ معظمہ یا کعبہ شریفہ تک پیادہ پا جانے کی نذر کرے تو یہ نذر لغو ہو جائے گی یعنی اس پر حج یا عمرہ واجب نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں حجۃ الاسلام دو دفعہ کرنے کی نذر کرتا ہوں تو اس کی یہ نذر لغو ہو جائے گی حجۃ الاسلام ایک بار سے زیادہ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص ایک ہی سال کئی حج کرنے کی نذر مانے تو جتنے حجوں کی نذر کرے گا سب اس پر لازم ہو جائیں گے مگر ایک سال میں ایک ہی حج کرنا ہوگا۔

اگر کوئی شخص مثلاً ایک سال میں تیس حج کی نذر مانے اور اپنے بدلے تیس آدمیوں کو ایک ہی سال میں حج کرنے کے لئے بھیج دے تو اگر حج کا زمانہ آنے سے پہلے وہ خود کرنے سے معذور ہو گیا یا مر گیا تو وہ کل حج اس کی طرف سے ہو جائیں گے اور اگر حج کے زمانے میں وہ صحیح وتندرست رہا کہ خود حج کرسکتا ہے تو انتیس حج اس کی طرف سے ہو جائیں گے۔ ایک حج نہ ہوگا۔ اور یہ ایک حج جب خود ہی کرے گا تب ادا ہوگا۔

اگر کوئی نذر کا حج کرنے جائے اور ابھی تک اس نے حجۃ الاسلام سے فراغت نہ کی ہو اور اس کی فرضیت کی شرائط اس میں پائے جاتے ہوں تو اسی حج نذر کے ضمن میں حجۃ الاسلام بھی ادا ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اسکی نیت کرے ورنہ جیسی نیت کرے گا ویسا ہی ہوگا (عالمگیری)

متفرق مسائل

(۱) اگر وقوف عرفات کے بعد کچھ لوگوں کی شہادت سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ آج آٹھویں تاریخ ہے تو یہ شہادت مان لینی چاہئے اور دوسرے دن نویں کو پھر وقوف کرنا چاہئے اور اگر دسویں تاریخ کو شہادت گذرے کہ جس دن وقوف کیا گیا وہ آٹھویں تاریخ تھی تو یہ شہادت قبول نہ کی جائے گی اور وقوف صحیح ہو جائے گا اور اگر آٹھویں تاریخ کو اس بات کی شہات گذر جائے کہ آج نویں تاریخ ہے تو اس صورت میں اگر امام اور اکثر حاضرین وقوف عرفات کر سکیں تو شہادت مان لی جائے۔ اور اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو شہادت نہ مانی جائے اور جو لوگ شہادت دیتے ہیں ان کو بھی یہی حکم دیا جائے گا کہ تمام لوگوں کے ہمراہ تم بھی وقوف کرو اور اگر وہ لوگ اس کے خلاف کریں گے یعنی اپنی شہادت کے موافق عمل کریں گے اور لوگوں کی رفاقت چھوڑ دیں گے تو ان کا حج نہ ہوگا (تبیین الحقائق)

حاصل یہ کہ جس صورت میں شہادت کے مان لینے سے کل لوگوں یا اکثر لوگوں کا حج فوت ہوتا ہو اس صورت میں شہادت نہ قبول کی جائے گی اور جس صورت میں کسی کا حج فوت نہ ہوتا ہو یا ہوتا ہو تو تھوڑے سے آدمیوں کا تو اس صورت میں شہادت قبول کی جائے گی (عالمگیریہ)

(۲) اگر کوئی عورت حج کے زمانہ سے بہت پیشتر احرام باندھ لے اگرچہ شوہر نے اجازت بھی دے دی ہو تب بھی شوہر کا اختیار ہے کہ اس کا احرام توڑ ڈالے ہاں اگر اس نے کچھ تھوڑے دنوں زمانہ حج سے پیشتر احرام باندھا ہو تو پھر نہیں توڑ واسکتا۔

(۳) لونڈی غلام نے اگر بغیر اجازت اپنے مالک کے احرام باندھ لیا ہو تو مالک ان کا احرام توڑ واسکتا ہے اور اس صورت میں وہ لونڈی غلام محصر سمجھے جائیں گے احصار کی قربانی اور حج کی قضا انہیں کے ذمہ ہوگی جس کو وہ بعد آزاد ہونے کے بجالائیں اور اگر مالک اجازت دے چکا ہو تب بھی اس کو اختیار احرام توڑ وادینے کا ہے مگر اس صورت میں احصار کی قربانی مالک کے ذمہ ہوگی۔ مگر اجازت دے چکنے کی بعد احرام توڑ وادینا مکروہ ہے۔

(۴) لونڈی غلام کا خرید وفروخت کرنا بحالیکہ وہ احرام باندھے ہوئے ہوں جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے چاہے ان کو احرام پر باقی رہنے دے چاہے توڑ وادے۔

(۵) جب مالک اپنی لونڈی غلام کا یا شوہر اپنی بی بی کا احرام تڑوانا چاہے تو اس کو چاہئے کہ احرام توڑنے کے لئے ایسا فعل کرے جس کی جنایت کم ہو۔ مثل ناخون کتروا دینے یا بال کتروا دینے وغیرہ کے۔

(۶) حج فرض اطاعت والدین سے بہتر ہے۔

(۷) کعبہ مکرمہ کی پوشش اور آب زمزم کا تبرکاً اپنے وطن لے جانا مستحسن ہے۔

حق تعالیٰ کی مدد سے علم الفقہ میں حج کا بیان ختم ہوگیا اب روضۂ مقدس جناب عرش اشتباہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا بیان کیا جاتا ہے جس سے اکثر فقہ کی کتابیں خالی ہیں اور یہ بسط و تفصیل تو شاید کسی کتاب میں ہو۔ و منه الاعانة.

سرورانبیاء ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت باسعادت کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

حج کا بیان ختم کرنے کے بعد روضہ اقدس کی زیارت کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوا۔ کیونکہ حج اگر فرض ہے تو یہ زیارت واجب ہے جیسا کہ ہمارے آئندہ بیان سے بخوبی واضح ہوگا۔ ہمارے فقہا نے اگرچہ اس مقام پر بہت اختصار سے کام لیا ہے مگر میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں اس بیان کو بھی بسط کے ساتھ زیب رقم کروں، کیا عجب کہ پسند بارگاہ کریم وہاب ہو جائے اور اس آشفتہ روزگار کی نجات کا وسیلہ بن جائے کیونکہ یہ اس کے محبوب کا ذکر ہے اگرچہ ان کی شان رفیع کے شایان نہیں نہ صورۃً نہ معنیً مگر تاہم بہت کچھ امید ہے حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کا توسل رائیگاں نہیں ہوتا ان کے دروازے سے کوئی سائل محروم نہیں لوٹا

الی بابہ[1] العالی مددت یدالرجا
ومن جاء ھذا الباب لا یخشی الردا

میں اس بیان میں سب سے پہلے مختصراً کچھ فضائل مدینہ منورہ کے بیان کروں گا اس کے بعد پھر اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے گی کہ زیارت روضۂ اقدس واجب ہے یا سنت اور اس کے بعد زیارت کا طریقہ اور اس کی دعائیں لکھوں گا۔

---

(۱) ترجمہ۔ میں نے ان کے بلند دروازہ کی طرف امید کا ہاتھ پھیلایا ہے اور جو شخص اس دروازہ میں آیا نامراد لوٹنے سے بے خوف رہا۔

مدینہ منورہ کے فضائل

اگر درمکہ مقام ابراہیم است
بہ مدینہ آکہ مقام محمد ﷺ است
اینجا بیا کہ مہبط اسرار ایزدی ست
اینجا بیا کہ مشرق نور محمدی ﷺ ست
اینجا بیاکہ نور یقین جلوہ می کند
خوش وقت آں کسیکہ بایں نور مہتدی ست
اینجا نزول مائدہ عیش دائمی ست
اینجا وصول فائدہ فیض سرمدی ست
اے درحجاب ظلمت وشک ایں طرف بیا
تا بنگری بہ چشم کے دیں دین احمدی ﷺ ست

مدینہ منورہ کا تقدس اوراس کی عظمت شان صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ وہ بہترین انبیا ﷺ کا مسکن تھا اوراب ان کا مدفن ہے یہ ایک ایسی بڑی فضیلت ہے جو کسی دوسرے مقام کو نصیب نہیں اورکوئی دوسری فضیلت کیسی ہی کیوں نہ ہواس کی ہمسری کسی طرح نہیں کرسکتی۔

ای خوش آن سر زمین کہ منزل تست
یا براین جا گذار محمل تست
ہر کجابہ گذری چوباد بہار
زہد جز شمیم مشک تتار
روی مجنوں براں زمین اولے
کہ بود پائے ناقۂ لیلےٰ

مدینہ منورہ کے نام احادیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں یہ بھی ایک شعبہ اس کی فضیلت کا ہے کہ ان ناموں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ نہایت پاک اور پاکیزہ مقام ہے نجاست معنوی یعنی شرک وکفر سے بھی

پاک ہے اور نجاسات ظاہری سے بھی بری ہے اور وہاں
کی درودیوار اور ہر چیز میں حتیٰ کہ مٹی میں بھی نہایت
لطیف خوشبو آتی ہے جو ہرگز کسی دوسری خوشبودار چیز میں
پائی نہیں جاتی اس خوشبو کا ادراک اکثر اہل ایمان کرتے
ہیں خاص کر وہ لوگ جن کے دل حضرت سید المرسلین ﷺ
کی محبت سے لبریز ہے اس خوشبو دلربا کی کیفیت سے
خوب واقف ہیں حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں ایک عجیب خوشبو ہے جو
مشک وعنبر میں ہرگز نہیں، شیخ ابوعبداللہ عطار کا شعر ہے کہ

بطیب رسول اللہ طاب نسیمها
فما المسک والکافور و الصندل الرطب

ترجمہ:۔رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے اس کی ہوا خوشبودار ہوگئی ہے پس نہ مشک (اس کی برابری کر سکتا) اور نہ کافور اور صندل تر)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ منورہ کو بے خوشبو کہے یا وہاں کی ہوا خراب کہے وہ واجب التعزیر ہے اسے قید کر دینا چاہئے یہاں تک کہ صدق دل سے توبہ کرے ارض اللہ دار الهجرة بیت رسول الله صلى الله محبوبه حسنه اور بھی بہت سے نام ہیں جو علماء نے ذکر کئے ہیں سب سے زیادہ مشہور نام مدینہ ہے احادیث میں مدینہ منورہ کے فضائل بہت وارد ہوئے ہیں اس مقام پر صرف چند حدیثیں صحیح صحیح لکھی جاتی ہیں۔

(۱) جب شروع شروع میں رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں اس وقت وہاں کی آب و ہوا نہایت ناقص و خراب تھی اکثر وبائی بیماریاں رہتی تھیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ آتے ہی سخت بیمار ہو گئے تھے تو اس وقت رسول خدا ﷺ نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے جیسا کہ ہم لوگوں کو مکہ سے محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اے اللہ ہمارے صاع اور مد میں برکت دے او مدینہ کی آب و ہوا کو درست کر دے اور اس کا بخار جحفہ کی طرف بھیج دے (صحیح بخاری)

(۲) آنحضرت ﷺ کو مدینہ منورہ سے اس قدر محبت تھی کہ جب کہیں سفر میں تشریف

لے جاتے تو لوٹتے وقت جب مدینہ منورہ قریب رہ جاتا اور اس کی عمارتیں دکھائی دینے لگتیں تو حضرت اپنی سواری کو کمال شوق میں تیز کر دیتے اور فرماتے کہ طابہ آ گیا (صحیح بخاری) اور اپنی چادر مبارک اپنے شانہ اقدس سے گرا دیتے اور فرماتے کہ یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں۔ صحابہؓ میں جو کوئی بوجہ گرد وغبار کے اپنا منہ بند کرتا تو آپ منع کرتے اور فرماتے کہ مدینہ کی خاک میں شفا ہے (جذب القلوب)

(۳) نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا جیسے کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے۔ (صحیح بخاری)

(۴) نبی ﷺ نے فرمایا کہ دجال کا گذر ہر شہر میں ہوگا مگر مکہ و مدینہ نہ آنے پائے گا، فرشتے ان شہروں کی محافظت کریں گے۔

(۵) نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ مدینہ برے آدمیوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے لوہے کی بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے۔ (صحیح بخاری)

یہ خاصیت مدینہ منورہ میں ہر وقت موجود ہے چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ منورہ سے شام آنے لگے تو بہت خائف تھے اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ نخشی ان نکون ممّن نفتہ المدینہ یعنی ہم کو خوف آتا ہے کہ کہیں ہم ان لوگوں میں تو نہیں ہیں جن کو مدینہ نکال دیتا ہے اور خاص کر اس خاصیت کا ظہور قیامت کے قریب بہت اچھے طور پر ہوگا۔ تین مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آئے گا جس قدر بدباطن لوگ اس وقت وہاں پناہ گزین ہوئے ہوں گے نکل جائیں گے۔

(۶) نبی ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے چلنے لگے تو دعا کی اے پروردگار اگر تو مجھے اس شہر سے نکالتا ہے جو تمام مقامات سے زیادہ مجھے محبوب ہے تو اس مقام میں مجھے لے جا جو تمام شہروں سے زیادہ تجھے محبوب ہو۔

(۷) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس سے یہ بات ہو سکے کہ مدینہ میں مرے اس کو چاہئے کہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مر جائے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دوں گا اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں کو میری شفاعت کی دولت نصیب ہوگی وہ اہل مدینہ ہوں گے بعد اس کے اہل مکہ بعد اس کے اہل طائف، اسی وجہ سے اکثر حضرت عمرؓ دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں مروی

ہے کہ اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ خدا کی راہ میں شہید بھی ہوئے اور خاص کر مدینہ منورہ میں حضرت حبیب خدا ﷺ کے ہمراہ مدفون ہوئے اسی وجہ سے امام مالکؒ حج کرنے کے لئے صرف ایک بار گئے اور حج کر کے فوراً مدینہ منورہ واپس آ گئے کبھی مدینہ منورہ سے باہر نہیں گئے کہ مبادا مدینہ سے باہر موت نہ آ جائے تمام عمر مدینہ میں رہے اور وہیں وفات پائی۔

(۸) نبی ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے اور وہی میرا مدفن ہے اور وہیں سے میں قیامت کے دن اٹھوگا جو شخص میرے پڑوسیوں (یعنی اہل مدینہ کے حقوق کی حفاظت کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دوں گا دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کرے گا وہی ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۹) مدینہ کی خاک پاک میں اور وہاں کے میوہ جات میں حق تعالیٰ نے تاثیر شفا ودیعت فرمائی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے ایک مقام ہے وادی بطحان وہاں کی مٹی سرور عالم ﷺ مرض تپ میں تجویز فرماتے تھے اور فوراً ہی شفا ہوتی تھی اکثر علماء نے اس مٹی کے متعلق اپنا تجربہ بھی لکھا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا میرے پیر میں ایک مرض سخت پیدا ہو گیا کہ تمام اطباء نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اس مرض کا آخری نتیجہ موت ہے صحت دشوار ہے، میں نے اس خاک پاک سے اپنا علاج کیا تھوڑے ہی دنوں میں بہت آسانی سے صحت حاصل ہو گئی اس قسم کی خاصیتیں وہاں کی کھجور میں بھی مروی ہیں اور لوگوں نے تجربہ بھی کیا ہے اگرچہ بعد ثابت ہو جانے اس امر کے کہ حضرت سرور عالم ﷺ نے یوں فرمایا ہے کہ کسی کے تجربہ کی کچھ حاجت نہیں یہ تو شفائے جسمانی ہے اہل ایمان تو وہاں کی خاک پاک میں شفائے روحانی کا یقین رکھتے ہیں۔

(۱۰) منجملہ فضائل مدینہ منورہ کے یہ ہیں کہ وہاں مسجد شریف نبوی ہے جو آخر مساجد انبیاء ہے اور مسجد قبا جو دین اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے اور جس کی تعریف قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اور اس کو مسجد تقویٰ کا لقب دیا گیا ہے۔

مسجد نبوی ﷺ کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں۔جس مسجد میں حضرت سرورانبیاء ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اس کی تعمیر اپنے اہتمام سے فرمائی اوراس کو اپنی مسجد فرمایا اس کی فضیلت اور بزرگی کوئی کیا بیان کرسکتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک نماز میری مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازوں سے جو اور کسی مسجد میں ہوں سوا کعبہ مکرمہ کے اور نیز فرمایا کہ لوگوں کو کسی مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں سوا ان تین مسجدوں کے میری مسجد اور مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس۔

مسجد قبا کے فضائل بھی بہت ہیں حضرت سرور عالم ہفتہ میں ایک بار ضرور وہاں تشریف لے جاتے تھے کبھی سوار ہو کر کبھی پیادہ پا (صحیح بخاری)

(۱۱) صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے گھر یعنی (روضہ مقدس) اور میرے منبر کے درمیان میں ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے اور میرا منبر (قیامت کے دن) میرے حوض کے اوپر ہوگا۔

علماء نے اس حدیث کے کئی مطلب بیان کئے ہیں مگر صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ خطۂ پاک جو روضہ اقدس اور منبر اطہر کے درمیان ہے بعینہ اٹھ کے جنت الفردوس میں چلا جائے گا جس طرح کہ دنیا کے تمام مقامات برباد ہو جائیں اس مقام مقدس پر کوئی آفت نہ آئے گی۔یہی مطلب ہے کہ اس کے باغ ہونے کا منجملہ باغات بہشت کے۔اور حضرت کا منبر عالی قیامت میں ازسرنو اعادہ کیا جائے گا جس طرح کہ آدمیوں کے بدنوں کا ہوگا پھر وہ منبر آپ کے حوض پر نصب کردیا جائے گا۔

(۱۲) صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مدینہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک حرم ہے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں کوئی نئی بات (ظلم ومعصیت کی) کی جائے جو شخص اس میں نئی بات کرے گا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت،علماء نے اس حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا ہے۔امام شافعی کے نزدیک مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کے لئے بھی حرم ہے جس طرح مکہ کے حرم میں جدال وقتال اور درخت کاٹنا،شکار کرنا منع ہے اور ان افعال کے ارتکاب سے (۱) جزا واجب ہوتی ہے انہوں نے مدینہ کے حرم کی بھی ہر جانب سے تحدید کی ہے امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مدینہ کے لئے حرم

(۱) امام شافعی کا قدیم قول ہے جدید قول میں وہ اس امر کے قائل ہوگئے ہیں کہ جزا واجب نہیں ہوتی۔(ردالمحتار)

نہیں ہے اس حدیث میں صرف مدینہ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے اور وہاں ظلم و بدعت کا سد باب منظور ہے دلائل اس کے کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

(۱۳) تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقدس حصہ جو جسم اطہر نبوی ﷺ سے متصل ہے تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ بلکہ عرش عظیم سے بھی اب اس کے بعد اختلاف ہے کہ آیا مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ صحیح یہ ہے کہ کعبہ کو چھوڑ کر مکہ کے باقی حصہ پر مدینہ کا باقی حصہ افضل ہے، حضرت امیر المومنین عمرؓ اور صحابہؓ کا یہی مسلک ہے احادیث صحیحہ سے بھی اسی مسلک کی تائید ہوتی ہے علماء محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

امام مالک اپنے موطائیں میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بطور زجر و انکار کے عبداللہ بن عباس مخزومی سے کہا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے؟ انہوں نے کہا مکہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے اس وجہ سے میں اس کو افضل کہتا ہوں حضرت عمر نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا پھر فرمایا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے؟ انہوں نے پھر وہی کہا کہ مکہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ میں خدا کے حرم اور اس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا۔ کئی بار حضرت عمرؓ نے اس کلام کی تکرار فرمائی اور چلے گئے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کعبہ کو مستثنیٰ کر کے مدینہ کو مکہ سے افضل کہتے تھے اور یہی حق ہے۔

زیارت روضۂ مقدسہ کے فضائل اور اس کا حکم

حضرت سید المرسلین ﷺ کی زیارت سرمایۂ سعادت دنیا و آخرت ہے اور اہل ایمان و محبت کا مقصد اصلی حقیقی غایت اس کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں قسم ہے رب العرش کے عزت و جلال بے زوال کی کہ اگر اس زیارت میں کچھ بھی ثواب نہ رکھا جاتا اور اس کا معاوضہ آخرت میں کچھ بھی نہ دیا جاتا تب بھی مشتاقان بے دل کی یہی حالت ہوتی اور حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے اس وقت بھی اسی طرح مہینوں بلکہ برسوں کا سفر اختیار کر کے دشوار گذار راستوں سے عبور کر کے فوج کی فوج اس آستانہ عالی کی زیارت کے لئے آتے ان کے مصائب سفر اور تمام تکالیف کا یہی معاوضہ بس ہے کہ روضہ محبوب کی زیارت

نصیب ہو جائے اور سرور انبیاء کی مقدس چوکھٹ کی جبہ سائی کی دولت مل جائے۔ ؎

سلام علی انوار طلعتک التی
اعیش بھا شکراً وافنی بھا وجدا
لعلک ان تعطف علینا بنظرۃ
تریٰ ما اسرا لوجد وما ابداً
وانت ملاذ العبدیاغایۃ المنیٰ
ویا سید اقدسا ومن جاءہ عبداً
وانت ارادتی وانت وسیلتی
فیا حبذا انت الوسیلۃ والقصدا

مگر اس بارگاہ رحمت کرامت کی فیاضی کا مقتضےٰ ہے کہ جو لوگ اس آستانہ عالی کی زیارت کے لئے جاتے ہیں ان کے لئے علاوہ اس دولت بے بہا یعنی دیدار جمال بے مثال روضۂ سرور انبیاء کے اور بھی بڑے بڑے اعلیٰ مدارج کا وعدہ کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر دو چار حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوتی ہے۔

(۲) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کو کوئی کام نہ ہو تو میرے اوپر ضروری ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

(۳) نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص حج کرے پھر بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

(۴) نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قصد کر کے میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام میں مرجائے گا اس کو اللہ

عہ۔ ترجمہ۔ یارسول اللہ آپ کے روئے مبارک کے انوار پر سلام ہو جن کی وجہ سے میں شکر کر کے زندہ رہتا ہوں اور ان کے سبب سے وجد میں آ کر فنا ہو جاتا ہوں کاش اگر آپ ہماری طرف ایک نظر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ محبت نے ہمارے ظاہر و باطن میں کیا حالت پیدا کی ہے۔ اور اے تمام مقاصد کی غایت آپ (اپنے) غلام کی جائے پناہ ہیں۔ اور اے ایسے سردار کہ جو غلام آپ کے پاس آیا وہ سردار بن گیا۔ اور آپ ہی میرے مطلوب اور میرے وسیلہ ہیں ۔پس کیا اچھے آپ وسیلہ اور کیا اچھے مقصود ہیں ۱۲۔

قیامت کے دن بے خوف لوگوں میں اٹھائے گا۔

(۵) نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گا گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی اور میری امت میں جس کسی کو مقدور ہو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں (سنا جائے گا)

احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ایسے اشارات صریحہ موجود ہیں جو زیارت قبر اقدس واطہر کی ترغیب دیتے ہیں منجملہ ان کے ایک آیت یہ ہے۔(۱) **ولو انھم اذا ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفر اللہ واستغفر لھم الرسول لوجد اللہ توابا الرحیما**. ترجمہ۔ اور اگر وہ لوگ جبکہ اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے (اے نبی) تمہارے پاس آتے پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول (یعنی تم بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو بے شک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے، اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کے پاس جانا اوران سے استغفار کرنا باعث مغفرت ہے اور انبیاء علیہ السلام کے لئے حیات (۲) ابدی کا ثبوت تمام اہل اسلام کو مسلم اور قرآن واحادیث سے واضح طور پر ظاہر ہے لہذا یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ فضیلت صرف اسی زمانہ کے لوگوں کو نصیب ہوسکتی تھی اب اس کا وقت جاتا رہا۔

---

(۱) یہ آیت اگرچہ خاص لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر تمام مسلمانوں کا متفقہ اصول ہے کہ آیت اپنے مورد نزول کے ساتھ خاص نہیں رہتی ۱۲۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کی حیات میں تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے سب اس امر کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات کے زندہ ہوجاتے ہیں اور وہ زندگی اس دنیاوی زندگی سے بدرجہا کامل اور فائق ہوتی ہے احادیث صحیحہ بھی اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔ **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون**.

ترجمہ:۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اور واقعات ہیں مثلاً حضرت موسیٰ کا اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دینا اور حضرت سعید بن مسیب کا ہمارے نبی ﷺ کی قبر اقدس سے آواز نماز کی سننا جبکہ یزید کے زمانہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں نماز اور اذان نہیں ہوئی مگر اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قیام قبروں میں رہتا ہے یا قبر سے منتقل ہوکر آسمان پر رہتے ہیں محققین اس امر کے قائل ہیں کہ ان کا قیام قبروں میں رہتا ہے اور ان کی قبر باعتبار رتبہ کے اور نیز باعتبار آسائش کے آسمان وغیرہ سے بدرجہا افضل ہے احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص حضرت کی قبر شریف کے پاس جاکر سلام کرتا ہے حضرت خود اس کا جواب دیتے ہیں بخوف طوالت اس بحث کو بڑھایا نہیں جاسکتا۔ اکثر علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے لکھے ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القوب میں بہت کچھ لکھ دیا ہے ۱۲ (ملاحظہ کریں)

حافظ ابن کثیر محدث اپنی تفسیر میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں میں مدینہ منورہ گیا اور قبر شریف کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عرابی آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولو انھم الآیۃ لہٰذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور آپ کو اپنا شفیع بنانے کے لئے آیا ہوں یہ کہہ کر وہ بہت رویا اور اس نے ولولۂ شوق میں دو شعر عرض کئے کہ اس میں کا کیا ایک یہ ہے۔(۱)

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ

فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

محمد بن حرب کہتے ہیں اس اعرابی کے لوٹ جانے کے بعد میں نے حضرت سرور عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اس اعرابی سے جا کر ملو اور اس کو بشارت دو کہ اللہ نے تیرے گناہ میری شفاعت سے بخش دیئے اب باقی رہا یہ مسئلہ کہ زیارت قبر شریف کا کیا حکم ہے یعنی وہ سنت ہے یا واجب؟ علمائے محققین اس کے وجوب (۲) کے قائل ہیں اور احادیث سے انہیں کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے حج کی اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا اسی مضمون کی اور بھی احادیث ہیں اور تمام علماء کا سلف سے آج تک تارکین زیارت پر ردوقدح کرنا اور ترک زیارت کو معیوب سمجھنا بھی اسی امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ زیارت کو واجب سمجھتے تھے ورنہ سنت یا مستحب کے ترک پر ایسے (۳) سخت کلمات کا استعمال جیسے تارکین زیارت پر ان لوگوں نے کیا ہے نہیں ہوا۔ علاوہ ان سب کے سلف صالحین کا صحابہ تابعین کی زمانہ میں اس زیارت باسعادت کے لئے اہتمام کرنا اور اس پر سخت التزام رکھنا اس کے وجوب کی طرف صریح اشارہ کر رہا ہے۔

---

(۱) ترجمہ۔ میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ رہتے ہیں اس میں پرہیزگاری ہے اور جود و کرم ہے ۱۲۔

(۲) اکثر علمائے حنفیہ اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور محققین ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے وہ قریب واجب کے ہیں اور بعض علماء اس زیارت کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ شارح لباب المناسک فی الدرۃ المضیہ میں اور فقیر خیر الدین رملی نے منح کے حاشیہ میں اور علماء نے اور کتابوں میں اسی قول کو نقل کیا ہے اور راقم ناچیز بھی اسی قول کو قوی اور اختیار کرنے کے لئے اولیٰ سمجھتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

(۳) احادیث میں تارک زیارت کے لئے وعید وارد ہوئی ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ سنت مستحب کے تارک پر وعید نہیں وارد ہوتی وعید صرف تارک واجب پر ہوتی ہے احادیث میں آیا ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اس حدیث پر اگرچہ بعض لوگوں نے جرح کی ہے مگر یہ حدیث بہت سندوں سے مروی ہے اور اس وجہ سے اسکے حسن ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا اور حدیث حسن باتفاق محدثین قابل استدلال ہے اس سے احکام شرعیہ کا اثبات کیا جاتا ہے مولانا محمد عبدالحئیؒ صاحب لکھنوی نے کتاب السنی الشکور میں ان احادیث کو لکھا ہے اور ان کی سند بیان کی ہے اور ان کا حسن ہونا ثابت کیا ہے اور محدثین سے ان کے حسن ہونے کی تصریح نقل کی ہے ۱۲۔

حضرت بلالؓ موذن کا خاص زیارت روضہ اقدس کے لئے شام سے مدینہ آنا بہت مشہور واقعہ اور صحیح روایت ہے ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت بلالؓ شام سے مدینہ آئے اور انہوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہ حضرت سرور انبیاء ﷺ فرماتے ہیں کہ اے بلال یہ کیا ظلم ہے کہ تم کبھی ہماری زیارت کو نہیں آئے؟ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلالؓ وہاں سے چل دیئے جب روضہ مقدسہ پر پہنچے تو بہت روئے پھر حسنین رضی اللہ عنہما کے کہنے سے انہوں نے اذان دی جس سے ایک قیامت برپا ہوگئی اور حضرت سید المرسلین کی وفات کا غم از سر نو تازہ ہوگیا اشھد ان محمد ﷺ پر پہنچ کر ان کی عجیب حالت ہوگئی۔ اور بغیر اذان تمام کیئے اتر آئے۔

حضرت امیر المومنین عمرؓ جب بیت المقدس تشریف لے گئے اور کعب احبار مسلمان ہوئے تو حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ اے کعب کیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ مدینہ چلو اور سرور انبیاء کی زیارت کرو؟ چنانچہ کعب احبار ان کے ہمراہ خاص زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے پھر حضرت عمر نے مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوئے پھر حضرت رحمۃ للعالمین کی جناب میں بہ تمام ادب سلام عرض کیا۔

حضرت ابن عمر کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے آتے تو سب سے پہلے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہو کر جناب نبوی میں سلام عرض کرتے امام مالک اپنے موطا میں روایت کرتے ہیں کہ نافع سے کسی نے پوچھا کہ تم نے دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمر قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے تھے انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اور سو بار سے زیادہ دیکھا ہے وہ قبر شریف پر کھڑے ہو کر یہ کہتے تھے کہ **السلام علی النبی السلام علیٰ ابی بکر السلام علیٰ ابی**.

حضرت عمر بن عبدالعزیز شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجا کرتے تھے خاص اس لئے کہ وہ ان کا سلام بارگاہ رسالت میں پہنچا دے اور یہ زمانہ جلیل القدر تابعین کا تھا۔

اسی قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین اس زیارت پر کیسے دلدادہ تھے اور اس کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے اور حقیقت میں مومن کے لئے حق سبحانہ کے دیدار کے بعد اس سے زیادہ اور کون دولت اور نعمت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس قبلہ نور کی زیارت کرے اور اس کس بیکساں تکیہ گاہ ہر دو جہاں کی خدمت میں سلام عرض

کرے اوراس کے جواب سے مشرف ہو ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس نعمت عظمیٰ کا لطف اس شخص سے پوچھیئے جس کی قسمت نے یاری کی اوراس شربت کی چاشنی اس کو مل چکی ہواور خدااس کو قلب سلیم اور ایمان کے ساتھ درد ومحبت سے ممتاز فرمایا ہو اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ بعض لوگ اس زیارت باسعادت کو یا اس کے لئے سفر کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور اپنی خوش فہمی سے اس پر نازاں ہیں سنا ہے کہ بعض لوگ حج کر کے اپنے وطن لوٹ آئے اور مدینہ منورہ نہ گئے ہائے افسوس اس سے زیادہ محرومی اور کیا ہوگی۔

اگر علمائے سلف میں سے کسی کو غلط فہمی ہوگئی اور بطور خطائے اجتہادی کے وہ اس امر کا قائل ہوگیا کہ اس زیارت مقدسہ کے لئے سفر ناجائز ہے تو خدا غفور رحیم ہے امید ہے کہ بخش دے کیونکہ وہ خطائے اجتہادی پر مواخذہ نہیں کرتا لیکن بعد ظاہر ہوجانے اس کی خطا کے اس کی تقلید(۱) کرنا البتہ ایک سنگین جرم ہے جو کسی طرح قابل معاف کرنے کے نہیں۔

....

(۱) علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس امر کے قائل تھے کہ اس زیارت مقدسہ کے لئے سفر ناجائز ہے وہ بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لا یشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد الحرام ومسجد الاقصیٰ ومسجدی۔ ترجمہ:۔ کجاوے نہ باندھے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی اس حدیث کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ ان مساجد کے سوا کسی اور مقام کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں مگر اس حدیث سے ان کا استدلال کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ سوا ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کے لے سفر نہ کیا جائے قاعدۂ نحوی بھی اسی کا مقتضی ہے کیونکہ جب مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہوتا تو وہاں وہی چیز مستثنیٰ منہ مانی جاتی ہے جو مستثنیٰ کی ہم جنس ہو یا یہاں مستثنیٰ مساجد ثلثہ ہیں لہذا مستثنیٰ منہ بھی مسجد ہی کے قبیل سے ہونا چاہئے پس اس حدیث سے اگر عدم جواز ثابت ہوگا تو ان تینوں مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا نہ کہ زیارت قبر سید المرسلین یا اور صلحائے امت کے قبور متبرکہ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا مثلاً کوئی شخص دہلی کی جامع مسجد کی زیارت کے لے سفر کر کے آئے تو یہ ناجائز ہوگا۔ اور اگر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی قبر کی زیارت کے لئے آئے تو ناجائز نہ ہوگا یہی مطلب اس حدیث کا بیان کیا ہے اکثر علمائے حدیث نے مثل شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی وغیرہ کے اور اسی مطلب کی تائید مسند امام احمد کی اس حدیث سے ہوتی ہے وہ اسی حدیث کو ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں لا ینبغی للمصلی ان یشدر حاله الی مسجد ینبعی فیه الصلوٰة غیرا لمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ترجمہ:۔ نماز پڑھنے والے کو زیبا نہیں کہ سوائے کعبہ اور بیت المقدس اور مسجد نبوی کے کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرے۔ لیجئے اب تو کوئی جھگڑا ہی نہ رہا حدیث کی شرح خود حدیث سے ہوگئی کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ بخاری کی حدیث سے زیارت قبر اقدس سرور انبیا کے لئے سفر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے حاشا ثم حاشا کوئی ذی علم مصنف ایسی بات نہیں کہہ سکتا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ سوا ان تین مسجدوں کی زیارت کے اور کسی کام کے لئے سفر جائز نہیں تو چاہئے کہ طلب علم اور کسب معاش اور ملاقات احباب واعزہ بلکہ حج کرنے کے لئے بھی سفر ناجائز ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں علاوہ اس کے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب

(۱) جو کوئی حج کرنے جائے اس کو چاہئے کہ اگر حج فرض ہو تو پیشتر حج سے فراغت کر لے پھر زیارت کے لئے جائے اور اگر حج نفل ہو تو اختیار ہے چاہے پہلے زیارت کر لے چاہے پہلے حج کر لے بعد اس کے زیارت کو جائے یہ سب صورتیں اس حالت میں ہیں کہ جب حج کے لئے جانے کا راستہ مدینہ منورہ کی طرف سے نہ ہو اگر جانے کے راستہ ہی میں مدینہ منورہ ملتا ہو جیسے اہل شام کو وہ مکہ آنا چاہیں تو پہلے ان کو مدینہ منورہ ملے گا تو ایسی حالت میں حج سے پہلے زیارت کرنا چاہئے خواہ حج فرض ہو یا نفل کیونکہ باوجود اس قدر قرب کے پھر زیارت کا ترک کر دینا نہایت بدبختی اور قساوت قلبی کی دلیل ہے (ردالمحتار)

(۲) زائر کو چاہئے کہ جب زیارت کے لئے چلے تو یہ نیت کرے کہ میں قبر اقدس واطہر اور مسجد انور حضرت خیر البشر ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہوں غرض یہ کہ اس سفر کے (۱) دو مقصود ہوں زیارت قبر شریف بھی اور زیارت مسجد شریف بھی (درمختار وغیرہ)

(پچھلے صفحہ پر حاشیہ) زیارت قبر اقدس کے لئے صحابہ کا سفر کر کے آنا اور دوسرے کو اس زیارت کے لئے سفر کرنے کی ترغیب دینا جیسا کہ حضرت بلال اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کیا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے جو علامہ ابن تیمیہ یا ان کے ہم خیال لوگوں نے سمجھا ہے۔ پھر خاص احادیث نبوی جو ترغیب زیارت کے باب میں وارد ہوئی ہیں اور تارک کے لئے وعید احادیث میں وارد ہوئی ہے اس کا کیا جواب دیا جائے گا۔ علامہ لکھنوی مولانا شیخ محمد عبدالحیؒ اور بعض علمائے عصر سے اس مسئلہ میں بہت زور شور سے مناظرہ ہوا تھا جس میں علامہ موصوف نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی مقلدین کی پوری تشفی کر دی ہے اور ان کے تمام شبہات کا کافی جواب دیا ہے اس معرکہ میں ان کی آخری کتاب السعی المشکور فی رد المذہب الماثور اردو زبان میں چھپ چکی ہے جو نہایت نفیس کتاب ہے آج تک دوسری طرف سے اس کا جواب نہیں ہوا جس کو اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق منظور ہو اس کتاب کو دیکھئے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) (۱) یہی ہمارے فقہا کا مختار ہے اور حافظ ابن صلاح اور امام نووی نے اسی کو ترجیح دی ہے اس میں دہرا ثواب ملے گا مگر محقق ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ اس بندہ ناچیز کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ صرف قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب مدینہ پہنچ جائے گا تو مسجد نبی کی بھی زیارت ہو جائے گی یا یہ کہ پھر دوبارہ اگر حق تعالیٰ توفیق دے تو دونوں کی زیارت کی نیت سے سفر کرے کیونکہ صرف زیارت قبر شریف کی نیت سے سفر کرنے میں آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور آپ کا اجلال زیادہ ہے اور اس حدیث کے موافق بھی ہے جو حضرت نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور اس کو اور کوئی کام نہ ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں کہ رحمتی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عارف ملا جامی علیہ الرحمن حج کے علاوہ خاص زیارت کے لئے اپنے وطن سے مدینہ آتے تھے تاکہ اس سفر میں سوا زیارت کے اور کچھ اس کا مقصود نہ ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرنا منافی اخلاص کے نہیں ہے اور اس مسجد کی زیارت بھی تو خاص آپ ہی کی نسبت سے کی جاتی ہے لہٰذا اس کی زیارت کی نیت بھی عین تعظیم آپ ہی کی ہے ۱۲۔

(۳) جس وقت سے مدینہ منوہ کی طرف کوچ کرے اپنے ذوق وشوق کو ترقی دے اور اپنے دل کو بشارت دے کہ انشاء اللہ اب عنقریب حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہونے چاہتی ہے اور سوان خیالات کے اور کسی قسم کے خیالات اپنے دل میں نہ آنے دے اور راہ بھر درود شریف کی کثرت رکھے سوا اوقات نماز کے اور قضائے حاجت کے اسی عبادت عظمیٰ میں مشغول رہے درود شریف سے بہتر کوئی ذریعہ بارگاہ رسالت میں تقرب کا نہیں ہے، اور درود شریف کی کثرت سے آنحضرت ﷺ کے جمال بے مثال کی زیارت نصیب ہوتی ہے خصوصاً مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر درود شریف کی کثرت کرنا عجیب ہی ثمرہ دیتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو اسی کام پر مقرر فرمایا ہے کہ جب کوئی زیارت کے لئے آنے والا درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتے حضور نبوی ﷺ میں جا کر عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا حضرت کی زیارت کو آتا ہے اور حضرت اپنے پہنچے سے پہلے یہ تحفہ حضور کے لئے بھیجا ہے خیال کرو کہ اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی کہ اس سردار دو عالم کے سامنے تمہارا اور تمہارے باپ کا نام لیا جائے اور تمہارا تحفہ پیش کیا جائے ۔

جاں مید ہم در آرزوئے قاصد آخر باز گو
در مجلس آن نازنین حرفے کے از مامی رود

(۴) اثنائے راہ میں جس قدر مقامات ان سب کی زیارت سے مشرف ہو اور جب ذوالحلیفہ کی مسجد میں پہنچے تو وہاں دو رکعت نماز پڑھے۔

(۵) جب حرم شریف طیبہ مکرمہ قریب آجائے اور وہاں کی عمارات اور مقامات دکھائی دینے لگیں تو نہایت خشوع اور خضوع اور مسرت اور فرحت کو اپنے دل میں جگہ دے اور اس امر کا تصور کرے کہ اب ہم سلطان عالم کی بارگاہ میں پہنچنے چاہتے ہیں اور مقام مقدس کی عظمت و جلال کا خیال بیش از بیش رکھے اور کوئی بات خلاف ادب اپنے سے سرزد نہ ہونے دے یہ وہ وقت ہے کہ جن کے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں آنحضرت ﷺ کی محبت ان کے سینوں میں مشتعل ہوتی ہے اور ایک عجیب وجد وسرور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر ان کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور بے خودی کی حالت میں کبھی کسی سے کوئی بات خلاف شرع بھی صادر ہو جاتی ہے ۔

وقت آن آمد کہ من عریاں شوم
جسم بگذارم سراسر جاں شوم
بوے یار مہربانم می رسد
بوئے جانان سوئے جانم می رسد
باز آمد آب مادر جوئے ما
با ز آمد شاہ مادر کوے ما

اور اگر کسی شخص کو یہ حالت نصیب نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ بہ تکلف اپنے اوپر یہ حالت پیدا کرے اور ذوق شوق والوں کی صورت بنائے انشاء اللہ اگر کچھ دیر بہ تکلف یہ حالت اپنے اوپر قائم رکھے گا تو پھر خود بخود اپنی اصلی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

پھر جب جبل مفرح کے قریب پہنچے تو اس پر چڑھ کر عمارات مدینہ منورہ کا مشاہدہ کرے اور اس شہر مقدس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک دے، یہ بات ایک ذوق شوق کی ہے اس کو مسنون نہ سمجھنا چاہئے۔

پھر جب مدینہ منورہ بالکل سامنے آجائے تو بہ خیال ادب اور بہ مقتضائے شوق اپنی سواری سے اتر پڑے اور اگر ممکن ہو تو وہاں سے مسجد شریف تک پیادہ پا جائے جب قبیلہ عبدالقیس کے لوگ حضور نبوی میں حاضر ہوئے تھے جیسے ہی ان کی نظر اس جمال پاک پر پڑی بغیر اس کے کہ اونٹ کو بٹھلائیں بے اختیار اپنی سواریوں سے نیچے آگئے اور حضرت نے انہیں منع نہیں فرمایا پھر جب حرم شریف مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے لگے تو پہلے حضرت خیر البشر ﷺ کی خدمت میں سلام باادب عرض کرے بعد اس کے یہ دعا مانگے (۱) **اللھم ھذا حرم نبیک ومھبط وحیک فامنن لی بالدخول فیه واجعله لی وقاية من النار واماناً من العذاب واجعلنی من الفائزین بشفاعة المصطفیٰ یوم المآب۔**

(۶) مدینہ منورہ کے حرم شریف میں داخل ہونے کے لئے خوب اچھی طرح غسل کرے اور اگر غسل کا کرنا حرم شریف کے باہر ممکن نہ ہو تو بعد داخل ہونے کے زیارت روضۂ اقدس کے

---

(۱) ترجمہ۔ اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی کے اترنے کی جگہ ہے پس مجھے اس میں داخل ہونے کی دولت عنایت کر اور اس کو میرے لئے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان (کا باعث) بنا دے اور مجھے ان لوگوں میں سے کر جن کو قیامت کے دن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی ۱۲۔

لئے جانے سے پہلے غسل کرے اور خوشبو کا استعمال کرے اور عمدہ لباس (۱) جو اس کو میسر ہو پہنے بہتر یہ ہے کہ سفید کپڑے ہوں کیونکہ حضرت رسول خدا ﷺ کو سفید لباس سے زیادہ رغبت ہے اور نہایت ادب و حلم و وقار سے مدینہ منورہ کی زمین مقدس پر قدم رکھے اور اس بات کا خیال ہر وقت دل میں رکھے کہ یہ وہ پاکیزہ زمین ہے جس سے حبیب خدا ﷺ کی مبارک قدموں نے مس کیا ہے اور یہ وہی گلی کوچے ہیں جہاں سرور انبیاء کے اصحاب چلتے پھرتے تھے ۔(رضی اللہ عنھم و ارضا ھم) درحقیقت وہ زمین تو اس قابل ہے کہ وہاں آدمی سر کے بل چلے کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ ارباب نظر خواہد بود

(۷) مدینہ منورہ کے اندر پہنچ کر سب سے پہلے مسجد شریف میں بقصد زیارت حضرت سید المرسلین ﷺ کے جائے اور اس کو ہر کام اور ہر چیز پر مقدم رکھے ہاں اگر یہ سمجھے کہ اگر اسباب وغیرہ اچھے طور پر نہ رکھ لیا جائے گا تو اپنا سب وغیرہ حفاظت سے رکھ کر باطمینان زیارت کے لئے آئے اور مسجد شریف میں داخل ہوتے یہ دعا پڑھے **اعوذ باللہ** (۲) **بسم اللہ السلام علی رسول اللہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** اور مسجد شریف میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ داخل ہو داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ بات دل میں ہر وقت رہے کہ یہ مسجد حضرت خاتم الانبیاء کی مسجد ہے یہ وہ مسجد ہے جہاں سرور انبیاء نماز پڑھتے تھے، وعظ کہتے تھے اعتکاف کرتے تھے ، یہاں وحی اترتی تھی، جبرائیل آتے تھے، اور مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے مستحب ہے کہ کچھ صدقہ فقرائے مدینہ منورہ کو دے دے اور مسجد شریف میں پہنچ کر اعتکاف کی نیت کرے گو تھوڑی (۳) ہی دیر کے لئے کیونکہ یہ ایک بے مشقت عبادت ہے جس کا ثواب بہت زیادہ ہے اور چاہے کہ ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت نیت اعتکاف کی کر لیا کرے مفت بے مشقت ثواب ملتا ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دے

---

(۱) بعض جاہل لوگ مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے کے لئے احرام کا لباس پہنتے ہیں یہ بالکل بے اصل ہے احرام کا لباس مکہ معظمہ کے لئے خاص ہے (جذب القلوب) ۱۲۔

(۲) ترجمہ۔ میں (شیطان سے) خدا کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کا نام لے کر (اس میں داخل ہوتا ہوں) رسول خدا پر سلام ہو۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ یہ دعا ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت مستحب ہے ۱۲۔

(۳) حنفیہ کے نزدیک اگرچہ تھوڑی دیر کا اعتکاف صحیح نہیں لیکن فضائل میں غیر مذہب پر عمل کر لینا درست ہے بشرط یہ کہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے علامہ شافعی وغیرہ نے اس کی تصریح کر دی ہے ۱۲۔

پھر مسجد شریف میں منبر اقدس کے قریب دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد پڑھے اور اس نماز میں زیادہ طول نہ دے صرف قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ پر اکتفا کرے بعد تحیۃ المسجد کے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھے کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کو یہ دولت نصیب کی اور اس بارگاہ عظمت و جاہ میں اس کو پہنچایا جس کی آستاں بوسی کی تمنا میں بڑے بڑے قدوسی جان دیتے ہیں۔

(۸) تحیۃ المسجد اور نماز شکر کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہو اور یہ سمجھ لے کہ میں اب باعظمت بارگاہ میں جاتا ہوں جس کے سامنے تمام دنیا کے پر جلال بادشاہوں کی کچھ بھی وقعت نہیں جو خدا کے تمام نیک بندوں کا سردار اور سب سے زیادہ اس کا مقرب اور محبوب ہے اور خدا سے دعا کرے کہ اے اللہ اس مقام مقدس کے لائق ادب اور تعظیم کی مجھے توفیق دے اور میرے دل اور اعضا کو تمام خلاف ادب باتوں سے محفوظ رکھ سچ یہ ہے کہ بغیر عنایت ایزدی کے اس درگاہ عرش اشتباہ کی شان کے لائق ادب و تعظیم کسی سے ممکن نہیں ایک زائر دلدادہ کہتا ہے ؎

فلما اتینا قبر احمد لاح من (۱)
سناہ ضیاء اخجل الشمس والبدرا
وقمنا مقاما اشھد اللہ انہ
یذکرنا من فرط ھیبۃ الحشرا

غرض جس قدر اس کے امکان میں ہو ظاہر و باطن سے تعظیم و ادب و خشوع و خضوع کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جن باتوں کی شریعت میں ممانعت ہے مثل سجدہ کرنے زمین پر منہ رکھنے اور کپڑا شریف کے بوسہ دینے وغیرہ کے ان امور سے پرہیز کرے اور خوب سمجھ لے کہ ان باتوں میں کچھ بھی ادب نہیں ادب تو فرمانبرداری اور آنحضرت ﷺ کے حکم کی پیروی میں ہے ہاں اگر غلبۂ شوق بے خودی میں کسی سے کوئی بات صادر ہو جائے تو وہ معذور (۲) ہے پھر نہایت ادب کے ساتھ نماز کی طرح داہنا

---

(۱)۔ ترجمہ جب ہم احمد ﷺ کی قبر شریف پر پہنچے تو ان کے نور سے ایک ایسی روشنی نکلی جس نے آفتاب اور ماہتاب کو شرمندہ کر دیا اور ہم ایسے مقام میں کھڑے رہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ مقام اپنی ہیبت سے حشر کو یاد دلاتا تھا ۱۲۔

(۲) علامہ کرمانی نے جو علمائے حنفہ میں ایک بڑے بزرگ ہیں اس بات کی تصریح کی ہے ۱۲۔

ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سر مبارک کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور اس بات کا یقین کرلے کہ آنحضرت ﷺ اس کی حاضری سے واقف ہیں اور اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور نہایت لطف عنایت اس شخص کے حال پر فرما رہے ہیں اس خیال کو خوب پختہ کر کے نہایت درد ناک اور باادب آواز میں نہایت شوق وذوق کے ساتھ معتدل آواز سے عرض کرے۔

السلام علیک یا سیدی یارسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا نبی الرحمۃ السلام علیک یا شفیع الا مۃ السلام علیک یا سید المر سلین السلام علیک یا خاتم النبیین السلام علیک یا مزمل ، السلام علیک یا مدثر، السلام علیک وعلیٰ اصولک الطیبین واھل بیتک الطاھرین الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھر ھم تطھیراً، جزاک اللہ عنا افضل ماجزی نبیا عن قومہ ورسولا عن امۃ اشھد انک رسول اللہ قد بلغت الرسالۃ وادیت الا مانۃ ونصحت الا مۃ واوضحت الحجۃ وجا ھدت فی سبیل اللہ حق جھادہ واقمت الذین حتی اتاک الیقین صلی اللہ علیک وسلم علیٰ اشرف مکان تشرف بحلول جسمک الکریم فیہ صلوٰۃ وسلاماً دائمین من رب العلمین عدد ما کان و عدد مایکون بعلم اللہ صلوٰۃ انفضاء لا مد ھا یا رسول اللہ نحن وفدک وزوار حرمک تشرفنا بالحول بین یدیک وقد جئنک من بلا د شاسعۃ وامکنۃ بعیدۃ فقطع السھل والوعر بقصد زیا رتک لنفوذ بشفا عتک والنظر الی ما ثرک ومعا ھدک والقیام بقضاء بعد حقک ولا ستثقا ء بک الی ربنا فان الخطا یا قد قصمت ظھور نا والا وزار قد اثقلت کو اھلنا وانت الشافع الشفع المو عود بالشفاعۃ العظمیٰ و المقام المحمود والوسلیۃ وقد قال اللہ تعالیٰ ولو انھم اذظلموا انفسھم جاء وک فاستغفر وا اللہ واستغفر لھم الرسول لو جدو اللہ توابا

رحیما وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنافاشفع لنا الیٰ ربک واسئلہ ان یمیتنا علی سنتک وان نحشر نا فی زمرتک وان یورد نا حوضک وان یسقینا من کاسک غیر خزایا ء ولا ندامی الشفاعة الشفاعة الشفاعة یارسول اللہ ربنااغفر لنا و لاخوانــنا الذین سبقونا بالا یمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاللذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم.

آپ پرسلام ہواے میری سرداراے خدا کے رسول آپ پرسلام ہواے خدا کے نبی آپ پرسلام ہواے خدا کے پیارے آپ پرسلام ہو اے نبی سراپا رحمت آپ پرسلام ہواے امت کی شفاعت کرنے والے آپ پرسلام ہواے سب رسولوں کے سردار آپ پرسلام ہواے نبیوں کے مہر آپ پرسلام ہو اے مزمل آپ پرسلام ہواے مدثر سلام ہوآپ پراور آپ کے پاکیزہ باپ دادوں اورآپ کی اہل بیت پاک پرجن سے اللہ نے نجاست کودور کردیااوران کوخوب پاک کردیااللہ آپ کوہم سب کی طرف سے جزادے ان جزاؤں سے بڑھ کر جواس نے کسی نبی کواس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کواس کی امت کی طرف سے دی ہو میں گواہی دیتاہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں آپ نے خدا کے پیغام پہنچائے اورامانت ادا کردی اورامت کی خیرخواہی کی اوردین حق کی دلیل روشن کردی اوراللہ کی راہ میں خوب جہاد کیااوردین کومضبوط کردیایہاں تک کہ آپ کوموت آگئی اللہ آپ پرصلوٰۃ اورسلام بھیجےاوراس بزرگ جگہ پرجوآپ کے جسم کریم کے حلول سے مشرف ہے ایسے صلوٰۃ وسلام جورب العالمین کی طرف سے ہمیشہ رہیں ان چیزوں کی تعداد کے موافق جوہوچکیں اورجوخدا کے علم میں ہونے والی ہیں ایسی صلوٰۃ کہ جس کی انتہانہ ہو، یارسول اللہ ہم آپ کے مہمان اورآپ کے حرم کے زائر ہیں آپ کے سامنے حاضری سے مشرف ہوئے ہیں اور بے شک ہم دور دراز شہروں اور بعید مقامات سے نرم اورسخت زمین کوقطع کر کے آپ کے پاس آپ کی زیارت کے ارادہ سے آئے ہیں تاکہ ہم آپ کی شفاعت سے اورآپ کی بخششوں سے اورآپ کے وعدوں سے اورکسی قدر آپ کے حق ادا کرنے سے اورآپ کی شفاعت سے اپنے پروردگار کے سامنے کامیاب ہوں کیونکہ خطاؤں نے ہماری پیٹھ کوتوڑ ڈالا ہےاور گناہوں نے ہمارے شانوں کوبوجھل کردیا ہےاورآپ شافع مقبول الشفاعة ہیں جن سے بڑی شفاعت اورمقام محمود کا وعدہ کیا گیاہے اور

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے آپ کے پاس آتے پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو بے شک اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے اور ہم آپ کے پاس اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنے گناہوں سے استغفار کر کے آئے ہیں پس آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کیجئے اور اس سے دعا کیجئے۔

ہم کو آپ کے طریقہ پر موت دے اور ہمارا آپ کے گروہ میں حشر کرے اور ہمیں آپ کے حوض پر پہنچائے اور آپ کے جام سے ہمیں سیراب کرے اور ہم نہ رسوا ہوں نہ شرمندہ شفاعت کیجئے شفاعت کیجئے یا رسول اللہ اے پروردگار بخش دے ہم کو ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ نہ رکھ اے پروردگار ہمارے بیشک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

زیارت کرنے والے کو چاہئے کہ جو دعا وہاں پڑھے اس کے معنی ضرور معلوم کرے معلمین زیارت جو دعائیں اس وقت پڑھاتے ہیں اگر ان کے معنی نہ معلوم ہو سکیں تو پھر اپنی زبان میں بھی جس وقت جی چاہے عرض معروض کرے اور اپنے ذوق وشوق کو نہ روکے مگر ادب کا خیال بیش از بیش رکھے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس مقام مقدس میں زیادہ گوئی بھی خلاف ادب ہے لہذا صرف صلوٰۃ وسلام پر اکتفا کرنا اولیٰ ہے مگر یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ جو مشتاق دردمند ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دل کی کیفیت بھی اچھی طرح عرض نہ کرے یہ بڑا ظلم ہے کہ اس وقت اس سے کہا جائے کہ تو اپنے شوز وشکایت کو دل کے دل ہی میں رکھ جب اپنے عرض ونیاز سے فارغ ہو تو اپنے دوستوں میں سے جس شخص نے عرض سلام کی وصیت کی ہو اس کا سلام حضرت سید المرسلین کی خدمت اقدس میں عرض کر دے کہ یا رسول اللہ فلاں ابن فلاں نے حضور کو سلام عرض کیا ہے حضور اس کے لئے پروردگار بزرگ سے شفاعت کریں، ناظرین میں جو اقبال مند خوش نصیب ہو اور اس کو یہ دولت نصیب ہو اور حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی زیارت سے وہ مشرف ہو اس سے۔

عہ۔ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ ہم تمہیں اس قدر دیں گے کہ تم خوش ہو جاؤ گے یہ بڑی شفاعت کا وعدہ ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ہم تم کو مقام محمود میں اٹھائیں گے یہ مقام محمود کا وعدہ ہے ۱۲۔

نہایت التجا کے ساتھ میری وصیت ہے

کہ اس ذرہ بے مقدار کا سلام بھی اس کے آقائے نامدار کو پہنچادے کہ یارسول آپ کے ادنیٰ غلام عبدالشکور بن ناظر علی نے حضور کی جناب میں سلام عرض کیا ہے اور آپ کے لطف و کرم اور رحمت و شفاعت کا امیدوار ہے یا رسول اللہ (ﷺ) حق تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ اللعالمین اور روف رحیم فرمایا ہے یارسول اللہ (ﷺ) آپ کی رحمت و رافت تو خدا کی تمام مخلوق پر محیط ہے یا رسول اللہ خدا کی مخلوق میں میں بھی ہوں بلکہ میں آپ پر ایمان لایا ہوں اگرچہ نیک بندوں میں نہیں لیکن آپ کی امت کے گنہگاروں میں تو ہوں ۔

تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے
کنی بر حال لب خشکاں نگاہے
نہ آخر رحمۃ اللعالمینی
ز محروماں چرا غافل نشینی

اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم .

جو شخص میری اس وصیت کو پورا کرے حق جل شانہ اس کو بطفیل حضرت حبیب ﷺ کے جزائے خیر دے اور صلاح دنیا و آخرت اس کو نصیب کرے اور ایمان پر اس کی زندگی ختم کرے آمین ۔

سلام یا نسیم الصبح بلغ
الی من قرنی صدری ھواہ
فجسمی ظاھراً منہ بعید
بعین باطن قلبی یراہ

جب حضرت سید المرسلین ﷺ کی جناب میں اس طریقہ سے سلام نیاز اپنا اور اپنے احباب کا عرض کر چکے تو حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سرمبارک کے سامنے نہایت ادب سے کھڑے ہو کر اس عبارت میں سلام عرض کرے۔

عہ۔ اے نسیم صبح میرا سلام اس جناب کو پہنچادے جن کی محبت میرے سینے میں جم گئی ہے پس میرا بدن بظاہر ان سے دور ہے مگر میرا دل باطن کی آنکھ سے انہیں دیکھ رہا ہے۔

السلام علیک یا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم السلام علیک یا صاحب رسول الله وانیسه فی الغار ورفیقه فی الاسفار وامینه فی الا سرار جزاک الله عنا افضل ما جزی اماماعن امة نبیه فلقد خلفته باحسن خلف وسلکت طریقه ومنهاجه خیر مسلک وقاتلت اهل الردة والبدع ومهدت الا سلام وشیدت ارکانه فکنت خیر امام ووصلت الارحام ولم تزل قائماً بالحق ناصر اللدین و لاهله حتی اتاک الیقین سل الله سبحانه لنا دوام حبک والحشر مع حزبک وقبول زیارتنا السلام علیک ورحمة الله وبرکاته.

آپ پرسلام ہوا ے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ آپ پر سلام ہوا ے رسول خدا کے ہمنشین اور غار میں (۱) ان کے انیس اور سفروں میں ان کے رفیق اوران کے رازوں کے امین اللہ آپ کو ہماری طرف سے جزا دے ان تمام جزاؤں سے بڑھ کر جو اس نے کسی امام کو اس کے نبی کی امت کی طرف سے دی ہو بے شک آپ نے نبی کی خلافت بہت اچھی کی اوران کے طریقہ اور روش پر چلے اور آپ نے مرتدوں (۲) اور بدعتیوں سے جنگ کی آپ نے اسلام کی بنیاد ڈالی اوراس کے ارکان بلند کردیئے پس آپ بہت اچھے امام تھے اور آپ رسول خدا کی طرف کی قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ہمیشہ حق پر رہے اور دین اور اہل دین کے مددگار رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آ گئی آپ اللہ سبحانہ سے ہمارے لئے اپنی محبت کے دوائم اور اپنی جماعت میں محشور ہونے اور ہماری زیارت کے مقبول ہونے کی دعا کیجئے آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اوراس کی برکتیں۔

پھر حضرت امیر المومنین امام المتقین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی محاذات میں اسی ادب کے ساتھ کھڑا ہو اوران کو سلام کرے اس عبارت سے۔

السلام علیک یا امیر المومنین السلام علیک یا مطهر الا سلام السلام علیک یا مکسر الا صنام جزاک الله عنا افضل الجزاء لقد نصرت الا سلام والمسلمین وفتحت معظم البلاد بعد سید

---

(۱) جب رسول خدا ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی تو تین روز تک ایک غار میں پوشیدہ رہے سوا ابوبکر صدیق کے اور کوئی آپ کے ہمراہ نہ تھا یار غار کی مثل اسی وقت سے مشہور ہوئی ہے۱۲۔

(۲) رسول خدا ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے کئی قبیلے مرتد ہو گئے تھے حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے جہاد کیا۔

المرسلين و كفلت الا يتام و وصلت الا رحام وقوى بك الا سلام وكنت للمسلمين اماماً مرضيا وهاديا مهديا جمعت شملهم واعنت فقيرهم وجبرت كسرهم.

آپ پر سلام ہوا ے امیر المومنین آپ پر سلام ہوا ے اسلام کے غالب کرنے والے آپ پر سلام ہوا ے بتوں کے توڑنے والے اللہ آپ کو ہماری طرف سے بڑی عمدہ جزا دے بے شک آپ نے اسلام کی اور مسلمانوں کی مدد کی اور بعد سید المرسلین کے اکثر شہر آپ نے فتح کئے اور آپ نے یتیموں کی کفالت کی اور رسول خدا کی قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور اسلام آپ سے قوی ہو گیا اور آپ مسلمانوں کے لئے ایک پسندیدہ پیشوا اور ہدایت یافتہ رہنما تھے آپ نے مسلمانوں کی تفریق کو جمع کیا اور ان کے فقر کی اور ان کی شکستگی کا اندمال کیا۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں سے مخاطب ہو کر عرض کرے کہ۔

السلام عليكما يا ضجيعي رسول الله صلى الله عليه وسلم ورفيقيه ووزيريه ومشيريه والمعاونين له على القيام بالدين والقائمين بعده بمصالح المسلمين جزا كما الله احسن الجزاء جئنا كما نتوسل بكما الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا ويسئل الله ربنا ان يتقبل سعينا ويحينا على ملته ويحشرنا في زمرته.

آپ دونوں پر سلام ہوا ے رسول خدا ﷺ کے پاس لیٹنے والوں اور آپ کے رفیق اور آپ کے وزیر اور آپ کے مشیر اور دین پر قائم رہنے میں آپ کی مدد کرنے والو اور آپ کے بعد مسلمانوں کی مصلحت کو قائم رکھنے والو اللہ آپ دونوں کو عمدہ جزا دے ہم آپ کے پاس آئے ہیں تا کہ آپ کو رسول خدا ﷺ سے تقرب کا ذریعہ بنائیں جس میں آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمارے پروردگار اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہماری کوشش کو قبول کر لے اور ہمیں آپ کے مذہب پر زندہ رکھے اور آپ کے گروہ میں ہمارا حشر کرے۔

پھر جس طرح پہلی بار حضرت سید المرسلین ﷺ کے سر مبارک کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا تھا اسی طرح کھڑا ہو اور پھر تضرع وزاری کرے اور جو خواہشیں رکھتا ہو حضرت کے طفیل میں

حق سے مانگے اور بہت ذوق وشوق کے ساتھ حضرت حبیب خدا ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کر کے وہاں سے ہٹے اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ستون (۱) کے پاس آ کر توبہ کرے جس قدر ممکن ہو نوافل پڑھے پھر بعد اس کے آثار نبویہ کی زیارت کرے جو معلمین زیارت بتا دیتے ہیں پھر بعد اس کے جنت البقیع میں جائے اور وہاں کے مزارات مقدسہ کی زیارت کرے خصوصاً حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب عم نبی ﷺ اور حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت امام حسن اور بقیہ ائمہ اہل بیت اور حضرت امیر المومنین امام المتقین عثمان بن عفان اور حضرت ابراہیم فرزند رسول خدا ﷺ اور ازواج مطہرات اور حضرت صفیہ عمہ نبی ﷺ اور باقی صحابہ کی (رضی اللہ عنہم وارضاہم) پھر شہداء احد کی زیارت کرے اور جب وہاں پہنچے تو یہ کہے سلام علیک بما صبر تم فنعم عقبی الدار (۲) اور ان تمام مشاہد و مزارات پر جا کر فاتحہ پڑھے یعنی قرآن مجید کی سورتیں پڑھ کر ان حضرات کی ارواح مقدسہ کو پہنچا دے پھر ہفتہ کے دن یا جس دن ممکن ہو مسجد قبا کی زیارت کے لئے بھی جائے اور وہاں پہنچ کر کم از کم دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد پڑھے۔

(۱) جتنے دنوں مدینہ منورہ میں قیام ہو سکے اس کو غنیمت جانے اور وہ زمانہ غفلت میں نہ کاٹے اور جس قدر ہو سکے عبادت اور اطاعت حق تعالیٰ کی کرے اور ہر روز اکثر حصہ اپنے وقت کا حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی زیارت میں صرف کیا کرے پھر یہ دولت کہاں نصیب ہوگی یہ روضہ اقدس کہاں ملے گا جو وقت ہے غنیمت ہے۔

(۲) اپنا اکثر وقت، مسجد شریف نبوی کی ملازمت میں صرف کرے وہاں اعتکاف کرے اور ہر قسم کی عبادت سے اپنے وقت کو آباد رکھے نماز روزہ صدقہ غرض جس قدر عبادتیں ممکن ہوں اس مسجد مقدس میں کرے اور جس قدر حصہ مسجد کا حضرت سید المرسلین ﷺ کے زمانہ میں تھا بے شک وہ اس سے افضل ہے جو آپ کے بعد اضافہ کیا گیا پس اگر اس حصہ میں بیٹھنا ممکن ہو تو بہت بہتر ہے اور کم سے کم ایک شب اس مسجد اقدس میں شب بیداری کرے اور اس کو اپنی تمام عمر کا خلاصہ اور ماحصل سمجھے اور تمام رات عبادت میں کاٹ دے بہتر ہے کہ اس رات اور

---

(۱) اس ستون میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کو باندھ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

(۲) (ترجمہ) آپ پر سلام ہو صبر کے عوض میں پس کیا اچھا ہے (آپ کے لئے) آخرت کا گھر ۱۲۔

کوئی عبادت نہ کرے بلکہ صرف درود شریف کاورد کرے (۱) اللھم صلی علی محمد وعلیٰ ال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم اللھم بارک علیٰ محمد وعلی آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید. اگراس شب میں نیند کا غلبہ ہوتو اس کو دفع کرے انشاءاللہ جس وقت اس امر کا خیال کرے گا کہ میں کس مسجد مقدس میں بیٹھا ہوں اور حضرت سرورانبیاء ﷺ کی حضوری مجھے حاصل ہے اس وقت نیند وغفلت کا اثر بالکل جاتا رہے گا۔

مسجد اقدس میں رات بھر رہنے کے لئے اگر کچھ حکام وخدام کی خوش آمد کرنا پڑے اور کچھ روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت ہو بے تامل خوشامد بھی کرے روپیہ بھی خرچ کرے اور جو باتیں کرنا پڑیں سب کرے اور اس دولت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔

اس مسجد شریف میں جب تک رہے اپنے دل اور زبان اور تمام اعضا کو لغو کلمات اور حرکات سے محفوظ رکھے اور سوا حضور اقدس نبوی کے اور کسی طرف متوجہ نہ ہو اگر نہایت ضرورت کسی سے کلام کرنے کی ہو تو مختصر کلام کرکے پھر اسی جناب مقدس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

مسجد شریف کے ادب کا خیال خوب رکھے تھوک وغیرہ وہاں نہ گرنے پائے کوئی بال سر یا داڑھی کا وہاں نہ ڈالے اور اگر گرا پڑا ہو دیکھے تو فوراً اٹھالے بعض لوگ چھوہارے کھا کر مسجد شریف میں اس کی گٹھلی ڈال دیتے تھے یہ خلاف ادب ہے۔

جب تک مسجد اقدس میں رہے حجرہ شریفہ کی طرف نہایت شوق کی نگاہوں سے نظر کرتا رہے کم از کم ایک قران مجید کا ختم اس مسجد عالی میں کرے اور اگر ممکن ہو تو کوئی کتاب جو آنحضرت ﷺ کے حالات وفضائل میں ہو اس کو پڑھے یا کوئی شخص پڑھتا ہو تو اس سے سنے۔

(۳) مدینہ منورہ کے رہنے والوں سے نہایت محبت اور ادب کے ساتھ پیش آئے اور اگرچہ ان میں کوئی بات خلاف شریعت دیکھے پھر بھی ان کی برائی نہ کرے اور ان سے بہ خشونت نہ پیش آئے ہاں بہ خیال امر بالمعروف نہایت ادب کے ساتھ نرم وشیریں الفاظ میں ان کو اس فعل کی خرابی سے مطلع کردے۔

---

(۱) (ترجمہ) اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر آل ابراہیم پر رحمت نازل کی اے اللہ محمد پر آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی بے شک تو تعریف والا اور بزرگ ہے یہ درود شریف بہت صحیح روایتوں میں آنحضرت ﷺ سے منقول ہے اسی وجہ سے نماز میں درود شریف کے یہی الفاظ رکھے گئے ہیں ۱۲۔

(۴) جب مدینہ منورہ میں قیام کی مدت ختم ہو جائے اور اس مقام مقدس سے چلنے لگے تو مسجد شریف کو رخصت کرے یعنی نماز پڑھ کے دعا مانگے اور حسرت کے ساتھ وہاں سے جدا ہو پھر حضور نبی ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت حسب معمول کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ پھر اس درگاہ اقدس کی زیارت سے اسے مشرف فرمائے۔ علامت مقبولیت دعا اور زیارت کی یہ ہے کہ اس وقت بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں اور دل میں یاس و حسرت بھری ہو اور اگر خدانخواستہ کسی شخص پر یہ حالت نہ پیدا ہو تو وہ بہ تکلف اپنے اوپر اس حالت کو طاری کرے پھر حضرت سے رخصت ہو رخصت ہوتے وقت پچھلے پیروں (۱) نہ لوٹے جس طرح کہ کعبہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت پچھلے پیروں لوٹتے ہیں کیونکہ یہ طریقہ سلف سے منقول نہیں۔

(۵) پھر جب اپنے وطن کی طرف چلے تو وہاں سے کچھ تحائف اپنے احباب و اعزہ کے لئے ہمراہ لائے مثلاً مکہ معظمہ سے آب زمزم اور مدینہ منورہ کی کھجوریں پھر جب اپنے شہر کے قریب پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھی (۲) **اللھم انی اسئالک خیر ھا وخیر ما فیھا واعوذبک من شرھا وشر ما فیھا اللھم اجعل لنا فیھا قرارا ورزقا حسنا** اور جب شہر میں پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ائبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الا حزاب وحدہ واعز جندہ فلا شئ بعدہ** (۳) اور چاہئے کہ مکان پہنچنے سے پہلے اپنے اعزہ کو خبر کرے

---

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں اس کی تصریح کی ہے اور لکھا ہے کہ پچھلے پیروں لوٹنا صرف کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے تعجب یہ ہے کہ پچھلے پیروں لوٹنا آنحضرت ﷺ سے رخصت ہوتے وقت نہیں تو اور اولیاء اللہ کے مزارات سے رخصت ہوتے وقت کیوں جائز سمجھا جاتا ہے اور اکثر لوگ اس کو فرض واجب کی طرح عمل میں لاتے ہیں اور جو بیچارہ کسی بزرگ کے مزار کی طرف لوٹتے وقت پشت کرے وہ بے ادب سمجھا جاتا ہے اور مورد طعن و تشنیع ہوتا ہے ۱۲۔

(۲) ترجمہ۔ اے اللہ میں تجھ سے اس مقام کی خیریت اور ان چیزوں کی خیریت جو اس مقام میں ہیں طلب کرتا ہوں اور اس مقام کے شر اور ان چیزوں کے شر سے جو اس مقام میں تیری پناہ مانگتا ہوں اے اللہ مجھے یہاں قیام اور عمدہ رزق عنایت فرما ۱۲۔

(۳) ترجمہ۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہی کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی بادشاہت اور اس کی ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوگ اس کے گھر سے لوٹے ہوئے آرہے ہیں عبادت کرنے والے اور سجدہ کرنے والے ہیں اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ (محمد ﷺ) کی مدد کی (اور کافروں کی) جماعتوں کو خود اکیلے اس نے بھگایا اور اپنے لشکر کو غالب کر دیا پس اس کے بعد کوئی چیز نہیں ۱۲۔

کہ فلاں دن فلاں وقت میں پہنچوں گا بغیر اطلاع کے ایک دم نہ پہنچ جائے پھر جب اپنے مکان پہنچ جائے تو مکان کے اندر جانے سے پہلے جو مسجد مکان کے قریب ہو اس میں دو رکعت نماز پڑھے اور خدائے تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس نعمت عظمیٰ پر حق تعالیٰ نے اسے فائز کیا بعد اس کے اپنے مکان جائے پھر جب گھر میں پہنچ جائے تو دو رکعت نماز شکر پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا دل سے شکریہ ادا کرے اس مبارک سفر سے لوٹنے کے بعد یہ سمجھ لے کہ میں تجدید توبہ کر چکا ہوں اور توبہ بھی کسی اور کے سامنے نہیں بلکہ وہ توبہ حضرت سرور انبیاء ﷺ کے حضور میں ہوئی لہذا اس امر کا عزم قوی رکھے کہ میں اب کبھی اس توبہ کا نہ توڑوں گا اور حق جل شانہ سے ہر نماز کے بعد خصوصاً بعد نماز صبح کے دعا مانگا کرے کہ الٰہی مجھے اس توبہ پر قائم رکھ اور اپنی نافرمانی سے بچا اور اپنی فرمانبرداری کی توفیق دے اور ایمان پر میرا خاتمہ فرما۔

علماء نے لکھا ہے کہ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ جس حالت میں گیا تھا اس سے بہتر حالت میں لوٹے اور دل میں حضرت سید الرسل کے اتباع سنت کا شوق پیدا ہو جائے اور دنیا و اہل دنیا کی محبت سے دل سرد ہو جائے اور آخرت اور اہل دین کی محبت دل میں غالب ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کی عنایت سے حج و زیارت کا بیان ختم ہو گیا اب میں حسب التزام حج کے متعلق چالیس حدیثیں اور چالیس اقوال حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقل کرتا ہوں۔

چہل حدیث لکھنے سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ حجۃ الوداع کے پورے واقعات لکھ دوں کیونکہ جو حدیثیں میں لکھوں گا ان میں سے کسی میں پورے واقعات اس حج کے نہیں ہیں کسی راوی نے ایک میں پورے واقعات نہیں بیان کئے بلکہ ضرورت وقت کے مناسب جس قدر مضمون اس واقعہ کا ہوتا تھا اسی قدر نقل کر دیئے تھے۔ ہم نے کسی کتاب میں حجۃ الوداع کے واقعات اس اختصار اور حسن ترتیب سے نہیں دیکھے جیسا کہ شرح سفر السعادۃ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لکھے ہیں لہذا اسی کتاب سے ان واقعات کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

حجۃ الوداع کی مختصر کیفیت

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ حج کی فرضیت ۹ھ میں ہوئی اور ۱۰ھ میں آپ نے اس حکم کی تعمیل کی ہجرت کے بعد یہی ایک حج آپ نے کیا چونکہ یہ حج آخر تھا اور جس سال آپ نے یہ حج کیا ہے وہ سال آپ کی عمر گرامی کا آخری سال تھا اسی سال آپ دنیا سے رخصت ہوگئے اور اسی سال کئی بار عام مجمعوں میں آپ نے اپنے وداع وفراق کی خبر اشارات وکنایات میں بیان فرمائی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ان اشارات کو سمجھ گئے اور اسی وقت رونے لگے کبھی یہ بھی فرمایا کہ شاید سال آئندہ میں تم مجھ کو نہ پاؤ گے حضرت معاذ سے یہاں تک فرمایا کہ معاذ اب یمن سے لوٹ کر تم میری قبر دیکھو گے اس پر حضرت معاذ بہت روئے خاص کر آخر میں جو خطبہ آپ نے پڑھا وہ بالکل صاف بتارہا ہے کہ اب عنقریب آپ دنیا کو اپنے جمال دلربا سے محروم فرمانے والے ہیں ایسے الفاظ تھے کہ عام طور پر صحابہ کہنے لگے کہ کانہ موعظۃ مودع یہ نصیحت تو گویا رخصت ہونے والے کی ہے، انہیں وجوہ سے اس حج کا نام حجۃ الوداع مشہور ہوا۔

جب آپ نے اس حج کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کو اطلاع دی سب نے حج کی تیاری کرلی اور یہ خبر مدینہ منورہ کے اطراف قرب وجوار کے گاؤں میں پہنچی تو وہاں کے تمام مسلمان مدینہ میں آگئے اور راستے میں چلتے چلتے جیسے جیسے مسلمانوں کو خبر ہوتی جاتی تھی آتے جاتے تھے ایک شور برپا تھا کہ حضرت اس سال حج کو جاتے ہیں جو سنتا تھا وہ دوڑا چلا آتا تھا ایک شمع جاں نواز تھی کہ روشن تھی اور پروانوں کا اس پر ہجوم تھا اس قدر لوگ مجتمع ہوئے کہ حد شمار سے باہر اب تک صحیح تعداد کی تحقیق نہیں معلوم ہوئی۔ ہاں اس قدر ضرور کہا گیا ہے کہ جس طرف نظر جاتی تھی آدمی کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا بعض روایات میں ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار آدمی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہفتہ کے دن چوبیس ذیقعدہ کو آپ نے ظہر کی نماز مدینہ مقدسہ کی مسجد میں پڑھی بعد نماز کے سر مبارک میں تیل ڈالا اور کنگھی کی اور چادر اور تہ بند پہن کر کوچ فرمایا اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر قیام کردیا عصر کی نماز وہاں قصر سے ادا فرمائی اور رات بھر اور دوسرے دن ظہر تک وہیں رہے تمام امہات المومنین اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اس سفر میں ہمراہ تھیں شب کو آپ نے

تمام ازواج کے یہاں تھوڑی دیر قیام فرمایا اور دوسرے دن ظہر کی نماز وہاں پڑھ کر آپ نے احرام کے لئے غسل فرمایا اور خطمی واشنان بھی صفائی کی غرض سے پانی میں ملا دیا تھا، غسل کے بعد عائشہ صدیقہؓ نے ایک مرکب خوشبو جس میں مشک بھی تھا آپ کے سر اور بدن پر لگا دی اور اس قدر لگائی کہ مشک کا اثر آپ کی داڑھی اور سر پر دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا بعد اس کے آپ نے چادر اور تہبند احرام کی پہن لی اور دو رکعت نماز (۱) احرام پڑھیں اور بدنہ کی گردن میں دو جوتیاں لٹکا دیں اور اس کی داہنی جانب اشعار کیا بعد اس کے احرام باندھ لیا صحیح یہ ہے کہ آپ نے قران کا احرام باندھا تھا بعد اس کے تلبیہ کہی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے پھر جب وہ اٹھی تو آپ نے دوبارہ تلبیہ کہی اور بعد اس کے جب ایک اونچے مقام پر چڑھنے کا اتفاق ہوا تو آپ نے پھر تلبیہ کہی اور کبھی آپ فرماتے تھے لبیک بحجۃ وعمرۃ کبھی صرف اس قدر کہتے تھے کہ لبیک بحجۃ میں آپ نے یہ عبارت پڑھی (۲) **لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لا شریک لک** تلبیہ آپ نے بلند آواز سے کہی اور تمام صحابہ کو آپ نے حکم بھی دیا۔ صحابہ تلبیہ کی عبارت میں کچھ تغیر و تبدل کر دیتے تھے مگر آپ نے کسی کو منع نہیں فرمایا احرام کی حالت میں آپ نے اپنے سر کے بالوں کو خطمی لگا کر چپکا لیا تھا تاکہ ٹوٹنے سے اور جوئیں وغیرہ سے حفاظت رہے جب آپ مقام روحا میں پہنچے ایک زخمی گورخر کو دیکھا صحابہ کو آپ نے منع کر دیا کہ اس کو نہ چھیڑنا اتنے میں اس کا شکار کرنے والا آ گیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شکار میں نے آپ کو دے دیا آپ جو چاہیں کریں حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ اس کو لا کر صحابہ میں تقسیم کر دو پھر مقام اثابہ میں ایک ہرن کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا اور وہ زخمی تھا آپ نے ایک شخص کو متعین کر دیا تھا کہ کوئی محرم اس کو چھیڑنے نہ پائے پھر جب آپ مقام عرج میں پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے ایک غلام کو مارا اس نے ایک اونٹ جس پر آنحضرت ﷺ کا بھی اسباب تھا کھو دیا تھا آنحضرت ﷺ اس حال کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ۔

اس محرم کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے اس کے سوا آپ نے کچھ نہیں فرمایا کہ تمہارا حج فاسد ہو گیا یا

---

(۱) صاحب سفر السعادت نے تو نماز احرام کے منقول ہونے سے انکار کیا ہے لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح میں اس کا مسنون ہونا ثابت کیا ہے ۱۲۔

(۲) ترجمہ۔ اے اللہ میں تیرے دروازہ پر حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں سب تعریف اور نعمت تیری ہی ہے اور ملک تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ۱۲۔

تم کو فدیہ دینا پڑے گا جب مقام ابواء میں پہنچے تو صعب بن جثامہ نے ایک گورخر ہدیۂ پیش کیا آپ نے نہیں لیا اور فرمایا کہ ہم محرم ہیں۔

جب آپ وادی عسفان میں پہنچے تو فرمایا کہ موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جارہے ہیں اور انگلیاں اپنے کان میں دیئے ہوئے بہت بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہود اور صالح بھی اس وادی میں گزرا کرتے تھے، جب آپ مقام سرف میں پہنچے عائشہ رضی اللہ عنہا کو عذر زمانہ پیش آ گیا وہ رو رہی تھیں آپ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو یہ تو ایک تقدیری بات ہے اس میں تمہارا کیا اختیار ہے کوئی حرج نہیں سوا طواف کے تم تمام اعمال حج کے ادا کرو عائشہ صدیقہ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا لہذا آپ نے فرمایا کہ تم عمرہ چھوڑ دو اور غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا بعد اس کے جب وہ پاک ہوئیں اور وقوف کر چکی تھیں تو طواف اور سعی کی آپ نے فرمایا کہ اب تم حج سے باہر ہوگئیں بعد اس کے عمرہ کی قضا کے لئے آپ نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ تم ان کو تنعیم تک لے جاؤ اور وہاں سے عمرہ کا احرام بندھوا کر لے آؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انہوں نے عمرہ کی قضا کر لی۔

اسی مقام سرف میں آپ نے صحابہ سے فرمایا جس کے ہمراہ ہدی نہ ہو وہ چاہے تو اپنے احرام کو عمرہ سے بدل دے ہاں جس کے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہیں کر سکتا پھر جب آپ مکہ پہنچے تو یہ حکم قطعی طور پر دے دیا اور فرمایا کہ اگر میں ہدی نہ لایا ہوتا تو میں بھی ایسا کرتا، جب مکہ مکرمہ قریب آ گیا تو آپ نے مقام ذی طویٰ میں نزول فرمایا اور یکشنبہ کے دن ذی حجہ کی پانچویں تاریخ صبح کی نماز پڑھ کر آپ نے غسل فرمایا اور طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد حجون کے راستہ سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جب آپ باب السلام میں پہنچے اور کعبہ شریف میں آپ کی نظر مبارک پڑی تو آپ نے یہ دعا پڑھنی شروع کی (۱) **اللھم زد بیتک ھذا تشریفا و تعظیما و تکریما و مھابۃ** بعد اس کے آپ سیدھے کعبہ کی طرف روانہ ہوئے تحیۃ المسجد نہیں پڑھی حجر اسود کے مقابل پہنچ کر استلام کیا اور طواف میں مشغول ہو گئے کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ کی طرف چھوڑا اور اپنے دائیں ہاتھ کی طرف سے طواف شروع کیا طواف کے اندر کسی خاص مقام میں کوئی مخصوص دعا آپ سے منقول نہیں مگر ہاں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان میں آپ نے

---

(۱)۔ اے اللہ اپنے اس گھر کی بزرگی اور عظمت اور کرامت اور رعب زیادہ فرما ۱۲ ختم۔

یہ دعا پڑھی (۱) ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار اللھم انی اسئلک العفو والعافیة فی الدنیا والاخرة طواف میں آپ نے سات شوط کئے پہلے تین شوطوں میں رمل فرمایا اور اخیر کے شوطوں میں رمل نہیں کیا اس طواف میں آپ نے اپنی چادر بہ صورت اضطباع اوڑھی تھی ہر شوط میں جب حجر اسود کی محاذات پر پہنچے تو ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اس کا بوسہ دیتے اور رکن یمانی کی محاذات پر جب پہنچتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے مگر اس کو بوسہ نہ دیتے حجر اسود کے مقابل جب پہنچتے تو اللہ اکبر کہتے جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم میں آئے اور یہ آیت پڑھی واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (۲) اور وہاں دو رکعت نماز طواف پڑھی، پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قل ھو اللہ پڑھی نماز طواف سے فارغ ہو کر حجر اسود کی طرف تشریف لائے اور اس کا استلام کیا بعد اس کے بیچ کے دروازہ سے کوہ صفا کی طرف تشریف لے گئے صفا کے قریب پہنچ کر یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروة من شعائر اللہ (۳) اور فرمایا کہ جس کو پہلے اللہ نے ذکر فرمایا ہے اسی سے ہم طواف کی ابتدا کریں گے پھر آپ صفا پر چڑھ گئے اور کعبہ مکرمہ کے مقابل کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھی (۴) لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ و نصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمة من کل بر والسلامة من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرته ولا ھما الا فرجته ولا کربا الا کشفته ولا حاجة الا قضیتھا.

---

(۱) ترجمہ۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عنایت کر اور آخرت میں بھلائی عنایت کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت میں بخشش اور عافیت طلب کرتا ہوں ۱۲۔

(۲) ترجمہ۔ اور مقام ابراہیم میں نماز کی جگہ بناؤ ۱۲۔

(۳) ترجمہ۔ بیشک صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں ہے ۱۲۔

(۴) اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس کی ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور (کافروں) کی جماعتوں کو اس نے تنہا بھگا دیا ہے اے اللہ ہم تجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری مغفرت کے وسائل اور ہر نیکی میں سے حصہ اور گناہ سلامتی کی درخواست کرتے ہیں تو ہمارے ہر گناہ کو بخش دے اور ہر غم کو دور کر دے اور ہر تکلیف کو دفع فرما اور حاجت کو روا کر ۱۲۔

پھر صفا سے اتر کر مروہ پر آئے اثنائے سعی میں چونکہ لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوگیا تھا اس لئے اونٹنی پر سوار ہو کر آپ نے سعی کو پورا کیا ابتداسعی کی آپ نے صفا سے کی اور اختتام اس کا مروہ پر کیا جب مروہ پر چڑھے تو وہی دعا جو آپ نے صفا پر پڑھی تھی مروہ پر بھی پڑھی اور درمیان میں آپ یہ دعا پڑھتے تھے (۱) **رب اغفر وارحم انک انت الاعز الاکرم** سعی سے فارغ ہو کر آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جس کے ہمراہ ہدی نہ ہو وہ احرام سے باہر ہو جائے چنانچہ سب احرام سے باہر ہو گئے او آپ کی تعمیل حکم سے بہتوں نے سر منڈوائے اور بعض نے بال کترواد یئے سرمنڈوانے والوں کے لئے آپ نے تین بار فرمایا **اللھم ارحم المحلقین** (۱) کتروانے والوں نے استدعا کی کہ حضور ہم کو کیوں محروم رکھتے ہیں اس وقت آپ نے ان کے لئے بھی سراقہ بن مالک نے پوچھا کہ حضور (۳) یہ بات صرف ہمارے لئے خاص ہے یا تمام امت کے لئے آپ نے فرمایا ہمیشہ کے لئے اور تمام لوگوں کے لے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم احرام سے باہر نہیں ہوئے کیونکہ ان لوگوں کے ہمراہ ہدی تھی، اور ازواج مطہرات اور بی بی فاطمہ زہرا احرام سے باہر ہو گئی تھیں کیونکہ ان کے ہمراہ ہدی نہ تھی چار دن کے بعد یعنی ذالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو آپ نے منیٰ جانے کا قصد کیا جو صحابہ احرام سے باہر ہو گئے تھے انہوں نے اس دن حج کا احرام باندھا ظہر اور عصر کی نماز آپ نے منیٰ میں پڑھی اور رات کو وہیں رہے دوسرے دن نویں تاریخ کو جب آفتاب نکل آیا آپ عرفات کی طرف متوجہ ہوئے کوئی صحابہ تکبیر کہتے تھے کوئی تلبیہ آپ نے کسی پر انکار نہیں فرمایا۔

جب آپ مقام نمرہ میں پہنچے تو وہاں نزول فرمایا، وہاں آپ کے حکم سے اونی خیمہ آپ کے لئے پہلے سے نصب کر دیا تھا۔ زوال آفتاب کے بعد آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر نہایت بلیغ اور موثر خطبہ پڑھا تمام اسلام کے اصول اس میں تعلیم فرمائے اور تمام کفر و شرک کی باتوں کی جڑ کاٹ دی رسوم کو بالکل مٹا دیا اور جو جو باتیں تمام مذاہب میں ممنوع ہیں ان کا ذکر فرمایا جاہلیت کے زمانہ کے خونوں (۴) اور سودوں کو معاف کر دیا اور مردوں کو عورتوں سے خوش

---

(۱) ترجمہ۔ اے میرے پروردگار بخش دے اور رحم کر بے شک تو عزت والا بزرگ ہے ۱۲۔

(۲) ترجمہ۔ اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرما ۱۲۔

(۳) یعنی ایام حج میں عمرہ کرنا ۱۲۔

(۴) یعنی اسلام سے پہلے جو کسی کو قتل کر دیا تھا اور اس کی بابت آپ نے یہ کہہ دیا کہ اب اس سے قصاص نہ لیا جائے گا اور جو روپیہ کسی نے کسی کو سودی قرض دیا تھا اور اس کا سود اس پر باقی تھا وہ بھی معاف کر دیا۔

خلقی اور ملاطفت کرنے کی تاکید فرمائی اور زوجین کے باہمی حقوق یاد دلائے اور لوگوں کو کتاب خدا پر عمل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو کوئی کتاب خدا پر عمل کرے گا وہ گمراہ نہ ہوگا پھر صحابہ سے پوچھا کہ تم لوگ میرے حق میں کیا کہتے ہو سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہم سب گواہ ہیں کہ آپ نے خدا کے احکام پہنچائے اور امت کی خیر خواہی جیسا کہ چاہئے کی اور تمام حقوق رسالت کو آپ نے ادا فرمایا یہ سن کر آپ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور اس کو گھما اور فرمایا کہ (۱) **اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد** پھر فرمایا کہ جو لوگ اس مجمع میں ہیں وہ غائبین کو یہ تمام احکام پہنچادیں اس کے بعد آپ نے ظہر کی نماز پڑھی ظہر اور عصر دونوں نماز یہاں ایک ساتھ پڑھی نماز سے فارغ ہو کر آپ نے سوار ہو گئے اور عرفات آئے وہاں دامن کوہ کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو کر سواری پر آپ نے وقوف فرمایا اور نہایت الحاح وزاری کی ساتھ بہت دردناک الفاظ میں آپ نے حق تعالیٰ سے دعا مانگنا شروع کی جب دعا مانگ چکے تو فرمایا کہ عرفات میں کھڑا ہونا کچھ خاص اسی مقام پر ضروری نہیں بلکہ تمام جنگل عرفات کا موقف ہے جہاں چاہو کھڑے ہو عرفات ہی میں یہ آیت نازل ہوئی **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** ترجمہ۔ (اے مسلمانوں) آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ یہ آیت اگر چہ تمام اہل اسلام کے لئے نہایت مسرت اور فرحت کا باعث ہے لیکن صحابہ میں جو لوگ تیز نظر اور دقیقہ رس تھے وہ اس آیت کے سنتے ہی نہایت دل شکستہ اور مخزون ہو گئے سمجھ گئے کہ اب زمانہ فراق قریب ہے کیونکہ آپ کا دنیا میں آنا اور رہنا محض تعلیم دین اور یقین کے لئے تھا جب وہ کام پورا ہو گیا تو آپ کا قیام دنیا میں کس لئے ہوگا پھر اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے دین کے مسائل مجھ سے یاد کر لو آئندہ سال مجھے شاید پاؤ نہ پاؤ، اسی دن عرفات میں ایک صحابی اونٹ کے اوپر سے گر پڑے اور ان کی وفات ہو گئی آپ نے فرمایا کہ ان کو غسل دے کر احرام کے لباس میں دفن کر دو اور خوشبو نہ لگاؤ اور سر اور چہرے کو نہ بند کرو اور فرمایا کہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتے ہوئے میدان حشر میں آئیں گے۔

جب آفتاب غروب ہو گیا تو آپ نے اسامہ بن زید کو اپنے ہمراہ سوار کر لیا اور مزدلفہ کی

---

(۱) ترجمہ۔ اے اللہ گواہ رہنا اے اللہ گواہ رہنا اے اللہ گواہ رہنا۔

طرف چلے اس وقت لوگوں کا ہجوم تو تھا ہی سبھوں نے تیز روی کرنی چاہی ایک کے اوپر ایک
گرنے لگا تو آپ نے ان کو منع فرمایا کہ جلدی کرنے میں کوئی فائدہ اور کچھ ثواب نہیں غرض
نہایت سکون ووقار کے ساتھ وہاں سے آپ روانہ ہوئے جب راہ کشادہ اور میدان وسیع مل
جاتا تو اونٹنی کو کچھ تیز بھی کر دیتے تھے جس راستہ سے عرفات میں آئے تھے اس راستہ سے نہیں
لوٹے بلکہ دوسرے راستہ سے یہی عادت آپ کی عید گاہ جانے میں بھی تھی کہ جس راستہ سے
تشریف لے جاتے اس راستہ سے لوٹتے نہ تھے اثنائے راہ میں ایک مقام پر اتر کر خفیف وضو
فرمایا اسامہ نے پوچھا کہ کیا مغرب کی نماز پڑھیئے گا؟ آپ نے فرمایا کہ مغرب کی نماز آگے چل
کر مزدلفہ میں پڑھیں گے پھر مزدلفہ میں پہنچ کر آپ نے پورا وضو کیا اور اذان پڑھی گئی اور
اسباب وغیرہ اتارنے سے پہلے آپ نے مغرب کی نماز ادا کی بعد اس کے اسباب وغیرہ لوگوں
نے اونٹوں سے اتارا اور عشاء کی نماز پڑھی۔ مغرب اور عشاء کے فرض کے درمیان میں کوئی نفل
نماز آپ نے نہیں پڑھی پھر رات بھر آپ مزدلفہ میں رہے اور شب بیداری نہیں کی عورتوں
اور بچوں کو صبح ہونے سے پہلے آپ نے رخصت کر دیا کہ منیٰ چلے جائیں عبداللہ بن عباس رضی
اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ کر دیا اور یہ فرمادیا کہ آفتاب نکلنے سے پہلے رمی نہ کریں پھر فجر کا وقت
آتے ہی اول وقت آپ نے فجر کی نماز پڑھ لی اور سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور وہاں وقوف
فرمایا اور قبلہ رو ہو کر امت کے لئے نہایت تضرع وزاری کے ساتھ دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ
جب طلوع آفتاب کا وقت قریب آ گیا تو آپ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور فضل بن عباس
رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ سوار کیا اور آپ نے فضل بن عباس کو یہ حکم دیا کہ وہ راستہ سے کنکریاں
رمی کے لئے چن لیں انہوں نے سات کنکریاں چن کر حضور کے ہاتھ میں دیں آپ نے اپنے
کف مبارک میں ان کو لے کر غبار وغیرہ سے صاف کیا اور فرماتے رہے کہ اسی قسم کی کنکریوں
سے رمی کرنی چاہئے اور اے لوگوں دین میں زیادتی نہ کرو اگلے لوگ اسی سے برباد ہوئے، اسی
راہ میں ایک عورت ملی اور اس نے آپ سے پوچھا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے اونٹ پر نہیں
بیٹھ سکتا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں، فضل بن عباس اس عورت
کی طرف دیکھنے لگے تو آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں اور ان کی گردن پھیر دی، پھر ایک
بوڑھیا ملی اور اس نے کہا کہ میری ماں بہت کمزور ہے اور بہت بوڑھی ہے کیا میں اسکی طرف
سے حج کر سکتی ہوں، آپ نے فرمایا ہاں، پھر جب آپ وادی محسر میں پہنچے تو وہاں سے اونٹنی کو

بہت تیز دوڑایا اور بہت عجلت کے ساتھ وہاں سے نکل آئے اور فرمایا یہاں دشمنان خدا پر عذاب ہوا تھا اس مقام پر اصحاب فیل پر عذاب ہوا تھا جو کعبہ مکرمہ کے گرانے کے لئے آئے تھے۔

پھر جب آپ جمرۃ العقبہ کی محاذی پہنچ گئے تو کھڑے ہو گئے کعبہ مکرمہ اس وقت آپ کے بائیں ہاتھ کی طرف تھا اور منیٰ داہنے ہاتھ کی طرف اور سواری پر سے آپ نے سات کنکریاں ایک ایک کر کے جمرۃ العقبہ پر ماریں، رمی کرتے وقت بلال اور اسامہ بن زید حاضر رکاب تھے ایک تو اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے آپ کے اوپر سایہ کئے ہوئے تھے رمی کے بعد آپ نے تلبیہ موقوف کر دیا اور اس کے بعد اپنی فرودگاہ میں جو مسجد خیف کے قریب تھی تشریف لے گئے اور وہاں ایک نہایت بلیغ اور بغایت موثر اور درد انگیز خطبہ پڑھا اور ایسی آواز سے پڑھا کہ تمام حاضرین نے بخوبی اس کو سنا اس بات کو بھی علماء نے حضرت ﷺ کے معجزات میں شمار کیا ہے کیونکہ قوت بشری سے یہ بات باہر ہے کہ اتنے کثیر مجمع کے لئے ایک شخص کی آواز کفایت کر جائے اس خطبہ میں آپ نے لوگوں کو ماہ حرام کی فضیلت اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی بزرگی سنائی اور ان مہینوں میں جدال وقتال کی ممانعت کی اور فرمایا کہ حج کے مناسک سیکھ لو شاید اب میں دوبارہ حج نہ کروں گا اور یہ بھی حکم دیا کہ میرے بعد جو تمہارا سردار ہو اس کی اطاعت کرنا بشرطیکہ وہ کتاب اللہ پر عمل کرلے اور فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا اور باہم خونریزی نہ کرنا بعد اس کے لوگوں سے آپ نے رخصتی کے کلمات کہے اور اپنے فراق کی تلخ تر خبر باشارات واضحہ سب کو سنائی اور حکم دیا کہ جو احکام تم لوگوں نے مجھ سے سنے ہیں وہ ان کو پہنچا دینا جنہوں نے نہیں سنے۔

خطبہ پڑھ کر آپ قربانی کے مقام پر آئے اور وہاں تریسٹھ اونٹ آپ نے اپنے ہاتھ سے قربانی کئے اس خاص عدد کے اختیار کرنے میں بھی اپنے عمر کے ختم ہونے کی طرف اشارہ فرمایا آپ نے تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی تو گویا عمر کے ہر سال کے عوض میں ایک اونٹ قربانی فرمایا اور پھر حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ سینتیس اونٹ تم قربانی کر دو تا کہ سو پورے ہو جائیں، اونٹوں کی یہ کیفیت تھی کہ پانچ پانچ چھ چھ اونٹ قربانی کے لئے آپ کے قریب لائے جاتے تھے ایک اونٹ ایک پر گر پڑتا تھا اور ہر اونٹ یہی چاہتا تھا کہ پہلے میں مشرف کیا جاؤں، پھر آپ نے حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ اونٹوں کی کھالیں اور ان کی جھولیں مسکینوں کو تقسیم کر دیں اور گوشت بنانے والوں کی اجرت آپ نے علیحدہ سے دلوائی جب قربانی سے

آپ فارغ ہو گئے تو لوگوں سے یہ بھی فرمادیا کہ یہ نہ خیال کرنا کہ جس جگہ میں نے قربانی کی ہے وہاں کے سوااور کہیں قربانی جائز نہیں بلکہ تمام منیٰ میں جہاں قربانی کرے درست ہے پھر آپ نے سرمنڈ وانے کے واسطے حکم دیا حضرت معمر بن عبداللہ آئے اور استرہ لے کر کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا کہ اے معمر دیکھو اس وقت رسول اللہ نے تمہیں اپنے سر پر قبضہ دیا ہے اور تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے مقصود یہ تھا کہ اس نعمت کی قدر دانی کرو اور خدا کا شکر بجالاؤ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یہ اللہ کا فضل واحسان ہے آپ نے فرمایا بے شک پھر آپ نے حکم دیا کہ پہلے داہنی جانب کے بال مونڈو، داہنی جانب کے بال تو سب آپ نے حضرت ابوطلحہ کو دیئے اور بائیں جانب کے بالوں کی نسبت فرمایا کہ لوگوں کو تقسیم کردو تمام لوگوں کو ایک ایک بال یا دو دو بال پہنچے بالوں کی تقسیم میں بھی اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اب جدائی کا زمانہ قریب ہے اور وہ وقت اب کچھ دنوں کے بعد آنے والا ہے کہ جو آنکھیں ہمیشہ اس جمال بے مثال سے منور رہتی تھیں اپنے محبوب کے دیدار کو ترس جائیں اور لوگ اس بات کی تمنا کرنے لگیں کہ کاش حضرت کی کوئی نشانی ہوتی اسی کو دیکھ کے ہم اپنے دل کو سمجھاتے اسی وجہ سے حضرت نے اپنے موئے مبارک لوگوں کو تقسیم فرمائے تاکہ آئندہ ان عاشقان بیدل کو تسکین وطمانیت کا سبب اور رحمت و برکت کا باعث ہو بعد اسکے آپ نے ناخونوں کو بھی ترشوایا اور ان کو بھی لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

اب بھی بعض صاحب نصیب لوگوں کے پاس آپ کے موئے مبارک موجود ہیں اور ان میں سے بعض بعض کی نسبت تو یقین ہوسکتا ہے کہ وہ بے شک وہی موئے اقدس ہیں جو کسی وقت حضرت کے جسم انور سے تعلق رکھتے تھے اس امر کا یقین حاصل کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے اول یہ کہ سند ان باتوں کی بواسطہ ثقات کسی صحابی تک پہنچی ہوئی ہو اور اس کے راویوں میں تمام وہ شرطیں موجود ہوں جو ایک حدیث کے راویوں میں ہونی چاہئے دوسرے یہ کہ کوئی صاحب دل اپنے وجدان سے ان بالوں کے انور تجلیات کا مشاہدہ کریں مگر یہ دوسرا طریقہ صرف انہیں لوگوں کے لئے ہے جو اس مشرب عالی سے بہرور ہوں۔

جو موئے مبارک کسی خاندان میں زمانہ قدیم سے وراثۃً چلے آتے ہوں اور کوئی لکھی ہوئی سند ان کے ساتھ نہ ہو ان کی نسبت اگرچہ یقین نہیں ہوسکتا لیکن اس خیال سے کہ شاید وہ ایسے ہی ہوں جیسے کہ بیان کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم ومحبت میں کمی نہ کرنی چاہئے۔

واقعی مسلمان بڑے خوش قسمت ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کنتم خیر امة ہر طرف کی خیریت کا سامان اللہ جل شانہ نے ان کے لئے مہیا کر دیئے ہیں ان کے پاس ان کے نبی کی وہ نشانیاں موجود ہیں جو آج کسی امت کو نصیب نہیں سب سے بڑی نشانی آنحضرت ﷺ کی جو آپ کا ایک زندہ معجزہ ہے ہمارے پاس قرآن عظیم ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانے سے اس وقت تک باوجودیکہ تیرہ سو برس سے زائد ہوگئے اسی طرح بے کم وکاست بے تغیر وتبدل چلا آرہا ہے۔ اور انشاء اللہ تا قیام قیامت ہمارے پاس رہے گا دوسری نشانی آپ کی ہمارے پاس آپ کے احادیث ہیں احادیث کی حفاظت اور بہم رسانی میں بھی جو اہتمام ہمارے اگلوں نے کیا اس کا دسواں حصہ بھی کسی امت کو نصیب نہیں ہوا۔ اس کے بعد اور نشانیاں بھی ہمارے پاس ہیں جو خاص آنحضرت ﷺ کی ذات مجمع صفات سے تعلق رکھتی ہیں مثل موئے مبارک اور نقش نعلین اور نقش قدم شریف کے۔

وہ مسلمان کیسے خوش نصیب ہیں جن کے بابرکت گھر ان موئے مبارک سے آباد ہیں، وہ آنکھیں کس درجہ تعظیم کے قابل ہیں جنہوں نے ان مقدس بالوں کی زیارت کی ہے اگلے زمانہ میں دستور تھا کہ ان موئے مبارک کے ذریعہ اکثر بیماروں کی دوا کی جاتی تھی اور ان کو شفا ہوتی تھی وہ لوگ ان موئے مبارک کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، چنانچہ صحیح بخاری میں ابن سیرین سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبیدہ سے (حضرت عبیدہ جناب رسالت ماب ﷺ کی حیات میں مسلمان ہو چکے تھے لیکن ملاقات کی نوبت نہیں آئی) کہا کہ ہمارے پاس نبی ﷺ کا موئے مبارک ہے ہم نے اسے حضرت انس کے پاس سے پایا ہے تو انہوں نے (نہایت حسرت سے) کہا کہ بے شک اگر میرے پاس حضرت کا موئے مبارک ہوتا تو مجھے دنیا سے اور تمام ان چیزوں سے جو دنیا میں ہیں زیادہ محبوب ہوتا۔

آنحضرت ﷺ کی نشانیوں کا جو ذکر آیا تو ایک عجیب اور مقدس نشانی جو زمانہ حال میں دستیاب ہوئی ہے اس کا ذکر کئے بغیر جی نہیں مانتا، سلطان عبدالحمید خاں خلیفہ ترکی کے عہد میں بعض عیسائی سیاحوں کو کسی سرزمین میں دو خط آنحضرت ﷺ کے دستیاب ہوئے ہرن کی جھلی پر لکھے ہوئے، عبارت ان خطوں کی صحیح بخاری کی روایت کردہ خط سے بالکل مطابق ہے ان سیاحوں نے ان خطوط مقدسہ کو خلیفہ کے یہاں نذر کیا اور خلیفہ نے ان کو تبرکات کے خزانہ میں رکھ لیا اور ایک بیش بہا صلہ ان سیاحوں کو عنایت کیا ان خطوط مقدسہ کے فوٹو اکثر بلاد اسلامیہ

میں باجازت سلطانی بھیجے گئے منجملہ ان کے میرے بعض احباب کے پاس بھی ان کے فوٹو آئے اور خدا کا شکر ہے کہ میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں، الغرض بالوں کی تقسیم کے بعد زوال سے پہلے آپ مکہ تشریف لائے اور طواف ادا کیا طواف کے بعد آپ نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا، یہ طواف آپ نے سوار ہو کر کیا تھا وجہ یہ تھی کہ ہجوم بہت زیادہ ہو گیا تھا اور یہ بھی مقصود تھا کہ تمام حاضرین آپ کے طواف کو دیکھیں اور آپ کے جمال جہاں آراء سے اپنی آنکھیں روشن کریں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے پیر میں کچھ چوٹ آ گئی تھی پھر آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھ کر منیٰ کی طرف مراجعت فرمائی اور رات کو وہیں رہے دوسرے دن نماز ظہر سے پہلے زوال کے بعد پیادہ پاتینوں جمروں کی رمی فرمائی پہلے اس کی جو مسجد خیف کے قریب ہے اور اس کی رمی کے بعد تھوڑی دور آ گئے بڑھ کر آپ نے کھڑے ہو کر اتنی دیر تک دعا کی جتنی دیر میں کوئی سورۂ بقرہ پڑھے، پھر اس کے بعد والی جمرہ کی رمی کی اور اس کی رمی کے بعد بھی داہنے ہاتھ کی طرف ہٹ کر اتنی ہی دیر تک آپ نے دعا کی پھر جمرۃ العقبہ کی رمی کی اور اس کی رمی کے بعد آپ نے دعا کی اور نہ وہاں توقف فرمایا۔

منیٰ میں آپ نے پورے دو روز قیام کیا یعنی گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو اور ہر روز اسی طرح رمی کی اور تیرہویں تاریخ کو نماز ظہر کے بعد رمی کر کے آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اثنائے راہ میں آپ محصب میں اترے اور ظہر، عصر، مغرب عشاء کی نمازیں وہیں پڑھیں بعد اس کے آپ تھوڑی دیر سو رہے بعد اس کے آپ بیدار ہوئے اور کوچ کیا اور مکہ میں آ کر رات ہی کو طواف وداع کیا، اس طواف میں رمل نہیں کیا عائشہ صدیقہؓ نے اپنے چھوٹے ہوئے عمرے کی قضا بھی اس شب میں کی، رات ختم نہ ہوئی تھی کہ عمرے سے فراغت ہو گئی، پس آپ نے کوچ کا اعلان دے دیا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے صبح کی نماز کعبہ مکرمہ کے سامنے پڑھ کر چلے گئے (۱) پھر جب آپ مقام غدیر (۲) خم میں پہنچے تو وہاں آپ نے کچھ دیر قیام فرمایا چونکہ آپ نے اس سال اپنی امت کے لئے آئندہ اور موجودہ اصلاح کے تمام مدارج طے کر

(۱) یہ واقعہ شرح سفر السعادۃ میں نہیں ہے ۱۲۔
(۲) غدیر خم ایک چشمہ کا نام ہے مقام جحفہ سے تین میل پر واقع ہے ۱۲۔

دیئے تھے اور جن جن مفاسد کا آگے چل کر آپ کو اندیشہ تھا ان کا سد باب کر دیا تھا آپ کو اپنی امت میں دو باتوں کا زیادہ اندیشہ تھا، ایک تو باہمی خون ریزی کا دوسرے باہمی رنجش کا چنانچہ آپ نے ان دو باتوں کے متعلق حج کے خطبوں میں بہت بلیغ اور مؤثر نصیحت فرمائی اور اپنے خلفاء کی اطاعت کا بھی حکم دیا، آپ کو یہ بھی بذریعہ وحی معلوم ہوا تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ سے کچھ لوگ بغض و عداوت رکھیں گے اور ان کو نہایت مظلومانہ حالت میں شہید کر دیں گے اور ان کی عداوت کو اپنا جزو ایمان بنائیں گے جیسا کہ احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ تمہاری داڑھی تمہارے خون سے ایک دن رنگین ہو گی یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ لوگ تم سے بغض عداوت رکھیں گے جس طرح یہود عیسیٰ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی والدہ پر بہتان لگاتے ہیں چنانچہ ایسا ہی واقعہ بھی ہوا۔ فرقہ خوارج نے جو کچھ کیا وہ تواریخ و سیر کی کتابوں میں مذکور ہے الحنصر آنحضرت ﷺ نے اس فساد عظیم کی اصلاح کے لئے مقام غدیر خم میں ایک خطبہ پڑھا اس میں اپنے اہل بیت سے محبت رکھنے کا لوگوں کو حکم دیا بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰؓ کی محبت کو مثل اپنی محبت کے لازم و واجب کر دیا الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں :۔

اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولیٰ بالمومنین من انفسهم قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون انی اولیٰ بکل مؤمن نفسه قالوا بلیٰ فقال اللهم من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقیه عمر بعد ذالک فقال هنیا یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مومن ومومنة رواه احمد .

(مشکوٰۃ) ترجمہ:۔ رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ لیا اور فرمایا کہ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنوں کا ان کی جان سے بھی زیادہ دوست ہوں؟ سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں (ہم جانتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کا ان کی جان سے، زیادہ دوست ہوں؟ سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میں جس کا مولیٰ (یعنی محبوب) ہوں علی بھی اس کے مولیٰ یعنی محبوب ہیں اے اللہ تو اس شخص سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس شخص سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے بعد اس کے حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سے ملے اور ان سے کہا کہ مبارک ہو اے ابن ابی طالب تم

ہمیشہ کے لئے ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ (یعنی محبوب) ہو گئے اسی طرح اور بھی بعض اصحاب نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو اس فضیلت کی مبارک باد دی۔(۱)

....

(۱) حضرات شیعہ اس حدیث سے حضرت علی مرتضیؓ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس حدیث سے ان کا دعویٰ بہت اچھی طرح ثابت ہوتا ہے اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بیشک یہ حدیث ہماری کتابوں میں ہے مگر چونکہ اصول عقائد میں فریقین کے یہ امر طے ہو چکا ہے کہ وہ عقائد جن پر نجات آخرت موقوف ہے خبر واحد سے ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ وہ یا تو قرآن سے ثابت ہوں گے یا کسی حدیث متواتر سے قرآن سے خلافت بلا فصل کا ثابت کرنا تو ان حضرات کے حوصلے اور ہمت سے باہر ہے اگر چہ ان کے علماء نے بہت کوشش کی اور اپنی قابلیت اور ذہانت کے بہت کچھ جوہر دکھائے لیکن اس مسئلہ کو قرآن سے ایک خفیف سا تعلق بھی نہیں دے سکے مجبور ہو کر قدمائے شیعہ کو تحریف قرآن کا مسئلہ ایجاد کرنا پڑا صدہا روایتیں ائمہ اہل بیت سے اس مضمون کی بنائی گئیں کہ اس قرآن میں بہت کچھ تحریف ہوگئی ہے مسئلہ امامت وخلافت بلا فصل قرآن میں مذکور تھا مگر دشمنان اہل بیت نے نکال ڈالا قرآن کی تحریف کا مسئلہ اور اس کے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایتیں اصول کافی اور احتجاج طبری اور تفسیر علی بن ابراہیم قمی وغیرہ میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے کچھ مشتے نمونہ از خروار میں نے **انتصار الاسلام** اور **استقصار الافحام** میں نقل کی ہیں۔

المختصر جب قرآن سے اس مسئلہ کو کوئی تعلق نہ ہو سکا تو اس میں تحریف کے قائل ہوئے جب تحریف کی شناعت پر ان کو اطلاع ہوئی تو متاخرین نے تحریف معنوی سے کام لیا مگر باطل کو حق بنانا اور حق کو باطل بنانا کس کے امکان میں ہے اور اس تحریف معنوی سے بھی کچھ سود نہ ہوا بالآخر حدیثوں کیطرف جھکے لیکن خدا کی قدرت کوئی حدیث بھی ان کو اپنے مدعا کے موافق کتب اہل سنت میں نہ ملی۔

اب یہی حدیث غدیر خم اس کی مختصر حالت میں بیان کرتا ہوں اسی پر تمام ان احادیث کو قیاس کرنا چاہئے جو شیعی اصحاب اہل سنت کی کتابوں سے خلافت بلا فصل مرتضویٰ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

اول تو اس حدیث کی صحت میں بڑا اختلاف ہے بڑے بڑے اکابر محدثین جن پر فن حدیث کا دارومدار ہے اس حدیث کی تضعیف کی ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں **اما قوله من کنت مولاه فعلی مولاه فلیس فی الصحاح ولکن هو مما رواه العلماء وتنازع الناس فی صحته فنقل عن البخاری وابراهیم الحربی وطائفة من اهل العلم بالحدیث انهم طعنوا فیه وضعفوه قال ابو محمد بن حزم واما من کنت مولاه فعلی مولاه فلا یصح من طریق الثقات۔**

ترجمہ۔ لیکن اس کا قول من کنت مولاہ تو یہ صحیح حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ اس کو علماء نے روایت کیا ہے اور لوگوں نے اس کی صحت میں اختلاف کیا ہے بخاری سے اور ابراہیم حربی سے اور علمائے حدیث کے ایک گروہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس میں جرح کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے ابو محمد بن حزم کہتے ہیں کہ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** معتبر راویوں کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہے صحاح ستہ میں سے صرف ترمذی ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے بخاری مسلم میں کہیں اس کا پتہ نہیں تو ترمذی نے بھی اس کا صحیح نہ ہونا ثابت کر دیا ہے انہوں نے لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے الغرض جب اس حدیث کی صحت میں اتنا بڑا اختلاف ہے اور امام بخاری جیسے محدث اس کی ضعیف کہنے والے ہیں تو اس سے اعتقادات کا وہ مسئلہ جس پر نجات موقوف ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت علی کے فضائل کا خطبہ پڑھ کر آنحضرت ﷺ مع اپنے اصحاب کے وہاں سے روانہ ہو گئے جب مدینہ قریب آ گیا تو آپ نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا لا الہ الا ھو وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر آئبون

....

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا ہاں فضائل میں اس قسم کی حدیث لے لی جاتی ہے چنانچہ علمائے اہل سنت نے جہاں کہیں اس حدیث کو ذکر کیا ہے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل میں ذکر کیا ہے اصول حدیث میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی قبول کر لی جاتی ہے اور جس طرح احکام کے استخراج میں حدیث کی جانچ کی جاتی ہے فضائل میں اس کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔

دوسرے اگر ہم اس حدیث کے صحت وضعیف سے بھی آنکھ بند کرلیں اور اس قاعدہ مسلمہ (کہ اخبار احادہ گو وہ صحیح بھی ہوں عقائد میں مقبول نہیں ہوتے) کی بھی پرواہ نہ کریں تب بھی اس حدیث سے حضرات شیعہ کا مطلب ثابت ہونا ایک امر محال ہے اس اخیر زمانے میں مولوی حامد حسین صاحب (جو بزعم حضرات شیعہ علمائے سابقین سے بھی سبقت لے گئے تھے) اس حدیث سے خلافت بلافصل ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے اور چار ضخیم جلدوں میں اس حدیث کی بحث لکھی ہے ان کے اور نیز تمام علمائے شیعہ کے استدلال کا دارومدار لفظ مولیٰ پر ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں سے محبوب مراد نہیں بلکہ حاکم مراد ہے ان کے نزدیک مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ جس کا میں حاکم ہوں علی بھی اس کے حاکم ہیں مگر افسوس ہے کہ علمائے شیعہ اس کی کچھ وجہ بیان نہیں کرتے کہ جب مولیٰ بمعنی محبوب اور ناصر کے لغت میں وارد ہو چکا ہے تو وہ معنی کیوں نہ مراد لئے جائیں اور دوسرے معنی کیوں مراد لئے جائیں کوئی وجہ ترجیح ان کو بیان کرنی لازم تھی خیر اس سے بھی درگزر کیجئے مولیٰ کے معنی حاکم کے کسی لغت میں وارد نہیں ہوئے اگر کسی لغت میں مولیٰ بمعنی حاکم لکھا ہوتو گو حضرات شیعہ وجہ ترجیح نہ بیان کرسکیں تب بھی ہم تسلیم کرلیں گے کہ اس حدیث میں خواہ مخواہ یہی معنی یاد ہیں مگر افسوس کہ حضرات شیعہ قیامت تک اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے کہ لغت عرب میں مولیٰ بمعنی حاکم مستعمل ہے مولوی حامد حسین صاحب و نیز علمائے متقدمین شیعہ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ کسی طرح مولا کو حاکم کے معنی میں ثابت کردیں چنانچہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بھی آتا ہے اور (محض بے دلیل یہاں) اولیٰ سے اولیٰ بالتصرف یا اولیٰ بالحکومت مراد ہے مگر جو عبارتیں انہوں نے اس دعویٰ کے ثبوت میں نقل کیں ان سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ مولیٰ بمعنی مکان اولیٰ کے بعض علماء کی نزدیک مستعمل ہوجاتا ہے پس اب اگر یہ معنی اس حدیث کے مان لئے جائیں اور اولیٰ سے اولیٰ بالتصرف مراد لیا جائے تو معنی حدیث کے یہ ہو جائیں گے کہ میں جس کے تصرف کا محل یعنی محکوم بننے کے لئے اولیٰ ہوں تو علی بھی اس کے محکوم بننے کے لئے اولیٰ ہیں دیکھئے حدیث کے معنی کیسے الٹے ہو گئے رسول ﷺ اور علیؓ کو بجائے حاکم کے محکوم ہونے کے لائق بنا دیا اگر خلافت بلافصل کا یہی مطلب ہے تو حضرات شیعہ کو مبارک رہے وہ خوشی سے اس کفر کو اپنا جزو ایمان بنائیں غرض کہ نہ یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ کوئی مسئلہ اعتقادیات کا اس سے ثابت کیا جائے نہ کہ حدیث خلافت مرتضویٰ پر دلالت کرتی ہے چہ جائیکہ بفصل و بلافصل یہ مقام اسی بحث کے مناسب نہ تھا لیکن بات میں بات نکل ہی آتی ہے حدیث غدیر خم کا چونکہ ذکر آ گیا اس لئے ہم نے کچھ اس کے مباحث بھی بیان کر دیئے اگر چہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ بہت مختصر ہے زیادہ تفصیل اس حدیث کے متعلق اگر کوئی دیکھنا چاہئے تو وہ نصیحۃ الشیعہ کی تیسری جلد کو دیکھئے جس کے مصنف مرحوم نے حق سبحانہ تعالیٰ کی تائید سے ہمیشہ کے لئے اس بحث کا خاتمہ کر دیا فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔۱۲۔

تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ (۱) بعداس کے آپ نہایت خیروخوبی کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اوراس شہر مقدس کو اپنے جمال جہاں آرا۔ سے پھر منور فرمایا حرم سے ہجرت کا گیارہواں سال شروع ہوا اور صفر کی اٹھائیس تاریخ کو درد سر اور بخار میں آپ مبتلا ہو گئے اور یک شنبہ کے دن مرض میں شدت ہوگئی اور دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت بارھویں ربیع الاول کو آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ جل مجدہ کے جوار عزت میں سکونت اختیار کی۔(۲)

انا للہ وانا الیہ راجعون.

اگرچہ سرور عالم ﷺ نے بعد وفات کے بھی اپنی امت مرحومہ کے خیال اور خیرخواہی کو نہیں چھوڑا مگر جو فیوض وبرکات کہ حضرت کی موجودگی میں اس عالم پر نازل ہو رہے تھے اب وہ کہاں درحقیقت مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے۔

(۳) اصبر بکل مصیبة وتجلد

واعلم بان المرء غیر مخلد

واذاذکرت مصیبة تسلوبھا

فاذکر مصابک بالنبی محمد

حجۃ الوداع کے حالات وواقعات ختم ہو گئے خدا کی عنایت سے حج وزیارت کے مسائل عمدہ بسط وتفصیل سے بیان ہو چکے اب میں اپنے التزام کے موافق چالیس حدیثیں حج کے بیان میں نقل کرتا ہوں اور اس کے بعد حسب دستور چالیس آثار حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل کروں گا۔ وبہ نستعین۔

---

(۱) ترجمہ۔ اس دعا کا یہ ہے کہ کوئی معبود سوا اللہ کے نہیں وہ ایک ہی کوئی اس کا شریک نہیں اس کی ہے بادشاہت اور اس کے لئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم (حج کر کے) توبہ کرتے ہوئے عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور (کفار کی) جماعت کو اسی ایک نے بھگا دیا ۱۲۔

(۲) بعض لوگوں کا قول ہے کہ صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی ۱۲ (جذب القلوب)

(۳) ترجمہ۔ ہر مصیبت پر صبر کرو اور دل کو سخت کرلو۔ اور یقین کرلو کہ آدمی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا اور جب تم کسی ایسی مصیبت کو یاد کرو جس سے تم بیقرار ہو جاؤ تو تم اپنی اس مصیبت کو خیال کرو جو محمد نبی (ﷺ کی وفات) سے تمہیں پہنچی ۱۲۔

حامداً و مصلیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چہل حدیث حج

(۱) عن ابی هريرة قال سمعت النبی ﷺ يقول من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيومٍ ولدته امه (البخاری

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے پھر نہ رفث کرے نہ گناہ کی بات تو وہ (حج کر کے) مثل اس دن کے لوٹے گا جس دن اسکو اسکی ماں نے جنا۔

(۲) عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ العمرة الی العمرة كفارة لمابينهما والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور (یعنی جسمیں کوئی خلاف حکم بات نہ کی جائے) کی جزا سوائے جنت کے کچھ نہیں ہے۔

(۳) عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ان عمرة فی رمضان تعدل حجة (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ حج کی برابری کرتا ہے۔

(۴) عن ابی هريرة قال خطبنا رسول الله ﷺ فقال يايها الناس قد فرض عليكم الحج فحجوا فقال رجل اكل عام يارسول الله فسكت حتی قالها ثلثا فقال لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم ثم قال ذرونی ماتركتكم فانما هلک من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم علی انبيائهم فاذا امرتكم بشیء فاتوا منه مااستطعتم واذا نهيتكم عن شیء فدعوه (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ رسول خداﷺ (ایکدن) ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کردیا گیا لہذا تم حج کرو ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا ہر سال یا رسول اللہ (حج فرض ہے؟) تو آپ چپ ہوگئے یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ کہا آپ نے فرمایا اگر میں کہدیتا کہ ہاں تو (ہر سال) تم پر فرض ہوجاتا اور پھر تم ہرگز نہ کرسکتے بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے پوچھ پانچھ نہ کرو جب تک میں تم سے کچھ نہ کہوں اس لئے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے زیادہ پوچھ پانچھ اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے پس میں تم کو جس بات کا حکم دوں تم اپنی طاقت کے موافق اس کو بجالاؤ اور جب میں تم کو کسی بات سے منع کردوں تو تم اس کو چھوڑ دو۔

(۵) عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول وفداللہ ثلثۃ الغازی والحاج والمعتمر (النسائی)

ترجمہ: ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خداﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کے ایلچی تین قسم کے لوگ ہیں، جہاد کرنے والے، حج کرنے والے، عمرہ کرنے والے۔

(٦) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفرلک قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفور لہ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی حاجی سے ملو تو اس کو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کرے قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے۔

(۷) عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یمنعہ من الحج حاجۃ ظاھرۃ اوسلطان جائرومرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا وان شاء نصرانیا (الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے فرمایا جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ہوئی ضرورت یا کوئی بادشاہ ظالم یا کوئی مرض شدید نہ روکے اور وہ بغیر حج کئے مرجائے تو (اس کے حق میں یکساں ہے) چاہے یہودی مرجائے چاہے نصرانی مرجائے۔

(۸) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من خرج حاجا اومعتمرا

اوغازیا ثم مات فی طریقہ کتب اللہ لہ اجرالغازی والحاج والمعتمر. رواہ البیہقی (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خداﷺ نے فرمایا جوشخص حج کرنے کیلئے یا عمرہ کرنے کیلئے یا جہاد کرنے کیلئے (اپنے گھر سے) نکلے پھر راستے میں مرجائے تو اس کے لئے غازی اور حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھدیا جائے گا۔

(۹) عن ابن عباس قال ان النبی ﷺ وقت لاھل المدینۃ ذاالحلیفۃ ولاھل الشام الجحفۃ ولاھل نجد قرن المنازل ولاھل الیمن یلملم ھن لھن ولمن اتی علیھن من غیرھن ممن ارادالحج والعمرۃ ومن کان دون ذلک فمن حیث انشأ حتی اھل مکۃ من مکۃ. (البخاری)(۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبیﷺ نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کیلئے جحفہ کو اور نجد والوں کیلئے قرن المنازل کو میقات مقرر فرمایا ہے یہ مقامات ان لوگوں کی بھی میقات ہیں اور جوشخص کسی اور جگہ کا رہنے والا حج یا عمرہ کے ارادہ سے ان پر ہو کے گذرے اس کی بھی (یہی میقات ہیں) اور جوشخص ان مقامات کے اس پار کا رہنے والا ہو وہ جہاں سے احرام باندھ لے (وہی میقات ہے) یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھ لیں۔

(۱۰) عن عائشۃ انھا قالت یارسول اللہ اعتمرتم ولم اعتمر قال یا عبدالرحمن اذھب باختک فاعمرھا من التنعیم علی ناقۃ فاعتمرت (البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یارسول اللہ آپ لوگوں نے عمرہ کرلیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن اپنی بہن کو لیجاؤ تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کو اونٹ پر سوار کر کے مقام تنعیم سے عمرہ کرادیا اور انہوں نے عمرہ کرلیا۔

---

(۱) یہ حکم حج کرنے والے کا ہے عمرہ کرنے والے کیلئے اگر وہ میقات سے اس پار کا رہنے والا ہو یہ حکم ہے کہ وہ حرم سے باہر آ کر احرام باندھے جیسا کہ اس کے بعد کی حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ نے مقام تنعیم سے جو حرم سے باہر ہے عمرہ کا احرام باندھا۔

(۱۱) عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال یحجن البیت ولیعتمرن بعدخروج یاجوج وماجوج (البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کعبہ کا حج وعمرہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی ہوگا۔

(۱۲) عن عبداللہ بن عمران رجلا قال یارسول اللہ مایلبس المحرم من الثیاب قال رسول اللہ ﷺ لایلبس القمیص ولا العمائم ولا السراویلات ولاالبرانس ولا الخفاف الا احد لایجد النعلین فلیلبس خفین ولیقطعها اسفل من الکعبین ولا تلبسوا من الثیاب شیئا مسہ زعفران او ورس (البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ محرم کس قسم کے کپڑے پہنے؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ قمیص نہ پہنے اور نہ عمامہ نہ پائجامہ نہ باران کوٹ اور نہ موزے لیکن اگر کوئی شخص نعلین نہ پائے تو وہ موزے پہن لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے کاٹ دے اور (اے لوگو!) تم اس قسم کے کپڑے نہ پہنو جن میں زعفران یا ورس (ایک خوشبودار گھاس) لگا ہو۔

(۱۳) عن عائشۃ قالت کنت اطیب رسول اللہ ﷺ لاحرامہ حین یحرم ولحلہ قبل ان یطوف بالبیت (البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں رسول خدا ﷺ کے خوشبو لگایا کرتی تھی جب آپ احرام باندھتے تھے اور احرام سے باہر ہونے کے وقت بھی قبل اس کے کہ آپ طواف زیارت کریں۔(۱)

(۱۴) عن ابن عباس ان اسامۃ کان ردف النبی ﷺ من عرفۃ الی المزدلفۃ ثم اردف الفضل من المزدلفۃ الی منی قال فکلاھما قال لم یزل النبی ﷺ یلبی حتی رمی جمرۃ العقبۃ. (البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ تک اسامہ نبی ﷺ کے ردیف تھے بعد اس کے آپ نے مزدلفہ سے منیٰ تک فضل کو ردیف کرلیا تھا یہ دونوں بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ برابر تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے جمرۃ العقبہ کی رمی کی۔

---

(۱) معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت اگر خوشبو لگائی جائے تو کچھ حرج نہیں گو اس کا اثر بعد احرام کے بھی باقی رہے۔

(۱۵) عن عبداللہ بن عمران تلبیة رسول اللہ ﷺ لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لک لا شریک لک (البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ کا تلبیہ اس عبارت سے ہوتا تھا ترجمہ: اے اللہ بار بار تیرے دروازے پر حاضر ہوں، تیرے پکارنے کا جواب دیتا ہوں کوئی تیرا شریک نہیں، میں حاضر ہوں بیشک ہر طرح کی حمد اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہی تیری ہی ہے کوئی تیرا شریک نہیں۔

(۱۶) عن سالم عن ابیه قال رایت رسول اللہ ﷺ حین یقدم مکة اذا استلم الرکن الاسود اول مایطوف یخب ثلثة اطواف من السبع (البخاری)

ترجمہ: سالم اپنے والد (ابن عمر) سے راوی ہیں وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا جس وقت آپ مکہ آتے تھے کہ جب آپ حجر اسود کا استلام کر چکے تو سب سے پہلے منجملہ سات شوطوں کے تین شوطوں میں رمل کرتے تھے۔

(۱۷) عن ابن عمر ان النبی ﷺ اذا طاف بالبیت الطواف الاول یخب ثلثة اطواف ویمشی اربعة وانه کان یسعی بطن المسیل اذا طاف بین الصفا والمروة. (البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کعبہ کا پہلا طواف کرتے تو تین شوطوں میں رمل کرتے تھے اور چار میں مشی کرتے تھے اور جب صفا مروہ کے درمیان میں طواف کرتے تو بطن مسیل میں سعی کرتے تھے۔

(۱۸) عن ابن عمر یقول قدم النبی ﷺ فطاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین ثم خرج الی الصفا وقد قال اللہ عزوجل لقد کان لکم فی رسول اللہ ﷺ اسوة حسنة.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مکہ میں تشریف لائے اور آپ نے کعبہ کے سات طواف کئے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی بعد اسکے صفا کی طرف تشریف لے گئے اور بیشک اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں کے لئے رسول خدا کے

(افعال) میں ایک عمدہ اقتدار ہے۔

(۱۹) عن ام سلمة قالت شکوت الی رسول اللہ ﷺ انی اشتکی فقال طوفی من وراء الناس وانت راکبة فطفت ورسول اللہ ﷺ تصلی الی خبیب البیت وهو یقرأ بالطور وکتاب مسطور (البخاری)

ترجمہ: حضرت ام سلمیٰؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے عرض کیا کہ میں بیمار ہوں (طواف کس طرح کروں) آپ نے فرمایا کہ تم سوار ہو کر آدمیوں کے پیچھے طواف کرو چنانچہ میں نے (سوار ہو کر) طواف کیا اور رسول خدا ﷺ کعبہ کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ (نماز میں اس وقت) والطور وکتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

(۲۰) عن ابن عمر قال استاذن العباس بن عبدالمطلب من رسول اللہ ﷺ ان یبیت بمکة لیالی منی من اجل سفایته فاذن له (البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب نے رسول خدا ﷺ سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ پانی پلانے کے لئے منیٰ کے زمانے میں مکہ میں رہیں تو آپ نے انہیں اجازت دیدی۔(۱)

(۲۱) عن یعلی بن امیة قال ان رسول اللہ ﷺ طاف بالبیت مضطبعا ببرد اخضر (الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ایک سبز چادر سے اضطباع کر کے کعبہ کا طواف کیا۔

(۲۲) عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قال نحرت ھھنا ومنی کلھا منحر فانحروا فی رحالکم ووقفت ھھنا وعرفة کلھا موقف ووقفت ھھنا والجمع کلھا موقف (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس مقام پر قربانی کرلی ہے اور منیٰ کا کل میدان قربانی کی جگہ ہے پس تم اپنی اپنی قیامگاہ میں قربانی کرلو اور میں نے (عرفات میں) اس جگہ وقوف کیا اور عرفات کا کل جنگل موقف ہے اور میں نے مزدلفہ میں اس جگہ وقوف کیا اور مزدلفہ کا کل میدان موقف ہے۔

---

(۱) معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے تو منیٰ میں نہ رہنا کچھ حرج نہیں۔

(۲۳) عن جابر قال رمی رسول اللہ ﷺ الجمرة یوم النحر ضحی واما بعد ذلک فاذا زالت الشمس (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے قربانی والے دن تو جمرہ کی رمی چاشت کے وقت کی تھی اور لیکن بعد اس کے جب آفتاب ڈھل جاتا تھا (اس وقت رمی فرماتے تھے)

(۲۴) عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ حلق راسہ فی حجة الوداع واناس من صحابہ وقصر بعضھم (متفق علیہ) (۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ اور آپ کے بعض صحابہ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈوایا تھا اور آپ کے بعض صحابہ نے بال کتروائے تھے۔

(۲۵) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ لیس علی النساء الحلق انما علی النساء القصر (ابوداؤد والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں پر سر منڈوانا واجب نہیں بلکہ عورتوں پر صرف بالوں کا کتروانا واجب ہے۔

(۲۶) عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ان رسول اللہ ﷺ وقف فی حجة الوداع بمنی للناس یسألونہ فجاءہ رجل فقال لم اشعر فحلقت قبل ان اذبح فقال اذبح ولاحرج فجاء اخر فقال المشعر فنحرت قبل ان ارمی فقال ارم ولا حرج فماسئل النبی ﷺ عن شئ قدم ولا اخر الا قال افعل ولاحرج. (متفق علیہ) (۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر لوگوں کے سامنے ٹھیر گئے لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے نادانستگی میں قبل قربانی کرنے کے سر منڈوالیا آپ نے فرمایا اب قربانی کر لے اور کچھ حرج نہیں ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے نادانستگی میں قبل رمی کرنے

---

(۱) معلوم ہوا کہ سر منڈوانا اور کتروانا دونوں درست ہیں کتروانیکی حد یہ ہے کہ کم از کم چار انگل بال کتروائے۔

(۲) حنفیہ کے نزدیک حرج نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حج میں فساد نہ آئے گا نہ یہ کہ جنایت نہ ہوگی اور جزا نہ دینی پڑے گی جنایت ضرور ہوگی اور اس کو جزا دینی پڑے گی کیونکہ ان اعمال میں ترتیب واجب ہے اور ترک واجب سے جزا لازم ہوگی جیسا کہ تفصیل اس کی اوپر بیان ہو چکی۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ محصور ہو گئے تو آپ نے اپنا سر منڈواڈالا اور اپنی بی بیوں سے ہمبستری فرمائی اور اپنی ہدی کی قربانی کرلی یہاں تک کہ سال آئندہ میں آپ نے عمرہ کیا۔

(۳۲) عن ابن عمر مرفوعا من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی (رواہ فی شعب الایمان) مشکوٰۃ

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص حج کرے اور بعد میری موت کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس کے ہوگا جو میری زندگی میں میری زیارت کرے۔

(۳۳) عن جابر قال دخل النبی ﷺ مکة حین افتحها وعلیه عمامة سوداء بغیر احرام (الدارمی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ بغیر احرام کے مکہ میں تشریف لے گئے جب آپ نے اس کو فتح کیا اور آپ کے سر پر (اس وقت) ایک سیاہ عمامہ تھا۔

(۳۴) عن ابی شریح العدوی انه قال لعمرو ابن سعید(۱) وهو یبعث البعوث الی مکة ائذن لی ایها الامیر احدثک قولا قام به رسول الله ﷺ الغد من یوم الفتح سمعته اذنای ووعاه قلبی وابصرته عینای حین تکلم به انه حمدالله واثنی علیه ثم قال ان مکة حرمها الله ولم یحرمها الناس ولا یحل لامرء یؤمن بالله والیوم الاخر ان یسفک بها دما او یعضد بها شجرة فان احد ترخص لقتال رسول الله ﷺ فقولوا ان الله اذن لرسوله ﷺ ولم یاذن لکم وانما اذن لی فیها ساعة من نهار وقد عاد حرمتها الیوم کحرمتها بالامس ولیبلغ الشاهد الغائب فقیل لابی شریح ماقال لک عمروبن سعد قال انااعلم منک بذلک یا ابا شریح ان الحرم لایعیذ عاصیا ولا فارا

---

(۱) عمرو بن سعید یزید کی طرف سے حاکم مدینہ تھا حضرت عبداللہ بن زبیر ان دنوں مکہ میں خلیفہ تھے ان سے لڑنے کے لئے اس نے مکہ کی طرف لشکر روانہ کیا تھا تو حضرت ابوشریح صحابیؓ نے اس سے یہ حدیث بیان کی جس سے مکہ میں جدال قتال کی ممانعت ثابت ہوئی مگر اس کمبخت نے نہ مانا اور اپنے ارادۂ قبیح سے باز نہ آیا روایت ہے کہ عمرو بن سعید ایک روز منبر پر چڑھ کر حضرت علی کو سب و شتم کرنے لگا اسی وقت غضب الٰہی سے اسے لقوہ ہو گیا۔

بدم ولا فار بخربة. (البخاری) وفی البخاری الخربة الخیانة (مشکوٰة)

ترجمہ: حضرت ابوشریح عدوی سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرو بن سعید سے کہا اور وہ مکہ کی طرف لشکر کشی کر رہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت دو تو میں تم سے ایک ایسی بات بیان کروں جو یوم فتح کے دوسرے دن رسول خدا ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان فرمائی تھی میرے دونوں کانوں نے اسکو سنا ہے اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا ہے اور میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں جب آپ وہ بات بیان کر رہے تھے آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی بعد اس کے فرمایا کہ مکہ (میں جدال وقتال) کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو آدمیوں نے حرام نہیں کیا اور کسی ایسے شخص کو جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہاں خونریزی کرے یا وہاں درخت کاٹے پس اگر کوئی شخص رسول خدا ﷺ کی جنگ کے سبب سے (اس کو) جائز کہے تو تم کہہ دینا کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو (اس کی) اجازت دیدی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی اور میرے لئے بھی دن میں صرف تھوڑی دیر کی اجازت دی تھی اور آج اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی جیسی اس کی حرمت کل تھی اور حاضر کو چاہئے کہ غائب کو یہ خبر پہنچادے، حضرت ابوشریح سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا انہوں نے کہا (یہ جواب دیا) کہ ابوشریح میں اس بات کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ حرم کسی گناہگار(۱) کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کر کے بھاگ جانے والے کو اور نہ فساد کر کے بھاگ جانے والے کو۔

(۳۵) عن السائب ان رسول اللہ ﷺ قال اتانی جبریل فامرنی ان آمر اصحابی او من معی ان یرفعوا اصواتھم بالاھلال بالتلبیة (البخاری)

ترجمہ: حضرت سائب سے روایت ہے رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جبریلؑ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ میں اپنے صحابہ کو یا (یہ فرمایا) کہ جو لوگ میرے ساتھ ہیں ان کو یہ حکم دوں کہ وہ اپنی آوازیں تکبیر کے ساتھ بلند کریں۔

---

(۱) گویا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے مکہ میں جنگ کرنا اس سبب سے جائز سمجھتا تھا کہ وہ ان کو گناہ گار اور فسادی جانتا تھا۔

(۳۶) عن ابن عباس قال ان رسول اللہ ﷺ سمع رجلا یقول لبیک عن شبرمة قال من شبرمة قال اخ لی او قریب لی قال احججت عن نفسک قال لا قال حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة (ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ایک شخص کو لبیک (۱) من شبرمة کہتے سنا تو آپ نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی ہے یا میرا عزیز ہے آپ نے فرمایا تو اپنی طرف سے حج کر چکا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تو اپنی طرف سے پہلے حج کر لے بعد اس کے شبرمہ کی طرف سے حج کر۔

(۳۷) عن عمروبن الاحوص قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فی حجة الوداع ای یوم ھذہ قالوا یوم الحج الاکبر قال فان دمائکم واموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمة یومکم ھذا فی بلدکم ھذا الا لایجنی جان علی نفسہ الا لایجنی جان علی ولدہ ولامولود علی والدہ الا وان الشیطان قد ایئس ان یعبد فی بلدکم ھذا ابدا ولکن ستکون لہ طاعة فیما تحتقرون من اعمالکم فسیرضی بہ (الترمذی وصححہ)

ترجمہ: عمرو بن احوص کہتے ہیں میں نے رسول خدا ﷺ کو حجۃ الوداع میں یہ پوچھتے ہوئے سنا آج کون دن ہے لوگوں نے کہا کہ حج اکبر کا دن ہے آپ نے فرمایا تو تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم میں باہم (ہمیشہ کیلئے) ایسی حرام ہیں جیسی ان کی حرمت آج کے دن تمہارے اس شہر میں (تم کو معلوم) ہے آگاہ رہو کوئی شخص اپنی جان (۲) پر کوئی جنایت نہ کرے، آگاہ رہو کوئی شخص اپنے بیٹے پر اور بیٹا اپنے باپ پر جنایت نہ کرے آگاہ رہو شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی عبادت کی جائے ہاں عنقریب ان اعمال میں جن کو تم حقیر جانتے ہو اس کی اطاعت کی جائیگی اور وہ اس سے خوش ہو جائے گا۔

(۱) ترجمہ: میں شبرمہ کی طرف سے لبیک کہتا ہوں۔

(۲) جان پر جنایت کرنے کا مطلب ہے کہ کوئی ایسی جنایت کرے جس سے اس کی جان جاتی رہے اور باپ پر جنایت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جس سے اسکا باپ ماخوذ ہو جائے یا مبتلائے بلا ہو جائے اسی قسم کا مطلب بیٹے پر جنایت کرنے کا ہے۔

(۳۸) عن یحییٰ بن سعید ان رسول اللہ ﷺ کان جالسا وقد یحفر قبر بالمدینة فاطلع رجل فی القبر فقال بئس مضجع المومن فقال رسول اللہ ﷺ بئسما قلت قال الرجل انی لما اردت ھذا انما اردت القتل فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ ﷺ لامثل القتل فی سبیل اللہ ماعلی الارض بقعة احب الی ان یکون قبری بھا منھاثلث مرات رواہ مالک مرسلا(مشکوة)

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک قبر مدینہ میں کھودی جارہی تھی تو ایک شخص نے قبر میں جھانکا اور اس نے کہا کہ مومن کا کیا برا ٹھکانا ہے تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تو نے بہت برا کہا اس شخص نے عرض کیا کہ میرا یہ مطلب نہ تھا میں نے تو یہ مراد لی تھی کہ قتل فی سبیل اللہ (مسلمانوں کے لئے زیبا ہے گھر میں مرجانا اچھا نہیں) تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ہاں قتل فی سبیل اللہ کے برابر تو کوئی چیز نہیں مگر روئے زمین پر کوئی مقام ایسا نہیں ہے کہ مجھے وہاں اپنی قبر کا ہونا مدینہ سے زیادہ محبوب ہو (یہ) تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔

(۳۹) عن علی رضی اللہ عنہ قال ما کتبنا عن رسول اللہ ﷺ الا القرآن وما فی ھذہ الصحیفة قال قال رسول اللہ ﷺ المدینة حرام مابین عیر الی ثور فمن احدث فیما حدثا او آوی محدثا فعلیه لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لایقبل منه صرف ولا عدل ذمة المسلمین واحدة یسعی بھا ادناھم فمن اخفر مسلما فعلیه لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لایقبل صرف ولا عدل ومن دان قوما بغیر اذن موالیه فعلیه لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لایقبل منه صرف ولا عدل(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خدا ﷺ سے کچھ نہیں لکھا سوا قرآن کے اور سوا اس کے جو اس صحیفہ میں ہے (اس صحیفہ میں یہ ہے کہ) رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ مدینہ عیر (نامی پہاڑ) سے لے کے ثور (نامی پہاڑ) تک حرام ہے جو شخص یہاں کوئی نئی بات (ظلم وبدعت کی) کرے یا کسی نئی بات کے کرنے والے کو جگہ دے اس پر اللہ کی اور

فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی لعنت، اس سے نہ کوئی عبادت قبول ہوگی نہ طاعت، تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے ان میں کا ادنیٰ شخص بھی اس ذمہ کی پیروی کرسکتا ہے(۱) اور جو شخص کسی مسلمان کی آبروریزی کرے اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی لعنت نہ اس کی کوئی عبادت قبول ہوگی نہ طاعت اور جو شخص کسی قوم سے بغیر اپنے موالی (۲) کی اجازت کے اولاد پیدا کرے اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، نہ اس کی کوئی عبادت مقبول ہوگی نہ طاعت۔

(۴۰) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال خیر الدعاء دعاء یوم عرفة و خیر ماقلت انا والنبیون من قبلی لااله الا الله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر (الترمذی)

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا عمدہ دعا عرفہ کے دن والی دعا ہے اور سب سے عمدہ کلام جو میں نے اور مجھ سے اگلے نبیوں نے کیا ہے یہ ہے (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کی ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

---

(۱) یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو امان دیدے تو تمام مسلمانوں پر اس امان کا برتنا لازم ہے گو امان دینے والا بہت ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو۔

(۲) موالی جمع ہے مولیٰ کی جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے وہ اس غلام کا مولیٰ ہے یہی یہاں مراد ہے، یہ غلام اگر کچھ مال چھوڑ مرے اور کوئی وارث اس کا نہ ہو تو اس کا مال اس کے آزاد کرنے والے کو ملتا ہے اسی کو ولا کہتے ہیں پس اگر کوئی شخص اپنے مولیٰ کا حق قطع کر کے کسی دوسرے کو اپنا وارث بنائے تو یہ ناجائز ہے۔

حامدا و مصليا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہل آثار

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) **ابوبكر عن شيخ قال عمر بن الخطاب من حج هذا البيت لايريد غيره يخرج من ذنوبه كيوم ولدته امه**

ترجمہ: ابوبکرؒ (۱) ایک شیخ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا جو شخص اس گھر کے حج کا ارادہ کرے اس کے سوا اور کچھ ارادہ نہ رکھتا ہو وہ اپنے گناہوں سے مثل اس دن کے نکل جائیگا جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔

(۲) **ابوبكر عن موسى بن سعيد قال عمر تلقوا الحجاج والعمار والغزاة فليدعوا لكم قبل ان يتدنسوا.**

ترجمہ: ابوبکر موسیٰ ابن سعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا حج کرنے والوں اور عمرہ کرنے والوں اور غازیوں سے ملو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں قبل اس کے کہ گناہ میں ملوث ہوں۔

(۳) **مالك عن سعيد بن المسيب ان عمر بن ابى سلمة استاذن عمر بن الخطاب ان يعتمر فى شوال فاذن له فاعتمر ثم قفل الى اهله ولم يحج**

ترجمہ: امام مالک سعید بن میّب سے راوی ہیں کہ عمر بن ابی سلمہ نے حضرت عمر بن خطاب سے اس بات کی اجازت چاہی کہ شوال میں عمرہ کریں تو حضرت عمر نے ان کو اجازت دیدی اور انہوں نے عمرہ کرلیا پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئے اور حج نہیں کیا۔

---

(۱) یہ ابوبکر محدثین میں ایک بڑے پایہ کے شخص ہیں ان کی ایک کتاب ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ کے نام سے مشہور ہے یہ روایتیں اسی کتاب کی ہیں۔

(۴) البیھقی ان عمر بن الخطاب قال ان السبیل الزاد والراحلة

ترجمہ: بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے کہا سبیل(۱) (سے مراد) زادوراحلہ ہے۔

(۵) ابوبکر عن منیة بنت محرز سمعت عمر بن الخطاب یقول احجوا ھذہ الذریة ولا تاکلوا ارزاقھا وتدعوا ارباقھا فی اعناقھا قیل الذریة ھھنا النساء.

ترجمہ: ابوبکر منیہ بنت محرز سے راوی ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان ذریات کو حج کراؤ اور ان کا مال خورد برد(۲) نہ کر جاؤ کہ ان کے حقوق ان کی گردنوں پر رہ جائیں ذریات سے مراد عورتیں ہیں۔

(۶) البغوی روی ان عمر اذن ازواج النبی ﷺ فی آخر حجة حجھا فبعث معھن عثمان بن عفان وعبدالرحمن قلت اختلفوا فی المرأة تخرج من غیر محرم فاحتج الشافعی بھذا علی انه یجوز خروجھا من غیر محرم اذا کان معھا نسوة ثقات وللمنفاة ان یقولوا فی الاثر انه جعل معھن عثمان وعبدالرحمن بمعنی محافظتھن وتوقیرھن وان کان معھن محارمھن والله اعلم.

ترجمہ: بغوی راوی ہیں کہ حضرت عمر نے نبی ﷺ کی ازواج کو اپنے اخیر حج میں اجازت حج کی دی تھی اور ان کے ہمراہ عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن کو کر دیا تھا میں کہتا ہوں کہ عورت کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ کیا وہ بغیر محرم کے باہر نکل سکتی ہے تو امام شافعی نے اسی حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ بغیر محرم کے اسکا نکلنا درست ہے بشرطیکہ اس کے ہمراہ پرہیز گار عورتیں ہوں اور (۳) جو لوگ ناجائز کہتے ہیں انہیں اختیار ہے کہ کہیں اس اثر میں جو یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر نے ان کے ہمراہ عثمان اور عبدالرحمٰن کو کر دیا تھا تو یہ محض ان کی محافظت اور توقیر کے لئے اگر چہ ان کے ساتھ ان کے محارم بھی تھے۔

---

(۱) یعنی یہ آیت میں جو ذکر ہے کہ حج اس پر فرض ہے جو سبیل کی مقدرت رکھتا ہو وہاں سبیل کے لفظ سے زاد راہ اور سواری مراد ہے۔

(۲) یعنی ایسا نہ کرو کہ ان کے مال تم اپنے تصرف میں لے آؤ کہ وہ فقیر ہو جائیں اور حج نہ کر سکیں اور اس کی وجہ سے یہ بار ان کی گردن پر رہے۔

(۳) یہ شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے حنفیہ کے نزدیک بغیر محرم کے عورت کا سفر ناجائز ہے ان کی طرف سے جواب وہی ہے جو حضرت شیخ نے ذکر کیا ہے۔

(۷) البخاری عن ابن عمر لما فتح هذان المصران اتوا عمر فقالوا یاامیر المومنین ان رسول الله ﷺ حد لاهل نجد قرنا وهو جور عن طریقتنا وان اردنا قرنا شق علیناقال فانظروا لحذوها من طریقکم فحدلهم ذات عرق.

ترجمہ: بخاری حضرت ابن عمر سے راوی ہیں کہ جب یہ دونوں شہر (یعنی بصرہ اور کوفہ) فتح ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین رسول خدا ﷺ نے نجد والوں کیلئے قرن کو میقات مقرر فرمایا تھا اور وہ ہمارے راستہ سے ہٹا ہوا ہے اور ہم اگر قرن جانا چاہیں تو ہم پر شاق ہوگا حضرت عمر نے کہا کہ تم اس کے محازات پر اپنی راہ میں کوئی مقام تجویز کرلو چنانچہ حضرت عمر نے ان کے لئے ذات عرق کو مقرر کردیا۔

(۸) ابوبکر عن الحسن ان عمران بن حصین احرم من البصرة فقدم علی عمر فاغلظ له فقال یتحدث الناس ان رجلا من اصحاب النبی ﷺ احرم من الامصار.

ترجمہ: ابوبکر حسن بصری سے راوی ہیں کہ عمران بن حصین بصرہ سے احرام باندھ کر حضرت عمر کے پاس آئے تو حضرت عمر نے ان پر سختی کی (۱) اور فرمایا کہ لوگ کہیں گے ایک شخص نبی ﷺ کے اصحاب میں سے (دور دراز) شہروں سے احرام باندھ کر آئے تھے۔

(۹) ابوبکر عن مسلم بن سلمان ان رجلا احرم من الکوفة فراه عمرشئ الهیأة فاخذ به وجعل یدور به فی الخلق ویقول انظروا الی ماصنع هذا بنفسه وقد وسع الله علیه قلت معناه الکراهیة للمقتدی ولمن خیف علیه ان یفوت حقوق الاحرام.

ترجمہ: ابوبکر مسلم بن سلمان سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے کوفہ سے احرام باندھا تھا حضرت عمر نے اس کو بری حالت میں دیکھا تو اسے پکڑلیا اور لوگوں میں اس کو گشت کرایا اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اس شخص کو دیکھو اس نے اپنی جان کیساتھ کیا (برا سلوک) کیا حالانکہ اللہ نے اسے وسعت دی تھی میں کہتا ہوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پیشوا کیلئے (یہ بات) مکروہ ہے اور اس شخص کیلئے جس سے حقوق احرام کے فوت ہونے کا خوف ہو۔

---

(۱) معلوم ہوا کہ میقات سے پہلے احرام نہ باندھنا چاہئے۔

(۱۰) ابوبکر عن ابن عمر وجد عمر بن الخطاب ریحا فتوعد صاحبها فرجع معاویة فالقی ملحقة کانت علیه یعنی مطیبة قلت لم یاخذ بهذا اهل الفقه لماصح عندهم من حدیث عائشة کانی انظر الی وبیض الطیب فی مفرق رسول الله ﷺ بعدثلث من احرامه اخرجه الشیخان قلت والاوجه ان یقال استدامة الطیب علی البدن یجوز لان الدرن یکدره وعلی الثوب لایجوز لان الطیب یبقی فی الثوب کما کان.

ترجمہ: ابوبکر حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کچھ خوشبو پائی تو جس کے پاس وہ خوشبو تھی اسے ڈانٹا پس حضرت معاویہ نے بھی اپنی خوشبودار چادر اتار ڈالی میں کہتا ہوں کہ اہل فقہ نے اس اثر پر عمل نہیں کیا کیونکہ ان کے نزدیک حضرت عائشہ کی روایت سے یہ ثابت ہے (وہ کہتی ہیں) کہ گویا میں رسول خدا ﷺ کے سر میں احرام کے تین دن بعد تک خوشبو کی چمک دیکھتی تھی میں کہتا ہوں کہ زیادہ مدلل یہ ہے کہ کہا جائے کہ بدن(۱) پر خوشبو کا لگا رہنا جائز ہے کیونکہ میل اس کو خراب کردے گا اور کپڑے پر ناجائز ہے۔ کیونکہ کپڑے پر خوشبو جیسی تھی ویسی ہی باقی رہے گی۔

(۱۱) ابوبکر عن المسور بن مخرمة کانت تلبیة عمر لبیک اللهم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک لبیک مرغوبا ومرهوبا الیک لبیک ذا الغمار والفضل الحسن.

ترجمہ: ابوبکر مسور بن مخرمہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر کا تلبیہ یہ تھا (ترجمہ) اے اللہ میں بار بار تیرے دروازہ پر حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں، میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں، بیشک ہر طرح کی تعریف اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہی میں کوئی تیرا شریک نہیں، میں حاضر ہوں خوف اور امید کیساتھ میں حاضر ہوں اے نعمتوں اور عمدہ بزرگی والے۔

---

(۱) یہیں مذہب حنفیہ کا ہے کہ بدن پر اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائی تو اب بعد احرام کے جسم سے اس کا زائل کرنا ضروری نہیں بخلاف کپڑے کے پس حضرت عمر کا کپڑے کی خوشبو سے ممانعت کرنا موافق حنفیہ کے ہے۔

(۱۲) ابوبکر عن القاسم قال عمر یا اهل مكة مالی اراکم مدهنين والحجاج شعثاغير اذا رايتم هلال ذی الحجةفاهلوا.

ترجمہ: ابوبکر قاسم سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے کہا اے اہل مکہ کیا بات ہے کہ بس تم کو (سروں میں) تیل ڈالے ہوئے دیکھتا ہوں حالانکہ حاجی لوگ پراگندہ موغبار آلودہ ہوتے ہیں تم جب ذی الحجہ کا چاند دیکھوتو احرام باندھ لیا کرو۔

(۱۳) ابوبکر عن ابی وائل خرجنا حجاجا ومعنا الصبی بن معبد فاحرم للحج والعمرة فقدمنا الی عمر فذكر ذلک له فقال هديت لسنة نبیک ﷺ.

ترجمہ: ابوبکر ابووائل سے راوی ہیں کہ ہم حج کرنے کے لئے نکلے اور ہمارے ہمراہ صبی بن معبد بھی تھے انہوں نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا بعد اسکے ہم حضرت عمر کے پاس گئے اور صبی بن معبد نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کی ہدایت پائی۔

(۱۴) ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب انه انما نهی عن الافراد فاما القران فلا قال محمد يعنی بقوله نهی عن الافراد افراد العمرة.

ترجمہ: امام ابوحنیفہ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حضرت عمر بن خطاب سے راوی ہیں کہ انہوں نے صرف افراد سے منع فرمایا ہے نہ قران سے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ افراد سے مراد صرف عمرہ کرنا۔

(۱۵) ابوبکر عن طاؤس عن ابن عباس تمتع رسول الله ﷺ وابوبكر وعمر وعثمان واول من نهی عنهامعاوية.

ترجمہ: ابوبکر طاؤس سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ اور ابوبکر وعمر وعثمان نے (برابر) تمتع کیا ہے اور سب سے پہلے جس نے تمتع سے منع کیا وہ معاویہ ہیں۔

(۱۶) احمد بن حنبل عن ابی سعيد خطب عمر الناس فقال ان الله عزوجل خص لنبيه ماشاء وان نبی الله قد مضى لسبيله فاتموا الحج

والعمرة لله كما امركم الله عزوجل.

ترجمہ: امام احمد بن حنبل ابوسعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے خطبہ پڑھا تو (اسمیں) بیان کیا کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لئے جو چاہا خاص کردیا اور بے شک نبی خدا اپنی راہ پر چلے گئے پس تم حج عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو جیسا کہ اللہ عزوجل نے تمہیں حکم دیا ہے۔

(۱۷) احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ تمتعنا رسول الله ﷺ ومع ابی بكر فلما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان القرآن هو القرآن وان رسول الله هو الرسول كانتا متعتان على عهد رسول الله ﷺ احدهما متعة الحج والاخرى متعة النساء. معناه ليستا بعده.

ترجمہ: امام احمد بن حنبل حضرت جابر بن عبداللہ سے راوی ہیں کہ ہم نے رسول خدا ﷺ اور ابوبکر کیساتھ تمتع کیا پھر جب عمر بن خطاب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ قرآن وہی قرآن ہے اور بیشک رسول اللہ وہی رسول ہیں دو متعہ رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں تھے ایک تو متعۃ الحج دوسرا متعۃ النساء یعنی یہ دونوں آپ کے بعد نہیں رہے۔

(۱۸) مالک وابوبکر عن ابن عمر قال افصلوا بين حجكم وعمرتكم فان ذلك اتم للحج واتم لعمرته ان يعتمر فی غير اشهر الحج. قلت وهذا اشد المواضع التی اختلف فيها علی عمر والاوجه عندی ان كل كلام محمل وكان عمر يختار الافراد ويرخص فی التمتع والقران اما قول ابن عباس تمتع رسول الله ﷺ وابوبكر وعمر فمعنا تقديم طواف القدوم قبل طواف الافاضة وجعل السعی عقيب طواف القدوم واما قوله خص لنبيه ماشاء فهو فسخ الحج بالعمرة فذلك خاص بزمان النبوة اراد بهذا النبی ﷺ هذا مذهب الجاهلية من قولهم العمرة فی اشهر الحج من افجر الفجور واما الافراد الذی نهی عنه فهو ترک طواف القدوم.

ترجمہ: امام مالک اور ابوبکر حضرت ابن عمر سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اپنے حج وعمرہ کے درمیان میں فصل کردو کیونکہ اسمیں تمہارا حج بھی کامل ہوگا اور عمرہ بھی کہ حج کے مہینوں کے علاوہ اور مہینوں میں عمرہ کرو۔(۱) میں کہتا ہوں کہ جن مسائل میں حضرت عمر سے مختلف روایتیں نقل کی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ مشکل یہ مقام ہے اور میرے نزدیک عمدہ بات یہ ہے کہ ہر گفتگو کا ایک خاص مطلب ہوتا ہے حضرت عمر افراد کو بہتر سمجھتے تھے اور تمتع اور قران کی بھی اجازت دیتے تھے اور حضرت ابن عباس کا یہ کہنا کہ رسول خدا ﷺ اور ابوبکر وعمر نے تمتع کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ طواف قدوم کا طواف افاضہ سے پہلے کرنا اور بعد طواف قدوم کے سعی کرنا (وہ لوگ کیا کرتے تھے) اور حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ اللہ نے اپنے نبی کے لئے جو چاہا خاص کرلیا اس سے مراد حج کا عمرہ سے بدل دینا کہ یہ زمانہ نبوت کیساتھ خاص تھا نبی ﷺ نے اس سے مذہب جاہلیت کے مٹا دینے کا ارادہ کیا تھا جو لوگ کہتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا سخت برائی ہے اور لیکن وہ افراد جس سے حضرت عمر نے منع کیا وہ افراد ہے جس میں طواف قدوم ترک کردیا جائے۔

(۱۹) ابوبکر سئل عمر عن العمرة بعدالحج فقال هی خیرمن لاشئ.

قلت معناه ان العمرة من المیقات افضل بکثیر من العمرة من التنعیم ونحوه والعمرة فی غیر اشهر الحج افضل بکثیر من العمرة فی اشهر الحج.

ترجمہ: ابوبکر راوی ہیں کہ حضرت عمر سے بعد حج کے عمرہ کرنے کے بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ نہ کرنے سے بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ میقات سے عمرہ کرنا بدرجہا بہتر ہے تنعیم وغیرہ سے عمرہ کرنے سے اور حج کے مہینوں کے سوا اور مہینوں میں عمرہ کرنا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے۔

---

(۱) یہ قول شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے واقعی نہایت نفیس فیصلہ کیا ہے اس پر جس قدر غور کیا جاتا ہے اسی قدر اس کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں تمتع کے بارے میں اکثر لوگوں کا یہی خیال ہے کہ حضرت عمر اس کے عدم جواز کے قائل تھے جیسا کہ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اس فیصلہ پر غور کرنے کے بعد وہ صاف کھل جاتا ہے کہ حضرت عمر اس کے عدم جواز کے قائل نہ تھے بلکہ وہ جس چیز کو ناجائز کہتے تھے وہ حج کے احرام کا عمرہ سے بدل دینا ہے نہ کہ تمتع۔

(۲۰) ابوبکر عن وھب بن الاجدع سمع عمر یقول اذا قدم الرجل حاجا فلیطف بالبیت سبعا ثم یصلی عندالمقام رکعتین۔

ترجمہ: ابوبکر وہب بن اجدع سے راوی ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص حج کے ارادے سے آئے تو اسے چاہئے کہ سات مرتبہ کعبہ کا طواف کرے بعداس کے مقام ابراہیم کے پاس دورکعت نماز پڑھے۔

(۲۱) الشافعی عن حنظلة بن طاؤس سمعت عمریقول اقلواالکلام فی الطواف فانما انتم فی صلوٰۃ۔

ترجمہ: امام شافعی حنظلہ بن طاؤس سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہامیں نے حضرت عمر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگوطواف میں باتیں کم کروکیونکہ تم گویانماز میں ہو۔

(۲۲) ابوبکر عن عبداللہ بن عامربن ربیعة ان عمربن الخطاب رمل مابین الحجرالی الحجر۔

ابوبکرعبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے حجراسود سے لے کے حجراسودتک رمل کیا۔(۱)

(۲۳) احمدبن حنبل عن زیدبن اسلم عن ابیه قال عمر فیماالرملان والکشف عن المناکب وقد اطال اللہ الاسلام ونفی الکفر واھله ومع ذلک لاندع شیئا کنا نفعل علی عھد رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: امام احمد بن حنبل زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایادونوں رمل اورشانوں کا کھولنا(۲) اب کیا مفید ہےاور بیشک اللہ نے اسلام کوغالب کردیا اور کفر کواور کفر والوں کومٹادیا مگر باوجود اسکے ہم جو باتیں رسول خدا ﷺ کے زمانے میں کرتے تھےان کوترک نہ کرینگے۔

(۲۴) ابوبکر عن عابس بن ربیعة استلم عمرالحجر وقبله وقال لولا انی رأیت رسول اللہ ﷺ قبلک ماقبلتک۔

---

(۱) یعنی پورے شوط میں رمل کرتے تھے۔

(۲) شانوں کے کھولنے سے مراد اضطباع ہے رمل اور اضطباع کی حکمت یہ تھی کہ کفارقریش نے مسلمانوں کی نسبت کہاتھا کہ ان کومدینہ کے بخار نے کمزور کردیا ہے اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اکڑاکڑ کے طواف کرو۔

ترجمہ: ابوبکر عابس بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے حجر اسود کا استلام کیا اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اگر میں نے رسول خدا ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

(۲۵) ابوبکر عن یعلی بن امیۃ قال الی عمر امارأیت رسول اللہ ﷺ لم یستلم منھا الا الحجر قلت بلی قال فما لک بہ اسوۃ حسنۃ قلت بلی

ترجمہ: ابوبکر یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا مجھے حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول خدا ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ کعبہ میں صرف حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے میں نے عرض کیا کہ ہاں (میں نے دیکھا ہے) حضرت عمر نے کہا تو کیا تم کو آپ کے ساتھ اقتدا نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں (ہے)

(۲۶) ابوبکر عن وھب بن الاجدع انہ سمع عمریقول یبدأ بالصفا ویستقبل البیت ثم یکبر سبع تکبیرات بین کل تکبیرتین حمداللہ وصلوۃ علی النبی ﷺ ومسألۃ لنفسہ وعلی المروۃ مثل ذلک۔

ترجمہ: ابوبکر وہب بن اجدع سے راوی ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ صفا سے (طواف) کی ابتدا کی جائے اور کعبہ کی طرف منہ کر کے سات مرتبہ تکبیر کہی جائے ہر دو تکبیروں کے درمیان میں اللہ کی حمد اور نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے اور اپنے لئے دعا مانگی جائے اور اسی طرح مروہ پر بھی۔

(۲۷) ابوبکر عن بکرسعیت مع عمر فی بطن المسیل۔

ترجمہ: ابوبکر سے راوی ہیں کہ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کے ہمراہ بطن مسیل میں سعی کی۔

(۲۸) ابوبکر عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ ان عمر کان یلبی علی الصفا والمروۃ ویشتد صوتہ ویعرف صوتہ باللیل ولا یری وجھہ۔

ترجمہ: ابوبکر ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ صفا مروہ پر تلبیہ کرتے تھے اور اپنی آواز بلند کرتے تھے رات کو ان کی آواز سنائی دیتی تھی اور ان کا چہرہ نہ دکھائی دیتا تھا۔

(۲۹) ابوبکر عن علقمة والاسود عن عمر انه جمع بین الظهر والعصر بعرفات ثم وقف.

ترجمہ: ابوبکر علقمہ اور اسود سے وہ حضرت عمرؓ سے راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی بعد اس کے وقوف کیا۔

(۳۰) ابوبکر عن الاسود عن عمر انه صلاهما بجمع.

ترجمہ: ابوبکر اسود سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ پڑھی۔

(۳۱) احمدبن حنبل عن عمروبن میمون صلی بناعمرابن الخطاب بجمع الصبح ثم وقف وقال ان المشرکین کانوا لایفیضون حتی تطلع الشمس وان رسول الله ﷺ خالفهم ثم افاض قبل ان تطلع الشمس.

ترجمہ: امام احمد بن حنبل عمروبن میمون سے راوی ہیں کہ ہمیں عمر بن خطاب نے مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھائی بعد اس کے وقوف کیا اور فرمایا کہ مشرکین (مزدلفہ سے) نہ جاتے تھے جب تک کہ آفتاب نہ نکل آئے اور بیشک رسول خدا ﷺ نے انکی مخالفت کی تھی لہذا آپ نے قبل طلوع آفتاب کے کوچ کر دیا تھا۔

(۳۲) مالک عن عبدالله بن دینار عن ابن عمر خطب الناس بعرفة وعلمهم امر الحج فقال لهم فیما قال اذا جئتم منی فمن رمی الجمرة فقد حل له ماحرم علی الحجاج الاالنساء والطیب لایمس احدنساء ولا طیبا حتی یطوف بالبیت.

قلت ترک الفقهاء قوله والطیب لما صح عندهم من حدیث عائشة وغیرها ان النبی ﷺ تطیب قبل طواف الافاضة.

ترجمہ: امام مالک عبداللہ بن دینار سے وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے عرفات میں لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور انہیں حج کا طریقہ تعلیم کیا پس اپنی گفتگو میں ان سے یہ کہا کہ جب تم منیٰ پہنچو تو جو شخص رمی کر چکے اس کے لئے تمام وہ چیزیں جو حاجی کے لئے حرام ہوتی ہیں حلال ہو جاتی ہیں سوا عورتوں کے اور خوشبو کے لہذا کوئی شخص

بغیر طواف کے عورت اور خوشبو کے قریب نہ جائے میں کہتا ہوں کہ فقہاء نے حضرت عمر کا یہ قول کہ خوشبو حرام ہے ترک کر دیا ہے کیونکہ ان کے یہاں حضرت عائشہ وغیرہ کی روایت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نبی ﷺ نے قبل طواف افاضہ کے خوشبو لگائی۔

(۳۳) **ابوبکر عن ابن اسحق سئل عكرمة عن الاهلال متى ينقطع فقال اهل رسول الله ﷺ حتى رمى الجمرة وابوبكر وعمر.**

ترجمہ: ابوبکر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ سے اہلال کی بابت پوچھا گیا کہ کب موقوف کیا جائے تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا ﷺ نے رمی تک اہلال کیا تھا اور ابوبکر و عمر نے بھی۔

(۳۴) **مالک عن یحییٰ بن سعيد ان عمربن الخطاب رد رجلا من مر الظهران ان لم يكن وداع البيت حتى ودع.**

ترجمہ: امام مالک یحییٰ بن سعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے مرالظہر ان سے ایک شخص کو واپس کر دیا اس نے طواف وداع نہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ طواف وداع کر آیا۔

(۳۵) **مالک انه بلغه ان عمربن الخطاب كان يقف عندالجمرتين وقوفا طويلا حتى يمل القائم.**

ترجمہ: امام مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ خبر ملی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب دونوں جمروں کے پاس بہت دیر تک وقوف کرتے تھے یہاں تک کہ کھڑا ہونیوالا تھک جاتا۔

(۳۶) **ابوبكر عن سليمان بن ربيعة نظرنا عمر فاتى الجمرة الثالثة فرماها ولم يقف عندها.**

ترجمہ: ابوبکر سلیمان بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ ہم نے حضرت عمر کو دیکھا کہ وہ تیسرے جمرہ کے پاس آئے اور اسے رمی کی اور اس کے پاس وقوف نہیں کیا۔

(۳۷) **مالک عن عطاء بن ابى رباح ان عمربن الخطاب قال ليعلى بن امية وهو يصب على عمر بن الخطاب ماء وهو يغتسل يصب على رأسى اصبب فلن يزيده الماء الاشعثا.**

امام مالک عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے

یعلی بن امیہ سے کہا اور وہ حضرت عمر بن خطاب پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ غسل کر رہے تھے (۱) کہ میرے سر پر پانی ڈالو کیونکہ پانی پراگندہ موئی اور بھی زیادہ کر دے گا۔

(۳۸) ابو حنیفة عن ابی سلمة عن رجل من ابی هریرة مررت فی البحرین یسئلونی عن لحم الصید یصیده الحلال هل یصلح للمحرم ان یاکله فافتیتهم یاکله وفی نفسه منه شئ ثم قدمت علی عمربن الخطاب فذکرت ماقلت لهم فقال لوقلت غیر ذلک لم تقل بین اثنین مابقیت.

امام ابوحنیفہ ابو سلمٰی سے وہ ایک شخص سے وہ حضرت ابو ہریرۃ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں (مقام) بحرین میں گیا تو لوگ مجھ سے شکار کے گوشت کی بابت پوچھنے لگے کہ اگر اس کو غیر محرم شکار کرے تو کیا محرم کو جائز ہے کہ اسے کھالے میں نے ان لوگوں کو اسے کھانے کا فتویٰ دیدیا اور میرے دل میں اسکی طرف سے تردد تھا پھر میں حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا تو جو کچھ میں نے ان لوگوں سے کہا تھا اس کا ذکر ان سے کیا انہوں نے کہا کہ اگر تم (۲) اسکے سوا اور کچھ کہتے تو جبتک تم زندہ رہتے کبھی دو آدمیوں کے درمیان کچھ نہ کہنے پاتے۔

(۳۹) مالک عن عبدالملک بن قدیر عن محمد بن سیرین ان رجلا جاء الی عمربن الخطاب فقال انی اجریت انا وصاحب لی فرسین الی ثقر ة ثنیة فاصبنا ظبیا ونحن محرمان فما ذا تری فقال عمر لرجل الی جنبه تعالی حتی حکم اناوانت قال فحکما علیه ببعیر فولی الرجل وهویقول هذا امیرالمومنین لم یستطع ان یحکم فی ظبی حتی دعا رجلا یحکم معه فسمع عمر قول الرجل فسئاله هل تقرء سورة المائدة قال لا قال فهل تعرف هذاالرجل الذی حکم معی فقال لا فقال عمر لواخبرتنی انک تقرأ المائدة لاوجعتک ضربا ثم قال ان الله تبارک وتعالیٰ یقول فی کتابه یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة وهذا عبدالرحمن بن عوف.

---

(۱) معلوم ہوا کہ حالت احرام میں غسل کرنا منع نہیں۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ یہ فتویٰ تمہارا صحیح ہے اگر اس کے خلاف تم کہتے تو وہ غلط ہوتا اور اس غلط فتویٰ کی سزا میں تمہارے لئے قطعی ممانعت کر دی جاتی کہ پھر کبھی تم کسی کو مسئلہ نہ بتاتے۔

ترجمہ: امام مالک عبدالملک بن قدیر سے وہ محمد بن سیرین سے راوی ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک ساتھی نے ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا تو ہم نے ایک ہرن کو شکار کیا اور ہم (اس وقت) محرم تھے پس آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے جوان کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا یہ کہا کہ آؤ تا کہ ہم تم دونوں حکم دیں چنانچہ ان دونوں نے اس شخص پر ایک اونٹ قربانی کرنے کا حکم دیدیا تو وہ شخص یہ کہتا ہوا پھر چلا کہ یہ امیر المومنین ہیں کہ ایک ہرن کے بارے میں حکم نہیں دے سکتے یہاں تک کہ ایک اور شخص کو بلایا جوان کے ساتھ حکم کرے پس حضرت عمر نے اس شخص کا کہنا سنا تو اس سے پوچھا کہ کیا تو سورۂ مائدہ پڑھتا ہے اس نے کہا نہیں حضرت عمر نے کہا کہ تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے میرے ساتھ حکم دیا ہے اس نے کہا نہیں حضرت عمر نے کہا اگر تو مجھ سے بیان کرتا کہ سورۂ مائدہ پڑھا ہوا ہے تو میں تجھ کو بہت مارتا پھر انہوں نے کہا کہ اللہ بزرگ برتر اپنی کتاب میں فرماتا ہے **یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة**(۱) اور یہ عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔

(۴۰) عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر قال اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک۔ (البخاری)

ترجمہ: زید بن اسلم اپنے والد سے وہ حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر۔

....

(۱) ترجمہ اس کا یہ ہے کہ دو عدالت والے آدمی اس شکار کے بدلے کا حکم دیں وہ ہدی ہو کعبے تک پہنچنے والے، مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں حکم ہے کہ دو آدمی شکار کی جزا تجویز کریں اس وجہ سے میں نے تنہا تجویز کرنا پسند نہیں کیا۔

علم الفقہ حصہ ششم

نکاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الا نسان من طین . ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین فاصطفی لمن یشآء البنات واعطی من شاء البنین وخلق کل شئ زوجین فتبارک اللہ احسن الخالقین وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الا مین . سید نا ومولا نا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ المھتدین .(۱)

کہاں اس پاک بے نیاز کے الطاف غیر متناہیہ کا شکر اور کہاں ایک مشت خاک اور وہ بھی ناپاک (۲) ماللتراب ورب الا رباب.

ان حادث اور بے جان لفظوں سے نہ اس کی صفت وثنا ہوسکتی ہے نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا ہوسکتا ہے ہاں اتنا تو ضرور ہوجاتا ہے کہ اس کے پاک نام سے ہمارے ناقص کلام کی زینت ہوجاتی ہے، یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے کہ مجھ جیسے کم علم ہیچمدان سے اتنے بڑے کام کو انجام سے آشنا فرمایا میں اس وقت خوش ہوں کہ علم الفقہ میں عبادات کا حصہ ختم ہوگیا اسلام کے چاروں رکن نماز روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کے مسائل بیان ہوچکے اب معاملات کا حصہ شروع ہوتا ہے۔(۳) وبذلک فلیفرح المومنون میرا دل ایک عرصہ سے غمگین ہے اور میری آنکھیں ابر بہار کا نمونہ بن رہی ہیں اور اب میری حالت مرزا جان جاناں علیہ الرحمۃ کے اس شعر کی مصداق ہے ؎

---

(۱) ترجمہ۔ ہر طرح کی تعریف اس خدا ہی کے لئے ہے جس نے انسان یعنی (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کی نسل ایک ذلیل پانی کے خلاصہ (یعنی نطفہ) سے جاری کی پھر جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہا لڑکے عنایت کئے اور ہر چیز کو اس نے جوڑا جوڑا پیدا کیا پس بزرگ ہے اللہ بہتر پیدا کرنے والا اور اللہ رحمت نازل کرے امانت دار یعنی ہمارے سردار اور آقا محمد اور ان کے ہدایت یافتہ آل واصحاب پر ۱۲۔

(۲) مٹی کو رب الارباب سے کیا نسبت۔

(۳) ترجمہ۔ اور اس بات پر تمام مسلمانوں کو خوش ہونا چاہئے ۱۲۔

خشک شدر گہا ولے جار یست از زخم دلم
جوئے خوں کزحسرت سرور دانے ماندہ است

لیکن پر بھی میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ واقعہ غم میں بھی اس کے ہزار ہزار لطف پوشیدہ ہیں۔ یہ زندگی سے زیادہ پیاری موت نہ صرف اس فرزند(۱) مرحوم کے لئے بلکہ میرے لئے بھی باعث رحمت اور انشاء اللہ وسیلۂ نجات ہے۔

جو لوگ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں ان سے میری آرزو ہے کہ میرے اس نونہال کے لئے ارحم الراحمین سے دعائے رحمت فرمائیں اور ایصال ثواب سے اس طائر خلد آشیاں کی روح کو خوش کریں(۲) اللھم اکرم نزلہ ووسع مدخلہ' ولا تحرمنا اجرہ آمین بالنبی الامین اگرچہ علم الفقہ کے مقدمہ میں فقہ کی تعریف اور اس کے اقسام کا بیان بہت تفصیل سے موجود ہے لیکن اس قدر معلوم کرنا یہاں بھی ضروری ہے کہ فقہ کی دو قسمیں ہیں۔ عبادات۔ معاملات۔

عبادات:۔ اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مکلّف کے ان افعال سے بحث کی جائے جن کا اجر شریعت کی طرف سے عبد اور معبود کے درمیان میں تعلق پیدا کرنے کے لئے ہوا ہو جیسے نماز۔ روزہ۔

معاملات:۔ اس حصہ کو کہتے ہیں کہ جس میں مکلّف کے ان افعال سے بحث ہو جن کا اجر شریعت کی طرف سے بندوں میں باہمی تعلق پیدا کرنے کے واسطے ہوا ہو جیسے خرید و فروخت۔

پھر بعضے افعال ایسے ہیں جو ذوجہتین ہیں یعنی ان میں عبادات کی بھی شان موجود ہے اور معاملات کی بھی جیسے نکاح۔ اس حیثیت سے کہ سرور انبیاء ﷺ کی سنت ہے اور اس کی ترغیب قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہے اس کے ادا کرنے سے ثواب ملتا ہے جو عبد اور معبود کے تعلق کا نتیجہ ہے وہ عبادات میں داخل ہے اور اس حیثیت سے کہ اس فعل کے سبب سے دو بندوں یعنی زوجین میں باہمی تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ معاملات میں داخل ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ عبادات کے بعد اور معاملات سے پہلے ایسے ذوجہتین افعال کا ذکر کیا جائے اور

---

(۱) نام اس عزیز کا محمد عبدالرؤف تھا ۱۲۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ کو وفات پائی۔
(۲) اے اللہ اس کی مہمانی اچھی کر اور اس کی قبر کو کشادہ فرما اور ہم کو اس مصیبت پر صبر کے ثواب سے محروم نہ رکھ۔ یہ دعا نبی امین ﷺ کے طفیل میں قبول فرما ۱۲۔

چونکہ ان تمام افعال میں نکاح کے مصالح اور فوائد دینی اور دنیاوی زیادہ اور بہت ہیں اس لئے اس کا ذکر سب سے مقدم کیا گیا۔

نکاح

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس آخری شریعت تک کوئی شریعت نکاح سے خالی نہیں یعنی ایک خاص معاہدہ مرد وعورت کا باہم اجتماع کے لئے ہر شریعت میں ہوتا تھا اور بغیر اس خاص معاہدہ کے مرد وعورت کا باہمی اجتماع کسی شریعت نے جائز نہیں رکھا ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہیں اور اس کے شرائط وغیرہ میں تغیر وتبدل ہوتا رہا۔

نکاح کے لغوی معنی جماع کرنا:۔ اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی برقرار رکھے گئے ہیں، پس قرآن مجید میں یا احادیث میں جہاں کہیں نکاح کا لفظ واقع (۱) ہو اس سے یہی معنی لغوی مراد لینا چاہئے بشرطیکہ کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ دلالت کرتا ہو۔

اور علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس معاہدہ خاص کو کہتے ہیں جو عورت و مرد میں ہوتا ہے جس سے دونوں میں زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے یہی معنی زیادہ ترمشہور ہیں۔

نکاح کے فوائد ومصالح دینی ودنیاوی بہت زیادہ اور عظیم الشان ہیں جن کا کچھ اندازہ صرف اس امر پر غور کرنے سے ہوسکتا ہے کہ تمام آسمانی شریعتیں اس کی خوبی پر متفق ہیں، گویا یہ بھی اصول ملت میں سے اصل ہے، علماء نے بہت سے مصالح بیان کئے ہیں اور ہر ذی عقل اپنی فہم کے موافق جدید فوائد نکال سکتا ہے۔ نمونہ کے طور پر کچھ یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) حق تعالیٰ کو ایک وقت معہود تک تمام حیوانات کا عموماً اور بنی آدم کا خصوصاً باقی رکھنا مقصود ہے اور اس کا طریقہ حکمت بالغہ نے یہ مقرر فرمایا ہے کہ باہم توالد وتناسل جاری ہوا اور توالد وتناسل کا سبب تمام حیوانات میں نر ومادہ کے اس اجتماع خاص کو قرار دیا ہے اور تمام حیوانات کی طبیعت میں ایک قوت شہوانیہ ودیعت فرمائی جو اس اجتماع خاص پر طرفین کو مجبور کر

---

(۱) مثلاً ولا تنکحوا مانکح اباؤ کم میں نکاح سے جماع مراد لیا جائے گا کیونکہ اس کے مخالف کوئی قرینہ نہیں ہے پس باپ نے جس عورت سے نکاح کیا ہو خواہ حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے یعنی زنا کیا ہو بہر صورت لڑکے کو اس عورت سے نکاح کرنا حرام ہو جائے گا بخلاف حتی زوجا غیرہ کے کہ یہاں نکاح سے جماع نہ مراد لیا جائے گا بلکہ عقد مراد ہوگا کیونکہ قرینہ خلاف موجود ہے اور قرینہ یہ ہے کہ اگر جماع مراد ہوتا تو عورت کی طرف نسبت نہ کی جاتی کیونکہ جماع عورت کا کام نہیں ہے ۱۲۔

دے اگر یہ قوت نہ ودیعت رکھی جاتی تو انسان کی فطری لطافت کبھی اس اجتماع کو پسند نہ کرتی اور ہمیشہ اس سے متنفر رہتی کیونکہ یہ اجتماع فی حد ذاتہ لطافت ونظافت (۱) سے بعید ہے پس جب توالد وتناسل کا یہ خاص طریقہ حکمت الٰہیہ نے قائم فرمایا تو یہ امر بہ لحاظ شرافت انسانی ضروری ہوا کہ اس فعل میں بھی اور حیوانات سے اس کو امتیاز عطا ہو جیسا کہ اور افعال میں مثل کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے وغیرہ کے عطا فرمایا گیا ہے۔ لہذا یہ حکم دیا گیا کہ اس اجتماع خاص کے لئے پہلے مرد وعورت میں باہم رضامندی سے ایک معاہدہ ہو جایا کرے اور اس معاہدہ کے لئے شرائط و ارکان وغیرہ مقرر کئے گئے تاکہ وہ ایک معمولی بات نہ سمجھی جائے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد وعورت کے اجتماع کی (جس کو اہل شریعت زنا کہتے ہیں) سخت ممانعت کردی گئی۔

(۲) نکاح میں تناسل عمدہ طریقہ پر ہوتا ہے بخلاف زنا کے، نکاح میں چونکہ ایک علاقۂ محبت زوجین میں قائم ہوتا ہے اور دونوں مل کر بچہ کی تعلیم وتربیت میں کوشش کرتے ہیں اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اس کی تربیت اور تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر ہوگی۔

(۳) نکاح میں علاوہ تناسل کے اور بھی فائدے ہیں مثلاً سلسلہ نسب کا قائم رہنا (۲) اور زوجین اور ان کے اعزہ میں سلسلہ محبت کا پیدا ہونا، مرد وعورت کا یہ باہمی خاص اور دائمی تعلق نظام عالم کے لئے جس قدر مفید ہے اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، عورت فطرتاً کمزور پیدا کی گئی ہے اس لئے زندگی کے اہم مقاصد میں اس کی منفردہ قوت کام نہیں دیتی مرد کی اعانت کی ضرورت پڑتی ہے اور مرد چونکہ اہم اور اعلیٰ مقاصد کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں لہذا ان کو خانہ داری کی ضروریات میں عورتوں سے مدد لینے کی احتیاج ہے اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن سے مرد کو عورت کی طرف اور عورت کو مرد کی طرف سخت احتیاج ہے، خلاصہ یہ کہ مرد وعورت کا یہ خاص تعلق تدبیر منزل کا جزو اعظم ہے۔

انہیں وجوہات سے شرائع ربانیہ کی توجہ نکاح کی طرف ہوئی اور اس کی ترغیب دی گئی اس کے محاسن بیان فرمائے گئے اور زنا کی مذمت اور قباحت بیان فرمائی گئی اس کے مرتکب

---

(۱) اسی وجہ سے فقہا لکھتے ہیں کہ نکاح میں اصل حرمت ہے اور اباحت اس کی عارضی ہے اور بہ ضرورت ہوئی ہے (بحر الرائق)۔

(۲) سلسلہ نسبت کی محفوظ نہ رہنے میں بہت خرابیاں ہیں تمام نظام عالم درہم برہم ہو جاتا ہے نہ ایک کو دوسرے سے محبت ہوگی نہ کوئی کسی کی ہمدردی کرے گا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا نہ بھائی نہ بھتیجا نہ کوئی وارث نہ کوئی مورث وعلیٰ ھذا اسی سبب سے اس سلسلہ نسب و زوجیت کے قائم فرمانے کو حق سبحانہ نے اپنے انعامات کی فہرست میں درج فرمایا ہے قولہ تعالیٰ وجعلکم نسباً وصھرا ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے نسب اور سسرال قائم فرمائی۔

کے لئے سخت وعیدیں وارد ہوئیں جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب واضح ہوگا

مقدمہ اصطلاحی الفاظ کی توضیح

ایجاب وقبول:۔ مرد وعورت کا یا ان کے وکلا یا اولیاء کا دونوں میں باہم زوجیت کا تعلق پیدا کرنے کی گفتگو کرنا۔ سب سے پہلے جس کی گفتگو ہوگی خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اس کو ایجاب کہیں گے اور اس کے بعد دوسرے کی گفتگو کو قبول۔

مثال:۔ (۱) مرد عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرلیا، عورت کہے کہ میں نے منظور کرلیا، مرد کا کلام ایجاب ہے اور عورت کا کلام قبول۔

(۲) عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں کیا مرد جواب دے کہ میں نے تجھ کو اپنی زوجیت میں لے لیا اس صورت میں عورت کا کلام ایجاب ہے اور مرد کا قبول

مہر:۔ وہ چیز ہے جو بوجہ عقد نکاح کے شوہر کی طرف سے عورت کو اس معاوضہ میں ملنا چاہئے کہ اس نے اپنے خاص منافع کا شوہر کو مالک بنادیا ہے، حاصل یہ کہ ان منافع کی قیمت کا نام مہر ہے، مہر کی چار قسمیں ہیں۔

مہر معجّل:۔ وہ مہر جس کے ادا کرنے کا علی الفور وعدہ کیا گیا ہو۔

مہر موجل:۔ وہ مہر جس کی ادائیگی کا علی الفور وعدہ نہ ہو بلکہ کسی مدت پر محمول ہو خواہ وہ مدت معلوم ہو یا مجہول۔

مہر مسمّی:۔ وہ مہر کہ جس کی مقدار عقد نکاح کے وقت معین ہوگئی ہو۔

مہر مثل:۔ آزاد عورت کا مہر مثل وہ مہر ہے جو اس کے باپ کے خاندان کی ان عورتوں کا ہو جو تیرہ (۱) باتوں میں اس کے مثل ہوں، عمر، جمال، مال، شہر، زمانہ، عقل، دینداری، بکارت وثیوبت۔ علم۔ ادب۔ خلق۔ صاحب اولاد ہونا نہ ہونا۔ شوہر کا ان (۲) اوصاف میں یکساں ہونا۔ اگر باپ کے خاندان کی عورتوں کا مہر نہ معلوم ہو یا وہ عورتیں ان اوصاف میں ان کی مماثل نہ ہوں تو اور کسی اجنبی عورت کا مہر دیکھا جائے گا اور وہی اس کا مہر مثل قرار دیا

---

(۱) ان تیرہ باتوں میں مماثلت اس سبب سے شرط کی گئی کہ ان باتوں کے اختلاف سے مہر یکساں نہیں رہتا مثلاً ایک جوان یا خوبصورت کا مہر جس قدر ہوگا بوڑھی یا بدصورت کا اس قدر نہیں ہوسکتا شہر سے مراد یہ ہے کہ دونوں ایک ہی شہر کے رہنے والے ہوں کیونکہ مختلف شہروں کے رسم ورواج مختلف ہوتے ہیں زمانے سے مراد یہ ہے کہ دونوں کا زمانہ ایک ہو زمانہ کے بدل جانے سے بھی رسم ورواج میں فرق ہوجاتا ہے ۱۲۔

(۲) اگر شوہر دونوں کے اوصاف میں یکساں نہ ہوں گے تو مہر میں اختلاف ہوجائے گا کیونکہ ایک جوان یا ذی علم یا دیندار مرد کے ساتھ کم مہر پر بھی عورت یا اس کے ولی راضی ہوجاتے ہیں بخلاف بوڑھے یا جاہل یا فاسق کے ۱۲۔

جائے گا بشرطیکہ ان اوصاف (۱) کے علاوہ نسب میں بھی اس کی مماثل ہو اور لونڈی (۲) کا مہر مثل اگر وہ باکرہ ہے تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ باکرہ نہ ہو تو بیسواں حصہ۔

ف:۔ زنا کے معاوضہ میں جو چیز دی جائے اس کو مہر بغی کہتے ہیں۔ اسی کو اردو زبان میں خرچی کہتے ہیں۔

عقر:۔ وہ مہر ناجائز جماع کے معاوضہ میں عورت کو دیا جائے اور یہ نہ جائز جماع کسی شبہ کی سبب سے نادانستہ وقوع میں آیا ہو۔

بکارت:۔ کنوارا ہونا جو عورت کنواری ہو بکر کہتے ہیں۔ بکر کی دو قسمیں ہیں۔

بکر حقیقی: وہ عورت جس سے کبھی جماع نہ ہوا ہو نہ جائز طور پر نہ ناجائز طور پر خواہ جھلی باقی ہو یا ٹوٹ گئی ہو۔ جھلی کبھی حیض آنے سے بھی ٹوٹ جاتی ہے کبھی زخم کی وجہ سے کبھی زیادہ سن ہو جانے سے کبھی کودنے پھاندنے کی وجہ سے جو عورت کسی کے نکاح میں آ چکی ہو مگر قبل جماع کے نکاح سے علیحدہ ہو گئی ہو وہ بھی حقیقۃً بکر ہے۔

بکر حکمی:۔ وہ عورت جو ایک مرتبہ زنا میں مبتلا ہو چکی ہو اور یہ فعل اس کا لوگوں میں مشہور نہ ہو اس کو حاکم شریعت کی طرف سے اس کی سزا ملی ہو۔

ثیوبت:۔ کنواری نہ ہونا۔ جو عورت کنواری نہ ہو اس کو ثیب کہتے ہیں یعنی وہ عورت جس سے جماع ہو چکا ہو۔ اگر زنا ہوئی تو ایک مرتبہ سے زیادہ یا مشہور ہوئی ہو۔

ولی:۔ لغت میں تو اس کے معنی دوست اور اہل اصول کی اصطلاح میں خدا کا دوست جو اس کے اسماء و صفات کا عارف ہو گناہوں سے بچتا ہو اور عبادات میں مشغول رہتا ہو اصطلاح فقہ میں وہ رشتہ دار جو عاقل و بالغ ہو اور وارث ہو سکتا ہو اور اس کو تصرف کا اختیار شریعت نے دیا ہو۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

ف:۔ اگر کوئی رشتہ دار نہ ہو تو قاضی یا اس کا نائب بھی ولی ہو سکتا ہے۔

کفو:۔ جو دو شخص باہم ان چھ اوصاف میں شریک ہوں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا کفو ہے (۱) نسب، (۲) اسلام۔ (۳) حریت۔ (۴) دیانت۔ (۵) مال۔ (۶) پیشہ۔

---

(۱) بعض فقہا کا قول ہے کہ کل اوصاف میں دو عورتوں کا مماثل ہونا دشوار ہے لہذا بعض میں مماثلت بھی کافی ہے، مگر یہ قول متون فقہا کے خلاف ہے ۱۲۔

(۲) بعض فقہا کا قول ہے کہ لونڈی کا مہر مثل وہ ہے جو اور لونڈیوں کا ہو بشرطیکہ وہ جمال میں اس کے مساوی ہوں اور مالک بھی ان دونوں کے مال و جاہ میں مماثل ہوں ۱۲۔

نسب:۔ کی برابری صرف عربی النسل لوگوں میں معتبر ہے ان کے علاوہ اور لوگ نسب میں مختلف ہونے کے سبب سے غیر کفو نہ کہلائیں گے، عربی میں قریشی قریشی سب برابر ہیں (۱) گو کوئی عدوی (۲) ہو کوئی تیمی کوئی نوفلی غیر قریشی قریشی کا کفو نہیں اور غیر قریشی سب ایک دوسرے کے کفو ہیں اور غیر عربی النسل عربی النسل کا کفو نہیں۔

اسلام سے مراد:۔ نومسلم اس کو کہتے ہیں جو بذات خود مسلمان ہوا ہو یا اس کا باپ بھی مسلمان ہو گیا ہو اور جس کی دو پشتیں اسلام میں گذر جائیں یعنی باپ اور دادا کے وقت سے اسلام چلا آتا ہو وہ قدیم اسلام سمجھا جائے گا تو مسلم قدیم الاسلام کا کفو نہیں وہ نومسلم جو صرف خود اسلام لایا ہے ایسے نومسلم کا کفو ہو سکتا ہے جس کا باپ بھی مسلمان تھا، ہاں دو پشتوں کے بعد پھر سب باہم کفو سمجھے جائیں گے گو ایک کی کم پشتیں اسلام میں گزری ہوں اور ایک کی زیادہ اسلام کی برابری کا اعتبار وہاں کے لوگوں کے لئے نہیں ہے کہ جہاں نومسلم ہونا کچھ عار نہیں سمجھا جاتا۔(۳) (فتاویٰ ہندیہ)

حریت:۔ یعنی غلام نہ ہونا۔ غلام آزاد کا کفو نہیں نہ وہ شخص جو صرف خود آزاد ہوا ہو اس شخص کا کفو ہو سکتا ہے جو اپنے باپ کے وقت سے آزاد ہے، ہاں دو پشتوں کے بعد پھر آپس میں برابر سمجھے جائیں گے اگرچہ ایک کی زیادہ پشتیں آزادی میں گزری ہوں اور دوسرے کی کم دو پشتوں کی آزادی میں گزرنے کا یہ مطلب ہے کہ خود بھی آزاد پیدا ہوا ہو بلکہ بعد پیدا ہونے کے آزاد کیا گیا تو وہ شخص دو پشتوں سے آزاد سمجھا جائے گا جو غلام کسی شریف النسل کا آزاد کیا ہوا ہو اس کا کفو وہ غلام نہیں ہو سکتا جس کو کسی کم نسب نے آزاد کیا ہے۔

دیانت:۔ یعنی دینداری۔ جو شخص فاسق ہو وہ ایسی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جو خود بھی پرہیز گار ہے اور اس کا باپ بھی پرہیز گار ہے اور اگر وہ عورت خود پرہیز گار ہو مگر باپ پرہیز گار نہ

---

(۱) وجہ اس کی یہ ہے کہ عرب کا فخر اپنے نسب پر بہت ہے اور ان کو غیر نسب میں مناکحت سے بہت عار آتی ہے بخلاف غیر عرب کے کہ ان کو نسب کا اتنا لحاظ نہیں ۱۲۔

(۲) اسی وجہ سے حضرت علی مرتضیٰ نے جو ہاشمی تھے اپنی صاحبزادی بی بی ام کلثوم کا جو حضرت فاطمہ زہرا کے بطن اقدس سے تھیں حضرت عمر سے نکاح کر دیا حالانکہ وہ عدوی تھے (رضی اللہ عنہم) ۱۲۔

(۳) جس مقام پر نئی نئی اشاعت اسلام کی ہوتی ہے وہاں تو نومسلم ہونا کچھ معیوب نہیں سمجھا جاتا ہاں جب اسلام کو کسی مقام پر بہت زیادہ زمانہ گذر جاتا ہے وہاں پھر معیوب سمجھنے لگتے ہیں۔ اکثر فقہاء نے اس مقام پر یہ لکھ دیا ہے کہ اسلام کی برابری کا اعتبار اہل عرب کے لئے نہیں ہے کیونکہ وہاں نومسلم ہونا عیب نہیں سمجھا جاتا حالانکہ یہ صرف اسی زمانہ تک تھا جب وہاں اسلام شروع ہوا تھا اب وہاں بھی عیب سمجھا جاتا ہے۔ ۱۲

ہو یا باپ تو پرہیز گار ہو مگر خود پرہیز گار نہ ہو تو اس کا کفو ایک فاسق ہو سکتا ہے فاسق میں تعمیم ہے چاہے اس کا فسق علانیہ (۱) ہو یا چھپا ہوا۔ (ردالمحتار)

مال سے مراد اس قدر مال ہے کہ جس کی وجہ سے مہر اور نفقہ کی ادائی پر قدرت ہو مہر اگر کل معجّل ہے تو کل کی ادائی پر اور جو کوئی جز اس کا معجّل ہے تو صرف اسی جز کی ادائی پر قدرت کافی ہے۔ اور نفقہ پر قدرت صرف بقدر ایک ماہ کے ضروری ہے اگر پیشہ ور نہ ہو اور جو پیشہ ور ہو اور وہ اپنے پیشہ سے اس قدر کما لیتا ہو جو ہر روز کے خرچ کو کافی ہو جائے تو وہ صرف اتنی ہی بات سے نفقہ پر قادر سمجھا جائے گا، ایک ماہ کے خرچ کے بقدر اس کے پاس اندوختہ ہونے کی حاجت نہیں (عالمگیری وغیرہ)

پس جو شخص اس قدر مال کا مالک نہ ہو وہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا چاہے عورت بالکل فقیر ہو اور جو شخص اس قدر مال کا مالک ہے وہ ہر عورت کا کفو ہے اگرچہ بڑی دولت مند ہو۔

پیشہ:۔ میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کا پیشہ ایک کے یہاں ہوتا ہو اسی قسم کا دوسرے کے یہاں بھی ہوتا ہو، پیشے چونکہ مختلف ہوتے ہیں اور عام طور پر کوئی پیشہ ذلیل سمجھا جاتا ہے جیسے نائی، دھوبی، بھنگی وغیرہ کا، اور کوئی عزت والا سمجھا جاتا ہے، جیسے کاشتکار اور سوداگر وغیرہ کا لہذا پیشہ کی برابری کا اسی مقام میں لحاظ کیا جائے گا جہاں باہم پیشوں میں امتیاز سمجھا جاتا ہو اور کوئی ذلت کی نظر سے اور کوئی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہو، پھر جو مختلف پیشے کسی مقام میں مساوی سمجھے جاتے ہوں وہاں کے لئے ان دونوں پیشوں کے کرنے والے باہم کفو ہیں اور جس مقام میں مساوی نہیں سمجھے جاتے ہیں وہاں کے لئے ان دونوں پیشوں کے کرنے والے باہم کفو نہیں ہیں۔

محرم:۔ وہ مرد و عورت جن کا نکاح باہم ناجائز ہو ایک دوسرے کے محرم ہیں خواہ یہ عدم جواز نکاح کا ابدی ہو جیسے ماں، بیٹے، بھائی، بہن، داماد، خوش دامن وغیرہم یا کسی زمانے کے ساتھ موقت ہو جیسے کسی غیر کی منکوحہ جس زمانہ تک غیر کے نکاح میں ہے اسی زمانہ تک اس کا نکاح ناجائز ہے یا کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو جیسے تین طلاق والی عورت اگر وہ کسی دوسرے سے نکاح کر کے اس سے طلاق لے لے تو پھر حرام نہیں۔

---

(۱) اس مقام پر فقہاء کی عبارتیں مختلف ہیں کوئی کہتا ہے کہ صرف عورت کا پرہیز گار ہونا کافی ہے فاسق اس کا کفو نہیں ہو سکتا کوئی کہتا ہے کہ نہیں اس کے باپ کا پرہیز گار ہونا ضروری ہے چاہے خود پرہیز گار ہو یا نہ ہو اسی وجہ سے صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں کہ مجھے اس مسئلہ میں تردد ہے مگر علامہ شامی نے اس کی خوب تفتیش تحقیق کی ہے انہیں کی تحقیق یہاں درج کی گئی۔

وکیل:۔ وہ شخص جو کسی دوسرے کے حقوق میں اس کی اجازت یا حکم سے بطور نائب کے تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہو اور جس نے اسے اختیار دیا ہے اسے موکل کہتے ہیں۔

فضولی:۔ جو شخص کسی دوسرے کے حق میں تصرف کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو وہ اس دوسرے شخص کے اعتبار سے فضولی ہے مثلاً زید عمرو کے حقوق میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتا تھا یعنی نہ اس کا ولی ہے نہ وکیل تو زید کو عمرو کے اعتبار سے فضولی کہیں گے۔

بطلان وفساد:۔ عبادات کے مسائل میں تو ان دونوں لفظوں کا ایک ہی مفہوم ہے نماز باطل ہوگئی اور فاسد ہوگئی دونوں کا ایک مطلب ہے مگر معاملات کے مسائل میں بطلان اور چیز ہے اور فساد اور چیز۔

باطل:۔ اس معاملہ کو کہتے ہیں جو منعقد ہی نہ ہو یعنی اس کے ارکان میں خلل آ گیا ہو اور فاسد وہ معاملہ ہے جو منعقد تو ہو گیا ہو لیکن شرعاً قابل فسخ ہو اس کے ارکان میں خلل نہ آیا ہو بلکہ صحت کی شرطوں میں فتور پڑ گیا ہو۔

خلوت صحیحہ:۔ زوجین کا ایک جگہ جمع ہونا اس طور پر کہ کوئی چیز جماع سے مانع نہ ہو مانع کی مثال۔ کوئی مرض ایسا ہو جس کی وجہ سے جماع ممکن نہ ہو(۱) یا نقصان کرے۔ زوجین میں سے کوئی غایت درجہ کمسن ہو یا مثلاً کوئی تیسرا شخص وہاں موجود(۲) ہو یا آ جانے کا خوف ہو اگر چہ یہ ثالث ان دونوں میں کسی کی لونڈی (۳) ہو یا مرد کی دوسری زوجہ ہو اور یا یہ ثالث نابینا ہو یا سو رہا ہو، ہاں اگر یہ ثالث کوئی ناسمجھ بچہ ہو یا کوئی بیہوش تو پھر مانع نہ سمجھا جائے گا یا مثلاً جماع کرنے میں کسی کا خوف ہو یا مثلاً شریعت کی طرف سے کوئی چیز جماع کا مانع ہو مثل احرام کے اور صوم رمضان کے یا وہ مقام جہاں زوجین ہیں مسجد ہو۔

---

(۱) مثلاً عورت کے لئے خاص حصہ میں ہڈی ہو کہ مرد کا خاص حصہ اس میں داخل نہ ہو سکے یا اسی قسم کا کوئی مرض ہو۔۱۲

(۲) اگر کوئی بے پردہ مقام ہو مثل عام شاہراہ اور میدان کے تو وہ مقام مانع سمجھا جائے گا کیونکہ وہاں کسی کے آ جانے کا ظن غالب ہے۔

(۳) بعض فقہا نے لکھا ہے کہ لونڈی خواہ زوجین میں سے کسی کی ہو جماع سے مانع نہیں ہے لہذا اس کا موجود ہونا خلوت صحیحہ کی منافی نہ ہوگا مگر یہ خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین بالاتفاق قائل ہیں کہ لونڈی کا موجود ہونا خلوت صحیحہ کے منافی ہے امام محمد پیشتر اس کیخلاف تھے مگر اخیر میں انہوں نے رجوع کیا قاضی خان اور صاحب ردالمحتار وغیرہ نے ایسا ہی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۱۲۔

شوہر کا عنین یا خصی ہونا خلوت صحیحہ کے منافی نہیں اسی طرح مخنث ہونا بھی منافی نہیں بشرطیکہ خلوت سے پہلے اس کا مرد(۱) ہونا ظاہر ہو گیا ہو۔ (درمختار وغیرہ)

خلوت فاسدہ:۔ زوجین کا ایک جگہ جمع ہونا اس طور پر کہ کوئی چیز مانع جماع ان موانع میں سے پائی جائے۔

ف:۔ ہم لفظ جماع کی بجائے خاص استراحت کا لفظ استعمال کریں گے اور بوسہ کی جگہ پر تقبیل اور عورت کے چھو لینے کو لمس اور شہوت کو نفسانی کیفیت لکھیں گے۔

نکاح کی ترغیب اور فضیلت

نکاح کی فضیلت بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں قرآن مجید اور احادیث کو جس نے سرسری نظر سے دیکھا ہے اس پر نکاح کی فضیلت پوشیدہ نہیں ہے اصل یہ ہے کہ جس طرح بعض مذاہب میں نکاح کو ترک کر دینا اور لذائذ زندگی سے کنارہ کش ہو جانا عبادت سمجھا جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس کو کچھ نہیں سمجھا صاف صاف سنا دیا گیا **لا رھبانیۃ فی الاسلام** اسلام میں تکالیف شاقہ کا برداشت کرنا اور لذائذ سے کنارہ کش ہو جانا عبادت نہیں ہے اس اعتدال اور میانہ روی کے شرف کا جو شریعت اسلامیہ کو حاصل ہے کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا، اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ خداشناسی کی راہیں سب کے لئے کھلی ہیں، جس طرح ایک فقیر گوشہ نشین اس پاک شریعت پر پورا عمل کر کے خدا کے دوستوں میں داخل ہو سکتا ہے اسی طرح ایک دنیادار اہل وعیال والا بھی ہر وقت اس شرف کو حاصل کر سکتا ہے، خدا کا تقرب اور اس کی مرضی پر پوری طرح کسی قوم کسی فرقہ کسی شخص کے ساتھ مخصوص نہ رہا اسلام میں یہ بہت بڑا کمال سمجھا گیا ہے کہ مشاغل میں مبتلا ہو کر یاد خدا سے غافل نہ ہو اس کی عبادت میں قصور نہ ہونے پائے۔

الغرض انہیں مقاصد عظیمہ کے پورا کرنے کے لئے رہبانیت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور ہر امر میں میانہ روی کی ترغیب دی گئی۔ یہی باعث ہے کہ نکاح کرنا بھی ایک فضیلت قرار دیا گیا

---

(۱) یہ شرط اس سبب سے لگائی گئی کہ اگر اس کا مرد ہونا نہ علوم ہوگا تو نکاح صحیح نہ ہوگا اور خلوت صحیحہ فرع اس بات کی ہے کہ نکاح صحیح ہو گیا ہو۔ مخنث اس کو کہتے ہیں جس میں عورت اور مردوں کی علامتیں موجود ہوں اور ایک زمانہ خاص میں کسی علامت کو غلبہ ہوتا ہو اور کسی زمانہ میں کسی کو۔

اور خود صاحب شریعت ﷺ نے اس کو عملی طور پر رائج کیا اور تمام دنیا کو دکھا دیا کہ مشاغل میں رہ کے خدا پرستی اس طرح کرتے ہیں۔ خدا اور اس کی مخلوق دونوں کے حقوق اس طرح ادا کئے جاتے ہیں۔ کثرت ازدواج میں ایک مصلحت منجملہ مصالح کثیرہ کے یہ بھی تھی۔

نکاح کی فضیلت کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں جابجا اس کا ذکر ہے کہیں تعداد ازدواج کی اجازت عطا ہو رہی ہے کہ **فانکحو ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث رباع** جو عورتیں تم کو اچھی لگیں ان سے نکاح کرلو۔ دو دو اور تین تین اور چار چار، کہیں بی بیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید ہو رہی ہے کہ **وعاشروھن بالمعرف** بی بیوں سے اچھی معاشرت کرو، کہیں زوجین کے حقوق تعلیم کئے جاتے ہیں کہیں مہر کے مسائل کہیں طلاق کے احکام کہیں عدت کے مسائل غرض نکاح کے متعلقات کا ذکر کلام پاک میں بیش از بیش ہے، یہ بات کچھ کم فضیلت کی نہیں ہے سب سے زیادہ نکاح سے مانع انسان کو تنگدستی اور افلاس ہوتا ہے، لہذا اس کا بہت شدومد سے دفعیہ کیا گیا۔ اور قرآن مجید میں بڑے اہتمام سے اس کے متعلق ایک بشارت نازل ہوئی کہ **ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ** اگر وہ لوگ فقیر ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے (باعث نکاح کے) مالدار کردے گا اب اس سے زیادہ اور کیا چاہئے کہاں ہیں وہ لوگ جو افلاس کے خیال سے اس سنت کو چھوڑے ہوئے ہیں کیا یہ بشارت اور سچا وعدہ ان کے اطمینان کے لئے کافی نہیں ہے۔

احادیث کو اگر دیکھئے تو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے فعل شریف پر نظر ڈالی جائے کہ آپ نے کس کثرت اور رغبت کے ساتھ نکاح کئے اس کے بعد آپ کے اقوال شریفہ پر غور کیا جائے میں یہاں نمونہ کے طور پر دو ایک صحیح حدیثوں کا ترجمہ درج کرتا ہوں۔

(۱) ایک مرتبہ تین شخص نبی ﷺ کی ازواج طاہرات سے آپ کی عبادات کی کیفیت پوچھنے آئے پھر جب ان کو آپ کی عبادات کی کیفیت بتائی گئی تو انہوں نے اس کو کم سمجھا اور کہا کہ ہم نبی ﷺ کے برابر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہو چکے تھے (اس کے بعد) ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کرتا ہوں، تیسرے نے کہا کہ میں عورت کے پاس نہیں جاتا اور کبھی نکاح نہ کروں گا، اتنے میں رسول خدا ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کہیں حالانکہ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ خاص اسی کے

لئے پرہیزگاری کرنے والا ہوں مگر میں کبھی روزہ رکھ لیتا ہوں کبھی نہیں رکھتا اور رات کے وقت کچھ دیر نماز پڑھتا ہوں اور کچھ دیر سورہتا ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں پس جو شخص میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں (صحیح بخاری)

اس حدیث کا آخری جملہ سرسری نہیں ہے کیا اس سے زیادہ مسلمان کے لئے اور کوئی تہدید ہوسکتی ہے کہ حضرت سرور عالم ﷺ اس سے یہ فرمائیں کہ تو میرا نہیں ہے، شاید یہ حدیث ان لوگوں کو نہیں پہنچی جو اپنے زہد وتقویٰ پر فخر کیا کرتے ہیں اور بیوجہ اس سنت کو ترک کئے ہوئے ہیں اور پھر اس پر نادم نہیں ہوتے بلکہ ایک اچھی بات سمجھتے ہیں۔

(۲) علقمہ کہتے ہیں میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ مقام منیٰ میں ان سے عثمانؓ نے ملاقات کی اورکہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن مجھے تم سے کچھ کام ہے پس وہ دونوں تنہا رہ گئے، عثمان نے کہا کہ اے ابن مسعود کیا تم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم کسی بکر سے تمہارا نکاح کردیں کہ جو (عیش وعشرت) تم پہلے کیا کرتے تھے وہ تم کو یاد دلا دے۔ چونکہ عبداللہ بن مسعود نے دیکھا کہ ان کو ضرورت نہیں ہے تو انہوں نے انکار کیا (اور) میری طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اے علقمہ! چنانچہ میں ان کے پاس گیا اس وقت وہ یہ کہہ رہے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے جوانو! جو شخص تم میں سے نکاح کا مقدور رکھتا ہو وہ نکاح کرے اور جو نہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ رکھنا اس کے لئے خصی کرنے کا فائدہ دے گا۔ اور ایک دوسری حدیث میں نکاح کی تعریف میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ وہ نظر کا (نامحرم پر پڑنے سے) باز رکھنے والا اور شرم گاہ کا (فعل حرام سے) حفاظت کرنے والا ہے (صحیح بخاری)

(۳) نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں سب چیزوں میں اچھی چیز نیک عورت ہے (صحیح مسلم) الحتصر اسی قسم کی بہت سی احادیث ہیں جن سے نکاح کی فضیلت نکلتی ہے۔ صحابہؓ میں بہ مشکل نہایت تلاش سے چند لوگ ایسے ملیں گے جنہوں نے نکاح نہ کیا سو وہ بھی عذر سے خالی نہ ہوں گے۔ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے اس شخص کے مثل (بدنصیب (۱)) میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بعد اس آیت کریمہ **ان یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله** کے (بخیال تنگدستی) نکاح نہ کرے (مسند امام شافعی)

---

(۱) ایسے شخص کے بدنصیب ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ جب اللہ جل شانہ اس آیت میں وعدہ فرماتا ہے کہ اگر نکاح کرنے والے تنگدست ہوں گے تو ہم ان کو اپنے فضل سے مالدار کردیں گے تو اب نکاح کو بخیال تنگدستی ترک کرنا بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے ۱۲۔

نکاح ہی کی ترویج کے لئے خدا کی طرف سے یہ اہتمام ہوا کہ زنا کی ممانعت کی گئی اس کے ارتکاب پر سخت سخت عذابوں کی خبر دی گئی دنیا میں بھی اس کی سزا(۱) نہایت سخت رکھی گئی کہ ایسی سخت سزا سوا قتل انسان کے اور کسی جرم کی معلوم نہیں ہوتی، اخروی سزا کی بابت جو کچھ احادیث میں وارد ہوا ہے سب سے زیادہ میرے نزدیک یہ ہے کہ بعض احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ زنا کا مرتکب دائرہ ایمان سے خارج ہے اس سے زیادہ زنا کی مذمت اور کیا ہو سکتی ہے (العیاذ باللہ منہ)

الغرض شریعت الٰہیہ کی پوری توجہ نکاح کی طرف مصروف ہے اس کی ترغیب وفضیلت میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا اور جو جو چیزیں اس کی مانع ہو سکتی تھیں ان کا کافی انسداد کر دیا گیا اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ خود صاحب شریعت ﷺ نے اپنے عمل سے اس کو زینت و عزت عطا فرمائی۔

انہیں وجوہ سے فرقۂ ظاہریہ کے لوگ مثل علامہ داؤد ظاہری وغیرہ کے اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ حالت اعتدال میں نکاح (مثل روزہ نماز وغیرہ کے) فرض عین ہے اور خود حنفیہ میں بعض مشائخ اس کو فرض کفایہ کہتے ہیں اور بعض واجب اگرچہ ان کے قول پر فتویٰ نہیں ہے (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۳۴۲)

نکاح کے احکام

فرض ہے:۔ اگر خاص استراحت کی خواہش اس درجہ غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور مہر پر اور زوجہ کے نفقہ پر بھی قدرت حاصل ہو اور یہ خیال نہ ہو کہ بی بی کے ساتھ معاشرت عمدہ طور پر نہ کر سکے گا بلکہ اس پر ظلم کرے گا اور بدمزاجی اور کج خلقی کا برتاؤ اس کے ساتھ کرے گا۔

(۱) وہ سزا یہ ہے کہ اگر زنا کرنے والا محصن نہ ہو تو اس کے سو ۱۰۰ درے مارے جائیں خواہ مرے یا زندہ رہے اور جو محصن ہو تو نصف جسم اس کا زمین میں گاڑ کر تمام لوگ اس پر پتھر ماریں یہاں تک کہ مر جائے اور حکم ہے کہ یہ دونوں سزائیں عام مجمع میں ہوں۔۱۲۔

(۲) بعض لوگوں کا مزاج ایسا تند ہوتا ہے کہ ان کو غصہ میں اپنی طبیعت پر بالکل قابو نہیں رہتا ذرا سی بات میں غصہ آ جاتا ہے ایسے لوگ کبھی یقین نہیں کر سکتے کہ ہم کسی سے دائمی تعلق پیدا کر کے اس کے ساتھ حسن معاشرت قائم رکھ سکیں گے۱۲۔

واجب ہے:۔ اگر خاص استراحت کی خواہش غالب ہو مگر نہ اس درجہ کی کہ زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور مہر اور نفقہ پر قادر ہو اور بی بی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو۔

سنت مؤکدہ:۔ اگر اعتدال کی حالت ہو یعنی خاص استراحت کی خواہش نہ بہت غالب ہو نہ بالکل مفقود (بحر الرائق وغیرہ)

ف:۔ مستحب (۱) ہے اگر مہر و نفقہ کے لئے روپیہ پاس موجود نہ ہو تو قرض لے لے بشرطیکہ سودی قرض نہ ہو اور اس کے ادا کرنے پر قادر ہو سکے تو گو بالفعل قدرت نہ ہو (درمختار وغیرہ)۔

مکروہ تحریمی ہے:۔ اگر بی بی پر ظلم کا خوف ہو۔

حرام ہے:۔ اگر ظلم کا یقین ہو۔

اگر خاص استراحت کی خواہش کا کمال درجہ غلبہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو مگر اسکے ساتھ ہی بی بی پر ظلم کرنے کا بھی خوف ہو تو اس صورت میں بھی نکاح حرام (۲) یا مکروہ تحریمی رہے گا (بحر الرائق وغیرہ)

نکاح کا مسنون و مستحب طریقہ

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خواہ مرد ہو یا عورت تو قبل اس کے کہ نکاح کا پیغام دیا جائے، ایک دوسرے کے حالات کی اور اس کے عادات و اطوار کی خوب جستجو کرلیں تا کہ پھر پیچھے سے کوئی امر خلاف طبع معلوم ہو کر ناموافقت کا سبب نہ ہو جائے۔ مرد۔ کو عورت میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں، دینداری، حسب (۳) نسب اور حسن و جمال، نیک مزاجی، خوش خلقی میں اپنے سے زیادہ، مال و دولت، زور و قوت، قد و قامت، عمر میں اپنے (۴) سے کم، اگر کئی

(۱) بعض علماء نے جو ایسی حالت میں نکاح کو مستحب لکھا ہے ان کی مراد مستحب سے سنت موکدہ ہے (فتح القدیر)

(۲) اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح نہ کرنے میں حق اللہ کے تلف ہونے کا خیال ہے اور نکاح کرنے میں حق العبد کے تلف ہونے کا اور کلیہ قاعدہ ہے کہ حق العبد کا زیادہ خیال کیا جاتا ہے ۱۲۔

(۳) حسب کے معنی فضل و کمال عزت و وقار ایک شخص سید ہو مگر برے کام کرتا ہو کہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو وہ صاحب نسب تو ہے مگر صاحب حسب نہیں ہے۔

(۴) ان باتوں میں کم ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کو حقیر نہ سمجھے گی اور اگر ان باتوں میں شوہر کے برابر یا زیادہ ہوگی تو اس کو حقیر سمجھے گی پورے طور پر اطاعت نہ کرے گی۔

عورتیں ان اوصاف کی ہوں تو ان میں سے اس کی ترجیح دے جو کم مہر پر راضی ہو جائے جو عورت دیندار ہو مگر شکل وصورت میں اچھی نہ ہو۔ وہ ایسی عورت سے بہتر ہے جو شکل وصورت میں تو اچھی ہو مگر دیندار نہ ہو، بانجھ (۱)۔ عورت سے نکاح کا قصد نہ کرے کیونکہ حدیث میں آیا ہے بدصورت جو بانجھ نہ ہو۔ خوبصورت بانجھ سے بہتر ہے۔

مرد کے لئے یہ امر بھی مسنون ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہے اس کو خود دیکھ لے۔ (۲) بشرطیکہ یقین ہو کہ میں اگر اس کو پیغام دوں گا تو منظور ہو جائے (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

عورت:۔ کے ولی نہ ہو تو خود عورت کو مرد میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں، مرد ہم کفو ہو عمر میں بہت زیادہ نہ ہو۔ جو مرد مال و دولت نسب وغیرہ میں کفو نہ ہو مگر دینداری میں کفو ہو تو وہ بہتر ہے بہ نسبت اس مرد کے جو اور سب باتوں میں کفو ہو، مگر دیندار نہ ہو۔

جہاں خود تفتیش وتحقیق سے تمام امور موافق مزاج معلوم ہوں وہاں مرد کی طرف سے عورت کے ولی کو یا خود عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا جائے اس کو ہمارے عرف میں نسبت اور منگنی کہتے ہیں۔ مستحب ہے کہ پیغام نکاح بھیجنے سے پہلے دولہا کا ولی یا جو شخص پیغام نکاح کا بھیجنا چاہے نماز استخارہ مسنون طریقہ سے پڑھ لے بعد اس کے پیغام بھیجے، اس طرح دولہن کے ولی کو یا خود دلہن کو بھی مستحب ہے کہ پہلے نماز استخارہ پڑھ لے بعد اس کے پیغام کی منظوری کا اظہار کرے۔

پیغام:۔ نکاح کے منظور ہو جانے کے بعد کوئی دن عقد نکاح کے لئے بتراضی طرفین مقرر کر لیا جائے۔ مستحب ہے کہ جمعہ کا دن ہو تاریخ اور مہینہ میں اختیار ہے چاہے جو تاریخ جس مہینے کی مقرر کی جائے کیونکہ کوئی مہینہ کوئی دن کوئی تاریخ شریعت میں منحوس (۳) نہیں سمجھی جاتی نہ شریعت نے کسی دن کسی تاریخ کی نکاح کے لئے تخصیص کی ہے۔

---

(۱) بانجھ ہونے کا علم اس طور پر ہو سکتا ہے کہ پہلے اس کی شادی ہو چکی ہو اور باوجودیکہ شوہر کے ساتھ بہت دنوں تک یکجائی رہی ہو مگر کوئی بچہ نہ ہوا ہو ۱۲۔

(۲) خود دیکھنا اس وقت مسنون ہے کہ جب اور کوئی صورت اس کے حالات دریافت کرنے کی ممکن نہ ہو ۱۲۔

(۳) دن تاریخ کا منحوس سمجھنا نجومیوں کی تقلید ہے جس کی سخت ممانعت ہماری شریعت میں ہے اسلام نے جہاں اور امور میں توحید کی بنیاد ڈالی ہے وہاں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ سوائے ایک خدائے واحد کے کسی کو ضرر پہنچانے والا اور نفع دینے والا نہ سمجھو سب کی کنجی اسی کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ نفع پہنچاتا ہے کوئی دن یا تاریخ اسے روک نہیں سکتا، اسی طرح اس کی مضرت کو بھی کوئی دفع نہیں کر سکتا، مسلمانوں میں دن تاریخ کے سعد ونحس ہونے کا خیال ہندوؤں کے اختلاط سے پیدا ہو گیا ہے اس کو ترک کرنا چاہئے ۱۲۔

عورت اگر عدت میں ہو تو عدت ختم ہو جانے کے بعد نکاح کا پیغام بھیجنا چاہئے جس عورت کے پاس ایک شخص نکاح کا پیغام بھیج چکا ہو تو جب تک اس کا سلسلہ قطع نہ ہو جائے دوسرے شخص کو اس کے پاس پیغام بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

مستحب ہے کہ نکاح کی مجلس علانیہ طور پر منعقد کی جائے اور اس میں طرفین کے احباب واعزہ اور نیز بعض ابرار واخیار بھی شریک کئے جائیں (احیاء العلوم)

مستحب ہے کہ نکاح مسجد کے اندر کیا جائے

مستحب ہے کہ اگر مجلس میں غیر لوگ بھی ہوں تو دلہن شریک مجلس نہ کی جائے بلکہ اس کا کوئی ولی جو پرہیزگار ہو اور طریقہ نکاح کا موافق سنت کے جانتا ہو اس کی طرف سے شریک مجلس ہو اور اگر دلہن کا کوئی ولی نہ ہو اور وہ خود بالغہ ہو کوئی اس کا وکیل شریک ہو ان سب مراتب کے طے ہو جانے کے بعد مسنون ہے کہ ایک خطبہ پڑھا جائے جس میں حمد ونعت ہو اور توحید و رسالت کی شہادت ہو اور خدا سے ڈرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی اور عہد واقرار پر قائم رہنے کی ترغیب ہو، نکاح بھی ایک معاہدہ ہے وہ بھی اس عہد واقرر کے ضمن میں آجائے گا اور زیادہ مناسب ہے کہ یہ خاص خطبہ پڑھ جائے۔

(۲) الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا وسيات اعمالنا من يهدى الله فلا مضل له ، ومن يضلله فلا هادى له واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له واشهد ان محمداً عبده ورسو له، يا ايها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من

---

(۱) حدیث میں اس کی بہت ممانعت آئی ہے اس حرکت سے دو مسلمانوں میں رنجش پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے ۱۲۔

(۲) ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے معافی چاہتے ہیں اور ہم اپنے نفسوں اور برے اعمال کی آفتوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں (اور یہ جانتے ہیں) کہ جس کو اللہ ہدایت کرے اس کا کوئی گم کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں (اور یہ بھی) شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندہ اور اس کے پیغمبر ہیں اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص (یعنی آدم) سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بی بی کو نکالا اور ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں اور اس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم باہم سوال کرتے ہو اور قرابتوں کے (حق تلفی) سے (بچو) بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے اور نہ مرو مگر بحالت اسلام۔ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور مضبوط بات کہو تا کہ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے اور (یاد رکھو) کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کی وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔ ۱۲۔

نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيراً ونساءً واتقوا الله الذى تسائلون به والا رحام ان الله كان عليكم رقيباً. يا ايها الذين آمنوا تقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون . يا ايها الذين اٰمنوا تقوا الله وقولوا قولاً سديداً يصلح لكم اعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيما .

علامہ طحطاوی نے حصن حصین سے نقل کیا ہے کہ یہ وہی خطبہ ہے جو نبی ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ میں یہ خطبہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے منقول ہے۔

یا یہ خطبہ پڑھایا جائے جو حسب نقل مواہب لدنیہ نبی ﷺ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت پڑھا تھا وہ خطبہ یہ ہے۔

الحمد لله المحمود بنعمته المعبود بقدرته المطاع بسلطانه المرهوب من عذابه سطوته النافذ امرُه فى سمائه وارضه الذى خلق الخلق بقدرته وميزهم باحكامه واعزهم بدينه واكرمهم بنبيه محمد صلى الله عليه وسلم انالله تبارك اسمه وتعالت عظمته جعل المصاهرة سبباً لاحقاً وامراًمفترضاً او شح به الا رحام واكرام الانام فقال عز من قائل وهو الذى جعل من الماء بشراً وجعله نسباً وصهراً وكان ربك قديراً فامر الله تعالىٰ يجرى الىٰ قضائه وقضائه يجرى الىٰ قدره ولكل قضاء قدر ولكل قدر اجال ولكل اجل كتاب يمحو الله مايشاء ويثبت وعنده ام الكتاب .(۱)

---

(۱) ترجمہ۔ ہر طرح کی تعریف اللہ کو سزاوار ہے جو اپنی نعمت کے سبب سے سب کا محمود ہے اپنی قدرت کی وجہ سے سب کا معبود ہے، اپنے غلبہ کی وجہ سے سب کا مطاع ہے اس کے عذاب اور قہر سے لوگ ڈرتے ہیں اس کا حکم اس کے آسمان اور اس کی زمین میں جاری ہے اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے احکام سے ان کو امتیاز دیا اور اپنے دین سے ان کو عزت دی اور اپنے نبی ﷺ سے ان کو مشرف کیا، بے شک اللہ نے (بزرگ ہے نام) اس کا اور برتر ہے عظمت اس کی رشتہ کو امر شدنی اور ضروری کام قرار دیا ہے اور اس سے قرابتوں کو زینت دی ہے اور لوگوں پر لازم کر دیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے (وہ ہر کہنے والے سے بزرگ ہے) اس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا اور اس کے لئے نسب اور سسرال بنائی اور تمہارا پروردگار قدرت والا ہے پس اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی قضا کی طرف جاری ہے اور اس کی قضا اس کی قدرت کی طرف جاری ہے اور ہر قضا کا ایک انداز ہے اور ہر انداز کی ایک میعاد ہے اور ہر میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) ہے ۱۲۔

نکاح کا خطبہ خودتو مسنون ہے مگراس کا سننا حاضرین پر واجب ہے اور کچھ تخصیص خطبہ نکاح کی نہیں بلکہ تمام خطبوں کا یہی حال ہے خواہ وہ فی نفسہ مسنون ہوں یا واجب مگران کا اول سے اخیر تک سننا حاضرین پر بہر حال واجب ہے۔(طحطاوی شرح مراقی الفلاح صفحہ ۴۱۲)

مسنون ہے کہ خطبہ نکاح کا وہ شخص پڑھے جو دولہن کا ولی ہو کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ زہرا کے نکاح کے وقت خود ہی خطبہ پڑھا تھا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہاں اگر کوئی جاہل شخص ولی ہو یعنی خطبہ نہ پڑھ سکتا ہو تو پھر اور کسی شخص سے خطبہ پڑھوائے جب خطبہ تمام ہو جائے تو عورت کا ولی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا کر دولہا سے یا اس کے ولی سے مخاطب ہو کر کہے کہ میں نے فلاں عورت کا جس کا نام یہ ہے تمہارے ساتھ یا تم جس کے ولی ہو اس کے ساتھ اس قدر مہر کی عوض میں نکاح کر دیا، دولہا یا اس کا ولی اس کے جواب میں کہے کہ میں نے منظور کرلیا، اسی باہمی گفتگو کا نام ایجاب وقبول ہے، جب گفتگو ہو چکی ہو تو نکاح ہو گیا۔ عورت کا ولی اگر خود اتنا سلیقہ نہ رکھتا ہو کہ ایجاب وقبول کرائے تو کسی اور شخص کو اپنی طرف سے وکیل کر دے وہ وکیل نکاح کر دے یعنی ایجاب وقبول کرادے مگر اس صورت میں یہ شرط ہے(۱) کہ ایجاب وقبول کے وقت ولی خود بھی موجود رہے یا دولہن بالغہ ہو تو اس وکیل کو بلا واسطہ دولہن سے اجازت وکالت کی دلوادے گواہوں کو اور دولہا یا اس کے ولی کو دلہن کا نام اور اس کے باپ کا نام بتادے محلّہ اور پیشہ وغیرہ کی ضرورت ہو تو یہ بھی بتادے تا کہ کسی قسم کا شبہ نہ رہ جائے اور وہ لوگ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ فلاں عورت کا نکاح ہے۔

مستحب ہے کہ پرہیز گار آدمی گواہ بنائیں جائیں نہ فاسق۔(۲)

نکاح کے وقت جو ہمارے ملک ہندوستان کے اکثر مقامات میں دستور ہے کہ نکاح پڑھانے والے دولہا سے تجدید ایمان کے کلمات پڑھواتے ہیں یعنی ان سے **لا الــــہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اور **آمنت باللہ** وغیرہ کہلواتے ہیں یہ امر نہ مسنون ہے نہ مستحب ہے غالباً اس کی مصلحت یہ ہے کہ بعض اوقات لاعلمی کی وجہ سے آدمی کی زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے

---

(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ولی نکاح کا وکیل ہے اور نکاح کے وکیل کو یہ بات جائز نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کسی اور کو وکیل کر دے اور اگر کر دے گا تو اس دوسرے وکیل کا نکاح کرنا اسی وقت جائز سمجھا جائے گا جب پہلے وکیل کے سامنے کرے یہ جزئیہ قاضی خاں میں صاف مذکور ہے مگر اکثر لوگ ناواقفی سے اس کا خیال نہیں رکھتے ۱۲۔

(۲) فاسق کی گواہی نکاح کے معاملہ میں امام شافعی کے نزدیک درست نہیں اور کلیہ قاعدہ ہے کہ دوسرے مذہب کی رعایت مستحب ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کا کوئی امر مکروہ نہ لازم آتا ہو ۱۲۔

ہیں جن سے مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور چونکہ وہ ناواقف ہے تو بہ بھی نہیں کرتا ایسے وقت میں نکاح کی صحت میں تردد ہوگا کیونکہ مرتد کا نکاح مسلمان کے ساتھ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ مصلحت ہے تو دولہن سے بھی تجدید ایمان کرانی چاہئے۔ مگر پھر بھی اس دستور کو ایسا لازم سمجھ لینا کہ ہر شخص کے ساتھ اس کا عمل درآمد کیا جائے خواہ وہ ذی علم بھی ہو محتاط بھی ہو یہ محض نادانی ہے اور اگر اس کو مسنون یا مستحب سمجھ لیا جائے تو بدعت ہو جائے گا۔

مہر جہاں تک ہو کم باندھا جائے اور مقدور سے زیادہ ہرگز نہ ہونے پائے زیادہ مہر باندھنے میں کوئی خوبی نہیں بلکہ نہایت مناسب ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات یا بنات طیبات کے مہروں میں سے کسی مہر کو اختیار کرے انشاء اللہ باعث برکت ہوگا ہم انشاء اللہ تعالیٰ مہر کے بیان میں ایک نقشہ بنائیں گے جس میں آنحضرت ﷺ کی ازواج و بنات کے مہر انگریزی روپیہ مروجہ ہند سے حساب سے تحقیق کر کے لکھ دیں گے نکاح ہو جانے کے بعد چھوہارے کا ایک طبق لٹا دینا مستحب ہے۔

نکاح ہو جانے کے بعد اعزہ اور احباب زوجین کو یا ان کے اولیاء کو مبارک باد دیں۔ اس طرح کہ اللہ تم کو یہ نکاح مبارک کرے اور تم دونوں میں موافقت اور بھلائی کے ساتھ یکجائی رکھے یہ مبارک بادی مستحب ہے۔(۱) (وصول الا مانی باصلو التهانی)

نکاح ہو جانے کے بعد بغرض اعلان دف (۲) کا بجانا بشرطیکہ اس میں جھانجھ نہ ہو جائز ہے، دولہن کا آراستہ کر کے رخصت کرنا مستحب ہے۔

شب زفاف یعنی اس رات کے بعد جس میں زوجین کی یکجائی ہو شوہر کو چاہئے کہ اپنے اعزہ واحباب وغیرہ کی حسب استطاعت دعوت کرے یہ دعوت ولیمہ کے نام سے مشہور ہے (سنت موکدہ ہے) نبی ﷺ کا اس پر برابر التزام رہا اور اپنے صحابہ کو بھی تاکید فرماتے رہے۔

---

(۱)۔ یہ کتاب نہایت نفیس ہے، علامہ سیوطیؒ کی تصنیف ہے، اس میں تمام ان باتوں کا ذکر ہے جن کاموں پر مبارک باد دینا مسنون ہے ۱۲۔

(۲) بعض غیر محققین کا خیال ہے کہ نکاح میں دف بجانا مستحب ہے یہ صحیح نہیں حنیفہ کے نزدیک غنا اور مزامیر دونوں مطلقاً مکروہ تحریمی ہیں یہی صحیح ہے میں نے اس مسئلہ کی تحقیق میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام رفع النزاع عما یتعلق بالسماع ہے ۱۲۔

رسوم

جس قدر امور نکاح کے وقت مسنون و مستحب ہیں وہ صرف اسی قدر ہیں جو بیان ہو چکے ہیں مبارک ہیں وہ نکاح کی مجلسیں جن میں صرف انہیں امور پر اکتفا کی جائے بابرکت ہیں وہ نکاح جن کے انعقاد کے وقت سوا طریقہ مسنونہ کے اور کوئی رسم نہ ہونے پائے۔

میں بہت افسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان میں نکاح جیسا پاکیزہ معاملہ ہندوؤں کی ناپاک رسموں اور ملکی رواج سے محفوظ نہیں رہا یقیناً ان رسموں نے اسلام کے صاف اور بے تکلف معاملات چمکتے ہوئے چہروں پر ایک نہایت کثیف پردہ ڈال دیا ہے، اب اگر کوئی ان معاملات کی اصل صورت دیکھنا چاہے جو قرن اول میں تھی تو شاید اس کو محرومی کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہو۔ افسوس صد افسوس۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

سچے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کبھی اس بات کو گوارہ نہ کریں کہ ان کے عبادات یا معاملات میں غیر قوموں کی اختراعی رسوم مختلط ہو جائیں۔ وہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے برگزیدہ نبی ﷺ کے طریقوں کو چھوڑ کر غیر قوموں کی رسوم سے اپنا دل خوش کرتے ہیں حالانکہ خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ آج تک دنیا کی بڑی سے بڑی مہذب اور تعلیم یافتہ قومیں اسلام کے حکیمانہ اور بے تکلف اصول و فروع سے سبق لے رہی ہیں۔

شادی اور بیاہ میں جس قدر رسمیں رائج ہیں ان سب کا احاطہ نہیں کر سکتے ایک کلیہ قاعدہ لکھے دیتے ہیں۔ جو رسوم فی نفسہ جائز ہوں جیسے دولہن کا مانجھے (۱) میں بٹھانا، دولہا کو بطور سلامی کے کچھ دینا وغیرہ ایسی رسموں کو اگر کر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں مگر ان پر بھی ایسا التزام کرنا جس سے لوگوں کو رسوم کے مسنون یا مستحب یا شرط نکاح ہونے کا شبہ ہونا جائز ہے اور جو رسوم فی نفسہ ناجائز ہیں (جیسے ناچ گانا آتش بازی وغیرہ کا چھوڑنا زائد از حاجت روشنی کرنا، محرموں کا سامنے آنا، غیر عورتوں (۲) سے ہنسی مذاق وغیرہ وغیرہ) ان کا کرنا کسی حالت میں جائز نہیں۔

---

(۱) ہندوستان کے اکثر مقامات میں دستور ہے کہ لڑکی کو نکاح کی تاریخ سے کچھ دن پہلے مکان کے گوشہ میں بٹھا دیتے ہیں پھر وہ نہ کسی بڑے کے سامنے بولتی ہے نہ چلتی ہے نہ کھاتی ہے اسی کو مانجھے میں بٹھانا کہتے ہیں ۱۲۔

(۲) غیر عورتوں سے ہنسی مذاق کا ہمارے ملک میں ایسا رواج ہے کہ اب عوام الناس اس کو جائز سمجھتے ہیں بھاوج سے اور سالی سے تو مذاق کا رشتہ ہی خیال کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل ناجائز ہے اپنی منکوحہ کے سوا کسی عورت سے مذاقاً ایک لفظ بھی کہنا جائز نہیں احادیث میں صاف صاف اس کی ممانعت ہے ۱۲۔

پس اگر تمام رسموں کو نہ چھوڑ سکے تو ان رسموں کو ضرور چھوڑ دے جو فی نفسہٖ ناجائز ہیں۔

ہمارے یہاں ہر مقام پر کوئی شخص نکاح پڑھانے والا مقرر ہوتا ہے اس کو قاضی کہتے ہیں عام لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اس کے سوا دوسرا شخص نکاح پڑھاوے یا زوجین خود ایجاب وقبول کر لیں تو نکاح نہ ہوگا یہ محض جہل ہے بلکہ مسنون یہی ہے کہ دولہن کا ولی خود ہی خطبہ پڑھے خود ہی نکاح پڑھائے ہاں یہ قاضی ان لوگوں کے مفید مطلب ہیں جو جاہل ہوں نکاح کا طریقہ نہ جانتے ہوں جیسے دیہاتی گنوار۔

نکاح کا طریقہ اور اس کے سنن ومستحبات بیان ہو چکے اب ہم نکاح کے شرائط لکھتے ہیں اور انہیں کے ضمن میں انشاء اللہ تعالیٰ نکاح کے تمام مسائل بہت خوش اسلوبی سے آجائیں گے۔

نکاح کے ارکان (۱) اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں

نکاح کا ایک رکن ہے ایجاب وقبول۔ اسی ایجاب وقبول کے مجموعہ کا نام نکاح ہے صرف ایک بار ایجاب وقبول سے نکاح ہو جاتا ہے تین مرتبہ اس کی تکرار کرنا جیسا کہ مروج ہے بالکل بے ضرورت ہے اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں سات ۷ ہیں جو ذیل میں مذکور ہوتی ہیں۔

(۱) دو گواہ۔ اگر ایک بھی گواہ نہ ہوتا یا صرف ایک ہو تو نکاح نہ ہوگا۔

(۲) عورت کا محرمات میں سے نہ ہونا۔

(۳) نابالغ اور مجنون اور غلام کے لئے ان کے اولیاء کی اجازت، نابالغ کے لئے اس کے ولی کی اجازت شرط نفاذ ہے۔

(۴) عورت کے لئے اگر وہ غیر کفو سے نکاح کرنا چاہے تو ولی کی رضا مندی عورت بالغہ ہو یا نابالغہ ہر حال میں غیر کفو سے نکاح کرنے کے لئے ولی کی رضا مندی شرط ہے ولی راضی نہ ہوگا تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (۲)

---

(۱) ارکان جمع رکن کی ہے، رکن اور شرط میں فرق یہ ہے کہ رکن ہر چیز کا اس کی ذات میں داخل ہوتا ہے یعنی اس کا جزء ہوتا ہے بخلاف شرط کے کہ وہ اپنی مشروط کی ذات سے خارج ہوا کرتی ہے مثلاً قیام، رکوع، سجود تو نماز کے رکن ہیں یعنی نماز ان سے مرکب ہے اور یہ نماز کے جزو ہیں اور طہارت نماز کی شرط ہے نماز اس سے مرکب نہیں اور نہ وہ نماز کی جزو ہے ۱۲۔

(۲) یہ قول بواسطہ حسن بن زیاد کے امام ابوحنیفہ سے منقول ہے اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے (درمختار) (ردالمحتار، فتح القدیر) اس کے مقابل میں امام محمد نے اپنی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایسی حالت میں بھی بالغہ عورت کا نکاح جائز ہے گو ولی کی اجازت ورضامندی نہ ہو ۱۲۔

(۵) عاقل بالغ ہونا اگر کوئی شخص اپنا نکاح خود کرے تو خود اسی کا عاقل ہونا اور اگر اس کا ولی اس کا نکاح کرتا ہو تو ولی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے وکیل کا بالغ ہونا شرط نہیں! ہاں عاقل ہونا اس کا بھی شرط ہے۔ لہٰذا اگر سمجھدار بچہ وکیل بنا دیا جائے تو درست ہے۔ (بحر الرائق)

(۶) مہر کے نہ دینے کی نیت نہ ہونا۔ اگر یہ نیت ہو کہ مہر دیا ہی نہ جائے گا گو عورت راضی بھی ہو جائے تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔

(۷) نکاح کو کسی مدت کے ساتھ مقید نہ کرنا، جو نکاح کسی مدت کے ساتھ مقید ہو خواہ وہ مدت تھوڑی ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ دو برس کے لئے نکاح کرتا ہوں یا مدت زیادہ ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ دو سو برس کے لئے نکاح کرتا ہوں یا مدت بالکل مجہول ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ جس وقت تک فلاں زندہ ہے اس وقت تک کے لئے نکاح کرتا ہوں، بہر حال یہ نکاح صحیح نہ ہوگا اس نکاح کو متعہ کہتے ہیں۔ (۱)

---

(۱) کسی جہاد میں تجرد کی وجہ سے صحابہ سخت پریشان ہو گئے تھے، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے جناب رسالت مآب ﷺ سے خصی کرانے کی اجازت طلب کی اس وقت حضرت نے ان کو متعہ کرنے کی اجازت دے دی تھی ضرورت رفع ہو جانے کے بعد آپ نے پھر اس کو حرام کر دیا بہت سی صحیح احادیث کتب صحاح ستہ وغیرہ میں متعدد صحابہ سے مروی ہیں جو متعہ کی حرمت پر دلیل قطعی ہیں رہ گئی یہ بات کہ وہ کون سا جہاد تھا جس میں متعہ کی اجازت دی گئی تھی، روایات اس میں مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ خیبر میں اس کی اجازت دی گئی تھی پھر حرام کر دیا گیا بعض سے معلوم ہوتا کہ فتح مکہ میں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ اوطاس میں، تحقیق یہ ہے کہ متعہ کی تحلیل و تحریم کئی بار ہوئی پہلے جنگ خیبر میں جو ۷ھ کا واقعہ ہے پھر فتح مکہ میں جو ۸ھ کا واقعہ ہے پھر جنگ اوطاس میں کہ وہ بھی ۸ھ کا واقعہ ہے اور اس جنگ اوطاس میں تین دن کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا، علامہ شامی نے رد المحتار میں ابن ہمام سے جو نقل کیا ہے کہ متعہ کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی یہ صحیح نہیں ہے جنگ اوطاس میں اس کی حرمت ہمیشہ کے لئے ہو چکی تھی جیسا کہ احادیث کے تتبع سے ظاہر ہے ابوداؤد کی ایک حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے مگر اس میں صرف اسی قدر ہے کہ متعہ کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی یہ راوی کی غلط فہمی ہے حجۃ الوداع میں تحریم جدید نہیں ہوئی بلکہ اسی حرمت سابقہ واقعہ جنگ اوطاس کا اعلان حجۃ الوادع میں کیا گیا تھا اس میں مصلحت یہ تھی کہ حجۃ الوداع میں مسلمانوں کا مجمع بہت تھا لہٰذا آنحضرت ﷺ کو یہ منظور ہوا کہ متعہ کی حرمت سے تمام مسلمان واقف ہو جائیں راوی کو پہلے سے متعہ کی حرمت کا علم نہ ہوگا، وہ یہ سمجھا کہ اس کی حرمت اب ہوئی ہے اس قسم کی غلطی بشر سے اکثر ہو جاتی ہے کوئی عیب نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو امام مالک کی طرف جواز متعہ کی نسبت کی ہے اس پر تمام فقہاء نے ان کی سخت گرفت کی ہے، ہدایہ کے بعد اس فن کی جتنی بڑی بڑی کتابیں تالیف ہوئیں تقریباً سب میں ہدایہ کی اس غلطی کا بیان کرنا لازم سمجھ لیا گیا ہے درحقیقت یہ غلطی ان سے سخت ہوئی۔ مگر بتقاضائے بشریت تمام اہل اسلام کا متعہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شرائط کی تعداد معلوم ہو چکی اب ہم ہر شرط کے تفصیلی احکام و مسائل بیان کرتے ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) کی حرمت پر اجماع ہے کیا صحابہؓ کیا تابعین کیا فقہا کیا محدثین صحابہؓ میں صرف ابن عباس پہلے بحالت اضطرار متعہ کو جائز سمجھتے تھے۔ مگر جب حضرت علی مرتضیٰ نے اس پر ان کو سخت تہدید کی اور متعہ کی حرمت قطعی وابدی سے ان کو واقف کیا تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کیا، ابن عباسؓ کا رجوع کرنا حدیث وفقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

شیعوں کا یہ کہنا ہے کہ متعہ کو حضرت عمرؓ نے حرام کیا ہے یہ محض غلط ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حرام کرنے کا اختیار تھا ہاں انہوں نے جس طرح اور اسلامی احکام کی تبلیغ میں ایک بڑا حصہ لیا ہے قرآن مجید کی جمع و ترتیب حدیث و فقہ کی تعلیم کی اشاعت انہیں دی اور بھی بہت سے جزئی مسائل میں انہوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں اسی طرح متعہ کی حرمت کے اعلان میں بھی انہوں نے کوشش کی ان کا آخری اعلان یہ تھا، اگر میں نے سنا کہ کسی نے متعہ کیا ہے تو میں اس کو زنا کی سزا دوں گا، بعض لوگ جو متعہ کی حرمت سے اس وقت تک واقف نہ تھے وہ اب واقف ہو گئے الغرض انہوں نے صرف اتنا ہی کام کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک حکم کی تبلیغ کردی اور ایسی کوشش کی کہ متعہ کی حرکت کی صدا ہر کان میں گونج گئی، افسوس وہ نبی کے منادی کی آواز جو پہاڑوں اور جنگلوں اور دریاؤں میں اب تک گونج رہی ہے شیعوں کے کان تک نہیں پہنچی۔

(۱)۔ لھم آذان لا یسمعون بھا پہنچی اور بے شک پہنچی مگر جس طرح انہوں نے خدا ورسول کے احکام کو سنا ان سنا کردیا اور۔

(۲)۔ سمعنا وعصینا کے مصداق بنے اس حکم میں بھی انہوں نے ایسا ہی کیا مسلمانوں میں ان کے سوا کوئی متعہ کی حرمت کا منکر نہیں ہے، متعہ کی حلت پر ان کا اصرار حد سے گزر گیا ہے متعہ کو نہ صرف وہ جائز ہی کہتے ہیں بلکہ اس کے وہ فضائل بیان کرتے ہیں جو شاید کسی بڑی عبادت میں بھی نہ ہوں گے میں نے شیعوں کی کتابیں دیکھی ہیں خدا کی شان ہے کہ انہیں کی صحیح احادیث میں ائمہ سے متعہ کی حرمت منقول ہے جس کا جواب ان کے پاس سوا اس کے کچھ نہیں ہے کہ یہ حکم ائمہ نے بطور تقیہ کے دیا ہے یعنی کسی مصلحت سے جھوٹا مسئلہ بیان کردیا ہے۔ عجیب لطف ہے کہ بعض شیعوں کو یہ آرزو ہوئی کہ اہل سنت کی کتابوں سے متعہ کی حلت ثابت کریں مگر سوا اس کے کہ۔

ملال آورد آرزوئے محال

واضح رہے کہ قرآن مجید کی آیتیں بھی اس کی حرمت کو صاف صاف بیان کررہی ہیں **قولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مصافحین** ترجمہ۔ اور مذکورہ بالا عورتوں کے علاوہ اور عورتوں سے نکاح تمہارے لئے جائز کردیا گیا بحالیکہ تم اپنے مال (یعنی مہر) کے بدلہ میں ان سے نکاح کرنا چاہو قید میں رکھنے کے لئے نہ شہوت پرستی کے ارادہ سے اس آیت سے متعہ کی حرمت ظاہر ہے کیونکہ متعہ سے قید میں لانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ شہوت پرستی ۱۲۔

---

(۱) ان کے کان ایسے ہیں کہ وہ ان سے (حق بات) نہیں سنتے ۱۲۔

(۲)۔ ہم نے سنا اور نہ مانا ۱۲۔ اور کچھ نتیجہ نہ ہوا چونکہ یہ مقام اس قسم کے مضامین کے لئے مناسب نہیں ہے اس لئے ہم زیادہ لکھنا نہیں چاہتے بغرض علم صرف اسی قدر کافی ہے جو ہم نے لکھ دیا ۱۲۔

ایجاب وقبول

ایجاب وقبول کے صحیح ہونے کے لئے نو باتیں ضروری ہیں۔

(۱) ایجاب وقبول دونوں یا دونوں میں سے ایک (۱) ماضی کے لفظ سے ادا کئے جائیں یعنی ایسا لفظ ہو جس سے یہ بات سمجھی جائے کہ نکاح ہو چکا دونوں کے ماضی ہونے کی مثال عاقدین میں سے کوئی یہ کہے کہ میں نے اپنا یا اپنے مؤکل کا یا اپنی بیٹی کا تیرے ساتھ نکاح کر دیا۔ دوسرا کہے کہ میں نے منظور کیا اور کوئی لفظ اسی کے ہم معنی دونوں میں سے ایک کے ماضی ہونے کی مثال۔

(۱) ایک کہے کہ تو اپنا نکاح میرے ساتھ کر لے دوسرا کہے کہ میں نے کر لیا۔

(۲) ایک کہے کہ میں تیرے ساتھ اپنا نکاح کرتا ہوں دوسرا کہے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا ان دونوں مثالوں میں صرف قبول کی عبارت ماضی ہے (۳) ایک کہے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا دوسرا کہے کہ مجھے منظور ہے یا یہ کہے کہ میں منظور کرتا ہوں، اس مثال میں صرف ایجاب کی عبارت ماضی ہے۔

(۲) ایجاب وقبول دونوں بذریعہ لفظ کے ادا کئے جائیں نہ بذریعہ فعل کے مثلاً کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا اور یہ تیرا مہر ہے عورت زبان سے کچھ نہ کہے اور مہر لے لے تو اس صورت میں ایجاب وقبول صحیح نہ ہوگا اسی طرح اگر عورت کسی مرد سے کہے کہ میں نے اس قدر مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا مرد زبان سے کچھ نہ کہے مگر مہر دے دے تو ایجاب وقبول صحیح نہ ہوگا، کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ایجاب اگرچہ لفظ سے ادا کیا گیا ہے مگر قبول بذریعہ فعل کے ادا کیا گیا ہے کتابت بھی لفظ کے حکم میں ہے بشرطیکہ کاتب (۲) وہاں موجود نہ ہو اور اپنی تحریر دو گواہوں کو سنا دے اور دکھا دے اور ان کو اس پر گواہ کر دے مثلاً کوئی

---

(۱) اس صورت میں اگر قول اول امر کا صیغہ ہو (مثلاً مرد کہے کہ تو میرے ساتھ اپنا نکاح کر لے اور عورت کہے میں نے قبول کیا) تو فقہا کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ لفظ امر ایجاب نہیں ہے بلکہ وہ ایک قسم کی توکیل ہے صاحب ہدایہ اسی طرف ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح وطلاق وغیرہ میں لفظ امر کا بھی ایجاب ہے صاحب کنز الدقایق اسی طرف ہیں صاحب بحر الرائق نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ صاحب فتح القدیر نے بھی اس کو احسن لکھا ہے اسی سبب سے ہم نے بلا تفصیل یہ لکھ دیا ہے کہ چاہے دونوں راضی ہوں یا دونوں میں سے ایک ۱۲۔

(۲) وہاں موجود نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مجلس نکاح میں نہ ہو اگرچہ اسی شہر میں موجود ہو (شامی) ۱۲۔

شخص کسی عورت کو یہ لکھ کر بھیجے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کرلیا اور عورت دو آدمیوں کو گواہ بنا کر یہ کہے کہ فلاں شخص کی یہ تحریر میرے پاس آئی ہے لہذا میں اس سے نکاح کرتی ہوں تو یہ ایجاب وقبول صحیح ہو جائے گا اور اگر کاتب وہاں موجود ہو تو پھر کتابت لفظ کے حکم میں نہیں ہے بلکہ فعل کے حکم میں ہے ایجاب وقبول کا اس کے ذریعہ ادا کرنا درست نہ ہوگا، ہاں جو شخص گونگا ہو اس کے لئے ایجاب یا قبول کا بذریعہ لفظ کے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بذریعہ اشارہ کے کافی ہے بشرطیکہ وہ اشارہ پہلے سے معین ہو(۱) (ردالمحتار جلد۲ صفحہ ۲۹۵)

(۳) ایجاب کی عبارت پوری ادا ہو چکنے کے بعد قبول کی عبارت ادا کی جائے مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں سو روپیہ ۱۰۰ مہر کے عوض میں عورت قبل اس کے کہ مرد سو ۱۰۰ روپیہ مہر کا لفظ منہ سے نکالے یہ کہہ دے کہ میں نے منظور کیا تو اس صورت میں قبول صحیح نہ ہوگا کیونکہ ابھی ایجاب کی عبارت تو تمام نہ ہونے پائی تھی کہ قبول کی عبارت ادا کر دی گئی ایجاب کی عبارت تمام اس وقت سمجھی جائے گی کہ جب ایجاب کرنے والا اس کے بعد کوئی بات ایسی کہنا نہ چاہتا ہو جو گذشتہ عبارت کے معنی میں تغیر پیدا کر دے مثلاً صورت مذکورہ میں سو ۱۰۰ روپیہ مہر کی عبارت اگر نہ بولی جاتی تو مہر مثل واجب ہوتا خواہ وہ سو ۱۰۰ کا ہو یا کم زیادہ مگر اس عبارت نے اس کے معنی کو بدل دیا اب بجائے مہر مثل کے سو ۱۰۰ روپیہ واجب ہوں گے لہذا اس صورت میں قبول صحیح نہ ہوگا بلکہ قبول کرنے والے پر لازم ہے کہ ایسی حالت میں پھر دوبارہ قبول کی عبارت بولے۔

(۴) ایجاب وقبول دونوں ایک ہی مجلس میں ادا کئے جائیں، اگر عاقدین میں سے کوئی اس مقام میں موجود نہ ہو بلکہ اس نے اپنی تحریر بھیجی ہو تو وہ تحریر جس مجلس میں پڑھی جائے اسی مجلس میں قبول کا ہونا ضروری ہے، ایجاب وقبول کا متصل ہونا ضروری نہیں اگر ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول ہوں گو تو دونوں میں بہت کچھ فصل ہو جائے گا تب بھی درست ہے۔

مجلس کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہیکہ ایجاب اور قبول کے درمیان میں کوئی ایسا فعل نہ ہونے پائے جو ایجاب سے اعراض پر دلالت کرتا ہو اگرچہ بقصد اعراض نہ کیا گیا ہو، بیٹھے سے

---

(۱) معین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ لوگ جانتے ہوں کہ جب کسی بات کو یہ شخص منظور کرتا ہے تو اس قسم کا اشارہ کرتا ہے جب کسی بات کو نامنظور کرتا ہے تو اس قسم کا ۱۲۔

اٹھ کھڑا ہونا، کسی سے باتیں کرنے لگنا، کچھ کھالینا بشرطیکہ وہ ایک لقمہ سے زائد ہو(۱) کچھ پینا بشرطیکہ وہ چیز پہلے سے اس کے ہاتھ میں نہ ہو، لیٹ کر سو رہنا، نماز پڑھنے لگنا، چلنا پھرنا اور اسی قسم کے افعال اگر ایجاب اور قبول کے درمیان میں واقع ہوجائیں گے تو مجلس بدل جائے گی۔(شامی جلد۴ صفحہ۲۱)

اگر بعد ان افعال کے قبول ادا کیا جائے گا تو صحیح نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں ضروری ہوگا کہ ایجاب کا پھر اعادہ کیا جائے مثال یہ عورت کے وکیل نے کسی مرد سے کہا کہ میں اپنی مؤکلہ کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں مرد نے پہلے کسی سے کچھ اور باتیں کیں اور اس کے بعد کہا کہ میں نے منظور کیا تو قبول صحیح نہ ہوگا۔

اگر عاقدین چلنے کی حالت میں ایجاب وقبول کریں خواہ پیادہ چل رہے ہوں یا کسی جانور کی سواری میں تو نکاح نہ ہوگا اس لئے کہ ایجاب وقبول دونوں کی مجلس اس صورت میں ایک نہیں رہ سکتی اور اگر جہاز پر سوار ہوں اور وہ چل رہا ہو اور ایجاب قبول کریں تو صحیح ہے (بحر الرائق جلد۳ صفحہ۸۹)

(۲) ریل کی سواری بھی جہاز اور کشتی کا حکم رکھتی ہے اگر عاقدین ریل پر سوار ہونے کی حالت میں ایجاب وقبول کریں تو درست ہے۔

(۵) ایجاب اور قبول باہم مخالف نہ ہوں مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ دو ۲۰۰ سو روپیہ مہر کے عوض میں نکاح کرتا ہوں اور عورت کہے کہ میں نے نکاح تو منظور کیا مگر یہ مہر منظور نہیں ہے تو ایسی حالت میں ایجاب قبول صحیح نہ ہوگا کیونکہ قبول ایجاب کے مخالف ہے۔

ہاں اگر قبول عورت کی جانب سے ہو اور وہ مرد کے مقرر کئے ہوئے مہر سے کم مقدار کو قبول کرے یا قبول مرد کی طرف سے ہو اور وہ عورت کے مقرر کئے ہوئے مہر سے زیادہ مقدار کو قبول کرے تو ایسی حالت میں ایجاب وقبول باہم مخالف نہ سمجھے جائیں گے۔

---

(۱) پان کے کھالینے سے مجلس نہ بدلے گی کیونکہ ایک پان ایک لقمہ سے زائد نہیں ہوتا ہاں کئی گلوریاں یکے بعد دیگرے کھائے تو بدل جائے گی۔

(۲) کشتی کی سواری میں مجلس نہ بدلنے کی وجہ علامہ شامی نے یہ لکھی ہے کہ وہ مثل گھر کے ہے اور اس کے ٹھہرانے کا عاقدین کو اختیار نہیں یہی وجہ ریل میں بھی موجود ہے ۱۲۔

مثال:۔(۱) مرد نے کہا کہ میں ایک ہزار روپیہ مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں اور عورت نے کہا کہ میں پانچ سو روپیہ مہر کی عوض میں نے منظور کیا (۲) عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے چار سو روپیہ مہر کے عوض تیرے ساتھ نکاح کیا مرد نے کہا کہ مجھے ایک ہزار روپیہ مہر کے عوض میں منظور ہے، دونوں صورتوں میں ایجاب وقبول صحیح ہو جائے گا اور ایجاب وقبول باہم مخالف نہ سمجھے جائیں گے۔

(۶) ایجاب وقبول کسی وقت پر موقوف یا کسی شرط پر مشروط نہ ہو مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ تیرے ساتھ کل نکاح منظور ہے یا یہ کہے کہ اگر فلاں بات ہو جائے گی تو میں نے تیرے ساتھ نکاح کرلیا ان دونوں صورتوں میں ایجاب قبول صحیح نہ ہوگا۔

(۷) جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہو وہ عاقدین (۱) کے سامنے متعین کر دی جائے اور خواہ اس طور پر کہ وہ عورت خود مجلس نکاح میں حاضر ہو خواہ اپنا چہرہ کھولے یا نہیں (۲) یا اس طور پر کہ اس عورت کا نام اور اس کے باپ کا نام عقد نکاح کے وقت گواہوں اور عاقدین کے سامنے لیا جائے یعنی اس طرح پر کہ مثلاً زینب جو حامد کی بیٹی ہے اس کا نکاح کیا جاتا ہے اگر کسی عورت کے دو نام ہوں تو جو نام مشہور ہو صرف اسی کا لے لینا کافی ہے اور اگر دونوں نام لئے جائیں تو زیادہ مناسب ہے۔

اگر عورت کے نام میں یا عورت کے باپ کے نام میں غلطی ہو جائے اور عورت مجلس نکاح میں موجود نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۹۹)

اگر عورت مجلس نکاح میں حاضر نہ ہو اور نہ اس کا نام لیا جائے اور پھر بھی وہ گواہوں اور عاقدین کے نزدیک متعین ہو جائے تو کوئی ضرورت اس کے حاضر کرنے یا نام لینے کی نہیں ہے مثلاً کسی شخص کی ایک ہی لڑکی ہے اس نے کسی سے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں اس نے کہا میں نے منظور کیا تو یہ ایجاب وقبول صحیح ہو جائے گا بشرطیکہ گواہ اور وہ شخص جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کی ایک ہی لڑکی ہے۔

اگر کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں، ایک بیاہی ایک بے بیاہی وہ کسی سے کہے کہ میں نے اپنی

---

(۱) عاقدین ان کو کہتے ہیں جو باہم ایجاب وقبول کریں اگر زوجین خود ایجاب وقبول تو وہی عاقدین بھی ہو جائیں گے اور جو زوجین خود ایجاب وقبول نہ کریں بلکہ ان کے وکیل یا ولی ایجاب وقبول کریں تو اس وقت میں وکیل یا ولی عاقدین ہوں گے، عورت کے معین کرنے کی ضرورت اسی وقت ہے جب کہ عاقدین زوجین نہ ہوں۔
(۲) اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ چہرہ کھول دے۔ (بحر الرائق)

لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کیا تو اسی بے بیاہی کا نکاح ہو جائے گا بشرطیکہ گواہ اور وہ شخص جس کے ساتھ نکاح کیا گیا ہے یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کے صرف دو لڑکیاں ہیں ان میں سے ایک شوہر والی ہے۔ (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۸۹)

کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں حمیدہ اور سعیدہ ایک شخص نے اپنی منگنی سعیدہ کے ساتھ کی مگر نکاح کے وقت غلطی سے حمیدہ کا نام زبان سے نکل گیا اور ایجاب وقبول اسی نام پر ہوا تو یہ نکاح حمیدہ کے ساتھ ہو جائے گا نہ کہ سعیدہ کے ساتھ۔

اسی طرح جس مرد کے ساتھ نکاح ہوتا ہو وہ عاقدین کے سامنے معین کر دیا جائے مرد کے معین کرنے کی بھی وہی صورتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

(۸) عاقدین میں سے ہر ایک دوسرے کے کلام کو یا اس چیز کو جو قائم (۱) مقام کلام کے ہو سنے اگر نہ سنے گا تو نکاح نہ ہوگا۔ (بحرالرائق جلد ۲ صفحہ ۸۹)

(۹) ایجاب وقبول میں یا تو خاص کر لفظ نکاح (۲) وتزویج کا استعمال کیا جائے یا اس کے ہم معنی (۳) کوئی دوسرا لفظ جو نکاح کا مطلب صریح طور پر ادا کرتا ہو۔

اگر نکاح وتزویج یا اس کا ہم معنی لفظ (۴) صراحۃً نہ استعمال کیا جائے بلکہ کوئی ایسا لفظ جس

---

(۱) جیسے تحریر پس اگر ایک عاقد کی تحریر کو دوسرا نہ سنے اور قبول کر لے تو نکاح نہ ہوگا۔

(۲) مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا یا تیرے ساتھ تزویج کیا۔

(۳) ہم معنی کی صورت یہ ہے کہ مرد یوں کہے کہ میں نے تجھ کو اپنی بی بی بنالیا یا یہ کہے کہ میں تیرا شوہر ہو گیا یا یہ کہے کہ تو میری ہو گئی یا عورت کہے کہ میں نے تجھ کو اپنا شوہر بنالیا یا یہ کہے کہ میں تیری بی بی ہو گئی اس مقام پر فقہ کی کتابوں میں صرف نکاح اور تزویج کی لفظ کی تخصیص کر دی گئی ہے اور یہ لکھا ہے کہ نکاح اور تزویج کے علاوہ جس قدر لفظیں ہیں سب کنایات میں داخل ہیں اسی وجہ سے صاحب بحرالرائق نے اعتراض کیا ہے اور پورے ایک صفحہ میں وہ الفاظ لکھے ہیں جو نکاح اور تزویج کے علاوہ ہیں مگر ان کا شمار کنایات میں نہیں ہے پھر خود ہی جواب دیا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ نکاح وتزویج کے ہم معنی ہیں لہذا نکاح وتزویج کے لفظ ان کو بھی شامل ہیں ۱۲۔

(۴) اگر صراحۃً نکاح کا یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ استعمال کیا جائے تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک درست ہے اور اگر کوئی لفظ کنایہ کا استعمال کیا جائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ہبہ یا صدقہ یا تملیک کا لفظ استعمال کیا جائے مثلاً عورت یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات تجھ کو ہبہ کر دی یا میں نے اپنی ذات بطور صدقہ کے تجھ کو دے دی یا میں نے تجھ کو اپنی ذات کا مالک بنا دیا اس صورت کے جواز میں حنفیہ کا اختلاف نہیں ہے اگر ہے تو غیر حنفیہ کا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ خرید فروخت یا قرض کی لفظ استعمال کی جائے مثلاً مرد کہے کہ میں نے تجھ کو اس قدر روپیہ کے عوض میں خرید لیا یا عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات تیرے ہاتھ فروخت کر دی یا میں نے اپنی ذات تجھ کو بطور قرض کے دے دی اس صورت کے جواز میں خود حنفیہ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ اجارہ اور وصیت کی لفظ استعمال کی جائے مثلاً عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات کا ٹھیکہ تجھ کو دے دیا یا عورت کا باپ کہے کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ تو میری بیٹی کا مالک ہے اس صورت میں بھی حنفیہ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ تحلیل یا عاریت یا رہن کی لفظ استعمال کی جائے اس صورت کے ناجائز ہونے میں سب کا اتفاق ہے (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۹۰)

سے کنایۃً مفہوم نکاح کا سمجھا جائے تو اس کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ لفظ ایسا ہو کہ اس کے ذریعہ سے کسی ذات (۱) کامل کی ملکیت فی الحال حاصل کی جاتی ہو جیسے لفظ ہبہ کا اور صدقہ کا اور تملیک کا یا لفظ بیع و شرا کا اور قرض کا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ متکلم نے اس لفظ سے نکاح مراد لیا ہو اور کوئی قرینہ (۲) اس امر پر دلالت کرتا ہو اگر قرینہ نہ ہو تو قبول کرنے والے نے اس مراد کی تصدیق کر دی ہو (۳)۔

تیسری شرط یہ کہ گواہوں نے سمجھ لیا ہو کہ اس لفظ سے مراد نکاح ہے خواہ بوجہ کسی قرینہ کے خود سمجھ لیا ہو یا بتا دینے سے سمجھا ہو۔

اگر مرد اور عورت باہم اس امر کا اقرار کریں (۴) کہ وہ دونوں زوج و زوجہ ہیں تو اگر یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہوا ہو اور مقصود اس سے نکاح کرنا ہے تو یہ اقرار ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جائے گا اور اگر مقصود اس سے اس بات کی خبر دینا ہے کہ پیشتر نکاح ہو چکا ہے حالانکہ پیشتر نکاح نہ ہوا تھا تو یہ اقرار قائم مقام ایجاب و قبول کے نہیں ہو سکتا۔ (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

ایجاب و قبول کا دلی رضامندی سے ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی خوف سے یا مسخراپن میں ایجاب و قبول کے الفاظ زبان سے نکال دے تو نکاح صحیح ہوگا (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۲۹۴)

---

(۱) ذات کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے ذات کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ منافع کی جیسے عاریت اور ٹھیکہ کامل کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے پوری ذات کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ کسی جزو کی مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے اپنی لونڈی کا نصف تجھے دیا فی الحال کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے بالکل ملکیت حاصل ہی نہیں ہوتی جیسے رہن یا امانت ۱۲۔

(۲) قرینہ کی بہت سی صورتیں ہیں منجملہ اس کے یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے تجھ کو مول لیا اور وہ عورت آزاد ہو تو یہ قرینہ اس امر کا ہے کہ مول لینے سے نکاح مراد ہے یا لونڈی ہو مگر مہر کا ذکر اس کے بعد آ گیا ہو مثلاً لوگوں کو جمع کرنا خطبہ نکاح کا پڑھوانا لوگوں کو گواہ بنانا، یہ سب باتیں اس امر کا قرینہ ہو سکتی ہیں کہ اس لفظ سے نکاح مراد ہے ۱۲۔

(۳) مثلاً کوئی شخص کسی سے یوں کہے کہ میں نے اپنی لونڈی تجھ کو ہبہ کی دوسرا شخص کہے کہ میں نے اس نکاح کو منظور کیا اس صورت میں اگرچہ کوئی قرینہ اس امر کا نہ ہو کہ ہبہ سے مراد نکاح ہے تب بھی نکاح ہو جائے گا کیونکہ قبول کرنے والے نے اس بات کو ظاہر کر دیا کہ ہبہ سے مراد نکاح ہے ۱۲۔

(۴) اس مسئلہ کے بیان کرنے میں فقہاء کی عبارتیں مختلف ہیں بعض تو کہتے ہیں کہ اقرار قائم مقام ایجاب و قبول کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اقرار جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ایجاب و قبول کو جملہ انشائیہ ہونا چاہئے بعض کہتے ہیں کہ اقرار اگر گواہوں کے سامنے ہو تو قائم مقام ایجاب و قبول کے ہو جائے گا لیکن اس مسئلہ کا صحیح جواب یہی ہے کہ مقر کی نیت دیکھی جائے گی اگر اس کی نیت یہ ہے کہ زمانہ گذشتہ میں نکاح ہو چکا تب تو اقرار قائم مقام ایجاب و قبول کے نہ ہوگا اور اگر اس کی نیت یہ نہیں ہے تو نکاح ہو جائے گا اب رہ گیا گواہوں کے سامنے ہونا اس کے قائم مقام ہونے کی شرط نہیں بلکہ اس کے صحت کی شرط ہے جیسا کہ خود ایجاب و قبول بھی بغیر گواہوں کے صحیح نہیں ہوتا ۱۲۔

ایجاب وقبول کا عربی زبان میں ہونا شرط نہیں ہر ملک کے لوگ اپنی اپنی زبان میں کریں صحیح ہو جائے گا (بحر الرائق وغیرہ)

ایجاب وقبول کے الفاظ کے معنی سے واقف ہونا شرط نہیں صرف اس بات کا جان لینا کافی ہے کہ اس لفظ سے نکاح ہو جاتا ہے مثلاً کسی مرد کو یہ سکھا دیا جائے کہ تو کہہ دے زوجت نفسی منک (۱) اور عورت کو سکھا دیا جائے تو کہہ دے قبلت (۲) تو ایجاب وقبول ہو جائے گا گو وہ دونوں عربی زبان اور ان الفاظ کے معانی سے ناواقف ہوں ہاں اتنی بات جانتے ہوں کہ اس لفظ کے کہہ دینے سے نکاح ہو جائے گا، یہ بھی نہ جانتے ہوں تو پھر نکاح نہ ہوگا (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

اگر نکاح عورت کے جسم کی طرف منسوب کیا جائے تو اس کے کل جسم کی طرف منسوب ہونا چاہئے مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور اگر کسی خاص جزو کی طرف منسوب کیا جائے تو اس میں یہ شرط ہے کہ وہ جزو ایسا ہو کہ اس سے کل جسم بھی کبھی مراد لیا جاتا ہو جیسے (۳) سر، گردن، پشت مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیرے سر کے ساتھ نکاح کیا، اگر کسی ایسے جزو کی طرف منسوب کیا جاے گا جس سے کل جسم کبھی مراد نہیں لیا جاتا، مثلاً یوں کہے کہ میں نے تیرے نصف جسم کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا (درمختار، ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

اگر ایجاب وقبول میں کوئی غلط لفظ استعمال کیا جائے تو اس میں دیکھنا چاہئے کہ وہ استعمال کرنے والا ذی علم ہے یا جاہل یعنی وہ صحیح لفظ سے واقف ہے یا نہیں اگر ناواقف ہے تو بہر حال ایجاب وقبول درست ہو جائے گا اور اگر واقف ہے تو اگر وہ غلط لفظ ایسا ہے کہ عام طور پر رائج ہو گیا ہے تو درست ہوگا ورنہ درست نہ ہوگا۔ (ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

مثال:۔ کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں عورت کہے کہ میں نے قبول کیا اس صورت میں مذکورۂ بالا امور کا لحاظ کر کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا۔

---

(۱) ترجمہ۔ میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا ۱۲۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے قبول کیا ۱۲۔

(۳) یہ وہ الفاظ ہیں کہ ہماری زبان میں بھی کبھی ان سے کل جسم مراد ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں فلاں آفت میرے سر سے ٹل گئی یعنی میرے تمام جسم سے ٹل گئی، یا اس امر کا بار میری گردن پر ہے میرے اوپر ہے ۱۲۔

گواہی

گواہی صرف معاملہ نکاح کے لئے شرط ہے اور کسی معاملہ کے لئے مثل بیع اور وقف وغیرہ کے گواہی شرط نہیں یعنی اور معاملات بغیر گواہی کے بھی درست ہو جاتے ہیں۔

نکاح میں گواہی کی شرط ہونے کی مصلحت ظاہر ہے اگر نکاح میں گواہی نہ شرط ہوتی تو زنا میں اور اس میں کچھ فرق نہ ہوتا اور جن خرابیوں کے سبب سے شریعت نے زنا کی ممانعت فرمائی ہے وہ بدستور باقی رہتیں، زنا کی تحریم بے سود ہو جاتی۔ علاوہ اس کے نکاح کی عظمت اور شان ظاہر کرنا بھی شارع کو مقصود ہے نکاح کی گواہی میں دس ۱۰ باتیں شرط ہیں۔

(۱) دو گواہ ہوں۔ ایک گواہ کے سامنے اگر ایجاب وقبول کی جائے تو صحیح نہیں۔

(۲) دونوں گواہ مرد ہوں یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں۔

(۳) دونوں (گواہ) آزاد ہوں، لونڈی غلاموں کی گواہی کافی نہیں۔

(۴) دونوں گواہ عاقل ہوں، جنون، مست، بیہوش کی گواہی کافی نہیں۔

(۵) دونوں گواہ بالغ ہوں نابالغ بچوں کی گواہی گو وہ سمجھدار ہوں کافی نہیں۔

(۶) دونوں گواہ مسلمان ہوں کافروں کی گواہی کافی نہیں، مسلمانوں کی گواہی ہر حال میں کافی ہے خواہ وہ پرہیزگار ہوں یا فاسق، فسق ان کا کھلا ہو ہو یا چھپا ہوا۔

ف:۔ گواہوں کا بینا ہونا یا زوجین کا رشتہ دار ہونا شرط نہیں، اندھوں کی گواہی اور زوجین کے رشتہ داروں کی گواہی گو وہ ان کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں کافی ہے۔

(۷) دونوں گواہ ایسے ہوں کہ ان کو عدالت میں پیش کر سکیں اگر کوئی شخص کراماً کاتبین فرشتوں کو گواہ بنائے تو کافی نہیں کیونکہ ان کو عدالت میں پیش نہیں کر سکتا اسی طرح اگر کوئی شخص ایک گواہ اللہ کو اور ایک گواہ کسی آدمی کو بنائے تب بھی کافی نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ اور رسول کو گواہ بنائے تب بھی کافی نہیں نکاح نہ ہوگا کیونکہ ان گواہوں کو عدالت میں پیش نہیں کر سکتا اور اخیر صورت میں ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گواہوں کو مجلس نکاح میں موجود ہونا چاہئے تاکہ وہ ایجاب وقبول کو سنیں اور رسول اللہ ﷺ مجلس نکاح میں موجود نہیں وہ عالم الغیب

نہیں (۱)۔

(۸) دونوں گواہ ایک ساتھ طرفین کے ایجاب وقبول کو سنیں اگر ایک ساتھ دونوں نے نہیں سنا بلکہ پہلے ایک نے سنا پھر دوسرے نے سنا تو صحیح نہ ہوگا اسی طرح اگر گواہوں نے ایجاب وقبول دونوں کو نہیں سنا بلکہ صرف ایجاب کو سنا یا صرف قبول کو سنا تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا۔

ف:۔ اگر گواہ بہرے ہوں تو نکاح نہ ہوگا ہاں اگر عاقدین گونگے ہوں اور اشارہ سے ایجاب وقبول کریں اور بہرے گواہ اس اشارہ کو دیکھ کر سمجھ لیں تو نکاح ہو جائے گا۔ (شامی جلد ۳ صفحہ ۲۹۵)۔

(۹) دونو گواہ ایجاب وقبول کے الفاظ سن کر یہ سمجھ لیں کہ نکاح ہو رہا ہے گو ان الفاظ کے معنی نہ سمجھیں مثلاً ایجاب وقبول عربی زبان میں ہو اور گواہ عربی نہ جانتے ہوں۔

(۱۰) دونوں گواہ زوجین سے واقف کر دیئے جائیں اگر صرف زوجین کے نام سے ان کو جان جائیں تو صرف ان کا نام بتا دینا کافی ہے ورنہ زوجین کے باپ دادا کا نام بھی ان کو بتا دیا جائے تا کہ وہ اچھی طرح واقف ہو جائیں کہ یہ کس کا نکاح ہے، اگر عورت برقعہ پہنے ہوئے مجلس میں بیٹھی ہوئی ہو اور گواہ اس کو دیکھ لیں گو چہرہ نہ دیکھیں تب بھی کافی ہے نام وغیرہ بتانے کی ضرورت نہیں مگر اس صورت میں احتیاط کی بات یہ ہے کہ عورت کا چہرہ گواہ کو دکھایا جائے۔

---

(۱) اس صورت میں فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول خدا ﷺ کو عالم الغیب سمجھ کر نکاح کا گواہ بنائے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے۔ علامہ زین الدین بحر الرائق جلد سوم کے صفحہ ۹۴ پر فتاویٰ قاضی خان وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی گواہی سے نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ وہ شخص بہ سبب نبی کے عالم الغیب سمجھنے کے کافر ہو جائے گا فقط ایسا ہی اور فقہا بھی لکھتے ہیں اس اخیر زمانہ میں جہاں اور نئی نئی باتیں نکل رہی ہیں وہاں یہ بھی ایک مسئلہ ایجاد کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کو عالم الغیب سمجھنا چاہئے حالانکہ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں صاف صاف دلالت کرتی ہیں خدا کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے **قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ** ترجمہ اے نبی کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اسی طرح کی صاف صاف اور آیتیں بھی ہیں اور احادیث تو بیشمار ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں اور ان کو عالم الغیب کہنا نہ چاہئے ان آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ کے مقابلہ میں وہ لوگ بعض علما کے اقوال پیش کرتے ہیں جنہوں نے غلوئے محبت اور جوش مدح میں کچھ الفاظ نبی ﷺ کی نعت میں اس قسم کے لکھ دیئے ہیں جن سے علم غیب لازم آتا ہے مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ اصول عقائد کی کتابوں میں یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ عقائد کے متعلق وہ حدیث بھی قابل عمل نہیں ہے جو بسلسلہ آجائے مروی ہو چہ جائیکہ بعض لوگوں کے اقوال اور وہ بھی صریح نہیں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے غیوب پر نبی ﷺ کو مطلع کر دیا تھا جن کی بطور معجزہ آپ نے خبر دی مگر اس سے عالم الغیب ہونا لازم نہیں آتا حضرت علامہ نے مجبور ہو کر ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ میں لکھا ہے جس کا نام التحقیق المجتبیٰ فی علم المصطفے ہے۔ نہایت محققانہ اور صوفیانہ بحث کی ہے ۱۲۔

مسئلہ:۔ اوپر جو لکھا گیا کہ فاسق کی اور رشتہ دار کی گواہی نکاح میں کافی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور عند اللہ زوجین زنا کے مرتکب نہ ہوں گے یہ مطلب نہیں ہے کہ عدالت میں ان کی گواہی معتبر ہوگی، عدالت میں تو اسی کی گواہی معتبر ہوگی جس میں تمام شرائط شہادت کی پائی جائیں کہ منجملہ شرائط کے یہ بھی ہے کہ گواہ مدعی کی رشتہ دار نہ ہوں، نہ فاسق ہوں، پس اگر فاسقوں یا رشتہ داروں کو گواہ بنا کر نکاح کیا جائے اور بعد کو زوجین میں سے کوئی نکاح کا انکار کر جائے تو اس نکاح کا ثبوت صرف ان فاسقوں یا رشتہ داروں کی گواہی سے نہیں ہو سکتا قاضی اس نکاح کو قائم نہ رکھے گا۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے اپنی طرف سے نکاح کے لئے کسی کو وکیل کر دیا ہو اور وہی وکیل ایجاب و قبول کرے اور مؤکل خود بھی اس وقت وہاں موجود ہو تو وہ مؤکل خود ہی عاقد سمجھا جائے گا اور وکیل کا شمار گواہوں میں ہو جائے گا، پس اگر وکیل کے سوا صرف ایک مرد یا صرف دو عورتیں اور ہوں تو کافی ہے، اسی طرح اگر ولی ایجاب و قبول کرے اور جس کا وہ ولی ہے وہ خود بھی وہاں موجود ہو تو وہ خود ہی عاقد سمجھا جائے گا بشرطیکہ وہ خود عاقل بالغ ہو، اور ولی کا شمار گواہوں میں ہو جائے گا، (درمختار، ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۹۷)۔

مسئلہ:۔ مستحب ہے کہ بعد تمام ہو جانے کے ایجاب و قبول کے نکاح نامہ تحریر کر لیا جائے (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۹۷) نکاح نامہ میں نکاح کا دن، تاریخ، وقت اور زرمہر کی تعداد اور زوجین اور گواہوں کے نام لکھ لئے جائیں زوجین یا ان کے وکلاء یا اولیاء سے اور گواہوں سے اس پر دستخط کرا لیئے جائیں۔

محرمات کا بیان

نکاح کی دوسری شرط یہ تھی کہ عورت محرمات میں سے نہ ہو لہذا اب ہم ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں جو محرمات میں سے ہیں یعنی ان سے نکاح حرام ہے ان کے علاوہ جس قدر عورتیں ہیں ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ محرمات میں سے نہیں ہیں۔

نکاح کے حرام ہونے کے گیارہ سبب ہیں، نسبی رشتہ، سسرالی رشتہ، دودھ کا رشتہ، اختلاف مذہب، اتحاد نوع، اختلاف جنس، طلاق، لعان، ملک، جمع، تعلق حق غیر۔ اب ہم ان تمام اسباب کے تفصیلی احکام بیان کرتے ہیں۔

پہلا سبب

نسبی رشتہ:۔ اس رشتہ کی صرف چار قسموں سے نکاح حرام ہے اپنے اصول، اپنے فروع، اپنے ماں باپ کے فروع۔ اپنے ماں باپ کے اصول کے فروع۔

اپنے اصول سے مراد اپنے ماں باپ اپنے دادا پردادا وغیرہ نانا وغیرہ دادی پردادی وغیرہ، نانی پرنانی وغیرہ، اپنے فروع سے مراد اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک۔ ماں باپ کے فروع سے مراد بھائی بہن اور ان کی اولاد اخیر سلسلہ تک۔

اپنی ماں باپ کے اصول کے فروع سے مراد چچا پھوپھی ماموں خالہ مگر ان کی حرمت صرف ایک بطن تک رہتی ہے اسی وجہ سے چچا پھوپھی ماموں خالہ کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔ ماں باپ کے چچا ماموں پھوپھی خالہ اسی چوتھی قسم میں داخل ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے ماں باپ کی اصول کے فروع ہیں ان سے بھی نکاح حرام ہے مگر ان کی اولاد سے جو اپنے ماں باپ کی چچازاد یا ماموں زاد بھائی بہن ہو نکاح جائز ہے حاصل یہ ہے کہ اس چوتھی قسم کی حرمت صرف ایک بطن تک رہتی ہے ایک بطن کے بعد حرمت جاتی رہتی ہے۔

ماں کی سگی پھوپھی کی پھوپھی اور باپ کی سگی خالہ کی خالہ بھی اسی چوتھی قسم میں داخل (۱) ہے اس چوتھی قسم میں بہت سی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

نسب کی یہ چار قسمیں جو یہاں بیان ہوئیں اسی حالت میں حرام ہیں کہ جب ان کا رشتہ نکاح حلال سے پیدا ہوا ہو، اور اگر ان کا رشتہ (۲) زنا وغیرہ سے پیدا ہوا ہو تو مذکورہ بالا اقسام میں سے پہلی دو قسمیں تو بدستور حرام رہیں گی یعنی اپنے اصول اور اپنے فروع پس زنا کے ماں باپ اور ان ماں باپ کے ماں باپ وغیرہ اخیر سلسلہ تک اور زنا کی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک بدستور حرام رہیں گی، ہاں تیسری اور چوتھی قسم میں سے صرف ماں کے فروع اخیر سلسلہ تک اور ماں

---

(۱) اس مقام پر صاحب درمختار نے لکھ دیا ہے کہ ماں کی سگی پھوپھی اور باپ کی خالہ کی خالہ سے نکاح جائز ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے صاحب درمختار کو اس مقام پر ایک عبارت سے دھوکا ہو گیا، شامی ۱۲۔

(۲) زنا سے رشتہ پیدا ہونے کی یہ صورت ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور اس زنا سے اس کی اولاد پیدا ہو تو وہ زنا کرنے والا اس کا باپ ہو جائے گا اور زنا کرنے والے کا بھائی اس کا چچا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہو جائے گی اسی طرح ان کی طرف سے بھی سب لوگ رشتہ دار ہو جائیں گے، ۱۲۔

کے اصول کے فروع (۱) ایک بطن تک بدستور حرام رہیں گے اور باپ کے فروع اور باپ کے اصول کے فروع حرام نہیں ہیں۔

پس اخیافی (۲) بھائی بہن اور ماموں خالہ تو حرام ہوں گی اور علاتی بھائی بہن اور چچا پھوپھی (۳) حرام نہ ہوں گے لعان کے اولاد (۴) بھی اپنی اولاد کے حکم میں ہے (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۸)

ان چار قسموں کے علاوہ اور جس قدر نسبی رشتہ دار ہوں سب سے نکاح جائز ہے۔

دوسرا سبب

سسرالی رشتہ:۔ اس رشتہ کی بھی صرف چار قسموں سے نکاح حرام ہے۔ مدخولات کے فروع، منکوحات اور مدخولات کے اصول، اپنے اصول کے مدخولات اور منکوحات، اپنے فروع کے مدخولات اور منکوحات۔

مدخولات کے فروع سے مراد ان عورتوں کی اولاد ہے جن سے خاص (۵) استراحت کے نوبت آ چکی ہو خواہ بذریعہ نکاح یا بطور زنا کے، جس عورت سے نکاح صحیح ہو چکا ہو، اس سے اگر خلوت (۶) صحیح ہو جائے تو وہ بھی مدخولات میں شامل ہو جائے گی، جس عورت کے ساتھ نکاح صحیح

---

(۱) وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے زنا کی اولاد باپ کو نہیں دلائی اور اس کا نسب باپ سے قائم نہیں کیا لہذا باپ کے فروع اور باپ کے اصول کے فروع رشتہ میں کوئی نہ سمجھے جائیں گے ہاں باپ اور باپ کا باپ وغیرہ البتہ حرام رہیں گے کیونکہ ان کا رشتہ اعتبار پر موقوف نہیں ہے ۱۲۔

(۲) ماں کی اولاد جو اپنے باپ سے نہ ہو اخیافی کہلاتی ہے اور باپ کی اولاد جو اپنی ماں سے نہ ہو علاتی کہلاتی ہے ۱۲۔

(۳) اس مسئلہ میں فقہا کی عبارتیں بہت مختلف ہیں ایک ہی کتاب میں مختلف اقوال لکھے ہیں صاحب بحرالرائق محرمات کے بیان میں تو لکھتے ہیں کہ زانی کا چچا ماموں اس کی زنا کی اولاد سے نکاح نہیں کر سکتا پھر رضاع کے بیان میں لکھے ہیں کہ کر سکتا ہے اسی طرح صاحب فتح القدیر نے محرمات کے بیان میں تو لکھا ہے کہ زنا کی اولاد زانی کے چچا ماموں پر حرام ہے اور رضاع کے بیان میں صاحب تخسیس سے نقل کیا ہے کہ حرام نہیں ہے منتحہ الخالق سے یہ پتہ چل گیا کہ زنا کے چچا ماموں کا محرمات میں شمار کرنا صاحب بحرالرائق اور فتح القدیر کی ذاتی رائے ہے، اصل مذہب یہی ہے کہ ان کا شمار محرمات میں نہیں ہے لہذا ہم نے زنا کے باپ کے فروع اور زنا کے باپ کے فروع کو محرمات سے خارج کر دیا واللہ اعلم ۱۲۔

(۴) لعان کی اولاد سے مراد اس عورت کی اولاد ہے جس سے لعان ہوا ہو لعان کی تعریف وغیرہ آگے بیان ہو گی ۱۲۔

(۵) خاص استراحت کی نوبت اس طرح پر آئی ہو کہ جس سے غسل واجب ہوتا ہے اگر مرد نے اپنے خاص حصہ پر موٹا کپڑا لپیٹ لیا جو عورت کے جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع ہے تو اس خاص استراحت سے اس عورت کے فروع اس مرد پر حرام نہ ہوں گے۔

(۶) بعض فقہا کی کتابوں میں اس مسئلہ کو اختلافی لکھا ہے حالانکہ یہ صحیح ہے کہ خلوت صحیحہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اختلاف خلوت فاسدہ میں ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۰۱، ۱۲۔)

ہو چکا ہے مگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس عورت کی اولاد حرام نہیں ہے اور جس عورت کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو اور نوبت خاص استراحت کی یا ان چیزوں کی نہ آئی ہو جو قائم مقام خاص استراحت کے ہیں تو اس عورت کی اولاد حرام نہ ہوگی۔

اس میں یہ بھی شرط ہے کہ خاص استراحت ایسی حالت میں ہو کہ دونوں میں نفسانی کیفیت پیدا ہو چکی ہو، اگر کسی ایسی کمسن عورت سے خاص استراحت کی جائے جس میں نفسانی کیفیت پیدا نہیں ہوئی تو اس عورت کی اولاد اس کے شوہر یا اس کے زانی پر حرام نہ ہوگی اسی طرح اگر مرد اس قدر کمسن ہو کہ اس میں نفسانی کیفیت پیدا نہیں ہوئی تھی تو بھی اس عورت کی اولاد اس مرد پر حرام نہ ہوگی (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰)

مدخولات اور منکوحات کے اصول سے مراد ان عورتوں کے اصول یعنی ان کے باپ دادا دادی وغیرہ، ماں نانا نانی وغیرہ ہیں جن سے خاص استراحت کی نوبت آ چکی ہو! گو بطور زنا کے یا ان سے نکاح ہو چکا ہو گو خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو حاصل یہ کہ فروع کے حرام ہونے کے لئے تو خاص استراحت شرط ہے اور اصول کے لئے صرف نکاح بھی کافی ہے۔

اپنے اصول کے مدخولات و منکوحات، مراد وہ عورتیں ہیں جن سے اپنے باپ دادا نانا پرنانا وغیرہ نے خاص استراحت کی ہو گو بطور زنا کے یا ان سے نکاح صحیح ہو چکا ہو گو نوبت خاص استراحت کی اور ان چیزوں کی نہ آئی ہو جو قائم مقام خاص استراحت کے ہیں۔

اپنے فروع کے مدخولات و منکوحات سے مراد وہ عورتیں جن سے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ نے خاص استراحت کی ہو گو بطور زنا کے یا ان سے صرف نکاح صحیح ہو چکا ہو نوبت خاص استراحت کی نہ آئی ہو۔

مسئلہ کسی عورت کے خاص حصہ کے اندرونی جانب کا دیکھنا یا اس کے بدن کو چھونا خواہ جس عضو کو چھوئے یا عورت کی تقبیل کرنا خواہ کسی مقام میں کرے منہ میں یا اور کہیں یا عورت کو لپٹا لینا قائم مقام خاص استراحت کے ہے یعنی ان امور سے سسرالی رشتہ قائم ہو جائے گا وہ عورت اس مرد کے اصول و فروع پر حرام ہو جائے گی اور اس عورت کے اصول و فروع اس مرد پر حرام ہو جائیں گے اسی طرح اگر کوئی عورت کسی مرد کے خاص حصہ کو دیکھے یا اس کے بدن کو چھوئے یا اس کے تقبیل کرے یا اس کو لپٹا لے تب بھی سسرالی رشتہ قائم ہو جائے گا۔

مگر یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے اسی وقت ہوں گے جب یہ پانچ شرطیں موجود ہوں۔

پہلی شرط:۔ یہ ہے کہ یہ امور نفسانی کیفیت کے جوش میں (۱) صادر ہوئے ہوں خواہ یہ جوش مرد عورت دونوں میں ہو یا صرف ایک میں جس وقت یہ امور صادر ہوں اس وقت جوش موجود ہوا گر اس وقت نہ تھا بلکہ بعد میں پیدا ہوا تو قابل اعتبار نہیں۔

دوسری شرط:۔ یہ ہے کہ عورت و مرد دونوں میں نفسانی کیفیت کا جوش پیدا ہو چکا ہو یعنی بالغ ہوں یا قریب بلوغ کے ہوں اگر نابالغ مرد کسی بالغ عورت سے یہ باتیں کرے گو عورت میں اس وقت نفسانی جوش موجود ہو تو یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے نہ ہوں گے۔

اسی طرح اگر عورت نابالغ ہو اور مرد بالغ تب بھی یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہیں۔

تیسری شرط:۔ یہ ہے (۲) کہ ان امور کے بعد مرد کو انزال نہ ہو جائے انزال ہو جائے گا تو یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے نہیں رہیں گے۔

چوتھی شرط:۔ یہ ہے کہ مرد نے عورت کے یا عورت نے مرد کے خاص حصہ کو دیکھا ہو تو خاص کر اسی مقام کو دیکھا ہو نہ اس کی شبیہ کو پس اگر کسی کے خاص حصہ کا عکس آئینہ میں یا پانی میں دیکھ لے تو یہ دیکھنا قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے۔

پانچویں شرط:۔ یہ ہے کہ مرد نے عورت کے یا عورت نے مرد کے بدن کو چھوا ہو یا اس کو لپٹایا ہو تو کوئی کپڑا وغیرہ درمیان میں حائل نہ ہو جو ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع ہو، اگر کپڑا حائل ہو اور بہت ہی باریک ہو کہ ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع نہیں ہوتا تو وہ کپڑا حائل نہ سمجھا جائے گا کپڑا حائل ہونے کی صورت میں چھونا یا

---

(۱) نفسانی کیفیت کا جوش جوان مرد میں اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خاص حصہ میں استادگی پیدا ہو جائے یا اگر استادگی پہلے سے تھی تو اب اسمیں زیادتی ہو جائے اور عورت میں اور بوڑھے مرد میں یہ بات ہو کہ ان کے دل میں خواہش پیدا ہو اور پہلے سے خواہش موجود ہو تو اب زیادہ ہو جائے اگر یہ باتیں نہ ہوں تو کسی کی طرف دیکھنے یا کسی کی تقبیل کرنے سے سسرالی رشتہ قائم نہ ہوگا ۱۲۔

(۲) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے صرف اسی سبب سے کئے گئے ہیں کہ ان امور کے بعد خاص استراحت کے واقع ہو جانے کا گمان غالب ہوتا ہے کہ یہ امور خاص استراحت کے لئے موجب ہو جاتے ہیں پس سبب قائم مقام سبب کے کر دیا گیا مگر انزال ہو جانے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اب خاص استراحت نہ ہوگی کیونکہ جوش فرو ہو گیا لہذا انزال ہو جانے کی صورت میں یہ امور خاص استراحت کے قائم مقام نہیں کئے گئے۔ (شامی وغیرہ)

لپٹانا قائم مقام خاص استراحت کے نہ ہوگا بلکہ ایسی حالت میں خاص استراحت سے بھی سسرالی رشتہ قائم نہ ہوگا، بالوں کا چھولینا بھی مثل اور بدن کے چھولینے کے ہے بشرطیکہ بال سر کے اوپر ہوں۔ سر سے لٹکے ہوئے بالوں کا چھونا قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے۔

جب یہ پانچوں شرطیں پائی جائیں تو یہ امور قائم مقام خاص (۱) استراحت کے ہوجائیں گے یعنی جس مرد و عورت میں یہ امور واقع ہوں گے ان میں باہم سسرالی رشتہ قائم ہوجائے گا خواہ یہ امور عمداً کئے جائیں یا بھولے سے یا دھوکہ سے کسی مجبوری سے یا جنون کی حالت میں یا نشہ میں۔

مثال:۔ (۱) اگر کسی شخص نے اپنی بی بی کو خاص استراحت کے لئے بیدار کرنا چاہا اور اس جوش میں اس کا ہاتھ بی بی کی لڑکی پر پڑ گیا تو اس کی بی بی اس پر حرام ہوجائے گی وہ اب اس کی ساس ہوگئی مگر نکاح نہ ٹوٹے گا (۲) کسی شخص نے اندھیرے میں کسی اجنبی عورت کو اپنی بی بی سمجھ کر لپٹالیا تو اب اس عورت کے اصول وفروع اس شخص پر حرام ہوجائیں گے یعنی ان سے نکاح نہیں کرسکتا۔

کسی شخص نے جان کے خوف سے کسی عورت کو لپٹالیا تو اس عورت کے اصول وفروع اس شخص پر حرام ہوجائیں گی اور نیز یہ عورت اس شخص کے اصول وفروع پر حرام ہوجائے گی۔ (۴) کسی نے نشہ میں اپنی بی بی کی ماں کے تقبیل کرلی تو اب اس کی بی بی اس پر حرام ہوجائے گی مگر نکاح نہ ٹوٹے گا، اگر کوئی مرد کسی عورت سے یا کوئی عورت کسی مرد سے یہ باتیں کرلے اور بعد اس کے اس امر کا انکار کرجائے کہ میں نے یہ باتیں نفسانی کیفیت کے جوش میں نہیں کیں تو یہ انکار مان لیا جائے گا بشرطیکہ کوئی قرینہ اس امر کے خلاف نہ ہو، مثلاً اس وقت خاص حصہ میں استادگی ہو تو یہ قرینہ اس کا امر ہے کہ نفسانی کیفیت کے جوش میں یہ باتیں ہوئیں ہاں خاص حصہ کے چھونے میں اور منہ اور رخسار کی تقبیل میں یہ انکار نہ مانا جائے گا۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۴۶۹)

اگر کوئی عورت کسی مرد کے بدن کو چھوئے اور کہے کہ میں نے نفسانی کیفیت کے جوش میں

---

(۱) ان امور کا خاص استراحت کے قائم مقام ہونا محض عقلی نہیں ہے بلکہ احادیث وآثار سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ چند آثار واحادیث فتح القدیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۶۹ پر مرقوم ہے ۱۲۔

(۲)۔ نکاح نہ ٹوٹنے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وہ دوسرے سے نکاح نہ کرسکے گی اس کا نان ونفقہ اسی شخص کے ذمہ واجب رہے گا اور حرام ہوجانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ شخص اس سے خاص استراحت نہ کرسکے گا اگر آئی یہ گنہگار ہوگا اگرچہ زنا کی سزا اس کو نہ دی جائے ۱۲۔ (شامی)

چھوا ہے اور مرد انکار کرے تو مرد ہی کی بات مانی جائے گی۔ (فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۸)

سسرال کے صرف اسی قدر رشتہ دار حرام ہیں، ان کے علاوہ اور جس قدر سسرالی رشتہ دار ہوں ان میں سے جس کے ساتھ چاہے نکاح کر سکتا ہے مرد اپنی بی بی کی بہن اور پھوپھی اور خالہ اور سوتیلی ماں کے ساتھ اور عورت اپنے شوہر کے بھائی چچا ماموں بھانجہ بھتیجہ وغیرہ سے نکاح کر سکتی ہے۔

تیسرا سبب

دودھ کا رشتہ (۱):۔ دودھ پینے سے ایک تعلق دودھ پینے والے اور پلانے والے کے درمیان میں پیدا ہو جاتا ہے، اس تعلق کو شریعت نے مثل نسبی تعلق کے قائم کر کے ایک مسلسل رشتہ نسب کی طرح جاری کر دیا ہے۔

مثلاً جس عورت نے دودھ پلایا ہے دودھ پینے والے بچہ کی رضاعی ماں اور اس عورت کا شوہر جس کے سبب (۲) سے یہ دودھ پیدا ہوا ہے اس کا رضاعی باپ اور ان ماں باپ کی اولاد اس بچے کے رضاعی بھائی بہن ہیں اولاد خواہ نسبی (۳) ہو یا رضاعی اور رضاعی ماں کی ماں، رضاعی نانی، باپ رضاعی نانا، بھائی رضاعی، ماموں بہن، رضاعی خالہ اور رضاعی باپ کی ماں، رضاعی دادی

---

(۱) بچہ کا دودھ پلوانا اور اس کی پرورش کرنا باپ کے ذمہ ہے خواہ اس بچہ کی ماں سے دودھ پلوائے یا کسی اور عورت سے مگر ان چند باتوں کا خیال رکھنا چاہئے جس عورت سے دودھ پلوایا جائے اس کے شوہر سے اجازت لے لی جائے بے اجازت شوہر کے کسی بچہ کو دودھ پلا دینا عورت کے لئے مکروہ ہے ہاں اگر اس بچہ کی جان کا خطرہ ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ واجب ہے جس عورت سے دودھ پلوانا منظور ہو تو سرسری طور پر اس امر کا علم حاصل کر لیا جائے کہ یہ دودھ زنا کا تو نہیں ہے بے وقوف اور بد اعمال عورت سے دودھ نہ پلوایا جائے کیونکہ دودھ کا اثر بچہ میں آ جاتا ہے عورتوں کو چاہئے کہ ہر بچہ کو بے ضرورت دودھ نہ پلائیں اور جب کسی کو دودھ پلائیں تو خوب یاد رکھیں تاکہ نکاح میں دانستہ کسی رشتہ دار سے عقد نہ ہو جائے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کسی بچہ کو کسی شہر کے اکثر باشندوں نے دودھ پلایا ہو اور یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے دودھ پلایا ہے پھر وہ بچہ اس شہر کے کسی آدمی سے نکاح کرنا چاہیے تو جس شخص میں کوئی علامت اور کوئی قرینہ دودھ کے رشتہ کا نہ ہو اور نہ کوئی اس رشتہ کی گواہی دے اس سے اس کا نکاح جائز ہے۔ (بحر الرائق)

(۲) شوہر کے سبب سے دودھ کے پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے جماع سے ولادت ہو اور اس ولادت کے سبب سے دودھ پیدا ہو شوہر کی قید اتفاقی ہے حتی کہ اگر کوئی عورت کسی کی لونڈی ہو اور اس مالک سے اس کی لڑکا پیدا ہو اس دودھ کو جو شخص پئے گا یہ مالک اسکا رضاعی باپ ہو جائے گا ۱۲۔

(۳) مثلاً سعیدہ کا دودھ زید نے پیا تو سعیدہ کی اولاد نسبی بھی زید کے بھائی بہن ہو جائیں گے اور اس کی اولاد رضاعی بھی یعنی جن جن لوگوں نے سعیدہ کا دودھ پیا ہے وہ سب زید کے بھائی بہن ہوئیں گے خواہ انہوں نے زید کے ساتھ دودھ پیا ہو یا اس سے پہلے یا اس کے بعد۔

باپ، رضاعی دادا بھائی، رضاعی چچا بہن، رضاعی پھوپھی غرض تمام رشتہ یہاں بھی نسب کی طرح قائم ہو جائیں گے، رضاعی ماں باپ کے ماں باپ بھائی بہن خواہ نسبی ہوں یا رضاعی بہر حال وہ دودھ پینے والے کے نانا دادا نانی دادی چچا ماموں پھوپھی خالہ ہو جائیں گی۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دودھ پلانے والی اور اس کی طرف کے تو سب لوگ اس بچہ کے رشتہ دار ہو جائیں گے یعنی دودھ پلانے والی خود بھی اور اس کا شوہر جس کا یہ دودھ ہے وہ بھی اور ان دونوں کے اصول و فروع بھی اور اصول کی فروع بھی لیکن دودھ پینے والے کی طرف سے صرف وہ خود رشتہ دار ہو جائے گا، اور اس کی اولاد اور اگر وہ مرد ہے تو اس کی بیوی اور اگر عورت ہے تو اس کا شوہر رشتہ دار ہو جائے گا۔ دودھ پینے والے کے اصول اور اصول کے فروع سے اس دودھ پلانے والی کو کوئی تعلق پیدا نہ ہوگا۔

ایک محقق فاضل نے ان تمام مطالب کو اس ایک شعر میں نہایت خوبی سے ادا کر دیا ہے

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند
وز جانب شیر خوارہ زوجان فروع(۱)

پس جن جن لوگوں میں باہم دودھ کا رشتہ قائم ہو گیا ہے اور اس رشتہ سے نسب میں نکاح ناجائز ہے یہاں بھی اس رشتہ سے نکاح حرام ہے جیسے رضاعی ماں باپ اور ان ماں باپ کے ماں باپ وغیرہ اخیر سلسلہ تک اور رضاعی بھائی بہن چچا ماموں رضاعی بھائی بہن کی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک اور جن لوگوں سے رشتہ قائم ہی نہیں ہوا جیسے دودھ پینے والے کا باپ اور اس کی رضاعی ماں یا دودھ پلانے والے کی نسبی بہن اور اس کا رضاعی بھائی یا رشتہ تو قائم ہو گیا مگر اس

---

(۱) اس شعر کو صاحب شرح وقایہ نے نقل کیا ہے واقعی عجیب جامع شعر ہے ترجمہ اس شعر کا یہ ہے کہ دودھ پلانے والی کی طرف سے سب لوگ عزیز ہو جاتے ہیں اور دودھ پینے والے بچہ کی طرف سے صرف وہ دونوں میاں بی بی اور اس بچہ کی اولاد، بعض فقہا نے اس مقام پر ایک عجیب لطف کیا ہے پہلے تو یہ کہہ دیا کہ دودھ پینے سے طرفین کے سب لوگ باہم رشتہ دار ہو جاتے ہیں پھر جن جن لوگوں میں باہم نکاح جائز ہے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ صاحب بحر الرائق نے اکیاسی ۸۱ صورتیں مستثنیٰ کیں اور لکھا ہے کہ یہ ہماری کتاب کے ساتھ مخصوص ہے صاحب درمختار نے ایک سو بیس ۱۲۰ صورتیں ذکر کیں اور لکھا ہے کہ یہ ہماری کتاب کے مخصوصات سے ہے مگر حموی لکھتے ہیں کہ ابھی ایک سو آٹھ ۱۰۸ صورتیں اور باقی رہ گئیں لیکن ہم کو ان صورتوں کے مستثنیٰ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ ہم نے شروع ہی میں یہ بات کہہ دی ہے کہ دودھ پینے والے کی طرف سے سب لوگ رشتہ دار نہیں ہو جاتے پس جن جن صورتوں کو انہوں نے مستثنیٰ کیا ہے ان میں ہم یہی کہہ دیں گے کہ ان میں باہم رشتہ ہی نہیں پیدا ہوا مثلاً انہوں نے بھائی بہن کی رضاعی ماں کو مستثنیٰ کیا ہے کہ اس سے نکاح جائز ہے ہم کہیں گے کہ دودھ پینے والے کے بھائی بہن سے اور دودھ پلانے والی سے کوئی تعلق ہی نہیں پیدا ہوا مستثنیٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے ۱۲۔

رشتہ سے نسب میں نکاح جائز ہے، جیسے چچا ماموں کی اولاد تو ان لوگوں میں باہم نکاح جائز ہے اسی طرح سسرالی رشتہ کو بھی خیال کرنا چاہئے یعنی دودھ کی وجہ سے جو سسرالی رشتے پیدا ہوئے ہوں اوران سے سسرالی رشتہ میں نکاح جائز نہ تھا یہاں بھی ان سے نکاح جائز نہیں مگر دودھ سے سسرال کا رشتہ صرف تین قسم کے لوگوں سے پیدا ہوتا ہے منکوحات کے رضاعی اصول سے رضاعی اصول کی منکوحات سے، رضاعی فروع کی منکوحات ہے، انہیں تین رشتہ کے لوگوں سے نکاح جائز ہے، مدخولات زنا کے رضاعی اصول سے اور رضاعی فروع اور رضاعی اصول کی مدخولات زنا سے کوئی رشتہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دودھ کا رشتہ زنا سے قائم نہیں ہوتا اور اپنی مدخولات اور منکوحات کی رضاعی فروع سے بھی کوئی رشتہ پیدا نہیں ہوتا، حاصل یہ کہ اس سسرال میں اور دودھ کے رشتہ کے سسرال میں دو فرق ہیں ایک یہ کہ دودھ کی سسرال زنا سے قائم نہیں ہوتی اور وہ سسرال زنا سے بھی قائم ہو جاتی ہے، لہذا جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا وہ اس عورت کی رضاعی لڑکی اور رضاعی ماں سے نکاح (۱) کرسکتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ دودھ کا سسرالی رشتہ اپنی بی بی کی رضاعی فروع سے قائم نہیں ہوتا اور وہ سسرالی رشتہ اپنی بی بی بلکہ مدخولہ زنا کی رضاعی فروع سے قائم ہو جاتا ہے لہذا اپنی بی بی کی ان رضاعی بیٹیوں سے جنہوں نے اور کسی مرد کا دودھ پیا ہو نکاح جائز ہے۔

دودھ کے رشتہ کی شرطیں

دودھ کے پینے سے ہر حال میں رشتہ قائم نہیں ہوتا بلکہ جب یہ آٹھ شرطیں پائی جائیں۔

(۱) رضاعت دو برس کے اندر ہو یعنی جس بچہ نے دودھ پیا ہے اس کی عمر دودھ پیتے وقت دو برس یا اس سے کم ہو (۲) بعد اس عمر کے دودھ پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

---

(۱) اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے فتاویٰ قاضی خاں میں تو لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ زنا کے سبب سے جو دودھ پیا ہوا ہو اس دودھ کے پینے والے کے ساتھ زانی نکاح نہیں کرسکتا مگر اکثر محققین اسی طرف ہیں کہ زنا کا دودھ پینے والے سے اور زانی سے کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا ان میں باہم نکاح جائز ہے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۴۶)

(۲) یہ مذہب صاحبین کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے قرآن مجید میں ہے والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین ترجمہ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی برس تک دودھ پینے کی عمر رہتی ہے لہذا ان کے نزدیک ڈھائی برس کے اندر اندر دودھ پینے سے رشتہ قائم ہو جائے گا مگر اس قول پر فتویٰ نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ دو ۲ برس کے بعد دودھ پلانا ناجائز ہے اور اس کے پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا ۱۲۔

(۲) دودھ حلق کے نیچے اتر جائے گو بہت ہی قلیل (۱) ہو اگر کسی بچہ نے پستان منہ میں لیا مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس نے چوسا یا نہیں اور حلق کے نیچے اترا یا نہیں تو یہ رشتہ قائم نہ ہوگا اسی طرح اگر بچہ نے چوس کر اگل دیا حلق کے نیچے ایک قطرہ بھی نہیں اترا تو رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۳) دودھ منہ یا ناک کے ذریعہ سے اندر جائے یعنی اگر پچکاری وغیرہ کے ذریعہ سے اندر پہنچایا جائے تو اس سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۴) جو عورت دودھ پلائے وہ بالغ ہو خواہ دودھ اس کا ولادت کی وجہ سے ہو یا بغیر ولادت کے، بشرطیکہ دودھ کا رنگ زرد نہ ہو (شامی جلد۲ صفحہ۴۴۳)

(۵) دودھ کسی پینے کی چیز میں مثل دوا یا پانی کے ملا کر نہ پلایا جائے، اگر ملا کر پلایا جائے تو دودھ غالب ہو اگر دودھ غالب نہ ہوگا تو گو فی نفسہ دودھ کی مقدار زیادہ ہو تو اس دودھ کے پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۶) دودھ کسی کھانے کی چیز میں ملا کر نہ کھلایا جائے اگر کھانے کی چیز میں ملا کر کھلایا جائے تو رشتہ قائم نہ ہوگا، خواہ دودھ غالب ہو یا مغلوب۔

(۷) مرد کا رشتہ نہ ہو اگر کسی مرد کی پستان سے دودھ نکل آئے تو اس کے پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا ہاں مخنث کی پستان سے دودھ نکلے اور اس قدر زیادہ ہو کہ اس قدر سوا عورت کے اور کسی کے نہیں نکل سکتا تو اس کے پینے سے رشتہ قائم ہو جائے گا۔ (درمختار)

(۸) دودھ اپنی اصلی حالت میں پلایا جائے دودھ اگر علیحدہ نکال کر دہی بنالیا جائے اور وہ دہی کسی بچہ کو کھلا دیا جائے تو اس دہی کی کھانے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔ (بحر الرائق)

یہ آٹھوں شرطیں اگر پائی جائیں گی تو دودھ کے پینے سے رشتہ قائم ہو جائے گا خواہ دودھ کم ہو یا زیادہ اور خواہ زندہ عورت کا ہو یا مردہ کا اور خواہ جوان عورت کا دودھ ہو یا بوڑھی کا اور خواہ دودھ پیٹ میں رہے یا فوراً پیتے ہی قے ہو جائے اور خواہ اس بچہ کا دودھ چھوٹ چکا ہو یا ابھی پیتا ہو اور خواہ دودھ پستان سے پلایا جائے یا اس سے علیحدہ نکال کر۔ اگر عورتوں کا دودھ کسی بچہ کو پلایا جائے تو ان دونوں عورتوں سے اس کا رشتہ قائم ہو جائے گا گو کسی کا دودھ کم ہو یا کسی کا زیادہ۔ اگر کسی شخص کی دو بیبیاں ہوں سعیدہ اور حمیدہ، حمیدہ کی عمر دو برس سے کم ہو اور سعیدہ حمیدہ کو دودھ پلا دے تو یہ دونوں بی بیاں اس شخص پر حرام ہو جائیں گی، کیونکہ یہ دونوں آپس میں ماں بیٹیاں

---

(۱) امام شافعی کے نزدیک جب تک پانچ مرتبہ سیر ہو کر دودھ نہ پیے رشتہ قائم نہیں ہوتا ۱۲۔

ہوگئیں،(۱) ہاں اگر اس نے سعیدہ کے سات خاص استراحت نہیں کی تو پھر حمیدہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر سعیدہ کو طلاق دے چکا تھا اور وہ طلاق بائن تھی یا رجعی تھی اور اس کی عدت گزر چکی تھی بعد اس کے اس نے حمیدہ کو دودھ پلایا تو پھر حمیدہ کا نکاح بدستور قائم رہے گا دوبارہ (۲) نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

چوتھا سبب

اختلاف مذہب :۔ اختلاف مذہب سے مراد یہاں دینی اختلاف ہے، جیسے ہندو مسلمان کسی مسلمان کو غیر مسلمان سے نکاح کرنا جائز نہیں سوا اہل کتاب کے کہ ان سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ وہ بت پرستی نہ کرتے ہوں۔(۳)

اہل کتاب ان کافروں کو کہتے ہیں جو کسی آسمانی شریعت کے معتقد ہوں جیسے یہود و نصاریٰ یہود و نصاریٰ کا اہل کتاب ہونا تو یقینی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ان کا اہل کتاب ہونا مذکور ہے ان کے علاوہ اور جس قدر کافر ہیں جیسے زرتشتی مذہب والے یا ہندو ان کا اہل کتاب ہونا یقینی نہیں ہے کیونکہ ہماری شریعت میں ان کا کچھ ذکر نہیں ہے علاوہ اس کے ان میں سے اکثر لوگ بت پرست بھی ہیں۔

لہذا نکاح کی اجازت صرف یہود و نصاریٰ سے دی جاتی ہے وہ بھی اس طور پر کہ مسلمان مرد کا نکاح تو یہودیہ یا نصرانیہ عورت کے ساتھ جائز ہے مگر نصرانی یا یہودی مرد کا نکاح کسی مسلمان عورت سے خواہ وہ آزاد ہو یا لونڈی جائز نہیں۔

جس طرح اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے اسی طرح ان کی لونڈیوں سے بھی نکاح درست ہے(۴) اہل کتاب کے ساتھ نکاح اگرچہ جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ حربی(۵)

---

(۱) نکاح اول کے قائم نہ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں ماں بیٹیاں ہوگئیں اور ماں بیٹیاں ایک ساتھ نکاح میں نہیں رہ سکتیں اور حمیدہ کے ساتھ دوبارہ نکاح جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ صرف نکاح ہوا ہو خواص استراحت نہ ہوئی ہو اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہے ۱۲۔

(۲) دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت اس سبب سے نہیں ہے کہ اس کی ماں نکاح سے باہر ہو چکی ہے ۱۲۔

(۳) اگرچہ حنفیہ کے نزدیک اہل کتاب کے تمام فرقوں سے نکاح جائز ہے مگر چونکہ یہود و نصاریٰ کے سوا اور کسی کا اہل کتاب ہونا یقینی نہیں لہذا ان کے سوا اور کسی سے نکاح نہ کیا جائے ۱۲۔

(۴) امام شافعی کے نزدیک اہل کتاب کی لونڈیوں سے نکاح درست نہیں ۱۲۔

(۵) حربی ان کافروں کو کہتے ہیں جن سے مسلمانوں کی صلح نہ ہو۔

اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور غیر حربی کے ساتھ مکروہ تنزیہی۔
مرتد (۱) کے ساتھ نکاح جائز نہیں گو اس نے مرتد ہو کر کسی آسمانی مذہب کو اختیار کرلیا ہو جیسے آج کل کے وہ عیسائی جو پہلے مسلمان تھے ہاں ان کی اولاد سے نکاح جائز ہے کیونکہ وہ شروع سے عیسائی ہیں۔

مسلمانوں کے جس قدر فرقے ہیں ان میں بہت کچھ اختلاف ہے مگر دینی نہیں ہے (۲) لہذا سب آپس میں نکاح کر سکتے ہیں، شیعہ (۳) ہوں یا سنی خارجی یا معتزلی۔ ہاں وہ فرقے جو ضروریات دین کے منکر ہوں یعنی ایسی چیزوں کا انکار کریں جو بدلیل (۴) قطعی شریعت اسلامیہ میں ثابت ہیں جیسے نیچری فرقہ کے لوگ کہ وہ جنت دوزخ کا فرشتوں کا قیامت کا، ثواب و عذاب کا، مردوں کے زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ امور نص قطعی شریعت میں ثابت ہیں لہذا ایسے لوگ مسلمان نہ سمجھے جائیں گے گو اپنے آپ کو مسلمان کہیں اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں، مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اگرچہ مناکحت جائز ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اہل سنت اپنی لڑکی کسی دوسرے فرقہ کو حتی الامکان نہ دیں کیونکہ عورت محکوم ہوتی ہے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا مذہب نہ اختیار کرلے۔

---

(۱) مرتد وہ شخص ہے جو پہلے مسلمان ہو بعد اس کے پھر اس کا عقیدہ خراب ہو جائے اور کسی دوسرے مذہب کو قبول کرلے مثلاً یہودی ہو جائے یا عیسائی ہو جائے نعوذ باللہ منہ ۱۲۔
(۲) یعنی کوئی کافر نہیں ہے، اہل سنت کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ گناہ کبیرہ کی ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہوتا خواہ گناہ کبیرہ اعتقادات کے قبیلہ سے ہو یا اعمال کے قبیلہ سے ۱۲۔
(۳) شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں بعض علماء نے ان کی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے اور یہی اب محقق ہے اس لئے کہ قرآن مجید کے ایک حرف کا انکار بھی بالاجماع کفر ہے اور یہ فرقہ قرآن مجید میں ہر قسم کی کمی وبیشی اور تحریف وتغییر کا عقیدۃً قائل ہے اس کے علاوہ اور بہت سی وجوہ ان کے کفر پر پیش کی جاسکتی ہیں جن لوگوں نے انہیں مسلمان کہا یا لکھا ہے انہیں حقیقت میں شیعوں کے اصلی عقائد کا حال معلوم نہیں ہو سکا ہے ۱۲۔
(۴) دلیل قطعی سے مراد وہ آیت یا حدیث ہے، جس کا ثبوت شارع سے قطعی ہو اور اپنے مضمون پر صاف صاف دلالت کرتی ہو کہ اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ نکلتا ہو اور اس کی دلالت ایسی بدیہی ہو کہ ہر شخص جو عربی زبان جانتا ہو اس کو سمجھ لے حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حقیقت خلافت جن آیتوں سے ثابت ہے کہ ان کی دلالت ایسی صریح نہیں ہے کہ ہر عربی دان اس کو سمجھ سکے بلکہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو استدلالی قوت رکھتا ہو اور عقل سلیم کے ساتھ انصاف کا بھی کچھ حصہ اس کو ملا ہو ۱۲۔

پانچواں سبب

اتحاد نوع:۔ یعنی مرد کا نکاح مرد کے ساتھ اور عورت کا نکاح عورت کے ساتھ جائز نہیں ۔مخنث کا نکاح نہ مرد کے ساتھ جائز ہے نہ عورت کے ساتھ کیونکہ اس میں دونوں حیثیتیں موجود ہیں، مرد ہونے کی بھی عورت ہونے کی بھی۔

خصی مرد کا نکاح عورت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ وہ عورت کی نوع سے نہیں۔

چھٹا سبب

اختلاف جنس:۔ یعنی انسان کا نکاح جن یا دریائی آدمی سے یا اور کسی مخلوق سے سوا اپنی جنس کے جائز نہیں۔

ساتواں سبب

طلاق:۔یعنی جو شخص اپنی بی بی کو تین طلاقیں دے دے تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اب اس شخص کو اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے ہاں اگر یہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے خاص استراحت کی بھی نوبت آجائے اور بعد اس کے یہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دے دے تو اب اس سے اس کا پہلا شوہر نکاح کر سکتا ہے۔

آٹھواں سبب

لعان:۔لعان کی تعریف اور اس کے احکام انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے یہاں صرف اس قدر سمجھ لینا چاہیے کہ جس عورت سے لعان کے بعد تفریق ہو جائے اس سے پھر نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور خاص استراحت تو تفریق سے پہلے ہی حرام ہو جاتی ہے۔

لعان اس کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بی بی کو زنا کی تہمت لگائے اور پھر قاعدے کے مواق حاکم

شریعت کے سامنے شوہر اپنے سچے ہونے کی چار مرتبہ قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں پھر چار مرتبہ عورت اپنے براءت کی قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ خدا کا غضب مجھ پر ہو اگر وہ سچ کہہ رہا ہو۔

نواں سبب

ملک:۔ یعنی مالک کا نکاح اپنے مملوک کے ساتھ جائز نہیں۔

آزاد عورت کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ بالکل جائز نہیں یعنی نکاح کے سبب سے اس غلام کو اپنی مالکہ کے ساتھ خاص استراحت جائز نہ ہوگی، ہاں کسی دوسرے شخص کا غلام ہو تو اس کے ساتھ آزاد عورت کا نکاح ہو سکتا ہے لیکن وہ غلام شوہر اگر کسی (۱) وجہ سے اس آزاد بی بی کی ملک میں آجائے گا تو فوراً ملک میں آتے ہی نکاح فاسد ہو جائے گا۔

آزاد مرد کا نکاح بھی اپنی لونڈی کے ساتھ صحیح نہیں ہے مگر اس کے صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فضول ہے یعنی نکاح کا نتیجہ (۲) مرتب نہ ہوگا اور خاص استراحت وغیرہ تو یوں بھی اپنی لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے جائز ہے ہاں اگر اس لونڈی کے لونڈی ہونے میں کچھ شبہ ہو تو ایسی حالت میں احتیاطاً نکاح کر لینا بہتر ہے۔

ہمارے زمانہ میں لونڈی غلاموں کی خرید و فروخت کا بالکل رواج نہیں رہا، صرف حرمین شریفین میں البتہ یہ رواج باقی ہے مگر ان میں اکثر لونڈی غلام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ہونے میں شبہہ ہوتا ہے اور آخر میں جا کے پتہ چلتا ہے کہ یہ آزاد تھا اور اس کو دھوکا دے کر کوئی شخص اس کی وطن سے بھگا لایا اور اس نے بیچ ڈالا لہذا اس قسم کی لونڈیوں سے بغیر نکاح کے استراحت کرنا خلاف احتیاط ہے اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جو لونڈیاں جہاد سے حاصل ہوتی ہیں ان سے خاص استراحت جائز نہیں کیونکہ مال غنیمت کی تقسیم آج کل باقاعدہ نہیں ہوتی لوگوں کے حقوق باقی رہ جاتے ہیں۔

---

(۱) ملک میں آجانے کی بہت سی صورتیں ہیں منجملہ ان کے یہ خود خرید کرے یا کوئی شخص اس کو بطور ہبہ کے دے دے یا بطور وراثت کے اس کو مل جائے ۱۲۔

(۲) نکاح کا مسئلہ یہ ہے کہ مہر واجب ہو سو اپنی لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے میں مہر واجب نہیں ہوتا ۱۲۔

اگر کسی آزاد مرد نے کسی دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا ہو اور وہ لونڈی کسی وجہ سے اس کی ملک میں آجائے تو فوراً ملک میں آتے ہی نکاح فاسد ہو جائے گا مگر خاص استراحت اس سے اب بھی جائز رہے گی۔

دسواں سبب

جمع:۔ جمع کے ہم نے دو مطلب رکھے ہیں، پہلا مطلب یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جو ایک دوسرے کی رشتہ دار ہوں اور ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک مرد فرض کر لی جائے تو اس کا نکاح دوسری کے ساتھ ناجائز ہو مگر ان میں علاقہ جزئیت کا نہ (۱) ہو جیسے دو بہنیں کہ اگر ان میں ایک مرد فرض کر لی جائے تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ ناجائز ہو گا کیونکہ بھائی کا نکاح بہن کے ساتھ حرام ہے یا خالہ بھانجیاں یا پھوپھی بھتیجیاں ہوں تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے خواہ اس طور پر جمع کرے کہ ایک ہی وقت میں ان دونوں سے نکاح کرے یا اس طور پر کہ ایک پہلے سے نکاح میں ہے اب دوسری سے نکاح کر لے اور اگر ایک کو طلاق دے چکا تھا اس کے بعد دوسری سے نکاح کیا تو اگر اس مطلقہ کی عدت نہیں گزری تو یہ بھی جمع سمجھا جائے گا اور ناجائز ہو گا، فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر دونوں کے ساتھ یک دم نکاح کیا ہے تو دونوں کا نکاح باطل ہو جائے گا اور، اگر ایک کے ساتھ پہلے کیا ہے اور اس کے بعد دوسرے کے ساتھ تو اگر اس کو یہ یاد نہ رہے کہ کس کے ساتھ پہلے نکاح ہوا تھا اور کس کے ساتھ بعد میں تو بھی دونوں کا نکاح باطل ہو جائے گا اور اگر یہ یاد رہے کہ فلاں کے ساتھ پہلے ہوا تھا اور فلاں کے ساتھ پیچھے تو پہلے والی کا نکاح صحیح رہے گا اور پیچھے والی کا نکاح باطل ہو جائے گا ہاں اگر دوسرے کے ساتھ خاص استراحت کر لی ہے تو جب تک اس دوسری کی عدت نہ گزرے پہلی کے ساتھ خاص استراحت جائز نہیں گو نکاح اس کا بدستور باقی ہے۔

اسی طرح اگر دو لونڈیوں میں باہم اسی قسم کا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک مرد فرض کی جائے تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ ناجائز ہو تو ان دونوں لونڈیوں کو خاص استراحت میں جمع کرنا جائز نہیں، یعنی یہ بات ناجائز ہے کہ اس سے بھی خاص استراحت کرے اور اس سے بھی

---

(۱) یہ قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر دونوں میں جزئیت کا تعلق ہو گا جیسے ماں بیٹیاں تو ان میں جمع کرنا کیا بلکہ ایک کے بعد بھی دوسرے سے نکاح کرنا جائز نہیں جیسا کہ اوپر بہت تفصیل سے یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے ۱۲۔

بلکہ اس کو چاہئے کہ ان دونوں میں سے ایک کو اپنے اوپر حرام سمجھ لے اور دوسرے کے ساتھ خاص استراحت کرے، اگر ان دو عورتوں میں جو باہم اسی قسم کا رشتہ رکھتی ہیں ایک لونڈی ہو ایک آزاد تو اس لونڈی کے مالک کو جائز نہیں کہ لونڈی سے خاص استراحت کرے اور اس کی اس رشتہ دار سے بھی جو آزاد ہے نکاح کر کے خاص استراحت کرے ہاں یہ جائز ہے کہ اس سے نکاح کرے اور بعد نکاح کے یا تو اس لونڈی ہی سے خاص استراحت کرے۔ یا اس کی اس آزاد رشتہ دار سے، آزاد بی بی کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا ناجائز ہے ہاں اگر آزاد بی بی کو طلاق دے چکا ہے اور اس کی عدت بھی گزر گئی ہے تو اب اگر کسی لونڈی سے نکاح کرے تو صحیح ہے، اور اگر عدت نہ بھی گزری ہو تو بھی ناجائز ہے گو طلاق بائن دے چکا ہو۔

دوسرا مطلب جمع کا یہ ہے:۔ کہ جس قدر نکاحوں کی شریعت نے اجازت دے دی ہے ان سے زیادہ نکاح کرنا شریعت نے آزاد مرد کو ایک وقت میں چار نکاح تک کی اجازت دی ہے او غلام کو ایک وقت میں دو نکاح کی اور آزاد مرد کے لئے لونڈیوں کے ساتھ خاص استراحت کرنے میں کوئی حد نہیں مقرر کی گئی جس قدر لونڈیاں چاہے رکھ سکتا ہے اگر کوئی شخص ایک ساتھ ہی چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرے تو سب کا نکاح باطل ہو جائے گا اور مگر کچھ عورتوں سے پہلے کر چکا ہے اور کچھ عورتوں سے اب کرتا ہے تو بعد والی عورتوں کا نکاح باطل ہو جائے گا، اگر کسی شخص کے نکاح میں چار عورتیں تھیں ان میں سے ایک کو اس نے طلاق دے دی تو جب تک اس کی عدت نہ گزرے پانچواں نکاح نہیں کر سکتا۔

گیارھواں سبب

تعلق حق غیر:۔ یعنی جس عورت کے ساتھ کسی دوسرے کا حق زوجیت متعلق ہو اس سے نکاح جائز نہیں، جو عورت کسی کے نکاح میں ہو یا اس کی عدت میں ہو، عدت خواہ طلاق کی ہو یا موت کی اس عورت سے غیر کا حق متعلق ہے اس سے نکاح جائز نہیں اسی وجہ سے حاملہ عورت سے نکاح ناجائز ہے مگر جس عورت کو زنا کا حمل ہو اس سے نکاح جائز ہے لیکن قبل وضع کے اس سے خاص استراحت کرنا ممنوع ہے ہاں اگر اس حاملہ زنا سے وہی شخص نکاح کرے جس نے زنا کی ہے تو اس کو قبل وضع حمل کے بھی خاص استراحت جائز ہے اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کا کسی

سے نکاح کرنا چاہئے اور خود اس لونڈی سے خاص استراحت کرتا رہا ہو تو اس پر واجب (۱) ہے کہ پہلے اس بات کا یقین حاصل کرے کہ اس لونڈی کو حمل تو نہیں ہے پھر اس کے بعد جس سے چاہے اس کا نکاح کردے، اگر کوئی شخص لونڈی مول لے تو اس پر واجب ہے کہ پہلے اس امر کا یقین حاصل کرلے کہ اس لونڈی کو حمل تو نہیں ہے، جب یہ یقین حاصل ہوجائے تو اس سے خاص استراحت کرلے۔ محرمات کا بیان ختم ہوگیا، ان کے علاوہ اور جس عورت سے چاہے نکاح کرلے صحیح ہوگا خواہ وہ زانیہ (۲) ہو اور خود اس نے اس کو زنا کرتے دیکھا ہو یا محرمہ ہو (۳)۔

محرمات کا بیان:۔ قرآن مجید میں بھی بہت تفصیل کے ساتھ ہے چنانچہ وہ آیت ہم اس مقام پر لکھتے ہیں۔ **ولا تنكحوا ما نكح اباء كم من النساء الا ما قد سلف انه كان فاحشة ومقتاً وساء سبيلاً. حرمت عليكم امهٰتكم وبنٰتكم واخواتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت وامهٰتكم الّٰتى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وامّهٰت نسائكم وربا ئبكم الّٰتى فى حجوركم من نسائكم الّٰتى دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم وحلائل ابنائكم الذين من اصلابكم وان تجمعوا بين الا ختين الا ماقد سلف ان الله كان غفوراً رحيماً والمحصنٰت من النساء الا ما ملكت ايمانكم كتب الله عليكم واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مصافحين .**

ترجمہ:۔ نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کرچکے ہوں مگر جو کچھ (اب تک) ہوچکا ہے وہ (معاف ہے) بے شک یہ برا اور ناپسند کام ہے اور برا طریقہ ہے اور تم پر حرام کردی گئیں تمہاری ماں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی اور وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریکی بہنیں اور تمہاری بی بیوں کی مائیں اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری حمایت

(۱) جس شخص کے ساتھ نکاح ہو اس کو بھی مستحب ہے کہ جب تک اس امر کا یقین نہ ہوجائے کہ اس کو حمل نہیں ہے اس وقت تک اس سے خاص استراحت نہ کرے اور حمل نہ ہونے کا یقین حیض کے آنے سے ہوجاتا ہے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا ۱۲۔

(۲) امام شافعی کے نزدیک زانیہ سے نکاح ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لاینکحها الازان اومشرک.** یعنی زانیہ سے نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک حنفیہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہوگیا اور اب اس آیت پر عمل ہے **فانكحوا ماطاب لكم من النساء** یعنی جو عورتیں تم کو اچھی لگیں ان سے نکاح کرلو۔

(۳) محرمہ یعنی جو عورت احرام باندھے ہوئے ہو اس کے ساتھ نکاح تو جائز ہے مگر خاص استراحت مکروہ تحریمی ہے ۱۲۔

میں ہوں تمہاری ان بی بیوں کے (شکم) سے جن سے تم نے خاص استراحت کی ہے(۱) پس اگر تم نے ان سے خاص استراحت نہ کی ہو تو تم پر ان سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں اور تمہاری ان بیٹیوں کی بیٹیاں جو تمہارے پشت سے ہوں اور یہ بھی حرام کر دیا گیا کہ تم دو بہنوں کے درمیان میں جمع کرو مگر جو (اب تک) ہو چکا (وہ معاف ہے) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور شوہر والی عورت (بھی تم پر حرام ہے) مگر وہ عورتیں جو (جہاد سے) تمہارے قبضہ میں آئی ہوں (گو شوہر والی ہوں تب بھی حرام نہیں اور مذکورہ بالا عورتوں کی حرمت) تم پر اللہ کی طرف سے فرض کی ہوئی ہے۔ اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں (بشرطیکہ) تم اپنے مال (یعنی مہر) کے بدلے میں ان سے نکاح کرنا چاہو اور نہ ان کو (ہمیشہ کے لئے) قید میں رکھنے کا ارادہ کرو نہ مستی نکالنے کا، اس آیت کریمہ میں پانچ سبب حرمت نکاح کے ذکر فرمائے ہیں، نسبی (۲) رشتہ، دودھ کا رشتہ (۳)، سسرالی رشتہ۔ (۴)

تعلق حق غیر، (۵) اور تین سبب دوسرے مقامات پر ذکر فرمائے ہیں مثلاً اختلاف مذہب کو

---

(۱) مراد اس سے اپنی بی بی کی لڑکی ہے جو پہلے شوہر سے ہو اور چونکہ اکثر وہ صغیر السن ہوتی ہیں اور دوسرا شوہر ان کی پرورش کرتا ہے اس لئے پرورش کردہ فرمایا، یہ مقصود نہیں ہے کہ اگر پرورش کردہ نہ ہوں تو ان سے نکاح حلال ہے۔
ع۔ سب سے پہلے سسرالی رشتہ کی ایک صورت ذکر فرمائی کیوں کہ اس صورت میں حرمت بہت سخت ہے تمام آسمانی شریعتیں اس کی حرمت پر متفق ہیں اس کے بعد اور صورتوں کا ذکر فرمایا ہے اس کے بعد دودھ کے رشتہ کا اس کے بعد سسرالی رشتہ کا اس کے بعد سسرالی رشتہ کی باقی صورتوں کا اس کے بعد جمع کا اس کے بعد تعلق حق غیر کا۔
(۲) نسبی رشتہ کا بیان امھتکم سے بنت الاخت تک جس میں سات قسم کے لوگ ذکر فرمائے ہیں، مائیں بیٹیاں بہنیں پھوپھیاں خالائیں بھائی کی بیٹیاں بہن کی بیٹیاں، ماؤں سے مراد عام ہے خواہ اپنی ماں ہو یا اپنے باپ کی ماں یا اپنی ماں کی ماں ہو غرض اصول اس میں داخل ہیں، بیٹیوں کا لفظ بھی اسی طرح عام ہے اپنی بیٹیاں ہوں یا اپنی اولاد کی بیٹیاں ہوں سب اس میں آ گئیں، بھائی بہن کی بیٹیوں میں بھی اسی طرح تعمیم ہے خواہ وہ انہیں کی بیٹیاں ہوں یا ان کی اولاد کی، حاصل یہ کہ نسب کے چاروں حرام رشتوں کا ذکر اس آیت میں آ گیا، اصول کا بھی فروع کا بھی ماں باپ کے فروع کا بھی ماں باپ کے اصول کے فروع کا بھی ۱۲۔
(۳) دودھ کے اگرچہ صرف دو ہی رشتوں کا ذکر کیا ہے یعنی رضاعی بہن کا مگر دودھ پلانے والی کو ماں کہہ کر اس بات کی طرف صریح اشارہ کر دیا کہ دودھ کا رشتہ بھی نسب کی طرح سمجھو۔ نسب کی ساری صورتیں یہاں بھی جاری کرو اس اشارہ کو احادیث میں بہت وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔
(۴) سسرالی رشتہ کا بیان امھت نساء کم سے اصلابکم تک ہے سسرال کے بھی چاروں حرام رشتوں کا ذکر اس آیت میں آ گیا ہے اپنے اصول کی منکوحات کو لاتنکحو میں بیان فرمایا اور اپنی عورتوں کی ماؤں میں منکوحات کے اصول کو بیان کیا اس کے بعد اپنی بی بیوں کی فروع کا بھی ذکر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ بی بی کے فروع سے نکاح اسی وقت حرام ہوتا ہے جب اس بی بی سے خاص استراحت کی نوبت آ گئی ہو اس کے بعد پھر اپنی فروع کی منکوحات کا ذکر فرمایا ہے ۱۲۔
(۵) تعلق حق غیر کو والمحصنت کے لفظ میں بیان فرما دیا ۱۲۔

اس آیت میں لا تنکحوا المشرکات حتیٰ یومن [۱] اور اتحاد نوع کو قوم لوط [۲]۔ علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں اور طلاق کو اس آیت میں فلا تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ ' (۳) یہ کل آٹھ سبب ہوئے باقی رہے تین سبب یعنی لعان، (۴) ملک کے اختلاف جنس ان کا بیان قرآن مجید میں نہیں ہے۔

ولی کا بیان

نکاح کے صحیح ہونے کی تیسری شرط یہ تھی کہ نابالغ اور مجنون اور غلام کا نکاح بغیر ان کے اولیا کی اجازت کے صحیح نہیں لہذا اب ہم یہاں ولی کے احکام بیان کرتے ہیں پہلے یہ بات بیان کرتے ہیں کہ کون کون لوگ ولی ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد یہ بیان کریں گے کہ ان کے کیا اختیارات ہیں، غلام کا ولی تو اس کا مالک ہے اور آزاد آدمی کا ولی اس کا وہ رشتہ دار ہے جو عصبہ (۵) بنفسہ ہو، اگر کئی عصبات بنفسہ ہوں تو ان میں مقدم وہ ہے جو وراثت (۶) میں مقدم ہو اگر عصبیات بنفسہ میں کوئی نہ ہو تو ماں کو ولایت حاصل ہوگی پھر دادی پھر بیٹی کو پھر پوتی کو پھر نواسی کی بیٹی کو

---

(۱) اور (اے مسلمانوں) تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں ۱۲۔

(۲) قوم لوط علیہ السلام کے قصہ میں مردوں کے باہم اجتماع کی ممانعت مذکور ہے اور یہ بھی ہے کہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لئے بنادیا ہے پس معلوم ہوا کہ مردوں کا آپس میں اجتماع اور اسی طرح عورتوں کا اجتماع حرام ہے یہی مطلب اتحاد نوع کے حرام ہونے کا ہے ۱۲۔

(۳) ترجمہ پس وہ عورت اس طلاق دینے والے کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے ۱۲۔

(۴) لعان اور ملک کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا لعان کی ہوئی عورت سے پھر نکاح کرنے کو حیادار آدمی کی طبیعت خود مکروہ سمجھتی ہے اسی طرح آزاد عورت اپنے غلام کے ساتھ نکاح کرے یونہی معیوب سمجھتی ہے رہ گیا اختلاف جنس تو وہ ایک شاذ نادر چیز ہے اس کا حکم بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ۱۲۔

(۵) رشتہ داروں کی تین قسمیں ہیں اصحاب فرائض جن کا قصہ مفصلاً قرآن مجید میں بیان ہوا ہے، عصبیات جن کا قصہ قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے اوان کا رشتہ کسی عورت کے توسط سے نہ ہو، ذوی الارحام وہ اعزا ہیں جن کا رشتہ کسی عورت کی توسط سے ہو جیسے خالہ کہ اس کا رشتہ ماں کے توسط سے ہے اور نواسہ کہ اس کا رشتہ بیٹی کے توسط سے عصبات کی تین قسمیں ہیں عصبہ بنفسہ بغیرہ عصبہ مع غیرہ عصبہ بنفسہ جس کا ذکر آیۃ میں ہے اس عصبہ کو کہتے ہیں جو مذکر ہو عصبہ بنفسہ چار قسم کے لوگ ہیں اپنے مذکر فروع یعنی بیٹے پوتے پروتے وغیرہ اپنے مذکر اصول باپ دادا پر دادا وغیرہ اپنے باپ کے مذکر فروع یعنی بھائی اور بھائی کی اولاد وغیرہ اپنے دادا کی مذکر فروع یعنی چچا اور چچا کی اولاد وغیرہ ۱۲۔

(۶)۔ وراثت میں سب سے مقدم اپنے مذکر فروع ہیں اس کے بعد اپنے اصول اس کے بعد باپ کے فروع اس کے بعد اس کے دادا کے فروع پھر قریب بہ نسبت بعید کے مقدم ہے بیٹا بھی ہو پوتا بھی ہو تو بیٹا مقدم ہے یا باپ بھی ہو دادا بھی ہو تو باپ مقدم ہے بھائی بھی ہو بھائی کی اولاد بھی ہو تو بھائی مقدم ہے یا چچا بھی ہو چچا کی اولاد بھی ہو تو چچا مقدم ہے ۱۲۔

وعلیٰ ہٰذا اور اگر عصبات بھی نہ ہوں اور ماں دادی بھی نہ ہوں اور پوتیاں نواسیاں وغیرہ بھی نہ ہوں تو نانا کی ولایت حاصل ہوگی پھر حقیقی بہن کو پھر علاتی بہن کو پھر اخیافی بہن کو پھر ان تینوں کی اولاد کو اسی ترتیب عہ سے اور اگر یہ کوئی نہ ہوں تو ذوی الارحام کو ولایت حاصل ہوگی ذوی الارحام میں سب سے پہلے پھوپھیاں ولی ہوں گی ان کے بعد ماموں ان کے بعد خالائیں ان کے بعد چچا کی بیٹیاں پھر اسی ترتیب سہ سے ان کی اولاد، اگر رشتہ دار کوئی نہ ہو نہ عصبہ نہ غیر عصبہ تو مولیٰ الموالات للعہ کو حق ولایت حاصل ہوگا، اگر وہ بھی نہ ہو تو بادشاہ وقت ولی ہے بشرطیکہ مسلمان ہو، بادشاہ وقت کا نائب بھی نکاح کا ولی ہوسکتا ہے، بشرطیکہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہو، کسی کافر کو کسی مسلمان کی ولایت کا حق حاصل نہیں ہوسکتا گو وہ اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اسی طرح مسلمان کو بھی کافر کی ولایت حاصل نہیں ہوسکتی گو وہ اس کا رشتہ دار ہو ہاں اگر کوئی کافر لونڈی کسی مسلمان کی ملک میں ہو تو اس مسلمان کو اس لونڈی پر ولایت حاصل ہے، کوئی غلام کسی آزاد کا ولی نہیں ہوسکتا گو اس کا رشتہ دار ہوں، کوئی بے عقل یعنی مجنون کسی دوسرے کا ولی نہیں ہوسکتا گو وہ باہم رشتہ دار ہو، یہاں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر جنون مطبق صہ ہے تو اس کی ولایت بالکل صحیح نہیں اور اگر جنون غیر مطبق ہے تو ہوش کے زمانہ میں اس کو ولایت حاصل رہے گی حتیٰ کہ اگر کہیں سے پیغام نکاح آئے اور دوسری طرف کے لوگ اس قدر انتظار کریں کہ اس مجنون ولی کو ہوش آجائے تو اس کے ہوش آنے کا انتظار کیا جائے گا اور اگر وہ اسے نہ مانیں تو بغیر انتظار کے نکاح کر دیا جائے گا بشرطیکہ یہ ولی لڑکی کا ہو اور جہاں سے پیغام آیا ہے وہ اس کے کفو ہوں ے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۳۸) کوئی نابالغ کسی دوسے کا ولی نہیں ہوسکتا گو وہ ایک دوسرے کے رشتہ دار ہوں، وصی نکاح کا ولی نہیں ہوسکتا اگرچہ وصیت کرنے والے نے اس کو نکاح کا اختیار بھی دے دیا ہو۔

ان لوگوں کا بیان ختم ہوا جو ولی ہوسکتے ہیں، اب ولی کے اختیارات بیان کئے جاتے ہیں

عہ۔ یعنی اخیر سلسلہ تک بیٹے کی اولاد بہ نسبت بیٹی کی اولاد کے ایک درجہ مقدم رہے گی۔

عہ۔ یعنی حقیقی بہن کی اولاد علاتی بہن کی اولاد سے مقدم ہے اور علاتی بہن کی اولاد اخیافی بہن سے مقدم ہے۔

سہ۔ یعنی اگر پھوپھی ماں خالائیں چچا کی بیٹیاں نہ ہوں بلکہ ان کی اولاد ہو پہلے پھوپھی کی بیٹیاں ولی ہوں گی وہ نہ ہوں تو ماموں کی بیٹیاں وہ نہ ہوں تو خالہ کی بیٹیاں، وہ نہ ہوں تو چچا کی بیٹیوں کی بیٹیاں ۱۲۔

للعہ مولی الموالاۃ وہ شخص ہے جس سے اس بچہ کے اس بات کا معاہدہ لے لیا ہو کہ اگر میں کوئی خیانت کروں گا تو اس کا تاوان تم کو دینا ہوگا اور جو مال چھوڑ جاؤں گا تو تم کو میری میراث ملے گی۔

صہ۔ جنون مطبق وہ ہے جو کم از کم ایک مہینہ تک رہے ۱۲۔

ے۔ وجہ یہ ہے کہ کفو بہت وقت سے دریافت ہوتے ہیں معلوم نہیں پھر دستیاب ہو یا نہ ہو ۱۲۔

وصی اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے لئے کچھ وصیت کی جائے۔

ولی کو اختیار ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کر دے اور باپ دادا کو یہاں تک اختیار حاصل ہے کہ چاہے (۱) صریحی نقصان کے ساتھ نکاح کر دیں اور چاہے کسی غیر کفو کے ساتھ کر دے، باپ اور دادا کے سوا اگر اور کوئی ولی لڑکی کا نکاح غیر کفو کے ساتھ کر دے گا تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا خواہ لڑکے کا نکاح ہو یا لڑکی کا۔

ولی کو بالغ لڑکے یا لڑکی کے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے خواہ لڑکی کنواری (۲) ہو یا نہیں اور خواہ ولی باپ دادا ہو یا کوئی اور عزیز، ہاں مستحب ہے کہ بالغ لڑکی اپنے نکاح کا معاملہ اپنے ولی کے سپرد کر دے مگر درحقیت یہ ایک قسم کی وکالت ہو جائے گی، نہ ولایت، مجنون اور معتوہ (۳) اگرچہ بالغ ہوں مگر ان کے بہ جبر نکاہ کر دینے کا حق ولی کو حاصل ہے اسی طرح لونڈی غلام اگرچہ بالغ ہوں تو ان کے مالک کو بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار ہے۔

بالغ مرد و عورت اگر بغیر (۴) اجازت اور رضامندی ولی کے اگر اپنا نکاح کر لیں تو صحیح ہو جائے گا، لیکن عورت اگر غیر کفو کے ساتھ اپنا نکاح غیر رضامندی ولی کے کرے تو درست نہ ہوگا، گو بعد نکاح کے وہ ولی رضامند ہو جائے۔

اگر کوئی عورت بغیر رضامندی ولی کے مہر مثل سے کم پر اپنا نکاح کسی کے ساتھ کر لے تو ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے وہ اس نکاح کو قاضی کے ذریعہ فسخ کرا سکتا ہے اور اگر مہر کی کمی پوری کر دی جائے تو پھر اس کو فسخ کرانے کا حق نہیں ہے۔

اگر کسی عورت کے کئی ولی ہوں اور سب ذریعہ (۵) مساوی ہوں تو ان میں سے بعض کا راضی ہونا مثل کل کے ہو جانے کے ہے اور اگر وہ سب ولی درجہ میں مساوی نہیں ہیں بلکہ کوئی قریب ہے اور کوئی بعید تو بعید کے راضی ہو جانے سے قریب کا راضی ہو جانا لازم نہیں آتا، قریب کو اعتراض کا حق حاصل رہے گا۔

---

(۱)۔ صریحی نقصان سے مراد مہر میں سخت دھوکا کھا جانا مثلاً لڑکے کا ولی ہے تو اس کا نقصان یہ ہے کہ زیادہ مہر بندھ جائے لڑکی کے ولی کا نقصان اس میں ہے کہ کم مہر بندھ جائے اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ یہی مذہب صحیح ہے متاخرین کا اسی پر فتویٰ ہے حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے اسی کو روایت کیا ہے۔

(۲)۔ اس مسئلہ میں امام شافعی مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو عورت کنواری نہ ہو گو وہ نابالغ ہو ولی کو اس کے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے اور جو عورت کنواری ہو اس کے بجبر نکاح کر دینے کا اختیار ہے گو وہ بالغ ہو چکی ہو۔

(۳)۔ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل میں فتور آ گیا ہو، بالکل مسلوب العقل نہ ہو ۱۲۔

(۴)۔ ولی کے بغیر رضامندی نکاح کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ولی کو خبر ہی نہ کی جائے جس سے اس کی رضامندی کا حال معلوم ہو دوسرے یہ کہ اس کو کی جائے مگر وہ سکوت کرے یا کہہ دے کہ میں راضی نہیں ہوں ۱۲۔ (بحر الرائق)

(۵)۔ درجہ میں مساوی ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس کے ولی اس کے لڑکے ہوں اور وہ کئی ہوں ۱۲۔

ولی کا سکوت کر لینا اس کی رضامندی کی دلیل نہیں ہو سکتا لیکن اگر کوئی فعل اس قسم کا اس سے صادر ہو جس سے رضامندی سمجھی جاتی ہے تو وہ فعل رضامندی کی دلیل ہو سکتا ہے، مثلاً ولی نے زرمہر پر قبضہ کر لیا یا سامان جہیز لے لیا، ہاں اگر ولی اتنے زمانہ تک سکوت کئے رہے کہ اس عورت کے بچہ ہو جائے تو اب اس کا سکوت رضامندی کے حکم میں ہوگا اور اب اس کو کسی طرح اعتراض کا حق باقی نہ رہے گا نابالغ کو بعد بلوغ[1] کے اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے جو بحالت نابالغی اس کے ولی نے کیا ہے یا ولی کی اجازت سے اس نے کیا ہے اگر باہم زوجین میں خاص استراحت کی بھی نوبت آ چکی ہو مگر باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا نکاح بحالت جنون اس کے ولی نے کر دیا ہو تو بعد ہوش آ جانے کے وہ اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے مگر باپ دادا کے یا اپنے بیٹے کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ نہیں کر سکتا اس نکاح کے فسخ ہو جانے کی دو شرطیں ہیں (۱) یہ کہ قاضی کے ذریعہ سے فسخ کرایا جائے۔ (۲) یہ کہ اگر اس نابالغ مرد یا عورت کو نکاح کا علم پہلے سے ہے تو جس وقت بالغ ہو یعنی جس وقت اپنے بلوغ کا علم حاصل ہو معاً اسی وقت نکاح سے اپنی نارضامندی ظاہر کر دے اور پہلے سے علم نہ تھا تو جس وقت علم حاصل ہو فوراً اسی وقت اپنی ناراضی کا اظہار کر دے اگر بلوغ کے بعد یا نکاح کا علم حاصل ہونے کے بعد باکرہ عورت تھوڑی دیر بھی سکوت کر جائے باوجودیکہ بولنے کا اختیار[2] رکھتی ہو تو اس کو فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا خواہ اس کو یہ مسئلہ معلوم ہو یا نہیں کہ میرے سکوت سے میرا اختیار باطل ہو جائی گا۔ (درمختار۔ ردالمحتار۔ ج ۲ ص ۳۳۶)

نابالغ لڑکے او ثیبہ عورت کا اختیار البتہ اس کے سکوت سے باطل نہ ہوگا تاوقتیکہ صریح رضامندی[3] اپنی نہ ظاہر کر دے یا کوئی فعل ایسا کرے جس سے رضامندی سمجھی جائے۔

---

(۱)۔ اگر کوئی شخص بالغ ہو گیا مگر اس کو اپنے بلوغ کا علم حاصل نہیں ہوا تو اس کو جب علم ہو اسی وقت انکار کرنا چاہئے مرد کو اپنے بلوغ کا علم اس طرح حاصل ہوگا کہ اسکو احتلام ہوا اور وہ اپنے کپڑوں پر منی کا نشان دیکھے، عورت کو اس طرح کہ حیض آ جائے ۱۲۔

(۲)۔ پس اگر جس وقت اس کو خبر نکاح کی پہنچے یا بالغ ہوئی اور کسی نے اس کا منہ بند کر لیا تو اس حالت کا رضامندی کی دلیل نہیں ہو سکتا ۱۲۔

(۳)۔ مثلاً اپنا مہر طلب کرے یا نفقہ مانگے یا ہنس دے ۱۲۔

لونڈی[۱] کو بعد آزاد ہو جانے کے اپنے اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے جو لونڈی[۲] ہونے کی حالت میں اس کے مالک نے کر دیا تھا اور اس کو نکاح کے فسخ کرنے کے لئے قاضی کی ضرورت نہیں ہے اور جس مجلس میں وہ آزاد کی گئی ہو یا جس مجلس میں اس کو اپنے نکاح کا علم ہوا ہو اس مجلس کے آخر تک اس کو فسخ کرنے کا اختیار ہے اگر قبل مجلس بدلنے کے وہ کچھ دیر سکوت کئے رہے تو اس کا اختیار باطل نہ ہوگا، ہاں اگر مجلس بدل جائے اور وہ کچھ نہ کہے تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ اس مسئلہ سے واقف ہو کہ میرے اس قدر سکوت سے میرا اختیار باطل ہو جائے گا۔

ولی کو اختیار ہے کہ نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح خود اپنے ساتھ کر لے مگر بعد بالغ ہونے کے اس نابالغ کو اختیار فسخ کا بدستور باقی رہے گا، قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جس نابالغ کا وہ ولی ہو اس کا نکاح اپنے یا اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ کر دے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو۔ اگر کسی عورت کا نکاح اس کے ولی نے مثلاً زید کے ساتھ کر دیا اور دوسرے ولی نے مثلاً خالد کے ساتھ اسی عورت کا نکاح کر دیا پس اگر یہ دونوں ولی درجہ میں مساوی ہیں تو ان میں سے جس شخص نے پہلے نکاح کیا ہے اس کا صحیح ہو جائے گا ورا گر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کون پہلے ہوا اور کون پیچھے تو دونوں نکاح باطل ہو جائیں گے اور اگر دونوں ولی درجہ میں مساوی نہ ہوں تو ولی قریب نے جو نکاح کیا ہے وہ صحیح ہو جائے گا اور ولی بعید کا کیا ہوا نکاح باطل ہو جائے گا۔ ولی بعید کو بحالت نہ موجود ہونے ولی قریب کے لڑکی کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ ولی قریب ایسے مقام[۳] میں ہو کہ اگر اس کے آنے کا انتظار کیا جائے تو وہ نسبت نکاح کا قطع ہو جائے گی اور جہاں ٹھہری ہے وہ کفو ہو مثال کسی نابالغ لڑکی کا باپ سفر میں گیا اس کی غیبت میں کسی کفو کے یہاں سے اس لڑکی کے نکاح کا پیغام آیا تو اس لڑکی کا نکاح اس کا دادا کر سکتا ہے بشرطیکہ شوہر کی طرف کے لوگ اس کے باپ کے لوٹنے تک انتظار کرنے پر راضی نہ ہوں پھر جب باپ

---

[۱] لونڈی کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ غلام کو یہ اختیار نہیں کہ نکاح جو اس کے مالک نے کر دیا تھا اس کو وہ بعد آزاد ہونے کے فسخ کر سکے ۱۲۔

[۲] لونڈی کے لئے مسئلہ سے واقف نہ ہونا عذر ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کی خدمت میں مصروف رہتی ہے تحصیل علم کا اس کو موقعہ نہیں ملتا بخلاف آزاد عورت کے کہ اس کو تحصیل علم کا موقع ہر وقت حاصل ہے پس اس کے حق میں مسئلہ سے ناواقف ہونا عذر نہیں سمجھا گیا ۱۲۔

[۳] بعض فقہا نے سفر میں مدت قصر کا اعتبار کیا ہے بعض اگر وہ ایسا سفر ہو کہ اس میں قصر جائز ہے تو ولی بعید کو اختیار ہے ورنہ نہیں مگر یہ قول قوی نہیں ہے (شامی)

اس کالوٹ کر آ جائے گا تو وہ اس نکاح کو فسخ نہیں کرا سکتا۔

ولی قریب کی موجودگی میں اگر ولی بعید نکاح کر دے تو وہ نکاح اس ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کر دے گا تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جائے گا ولی قریب اگر نکاح کر دینے سے انکار کر دے تو ولی بعید نکاح کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

ولی اگر کسی بالغ عورت کا نکاح کرنا چاہے اور اس سے اجازت طلب کرے خواہ خود یا بذریعہ اپنے وکیل کے یا نکاح کرنا چاہے اور اس کی اس عورت کو خبر کرے تو اگر وہ عورت اپنی رضامندی ظاہر کر دے یا سکوت کر لے یا کوئی فعل ایسا کرے جو حسب رواج رضامندی کے منافی نہ ہو تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ[ع]

اگر کوئی مرد یا عورت کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دے یعنی اس کو اختیار دے دے کہ تو جس کے ساتھ چاہے میرا نکاح کر دے تو وہ وکیل جس کے ساتھ اس کا نکاح کر دے گا صحیح ہوگا مگر اس نکاح کے صحیح ہونے کی یہ شرط ہے کہ جس قدر مہر موکل نے کہہ دیا ہے اس کے خلاف نہ ہو اگر اس کے خلاف ہو جائے گا تو نکاح نہ ہوگا ہاں اگر موکل بعد میں اپنی رضامندی اس مہر سے ظاہر کر دے تو نکاح ہو جائے گا اگر وکیل نے موکل کے مقرر کئے ہوئے مہر کے خلاف پر نکاح کر دیا اور موکل کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی تو جس وقت یہ بات اس کو معلوم ہو جائے گی اور وہ اس سے راضی ہو جائے گا تو نکاح صحیح رہے گا اور اگر اس سے راضی نہ ہوگا تو نکاح باطل ہو جائے گا گو باہم خاص استراحت کی بھی نوبت آ گئی ہو، مثال (۱) کسی مرد نے کسی شخص کو وکیل کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کرنا وکیل نے دو ہزار پر نکاح کر دیا اور موکل کو اس امر کی اطلاع نہیں کی یہاں تک کہ زوجین میں خاص استراحت کی بھی نوبت آ گئی تو اب بھی اس مرد کو اختیار ہے چاہے نکاح کو قائم رکھے یا باطل کر دے وکیل کو اختیار نہیں ہے کہ یہ کہے کہ میں زیادتی اپنے پاس سے دے دوں گا۔ (۲) کسی عورت نے کسی کو اپنے نکاح کا وکیل کیا اور کہہ دیا کہ چار سو روپیہ مہر مقرر کرنا وکیل نے اس کا نکاح تین سو روپیہ مہر پر کر دیا اور اس عورت کو اطلاع نہیں کی یہاں تک کہ اس سے خاص استراحت کی بھی نوبت آ گئی تو اب بھی اس عورت کو اختیار ہے چاہے نکاح قائم رکھے چاہے باطل کر دے (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

ع۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ثیبہ عورت جب تک صریح اجازت نہ دے اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا مگر درحقیقت یہ بات رواج سے متعلق ہے جہاں کہیں یہ رواج ہو کہ ثیبہ عورتیں صریحی اجازت دیتی ہوں وہاں بغیر ان کے صریحی اجازت کے نہ ہوگا اور جہاں یہ رواج نہ ہو وہاں یہ قید نہیں ہے ۱۲۔

حاصل یہ ہے کہ وکیل اگر اپنے مؤکل کے حکم کے خلاف کرے مگر وہ بات موکل کے حق میں زیادہ مفید ہو یا خلاف بہت ہی خفیف ہو تو وہ نکاح قطعاً صحیح ہو جائے گا اور اگر وہ بات موکل کے حق میں مفید نہیں بلکہ مضر ہے تو یہ نکاح مؤکل کی اجازت پر موقوف رہے گا مثلاً کسی موکل نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ میرا نکاح بوڑھی یا اندھی عورت سے کردے وکیل نے آنکھ والی یا جوان عورت سے اس کا نکاح کر دیا یا مثلاً موکل مرد نے وکیل سے کہا تھا کہ پانچ سو روپیہ مہر پر میرا نکاح کردے وکیل نے چار سو روپیہ مہر پر کر دیا یا موکل عورت ہو اور وہ کہے کہ ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح کردے، وکیل دو ہزار مہر پر نکاح کردے تو یہ سب نکاح قطعاً صحیح ہو جائیں گے کیونکہ ان سب صورتوں میں وکیل کی مخالفت موکل کے حق میں مضر نہیں ہے (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۱) وکیل کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے موکل کا نکاح اپنے ساتھ کرلے، اگر کوئی فضولی کسی شخص کا نکاح کر دے اور بعد اس کے اس شخص کو خبر کرے جس کا نکاح کیا ہے پس اگر وہ راضی ہو جائے تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جائے گا، اگر فضولی کے مر جانے کے بعد نکاح سے رضامندی ظاہر کر دی جائے تب بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔

وکیل کو نکاح کر دینے کے بعد قبل اجازت کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے فضولی کو یہ اختیار نہیں ہے۔

مثال کسی وکیل نے اپنے موکل کا نکاح ایک بالغ عورت سے بغیر اس کی اجازت کے کر دیا تو اس وکیل کو اختیار ہے کہ قبل اس عورت کی اجازت کے اس نکاح کو فسخ کر دے اور اپنے موکل کا نکاح دوسری عورت سے کر دے بخلاف فضولی کے کہ وہ نکاح کر چکنے کے بعد خود فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا وکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے موکل کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ یا اس نابالغ لڑکی کے ساتھ کر دے جس کا وہ ولی ہے اور اگر ایسا کرے تو موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ راضی ہو جائے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا ورنہ باطل ہو جائے گا۔ (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۱)

مسئلہ:۔ ایک ہی شخص زوجین کی طرف سے ایجاب و قبول دونوں کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ دونوں[1] کا ولی ہو یا دونوں کا وکیل ہو یا ایک طرف سے وکیل ہو دوسری طرف سے ولی ہو یا ایک طرف سے وکیل ہو دوسری طرف سے ولی ہو یا ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے ولی

عہ۔ دونوں کے ولی ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایک اس کا بیٹا ہو اور ایک اس کی بھتیجی، دونوں کے وکیل ہونے کی صورت ظاہر ہے ایک طرف سے وکیل وہ ہو اور دوسری طرف کا ولی ہو مثلاً اس کا بیٹا ہو یا بھتیجا ایک طرف سے اصیل ہونے کی صورت یہ ہے کہ خود اپنے ساتھ اپنے چچا کی بیٹی یا موکلہ کا نکاح کر لے ۱۲۔

ہو یا ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے وکیل فضولی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ دونوں طرف سے خود ہی ایجاب وقبول کر لے۔

کفو کا بیان

نکاح کے صحیح ہونے کی چوتھی شرط یہ ہے کہ عورت اگر غیر کفو سے نکاح کرے تو ولی کی رضا مندی شرط ہے کفو کی تعریف تو ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اب چند مسائل اس کے یہاں درج کرتے ہیں۔

(۱) کفو ہونے کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہے یعنی مرد عورت کا کفو ہونا چاہئے عورت اگر مرد کی کفو نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔

(۲) کفایت کا اعتبار صرف ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر کوئی مرد نکاح کے ہوتے وقت کفو تھا مگر بعد نکاح کی کفایت جاتی رہی مثلاً پہلے پرہیزگار تھا اب بدکار ہو گیا تو یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔

(۳) اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کسی غیر عہ کفو کے ساتھ کر لیا مگر نکاح کرتے وقت یہ نہ معلوم تھا کہ وہ کفو نہیں ہے بعد نکاح کے معلوم ہوا تو اس عورت کے ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں بشرطیکہ یہ نکاح بغیر ان کی اجازت کے ہوا ہو اور اگر اس عورت کا نکاح انہیں اولیا نے کیا ہے تو پھر ان کو بھی فسخ کرانے کا اختیار نہیں، ہاں اگر نکاح کرتے وقت اس عورت نے یا اس کے اولیا نے مرد سے اس بات کی شرط کر لی ہو کہ ہم تیرے ساتھ اسی شرط پر نکاح کرتے ہیں کہ تو کفو ہے یا اس مرد نے ان لوگوں سے کہا ہو کہ میں تمہارا کفو ہوں اور انہوں نے اس کے کہنے پر اعتبار کر کے نکاح کر دیا ہو تو اب اگر بعد نکاح کے معلوم ہوگا کہ وہ مرد کفو نہیں تو اس عورت کو یا اس کے اولیا کو نکاح فسخ کر دینے کا اختیار ہے۔

(۴) کفو ہونے کے لئے صرف انہیں چھ چیزوں میں برابری شرط ہے جن کا ذکر ہم مقدمہ

عہ۔ اس کلیہ کے خلاف ایک جزئیہ علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی حجام کسی مجہول النسب عورت سے نکاح کرے اور بعد اس نکاح کے کوئی قریشی اس کا دعویٰ کرنے کہ یہ لڑکی میری ہے اور اس کو ثابت کر دے تو اب قریشی کو اختیار ہے کہ اس عورت کا نکاح اس حجام سے فسخ کرا دے مگر در اصل یہ جزئیہ اس کے خلاف نہیں بلکہ یہ جداگانہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت کفو ہونا معلوم ہی نہ تھا اب معلوم ہوا ہے اور ایسی حالت میں ولی کو اختیار فسخ نکاح کا ہے بشرطیکہ اس کی بے اجازت نکاح ہوا ہو ۱۲۔

میں کر چکے ہیں ان کے علاوہ اور کسی بات پر برابری[1] شرط نہیں نہ عقل میں برابر ہونا شرط ہے نہ عمر میں برابر ہونا شرط ہے نہ حسن و جمال میں نہ عیوب سے سالم ہونے میں۔

اگر کوئی شخص خود مالدار نہ ہو مگر اس کے ماں باپ مالدار ہوں اور اس کی خرچ کی کفالت کرتے ہوں تو وہ شخص مالدار سمجھا جائے گا اس کے کفو ہونے میں کسی طرح کا نقصان نہ ہوگا، مقدمہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ غیر عربی[2] النسل عربی النسل کا کفو نہیں ہوسکتا اس سے ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ اگر غیر عربی النسل علم دین کا عالم ہو تو وہ عربی النسل بلکہ خاص قریشی عورت کا جو علم سے بے بہرہ ہو کفو ہو جائے گا۔ (ردالمختار جلد۳ صفحہ ۳۵۰)

نکاح کی چار شرطوں کا بیان ہو چکا اب تین شرطیں اور باقی ہیں مگر پانچویں اور ساتویں شرط بالکل صاف ہے اس کی شرح کرنے کی حاجت نہیں، اب ہم چھٹی شرط کا ذکر کرتے ہیں۔

مہر کا بیان

ہم لکھ چکے ہیں کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ یہ نیت نہ ہو کہ مہر دیا ہی نہ جائے گا۔ اس شرط کو اور لوگوں نے ذکر نہیں کیا، بعض نے اس شرط کے خلاف لکھا ہے۔[3]

---

(۱)۔ بعض لوگوں نے ان کے علاوہ اور باتیں بھی لکھی ہیں جن میں برابری ہونا چاہئے مثلاً فتاویٰ حامدیہ میں ہے کہ مرد کا خاص استراحت پر قادر نہ ہونا بھی کفالت کی شرط ہے اگر باپ دادا کے علاوہ کوئی ولی عورت کا نکاح کسی عنین کے ساتھ باوجو علم کے کردے تو یہ نکاح صحیح نہ ہوگا یا مثلاً فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ عقل میں برابری شرط ہے یا نہیں مگر یہ اقوال ضعیف ہیں ۱۲۔

(۲)۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ غیر عربی النسل قریشی عورت کا کفو نہیں ہوسکتا گو کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو، علامہ شامیؒ اس قول کو رد کر کے لکھتے ہیں کہ کون کہے گا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام حسن بصری جو عربی النسل نہیں ہیں ایک عربی النسل جاہل عورت کے کفو نہیں ہیں ۱۲۔

(۳)۔ اکثر فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مہر نہ دینے کی شرط کرے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اور شوہر کے ذمہ مہر مثل واجب ہو جائے گا مگر اس کی دلیل کوئی نہیں بیان کرتے اور جو بیان کرتے ہیں اس سے ثابت نہیں ہوتی مثلاً یہ آیت پیش کرتے ہیں **لا جناح علیکم ان طلقتم النسآء ما لم تمسو هن او تفرضوهن فریضة** یعنی تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اپنی بیبیوں کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ ان سے خاص استراحت کرو یا ان کا مہر مقرر کرو اس آیت سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مہر مقرر کئے ہوئے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ مہر کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مہر کے نہ دینے کی نیت ہو تب بھی نکاح صحیح ہو جائے گا اور یہ بات دوسری آیت سے ثابت نہیں ہے کہ مہر کا ہونا نکاح کے لئے نہایت ضروری ہے پس جب اس کے نہ دینے کی نیت ہوگی تو نکاح کیسے صحیح ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان تبتغوا باموالکم محصنین**. بشرطیکہ تم اپنے مال کے بدلہ میں نکاح کرنا چاہو ۱۲۔

مہر کا ذکر کرنا نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اگر مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

مہر میں دو باتیں شرط ہیں (۱) یہ کہ وہ از قسم مال[۱] ہو پس اگر کوئی شخص کسی لونڈی سے نکاح کرے اور اس کا مہر اس کی آزادی کو قرار دے تو صحیح نہیں یعنی یہ آزادی مہر نہ ہوگی کیونکہ آزادی از قسم مال نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص سور یا شراب کو مہر قرار دے تب بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں شریعت میں مال نہیں سمجھی گئی ہیں۔

وہ منافع جن کے معاوضہ میں اجرت لینا جائز ہے از قسم مال سمجھے جائیں گے اور ان کا مہر قرار دینا صحیح ہوگا پس اگر کوئی شخص اپنی بی بی کا مہر اپنے گھوڑے کی سواری یا اپنے ملازم کی خدمت یا اپنے گھر کی سکونت کو قرار دے تو صحیح ہے کیونکہ ان چیزوں کے مقابلہ میں اجرت لینا جائز ہے لیکن اگر شوہر خود اپنی خدمت کو مہر قرار دے، مثلاً یہ کہے کہ میں سال بھر تک تیرا پانی بھر دیا کروں گا تو درست نہیں کیونکہ اس میں شوہر کی اہانت ہے، ہاں اگر کوئی ایسی خدمت ہو جو باعث ذلت نہ ہو جیسے بکریوں کا چرا دینا یا کاشت[۲] کر دینا تو درست ہے اسی طرح اگر شوہر اپنی زوجہ کے مالک یا ولی کی خدمت کر دینے کو مہر قرار دے تب بھی درست ہے بشرطیکہ[۳] زوجہ راضی ہو جائے اور وہ عورت اگر چاہے تو اپنے ولی سے اس خدمت کی قیمت لے سکتی ہے ہاں لونڈی اپنے مالک سے نہیں لے سکتی کیونکہ لونڈی کے مال کا مالک اس کا آقا ہے بخلاف آزاد عورت کے کہ اس کے مال کا مالک اس کا ولی نہیں ہے۔

---

(۱)۔ شافعیہ اس کے خلاف ہیں ان کے نزدیک از قسم مال ہونا ضروری نہیں البتہ ہماری دلیل یہی آیت ہے ان تبتغوا باموالکم اللہ تعالیٰ نے مال کی مخصوص کر دی ہے ۱۲۔

(۲)۔ بکریوں کا چرانا ذلیل کام نہیں ورنہ حضور ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہرگز نہ چراتے ۱۲۔

(۳)۔ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا تو یہی مہر مقرر کیا تھا کہ تم میری بکریاں آٹھ برس تک چرا دو اس قصہ کا حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے اور پھر اس کے بعد کوئی ذکر اس امر کا نہیں ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہے لہذا اس پر عمل باقی ہے بعض لوگوں نے اس قصہ سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اگر خود بی بی کی خدمت کو مہر قرار دے دے تب بھی درست ہے حالانکہ یہ بات اس قصہ سے ثابت نہیں ہوتی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو خدمت کی تو اپنی بی بی کے باپ کی کہ نہ کہ اپنی بی بی کی ۱۲۔

اگر کوئی شخص تعلیم قرآن کو مہر قرار دے تو جائز نہیں کیونکہ تعلیم قرآن [1] ان منافع میں نہیں ہے جس کے مقابلہ میں اجرت لینا جائز ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مہر کم سے کم دس درہم چاندی کی قیمت [2] کا ہو خواہ چاندی سونے کی قسم سے ہو یا اور کوئی چیز ہو جس کی قیمت دس درہم کی برابر ہو پس اگر کوئی شخص دس درہم سے کم مہر باندھے تو صحیح نہیں دس درہم اس کے ذمہ واجب ہو جائیں گے اگر کسی شخص نے مہر میں کوئی چیز ایسی مقرر کر دے جس کی قیمت اس وقت دس درہم کی تھی مگر اس کے بعد وہ چیز ارزاں ہو گئی یہاں تک کہ جب اس نے اپنی بی بی کو وہ چیز دی اس وقت اسکی قیمت آٹھ درہم کی تھی تو کچھ حرج نہیں اس کے ذمہ اسی چیز کا دے دینا واجب ہے مثال کسی شخص نے دو گز کپڑے پر مہر باندھا جس وقت نکاح ہوا اس وقت تو اس کپڑے کی قیمت فی گز پانچ درہم تھی مگر بعد نکاح کے وہ کپڑا ارزاں ہو گیا یعنی جس وقت اس نے اپنی بی بی کو وہ کپڑا دیا تو اس کی قیمت فی گز چار درہم تھی تو اس صورت میں شوہر کو اس کپڑے سے زیادہ دینے کی ضرورت نہیں زیادہ مہر کی کوئی حد شریعت نے مقرر نہیں فرمائی جس قدر دینے کی جس شخص میں استطاعت ہو اس قدر مہر باندھ سکتا ہے مگر مناسب یہ ہے کہ بنظر اتباع سنت نبی ﷺ کی ازواج طاہرات و بنات طیبات کے مہروں میں سے

....

(۱)۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا درست ہے اس لئے کہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت نے ایک شخص کا نکاح کیا اور فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے اس نے عرض کیا کہ کچھ نہیں آپ نے فرمایا کہ کوئی لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش کر کے لا۔ اس نے تلاش کی مگر وہ بھی نہ نکلی تو آپ نے فرمایا کہ جس قدر قرآن تیرے پاس ہے یعنی تجھے یاد ہے اس کے عوض میں میں نے تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں بما معک من القرآن ترجمہ جس قدر قرآن تیرے پاس ہے اس کے عوض میں صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس قدر قرآن تیرے پاس ہے اس کی وجہ سے تیرے ساتھ نکاح کر دیا یعنی چونکہ یہ بزرگی تجھ کو حاصل ہے اگرچہ اس وقت مال دنیاوی تیرے پاس نہیں ہے اس سبب سے میں نے تیرے ساتھ نکاح کر دیا اور مہر کا ذکر تو آپ نے اس وجہ سے نہیں کیا جب اس کے پاس ہوگا دس درہم دے دیگا آپ نے کر فرمایا مگر راوی نے نقل نہیں کیا بعض متاخرین حنفیہ نے بھی اس بنا پر کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا ان کے نزدیک بضرورت جائز ہے تعلیم قرآن کو عند الضرورت مہر قرار دینا بھی جائز کر دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کہ نہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہ اس کو مہر قرار دینا جائز، چنانچہ ہم آئندہ اس کی تحقیق کریں گے ۱۲۔

(۲)۔ شافعیہ کے نزدیک دس درہم سے کم مہر بھی درست ہے کیونکہ بعض احادیث میں اس سے کم مہر وارد ہوا ہے حنفیہ کہتے ہیں وہ سب حدیثیں ضعیف ہیں سوا اس حدیث کے جس میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر ہے جو ابھی صحیح بخاری سے منقول ہو چکی ہے سو اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ شاید آپ نے اس انگوٹھی کی تلاش مہر کا بعض حصہ ادا کرنے کے لئے کرائی ہو نہ یہ کہ وہی انگوٹھی پورا مہر تھی کیونکہ اس زمانہ میں دستور تھا کہ کچھ حصہ مہر کا قبل خاص استراحت کے ادا کر دیا کرتے تھے پس اس حدیث سے استدلال شافعیہ کا صحیح نہیں اور حنفیہ کا استدلال اس حدیث سے ہے **لا مهرا قل من عشرة دراهم** یعنی مہر دس درہم سے کم درست نہیں اس حدیث کو بیہقی نے بسند ضعیف اور ابن ابی حاتم نے بقول حافظ ابن حجر بسند حسن روایت کیا ہے ۱۲۔

کسی مہر کو اختیار کرے جو ذیل میں ہم نہایت محقق روایات سے درج کرتے ہیں۔علماء سیر نے لکھا ہے کہ حضرت سرور انبیا ﷺ کی گیارہ بی بیاں ایسی تھیں جن کو آپ کی خاص استراحت کا شرف حاصل ہوا تھا ان میں سے ام المومنین خدیجہ اور ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کی حیات ہی میں وفات پا چکی تھیں، باقی نو بی بیاں آپ کے بعد تک زندہ رہیں ہم نے یہاں ان ہی گیارہ بی بیوں کا ذکر کیا ہے، سوا ان کے بیس یا کچھ زیادہ بی بیاں اور ہیں کہ بعض سے آنحضرت ﷺ نے نکاح کیا مگر خاص استراحت کی نوبت نہیں آئی کہ ان سے مفارقت فرمائی اور بعض سے صرف خواستگاری نکاح کی فرمائی مگر نوبت نکاح کی نہیں آئی اور بعض سے نکاح ہو چکا تھا مگر جب یہ آیت نازل ہوئی یا ایھا النبی قل لا زواجک ان کنتن تردن الحیواۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلاً (۱) تو آنحضرت ﷺ نے ان کو اس آیت کا مضمون سنا دیا اور انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شرح سفر السعادۃ میں ایک بارہویں بی بی کا پتہ دیا ہے اس کا نام ریحانہ بنت زید تھا یہ پہلے یہودی تھیں قید ہو کر آئی تھیں حضرت نے ان کو آزاد کر کے ۶ھ میں ان سے نکاح کر لیا حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت ان بی بی نے وفات پائی (شرح سفر السعادۃ ص ۵۵۷) مگر اکثر علماء اس کے مخالف ہیں کہتے ہیں کہ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا ازواج میں سے نہ تھیں بلکہ لونڈیوں میں تھیں، واللہ اعلم۔صاحبزادیاں آپ کی چار تھیں ان میں سے تین آنحضرت ﷺ کے سامنے ہی وفات پا گئی تھیں صرف حضرت فاطمہ زہراؓ آپ کے بعد باقی رہ گئیں تھیں۔اب ہم دو نقشے بناتے ہیں ایک میں ازواج پاک کے مہر لکھے گئے ہیں اور دوسرے میں بنات طاہرات کے ایک خانہ میں مہر کی مقدار اس وزن سے لکھ دی گئی ہے جو حضرت کے زمانہ میں رائج تھا دوسرے خانہ میں اس زمانہ کے مروج وزن کے حساب سے تیسرے خانہ میں اس کی قیمت اس زمانہ کے حساب سے چوتھے خانہ میں مختصر حالات۔

---

(۱) ترجمہ۔اے نبی اپنی بی بیوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کے ساز و سامان کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دے دوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کر دوں ۱۲۔

نقشہ مہر امہات المومنینؓ یعنی ازواج سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین کا نام	مقدار مہر بوزن قدیم شرعی	وزن رائج	قیمت بحساب روپیہ انگریزی	مختصر کیفیت
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	۱۲۔اوقیہ طلا	۹۱ تولہ ایک ماشہ ۶ رتی طلا	[illegible] ۸/۱۳ پائی	ان کے والد کا نام خویلد ہے، ماں کا نام فاطمہ، پہلے ابو ہالہ کے نکاح میں تھیں پھر عتیق بن عائد کے نکاح میں آئیں بعد ان کے رسول خدا ﷺ کے نکاح میں آئیں اس وقت عمران کی چالیس سال کی تھی اور حضرت ﷺ کی عمر ۲۵ سال کی۔ سب اولادیں آپ کی انہیں سے تھیں سوا حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے تھے۔ واقعہ فیل سے ۲۵ سال بعد ان کے ساتھ نکاح ہوا اور ہجرت سے تین برس پہلے وفات پائی۔ مقبرہ حجون مکہ معظمہ میں مدفون ہیں۔
حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۲ ۷ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	[illegible]	ان کے والد کا نام زمعہ، ماں کا نام سموس، پہلے ان کا نکاح سکران سے ہوا۔ یہ دونوں اول بعثت میں مسلمان ہوئے اور حبش کی طرف ہجرت کی۔ سکران کی وفات کے بعد رسولِ خدا ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت معاویہؓ یا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وفات پائی۔ گہوارہ کی ایجاد سب سے پہلے انہیں کے جنازہ کے لئے ہوئی تھی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

حضرت مؤلف علام مدظلہ العالی نے انگریزی روپے سے جو حساب لگایا ہے وہ اس زمانہ کا ہے جب سونا ۱۸ تولہ اور چاندی ایک روپیہ کی ۱۰ ماشہ ملتی تھی ۱۲ ناشر

بقیہ نقشہ مہر امہات المومنینؓ

نام	مہر	وزن	قیمت	حالات
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۷۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لعہ ۸ر	ان کے والد کا نام ابوبکرؓ صدیق خلیفہ رسولِ خدا ﷺ ہے۔ مکہ معظمہ میں بعمر شش سالگی حضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ حضرت کو تمام ازواج سے زیادہ ان سے محبت تھی۔ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۷۲ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لعہ ۸ر	ان کے والد کا نام حضرت عمرؓ فاروق خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہے اور ماں کا نام زینب بنت مضعون ہے۔ پہلے خلنیس بن خذافہ کے ساتھ نکاح ہوا۔ جب واقعہ بدر یا احد کے بعد ان کی وفات ہوگئی تو آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ شعبان ۳ھ میں ان کے ساتھ نکاح ہوا۔ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں بعہد حضرت معاویہؓ وفات پائی۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۱۰ درہم نقرہ	ایک تولہ ۹ ماشہ ۷ رتی نقرہ	عسہ ۴ ۶ پائی	نام ان کا ہند، والد کا نام امیہ، ماں کا نام عاتکہ، پہلے ابوسلمیٰ کے نکاح میں تھیں ابوسلمیٰ جنگ احد میں زخمی ہوگئے تھے۔ وہی زخم تازہ ہوا اور ۴ھ میں وفات پائی اس کے بعد حضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ شوال ۴ھ میں ان کے ساتھ نکاح ہوا۔ رمضان ۵۹ھ میں یزید بن معاویہؓ کے زمانہ میں حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد وفات پائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

بقیہ نقشہ مہر امہات المومنینؓ

نام	مقدار مہر قدیم	وزن رائج	حساب انگریزی	مختصر کیفیت
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۲۷ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	۸/ لعہ	نام ان کا برّہ ہے، والد کا نام خزیمہ، بڑی سخیہ تھیں۔ زمانہ جاہلیت سے ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔ پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ جب وہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو حضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ رمضان ۳ھ میں ان کے ساتھ نکاح ہوا، اور نکاح کے چھ مہینے بعد ربیع الاوّل ۴ھ میں وفات پائی۔ جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۲۷ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	۸/ لعہ	نام ان کا بھی برّہ تھا، حضرت ﷺ نے زینبؓ رکھا، والد کا نام جحش، ماں کا نام امیمہ، پہلے زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں۔ جب انہوں نے طلاق دے دی تو ذیقعدہ ۳ھ حضرت ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کیا۔ ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے عرش پر حضرت ﷺ کے ساتھ کر دیا تھا۔ دنیا میں نکاح کی ضرورت نہیں ہوئی ۲۱ھ میں بعہد حضرت فاروق اعظم وفات پائی۔ جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔
حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ دینار طلا	۱۰۴ تولہ ایک ماشہ طلا	الہ ۱ لعہ ۴/۱۲ پائی	ان کے والد کا نام سفیان، ماں کا نام صفیہ، پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ جب وہ مرتد ہو گیا اور یہ ان دنوں ہجرت کر کے حبش گئی ہوئی تھیں تو رسولِ خدا ﷺ نے نجاشی بادشاہ حبش کو لکھ بھیجا کہ ام حبیبہ کا نکاح میرے ساتھ کر دو انہوں نے تعمیل ارشاد کی ۶ھ میں ان کے ساتھ نکاح ہوا اور ۴۲ھ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

بقیہ نقشہ مہر امہات المومنین رضی اللہ عنہن

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۲۷ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لہ صہ ۸/	ان کے والد کا نام حارث، ماں کا نام ہند، ان کا نام بھی برہ تھا حضرت ﷺ نے میمونہ رکھا پہلے مسعود بن عمرو کے نکاح میں تھیں پھر ابورہم کے نکاح میں آئیں انکے بعد رسول خدا ﷺ کے ساتھ ذیقعدہ ۶ھ میں بمقام صرف جو مکہ معظمہ سے آٹھ میل ہے ان کا نکاح ہوا اور اسی مقام میں ۵۱ھ وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	۴۰۰ درہم نقرہ	۲۷ تولہ ۱۱ ماشہ نقرہ	لہ صہ ۸/	ان کا نام بھی برہ تھا حضرت ﷺ نے جویریہ رکھا ان کے والد کا نام حارث تھا غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئیں اور ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑیں حضرت ﷺ نے ان کے بدلہ میں روپیہ دے کر شعبان ۵ھ میں ان کے ساتھ نکاح کیا حضرت معاویہ کے زمانہ میں ربیع الاول ۵۰ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں مدفون ہیں۔
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا				ان کے والد کا نام حیی بن اخطب تھا حضرت ہارون پیغمبر کی اولاد میں ہیں۔ پہلے یہودی تھیں سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں پھر کنانہ بن ربیع کے ساتھ نکاح ہوا۔ جب وہ جنگ خیبر میں قتل ہوا اور یہ قید ہو کر آئیں تو رمضان ۷ھ میں حضرت ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر کیا۔ یہ خاصہ حضرت ﷺ کا ہے دوسرے کے لئے جائز نہیں۔ رمضان ۵۰ھ میں وفات پائی۔

نقشہ مہر بنات طیبات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جنت شریفہ کا نام	تعداد مہر بوزن قدیم شرعی	وزن رائج	قیمت بحساب روپیہ انگریزی	مختصر کیفیت
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم	ماں ان کی ام المومنین حضرت خدیجہؓ ہیں سنہ۳۰ عام فیل میں پیدا ہوئیں۔ان کا نکاح حضرت ﷺ نے ان کی خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔حضرت زینبؓ تو مسلمان ہوگئیں مگر ان کے شوہر مشرک تھے۔اس وقت تک مشرکوں سے نکاح جائز تھا۔حضرت زینبؓ ہجرت کر کے مدینہ آ گئیں پھر ابوالعاص بھی مسلمان ہو گئے۔حضرت زینبؓ کو آپ ﷺ نے پھر ان کے حوالے کر دیا۔ایک بیٹا علی نام اور ایک بیٹی امامہ ان سے پیدا ہوئیں۔علی نے سن بلوغت کو پہنچ کر وفات پائی۔امامہ سے حضرت علیؓ نے بعد حضرت فاطمہؓ کے نکاح کیا۔حضرت زینبؓ کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم	ماں ان کی ام المومنین حضرت خدیجہؓ ہیں سنہ۳۳ عام فیل میں پیدا ہوئیں۔پہلے ان کا نکاح عقبہ بن ابی لہب کے ساتھ ہوا مگر جب اس نے ابولہب کے ورغلانے سے ان کو طلاق دے دی تو ان کا نکاح حضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ کر دیا۔نکاح کے چند روز بعد رمضان ۲ھ میں وفات پائی۔ابولہب کے ورغلانے کی وجہ یہ بھی کہ سورۃ تبت یدا نازل ہوئی جس میں اس کی مذمت تھی اس کو سن کر وہ جل گیا۔

نقشہ مہر بنات طیبات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	نامعلوم	نامعلوم	نامعلوم	ماں ان کی ام المومنین حضرت خدیجہؓ ہیں۔ان کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب کے ساتھ ہوا اس نے بھی حسب قصہ مذکورہ بالا اپنے باپ کے کہنے سے ان کو طلاق دے دی۔تب ربیع الاوّل ۳ھ میں حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد ان کو بھی حضرت ﷺ نے حضرت عثمان کے نکاح میں دے دیا۔انہوں نے ۹ھ میں وفات پائی۔
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا	۴۰۰ مثقال نقرہ	۱۰۴ تولہ ۲ ماشہ نقرہ	۶/۸ پائی	ماں ان کی ام المومنین خدیجہؓ ہیں۔ان کا نکاح حضرت ﷺ نے صفر ۹ھ میں حضرت علیؓ مرتضٰی کے ساتھ کیا۔ان کے چھ فرزند پیدا ہوئے حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، زینبؓ، ام کلثومؓ، رقیہؓ۔حضرت محسن اور رقیہؓ نے سن طفولیت میں وفات پائی۔زینب کا عبداللہ بن جعفر کے ساتھ اور ام کلثومؓ کا حضرت عمرؓ کے ساتھ نکاح ہوا۔حضرت فاطمہؓ نے ۳ رمضان ۱۱ھ میں وفات پائی۔جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔

مہر کی مقدار واجب کا بیان

چونکہ مہر کی مقدار مختلف طور پر واجب ہوا کرتی ہے یعنی کبھی تو دس درہم کبھی مہر مسمی، کبھی مہر مثل، کبھی دس درہم کا یا مہر مسمی کا نصف لہذا مناسب ہے کہ ہر مقدار کی صورتیں علیحدہ علیحدہ ذکر کردیں دس درہم واجب ہونے کی صورتیں علیحدہ ایک جگہ جمع کردیں اور مہر مثل وغیرہ کی صورتیں علیحدہ علیحدہ تاکہ ناظرین کو مسائل کے معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ دس درہم کے واجب ہونے کی صرف دو صورتیں ہیں (۱) مہر دس درہم مقرر کیا جائے خواہ صاف طور پر دس درہم کی تصریح کردی جائے یا اشارۃً مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور تیرا مہر (۱) وہ ہے جس سے کم شریعت نے جائز نہیں رکھا (۲) مہر دس درہم سے کم مقرر کیا جائے گو عورت راضی ہو جائے تب بھی دس ہی درہم دینا پڑیں گے۔

مہر مسمی:۔ کے واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت کوئی خاص مقدار معین کردی گئی ہو خواہ صراحۃً معین کردی گئی ہو مثلاً یوں کہے کہ پانچ سو روپیہ مہر پر تیرے ساتھ نکاح کیا یا کوئی بات ایسی کہہ دے کہ اس سے کسی مقدار کا تعین ہو سکے مثلاً یوں کہے کہ فلاں شخص کے غلام کو میں نے مہر مقرر کیا تو اس صورت میں اس غلام کی قیمت دینا پڑے گی، اگر کسی شخص نے مہر میں ایسی منافع کا ذکر کیا جن پر اجرت لینا جائز ہے تو وہ مہر مسمیٰ میں شامل ہیں، مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر تیرا یہ ہے کہ میرا غلام تیری خدمت کیا کرے گا تو اس صورت میں اس شخص پر صرف اپنے غلام سے خدمت کرانا ضروری ہوگا۔

مہر مثل:۔ کے واجب ہونے کی سات صورتیں ہیں (۱) نکاح کے وقت مہر کا بالکل نہ ذکر آیا ہو۔ (۲) مہر کا ذکر آیا ہو مگر اس کی مقدار نہ معین کی گئی ہو مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ مہر جائز فی الشرع (۲) کی عوض میں نکاح کیا یا یوں کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر جس قدر تو کہے منظور کیا جو میرے دل میں آئے گا دے دوں گا۔

---

(۱)۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں تیرے ساتھ شرعی مہر پر نکاح کرتا ہوں اور عام طور پر شرعی مہر دس درہم کو کہتے ہیں تو اس صورت میں بھی مہر دس درہم ہوگا۔۱۲۔

(۲)۔ یہ اس وقت ہے جب کہ عام طور پر لوگ جائز فی الشرع مہر مثل کو کہتے ہوں یا یہ کہ اس لفظ کا عام رواج نہ ہو جو کچھ معنی عرف عام میں رائج ہوں گے۔ وہی معنی مراد لئے جائیں گے۱۲۔

یا جو کوئی اور آدمی تجویز کرے گا دے دوں گا ، یا یوں کہے کہ جس قدر روپیہ مجھے اس سال یا اس مہینہ میں ملے وہ تیرا مہر ہے (۳) مہر کی مقدار بھی معین کر دی گئی ہو مگر اس کی قسم نہ بیان کی گئی ہو۔ مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ دس گز کپڑے یا ایک قطعہ مکان یا ایک جانور کے عوض میں نکاح کیا۔ مگر یہ نہ بیان کیا کہ وہ کپڑا کس قسم کا ہے سوتی یا اونی یا ریشمی یا ولائتی یا دیسی اور وہ جانور کس قسم سے ہے گھوڑا ہے یا گائے یا بکری یا کیا اور مکان کس شہر کس محلّہ میں ہے اس میں کتنی گنجائش ہے (۴) کسی ایسی چیز کو مہر قرار دے جو نہ شرعاً مال سمجھا جاتا ہو مثلاً سور یا شراب پر مہر باندھے (۵) کسی ایسی چیز کو مہر قرار دے جو نہ شرعاً ہو نہ عرفاً نہ اس منافع میں سے ہو جن کی عوض میں مال لینا جائز ہے، مثال کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر تیرا یہ ہے کہ جو قرض میرا تجھ پر آتا ہے میں ایک سال تک نہ لوں گا یا یوں کہے کہ تیرا مہر یہ ہے کہ میں تجھے قرآن مجید پڑھا دوں گا یا یہ کہے کہ میں سال بھر تک تیری خدمت کروں گا یا مثلاً نکاح اس طور پر ہوا ہو کہ ایک شخص اپنی بہن کا نکاح دوسرے شخص سے کرا دے اور وہ دوسرا شخص اس کے معاوضہ میں اپنی بہن کا نکاح اس شخص سے کر دے اور یہی معاوضہ مہر قرار دیا جائے (۶) مہر کی مقدار مقرر کر کے کوئی ایسی بات کا ذکر کر دے جس سے مہر کی نفی ہو جائے، مثال کسی عورت سے کہے کہ ایک ہزار روپیہ مہر پر میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا مگر شرط یہ ہے کہ تو ایک ہزار روپیہ مجھے دے یا کوئی عورت کسی مرد سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ پچاس اشرفی مہر پر نکاح کیا۔ اور میری پچاس اشرفیاں جو تجھ پر قرض ہیں میں نے معاف کر دیں (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۵۶، ۵۷) مہر مثل کا ذکر نکاح میں کیا گیا ہو مثلاً مرد نے عورت سے یہ کہا ہو کہ میں نے تیرے ساتھ مہر مثل کے عوض میں نکاح کیا خواہ اس مرد کو اس عورت کا مہر مثل معلوم ہو یا نہیں۔

مہر کی یہ مقدار جو اوپر مذکور ہوئیں یعنی دس درہم اور مہر مسمّٰی اور مہر مثل یہ پوری پوری مقدار اس وقت دینا ہوتی ہے کہ جب زوجین میں باہم خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی نوبت آ جائے یا دونوں میں سے کوئی مر جائے یا کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو پہلے اس کے نکاح میں تھی اور اس سے خاص استراحت ہو چکی تھی اور بعد اس کے اس نے اس کو طلاق بائن دے دی تھی مگر ابھی عدت نہیں گزرنے پائی، ایسی عورت سے نکاح کرنے میں دوسرے نکاح کا پورا مہر دینا ہوگا گو اس نکاح کے بعد خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو اور اگر مذکرہ بالا امور میں سے کوئی بات نہ ہوئی ہو تو ان مقداروں کا نصف دینا پڑے گا جیسا کہ ہم نصف مہر کی صورتوں میں ذکر

کرتے ہیں۔

نصف مہر:۔ واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت مہر معین ہو چکا ہو خواہ وہ دس درہم ہوں یا اس سے کم وبیش یا مہر مثل ہو اور قبل اس کے کہ اس عورت سے خلوت صحیحہ یا خاص استراحت کی نوبت آئے اس کا شوہر اس کو طلاق دے دے، اس صورت میں شوہر کو نصف مہر دینا ہوگا۔

مثال:۔ کسی مرد نے کسی عورت سے دس درہم چاندی یا اس قیمت کی کسی اور چیز کو مہر قرار دے کر نکاح کیا اور بعد نکاح کے قبل خلوت صحیحہ اور خاص استراحت کے اس عورت کو طلاق دے دی تو اب اس شخص کو پانچ درہم چاندی یا دس درہم کی قیمت والی چیز کا نصف دینا ہوگا اور اگر دس درہم سے کم مہر باندھا تھا تب بھی پانچ درہم دینا ہوں گے اور اگر مہر مثل پر نکاح کیا ہے تو جس قدر اس عورت کا مہر مثل ہوگا اس کا نصف دینا ہوگا۔

اور اگر مہر زوجہ کے حوالہ کر چکا ہے تو اب اس سے نصف مہر واپس لینے کا حق رکھتا ہے لیکن نہ جبراً بلکہ اس کی رضا مندی سے یا بذریعہ (۱) حکم قاضی کے جب تک وہ عورت خود راضی ہو کر شوہر کو نصف مہر واپس نہ کر دے یا قاضی کی عدالت سے واپسی کا حکم نافذ نہ ہو جائے اس وقت تک اس کل مہر کی مالک عورت سمجھی جائے گی اور اس کے تصرفات (۲) اس میں صحیح رہیں گے۔

اگر مہر میں بعد عقد نکاح کے کچھ زیادتی پیدا ہو جائے تو دیکھانا چاہئے کہ وہ زیادتی اصل کے ساتھ متصل ہے یا اس سے علیحدہ ہے متصل ہو تو پھر دیکھنا چاہئے کہ زیادتی اصل (۳) سے پیدا ہوئی ہے یا خارج سے پیدا ہوئی ہے اسی طرح جو زیادتی علیحدہ ہوگی اس کی بھی دو حالتیں

---

(۱)۔ یعنی قاضی کے یہاں درخواست دی جائے اور قاضی اپنے حکم سے نصف مہر واپس کرا دے ۱۲۔

(۲)۔ یعنی جو چیز مہر میں اس کو دی گئی ہے اگر وہ بیچ ڈالے تو یہ بیع صحیح ہو جائے گی اسی طرح اگر کسی کو ہبہ کر دے تو بھی درست ہو جائے گا ۱۲۔

(۳)۔ زیادتی متصل ہو اور اصل سے پیدا ہوئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی جانور مہر میں دیا گیا ہو اور وہ جانور فربہ ہو جائے تو یہ فربہی کی زیادتی اس جانور کے ساتھ متصل ہے اور اسی سے پیدا ہوئی ہے جیسے کچھ درخت مہر میں دیئے گئے ہوں ان درختوں میں پھل آ جائیں یا وہ درخت پہلے چھوٹے تھے اب بڑے ہو جائیں اور جو زیادتی متصل تو ہو مگر اصل سے پیدا نہ ہوئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی کپڑا مہر میں مقرر کیا گیا ہو اس میں کسی قسم کا رنگ دے دیا جائے یا مثلاً کوئی مکان مہر میں مقرر ہوا تھا اب اس میں کچھ عمارت بڑھا دی جائے ان صورتوں میں زیادتی اصل کے ساتھ متصل تو ہے مگر اصل سے پیدا نہیں ہوئی ہے اور جو زیادتی علیحدہ ہو مگر اصل سے پیدا ہوئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی جانور مہر میں مقرر کیا تھا اب اس کے بچہ پیدا ہو جائے اور زیادتی علیحدہ ہو اور اصل سے پیدا نہ ہوئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی زمین مہر میں دی تھی اس میں غلہ پیدا ہوا اور وہ غلہ کاٹ لیا جائے، یا کوئی مکان مہر میں مقرر کیا تھا۔ اس کے کرائے میں کچھ روپے وغیرہ ملے ۱۲۔

ہوں گی یا تو اصل سے پیدا ہوئی ہوگی یا خارج سے یہ چار صورتیں ہوئیں، یہ چاروں صورتیں اگر قبل اس کے پیدا ہوئی ہوں کہ زوجہ کا قبضہ مہر پر کرایا جائے تو جن صورتوں میں زیادتی اصل سے پیدا ہوئی ہے ان میں اصل مہر کے ساتھ زیادتی کی بھی تنصیف کر کے اس کا نصف ہی زوجہ کو ملے گا ،اور باقی دو صورتوں میں زیادتی کی تنصیف نہ ہوگی اور اگر یہ چاروں صورتیں قبضہ کے بعد پیدا ہوئی ہوں تو کسی صورت میں زیادتی کی تنصیف نہ کی جائے گی یعنی صرف مہر کا نصف شوہر کو ملے گا، زیادتی سے اس کو کچھ نہ ملے گا یہ سب صورتیں اس وقت جاری ہوں گی کہ جب زیادتی قبل طلاق کے پیدا ہوئی ہو اور اگر یہ زیادتی بعد طلاق کے پیدا ہوئی ہو اس میں دیکھنا چاہئے کہ وہ زیادتی قبل قبضہ زوجہ کے پیدا ہوئی ہے یا بعد قبضہ کی اگر قبل قبضہ کے پیدا ہوئی ہو تو اس زیادتی کی تنصیف کی جائے گی ،اور اگر بعد قبضہ کے پیدا ہوئی ہے تو دیکھنا چاہئے کہ قبل فیصلہ قاضی کے پیدا ہوئی ہے، یا بعد فیصلے کے اگر بعد فیصلے کے پیدا ہوئی ہو تو اس صورت میں اس زیادتی کا وہی حکم ہے جو مبیع فاسد البیع کی زیادتی کا بعد قبضہ مشتری کے ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

اگر مہر میں بعد عقد کے کچھ نقصان پیدا ہو جائے تو دیکھنا چاہئے کہ وہ نقصان کسی آسمانی حادثہ کے سبب سے پیدا ہوا ہے یا شوہر کے فعل سے یا زوجہ کے فعل سے یا اجنبی کے فعل سے یا خود مہر کے فعل سے (۲) یہ کل پانچ صورتیں ہوئیں، یہ صورتیں اگر قبل اس کے پیدا ہوئی ہوں کہ زوجہ کا قبضہ مہر پر کرایا جائے تو پہلی صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اس ناقص مہر کا نصف لے لے چاہے اس کی اس قیمت کا نصف شوہر سے لے لے جو عقد کے وقت تھی، دوسری صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اس مہر ناقص کا نصف اور نقصان کا معاوضہ شوہر سے لے لے چاہے اس کی اصلی قیمت کا نصف شوہر سے لے لے، تیسری صورت میں شوہر کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص چیز کا ایک نصف اپنے پاس رکھ لے اور دوسرا نصف زوجہ کو دے دے اور چاہے وہ کل مہر ناقص زوجہ کے حوالہ کر دے اور زوجہ سے اس کی اس قیمت کا نصف لے لے جو نقصان پہنچانے کے وقت میں اس کی تھی، چوتھی صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص مہر کا نصف

---

(۱) ۔یعنی اگر وہ زیادتی متصل ہے اور اصل سے پیدا نہیں ہوئی تو اس زیادتی کی تنصیف نہ کی جائے گی اور ایک نصف شوہر کو واپس دلایا جائے گا ۱۲۔

(۲) ۔خود مہر کے فعل سے نقصان پیدا ہو جانے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کوئی غلام مہر میں مقرر کیا گیا ہو وہ غلام چوری کرے اور اس کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے یا مہر میں کوئی جانور مقرر کیا گیا ہو اور وہ جانور کسی کنوئیں یا تالاب میں خود گر پڑے اور مر جائے تو یہ نقصان خود مہر کے فعل سے پیدا ہوا ۱۲۔

اگر دونوں امیر ہوں تو اعلیٰ درجہ کا لباس[1] بنایا جائے اور اگر کوئی غریب ہے اور کوئی امیر تو متوسط درجہ کا، ان کپڑوں کے بنا دینے کو یا ان کی قیمت دینے کو متعہ[2] کہتے ہیں۔

مسئلہ ۳:۔ جس عورت کا مہر نکاح کے بعد معین ہو خواہ تراضی طرفین سے یا حکم قاضی سے اس عورت کو اگر قبل خلوت صحیحہ اور خاص استراحت کے کی طلاق دی جائے تو اس کے مہر کی تنصیف نہ ہوگی بلکہ پورا مہر اس عورت کو دلایا جائے گا اور اگر لے چکی ہے تو اس کا نصف شوہر کو واپس نہ دلایا جائے گا۔

مسئلہ ۴:۔ شوہر کو اختیار ہے کہ نکاح میں جس قدر مہر معین ہوا ہے نکاح کے بعد اس کی مقدار بڑھا دے مگر یہ بڑھائی ہوئی مقدار اس کے ذمہ اسی وقت واجب الادا سمجھی جائے گی جب کہ عورت اس مجلس میں اس زیادتی کو قبول کرلے اور اگر وہ نابالغ ہو تو اس کا ولی قبول کرلے، اگر اس عورت کو قبل خلوت صحیحہ اور خاص استراحت کے طلاق دی جائے تو اس کی زیادتی کی تنصیف نہ ہوگی، تنصیف صرف اسی مقدار کی ہوگی جو نکاح کے وقت معین ہو چکی ہے۔

مسئلہ ۵:۔ عورت کو اختیار ہے کہ اپنے مہر کا کوئی جز و یا کل معاف کردے تو شوہر اس معافی کو قبول کرے یا نہ کرے ہر حالت میں اس کا معاف کرنا صحیح ہو جائے گا یعنی اب شوہر کے ذمہ وہ معاف کردہ مقدار واجب الادا نہ رہے گی ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ عورت خود اپنی ذات سے معاف کرے اس کے ولی کا معاف کرنا معتبر نہیں گو وہ اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر عورت منظور کرلے تو پھر صحیح ہو جائے گا۔ اگر کسی نابالغہ عورت کا باپ اس کی طرف سے مہر معاف کردے تو صحیح نہیں۔

مسئلہ ۶:۔ جو تفریق کہ شوہر کی طرف سے ہوئی ہو اور عورت کی طرف سے اس کا ہونا ممکن نہ ہو اس تفریق کا شمار طلاق میں ہے مثال۔ لعان کی وجہ سے تفریق ہوگئی یا شوہر کی عنین یا خصی ہونے کے سبب سے قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر کے تفریق کرالی گئی، یا مثلاً معاذ اللہ شوہر مرتد ہو گیا، اور جب اس کے مسلمان ہو جانے کو کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا اس نے اپنی

---

(۱)۔ اس مقام پر فقہا نے بہت اختلاف کیا ہے بعض نے لکھا ہے کہ صرف شوہر کی حالت کے موافق یہ لباس بننا چاہیئے بعض نے لکھا ہے کہ عورت کی حالت کا لحاظ کیا جائے مگر صحیح یہی قول ہے کہ دونوں کی حالت کا لحاظ رکھنا چاہیئے ۱۲۔

(۲)۔ یہ متعہ وہ نہیں ہے اس کی حلت کے شیعہ قائل ہیں اس کو نکاح متعہ یا متعۃ النساء کہتے ہیں اس متعہ کے معنی عورت کے لئے لباس بنا دینا ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ولا جناح علیکم ان طلقتم النساء من قبل ان تمسو هن اوتفرضو الهن فريضة و متعو هن على الموسع قدره وعلى المقتر قدره (ترجمہ اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ ان سے خاص استراحت کرو یا ان کے لئے مہر مقرر کرو اور تم ان کو متعہ (یعنی کچھ فائدہ) دے دو، امیر پر اس کے موافق اور فقیر پر اس کے موافق (یہ متعہ واجب ہے) ۱۲۔

بی بی کی بیٹی یا ماں کی نفسانی کیفیت کے جوش میں تقبیل کرلی ان سب صورتوں میں تفریق طلاق سمجھی جائے گی اور شوہر کے ذمہ مہر یا متعہ[1] دینا واجب ہوگا ہاں اگر تفریق عورت کی طرف سے ہوئی ہو مثلاً عورت مرتد ہوگئی یا شوہر کے غیر کفو ہونے کے سبب سے اس نے یا اس کے ولی نے تفریق کرالی یا عورت نے اپنے شوہر کے بیٹے کی نفسانی کیفیت کے جوش میں تقبیل کرلی تو شوہر کی ذمہ مہر یا متعہ واجب ہوگا اگر کسی مرد کا نکاح نابالغی کی حالت میں اس کے ولی نے کردیا تھا بعد بالغ ہونے کے اس نے اس سے نکاح کرنا منظور نہ کیا تو یہ منظور نہ کرنا طلاق نہ سمجھا جائے گا اور مہر یا متعہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ ۷:۔ مہر اگر از قسم نقد ہو یعنی چاندی سونے کی قسم سے ہو تو یہ شوہر کو اختیار ہے چاہے چاندی سونا دے چاہے اس کی قیمت[2] دے اور اگر مہر چاندی سونے کی قسم سے نہ ہو بلکہ اور کسی قسم کا مال ہو تو اگر وہ سامنے موجود ہو اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا گیا ہو کہ یہ چیز مہر ہے یا اور کسی طریقے سے اس کی پوری تعیین کردی جائے، مثلاً جانور کو مہر قرار دیا ہو تو اس کی قسم بیان کردے کہ گائے یا بھینس اور اس کا پورا حلیہ بیان کردے یا مکان کو مہر قرار دیا ہو تو اس کا عرض وطول اور مقام اور حدود اربعہ وغیرہ بیان کردے تو ایسی حالت میں خاص وہی چیز دینا پڑے گی اور اس کی تعین نہیں کی گئی تو دیکھنا چاہئے کہ وہ چیز مکیل[3] اور موزوں ہے یا نہیں اگر مکیل وموزوں نہیں ہے تو اس کی قسم بیان کردی گئی ہو مثلاً جانور کو مہر قرار دیا گیا ہو تو یہ بیان کردیا ہو کہ وہ گھوڑا ہے ایسی حالت میں شوہر کو اختیار ہوگا چاہے وہ چیزیں متوسط درجہ کی لے کر مہر دے چاہے اس چیز کے متوسط درجہ کی قیمت زوجہ کے حوالے کردے۔

مثال:۔ کسی شخص نے کسی عورت سے کہا کہ میں نے دس گز سوتی کپڑے کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا تو شوہر کو اختیار ہے چاہے دس گز سوتی کپڑا متوسط درجہ کا مول لے کر دے دے چاہے[4] اس کی قیمت حوالہ کرے، متوسط درجہ سے یہ مراد ہے کہ سوتی کپڑے جتنی قسم کے

(۱) ۔یعنی اگر نکاح کے وقت مہر معین ہوگیا تھا تو مہر، اور جو مہر نہ معین ہوا ہو تو وہ متعہ واجب ہوگا۔

(۲) ۔مگر قیمت اس کی اسی حساب سے دینا پڑے گی جو نکاح کے وقت اس کی تھی مثلاً کسی نے ۵ تولہ سونا مہر میں مقرر کیا تھا اور اس وقت ۵ تولہ سونے کی قیمت ایک سو پچیس ۱۲۵ روپیہ تھی تو اب اگر قیمت دے تو ایک سو پچیس ۱۲۵ دے خواہ اب سونا ارزاں ہوگیا ہو یا گراں ۱۲۔

(۳) ۔عرب میں کچھ چیزیں ناپ کر بیچی جاتی تھیں جیسے غلہ اور میوہ جات اور کچھ چیزیں تول کر بیچی جاتی تھیں جو چیزیں ناپ کر بیچی جاتی تھیں ان کو مکیل کہتے ہیں اور جو تول کر بیچی جاتی تھیں ان کو موزوں کہتے ہیں ۱۲۔

(۴) ۔مثلاً کپڑے کو مہر قرار دیا ہو اور یہ بیان کردیا ہو کہ سوتی کپڑا مراد ہے یا ریشمی اور نام اس کپڑے کا اور قیمت اس کی نہ بیان کی ہو ۱۲۔

رائج ہوں مثلاً گاڑھا، نین سکھ، تب زیب وغیرہ، ان قسموں میں جو قسم متوسط درجہ کی ہو یعنی قیمت اس کی نہ سب سے بڑھ کر ہو اور نہ سب سے گھٹ کر وہ کپڑا لے کر دے دے اور اگر وہ چیز مکیل یا موزوں ہو اور اس کی قسم بیان کر دی گئی ہو مثلاً غلہ کو مہر قرار دیا ہو اور یہ بیان کر دیا ہو کہ وہ غلہ گیہوں ہے تو بھی شوہر کو اختیار رہے گا چاہے متوسط درجہ کے گیہوں مول لے کر مہر میں دے دے چاہے اس کی قیمت حوالہ کرے (شامی جلد۲ صفحہ نمبر ۳۷۷)

مسئلہ ۸:۔ اگر مہر میں دو چیزیں ذکر کی جائیں ایک معلوم[1] ہو اور ایک مجہول مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں نے ایک ہزار روپیہ اور ایک کپڑے کے عوض میں تجھ سے نکاح کیا تو ایسی حالت میں اگر قبل خلوت صحیحہ یا خاص استراحت کے طلاق دے دے تو شوہر کے ذمہ متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد خلوت صحیحہ یا خاص استراحت کے طلاق دے تو دیکھنا چاہئے کہ مہر دے چکا یا نہیں اگر دے چکا ہے تو جو دے چکا وہی مہر تھا اور اگر نہیں دیا تو مہر مثل واجب ہوگا۔ (شامی جلد۲ صفحہ ۳۷۸)

مسئلہ ۹:۔ مہر میں قرض کا حوالہ بھی دے دینا جائز ہے خواہ وہ قرض کسی اور شخص پر ہو یا خود زوجہ کے اوپر ہو۔

مثال:۔ کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور میرا سو روپیہ جو تجھ پر قرض ہے یا فلاں شخص پر قرض ہے اس کو میں مہر قرار دیتا ہوں اس صورت میں اگر کسی اور شخص پر وہ قرض ہوگا تو زوجہ کو اختیار رہے گا چاہے اپنے مہر کا مطالبہ اس قرض دار سے کرے چاہے اپنے شوہر سے اس کا مطالبہ کرے۔

مسئلہ ۱۰:۔ اگر مہر میں علاوہ مال کے کوئی ایسی بات بھی مشروط کی گئی ہو جس میں زوجہ یا اس کے کسی عزیز کا نفع ہو اور وہ نفع شریعت میں جائز ہو اور نکاح کے لوازم میں سے نہ ہو تو ایسی حالت میں اگر شوہر اس شرط پر پورا کر دے گا تو مال کی وہی مقدار دینا پڑے گی جو مہر میں معین ہو چکی ہے اور اگر اس شرط کو پورا نہ کرے گا تو اس کے ذمہ مہر مثل واجب ہو جائے گا بشرطیکہ مہر مثل اس مقرر کی ہوئی مقدار سے کم نہ ہو۔

مثال:۔ کسی مرد نے کسی عورت سے ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح کیا اس شرط کے ساتھ کہ

---

[1] عہ۔ یہ قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر کوئی ایسی شرط کی گئی جس میں زوجہ کا یا اس کے عزیز کا فائدہ نہ ہو بلکہ کسی اجنبی کا فائدہ ہو مثلاً شوہر نے ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح کیا اس شرط کے ساتھ کہ کسی غیر شخص کو سو روپیہ دے دوں گا تو ایسی صورت میں شوہر اس شرط کو پورا کرے یا نہ کرے وہی ایک ہزار روپیہ اس کے ذمہ واجب ہوگا، نفع کی شریعت میں جائز ہونے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر وہ نفع ناجائز ہوگا تو اس کے پورا کرنے کے لئے دونوں حالتوں میں وہی مہر معین دینا ہوگا اس نفع کے لوازم نکاح سے نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی گئی کہ اگر وہ نفع لوازم نکاح سے ہو مثلاً شوہر ایک ہزار روپیہ پر نکاح کرے اس شرط کے ساتھ کہ اپنی بی بی کے ساتھ خاص استراحت کریگا تو یہ شرط فضول ہو جائے گی کیونکہ یہ فائدہ تو خود نکاح سے حاصل ہے ۱۲۔

عورت کو اس کے وطن سے باہر نہ لے جائے گا یا یہ کہ اس کو اس کے ماں باپ کے گھر سے جدا نہ کرے گا یا اس شرط پر کہ اس کے بھائی کے ساتھ اپنی بہن کا عقد کردے گا یا یہ شرط کہ میں تیری زندگی میں دوسرا عقد نہ کروں گا یا یہ شرط کہ میری جو دوسری بی بی ہے اس کو طلاق دے دوں گا ان سب صورتوں میں اگر شوہر ان شرائط کو پورا کردے گا تو اس کو وہی ایک ہزار روپیہ دینا ہوگا جو مہر میں مقرر پا چکا ہے اور اگر شوہر ان شرائط کو پورا نہ کرے گا تو اس کو مہر مثل دینا پڑے گا خواہ مہر مثل ایک ہزار ہو یا ایک ہزار سے زیادہ ہاں اگر مہر مثل ایک ہزار سے کم ہو تو اس صورت میں پھر وہی ایک ہزار دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۱:۔ اگر نکاح کے وقت مہر کی دو مقداریں ذکر کی جائیں اور ایک کم اور ایک زیادہ اور کوئی شرط بیان کی جائے کہ اگر یہ شرط پائی جائے گی تو یہ زیادہ مقدار دی جائے گی ورنہ یہ کم مقدار تو ایسی حالت میں اگر وہ شرط پائی جائے گی تو مہر کی زیادہ مقدار واجب ہوگی اور اگر نہ پائی جائے گی[1] تو مہر مثل واجب ہوگا بشرطیکہ مہر مثل اس مقدار سے کم نہ ہو اور اس زائد مقدار سے زیادہ نہ ہو، مثال کسی مرد نے کسی عورت سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور اگر تو اپنے گھر میں رہے گی تو ایک ہزار روپیہ مہر دوں گا اور جو میرے ساتھ رہے گی تو دو ہزار روپیہ، یا یہ شرط کی کہ تو اگر باکرہ ہے تو دو ہزار روپیہ مہر ورنہ ایک ہزار تو اس صورت میں اگر یہ شرط پائی جائے یعنی وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہے یا باکرہ ہو تو دو ہزار مہر اس کو ملے گا ورنہ مہر مثل ہاں اگر مہر مثل ایک ہزار سے کم ہو تو پھر ایک ہی ہزار اس کو ملے گا یا دو ہزار سے زیادہ ہو تو پھر وہی دو ہزار ملے گا دو ہزار سے زائد نہ ملے گا۔ ہاں اگر وہ شرط ایسی بدیہی ہو کہ ہر شخص دیکھتے ہی معلوم کرلے کہ شرط پائی جاتی ہے یا نہیں تو ایسی حالت میں اگر وہ شرط پائی جائے گی تو مہر کی زیادہ مقدار واجب ہوگی اور نہ پائی جائے گی تو کم مقدار واجب ہوگی۔

مثال:۔ کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور کہا کہ اگر تو حسین ہے تو دو ہزار مہر دوں گا ورنہ ایک ہزار یا یہ کہا کہ اگر تو جوان ہے تو دو ہزار ورنہ ایک ہزار تو اس صورت میں اگر وہ عورت حسین ہوگی یا جوان ہوگی تو دو ہزار مہر اس کو ملے ورنہ ایک ہزار کیونکہ حسین ہونا یا نہ ہونا، یا جوان ہونا، ہر شخص دیکھ کر معلوم کرسکتا ہے۔ (شامی جلد ۲ ص ۳۸۵)

(۱)۔ صاحبینؒ کے نزدیک اگر وہ شرط نہ پائی جائے تو مہر کی کم مقدار واجب ہوگی مگر امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ میں تفریق کر دی ہے کہ اگر وہ شرط بدیہی نہیں ہے تو پائی جانے کی صورت میں وہ مشروط صحیح ہوجائے گی اور نہ پائی جانے کی صورت میں اس شرط کا اعتبار نہیں اور اگر وہ شرط بدیہی ہو تو دونوں صورتوں میں اس کا اعتبار کیا جائے گا اس تفریق کی مصلحت یہ ہے کہ جب بدیہی ہوگی تو اس میں کسی طرح کا جھگڑا نہیں ہوسکتا بخلاف اس کے اگر بدیہی نہ ہو تو اس میں جھگڑا پڑے گا لہٰذا ایسی تدبیر کی گئی جس میں جھگڑے کی نوبت ہی نہ آئے ۱۲۔

مسئلہ ۱۲:۔ اگر مہر کی ایک ہی مقدار کو کسی چیز پر مشروط کرے تو وہ شرط لغو ہو جائے گی اور جس قدر مہر طے ہو گیا ہے دینا پڑے گا مثال کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس سے یہ کہے کہ تیرا مہر ایک ہزار روپیہ ہے بشرطیکہ تو باکرہ ہو یا بشرطیکہ تو جوان ہو تو ایسی حالت میں اس شخص کو پورا ایک ہزار روپیہ مہر دینا پڑے گا گو وہ عورت باکرہ یا حسینہ نہ ہو۔

مسئلہ ۱۳:۔ اگر زوجین مہر کے بارہ میں اختلاف کریں ایک کہے کہ نکاح کے وقت مہر کا کچھ ذکر نہیں آیا اور دوسرا کہے کہ مہر کا ذکر آیا تھا اور یہ مقدار مقرر ہوئی تھی تو ان میں سے جو شخص مہر کے معین ہو جانے کا دعویٰ کرتا ہے اس سے ثبوت طلب کیا جائے اگر وہ ثبوت پیش کر دے تو قاضی کو چاہئے کہ اس کے موافق فیصلہ کر دے اور اگر ثبوت نہ پیش کر سکے تو جو شخص مہر کی تعین کا اقرار کرتا ہے اس سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف پر راضی نہ ہو تو جھوٹا سمجھا جائے گا اور اگر راضی ہو جائے اور حلف اٹھائے تو زوجہ کو مہر مثل شوہر سے دلا جائے گا۔

اور اگر مہر کی مقدار میں اختلاف کریں یا ایک کہے کہ مہر ایک ہزار روپیہ تھا اور دوسرا کہے کہ دو ہزار تھا اور یہ اختلاف بحالت قیام نکاح کے ہوا ہو یا بعد طلاق کے ہوا ہو مگر خاص استراحت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو دیکھا جائے گا کہ مہر مثل کس کی تائید کرتا ہے اگر مہر مثل شوہر کی تائید کرے یعنی جس قدر مہر اس نے بیان کیا ہے مہر مثل اسی قدر ہو یا اس سے کم ہو تو شوہر کا قول مان لیا جائے گا اور اگر عورت کا قول مان لیا جائے گا اور اگر مہر مثل کسی کی تائید نہ کرے یعنی شوہر کی بیان کی ہوئی مقدار سے زیادہ ہو اور عورت کی بیان کی ہوئی مقدار سے کم ہو تو دونوں سے حلف لیا جائے اور مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب کیا جائے اسی طرح اگر مہر مثل نامعلوم ہو تب بھی شوہر کے ذمہ مہر مثل واجب ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی اپنے قول کا ثبوت پیش کر دے تو اسی کا قول مان لیا جائے گا خواہ مہر مثل اسکی تائید کرتا ہو یا نہیں اور اگر دونوں اپنے اپنے قول کا ثبوت پیش کر دیں تو مہر مثل جس کی تائید نہ کرتا ہو اس کا قول مان لیا جائے گا مہر مثل اگر شوہر کی تائید کرتا ہو تو عورت کا قول مانا جائے گا اور اگر عورت کی تائید کرتا ہو تو شوہر کا قول مانا جائے گا، اور اگر یہ اختلاف بعد طلاق کے واقع ہوا ہو اور خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی اس وقت تک نوبت نہ آئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ متعہ[1] مثل کس کی تائید کرتا ہے اگر شوہر کی تائید کرتا ہو یعنی متعہ مثل شوہر کی بیان کی ہوئی مقدار کے نصف کے برابر ہو یا اس سے کم تو شوہر کا قول مان لیا جائے گا اور اس کی بیان کی ہوئی مقدار کا نصف مہر اس سے دلایا جائے گا، اگر متعہ مثل عورت کے قول کی تائید کرتا ہو یعنی اس کی بیان کی ہوئی مقدار کے نصف کے برابر ہو یا اس سے زیادہ تو عورت کا قول مان لیا جائے گا اور اس کی بیان کی

ہوئی مقدار کا نصف مہر شوہر سے دلایا جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کر دے گا تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اگر دونوں اپنے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کر دیں تو متعہ مثل جس کی تائید کرتا ہو اسی کا قول مانا جائے گا اور متعہ مثل کسی کے قول کی تائید نہ کرتا ہو تو دونوں سے حلف لیا جائے اور بعد اس کے متعہ مثل شوہر کے ذمہ واجب کر دیا جائے یہ حکم اس وقت ہے جب کہ کسی خاص چیز کا مہر نہ بیان کیا جائے اور اگر کوئی خاص چیز مہر میں بیان کی جائے مثلاً شوہر کہے کہ میں نے یہ گھوڑا مہر میں مقرر کیا تھا اور عورت کہے کہ نہیں یہ گائے مہر میں مقرر کی گئی تھی تو ایسی حالت میں متعہ مثل کی تائید کی کچھ ضرورت نہیں شوہر کے ذمہ متعہ[۲] واجب ہو جائے گا اور اگر زوجین مر چکے ہوں اور ان میں خاص استراحت کی نوبت نہ آئی ہو اور ان کے ورثاء باہم اختلاف کریں تو یہ اختلاف اگر اصل مہر میں ہے ایک کہتا ہے کہ مہر مقرر ہوا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ مہر کا ذکر ہی نہیں آیا جو منکر ہے اسی کی بات مانی جائے گی اور مہر مثل شوہر کے وارثوں سے زوجہ کے وارثوں کو دلایا جائے گا اور اگر مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا ہے تو شوہر کے وارثوں کی بات قبول کی جائے گی اور اگر زوجین میں خاص استراحت کے وقت کچھ حصہ مہر کا دے دیا جائے تو حکم سابق بدستور باقی رہے گا اور اگر اس شہر کا یہ دستور ہو کہ کچھ حصہ مہر کا قبل خاص استراحت کے زوجہ کو ضرور دے دیا جاتا ہو تو جس قدر دے دینے کا دستور ہو مثلاً چوتھائی مہر دینے کا دستور ہو تو اس قدر حصہ وضع کر دینے کے بعد باقی مہر زوجہ کے وارثوں کو دلایا جائے گا۔

مثال:۔ شوہر کے وارث کہتے ہوں کہ مہر پانچ سو مقرر ہوا تھا اور زوجہ کی وارث کہتے ہوں کہ ایک ہزار اور زوجین میں خاص استراحت ہو چکی ہو اور اسی شہر کا یہ دستور ہو کہ قبل استراحت کے چوتھائی مہر زوجہ کو دے دیا جاتا ہے تو ایسی حالت میں زوج کہ وارثوں کو تین سو پچھتر روپیہ دلا یا جائے گا اور اگر مثال مذکور میں شوہر کے وارث کہتے ہوں کہ مہر مقرر ہی نہیں ہوا تھا اور عورت کے وارث کہتے ہوں کہ مہر مقرر ہو چکا تھا تو اب مہر مثل کا چوتھائی حصہ وضع کر دینے کے بعد باقی مہر زوجہ کے وارثوں کو دلایا جائے گا۔

مسئلہ ۱۴:۔ مہر کے ادا ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ دیتے وقت یہ بھی بتا دے کہ یہ مہر ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو کوئی چیز بھیجے اور یہ نہ بیان کرے کہ کس طور پر بھیجتا ہے آیا بطور مہر کے یا تحفہ اور نیت یہی ہو کہ بطور مہر کے بھیجتا ہوں تو یہ چیز مہر میں محسوب ہو گی۔

---

(۱)۔ متعہ مثل سے مراد وہ متعہ ہے جو اس عورت کے باپ کے خاندان کی عورتوں کا ہو اور اگر ان عورتوں کو متعہ لینے کی نوبت نہ آئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر ان کو متعہ دیا جاتا تو کس قیمت کا متعہ دیا جاتا ۱۲۔

(۲)۔ یعنی متعہ مثل نہ واجب ہو گا بلکہ بطور خود اپنی اور اس عورت کی حیثیت کے مناسب اس کو متعہ دینا چاہئے تو وہ متعہ متعہ مثل سے قیمت میں کم ہو یا زیادہ یا مساوی ۱۲۔

ہاں اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے، شوہر کہے کہ میں نے وہ چیز مہر میں بھیجی تھی اور زوجہ کہے کہ نہیں بطور تحفہ کے بھیجی تھی اور وہ چیز بالفعل کھانے پینے کی نہ ہو تو دونوں سے اپنی اپنی بات کا ثبوت طلب کیا جائے، اگر دونوں ثبوت پیش کر دیں تو زوجہ کا ثبوت مان لیا جائے اور اگر زوجہ ثبوت نہ پیش کر سکے اور شوہر پیش کر دے تو اس کا ثبوت مان لیا جائے اور اگر دونوں ثبوت نہ پیش کر سکیں تو شوہر سے حلف لیا جائے اور اگر وہ حلف اٹھا لے تو اسی کی بات مان لی جائے اب اگر وہ چیز موجود ہو تو زوجہ کو اختیار ہے چاہے تو اس چیز کو واپس کر دے اور کہہ دے کہ میں اس چیز کو مہر میں منظور نہیں کرتی۔ اور اگر وہ چیز بالفعل کھانے پینے کی ہو تو اس صورت میں زوجہ کی بات مانی جائے گی مگر پہلے اس سے حلف لیا جائے گا۔

ف:۔ جو چیزیں ایک مہینہ تک اپنی حالت پر قائم رہ سکتی ہیں وہ چیزیں بالفعل کھانے پینے کی نہ کہی جائیں گی، جیسے گھی، شہد، بعض بعض میوہ جات مثل بادام، پستہ اور کشمش وغیرہ کے اور جو چیزیں ایک مہینہ تک اپنی حالت پر قائم نہیں رہ سکتیں وہ چیزیں بالفعل کھانے پینے کی کہی جائیں گی جیسے روٹی گوشت اور دودھ دہی وغیرہ۔

مسئلہ ۱۵:۔ اگر شوہر نے اپنی زوجہ کو کوئی چیز بھیجی اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ مجھے یہ چیز مہر میں بھیجی ہے اور شوہر یہ کہتا ہے کہ نہیں میں نے امانت کے طور پر رکھائی ہے تو اس صورت میں دیکھنا چاہئے کہ وہ چیز از قسم مہر ہے یا نہیں اگر از قسم مہر ہو تو زوجہ کی بات مان لی جائے گی اور وہ چیز اس کو مہر میں دلا دی جائے گی ورنہ شوہر کی بات مان لی جائے گی اور شوہر اگر چاہے تو اس چیز کو واپس لے لے۔

مثال:۔ مہر میں ایک گھوڑا سو روپیہ کی قیمت کا مقرر ہوا تھا شوہر نے ایک گھوڑا اسی قیمت کا اپنی زوجہ کو بھیجا پس اس صورت میں اگر زوجہ دعویٰ کرے کہ یہ گھوڑا مجھے مہر میں ملا ہے اور پھر شوہر کو واپس نہ دے تو درست ہے اور اگر شوہر نے گائے بھیجی تو اب اگر زوجہ دعویٰ کرے کہ یہ گائے مجھے مہر میں ملی ہے تو اسکی بات نہ مانی جائے گی۔

مسئلہ ۱۶:۔ اگر کوئی مرد کسی عورت کو بامید نکاح کچھ دے (جیسا کہ ہمارے ملک میں ہندوستان میں دستور ہے کہ نسبت ہو جانے کے بعد اور یوں بھی وقتاً فوقتاً شوہر کی طرف سے کچھ چیزیں منسوبہ کے گھر میں بھیجی جاتی ہیں اور کہیں کہیں یہ دستور ہے کہ نسبت کے یا اس کے بعد منسوبہ کے لئے کچھ زیورات بھی بنوا کر بھیجے جاتے ہیں) بعد اس کے وہ عورت خود یا اس کا ولی نکاح کرنے سے انکار کر جائے تو شوہر کو اختیار ہے کہ جو چیزیں اسے مہر میں دی ہیں وہ اگر موجود

ہوں تو خود انہیں کو واپس کرے[1] اور اگر وہ چیزیں موجود نہ ہوں تو ان کی قیمت اور جو چیزیں بطور تحفہ کے بھیجی ہوں وہ اگر موجود ہوں تو ان کو واپس لے سکتا ہے اور اگر عورت یہ دعویٰ کرے کہ یہ چیزیں میرے پاس بطور ودیعت[2] کے بھیجی تھیں اور شوہر یہ کہے کہ میں نے ودیعت کی نیت سے نہیں بھیجی تھیں بلکہ میں نے مہر میں بھیجی تھیں تو اگر وہ چیزیں از قسم مہر ہوں تو شوہر کا دعویٰ ورنہ عورت کا دعویٰ قابل قبول ہے۔

مسئلہ ۱۷:۔ اگر کوئی شخص اپنی بی بی پر کچھ خرچ کرے اور بعد کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ نکاح فاسد تھا مثلاً ان دونوں میں رضاعت کا کوئی رشتہ ثابت ہو جائے تو ایسی حالت میں شوہر نے اگر قاضی کی تجویز سے اس پر خرچ کیا تھا تو اس کو اس خرچ کے واپس کر لینے کا اختیار ہے اور اگر بغیر تجویز قاضی کے کیا تھا تو کچھ اختیار نہیں (ردالمختار جلد۲ صفحہ ۳۹۶)

مسئلہ ۱۸:۔ عورت کو جو چیزیں بطور جہیز کے ماں باپ کے گھر سے ملتی ہیں ان کی مالک وہی عورت ہے اور جہیز میں دی ہوئی چیزوں کے واپس لینے کا اختیار ماں باپ وغیرہ کو نہیں ہے نہ ان کے بعد کوئی ان کا وارث ان چیزوں کو واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ ماں باپ نے ان چیزوں کو صحت کی حالت میں اس کے نامزد کر دیا ہو مثلاً اس کے بچپن میں ان چیزوں کو اس کے جہیز کے لئے خریدا ہو، اگر جہیز میں دی ہوئی چیزوں کی نسبت دلہن کا باپ کہے کہ میں نے یہ چیزیں جہیز میں نہیں دیں بلکہ عاریۃً دی تھیں تو ایسی حالت میں اس شہر کا اور اس کی قوم کا دستور دیکھنا چاہئے اگر وہاں اس کی قوم میں عاریۃً دی تھیں تو ایسی حالت میں اس شہر کا اور اس کی قوم کا دستور دیکھنا چاہئے اگر وہاں اس کی قوم میں عاریۃً دینے کا دستور نہ ہو تو باپ کی بات نہ مانی جائے گی اور اگر عاریۃً دینے کا بھی دستور ہو تو باپ سے حلف لے کر اس کی بات مان لی جائے گی اور جن جن چیزوں کی نسبت وہ کہتا ہے کہ میں نے عاریۃً دی تھیں وہ چیزیں اس کو واپس دلا دی جائیں گی۔

مسئلہ ۱۹:۔ اگر کسی عورت کو اس کے ماں باپ بالکل جہیز نہ دیں یا بہت قلیل دیں جو شوہر کے یہاں سے آئی ہوئی چیزوں کے مناسب نہ ہو تو ایسی صورت میں شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو کچھ اس نے بھیجا تھا اس کو واپس لے لے یا دولہن کے ماں باپ سے جہیز کا مطالبہ کرے۔ (رد

(۱)۔ یعنی ان چیزوں کا مہر میں ہونا باتفاق زوجین ثابت ہونا یا صرف شوہر ان چیزوں کے مہر میں ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اور اس کا قول قاعدہ مذکورۂ بالا کے موافق قابل قبول ہو ۱۲۔

(۲)۔ گو یہ چیزیں استعمال میں آکر خراب ہو گئی ہوں ۱۲۔

(۳)۔ ودیعت امانت کو کہتے ہیں عورت کو اس امر کے دعویٰ کرنے میں کہ یہ چیزیں بطور امانت کے میرے پاس بھیجی تھیں یہ فائدہ ہے کہ اس کو تاوان نہ دینا پڑے گا یعنی امانت اگر ہلاک ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں آتا بخلاف اس کے اگر وہ چیزیں اور مہر کے لئے مانی جائیں تو در صورت ہلاک ہو جانے کے ان کا تاوان دینا پڑے گا۔ (ردالمختار)

المختار جلد۲ص ۳۹۹)

مسئلہ ۲۰:۔ عورت پر اگر جبر کر کے مہر معاف کرالیا جائے تو درست نہیں حالت مجبوری کی معافی قابل اعتبار نہیں مجبور کرنے کا یہ مطلب ہے کہ درصورت نہ معاف کرنے کے اس کو مار پیٹ کا یا اور کسی قسم کی بے عزتی کا خوف دلایا جائے اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے مرض موت میں مہر معاف کرے تو بھی درست نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی عورت سے عبارت معافی مہر کی کسی ایسی زبان میں لکھوالی جائے جس کو وہ نہ جانتی ہو تو تب بھی معافی درست نہ ہوگی۔ (بحر الرائق جلد۳ص ۱۶۱،۱۶۲)

نکاح فاسد و باطل کا بیان

نکاح فاسد و باطل کی تعریف تو ہم مقدمہ[1] میں بیان کر چکے ہیں اب یہاں اس کی صورتیں اور اس کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ نکاح فاسد میں جو مہر مقرر کیا جائے وہ نہیں واجب ہوتا بلکہ ہمیشہ مہر مثل واجب ہوا کرتا ہے۔

۲۔ نکاح فاسد میں خلوت صحیحہ قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے یعنی اگر نکاح فاسد کی منکوحہ کو قبل خاص استراحت کے طلاق دے دی جائے گو خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو تو اس عورت پر عدت واجب نہ ہوگی۔

۳۔ نکاح فاسد میں اگر قبل خاص استراحت کے طلاق دے دے تو شوہر کے ذمہ از قسم مہر کچھ نہ واجب ہوگا۔

۴۔ نکاح فاسد میں بعد خاص استراحت کے اگر طلاق دے دی جائے تو مہر مثل واجب ہوگا خواہ مہر معین ہو چکا ہو یا نہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر مہر مقرر ہو چکا ہو تو مہر مثل اس سے زیادہ واجب نہ ہوگا بلکہ اگر مہر مثل زیادہ ہوگا تو اس زیادتی کو نکال ڈالیں گے مثلاً کسی شخص نے نکاح فاسد میں ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کیا ہو اور اس عورت کا مہر دو ہزار ہے تو اب شوہر کے ذمہ ایک ہزار روپیہ واجب ہوگا ہاں اگر مہر مثل کم ہو تو پھر جتنا ہوگا اتنا ہی واجب ہوگا مثلاً کسی شخص نے

---

(۱) ۔مقدمہ میں یہ بات لکھ دی گئی ہے کہ باطل وہ معاملہ ہے جو بالکل منعقد ہی نہ ہوا ہو اور فاسد وہ معاملہ ہے جو منعقد تو ہو گیا ہو لیکن شرعاً قابل فسخ ہو اس کے ارکان میں خلل نہ آیا ہو بلکہ صحت کی شرطوں میں فتور پڑ گیا ہو نکاح کی بابت فقہا کا عجب اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ نکاح باطل اور نکاح فاسد میں کچھ فرق نہیں جس طرح عبادات میں فساد و بطلان کے ایک معنی ہیں ویسا ہی نکاح میں بھی، فتح القدیر میں ایسا ہی لکھا ہے بعض کہتے ہیں کہ نکاح باطل و فاسد میں فرق ہے مگر کوئی جامع و مانع تعریف اس کی نہیں بیان کرتے صاحب بحر الرائق نے نقل کیا ہے کہ جس نکاح کے جواز کا کوئی شخص علمائے امت میں سے قائل نہ ہو وہ باطل ہے اور جس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہو وہ فاسد ہے اس تعریف پر بھی اعتراض ہوتا ہے اور بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن کے عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں پھر بھی وہ نکاح فاسد میں داخل کیا جاتا جیسے محارم سے نکاح کرنا بالآخر اس کی تدبیر یہی ہے کہ جو مثالیں فقہا نے بیان کی ہیں انہیں پر قیاس کر لیا جائے ۱۲۔

نکاح فاسد میں پانچ سو روپیہ مہر مقرر کیا ہو اور اس عورت کا مہر مثل چار سو روپیہ ہو تو شوہر کے ذمہ چار ہی سو روپیہ واجب ہوگا اور اگر مہر کا تعین نکاح کے وقت نہ ہوا تھا، یا ہوا تھا یاد نہیں رہا تو ایسی صورت میں مہر مثل واجب ہوگا خواہ اس کی مقدار بہت زیادہ ہو یا بہت کم۔

۵۔ نکاح فاسد میں عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں حتیٰ کہ اگر نکاح کے وقت فساد نکاح کا معلوم نہیں ہوا اور شوہر نے بطور نفقہ کے کچھ خرچ کیا تو اس کے واپس لینے کا اس کو اختیار ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

۶۔ نکاح فاسد میں بعد اس امر کے معلوم ہو جانے کے کہ یہ نکاح فاسد ہے خاص استراحت کرنا گناہ ہے اور ایسے نکاح کا فسخ کر دینا ہی ضروری ہے مرد اور عورت دونوں کو فسخ کا اختیار حاصل ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ ایک دوسرے کے مواجہہ[1] میں فسخ کر لے یا غیبت میں خواہ خاص استراحت ہو چکی ہو یا نہیں، اگر وہ دونوں کسی وجہ سے فسخ کرنے میں تاخیر کریں تو قاضی کو چاہئے کہ فوراً ان دونوں کے درمیان میں تفریق کرادے فسخ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے کہے کہ میرا تجھ سے کوئی تعلق نہیں یا میں نے نکاح کو فسخ کر دیا یا اور کوئی اسی قسم کا کلمہ کہہ دے، نکاح فاسد میں مرد عورت کو طلاق دے دے تو یہ بھی فسخ ہے۔

۷۔ فسخ نکاح کے بعد بشرطیکہ خاص استراحت کے بعد ہوا ہو عورت پر عدت واجب ہے اور عدت وہی ہوگی جو مطلقہ عورت کی عدت ہوگی ہے اگر منکوحہ بہ نکاح فاسد کا شوہر مر جائے تب بھی اس پر عدت واجب ہے اور اس صورت میں بھی اس کی وہی عدت ہے جو طلاق کی عدت ہے (درمختار)

۸۔ بغیر گواہوں کے نکاح کرنا یا محارم سے نکاح کرنا یا غیر کی منکوحہ یا غیر کی معتدہ سے نکاح کرنا بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے اور چوتھی عورت کی عدت میں پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور باوجود موجود ہونے آزاد بی بی کے لونڈی سے نکاح کرنا اور کسی کافر مرد کا (گو وہ اہل کتاب میں سے ہو) کسی مسلمان عورت سے نکاح کرنا یہ سب نکاح فاسد ہیں اور در صورت معلوم ہونے اس امر کے کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے اس سے نکاح کر لینا نکاح باطل ہے[2]۔ (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

---

(۱)۔ نہر الفائق میں لکھا ہے کہ بعد خاص استراحت کے ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کی غیبت میں فسخ کرے بلکہ صرف مواجہہ میں فسخ کرنے کا اختیار ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے ۱۲۔

(۲)۔ نکاح فاسد اور باطل میں باعتبار نتیجہ کے صرف اتنا ہی فرق ہے کہ نکاح فاسد میں خاص استراحت کے سبب سے عدت لازم ہوتی ہے اور نکاح باطل میں عدت نہیں لازم ہوتی۔ بلکہ نکاح باطل میں خاص استراحت زنا کا حکم رکھتی ہے اور اس کا مرتکب سزائے زنا کا مستحق ہوتا ہے ۱۲۔

حقوق زوجین

نکاح کا تعلق جو محض ایجاب کی وجہ سے مرد اور عورت میں قائم ہوتا ہے شریعت اسلامیہ میں ایسا سخت اور مستحکم تعلق ہے کہ اس تعلق کے قائم ہوتے ہی طرفین کے بہت سے حقوق ایک دوسرے پر ثابت ہو جاتے ہیں جن کی تفصیل بیان ذیل سے واضح ہے۔

زوجہ کے حقوق:۔ عورت کے حقوق اس کے شوہر پر چار ہیں۔

(۱) اس کا مہر جس قدر معین ہوا ہو اس کے حوالہ کر دے اگر مؤجل ہے تو جو مدت معین ہوئی ہو اس مدت میں اور اگر معجّل ہو تو فوراً، اور کچھ مؤجل اور کچھ معجّل ہو تو جس قدر معجّل ہو اس کو فوراً اور جس قدر مؤجل ہو اس کو اس کی میعاد معینہ پر ادا کر دے ہاں اگر عورت معاف کر دے تو یہ دوسری بات ہے۔

اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کا مہر معجّل نہ ادا کرے تو زوجہ کو اختیار ہے کہ وہ اس کے ساتھ خاص استراحت اور تقبیل وغیرہ پر راضی نہ ہو اور ان افعال پر اپنے شوہر کو قدرت نہ دے اور اس کے ہمراہ سفر میں جانے سے انکار کر دے اگر کسی وجہ سے برضامندی یا بہ جبر خاص استراحت ہو بھی گئی ہو تب بھی سفر میں جانے سے وہ انکار کر سکتی ہے اور اس انکار سے نفقہ اس کا ساقط نہ ہوگا بلکہ بدستور اس کے شوہر کے ذمہ واجب رہے گا۔

اگر عورت نابالغ ہو تو اس کا ولی مہر معجّل کے وصول کرنے کے لئے یہ باتیں کر سکتا ہے کہ اس لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر نہ بھیجے اور نہ اس کی اور اس کے شوہر کی یکجائی ہونے دے اور ایسی حالت میں وہ نابالغ لڑکی اگر اپنے شوہر کے ہمراہ جانے پر راضی بھی ہو جائے تب بھی قابل اعتبار نہیں اور ماں باپ کے سوا اور کسی ولی کو بغیر مہر مؤجل کے وصول کئے ہوئے نابالغ لڑکی کا اس کے شوہر کے حوالے کر دینا درست نہیں (درمختار ردالمحتار جلد۲ص ۳۸۸)

(۲) اس کی عیش و آرام کی فکر رکھے اور کم از کم جو نفقہ زوجہ کا شریعت نے مقرر کر دیا ہے اس کے ادا کر دینے میں کوتاہی نہ کرے، شریعت نے عورت کا کھانا، کپڑا، رہنے کا مکان شوہر کے ذمہ واجب کر دیا اسی کو نفقہ کہتے ہیں، نفقہ کے مسائل بقدر ضرورت ہم ذکر کرتے ہیں۔

نفقہ کے مسائل

عورت کا نفقہ بشرطیکہ وہ بہ نکاح صحیح زوجیت میں آئی ہو اس کے شوہر پر ہر حال میں واجب

ہے خواہ وہ عورت مسلمان(۱) ہو یا کافر یا فقیر ہو یا مالدار اور خواہ کبیر السن ہو یا صغیر السن ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ وہ قابل خاص استراحت کے ہو یا شوہر کی خدمت کر سکے اور اس کی مانوسی کا باعث ہو سکے خواہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہتی ہو یا شوہر کے گھر میں رہتی ہو اور اگر عورت بہت ہی صغیر السن ہو کہ نہ خاص استراحت کے قابل ہو اور نہ اپنے شوہر کی خدمت یا انسیت کا کام دے سکے اور اگر وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہے تو اس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب نہیں اسی طرح اگر شوہر نے اس کو اپنے گھر لے جانا چاہا اور وہ باوجود قدرت(۲) کے نہ راضی ہوئی تو اس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا مگر یہ شرط ہے کہ وہ پہلے کبھی شوہر کے گھر جا چکی ہو لیکن اگر عورت کا شوہر کے گھر جانے سے انکار کرنا بوجہ عدم وصولی مہر کے ہو تو اس انکار سے اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا جو عورت مرتد ہو جائے یا بغیر رضامندی شوہر کے اور بغیر کسی عذر(۳) شرعی کے اس کے گھر(۴) سے نکل جائے اور وہ عورت جو موت کی عدت میں اور جس سے نکاح فاسد ہوا ہو اور وہ مریضہ جو ابھی تک اپنے شوہر کے گھر نہیں گئی اور نہ اب بحالت موجودہ جا سکتی ہے اور وہ عورت جو کسی کی قید میں ہو یا کوئی اس کو غصب کر کے لے گیا ہو اور وہ عورت جو اپنے شوہر کے سوا اور کسی(۵) کے ہمراہ حج کو گئی ہو گو شوہر نے اجازت دے دی ہو ان تمام عورتوں کا نفقہ ان کے شوہروں پر واجب نہیں جو عورت پیشہ ور ہو اور دن کو اپنے پیشہ میں مشغول رہتی ہو مثلاً کھانا پکانے یا دودھ پلانے کی نوکری کیا کرتی ہو یا قابلہ کا کام کرتی ہو اس وجہ سے دن کو اپنے شوہر کے گھر میں نہ رہ سکتی ہو صرف رات کو اپنے شوہر کے پاس رہتی ہو ایسی عورت کا نفقہ اس کے شوہر پر صرف شب کے وقت واجب ہے بشرطیکہ اپنے شوہر کی خلاف مرضی ان کاموں کو کرتی ہو اور اگر اس کی مرضی سے کرتی ہو تو بدستور شب و روز کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب رہے گا اور اگر بغیر کسی عذر کے دن کے وقت اپنے شوہر کے پاس نہ جاتی ہو تو اس کا نفقہ نہ دن کے وقت اس

(۱)۔ کافر سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کیونکہ اہل کتاب سے نکاح جائز ہے اہل کتاب کے علاوہ اور کافروں سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ محرمات کے بیان میں گزر چکا ۱۲۔

(۲)۔ اگر اس کو نقل و حرکت کی قدرہی نہ ہو مثلاً ایسی مریض ہو کہ کسی سواری پر بھی آ جا نہ سکتی ہو تو ایسی حالت میں اس کا شوہر کے گھر جانے سے انکار کرنا اس کے نفقہ کو ساقط نہ کرے گا ۱۲۔

(۳)۔ عذر شرعی سے مراد یہ ہے کہ جن حالتوں میں شریعت نے بغیر رضامندی شوہر کے عورت کو باہر نکل جانے کی اجازت دے دی ہو، ان حالتوں میں نکلنے سے نفقہ ساقط نہ ہوگا مثلاً مہر وصول کرنے کے لئے یا اپنے ماں باپ کی تیمار داری کے لئے جب کہ اس کے سوا اور کوئی تیمار داری کرنے والا نہ ہو ۱۲۔

(۴)۔ جتنے دن وہ گھر سے نکلی رہے گی اتنے دنوں کا نفقہ اسے نہ ملے گا جب پھر واپس آ جائے گی تو اسے نفقہ ملنے لگے گا۔

(۵)۔ اگر شوہر کے ہمراہ حج کو جائے تو شوہر پر اسی قدر نفقہ دینا واجب ہوگا جس قدر وہ بحالت حضر دیا کرتا تھا سفر کے اخراجات مثل کرایہ وغیرہ کے اس کے ذمہ نہ ہوں گے ۱۲۔

کے شوہر پر واجب ہوگا نہ رات کے وقت۔(ردالمختار جلد ۲ ص ۷۰۲)

اگر عورت اپنے یا اپنے ماں باپ کے گھر میں رہتی ہو اور جب اس کا شوہر اس کے یہاں جاتا ہو تو وہ شوہر کو اپنے پاس نہ آنے دے اس صورت میں بھی اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا ہاں اگر شوہر سے یہ کہتی ہو کہ مجھے اس مکان سے لے چل میں اس مکان میں رہنا نہیں چاہتی اور وہ نہ لے جاتا ہے تو اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

نفقہ کے متعلق تین چیزیں ہیں، کھانا، کپڑا، رہنے کا مکان، کھانے میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ اپنی اور اس عورت کی دونوں کی حیثیت کے موافق(۱) کھانا کھلائے اور اگر وہ بالکل غیر مستطیع ہو کہ عورت کی حیثیت کا لحاظ نہ کر سکے تو جس قدر اس سے ہو سکے کھلائے باقی اس کے ذمہ قرض رہے گا کہ جب اس کو وسعت حاصل ہو تو اس قرض کو ادا کرے، مثال عورت بہت امیر ہو کہ اپنے باپ کے گھر میں مرغ پلاؤ اور کھیر وغیرہ کھاتی ہو اور شوہر نہایت فقیر ہو کہ جَو کی روٹی سے زیادہ نہ کھا سکتا ہو اور نہ کھلا سکتا ہو تو اس پر واجب یہ ہے کہ گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت اس کو کھلائے مگر بالفعل وہ اس کو جو کی روٹی کھلائے اور جو کی روٹی اور گیہوں کی روٹی اور بکری کے گوشت کی قیمت میں جس قدر فرق ہو اس پر قرض رہے گا۔(ردالمختار ص ۷۰)

عورت اگر آٹا پیسنے اور کھانا پکانے سے انکار کرے تو دیکھنا چاہئے کہ وہ ان لوگوں میں ہے جو کام کرتی ہیں یا نہیں(۲) کرتیں۔ اگر ہو تو شوہر پر واجب ہے کہ اس کو پکا پکایا کھانا لا دیا کرے یا کوئی ملازم رکھ دے جو ان کاموں کو کر دیا کرے اور اگر نہ ہو تو شوہر پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ پکا پکایا کھانا اس کو لا دیا کرے بلکہ اس عورت پر واجب ہے کہ خود پکائے اور خود ہی تمام کام کرے۔

خانہ داری کے تمام سامانوں کا مہیا کر دینا مثل چکی، توا، دیگچی، پیالہ، رکابی، گھڑے، لوٹا اور فرش وغیرہ شوہر کے ذمہ واجب ہے اور عورت کی آرائش کی چیزوں کا مہیا کر دینا بھی شوہر کے ذمہ ہے، پان تمباکو حقہ وغیرہ کی قیمت بھی شوہر کے ذمہ واجب نہیں۔(ردالمختار جلد ۲ ص ۷۰۴)

عورت اگر بیمار ہو جائے تو اس کی دوا علاج کے مصارف شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہیں۔(ردالمختار جلد ۲ ص ۷۰۴)

جس طرح عورت کے کھانے پینے میں دونوں کی حیثیت کا لحاظ ہے اسی طرح لباس میں

(۱)۔ یعنی اگر دونوں امیر ہیں تو امیروں جیسا کھانا کھلائے اور دونوں فقیر ہوں تو فقیروں جیسا، اور جو ایک امیر اور دوسرا فقیر ہو تو متوسط درجہ کا ۱۲۔

(۲)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ماں باپ کے یہاں اگر سب لوگ اپنا اپنا کام خود کرتے ہیں نوکر چاکر نہ ہوں تو وہ ان لوگوں میں سمجھی جائے گی جو کام کرتی ہیں اور جو اس کے ماں باپ کے یہاں دولت و ثروت ہو کہ نوکروں کے ذریعہ کام لیا جاتا ہو تو وہ ان لوگوں میں سمجھی جائے گی جو اپنا کام خود نہیں کرتیں پس اصل دارومدار اس کا امیری اور فقیری پر ہے ۱۲۔

بھی دونوں کی حیثیت کا لحاظ رہنا ضروری ہے، شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ سال میں دو مرتبہ اس کے کپڑے گرمیوں میں گرمی کی ضرورت کے موافق اور جاڑوں میں جاڑے کی ضرورت کے موافق، لباس کی تعداد اور اس کی نوعیت دونوں کی حیثیت کے موافق ہونی چاہئے یعنی اگر دونوں امیر ہیں تو امیروں کا لباس اور دونوں غریب ہوں تو غریبوں کا سا اور جو ایک غریب ہو اور دوسرا امیر تو متوسط درجہ کا۔

کپڑے کی نوعیت میں ہر قسم کی رسم و رواج کا لحاظ بھی ضروری ہے عورت کے لئے بستر اور لحاف وغیرہ علیحدہ بنا دینا چاہئے اگر وہ اس کی خواہش کرے، جوتی وغیرہ بھی لباس میں داخل ہے۔

مکان بھی عورت کے رہنے کا دونوں کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہئے اور اس مکان میں بغیر عورت کی رضامندی کے کوئی اور عزیز شوہر کا نہیں رہ سکتا سوا ایسی نابالغ بچوں کے جو عورت مرد کے باہمی تعلقات کو نہ سمجھتے ہوں، شوہر کا بھائی، بیٹا، ماں باپ، دوسری بی بیاں وغیرہ سب سے وہ مکان خالی ہونا چاہئے اسی طرح شوہر کو بھی اختیار ہے کہ اس مکان میں عورت کے کسی عزیز کو نہ رہنے دے۔

اگر کسی بڑے مکان کا کوئی خاص حصہ جو محفوظ ہو اور مقفل ہو سکے عورت کو دے دیا جائے تب بھی کافی ہے یہ کچھ ضروری نہیں کہ مکان بالکل علیحدہ ہو۔

اگر شوہر اپنی عورت کے لئے کوئی ایسا مکان تجویز کرے جس کے اطراف میں بالکل آبادی نہ ہو تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ اس مکان میں رہنے پر راضی نہ ہو پس شوہر پر یہ بات ضروری ہوگی کہ کسی ایسے مکان میں اس کو رکھے جس کے پڑوس میں شرفاء اور صلحاء رہتے ہوں اگر عورت کے ہمراہ کوئی غلام یا لونڈی ہو تو اس کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ حاجت سے زائد نہ ہوں اگر لونڈی غلام نہ ہو بلکہ نوکر ہو تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ نہیں ہے عورت جب مریض ہو جائے تو اس کی خدمت کے لئے کوئی ملازم رکھ دینا شوہر کے ذمہ ہے، اگر کوئی شخص اپنی عورت کا نفقہ نہ ادا کرتا ہو تو عورت کو حق حاصل ہے کہ قاضی کی عدالت میں اپنے نفقہ کی نالش کرلے اور قاضی موافق قاعدۂ مذکورہ کے اس شخص سے نفقہ دلا دے قاضی کو چاہئے کہ اس مرد کے پیشہ اور اس کی آمدنی کے لحاظ سے نفقہ دینے کی مدت مقرر کردے یعنی اگر کوئی دستکار ہو جسے روزانہ آمدنی ہوتی ہو تو اسے روزانہ نفقہ دینے کا حکم دے اگر کوئی ملازم ہو جسے ماہانہ آمدنی ہوتی ہو تو اسے ماہانہ دینے کا حکم دے اور اگر کوئی کاشتکار یا زمیندار ہو جیسے سالانہ آمدنی ہوتی ہے تو اسے سالانہ دینے کا حکم دے اور نیز قاضی کو چاہئے کہ شہر کا نرخ وغیرہ دریافت کر کے نفقہ مقرر کرے اور اگر قاضی نے جو

مقدار روپیہ کی مقرر کی تھی غلہ گراں ہو جانے کے سبب سے وہ مقدار نا کافی ہو جائے تو ایسی صورت میں شوہر کو روپیہ کی مقدار بڑھانا ہوگی تا کہ کافی ہو جائے اسی طرح اگر غلہ ارزاں ہو جائے تو جس قدر روپیہ فاضل بچتا ہے وہ عورت کو واپس کرنا ہوگا۔ (ردالمحتار جلد ص ۷۰۷)

اگر عورت کو شوہر کے مفرور یا روپوش ہو جانے کا خوف ہو تو اس کو اس امر کا حق حاصل ہے کہ اپنے نفقہ کے لئے شوہر سے ضامن طلب کرے خواہ ایک ماہ کے لئے ضامن طلب کرے یا اس سے زیادہ کے لئے جیسی اس وقت مصلحت ہو۔ (ردالمحتار جلد۲ص ۷۰۲)

عورت کو اختیار ہے کہ اپنے شوہر کے مال میں سے کھانے پینے کی چیزوں کو موافق دستور کے کھا پی لے اور اپنا لباس وغیرہ اس کے روپیہ سے بنوالے شوہر کو اطلاع کرے یا نہ کرے اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے نفقہ کی بابت بہ رضامندی خود کوئی مقدار روپیہ کی مقرر کرے پھر بعد چند روز کے کہے کہ یہ مقدار مجھے کافی نہیں ہوتی تو اگر درحقیقت وہ مقدار کافی نہ ہو تو شوہر پر لازم ہے کہ اس مقدار کو بڑھادے اور اگر بعد تعین مقدار کے شوہر کہے کہ میں اس مقدار کے دینے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کی بات نہ مانی جائی گی ہاں اگر غلہ میں ارزانی ہوگئی ہو یعنی اس مقدار معینہ سے کم اس عورت کے لئے کافی ہو جائے تو پھر قاضی اس مقدار کو کم کردے گا۔

گزشتہ دنوں کی بابت نفقہ کا دعویٰ ایک ماہ یا ایک ماہ سے زائد کے لئے نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک مہینہ گذر جانے سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر قاضی کے فیصلے سے یا باہمی رضامندی سے نفقہ کی بابت کوئی مقدار خاص نفقہ کی مقرر ہوگئی ہو تو اس کا دعویٰ ایک ماہ سے زائد کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ (ردالمحتار جلد۲ص ۷۱۴)

اگر عورت و مرد میں باہم اس گذشتہ زمانے کی مقدار میں اختلاف ہو جس میں شوہر نے نفقہ نہیں دیا مثلاً عورت کہتی ہو کہ دو مہینہ سے نہیں دیا شوہر کہتا ہو کہ ڈیڑھ مہینہ سے نہیں دیا ثبوت عورت سے طلب کیا جائے گا اگر وہ ثبوت نہ پیش کر سکے تو شوہر کی بات مانی جائے گی اور اگر عورت نفقہ دینے کی منکر ہو اور شوہر مدعی ہو تو قسم لے کے عورت کی بات مان لی جائے گی۔

طلاق سے عورت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا یعنی جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ وہ عدت کے زمانہ میں گھر ہی پر مقیم رہے طلاق بائن ہو خواہ رجعی۔ (بحر الرائق)

(۳) تیسرا حق زوجہ کا حسن معاشرت ہے، یعنی شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کی خاطر داری اور رضامندی کا ہر امر میں لحاظ رکھے بشرطیکہ کوئی معصیت لازم نہ آتی ہو۔

ہماری شریعت اسلامیہ میں ایک مرد کے لئے ایک ساتھ چار نکاح کی اجازت دی گئی ہے

مگر اسکے ساتھ ہی یہ حکم بھی[۱] ہے کہ اگر سب کے ساتھ حسن معاشرت نہ کر سکے اور برابر کا برتاؤ نہ رکھ سکے تو ایک سے زیادہ نکاح نہ کرے یہاں سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری شریعت میں حسن معاشرت کا کہاں تک خیال کیا گیا ہے۔

جس شخص کی کئی بی بیاں ہوں اس پر واجب ہے کہ کھانے میں اور ہر ایک کے پاس رہنے میں برابری کا لحاظ رکھے جس قسم کا کھانا اور لباس ایک کو دے ویسا ہی دوسری کو بھی دے اور جتنی دیر ایک کے پاس رہے اتنی ہی دیر دوسری کے پاس بھی رہے مثلاً ایک شب ایک کے پاس رہے تو ایک شب دوسری کے پاس بھی اور جو دو شب ایک کے پاس رہے تو دوسری کے پاس بھی دو شب رہے، ہاں خاص استراحت میں برابری کا لحاظ نہیں واجب کیا گیا کیونکہ یہ بات دل کے میلان سے تعلق رکھتی ہے اور دلی میلان انسان کے اختیار سے باہر لیکن حتی الامکان اس میں بھی برابری کا لحاظ رکھے تو مستحب ہے اور گو خاص استراحت میں برابری کا لحاظ واجب نہیں لیکن یہ بات واجب ہے کہ اتنی مدت تک کسی بی بی سے خاص استراحت ترک نہ کرے کہ ایلا کی مدت (۲) تک پہنچ جائے، ایلا کی مدت چار مہینے ہے۔ مریضہ اور صحیحہ اور حائضہ غیر حائضہ، مجنونہ اور عاقلہ اور باکرہ اور ثیبہ جدیدہ اور قدیمہ، مسلمہ اور کافرہ، کتابیہ سب کا حق یکساں ہے سب کے ساتھ برابر کا برتاؤ کرنا چاہئے۔

اگر کوئی شخص اپنی بی بیوں کے ساتھ برابر کا برتاؤ نہ کرتا ہو تو قاضی کو چاہئے کہ پہلی مرتبہ اسے فہمائش کر دے۔ اس پر بھی نہ مانے تو اسے سزا دے مگر اس سزا میں قید کا اختیار نہیں ہے۔ سفر میں برابری واجب نہیں ہے۔ شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جسے چاہے سفر میں اپنے ہمراہ لے جائے۔

شوہر کو چاہئے کہ اپنی بی بی سے اس قدر خدمت نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ ایسی بات اس سے نہ کہے جو اس پر شاق ہو۔ والدین کے یہاں جانے سے اور نیز ان کو اپنے یہاں آنے سے نہ روکے اور یہ آمد و رفت دستور کے موافق ہونی چاہئے۔ مثلاً ایک ہی شہر میں رہتے

---

(۱)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ یعنی اگر تمہیں بے انصافی کا خوف ہو تو ایک ہی سے نکاح کرو ۱۲۔

(۲)۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ شب کو گشت کر رہے تھے یکا یک ایک عورت کو سنا وہ کہہ رہی تھی فو اللہ لولا اللہ تخشیٰ عواقبہ: لزحزح من ھذا السریر جوانبہ یعنی خدا کی قسم اگر عذاب الٰہی کا خوف نہ ہوتا تو آج ہی اس تخت کے پائے ہلتے یعنی میں کسی مرد سے مشغول استراحت ہوتی تو حضرت عمرؓ نے اس کی کیفیت دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ اس کا شوہر جہاد میں ہے۔ پھر اپنی صاحبزادی ام المومنین حفصہؓ سے دریافت کیا کہ عورت اپنے شوہر کے بغیر کتنے دنوں صبر کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا چار مہینے تو انہوں نے اپنے سرداران لشکر کو حکم لکھوا دیا کہ وہ شخص جس کی بی بی موجود ہو چار مہینے سے زیادہ باہر نہ روکا جائے۔ چار مہینے کے بعد فوراً اسے رخصت دے دی جایا کرے۔ ۱۲

ہوں تو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ اور جو مختلف شہروں میں رہتے ہوں تو ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ سے زیادہ آمدورفت ہو تو شوہر کو روکنے کا اختیار ہے۔

چوتھا حق زوجہ کا تعلیم ہے۔ یعنی شوہر پر واجب ہے کہ اسے ضروریات دین کی تعلیم دے۔ اس کے عقائد کے اصلاح کی کوشش کرے اور پابندی شریعت کی اس پر تاکید رکھے۔ خود علم دین رکھتا ہو تو خود تعلیم کرے ورنہ کسی دوسرے سے بطرز مناسب تعلیم دلائے اور بنظر تعلیم زجر وتنبیہ کی بھی اجازت ہے۔ خاص کر ترک نماز کے لئے آخر میں یعنی جبکہ زبانی تاکید اور ظاہری ناخوشی سے کام نہ چلے مارنے کی بھی اجازت ہے مگر منہ پر مارنے اور اس طرح مارنے کی جس سے چوٹ آجائے ممانعت ہے۔

زوج کے حقوق:۔ جس طرح زوجہ کے حقوق شوہر کے ذمہ بیان کئے گئے اسی طرح زوج کے بھی حقوق (۱) زوجہ کے ذمہ ہیں اور بہت ہیں، حاصل ان تمام حقوق کا یہ ہے کہ شوہر کا راضی رکھنا اور اس کی اطاعت کرنا زوجہ پر واجب ہے بشرطیکہ خلاف مرضی الٰہی اور خلاف شریعت بات کا حکم نہ دے، شوہر کے حقوق کی تفصیل میں طول ہوگا لہٰذا مختصراً صرف اسی قدر لکھ دینا کافی ہے کہ زوجہ پر اللہ کے حق کے بعد سب سے زیادہ شوہر کا حق ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی کا سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ پانچ آدمیوں کی نماز روزہ اور کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی منجملہ ان کے وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو۔

عورت کو یہ بھی چاہئے کہ اپنے شوہر کے سامنے اپنی آرائش وغیرہ میں کوتاہی نہ کرے اور اس کے بزرگوں کا ویسا ہی خیال وادب رکھے جیسے اپنے بزرگوں کا اور شوہر کے مال کی حفاظت جہاں تک اس سے ممکن ہو کرے اور شوہر کی غیبت میں اپنا بناؤ سنگھار بالکل نہ کرے۔

زوجین کے حقوق کا بیان ہو چکا اب ہم آنحضرت ﷺ کا طرز معاشرت جو امہات المومنین کے ساتھ تھا نقل کرتے ہیں جس کو دیکھ کر سوا اس کے کہ یہ آپ ہی کی قوت تھی اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس قدر کثرت ازواج پر ایسی حسن معاشرت ہر بشر کے حوصلے سے باہر ہے یہ بھی ایک آپ کا معجزہ تھا۔

نبی ﷺ کا حسنِ معاشرت

آنحضرت ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے خیارکم خیارکم لاهله وانا خیرکم لاهلی

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولهن مثل الذی علیهن یعنی جس طرح عورتوں پر مردوں کا حق ہے اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کا حق ہے۔ ۱۲

یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بی بی سے عمدہ برتاؤ کرے اور میں اپنی بی بی کے ساتھ تم سب سے زیادہ عمدہ برتاؤ کرتا ہوں۔ یہ ایک بہت بڑی شہادت حسن معاشرت کی ہے جو خود حضرت محمد ﷺ کے کلام سے ثابت ہوئی۔ اب آپ کا برتاؤ اپنی ازواج کے ساتھ جو حدیث کی کتابوں میں مروی ہے نقل کیا جاتا ہے۔ بیان سابق سے یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نو بیبیاں تھیں اور نو بیبیوں کے ساتھ کچھ حرمیں بھی تھیں یعنی لونڈیاں، یہ ایک عام بات ہے کہ جب کسی کے نکاح میں کئی عورتیں ہوتی ہیں تو ان میں رنجش و کشمکش کے علاوہ جو سوتن کے ہونے کے لوازم سے ہے ان کو اپنے شوہر سے بھی رنج و ملال رہتا ہے اور اس رنج و ملال اور تنافر و تباغض کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ شوہر کا التفات سب کی طرف یکساں نہیں ہوتا مگر ایک مصنف مورخ جس نے خوب تحقیق سے تواریخ و احادیث و سیر کی کتابیں دیکھی ہوں سرور عالم ﷺ کی ازواج طاہرات کو ان عیوب سے پاک پائے گا، اس کی وجہ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ کا التفات سب کی طرف برابر تھا۔ گو احادیث کی کتابوں میں یہ مروی ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ آپ کو محبت زیادہ تھی مگر کبھی اس زیادتی محبت کے باعث یہ نہیں ہوا کہ آپ نے اوروں کی طرف التفات کم کر دیا ہو یا اوروں کے یہاں آمد و رفت کم کر دی ہو، ان کی خبر گیری میں نان نفقہ وغیرہ کے مصارف میں کچھ کمی کر دی ہو، اسی سبب سے کبھی کسی بی بی کو آپ سے اس امر کی شکایت کا موقعہ نہیں ملا۔ حضرت ﷺ اکثر فرماتے تھے **حبب الی من دنیاکم النساء و الطیب**

یعنی مجھے تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے صرف دو چیزیں پسند ہیں عورت اور خوشبو، اسی وجہ سے آپ نے کئی نکاح کئے۔ کثرت ازدواج کی کچھ حکمتیں ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بہت سے نکاح کئے، اس میں یہ حکمت تھی کہ بہت سے احکام شریعت جو عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں کو ان پر اطلاع نہیں ہو سکتی تھی وہ احکام ان ازواج پاک کے ذریعہ سے امت کو پہنچیں اور حجت خداوندی قائم رہے اور عورتوں کے حقوق ادا کرنا اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کا برتنا تمام امت کو معلوم ہو جائے، واقعی یہ حکمت ایک بہت بڑی حکمت ہے۔ اگر دقیق نظر سے دیکھی جائے تو ایک اولوالعزم پیغمبر جو اپنے حقیقی مالک کی درگاہ میں اعلیٰ درجہ کا تقرب رکھتا ہو اور منصب نبوت کے فرائض کی انجام دہی اس کے متعلق ہو وہ ایسا کثیر التعلقات ہو کر ان تعلقات کے ادائے حقوق کا اس قدر خیال کرے اور اپنے گراں بہا وقت شریف کا ایک حصہ ان باتوں میں صرف کرے کثرت ازدواج سے جس طرح عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کی بے نظیر تاکید ثابت

ہوئی ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کی عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کمالات کا اندازہ کرنا بشری قوت سے باہر ہے۔

الحاصل آنحضرت ﷺ اپنی تمام ازواج کے ساتھ یکساں برتاؤ رکھتے تھے یعنی سب کے ادائے حقوق کا برابر خیال کرتے تھے۔ ہر ایک کے یہاں رہنے کی آپ نے باری مقرر کر دی تھی۔ ایک کی باری میں دوسرے کے یہاں ہرگز نہ رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے باوجودیکہ محبت زیادہ تھی مگر ایک مرتبہ وہ حضرت صفیہؓ کی باری کے دن حضرت ﷺ کے پاس آئیں تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم کیوں آئی ہو؟ جاؤ، انہوں نے عرض کیا کہ آج صفیہؓ نے اپنی باری مجھے دے دی۔ برابری کا یہاں تک خیال تھا کہ مرض وفات میں جبکہ آپ کی طبیعت حضرت عائشہؓ کے یہاں رہنے کو چاہتی تھی آپ نے بغیر اجازت اور ازواج کے اس امر کو گوارہ نہ کیا جب سب نے اجازت دے دی اس وقت آپ حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام قرعہ میں نکل آتا تھا آپ اسی کو اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔

ہر روز نماز عصر کے بعد آپ اپنی تمام ازواج کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور سب کی خیریت دریافت فرمالیتے تھے۔

بہت ہی خوش گوئی اور خوش خلقی سے پیش آیا کرتے تھے۔ کبھی سخت کلامی نہ فرماتے تھے گو کیسی ہی خلاف مزاج بات کیوں نہ ہو، ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے مل کر آپ سے اپنے اخراجات کا مطالبہ کیا۔ حضرت کو بہت ناگوار گزرا لیکن اس کے جواب میں کسی قسم کا سخت کلمہ زبان مبارک سے نہیں نکلا، ہاں اس واقعہ پر آپ نے ایک مہینہ کا ایلا کر لیا تھا یعنی آپ ایک مہینے تک اپنی ازواج کے پاس تشریف نہیں لے گئے۔

حضرت ام المومنین حفصہؓ کو ایک مرتبہ رجعی طلاق دی بعد اس کے رجوع کر لیا۔

کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج پاک کو خطا یا بے خطا کوئی سخت اور ناملائم کلمہ کہا ہو۔ ہمیشہ تحمل اور بردباری سے آپ نے کام لیا۔ اگر کبھی کوئی بات نصیحت اور تعلیم کے طور پر فرماتے تھے تو نہایت نرم اور باا ثر الفاظ میں۔

لونڈی غلام اور ان کے نکاح کے احکام

(۱) یہ مسئلہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عورت اپنے غلام کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی اور جس طرح ان میں باہم نکاح جائز نہیں اسی طرح بغیر نکاح کے بھی خاص استراحت درست نہیں۔

(۲) مرد کا نکاح بھی اپنی لونڈی کے ساتھ درست نہیں مگر اس کے درست نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نکاح کا نتیجہ مرتب نہ ہوگا اور بعد آزاد کر دینے کے نکاح قائم نہ رہے گا اور اگر اس لونڈی کو طلاق دی جائے تو طلاق نہ ہوگی۔ (ردالمختار جلد۲ صفحہ ۲۹۶)

(۳) اپنی لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے خاص استراحت جائز ہے مگر اس زمانہ میں اس امر کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر لونڈیاں ناجائز طریقہ سے قبضہ میں آرہی ہیں۔ یعنی آزاد عورتیں بغیر تجویز شرع کے لونڈی بنائی جاتی ہیں۔ جہادوں سے جو عورتیں گرفتار ہو کر آتی ہیں وہ بوجہ اس کے کہ آج کل مال غنیمت کی تقسیم قاعدہ شرعیہ کے موافق نہیں ہوتی لونڈی کا حکم نہیں رکھتیں اور ان سے بغیر نکاح کے خاص استراحت جائز نہیں۔ پس اگر کسی طریقہ سے یہ امر معلوم (۱) ہو جائے کہ یہ لونڈی دراصل لونڈی ہے تو اس کے ساتھ خاص استراحت میں کوئی مضائقہ نہیں، ورنہ احتیاطاً بغیر نکاح کے خاص استراحت سے اجتناب بہتر ہے اور اگر اس کا لونڈی نہ ہونا محقق ہو جائے تو ایسی حالت میں اس سے بغیر نکاح کے خاص استراحت ناجائز ہے۔

(۴) ایسی صورت میں جبکہ کسی لونڈی کے لونڈی ہونے میں احتمال ہو اگر اس سے نکاح کیا جائے تو گو اور نتائج نکاح کے اس نکاح پر مرتب نہ ہوں گے مگر ایک نتیجہ اس پر احتیاطاً ضرور مرتب کرا لیا جائے گا اور وہ یہ کہ اس نکاح کے بعد صرف تین نکاح اس شخص کے لئے جائز ہیں، چوتھے نکاح سے احتیاطاً اجتناب کرے۔ (ردالمختار، جلد۲ صفحہ ۲۹۶)

(۵) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنی لونڈی خاص استراحت کے لئے دے تو اس دوسرے شخص کو اس لونڈی سے خاص استراحت جائز نہیں کیونکہ خاص استراحت کے جائز ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں، نکاح یا ملک۔ (ردالمختار، جلد۲ صفحہ ۳۸۰)

(۶) باپ کی لونڈی سے بیٹے کو اور بیٹے کی لونڈی سے باپ کو، اور اسی طرح اپنی زوجہ کی لونڈی سے شوہر کو خاص استراحت جائز نہیں گو یہ لوگ اجازت دے بھی دیں۔

(۷) ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی لونڈی غلام کا نکاح دوسرے سے کر دے یا انہیں اجازت نکاح کی دے دے۔ اگر لونڈی غلام نکاح پر راضی نہ ہوں تو اس کا مالک جبراً ان کا نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ ملک اس کی کامل ہو۔ (۲)

(۱) لونڈی کا لونڈی ہونا اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ وراثۃً نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آرہی ہو یا اس طور پر کہ خود اقرار کرے یا اس طرح پر کہ بیت المال کے وکیل سے مول لی جائے۔

(۲) غلام کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قن اور یہی کامل غلام ہے۔ دوسرے مکاتب کہ جس سے یہ معاملہ ہو گیا ہو کہ وہ ایک محدود رقم اپنی کمائی سے ادا کرنے کے بعد آزاد ہے تیسرے مدبر جس سے مالک نے یہ کہہ دیا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہو۔ ان دو قسموں کے غلام کامل غلام نہیں ہیں۔

(۸) جس لونڈی کے ساتھ اس کا مالک خاص استراحت کیا کرتا ہو اس کا نکاح کسی دوسرے سے کرے تو یہ امر ضروری ہے کہ پہلے اس کے رحم (۱) کا صاف ہونا معلوم کرے۔ اگر بغیر اس کے معلوم کئے ہوئے نکاح کر دیا اور اس لونڈی کا اپنے مالک سے حاملہ ہونا ظاہر ہوا تو یہ نکاح فاسد ہو جائے گا۔

(۹) اگر کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ کر دے تو اس صورت میں اس غلام پر مہر و نفقہ واجب نہ ہوگا اور اگر لونڈی کسی اور کی اور غلام کسی اور کا یا کسی آزاد عورت سے کسی غلام کا نکاح کیا جائے یا کسی لونڈی کے ساتھ کسی آزاد مرد کا نکاح کیا گیا ہو تو ان سب صورتوں میں نفقہ اور مہر شوہر کے ذمہ واجب ہوگا اور اگر کسی غلام کو بعد نکاح کر دینے کے اس کا مالک فروخت کر دے تو اس کی بی بی کے مہر و نفقہ کا مطالبہ اس مالک سے نہ کیا جائے گا بلکہ وہ اسی غلام کے ذمہ رہے گا۔

(۱۰) جب کوئی غلام اپنی عورت کا نفقہ اور مہر نہ ادا کر سکے تو اس کے مالک کو چاہئے کہ اسے بیچ ڈالے اور اس کی قیمت سے نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر یہ قیمت کافی نہ ہو تو بقیہ رقم کا مطالبہ اس سے بعد آزادی کے کیا جائے، پھر دوسرے مالک کے یہاں بھی اگر وہ نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر بیچا جائے گا۔ ہاں مہر کے عوض میں اب دوبارہ نہ بیچا جائے گا کیونکہ ایک مرتبہ اس کے لئے بک چکا ہے البتہ نفقہ چونکہ بار بار واجب ہوتا ہے لہذا اس کے لئے بار بار بیچنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مہر و نفقہ کی وجہ سے بیچنے میں سستی کرتا ہو تو قاضی بجبر اس کی موجودگی میں اسے فروخت کر ڈالے۔

(۱۱) بغیر مالک کی اجازت کے اگر کوئی لونڈی یا غلام اپنا نکاح کسی سے کر لے تو وہ نکاح مالک کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر مالک اجازت دے دے تو نکاح صحیح ہو جائے گا ورنہ باطل ہو جائے گا اور باطل ہونے کی صورت میں مہر و نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا، ہاں اگر خاص استراحت کی نوبت آ گئی ہے تو مہر مثل کا مطالبہ اس سے کیا جائے گا وہ بھی بعد آزاد ہونے کے۔

(۱۲) مالک نے اگر ایک نکاح کی اپنے غلام یا لونڈی کو اجازت دی اور اس نے دو نکاح کر لئے تو پہلا نکاح صحیح ہو جائے گا اور دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا۔

(۱۳) اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح کسی سے کر دے تو اس پر یہ امر ضروری نہیں ہے کہ اس لونڈی کو اس کے شوہر کے حوالے بھی کر دے یا باہم دونوں میں خلوت کا موقعہ دے دے۔

---

(۱) رحم صاف ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ حاملہ تو نہیں ہے۔ حمل کا ہونا نہ ہونا حیض کے آنے نہ آنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ ۱۲

لیکن اس لونڈی کا مہر و نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ جب ہی واجب ہوگا کہ جب اسے خلوت کا موقع دیا جائے۔

(۱۴) بعد نکاح کے بھی مالک اپنی لونڈی کو سفر میں اپنے ہمراہ لے جا سکتا ہے اگر چہ اس کا شوہر راضی نہ ہو۔

(۱۵) جس لونڈی کا نکاح ہوگیا ہو وہ اگر آزاد ہو جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو اس نکاح کو قائم رکھے اور چاہے فسخ کر دے اور یہ فسخ قاضی کے فیصلے پر موقوف نہیں بلکہ ان کی ناراضگی ظاہر کرتے ہی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ یہ اختیار سکوت سے باطل نہ ہوگا تاوقتیکہ صریحی طور پر رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کر دے۔ اسے اختیار حاصل رہے گا نیز اگر اس کو مسئلہ نہ معلوم ہو یعنی یہ نہ جانتی ہو کہ لونڈی کو بعد آزاد ہو جانے کے نکاح سابق رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہو جاتا ہے اور اس نہ جاننے کے سبب سے اس نے اپنی رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کی ہو تو یہ نہ جاننا شرعاً عذر سمجھا جائے گا اور بعد مسئلہ معلوم ہونے کے اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کرے گی گو کتنا ہی زمانہ گزر گیا ہو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ ہاں جس مجلس میں یہ مسئلہ اسے معلوم ہوا ہے اس مجلس سے اگر بغیر رضامندی ظاہر کئے ہوئے اٹھ جائے گی تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔

(۱۶) اگر کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی ہی بیٹی کے ساتھ کر دے اور اس کا کوئی وارث سوا اس بیٹی کے نہ ہو تو جس وقت وہ مر جائے گا اور وہ غلام مدلتہ اس بیٹی کی ملک میں آ جائے گا۔ اسی وقت فوراً وہ نکاح فاسد ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ غلام مدبر ہو تو نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے مالک کے مرتے ہی آزاد ہو جائے گا۔ اس کی بیٹی کی ملک میں نہ آئے گا۔ پھر اسی طرح اگر وہ غلام مکاتب (۱) ہو تب بھی نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ مکاتب میں غلامی کی حیثیت کامل نہیں ہوتی، ہاں اگر وہ مکاتب زر کتابت کے ادا کرنے سے عاجز ہو جائے اور پھر اپنی اصلی حالت غلامی میں عود کر جائے تو البتہ نکاح فاسد ہو جائے گا۔

(۱۷) اگر کوئی آزاد عورت جو کسی غلام کے نکاح میں ہو اپنے شوہر کے مالک سے کہے کہ تو اس غلام کو میری طرف سے ایک ہزار روپیہ میں آزاد کر دے تو فوراً نکاح فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں گویا وہ غلام اس شخص نے ایک ہزار کے عوض میں اس عورت کے ہاتھ بیچا، پھر گویا اس کی طرف سے وکالۃً اسے آزاد کیا، ہاں اگر وہ عورت یہ نہ کہے تو ایک ہزار میں بلکہ صرف اسی قدر کہے کہ اس کو میری طرف سے آزاد کر دے تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور یہ آزادی اس عورت کی طرف

(۱) مکاتب کی تعریف تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں اس سے جس قدر روپیہ طے ہوا ہو اس روپیہ کو زر کتابت کہتے ہیں چونکہ اہل عرب کا دستور تھا کہ اس معاملہ کو لکھ لیا کرتے تھے اس لئے یہی اس کا نام پڑ گیا۔

سے نہ سمجھی جائے گی۔

(۱۸) جب کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح کسی سے کردے تو پھر اس لونڈی سے اس کو خاص استراحت کرنا جائز نہیں، ہاں جب اس کا شوہر اس کو طلاق دے دے یا کسی وجہ سے نکاح فاسد ہو جائے تو پھر اس سے خاص استراحت جائز ہے مگر بعد اس امر کے معلوم کرنے کے کہ اسے حمل تو نہیں ہے۔

نابالغ بچوں کے نکاح کا بیان

نابالغ بچوں کے نکاح کے مسائل اگرچہ ضمناً کچھ اوپر بیان ہو چکے ہیں لیکن خاص طور پر اب ان کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) جس طرح لونڈی غلام کا نکاح بغیر اجازت مالک کے نہیں ہوتا اسی طرح نابالغ بچوں کا نکاح بغیر اجازت ان کے ولی کے نہیں ہوتا۔

(۲) نابالغ لڑکیوں کو بعد بلوغ کے نکاح کے قائم رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر یہ اختیار صرف زمانہ بلوغ تک کے لئے ہے، ان کو جس وقت اپنے بلوغ کا علم ہوا ہو یا بعد بلوغ کے نکاح کی خبر ملی اور فوراً نابالغ کا علم ہوتے ہی یا نکاح کی خبر سنتے ہی رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کی ہو تو اختیار باطل ہو جائے گا۔ ہاں اگر عورت ثیبہ ہو تو اس کا اختیار بغیر صریح رضامندی یا نارضامندی کے باطل نہ ہوگا۔ اس اختیار میں مسئلہ کا معلوم نہ ہونا عذر نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی نابالغ نے بوجہ اس امر کے نہ معلوم ہونے کے کہ نابالغ کو بعد بلوغ کے اپنے نکاح سابق کو قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوتا ہے، اپنے نکاح کی خبر سن کر سکوت کیا تو اس سکوت سے بھی اس کا اختیار باطل ہو جائے گا، یہ اختیار جس طرح عورت کو حاصل ہوتا ہے اسی طرح مرد کو بھی حاصل ہوتا ہے اور مرد کا اختیار ثیبہ عورت کی طرح بغیر صریحی رضامندی یا نارضامندی ظاہر کئے ہوئے باطل نہیں ہوتا۔

ہاں اگر یہ نکاح باپ نے یا دادا نے کیا ہو تو پھر بلوغ کے بعد اس کو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر یہ نابالغ کوئی غلام یا لونڈی ہو اور اس کے مالک نے اس کا نکاح کیا ہو تو اس کو بھی بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مجنون ہو گیا ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور بحالت جنون اس کا نکاح اس کے بیٹے نے کر دیا ہو تو اس مجنون کو بعد زوال جنون کے اس نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ (ردالمحتار، جلد ۲، صفحہ ۳۴۲)

اور اگر یہ لوگ معاملات میں غلطی کرنے اور دھوکا کھانے میں مشہور ہوں یا یہ نکاح انہوں نے نشے میں کر دیا ہو تو باپ دادا اور بیٹے کے کئے ہوئے نکاح میں اختیار حاصل رہے گا۔ مگر مالک کے کئے ہوئے نکاح کے فسخ کا اس صورت میں بھی اختیار نہیں ہے۔

(۳) باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی اگر کسی نابالغ کا نکاح غیر کفو سے کردے تو یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ ہاں باپ دادا کا کیا ہوا نکاح اس حالت میں بھی صحیح ہوگا بلکہ لازم ہوگا۔ یعنی فسخ کا اختیار نہ رہے گا جیسا کہ اوپر گذر چکا۔

یہاں تک تو مسلمانوں کے نکاح کے احکام تھے جو بیان کئے گئے۔ اب کچھ تھوڑے مسائل کافروں کے نکاح کے متعلق بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان مسائل کی زیادہ ضرورت اس وقت تھی جب اسلام کی حکومت تھی غیر مذاہب کے لوگ اپنے مقدمات وغیرہ اسلام کے قاضیوں اور حاکموں کے سامنے پیش کرتے تھے اور اب ان کی چنداں ضرورت نہیں رہی لیکن بغرض تحصیل علم کے اور نیز اس وجہ سے کبھی زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں مسلمان ہوجاتے ہیں اور ان کو اپنے نکاح سابق کا حکم قواعد اسلامیہ کے موافق دریافت کرنا منظور ہوتا ہے اور اس قسم کی کبھی کبھی اور ضرورتیں بھی پیش آجاتی ہیں۔ لہذا بقدر ضرورت کافروں کے نکاح کے مسائل بھی لکھے جاتے ہیں۔

کافروں کے نکاح کا بیان

(۱) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں ازروئے شریعت صحیح ہیں وہ کافروں کے لئے بھی صحیح (۱) ہیں (درمختار وغیرہ)

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ کسی کافر کی بی بی سے جن میں قواعد شرعیہ کی رو سے نکاح صحیح ہوگیا ہو، کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو جائز نہیں اگرچہ وہ عورت ان کافروں میں سے ہو جن کے ساتھ مسلمانوں کو نکاح کرنا جائز ہے یعنی اہل کتاب۔

دوسرا نتیجہ:۔ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر زوجین ایک ہی وقت میں مسلمان ہوجائیں تو اسی نکاح سابق پر قائم رکھے جائیں گے۔ جدید نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۲) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں ناجائز ہے بوجہ کسی شرط صحت نکاح کے نہ پائے جانے کے وہ کافروں کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کے جواز کا اعتقاد رکھتے ہوں۔

نتیجے:۔ اس مسئلہ کے بھی وہی ہیں جو پہلے کے تھے۔

مثال:۔ کسی عیسائی یا یہودی نے اپنے ہم مذہب عورت سے نکاح کیا اور اس میں ازروئے شریعت اسلامیہ کوئی شرط صحت نکاح کی نہ پائی گئی مگر شریعت عیسوی یا موسوی میں وہ نکاح ہمہ وجوہ صحیح ہے تو ایسی صورت میں کوئی مسلمان یہ سمجھ کر کہ اس کا نکاح تو ہمارے نزدیک صحیح

---

(۱) امام مالکؒ اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ نکاح ناجائز ہیں۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ وامرأته حمالة الحطب ترجمہ:۔ عورت اسی ابولہب کی اٹھانے والی کانٹوں کی پس اگر یہ نکاح ناجائز ہوتا تو ابولہب کی جورو کو حق تعالیٰ اس کی عورت نہ فرماتا۔ آخر کے دونوں مسئلوں میں بھی غالباً امام مالکؒ مخالف ہوں گے۔ ۱۲

نہیں اس کی بی بی سے نکاح کرنا چاہے تو ناجائز ہے اور دونوں زوجین کو اگر خدا ہدایت کردے اور مسلمان ہو جائیں تو اسی سابق نکاح پر برقرار رکھے جائیں گے۔

(۳) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں بوجہ عدم صلاحیت محل کے ناجائز ہے وہ ان کے لئے جائز رکھا گیا ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

اس مسئلہ کے بھی دو نتیجے ہیں۔ اول یہ کہ ایسی منکوحہ سے اگر کوئی مسلمان نکاح کرے تو یہ ناجائز ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے زوجین پر بوجہ اس نکاح کے تہمت زنا کی لگائے تو اس پر حد قذف (۱) جاری کی جائے گی۔ یہ نتیجہ صرف اسی زمانہ کے ساتھ خاص تھا جب اسلام کی سلطنت تھی اور قوانین اسلام پر عمل کیا جاتا تھا۔ یہ نتیجہ پہلے دونوں مسئلوں میں بھی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اس مسئلہ میں یہ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا کہ اگر زوجین بتوفیق خداوندی مسلمان ہو جائیں تو بھی نکاح ان میں باقی رکھا جائے گا، مسلمان ہو جانے کے بعد اس نکاح پر وہ قائم نہ رہ جائیں اور نہ اب جدید نکاح بوجہ عدم صلاحیت محل کے جائز ہوگا۔ مثال کسی یہودی نے اپنی ماں سے نکاح کر لیا تو اب اس کی ماں سے کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اور اگر اس یہودی یا اس کی ماں پر کوئی شخص اس نکاح کے سبب سے زنا کا الزام لگاتا تو اسلامی شرعیت کی رو سے قذف کی سزا دی جاتی۔ ہاں اگر دونوں مسلمان ہو جائیں تو یہ نکاح قائم نہ رہے گا۔

(۴) جس نکاح پر کفار بعد اسلام کے قائم نہ رکھے جائیں اس نکاح میں زوجین باہم ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اور جس پر قائم رکھے جائیں گے اس میں وارث ہو سکتے ہیں۔ یہی صحیح ہے۔ (ردالمحتار)

(۵) اگر کفار مسلمانوں میں کسی کو حکم بنا کے اپنا نکاح فسخ کرانا چاہیں تو وہ نکاح اگر وہی ہو جس کا بیان تیسرے نمبر میں ہوا تو وہ حکم ان دونوں میں تفریق کرا دے اور جو زوجین میں سے کوئی ایک کسی مسلمان کو حکم بنا کے تفریق کا خواستگار ہو تو اس صورت میں وہ حکم تفریق کا حکم نہیں دے سکتا کیونکہ مسلمانوں کو اس امر سے منع کر دیا گیا ہے کہ وہ کسی کے مذہبی معاملات میں دست اندازی کریں، ہاں اگر کوئی خود ان سے دست اندازی کی استدعا کرے تو البتہ انہیں دست اندازی جائز ہے اور اس صورت میں چونکہ یہ معاملہ دو آدمیوں سے متعلق ہے اور ان میں سے صرف ایک نے دست اندازی کی استدعا کی ہے لہذا ایسی حالت میں از روئے شریعت کسی کو دست اندازی کا حق حاصل نہیں ہے۔

(۶) اگر کافر زوجین میں سے صرف ایک آدمی مسلمان ہو جائے تو دوسرے کو بھی اسلام کی

---

(۱) قذف کے معنی کسی پاک دامن کو تہمت زنا کی لگانا، ایسے شخص کی سزا شریعت میں اسی درے ہیں اسی کو قذف کہتے ہیں۔ ۱۲

ترغیب دی جائے اور اس سے مسلمان ہونے کے لئے کہا جائے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو بہتر یعنی نکاح سابق بدستور قائم رہے گا اور اگر وہ مسلمان ہو جانے سے انکار کردے تو قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرادے یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جبکہ زوجین عاقل و بالغ ہوں اور اگر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو عاقل و بالغ ہے اور اگر مسلمان نہیں ہو تو وہ عاقل و بالغ نہیں ہے وہ بھی اس صورت میں اس کے سن تمیز کا انتظار کیا جائے گا۔ جب سن تمیز کو پہنچ جائے گو بالغ نہ ہو اس وقت اس پر اسلام پیش کیا جائے اگر مسلمان ہو جائے تو وہی نکاح سابق قائم رہے گا، ورنہ تفریق کرادی جائے گا اور اگر وہ نابالغ مجنون (۱) ہو تو پھر اس کے سن تمیز کا انتظار نہ کیا جائے، بلکہ اس کے والدین پر اگر وہ زندہ ہوں گے تو اسلام پیش کیا جائے گا اور ان میں سے اگر ایک بھی اسلام لے آئے گا تو یہ نابالغ مجنون اسی کا تابع قرار دیا جائے گا اور نکاح سابق قائم رکھا جائے گا اور اگر والدین زندہ نہ ہوں تو پھر قاضی اس کی طرف سے کسی کو وصی مقرر کردے اور اس وصی کے مواجہہ میں ان زوجین میں باہم تفریق کردے۔

(۷) کافروں کی طلاق اور خلع (۲) وغیرہ صحیح ہے۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر کوئی کتابی کافر اپنی بی بی کو طلاق دے دے یا اس سے خلع کرلے تو اس سے دوسرا شخص جو مسلمان ہو نکاح کر سکتا ہے۔

(۸) کافروں کے ذمہ ان کی بیبیوں کا مہر اور نفقہ واجب ہے۔

نتیجے اس مسئلہ کے دو ہیں۔ اول یہ کہ اگر کسی قاضی عدالت میں کوئی کافر عورت اپنے کافر شوہر پر نان و نفقہ کا دعویٰ کرے گی تو اس کا دعویٰ مسموع ہوگا۔ مگر یہ نتیجہ اس وقت کے مسلمانوں کو کچھ کارآمد نہیں کیونکہ نہ ان کی حکومت ہے اور نہ کوئی ان کا قاضی۔

دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی عورت کافر مسلمان ہو جائے اور اس کے شوہر نے زمانہ نکاح میں ان کو نان و نفقہ نہ دیا ہو اور مہر بھی اس کا نہ ادا کیا تو اس کی طرف سے بعد مسلمان ہو جانے کے بھی مہر و نفقہ کا دعویٰ دائر کر سکتا ہے اور اگر اس کا شوہر کچھ مال چھوڑ کر مرے تو یہ عورت اس شوہر کے تمام وارثوں سے زیادہ اس کے مال کا استحقاق رکھتی ہے۔ پہلے اس کا نفقہ و مہر ادا کر دیا جائے گا بعد اس کے وارثوں کا حق اس مال میں قائم ہوگا کیونکہ یہ عورت قرض کا دعویٰ کرتی ہے اور قرض کا ادا کرنا

(۱) درمختار کے بعض محشیوں سے اس مقام پر غلطی ہوگئی ہے، انہوں نے لکھ دیا ہے کہ اگر اس مجنون کی ماں زندہ ہو یا باپ نہ ہو تو اس ماں پر اسلام پیش نہ کیا جائے گا بلکہ قاضی وصی مقرر کر کے نکاح فسخ کردے گا۔

(۲) خلع اس کو کہتے ہیں کہ عورت کچھ مال دے کر شوہر سے اپنی گلو خلاصی کرائے۔ طلاق اور خلع کے مسائل عنقریب کسی جلد میں انشاء اللہ بیان ہوں گے۔۱۲

میراث پر مقدم ہے۔

(۹) کافر زوجین میں جو تفریق ہو خواہ طلاق و خلع وغیرہ کے سبب سے یا تفریق قاضی کی وجہ سے یا ان میں سے کسی کے مسلمان ہو جانے کے باعث سے یہ تمام تفریقیں طلاق کے حکم میں ہیں نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ کافرہ عورت سے بعد تفریق کے قبل عدت گزر جانے کے نکاح کرنا مسلمانوں کو جائز نہیں، ہاں جو تفریق عورت کی طرف سے ہوگی وہ طلاق کے حکم میں نہیں۔

مثال:۔ کوئی کافر مسلمان ہو گیا مگر جب اس کی عورت سے مسلمان ہو جانے کو کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا ایسی صورت میں تفریق تو ہو جائے گی مگر یہ تفریق طلاق نہ سمجھی جائے گی حتیٰ کہ اس عورت سے اگر وہ کتابیہ ہو کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو جائز ہے۔

(۱۰) اگر کتابی کافروں سے کوئی دوسرے کتابی مذہب کو اختیار کرلے خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اس کا نکاح فسخ نہ ہوگا ہاں وہ اگر کسی ایسے مذہب کو اختیار کرے جو کتابی نہ ہو تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔

مثال:۔ کوئی عیسائی یہودی ہو گیا ہو تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے خارج نہ ہوگی۔ ہاں اگر یہ آتش پرست بن جائے تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو جائے۔

نتیجہ:۔ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر کوئی عیسائی یہودی ہو جائے تو کوئی مسلمان یہ سمجھ کر کہ اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو گئی ہے اس سے نکاح کرنا چاہے تو ناجائز ہے۔ ہاں اگر وہ ہندو ہو جائے تو بے تامل اس کی بی بی سے بعد عدت گزر جانے کے نکاح کی اجازت ہے۔

(۱۱) مرتد ہو جانے سے بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان معاذ اللہ عیسائی ہو جائے تو بے تامل بعد عدت گزر جانے کے اس کی بی بی سے نکاح درست ہے۔ ہاں اگر دونوں ساتھ ہی مرتد ہوئے ہیں تو اس صورت میں نکاح قائم رہے گا اور پھر اگر ان میں سے کوئی شخص دوسرے سے پہلے مسلمان ہو جائے گا تو یہ نکاح فسخ ہو جائے گا اور دونوں اسلام لے آئیں تو پھر قائم رہے گا۔

یہ مسئلہ بہت خیال رکھنے کے قابل ہے۔ بعض اوقات جاہلوں کی زبان سے ایسے کلمات نکل جایا کرتے ہیں جن سے کفر و شرک لازم آ جاتا ہے اور بعض اوقات وہ کلمات ایسے صاف ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس کے کہنے والے کو مرتد کہنا پڑتا ہے اور اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ اب جو ان میں باہم خاص استراحت ہوتی ہے وہ حرام ہے اور اولاد ولد الزنا یہ سب خرابیاں جہالت سے لازم آتی ہیں۔ اس کا تدارک جاہلوں کے لئے کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ توبہ کا ہر وقت ورد رکھیں تا کہ اگر کسی وقت بے خبری میں کوئی کلمہ نکل جائے تو توبہ سے اس کی تلافی ہو جائے گی۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ بعض اوقات جب جاہلوں کی

خلاف مرضی کوئی مسئلہ اٹھایا جاتا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ اپنی شریعت کو طاق پر رکھو۔ ایسی شریعت کو ہم نہیں مانتے۔ یہ کلمات صاف کفر ہیں۔ بعض عالم نما جاہل آج کل یہ فساد برپا کر رہے ہیں کہ جب دو میاں بی بی میں تفریق کرانا منظور ہوتی ہے تو ان میں سے کسی سے کفر کے کلمات نکلوا دیتے ہیں۔ معاذ اللہ یہ کیسی شوخ چشمی ہے۔ بعض لوگ جاہلوں کے خوش کرنے کو فقہاء کی طرف یہ مسئلہ منسوب کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بی بی کو مغلظہ طلاق دے اور پھر اس سے تجدید نکاح چاہے بغیر اس کے کہ کسی دوسرے شخص سے اس کی بی بی کا نکاح کیا جائے اور پھر اس کی طلاق کا انتظار کیا جائے کہ وہ شخص کوئی کلمہ کفر کا اپنی زبان سے نکال دے۔ حالانکہ فقہاء کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے۔ عورت کیا اگر جان بھی جائے تو کفر کا کلمہ زبان سے نکالنا درست نہیں۔

(۱۲) مرتد مرد یا عورت کا نکاح کسی سے درست نہیں، نہ کسی مسلمان سے نہ کسی کافر سے، نہ کسی مرتد سے۔

(۱۳) اگر کوئی مسلمان ہو جائے اور اس کے نکاح میں پانچ عورتیں ہوں تو اگر ان کا نکاح ایک ہی عقد میں کیا تھا تو ان سب کا نکاح باطل ہو جائے گا اور اگر یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ نکاح کیا ہے تو جس کے ساتھ آخر میں نکاح کیا ہے اس کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

مثال:۔ (۱) کسی کافر نے پانچ عورتوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے سب کے ساتھ اپنا نکاح کیا تو مسلمان ہو جانے کے بعد یہ سب عورتیں اس کے نکاح سے باہر ہو جائیں گی اور یکے بعد دیگرے پانچ عورتوں سے نکاح کیا تو جس عورت سے آخر میں نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

(۲) کسی کافر نے دو بہنوں یا دو ماں بیٹیوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں نے تم دونوں سے اپنا نکاح کیا تو مسلمان ہو جانے کے بعد یہ دونوں اس کے نکاح سے باہر ہو جائیں گی اور اگر پہلے ایک سے کیا اس کے بعد دوسرے سے کیا تو آخر میں جس سے نکاح کیا اسی کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

حصہ ششم نکاح کا بیان ختم ہو گیا۔

تمام شد